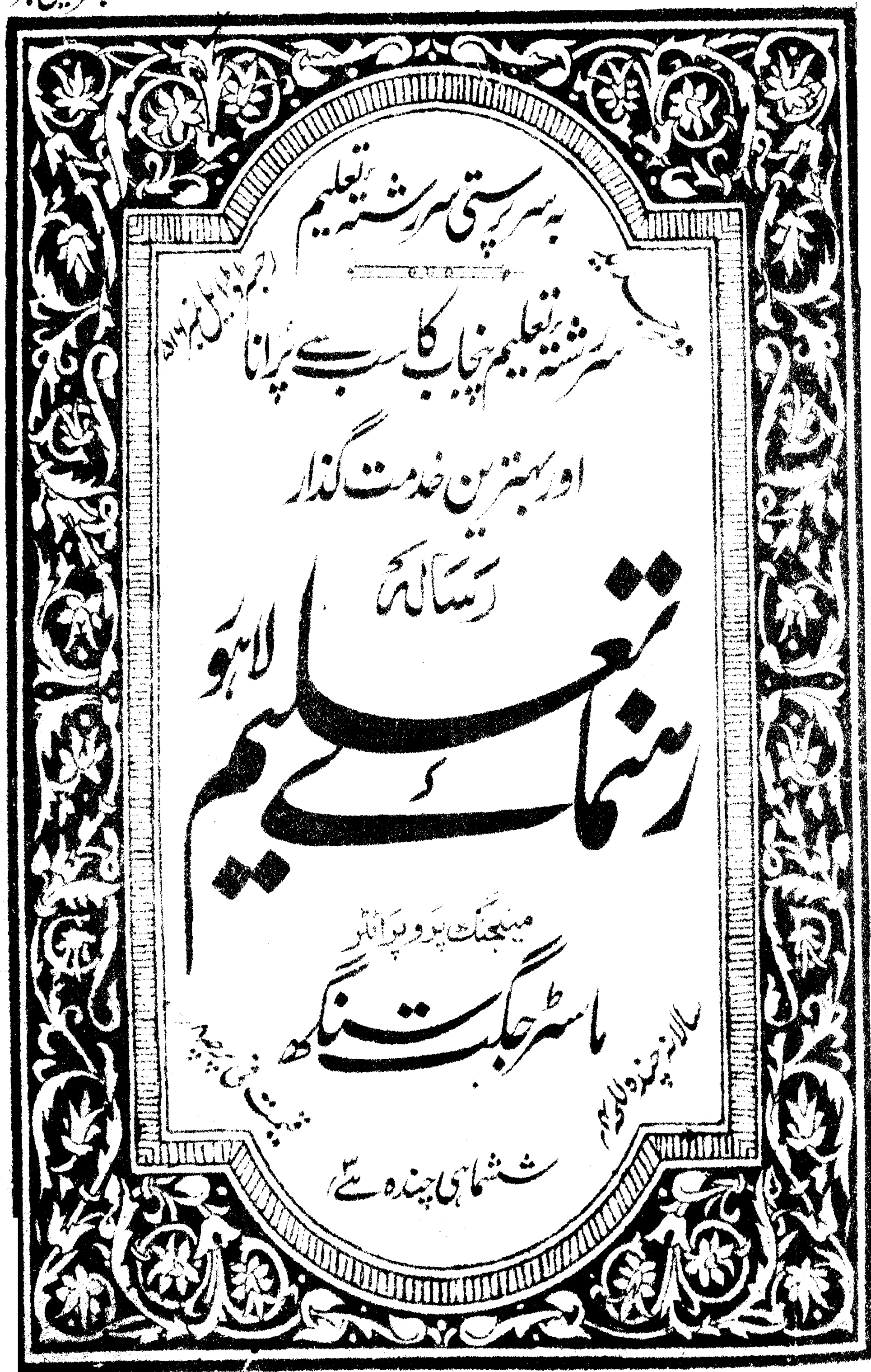
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۵۰۶



بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۵۰۶

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینیجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

سالانہ چندہ للعہ

قیمت فی پرچہ

ششماہی چندہ ۳ر

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ ۴) ششماہی تین روپے (سہ ۳) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ ؍ کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیار ادب پر پورے اترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولٹیکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اڈیٹر صاحب کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ گیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے اور دیگر امور و ترسیل زر منیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹ ؍	عہ ۲۷ ؍	صہ ۵۰ ؍	لہ ۹۰ ؍
نصف صفحہ	صہ ۵ ؍	صہ ۱۵ ؍	عہ ۲۷ ؍	صہ ۵۰ ؍
چوتھائی صفحہ	سہ ۳ ؍	لعہ ۹ ؍	عہ ۱۵ ؍	عہ ۲۷ ؍

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔)

منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

۱

دُنیائے ادب کا ایک جدید شاہکار

اُردو لٹریچر کے آسمان پر ایک نئے ستارہ کا طلوُع

یعنی رہنمائے تعلیم کا "دِل نمبر"

ادبیات سے ذوق رکھنے والے حضرات اور پاکیزہ لٹریچر کے شائقین کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ

اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعراء جناب حکیم ضمیر الحسن خاں صاحب دِل شاہجہانپوری تلمیذ امیر مینائی کا نام دُنیائے ادب میں محتاجِ تعارف نہیں اس وقت آپ جدید رنگِ تغزل کے بہترین اُستادوں میں سے ہیں اور دُنیائے شاعری میں ایک بہت بڑی شہرت کے مالک ہیں آپ کا کلام حلاوت و شیرینی سلاست روانی۔ دلچسپی و دلکشی مضمون آفرینی۔ علوئے خیال و ندرت مفہوم اور تعبیر بلند کے لحاظ سے موجودہ دَور میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اور ذہنیت اخلاق ...فن اور مہارتِ شعری نے آپ کا پایہ عہد حاضرہ کے شعرا میں نہایت بلند کر دیا ہے۔

...مائے تعلیم نے جو ہمیشہ سے ادب۔ لٹریچر اور فن شعر کی نہایت ٹھوس اور مفید خدمت انجام دے رہا ہے اپنے انتہائی شاندار **جوبلی نمبر** ...بعد اور ریڈر کراس نمبر کے بعد ارادہ کیا ہے کہ مئی جون ۱۹۳۵ء میں اپنی روایتی اور مخصوص بلند پایگی کے ساتھ **دِل نمبر** شائع کیا جائے اور اس ...تاب کے ساتھ شائع کیا جائے کہ ہر ایک دل سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہو لوگ دیکھ کر پھڑک اُٹھیں اور پڑھ کر حیران ہو جائیں۔ اس نمبر میں جناب دِل کی ...یات کے مختلف پہلو بیان کئے جائینگے آپ کے کلام پر بسیط اور مکمل تبصرہ ہوگا۔ جدید رنگِ تغزل پر بہ حاصل اور دلچسپ بحث کی جائیگی۔ غرض تشنگان علم ادب کی پیاس بجھانے کے لئے ہر قسم کے لذیذ مفرح اور خوشبودار شربت فراہم کئے جائینگے! ور حتی الامکان پرچہ کو دلچسپ بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جائیگی۔ ملک کے مسلمہ ادیبوں اور بلند پایہ اہل قلم حضرات کے افکار ہائے عالیہ سے یہ نمبر مزین ہوگا جن میں سے چند کے اسمائے گرامی نیچے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مرزا احسان احمد صاحب بی اے ایل ایل بی اعظم گڑھ (۲) علامہ حضرت نیاز فتح پوری ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنو۔
(۳) نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی اے ڈپٹی کلکٹر یو۔ پی (۴) تاج الشعراء حضرت نوح ناروی (۵) عالیجناب حضرت اقبال احمد صاحب سہیل بی اے ایل ایل بی
(۶) علامہ حافظ مختار احمد صاحب غناء جہانپوری۔ (۷) افضل الشعراء حضرت عابد شاہ جہانپوری۔

علاوہ ازیں لسان الملک حضرت ریاض خیر آبادی مرحوم۔ لسان الہند مرزا عزیز لکھنوی۔ جناب لسان القوم صفی لکھنوی۔ ابوالعلا ناطق لکھنوی۔ مولانا فضل الحسن حسرت موہانی۔ سر شاہ سلیمان چیف جسٹس الہ آباد۔ جناب مرزا یگانہ۔ جناب مہر گوالیاری۔ سید سلیمان ندوی ایڈیٹر "معارف" وغیرہ وغیرہ کے باصرہ نواز بہترین مضامین بھی رسالہ کی رونق کو دوبالا کرینگے۔

یہ ہے اس علمی و ادبی شاہکار کی مجمل کیفیت جو مئی جون ۱۹۳۵ء میں شائع ہو کر ہر شخص کو اپنی دلچسپیوں اور دلکشیوں کے باعث اپنی طرف کھینچ لے گا اس کی قیمت فی کاپی تین روپے رکھی گئی ہے۔ جو اگر ابھی سے اپنے لئے محفوظ نہ کرالی گئی تو بہت ممکن ہے کہ بعد میں آپ کو پچھتانا پڑے۔ پس فوراً آج ہی بذریعہ منی آرڈر قیمت بھیج کر بیفکر ہو جائیں اس کی خریداری کے ساتھ اگر آپ رسالہ کی سالانہ خریداری بھی منظور فرمائیں تو آپ سے نہایت رعایت کے ساتھ صرف پانچ روپے لئے جائینگے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور آج ہی منی آرڈر بھیجدیں کیونکہ اگر چھپتے ہی ختم ہوگیا تو پھر یہ خاص نمبر کسی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہو سکے گا۔

آپ کا خادم:- جگت سنگھ منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور۔

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

رسالہ

جلد ۴۰ نمبر ۳

رہنمائے تعلیم لاہور

علمی۔ادبی۔اخلاقی۔طبی۔تاریخی۔زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔بی ٹی۔ایم۔او۔جی۔اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل　　جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵

سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ؍)

ششماہی تین روپے (سے؍)　　فی پرچہ آٹھ آنہ (۸؍)

فہرست مضامین

جملہ خریداران رسالہ غور سے مطالعہ فرمائیں

ایک نہایت ضروری اطلاع

دسمبر کے رہنمائے تعلیم میں عرض کیا گیا تھا۔ کہ چونکہ ریڈ کراس نمبر شائع کرنے کی وجہ سے رسالہ پر اخراجات کا زبردست بار پڑ جائیگا۔ لہٰذا جملہ خریداران آٹھ آٹھ آنے بھیجدیں۔ تاکہ نقصان کچھ تو پورا ہو۔ لیکن اُس وقت خیال تھا۔ کہ ریڈ کراس نمبر دو سو صفحہ کا ہوگا۔ مگر عمدہ عمدہ مضامین اس کثرت سے آگئے کہ رسالہ کا حجم ۵۰۰ صفحے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ رسالہ اتنا دلچسپ پُر از معلومات اور مفید ہے کہ ہر شخص دیکھ کر حیران رہ جائیگا۔ چونکہ اس کی تیاری میں توقع اور اُمید سے بہت زیادہ خرچ ہو گیا۔ لہٰذا عرض ہے کہ جن صاحبان کا چندہ دسمبر میں ختم ہوتا ہے۔ اُن کی خدمت میں آئندہ سال کے لئے بجائے للعہ کے عہ کا وی پی کیا جائیگا اور جن خریداروں کا چندہ کسی اور ماہ میں ختم ہوتا ہے۔ وہ براہِ کرم فوراً عہ بھیجدیں۔ سالانہ چندہ میں اس ایک روپیہ کی خفیف سی زیادتی اس عظیم الشان اور عجیب و غریب ۵۰۰ صفحہ کی کتاب کے مقابلہ میں ہرگز کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جو ریڈ کراس نمبر کے نام سے آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ امید ہے۔ کہ خریداران کو سالانہ چندہ میں ایک روپیہ کی بیشی (جو سخت مجبور ہو کر کی جا رہی ہے) ہرگز ناگوار نہ ہوگی۔ اور وہ بلا تامل فوراً یہ رقم بھیج دینگے! اپریل یا مئی میں شائع ہونے والے "دل نمبر" کے لئے جو خاصا ضخیم ہوگا۔ ہرگز کوئی زائد رقم نہیں لی جائے گی۔ بلکہ اس کے لئے صرف تین آنے برائے رجسٹری بھیج دیں۔ کیونکہ اتنے ضخیم پرچے کو بغیر رجسٹری بھیجنے سے اس کے گم ہونے کا خطرہ ہے۔ براہِ کرم یہ ایک روپیہ ہر صاحب فوراً بھیج دیں۔ کیونکہ جب تک یہ ایک روپیہ نہیں آئے گا۔ ریڈ کراس نمبر ان کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکے گا ◆

خادم

جگت سنگھ پروپرائٹر رسالہ "رہنمائے تعلیم"

لاہور

زبانِ سائل

(جناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی)

ہنسی دِل لگی مہ جبیں ہو چکی — نہیں اب نہ کہنا نہیں ہو چکی
سُنا ہے ترے خیر مقدم کی عید — کہیں آج ہے کل کہیں ہو چکی
مری آہ سے آسماں ہل چکا — مرے اشک سے شق زمیں ہو چکی
عنایت سے نقشِ قدم کی ترے — فلک میرے حق میں زمیں ہو چکی
ملی جس قدر خاک نقشِ قدم — کبھی کی وہ زیبِ جبیں ہو چکی
ہوئی عشق کی بات ازل ہی میں طے — وہیں ہونے والی وہیں ہو چکی
نہ عاشق ہوئے پائے بندِ ملل — بہت کوششِ کفر و دیں ہو چکی
جوانی میں بچپن کی شوخی کہاں — طبیعت حلیم و متیں ہو چکی
شہیدوں کی خاکِ لحد پائمال — کہیں ہو رہی ہے کہیں ہو چکی
مکرر گزارش پہ بولا وہ شوخ — نہیں کہدیا بس نہیں ہو چکی
بس اب قتلِ عالم کا بیڑا اُٹھا — شکن در شکن آستیں ہو چکی

نہ سائل کا رد کیجیئے گا سوال
خدا کے لئے اب نہیں ہو چکی

(انتخاب)

قابل توجہ ہیڈ ماسٹر صاحبان مڈل مدارس

ضلع حصار و ضلع لائل پور و ضلع شیخوپورہ

آپ لوگوں سے ادب کے ساتھ عرض کی جاتی ہے۔ کہ آپ اپنا اپنا واجبی چندہ و بقایا از ہر قسم بابت رسالہ ہذا جلد از جلد دفتر رسالہ ہذا میں بھیجدیں۔ بڑی عنایت ہوگی۔ جب تک بقایا کا تصفیہ نہیں ہولیتا تب تک میں مزید زیر باری برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

ریڈ کراس نمبر تیار پڑا ہے جن اصحاب کے ذمہ سالانہ چندہ کے علاوہ افسانہ نمبر کا زائد چندہ ایک ایک روپیہ بھی ابھی باقی ہے۔ وہ اپنے بقایا کے ساتھ ریڈ کراس نمبر کا بھی ایک ایک روپیہ شامل کر کے کل رقم کا منی آرڈر فوراً مرحمت کر دیں۔ تاکہ سابقہ حساب بقایا فیصلہ ہو کر سال ۱۹۲۶ء کے خاص نمبر (ریڈ کراس نمبر وغیرہ) آپ لوگوں کی خدمت میں پہنچ جائیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵ رسالہ ہذا

فہرست مدارس ضلع حصار جو جو رقم اُن کے ذمہ باقی ہے

کھانڈہ کھیڑی عہ/ ـ بلیالی للعہ/ ـ سیسائی للعہ/ ـ فتح آباد للعہ/ ـ رہروں للعہ/ ـ کلانوالی صہ ـ تگڑانہ صہ ـ نارنوند عہ/ ـ سیوان للعہ/ ـ جانگ عہ/ ـ بھٹو کلاں للعہ/ ـ نانگل للعہ/ ـ بابڑہ صہ ـ دھننہ کلاں للعہ/ بھوانی کھیڑا للعہ/ بوڑاک للعہ/ ـ　ریڈ کراس نمبر کا اضافہ اس کے علاوہ ہے۔

ضلع لائل پور کے مدارس ذیل کے ذمہ جو جو رقم بقایا ہے وہ جلد ارسال کر دیں

ستیانہ صہ/　چک نمبر ۲ ج ب صہ/　چک نمبر ۲۲۶ رکھ صہ/　پکا آنہ معہ/

چک نمبر ۲۸۲ گ ب معہ/　" نمبر ۱۰۲ ج ب صہ/　" نمبر ۵۶۹ گ ب صہ/　چک نمبر ۱۲۱ ج ب معہ/

" نمبر ۲۲۹ گ ب صہ/　" نمبر ۲۸۴ گ ب صہ/　تاندلیانوالہ عہ/　" نمبر ۴۰۵ گ ب معہ/

" گرمڑھ صہ/　" نمبر ۷۸ گ ب صہ/　سالار والہ صہ/　نوٹ بعض مدارس کے ذمہ جوبلی نمبر

" نمبر ۲۲۳ گ ب صہ/　جاتی والہ صہ/　چک نمبر ۲۶۷ رکھ صہ/　کی قیمت بھی بقایا چلی آرہی ہے مہربانی

" نمبر ۲۱۸ گ ب صہ/　چک نمبر ۲۲۸ گ ب صہ/　ڈچکوٹ سابقہ بقایا عہ/　کر کے اپنے اپنے واجبی بقایا روپے

" نمبر ۲۳۰ گ ب صہ/　" نمبر ۲۳۹ ج ب صہ/　چک نمبر ۲۶۶ ج ب صہ/　جلد بھیجدیں عنایت ہوگی۔

" مہدی آباد صہ/　" نمبر ۲۷ گ ب صہ/　" نمبر ۲۳۰ ج ب للعہ/　نوٹ (۲) اکتوبر ۱۹۲۴ء سے نیا چندہ

" نمبر ۱۹۸ رکھ صہ/　" نمبر ۲۳۸ گ ب صہ/　سر شمیر روڈ صہ/　اس کے علاوہ ہے یہ بقایا جس کی فہرست

ضلع شیخوپورہ۔ سال ۱۹۲۳ء کے بقایا دار

سید والہ۔ مچھرالہ۔ عبداللہ پور۔ پنڈوریاں۔

افسانہ نمبر کے بقایا دار

(۱) چوہڑکانہ منڈی (۲) ننترانوالہ (۳) نتھو والہ (۴) مانانوالہ (۵) کوٹ پنڈ مدرس (۶) مریدکے۔
(۷) سدھانوالہ (۸) پٹیالہ دوست محمد (۹) ایانگر کلاں (۱۰) شاہدرہ (۱۱) میروال (۱۲) ننکانہ صاحب۔
(۱۳) بڑا گھر (۱۴) بچیکی (۱۵) واربرٹن (۱۶) قلعہ دھرم سنگھ۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا جملہ مدارس کے نام الگ الگ بل گئے ہوئے ہیں۔ جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کو کئی بار لکھا جا چکا ہے مگر اُن کی رقوم اب تک دفتر رسالہ ہذا میں وصول نہیں ہوئیں۔

سال ۱۹۲۴ء کے بقایا دار

خانقاہ ڈوگراں۔ جنڈیالہ شیر خاں۔ سید والہ۔ واربرٹن۔ بہالی کے۔ مچھرالہ فیض پور آوان لوبانہ مہربانی کرکے اپنے اپنے ذمگی چندے جلد بھیجدیں عنایت ہوگی۔ مینجر۔

ضلع امرتسر کے بقایادار مدارس فوراً توجہ دیکر مرہون منت کریں

چونڈہ دیوی۔ اٹاری۔ چھبال کلاں۔ اور لوپوکے کے ذمہ تو سال ۱۹۲۳ء کا چندہ بھی بقایا ہے۔
اور مدارس چونڈہ دیوی۔ فتح آباد۔ چھبال۔ گگومابل۔ اکال گڑھ ڈھپیان۔ اٹاری اور لوپوکے کے ذمہ سال ۱۹۲۴ء کے چندے بقایا ہیں مہربانی فرماکر سابقہ بقایا سمیت اپنے اپنے چندے فوراً بھیجدیں عنایت ہوگی خادم۔ مینجر

قابل توجہ ہیڈ ماسٹر صاحبان مڈل مدارس ضلع کرنال و ضلع انبالہ

آپ لوگوں کے افسانہ نمبر کے زائد روپے دفتر ہذا میں موصول ہو چکے ہیں صرف دو دو تین تین مدرسے باقی ہیں۔ وہ تو مہربانی کرکے بقایا اور حال کے ریڈ کراس نمبر کا ایک ایک روپیہ زائد شامل کرکے فوراً دفتر ہذا میں بھیجدیں اور باقی اصحاب صرف ایک ایک روپیہ ارسال کریں تاکہ ریڈکراس نمبر آپ کی خدمت میں رجسٹرڈ پارسل سے بھیجوا دیا جائے۔

فہرست بقایا دار مدارس ضلع انبالہ

مسیم بل۔ رائے پور رانی۔ مصطفےٰ آباد۔ فتح گڑھ۔ بروالہ۔

فہرست بقایا دار مدارس ضلع کرنال

مدرسہ راجوندھ۔ گمتھلہ گڈھو۔ تھانیسر

نوٹ:۔ گمتھلہ گڈھو کے ذمہ للعہ ۹ بقایا ہیں۔ بل جاری ہوچکا ہُوا ہے۔　　خادم۔ مینجر۔

ریاست فریدکوٹ کے ہیڈ ماسٹر صاحبان مدارس فوراً توجہ فرمائیں

افسانہ نمبر کا اضافہ ایک ایک روپیہ اب تک آپ نے ارسال نہیں کیا حالانکہ صدر دفتر سے آپ کو اس ایک روپیہ کے بھیجنے کی ہدایت ہوچکی ہے۔ اب ریڈکراس نمبر کے لئے بھی ایک ایک روپیہ زائد از چندہ وصول کیا جا رہا ہے۔ اس لئے آپ فوراً دو دو روپے دفتر رسالہ میں بھیجدیں تاکہ ریڈکراس نمبر رجسٹرڈ پارسل سے آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ اطلاع ہے۔　　(خادم مینجر)

اعلان عام

ریڈکراس نمبر بڑی آب و تاب کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ چونکہ اس میں ابھی چند دن اور لگ جائیں گے۔ اس لئے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے مارچ نمبر اُس سے پہلے شائع کر رہا ہوں تاکہ آپ میری ایک نہایت ضروری اطلاع بھی اس نمبر کے صفحہ ۵ پر ملاحظہ کرسکیں۔ کیونکہ اس اعلان کے آپ تک پہنچانے کے لئے سوائے مارچ نمبر کے میرے پاس اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ریڈکراس نمبر میرے خیالات اور مجوزہ حالات سے بدرجہا بڑھ گیا ہے۔ مفصل ملاحظہ ہو اس پرچہ کا اعلان مندرجہ صفحہ ۵۔

(مینجر)

جذباتِ عابدؔ

(از حضرت عابدؔ شاہ جہانپوری)

ذرّہ ذرّہ کو آسماں کہئے امتحاں پر اک امتحاں کہئے
در حقیقت ہے اک فریبِ نظر آشیاں ہو تو آشیان کہئے
چاکِ دامن سے تم بھی رُسوا ہو اب اسے کس کی داستان کہئے
التجا کے ہیں مختلف پہلو خامشی کو بھی اِک زبان کہئے
خاک ہو کر پہنچیے اُس در تک اِسی پردہ میں داستان کہئے
دیر و کعبہ ہیں سامنے اے دل اب کسے اُس کا آستان کہئے
اُس فضا سے ہیں آشنا نظریں کہ قفس کو بھی آشیان کہئے
دل گدازِ وفا معاذ اللہ ہر قدم پر اک آسمان کہئے
وہ ہؤا عشق میں جو ہونا تھا اور کیا آگے داستان کہئے
برق گرتی ہے اکثر اے عابدؔ
آشیاں کو اب آشیان کہئے

نہایت ضروری اطلاع جن اصحاب کے ذمہ رسالہ ہذا کا کچھ بھی بقایا ہے وہ فوراً بھیج کر اپنا حساب بے باق کر دیں اور سال ۱۹۳۵ء کا چندہ عہ رجلد بھیجدیں تاکہ رِیڈ گراس نمبر اِن کی خدمت میں رجسٹرڈ پارسل سے بھیجدیا جائے ورنہ ۵ر فروری ۱۹۳۵ء تک انتظار کرنے کے بعد جملہ بقایا دار اصحاب کے نام ان کی ذمگی رقوم کے وی پی ارسال کر دیئے جائینگے ۔ (منیجر)

حُسنِ اِصلاح

(۳۲)

قسط ماسبق میں عالی جناب منشی محمد فیاض الدین احمد صاحب فیاضؔ سابق سکرٹری بزم اُردو ینشکر گوالیار کی ایک غزل (کامل کے۔ دل کے وغیرہ) کے دو مطلعے اور ایک شعر حضرات ناظرین ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ اس غزل کے چند اشعار اب حاضر کئے جاتے ہیں۔

شعر ؎ قفس والو تحفظ کی ہوس ننگِ اسیری ہے　　دِکھا کر داغِ دل صیاد کو صیاد سے مِل کے
اصلاح ؎ قفس والو رہائی کی ہوس ننگِ اسیری ہے　　دکھا کر داغِ دل صیاد کو صیاد سے مِل کے

بہ مقابلہ (تحفظ) لفظ (رہائی) بلیغ تر ہے۔

شعر۔ قفس میں پھول رکھ کر حکم ہوتا ہے چمن سمجھوں　　نثار اس طرزِ تسکیں کے مَیں صدقے عہدِ باطل کے
اصلاح۔ قفس میں پھول رکھ کر حکم ہوتا ہے چمن سمجھو　　نثار اس طرزِ تسکیں کے تصدق عہدِ باطل کے

ہمارے عنایت فرما کے مصرعِ اولیٰ میں لفظ (حکم) کے بعد (سمجھوں) درست نہیں تھا۔ جناب فصیح العصر حضرت نوحؔ مدظلہٗ نے اُس کی جگہ (سمجھو) بنا دیا۔ جناب فیاضؔ کے مصرعِ ثانی میں لفظ (مَیں) کی (ی) دب رہی تھی۔ یائے ماقبل مفتوح کا دبنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لفظ (مَیں) کے خارج ہو جانے سے یہ عیب رفع ہو گیا۔ اصلاحِ بالا سے شعر زیرِ بحث میں عمومیت آگئی یعنی اس کے معنی وسیع ہو گئے۔

شعر ؎ بُرا کہتے تو ہیں فریادِ بے ہنگام پر دل کو　　مزہ جب ہے کہ ٹھنڈے دل سے دیکھیں داغ ہم دِل کے
اصلاح ؎ بُرا کہتے تو ہیں فریادِ بے ہنگام پر دل کو　　مزہ جب ہے کہ ٹھنڈے دل سے دیکھیں داغ بھی دِل کے

ہمارا خیال ہے کہ مصرعِ ثانی کے لفظ (مزہ) کا اقتضاء یہ تھا کہ (کہتے ہیں) اور (دیکھیں) کا فاعل (ہم) قرار نہ دیا جاتا۔ حضرت ناخدائے سخن مدظلہٗ نے لفظ مذکور کو کم کر دیا۔ اور اس کی جگہ (بھی) رکھ دیا۔ لفظ (بھی) رکھ دیا۔ لفظ (بھی) کے اضافے سے قرینہ اور واضح ہو گیا۔ یعنی موجودہ صورت میں گو (کہتے ہیں) اور (دیکھیں) کا فاعل یعنی (وہ) مُقدّر ہے لیکن قرینے سے سمجھا جاتا ہے۔

شعر ؎ بُرا جس کو سمجھ لیں ہم بُرا معلوم ہو گا وہ　　ہمارا دِل اگر اچھا ہے اچھے ہیں سبھی دِل کے
اصلاح ؎ بُرا جس کو سمجھ لیجئے بُرا معلوم وہ ہو گا　　ہمارا دِل اگر اچھا ہے تو اچھے ہیں سب دِل کے

مصرع ثانی میں لفظ (ہمارا) موجود تھا۔ اس لئے مصرع اولیٰ میں (ہم) کی ضرورت نہ تھی۔ جانشین فصیح الملک مرحوم یعنی فصیح العصر مدظلہٗ نے لفظ (سبھی) کو ترک فرما دیا ہے۔ اس لئے جناب فیاض کے مصرع ثانی میں (سبھی) کی جگہ حضرت موصوف نے (سب) بنا دیا۔ باقی ماندہ اصلاح کی تشریح کی ضرورت نہیں۔

ہمارے کرم فرما کی ایک اور غزل ہے۔ (آ ئے گا۔ اِترائے گا)۔ اس غزل کے چند اشعار مع اصلاحات ملاحظہ فرمائیے۔ وھوہذا

مطلع ۔ آتے آتے سوزِ غم راس آئے گا ۔ پہلے پہلے جی بہت گھبرائے گا

اصلاح ۔ آتے آتے دردِ دل راس آئے گا ۔ پہلے پہلے جی بہت گھبرائے گا

(پہلے پہلے) کو نظر میں رکھئے تو واضح ہو جائیگا کہ (سوزِ غم) کے مقابلے میں (دردِ دل) از روئے بلاغت انسب ہے۔

شعر ۔ تم نے دشمن کی طرف دیکھا ہی کیوں ۔ اپنے جی میں وہ بہت اِترائے گا

اصلاح ۔ تم نے دشمن کی طرف دیکھا عبث ۔ اپنے جی میں وہ بہت اِترائے گا

جناب فیاض کے مصرع اولیٰ میں (ہی) کی تاکید بے کار تھی۔ (کیوں) کے مقابلے میں (عبث) اَوضح ہے۔

شعر ۔ حضرتِ دل کیجئے اپنی سی آپ ۔ کوئی کب تک آپ کو سمجھائے گا

اصلاح ۔ حضرتِ دل یہ سمجھنا چاہئے ۔ کوئی کب تک آپ کو سمجھائے گا

(اپنی سی کیجئے) کے معنی ظاہر نہیں تھے۔ اس لئے بدل دیا گیا۔

شعر ۔ کیوں دلِ ناداں تجھے ہوگی یہ آس ۔ اُن کے آنے سے قرار آجائے گا

اصلاح ۔ کیوں دلِ مضطر تجھے میری قسم ۔ اُن کے آنے سے قرار آجائے گا

ہمارا خیال ہے کہ جناب فیاض کے شعر میں الفاظ (آس) اور (اُن) اور (قرار) کی موجودگی سے ایک خفیف پہلو ذم کا تھا۔ لفظ (آس) کے خارج ہو جانے اور (ناداں) کی جگہ (مضطر) بن جانے سے وہ عیب رفع ہو گیا۔ کیونکہ لفظ (مضطر) کی وجہ سے (قرار) کے معنی کا رُخ اصلی مطلب کی طرف اور پھر گیا یعنی اُس کے معنی میں اشتباہ کا شائبہ نہیں رہا۔ موجودہ صورت میں اکیلا لفظ (اُن) معنیٔ مذموم پیدا نہیں کر سکتا۔

شعر ۔ انتہائے جور آخر لطف ہے ۔ یوں نہ ترساؤ ترس آجائے گا

اصلاح ۔ انتہائے جور ہے آغازِ لطف ۔ یوں نہ ترساؤ ترس آجائے گا

اصلاح سے مصرع اولیٰ کی ترکیب گرم ہو گئی اور ایک لفظی صنعت کا اضافہ ہو گیا۔

صنعت مقلوب میں ہمارے عنایت فرما کی ایک رباعی ملاحظہ فرمائیے۔ ۔

حاسد ترا جلنا وہی لاریب رہا　　دو پیش وہی ہے جو بس غیب رہا
کر غور ترے عیب سے پیدا ہے ہنر　　بے عیب کو اُلٹا بھی تو بے عیب رہا

(ہے ہُنر) اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مصرع اوّل و مصرع ثانی میں ہر دو جانب (وہی) آیا ہے۔ حُسن تکرار کے تقابُل کی غرض سے حضرت نوح مدظلہ نے مصرع ثالث و مصرع رابع میں ہر دو جانب (بھی) رکھ دیا اصلاح کے بعد یہ صورت ہو گئی۔ ؎

حاسد ترا جلنا وہی لاریب رہا　　دو پیش وہی ہے جو بس غیب رہا
کر غور کہ اس سے بھی ہنر ظاہر ہے　　بے عیب کو اُلٹا بھی تو بے عیب رہا

محمد فیاض الدین احمد خاں صاحب فیاض اور ولی اللہ خاں صاحب ولی ان دونو کرم فرماؤں نے ایک ساتھ فرمایا تھا۔ اس لئے ان دونو صاحبوں کا کلام بھی ایک ساتھ نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔ حضرت ولی کی غزل ہے۔ (دیکھنا مجھے۔ خدا مجھے)

مطلع ؎ اُلفت میں آگے دیکھئے پیش آئے کیا مجھے　　روتے ہیں دیکھ دیکھ کے اہلِ وفا مجھے
اصلاح ؎ کیا جانے آگے اور ابھی پیش آئے کیا مجھے　　روتے ہیں دیکھ دیکھ کے اہلِ وفا مجھے

مصرع ثانی میں (وفا) کی موجودگی کافی تھی۔ اس لئے مصرع اولیٰ میں (اُلفت) کی ضرورت نہ تھی۔ وضاحت کے خیال سے حضرت نوح مدظلہ نے (اور ابھی) کا اضافہ فرما دیا۔

شعر ؎ میرے لئے تو اپنی تباہی نہ پسند　　کر دے سپردِ موجِ بلا ناخدا مجھے
اصلاح ؎ میرے لئے خدا کی مشیت سے تو نہ لڑ　　کر دے سپردِ موجِ بلا ناخدا مجھے

جناب ولی کے مصرع اولیٰ میں لفظ (کر) اور مصرع ثانی میں لفظ (کر دے) آیا تھا۔ یہ صورت درست نہ تھی۔ اس لئے حضرت فصیح العصر مدظلہ نے وہ ترکیب بدل دی۔ لفظ (خدا) کے اضافے سے ایک لفظی صنعت بڑھ گئی۔ جناب ولی کا بقیہ کلام آئندہ قسط میں حاضر کیا جائیگا۔ اور اُس کے بعد عالی جناب منشی جان محمد صاحب آنور سکرٹری ادیب اُردو لشکر گوالیار کا کلام مرتب ہوگا۔

(عابد مسیح عابد بی۔ اے)

قصّہ پاک ہے

(ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی)

میں ہوں تم ہو خنجرِ سفاک ہے
اب کوئی لحظے میں قصّہ پاک ہے

ایک کے بعد اک مقام پاک ہے
پیش تر احساس پھر ادراک ہے

دل مرا آئینۂ ادراک ہے
اِس میں تنویرِ خدائے پاک ہے

مر رہا ہوں اور پھر مرتا نہیں
یہ سماں کس درجہ حیرت ناک ہے

خاکِ پائے یار سے ثابت ہُوا
کیمیا بھی اک طرح کی خاک ہے

کیوں نہ نکلے گی تمنا قتل کی
اب تو میں ہوں اور وہ سفاک ہے

مجھ کو پھولوں سے کوئی نسبت نہیں
اُن کا دامن ہے مرا دل چاک ہے

کیوں وہاں کوئی نہیں پڑھتا نماز
دَیر بھی ہے پاک اگر دل پاک ہے

وہ لباسِ گل نہیں جس کا جواب
آپ کی اُتری ہوئی پوشاک ہے

دل بنا اکسیر کیا مٹنے کے بعد
خاک پہلے بھی تھا اب بھی خاک ہے

کھو گیا شانہ تو شانے کے عوض
لیجئے حاضر دلِ صد چاک ہے

دشتِ غربت اور اک بیکس کی موت
واقعہ کتنا یہ حسرت ناک ہے

جوشِ وحشت کا ہُوا گہرا اثر
مثلِ دامن دل بھی میرا چاک ہے

اور میرے آشیاں میں کچھ نہیں　　کثرتِ خار و خس و خاشاک ہے
اُن کا شکوہ اور اُنہیں کے روبرو　　دل ہمارا کس قدر بے باک ہے
کوچہ گردی سے نہ کچھ حاصل ہُوا　　خاک اُڑانے کا نتیجہ خاک ہے
حُسنِ دل کش اور اتنے اہلِ عشق　　سینکڑوں نخچیر اک فتراک ہے
کیا کروں بے اس کے میں سیرِ چمن　　ہر گُلِ تر دیدۂ نم ناک ہے
وہ کفن دے کر مجھے کہنے لگا　　یہ تمہاری آخری پوشاک ہے
جسمِ خاکی کا نہیں کچھ اعتبار　　خاک ہے یہ خاک ہے یہ خاک ہے
وہ نگاہِ ناز ملتی بھی نہیں　　چشمِ بد دُور اس قدر چالاک ہے

نوح کا طوفان اگر اُٹھتا رہا
تو سمجھ لو تم کہ قصہ پاک ہے

مراسلات کے جوابات میں توقف

خدائے سخن عروضی محقق اعظم حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ بالقابہٗ کی آنکھیں ۷ ار جون ۱۹۲۴ء سے آشوب کر آئی تھیں۔ اب بفضلہٖ صحت ہے۔ صرف بائیں آنکھ سے کسی قدر ضعف بصارت کی شکایت ہے۔ جس کی وجہ سے اُن کے دفتر کا کام بالکل بند ہے۔ علاج جاری ہے۔ اب کسی قدر افاقہ ہو چلا ہے۔ ہندوستان سے جو فنی معلومات وغیرہ کے متعلق بہت سے خطوط آئے ہیں اور جواب نہ پہنچنے پر ریمانڈر بھی پہنچے ہیں۔ مگر ہنوز جوابات نہیں دیئے جا سکے۔ اُن کے جواب انشاءاللہ عنقریب فرداً فرداً روانہ ہونگے شائقین منتظر رہیں۔ ۵ر دسمبر ۱۹۲۴ء۔

(محمد فضل الرحمٰن صابری)

نفائس الافکار

(از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ)

وحشتِ دل کا عجب رنگ نظر آتا ہے
عرصۂ حشر مجھے تنگ نظر آتا ہے

رگِ گردن سے بھی نزدیک ہے وہ تو لیکن
دُور مجھ کو کئی فرسنگ نظر آتا ہے

دامنِ حشر ہے دامن میری عُریانی کا
جامۂ زیست بہت تنگ نظر آتا ہے

ہم کہاں اور وہ اب صحبتِ احباب کہاں
اتفاقاً کوئی ہمرنگ نظر آتا ہے

ہیں وہ مدہوش ہوں انگور میرے زخموں کا
ساغرِ بادۂ گلرنگ نظر آتا ہے

دونو جانب ہے برابر تری تصویر کا رُخ
آئینہ میری طرح دنگ نظر آتا ہے

چل گیا دیکھتے ہی دیکھتے افسونِ شباب
اب تو کچھ اور ترا ڈھنگ نظر آتا ہے

کیا ہُوا اے نگۂ ذوقِ تجسس تجھ کو
اک وہی جلوۂ نیرنگ نظر آتا ہے

بٹیاں کھاتی ہے بیساختہ رہ رہ کے زباں
جب کوئی اپنا ہم آہنگ نظر آتا ہے

کچھ تو صیاد نے کچھ بادِ صبا نے لُوٹا
آشیانے کا عجب رنگ نظر آتا ہے

صلح جوئی کی تمنا میں شب و روز عزیزؔ
اک جہاں مضطرب جنگ نظر آتا ہے

مرزا حاتم علی مہر

مرزا حاتم علی نام، مہر تخلص ۱۲۳۰ھ میں بمقام لکھنؤ "گلزار عدم سے دنیا کی بہار دیکھنے آئے"۔ ابھی بہ مشکل ساڑھے چار برس کی عمر تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ بیوہ ماں نے حُسن انتظام سے ان کی تعلیم و تربیت کر کے اپنے سگھڑاپے کا ثبوت دیا۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو دھوم دھام سے بیاہ رچایا۔ مرزا حاتم نے خود تاریخ کہی۔ ے

چوں مرا قیدی زندانِ علائق کردند سالِ تاریخ عروسی خودم نبوشتم
یعنی آزادوشے بودم واکنوں اے مہر از سر جبر گرفتار شدم نبوشتم

مہر کو شاعری کا چسکا ابتدائے سن سے پڑا ہوا تھا۔ اس فنّ لطیف میں آپ ناسخ کے شاگرد ہوئے دس برس تک شاگردی کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد جب ناسخ جنّت کو سدھارے تو مہر نے ناسخ کے ایک مقطع کے مصرع ثانی سے تاریخ نکالی۔ ع

ناسخ ازل سے بندۂ شاہ حجاز ہے
۱۲۵۴ھ

۱۸۴۰ء میں منصفی کی سند حاصل کر کے چنار گڑھ میں منصف مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ نے سات انگریزوں کو گھر میں پناہ دی۔ پھر لکھنؤ سے ان کو آگرے لائے۔ اس خدمت کے صلہ میں بائیں پارچہ کا خلعت مع سلک مروارید گھوڑا اور اسلحہ عطا ہوئے۔ اور دو گاؤں قریب فتح پور جاگیر میں ملے۔ پھر آپ آگرے ہی میں مقیم ہو گئے اور وہیں وکالت کرنے لگے۔ کچھ دن آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ مگر دماغ میں حکومت کی بُو نہیں تھی۔ میرزا صاحب کا مذہب شیعہ اثنا عشری تھا۔

غدر کے ہنگامہ میں آپ کا بہت سا کلام برباد ہو گیا۔ لیکن آپ شعر و سخن کی سبز پری پر تمام عمر فریفتہ رہے۔ مرزا غالب، مولوی غلام امام شہید، میر وزیر علی صبا آپ کے زمرۂ احباب میں شامل تھے۔ منیر، دبیر اور انیس سے بھی ملاقات تھی۔ الماس درخشاں ان کا دیوان چھپ چکا ہے۔ اس میں اُردو کے علاوہ فارسی کی بھی چند غزلیں شامل ہیں۔ داغ دل، داغ نگار، شعاع مہر مثنویاں ہیں۔ یارۂ عروض فن عروض پر ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ زبر و بینات، ہمدم آخرت، بیان بخشائش، پنجۂ مہر مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ہیں جو مختلف مقاصد پر نظم کی گئی ہیں۔ اتنی منظوم کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مہر کی طبیعت پُر گو واقع ہوئی تھی۔ مرزا صاحب نے غزل، مستزاد، مثلث، مخمس،

مسدس، مسبع، تضمین، رباعی، قطعہ، مثنوی، تاریخ وغیرہ ہر صنف کلام پر طبع آزمائی کی ہے۔

ایک دفعہ لیٹے ہوئے تھے کہ ہچکی شروع ہوگئی۔ آخر اسی مرض میں ۲۸ شعبان ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۸۷۹ء کو غروب آفتاب کے بعد مہر افق عالم سے ابدالاباد تک کے لئے روپوش ہوگیا۔

کلام کا نمونہ

غبار خاطرِ یاران رفتگاں نہ رہا ۔۔۔ میں خاک ہو کے بھی پنہاں کاروان رہا

شکلِ آئینہ دل صاف جو پیدا کرتا ۔۔۔ وہ مجھے دیکھتا اور میں اُسے دیکھا کرتا

تجھی سے جس نے پایا مطلب دل اے خدا پایا ۔۔۔ بتوں کو برہمن نے عمر بھر پوجا تو کیا پایا

چراغ دیر میں، شمع حرم میں تیرا جلوہ ہے ۔۔۔ تجھی کو ہر جگہ دیکھا، تجھی کو جابجا پایا

پیار سے میں نے جو دیکھا تو وہ فرماتے ہیں ۔۔۔ دیکھئے! دیکھئے! ہوتی ہیں گنہگار آنکھیں

صورت گرد درۂ قافلہ میں بیکس ہوں ۔۔۔ ہمسفر بھی مرکے سب مجھ سے حذر کرتے ہیں

عبث کرتے ہیں کیوں ہر کام کی تدبیر پہلے سے ۔۔۔ وہ ہو گا لکھ چکا جو کاتب تقدیر پہلے سے

اس زمین میں دو شعر اور یاد آگئے۔ جو بے اختیار حوالۂ قلم ہوتے ہیں۔ لودھیانے کے ایک مشاعرے میں پڑھے گئے تھے۔ شاعر کا نام یاد نہیں رہا۔ ؎

ابھی صناع عالم نے نہ کھینچا تھا کوئی نقش ۔۔۔ مری آنکھوں میں پھرتی تھی تری تصویر پہلے سے

اسی باعث نہ رکھتا تھا قدم قصر محبت میں ۔۔۔ مجھے گرتی نظر آتی تھی یہ تعمیر پہلے سے

فیاض ہریانوی بی اے

اخلاقی غزل

(چکیدہ کلک فصاحت سلک عالی جناب منشی بیلی رام صاحب راؔم شاگرد حضرت نوحؔ ناروی)

خوب دل میں غور کر کے دیکھ لیں مردانِ عیش — ساتھ اُن کے جائیگا کیا قبر میں سامانِ عیش

گل ملیں گے خاک میں اُڑ جائیں گے مرغانِ عیش — ایک دن وقفِ خزاں ہو جائے گا بستانِ عیش

اس کو جنّت میں قدم رکھنا نہیں ہوگا نصیب — جس بشر کے دل پہ قابو پا گیا شیطانِ عیش

خلد ہے جن کے لئے دُنیا وہ اتنا جان لیں — رہ نہیں سکتی ہمیشہ صحبتِ حورانِ عیش

عیش کے چھُٹنے کا غم ہرگز نہ ہونا چاہئے — کون لکھوا کر ابد تک لایا ہے فرمانِ عیش

بادشاہوں کو بھی سیری عیش سے ہوتی نہیں — لے گئے دل میں سکندر اور جم ارمانِ عیش

قبرِ قاروں سے یہی دن رات آتی ہے صدا — جان دیکر بھی چکا سکتا نہیں تاوانِ عیش

کشتگانِ عیش کا دیتا ہے مٹ مٹ کر پتہ — کیوں نہ ہو تصویرِ عبرت تودۂ ایوانِ عیش

آج معدن بن گیا ہے یہ غم و آزار کا — ایک دن ہندوستاں اپنا مگر تھا کانِ عیش

راؔم میرے شعر میں کس لطف کی ہے چاشنی
ایک اک مطلع ہے گویا مطلعِ دیوانِ عیش

مختصر سوانح حیات مولانا حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ

(از قلم محمد سعید اللہ صاحب سعید الہ آبادی آفیسر سررشتہ آبپاشی از گوالیار)

خدائے سخن حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ کے آبا و اجداد شاہانِ اودھ کے وابستگان سے تھے اور عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز رہے۔ پرگنہ وقصبہ پھولپور ضلع الہ آباد ان کے مورث اعلےٰ کا بسایا ہؤا ہے۔ جو اب تک شاداب و آباد ہے۔ شاہان اودھ کا چراغ جب باد سموم کے جھونکوں سے بجھ گیا تو آبائی وطن چھوڑ کر الہ آباد آبسے۔ بزمانہ شریمتی مہارانی بیجا بائی صاحبہ رئیسہ گوالیار بذریعہ طبابت اِنکے عم بزرگوار حکیم شیخ غضنفر حسین صاحب گوالیار تشریف لائے اور دولت سیندھیا میں انکا خوب دُور دورہ رہا۔ اُنہیں کی توسط سے اِنکے حقیقی چچا منشی عبد الجبار صاحب نے وطن مالوف الہ آباد کو چھوڑ کر گوالیار میں سکونت اختیار کی۔

منشی عبد الجبار صاحب تین برادر حقیقی تھے۔ بڑے منشی عبد الجبار اور اُن سے چھوٹے منشی عبد الغفار اور ان سے چھوٹے منشی عبد السلام کو جو صابر صاحب کے والد بزرگوار تھے گوالیار آئے۔ منشی عبد الجبار اور اُنکے چھوٹے بھائی منشی عبد السلام تو گوالیار ہی کے باشندے کہلانے لگے اور گوالیار میں ملازمت اختیار کرلی۔ مگر منجھلے بھائی منشی عبد الغفار صاحب اپنے وطن الہ آباد کو واپس چلے گئے۔

منشی عبد السلام صاحب پدر بزرگوار مولانا صابر صاحب پرگنہ سونکچھ ضلع اوجین ریاست گوالیار میں ملازم تھے اور انکا کاروبار نہایت اعلےٰ پیمانے پر چل رہا تھا۔ اُن کی ساختہ وپرداختہ عمارات وسرائے وغیرہ اُن کے امارت کی بزبان حال شاہد ہیں۔

صابر صاحب کی پیدائش خاص سونکچھ کی ہے۔ ہنوز آپ کی عمر کا تیسرا سال گذر رہا تھا کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ یہ تین بھائی بڑے منشی زین العابدین صاحب جو اس وقت پولیس اودھ کے پنشنر ہیں۔ اور چھوٹے بھائی منشی مجیب الرحمٰن مرحوم کہ جن کا بیوقت گوالیار میں انتقال ہوگیا ہے تھے اور سب سے چھوٹے مولانا صابر صاحب ہیں۔ اور ایک ہمشیرہ خورد سالہ تھیں کہ وہ بھی دُنیا کو خیرباد کہکر راہی ملک عدم ہوئیں۔ انکے صاحبزادہ منشی حمید اللہ صاحب مائل سکرٹری ادیب اُردو گوالیار ہیں۔

مولانا صابر کے والد بزرگوار کے انتقال پُرملال پر اُن کے احبا نے بذریعہ تار برقی منشی عبد الجبار صاحب گوالیار اور منشی عبد الغفار صاحب الہ آباد کو اطلاع دی۔ چنانچہ منشی عبد الغفار صاحب الہ آباد سے سونکچھ

پہنچے وہاں جاکر دیکھا کہ نوکر چاکروں نے تمام نقد و قیمتی زیورات وغیرہ خورد بُرد کر دیا ہے۔ اور کل کاروبار کو درہم برہم کر دیا ہے۔ کیونکہ اُس وقت منشی زین العابدین صاحب کی عمر نو سالہ ہوگی اور سب بچے نابالغ تھے چنانچہ جو کچھ برآمدگی مال کی ہوسکی کی گئی۔ تاہم پردیس کا معاملہ تھا۔ بقیہ مال اور بچوں کو لے کر گوالیار اور گوالیار سے الہ آباد چلے گئے۔

اور مولنا صابر کو ان کے چچا حکیم شیخ عبداللہ صاحب کی غور و پرداخت میں چھوڑا۔ جو حکیم شیخ غضنفر حسین صاحب کے چھوٹے بھائی اور مہارانی صاحبہ بردوان کے یہاں بمشاہرہ سات سو روپیہ اور تین سو روپیہ دوا خانہ وغیرہ جملہ ہزار روپیہ ماہوار پر ملازم تھے۔

مولنا صابر نے کچھ درس و تدریس حاصل کی اور بردوان جاکر کچھ تعلیم پائی۔ ذہن کے رسا تھے۔ تھوڑے عرصہ میں فارغ التحصیل ہوگئے۔

حکیم شیخ عبداللہ صاحب کے انتقال کے بعد نومبر ۱۸۹۶ء میں آپ مولنا عبدالجبار صاحب مدارالمہام بھوپال سے اپنے چچا زاد بھائی منشی سراج الحسن صاحب کے ہمراہ ملنے آئے۔ مدارالمہام صاحب بھوپال اِنکے چچا حکیم شیخ عبداللہ صاحب کے احباب سے تھے۔ اُنھوں نے نہایت خاطر مدارات کی اور تقریباً اٹھارہ بیس یوم مہمان رکھا اور آئندہ اِن کی کافی امداد کے لئے وعدہ فرمایا مگر زبونی قسمت سے کیا زور چل سکتا ہے کہ اس اثنا میں اِنکے عم بزرگوار منشی عبدالجبار صاحب کا گوالیار میں انتقال ہوگیا۔ اس خبر وحشت اثر کے سُنتے ہی آپ مدارالمہام صاحب سے اجازت لے کر گوالیار تشریف لائے اور گوالیار ہی میں بود و باش اختیار کرلی۔

آپ گوالیار میں عرصہ تک آفیسر سرحد تنازعات و معافی تحقیقات آفیسر کے عہدے پر مامور رہے۔ دیانتداری و کارنمایاں کی بدولت تحصیلداری و سپرنٹنڈنٹی پر فائز کئے گئے۔ مگر ۱۹۳۳ء سے آپ ملازمت ترک کرکے خانہ نشین ہوگئے۔ اس وقت آپ کے تین صاحبزادے برسر کار ہیں۔

حالات شعر و سُخن

چونکہ آپ اوائل عمر ہی سے موزوں طبع اور عقل رسا رکھتے تھے۔ اور شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ اُستاد کی تلاش میں بلیغ کوشش فرمائی۔ مگر حسب دلخواہ کوئی اُستاد نہ ملا۔ اس لئے اُستادی شاگردی کا خیال دل سے نکال دیا اور کتب عروض عربیہ و فارسیہ کا مطالعہ شروع کردیا اور اُن میں سے جواہر پارے اکٹھا کرنا شروع کر دیئے۔ اِس وقت آپ کی بہت سی تصنیفات فنی و عروضی اُن کے کتب خانے میں قلمی موجود

ہیں کہ جو نہایت کار آمد شعرا ہیں اور جن کی اشاعت سے تمام دُنیا مستفیض ہو سکتی ہے۔ اُن کی لاپروائی سے اب تک ویسے ہی پڑی ہیں جن کی طباعت کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

اوّل اوّل آپ کے کلام بلاغت نظام صحیفۂ بجنور و مفید روزگار بمبئی وغیرہ میں شائع ہوتے رہے مگر چونکہ آپ کی طبیعت کچھ ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ وہ اپنا نام نمود نہیں چاہتے۔ اس لئے انہوں نے اخباری دُنیا کو بھی خیرباد کہدیا حتّٰی کہ اٹھارہ بیس سال تک اپنے نوادر افکار کی اشاعت بھی بند کردی۔

ایک انجمن موسومہ ادیب اُردو عرصہ دراز سے آپ کے اہتمام میں قائم ہے جس کی مُراد آباد و حکیم کا پٹہ اور بزم اُردو گوالیار وغیرہ شاخ و نقل موجود ہیں۔

بزم ادیب اُردو گوالیار بہت پُرانی اور اب تک اپنی سلامتی کا نمونہ بڑے آب و تاب سے اخباری دُنیا میں پیش کر رہی ہے۔ اس انجمن میں تمام فنی و عروضی معاملات آئے دن فیصل ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی ادھر توجہ خاص ہے۔

رسالجات و اخبارات وغیرہ سے آپ کو نہ خاص دلچسپی ہے نہ کبھی مضامین نظم و نثر بھیجتے ہیں۔ تاہم اُن کی قابلیت میں کوئی شک نہیں۔

ان کو انجمن خدام العالمین گوالیار نے خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم کا خطاب عطا کر کے ایک مُہر ہلالی چاند تارہ کہ جس پر اُنکا نام نامی مشتمل بر خطابات کندہ ہے حوالہ کر دی ہے اور محقق علّامۂ عصر ہندوستان سے عطا ہوئے ہیں اور رستم شعراء مغرز شیخ شعرا گوالیار نے اُس کو عطا فرمایا ہے شعرائے بیرتاب گڈھ سے بھی اُس کو کچھ خطابات عطا ہوئے ہیں۔ مگر وہ خود کوئی خطاب استعمال نہیں فرماتے نہ کسی خطاب کے قابل اپنے کو سمجھتے ہیں۔

طبیعت نہایت سادا ہر شخص سے بخلوص ملتے ہیں۔ اپنی پوزیشن کا اُنکو قطعی خیال نہیں رہتا۔ ایام ملازمت سے تاحال سادہ لباس میں رہتے ہیں۔ بچوں میں بچے جوانوں میں جوان بوڑھوں میں بوڑھے اور نہایت خلیق ہیں۔

آپ کے دربار خدائے سخنی سے حضرت تاج الشعرا نوح ناروی مدظلّہ کو معراج الکلام اور حضرت دُعا ڈبائیوی کو فصیح الشعراء اور حضرت غنی گوالیاری کو برق مضطر اور حضرت جوش ملسیانی مدیر حصۂ نظم رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کو ابو الفصاحت افضل الشعراء نیز دیگر شعراء کو بھی کئی خطابات معہ سند بہ ثبت مُہر عطا ہوئے ہیں۔

سال گذشتہ یا پیوستہ میں سردار ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نے کہ جو دُنیا میں ایک نہایت قابل قدر اور اُردو دوست حضرات سے ہیں اور جو قریب تیس سال سے اُردو کی بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں اور جن کی ذات ستودہ صفات نے اُردو زبان کے قالب میں روح پھونک کر دوبارہ زندہ کردیا ہے۔ اُن پر جس قدر بھی ناز کیا جائے بہت کم ہے۔ کسی سے حضرت صابر کی توصیف سُنکر اُن سے اشاعت کے لئے مضامین باصرار طلب فرمائے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے مضامین اُن کی خدمت میں بھیجے جو عرصہ سے باقساط رسالہ میں طبع ہو رہے ہیں اور وہ مضامین دُنیائے شاعری میں نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہونے پر شائقین مستفیض ہو رہے ہیں اور وہ جمیع مقالات مقبول عام ہوئے کہ جو اخباری دُنیا پر اظہر من الشمس ہے۔

حالانکہ اس وقت دُنیائے شاعری میں بہت سی ہستیاں موجود ہیں اور اپنے ہمہ دانی کا ڈنکہ بجا رہی ہیں۔ تاہم فنی معلومات اور عروض کی تحقیقات میں فی زمانہ آپ یکتائے زمانہ اور اپنی نظیر آپ خود ہیں آپکے نوادر افکار نے وہ وہ گل کھلائے ہیں کہ آج زمانے نے اُنکا لوہا مان لیا ہے اور اس وقت تک کسی کو حرف گیری کا موقعہ نہیں ملا جس کی استشہاد میں رسالہ رہنمائے تعلیم کے اوراق موجود ہیں۔ ہمارے توصیف و ستائش کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ باکمال بزرگ اپنے منتہی ہونے کے خود ناقابل تردید مسلم الثبوت ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ زمانہ زندہ پرست نہیں بلکہ مُردہ پرست ہے۔ جتنے اساتذہ متقدمین و متاخرین گذرے ہیں سبنے زمانے کی صعوبتیں برداشت کیں اور لوگوں نے اُنکو مطعون کیا اور وہ دُنیا سے نالاں رہے اور اُن کی وفات کے بعد زمانہ مستقبل نے اُنکو اُستاد مانا اور آج تک اُنکا نام دُنیا میں روشن و ہویدا ہے اور تا قیام اُنکا نام روشن رہیگا۔ وہی حال ہمارے مولانا صابر صاحب کا ہے کہ عرصہ دراز سے بیکار اپنے دُنیاوی افکار میں مبتلا ہیں اور عجب نہیں کہ وہ بھی عنقریب گوالیار کو خیرباد کہکر جلا وطنی اختیار کریں۔

پس ہم اپنے آقائے نامدار موجودہ عالیجاہ مہاراجہ صاحب بہادر سیندھیا دام اقبالہٗ واجلالہٗ والقابہٗ اور سری ماتا مہارانی صاحبہ و ممبران کونسل عالیہ گوالیار کو ضرور توجہ دلائینگے کہ ایسی بزرگ ہستی کی طرف بنظر قدر افزائی توجہ فرمائیں تو مناسب ہے۔

چونکہ وقت قلیل ہے اور عدیم الفرصتی و مضمون دراز ہو جانے کے باعث میں ممدوح کا نمونہ کلام نہ پیش کرسکا۔ انشاء اللہ پھر کسی موقعہ پر اس شکایت کو رفع کرنے کی کوشش کرونگا۔ فی الحال اُنکا فوٹو بغرض اشاعت بھیجتا ہوں۔

کیفیاتِ احسن

(بلیغ النظر نقادِ سخن جناب احسن مارہروی مدظلہٗ)

وہ مدعی کے ساتھ ہیں ہم مدعا سے دُور
کوئی بتوں کے پاس ہے کوئی خدا سے دُور

تھا دیکھنے میں دل نگہ فتنہ زا سے دُور
لیکن وہ چھپ کے رہ نہ سکا اس بلا سے دُور

ہیں ایک جانِ زار پہ دوہری مصیبتیں
دل سے جدا اِدھر ہے اُدھر دلربا سے دُور

دُنیا میں اختلاف نے آندھی اُٹھائی ہے
اللہ رکھے آپ کو اس کی بلا سے دُور

رسمِ وفا جہاں سے ہوئی یوں کنارہ کش
ہو جیسے مدعا دلِ بے مدعا سے دُور

ثابت رہے زمین نہ سلامت رہے جبیں
سجدے مرے اگر ہوں ترے نقشِ پا سے دُور

کیا اس کی زد میں آکے رہے زندگی کی آس
دستِ قضا نہیں ترے تیرِ ادا سے دُور

دل اپنے مُدعا سے ہم اپنے سوال سے
کیوں دست کش نہوں کہ اثر ہے دعا سے دُور

اپنی نمود چھوڑ کے دیکھو اسے کہ وہ
دل سے قریب ہے نگہ خود نما سے دُور

صورت خوشی کی مجھ کو نظر آئے کس طرح
دل غم سے چور تم دلِ غم آشنا سے دُور

اس وصل و ہجر کی نہیں ملتی کہیں نظیر
دل اس کے پاس اور ہوں میں دلربا سے دُور

کہکر غلط مجاز و حقیقت کی داستاں
بندوں نے کر دیا ہے بتوں کو خدا سے دُور

احسن وہ پاس آتے ہی اُن کے فنا ہوا
ہوتا تھا جو مرض نہ کسی کی دوا سے دُور

نکہت انصاری بدایونی
زیر بحث

بنک ۳

(از لالہ رتن چند صاحب جین ایم اے۔ بی کام)

بنک کھولنے کا مدعا۔ جہاں حصہ داروں کے واسطے منافع پیدا کرنا ہے وہاں ملک کی تجارت اور صنعت کو ترقی دینا بھی ہے۔ حصہ داروں کا فائدہ بنک کی ترقی میں ہے۔ .... اور بنک کی کامیابی کا انحصار تجارت و صنعت کی خوشحالی پر ہے۔ تجارت اور بنک کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ بنک تجارت کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے اور تجارت بنک کو۔ موجودہ زمانہ میں کوئی ملک تجارتی اور صنعتی طور پر ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس ملک میں بنکنگ سسٹم عمدہ نہ ہو۔ اب تجارت کی شہرت صوبہ یا ملک تک محدود نہیں۔ بلکہ تجارت بین الاقوامی (International) ہو چکی ہے یعنی ہزاروں میلوں سے مال آتا بھی ہے۔ اور جاتا بھی ہے۔ ایک ہی چیز مختلف ملکوں میں پیدا ہوتی یا تیار ہوتی ہے ہر ملک کی یہی خواہش ہے کہ وہ اپنی پیدا کردہ یا تیار کردہ اشیا دوسرے ملکوں میں فروخت کرے اور اپنی تجارت کو بڑھائے۔ اسی کو مقابلہ یا Competition بولتے ہیں جو ملک اپنی اشیا کو دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں سستی فروخت کرتا ہے وہی بازی لے جاتا ہے۔ اشیا کو سستی فروخت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے تیار کرنے میں خرچ کم ہو اور خرچ کم اسی وقت ہوگا جب اشیا وسیع پیمانے پر تیار ہونگی۔ اشیا کو وسیع پیمانے پر تیار کرنے کے لئے وسیع سرمایہ کی ضرورت ہے اور سرمایہ کا اکٹھا کرنا بنک کا کام ہے۔ ملک میں روپیہ بکھرا پڑا ہے اور کسی شخص کے کام نہیں آسکتا جب بنک کھلے گا تو لوگ اپنا اپنا روپیہ بنک میں جمع کرا دینگے اور تھوڑا تھوڑا کر کے وہ ایک بھاری رقم بن جائیگی۔ اور وہ رقم ملک کے کارخانہ داروں اور تاجر لوگوں کو بطور قرضہ مل سکے گی۔ کوئی تاجر یا کارخانہ دار جو کہ وسیع پیمانہ پر کام کرنا چاہتا ہو بنک کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتا۔ اسے ضرور کسی نہ کسی وقت روپیہ قرضہ لینا ہی پڑیگا۔

جو بنک کہ تاجر لوگوں کو روپیہ قرض دیتے ہیں انکو کمرشل بنک کہتے ہیں۔ بیوپاری کو قرضہ لینے کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جبکہ اُس نے مال خریدنا ہو اور اس کا اپنا روپیہ مال میں لگا ہوا ہو یا گاہکوں کے پاس ہو اور اس کو اُمید ہو کہ اسکا اپنا روپیہ چند ماہ تک واپس آجائیگا جس سے بنک کا قرضہ ادا ہو سکیگا۔ بیوپاری مال کو فروخت کرنے کی غرض سے مال خریدتا ہے اس لئے اسکو لمبے عرصہ کے واسطے قرضہ لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جونہی اس کا مال بکتا ہے وہ قرضہ ادا کر دیتا ہے۔ کمرشل بنک کا دوسرے قسم کے بنکوں سے یہی اختلاف ہے کہ بنک تاجروں کو محدود عرصہ کے واسطے قرضہ دیتا ہے اور خود بھی لوگوں کا روپیہ محدود عرصہ کے واسطے جمع کرتا ہے۔ عام طور پر یہ عرصہ زیادہ سے ایک سال ہوتا ہے ہندوستان میں اس قسم کے بنکوں کی تعداد تقریباً آٹھ سو کے قریب ہے جن میں سے چھ سو ہندوستانی بنک ہیں اور

باقی غیر ہندوستانی۔ تقریباً ساڑھے چار سو ہیڈ آفس ہیں اور باقی پونے پانسو برانچیں۔ غیر ممالک کے مقابلہ میں ہندوستان میں بنک بہت کم ہیں۔ انگلینڈ میں بنکوں کی تعداد تقریباً تیرہ ہزار اور آبادی صرف ۵ کروڑ۔ امریکہ میں ۲۵ ہزار اور آبادی ۱۰ کروڑ۔ فرانس میں ۵ ہزار اور آبادی ۵ کروڑ۔ جاپان میں تقریباً ۳ ہزار اور آبادی ۵ کروڑ اور غریب ہندوستان میں کل تعداد ۸ سو اور آبادی ۳۵ کروڑ۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ تجارت اور صنعت میں ہندوستان باقی ممالک کا کیوں مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہاں پر بنکوں کی کمی کی وجہ سے سرمایہ بہت کم ہے اور کارخانوں کو پوری مدد نہیں مل سکتی۔ سرمایہ کم ہونے کی وجہ سے شرح سود زیادہ ہے اور تیار کردہ اشیاء کا خرچ زیادہ اُٹھتا ہے۔ ہندوستان میں بنکوں کا ڈیپازٹ وکل سرمایہ تقریباً نوے کروڑ روپیہ ہے اور انگلینڈ میں اسکی تعداد اربوں تک جا پہنچتی ہے۔ ضرورت ہے کہ تعلیم یافتہ اصحاب اپنے فرض کو محسوس کریں اور اپنا روپیہ بنکوں میں جمع کرائیں۔ تاکہ بنکوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ سرمایہ بڑھے۔ کارخانے جاری ہوں۔ بیکاروں کو روزگار ملے اور ملک خوشحال ہو۔

ہندوستان میں چند مشہور کمرشل بنکوں کے نام یہ ہیں (۱) امپیریل بنک آف انڈیا (۲) سنٹرل بنک آف انڈیا (ہیڈ آفس بمبئی) (۳) بنک آف بڑودہ (۴) بنک آف میسور (۵) پنجاب نیشنل بنک (ہیڈ آفس لاہور) بنک آف انڈیا (بمبئی) وغیرہ وغیرہ۔ پنجاب میں مفصلہ ذیل بنک ہیں:-

(۱) پنجاب نیشنل بنک (ہیڈ آفس لاہور) (۲) سنٹرل بنک آف انڈیا (۳) الہ آباد بنک (۴) پنجاب سندھ بنک (ہیڈ آفس امرتسر) (۵) پنجاب اینڈ کشمیر بنک (ہیڈ آفس راولپنڈی) (۶) پیپل بنک آف ناردرن انڈیا (ہیڈ آفس لاہور) وغیرہ وغیرہ

قرضہ لینے کے واسطے بنک کے منیجر کو درخواست دینی پڑتی ہے۔ درخواست بنک کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ اگر درخواست منظور ہو جائے تو قرضہ مل جاتا ہے۔ قرضہ کے واسطے مختلف شرائط ہوتی ہیں۔ جن بیوپاریوں کا کام کاج بہت اچھا ہے اور ساکھ عمدہ ہے انکو قرضہ کھلا مل جاتا ہے۔ یعنی بنک کے پاس زیور یا سونا چاندی مکان یا سرکاری کفالتیں گروی رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شرح سود بھی تھوڑی ہوتی ہے۔ قرضہ حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ جن بیوپاریوں کا چلنت حساب ہوتا ہے انکو قرضہ اوور ڈرافٹ (Overdraft) کی شکل میں ملتا ہے۔ یعنی بنک کی طرف سے انکو اجازت ہوتی ہے کہ اپنے چلنت حساب میں جتنا روپیہ جمع ہے اس سے زیادہ روپیہ جس کی تعداد مقرر کر دی جاتی ہے نکلوالیں۔ بیوپاری حسب ضرورت چک کے ذریعہ روپیہ نکلواتا رہتا ہے۔ دوسری قسم کے قرضہ کو لون (Loan) کہتے ہیں۔ اس کو لینے کے واسطے بیوپاری کو پرامیسری نوٹ لکھ کر دینا پڑتا ہے۔ شرح سود کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ تیسرا طریقہ کیش کریڈٹ ہے۔ اس میں بنک سے قرضہ لے کر روپیہ دوبارہ بنک میں جمع کرا دیا جاتا ہے اور جوں جوں روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے بنک سے نکلوایا جاتا ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ جتنا روپیہ بنک سے نکلوایا جائیگا صرف اسی پر سود دینا پڑیگا۔ تمام رقم قرضہ کے

اور نہیں۔ بعض بیوپاری ہنڈی کو بنک کے پاس فروخت کر دیتے ہیں اور ہنڈی کی مقررہ میعاد سے پہلے ہی روپیہ وصول کر لیتے ہیں۔ مگر ہنڈی کا پورا روپیہ نہیں ملتا۔ بنک کچھ کاٹ کر لیتا ہے۔ جس کو بیکرز ڈسکونٹ یعنی منی کاٹا بولتے ہیں۔

جن تاجروں کا اعتبار یعنی ساکھ اچھی نہیں ہوتی اور بنک کو انکے کام کاج اور ادائیگی قرضہ کے متعلق کچھ شک ہوتا ہے۔ انکو بغیر ضمانت (Securities) کے قرضہ نہیں ملتا۔ زیور۔ سرکاری کفالات یا مکان وغیرہ بنک کے پاس رہن رکھنا پڑتا ہے۔ اور شرح سود بھی زیادہ ہوتی ہے اور رقم قرضہ بھی تھوڑی ہوتی ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ بیوپاری کی جس قدر ساکھ اچھی ہوگی اس کو قرضہ لینے میں اسی قدر سہولیت اور آرام ہوگا۔ یہی حال عام لوگوں کا ہے جو لوگ ادھار لیکر وقت مقررہ پر وعدہ کے مطابق ادا کر دیتے ہیں۔ انکو ادھار لینے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ جو آدمی ساہوکار سے قرضہ لیکر وعدے کے مطابق اصل معہ سود ادا کرتا ہے اس کو سود کم دینا پڑتا ہے۔ سود دو چیزوں کے معاوضہ کا مرکب ہے۔ ایک تو روپیہ کے استعمال کا معاوضہ اور دوسرے اس فکر (Risk) کا معاوضہ جو کہ ساہوکار کو اصل کے ضائع ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اب روپیہ کے استعمال کا معاوضہ تو سب کے واسطے یکساں ہے۔ کیونکہ اچھی ساکھ والا اور بری ساکھ والا دونو ہی روپیہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے معاوضہ میں فرق ہے۔ قرضہ لینے والے کی ساکھ جتنی اچھی ہوگی اتنا ہی ساہوکار کو اصل روپیہ کے برباد ہو جانے کا ڈر کم ہوگا۔ اور اس معاوضہ میں کمی ہو جائیگی۔ یہی وجہ ہے کہ ساہوکار یا بنک مختلف اشخاص سے شرح سود کم و بیش لیتے ہیں۔ شہروں میں شرح سود کم ہے مگر گاؤں میں زیادہ ہے۔ عام طور پر زمینداروں کی ساکھ کم ہوتی ہے۔ کیونکہ بہت دفعہ قرضہ کی وصولی مشکل ہو جاتی ہے۔ اور بعض حالتوں میں ساہوکاروں کا اصل بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے زمینداروں کو سود زیادہ دینا پڑتا ہے۔ زمینداروں کے واسطے شرح سود کم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کی ساکھ بہتر بنائی جائے۔ یعنی قرضہ جات معہ سود وصول ہونے میں دقت نہ ہو۔ قانون کی مدد سے شرح سود کم کرنے سے زمینداروں کا بھلا نہیں ہو سکتا۔ اگر قانوناً شرح سود کم کر دی جائیگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو زمینداروں کو قرضہ لینے میں دقت ہوگی یا وہ سود ان سے کسی اور شکل میں وصول کیا جائیگا۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ زمینداروں کو اس قابل بنا دیا جائے کہ ان کو قرضہ اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے یا کم پڑے۔

جہاں تاجر لوگوں کو قرضہ دینا کمرشل بنک کا کام ہے وہاں کارخانہ داروں کو قرضہ دینا انڈسٹریل بنک کا کام ہے دونو بنک مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ کارخانہ داروں کو کارخانہ کی عمارت بنانے اور مشینری خریدنے کے واسطے روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ اس رقم کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے کارخانہ دار قرضہ کو تھوڑے عرصہ میں ادا نہیں کر سکتے۔ یہ قرضہ لمبے عرصہ کے واسطے ہوتا ہے۔ اس لئے انڈسٹریل بنک لوگوں کا روپیہ بھی میعادی

طور پر جمع کرتے ہیں۔ اس میں چلت حساب بہت کم ہوتے ہیں۔ یہ بنک صنعت کی روح رواں ہے جس ملک میں انڈسٹریل بنک زیادہ ہونگے۔ اس ملک کی صنعت میں ترقی ہوگی۔ ہندوستان میں کوئی انڈسٹریل بنک بھی اچھے پیمانہ پر نہیں۔ صرف چند معمولی بنک ہیں۔ جو کہ کارخانوں کی کوئی خاص امداد نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں صنعت اور کارخانہ جات کی کمی ہے۔ معمولی اشیاء کے واسطے بھی ہندوستان غیر ملکوں کا محتاج ہے۔ ہندوستان کی مالی حالت اور بیکاری کبھی دور نہ ہوگی۔ جب تک کہ ملک میں انڈسٹریل بنک قائم نہیں ہوتے۔ بینکنگ کمیشن جو کہ سرکار نے ۱۹۲۹ء میں بنکوں کی ترقی کے واسطے مقرر کی تھی۔ اس نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے۔ اور گورنمنٹ سے سفارش کی ہے کہ ملک میں انڈسٹریل بنک قائم کرے۔ ابھی تک تو اس سفارش کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ ممکن ہے ریزرو بنک قائم ہونے کے بعد اس طرف قدم اُٹھایا جائے۔

تیسری قسم کے وہ بنک ہیں جو زمینداروں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی زمین کی ضمانت پر لمبے عرصہ کے واسطے قرضہ دیتے ہیں۔ ان کو لینڈ مارگیج بنک کہتے ہیں۔ ہندوستان میں ایسے بنکوں کی تعداد بھی بہت ہی محدود ہے۔ جو بنک ہیں وہ بھی معمولی پیمانہ پر۔ بنک صوبہ مدارس میں کثرت سے ہیں۔ انکی عدم موجودگی میں زمینداروں کو قرضہ لینے میں مشکل ہوتی ہے۔ اور ان کو گاؤں کے ساہوکاروں کے پاس زیادہ سُود دینا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں ۸۰ فیصدی آبادی زمینداروں کی ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ ان کی سہولیت کی خاطر ایسے بنک قائم کئے جائیں۔ جرمنی میں ایسے بنک گورنمنٹ کی امداد سے قانوناً قائم کئے گئے ہیں۔ جہاں سے زمینداروں کو تقریباً ۵ روپے سینکڑہ سالانہ پر قرضہ مل سکتا ہے۔ کہاں ۵ روپے سینکڑہ سُود اور کہاں ۱۸ روپے سینکڑہ۔ ہندوستان کے زمینداروں کی حالت کیسے بہتر ہو سکتی ہے۔ اگر گورنمنٹ ایسے بنک جاری کرے تو قانون کے ذریعے شرح سُود کم کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ بلکہ سود خود ہی کم ہو جائیگا۔ اور زمینداروں کو کافی امداد ملے گی۔ گورنمنٹ نے آج کل کواپریٹو بنک یعنی زمیندارہ بنک کھول رکھے ہیں۔ لیکن زمیندارہ بنک لینڈ مارگیج بنک سے بہت مختلف ہیں۔ زمیندارہ بنک کا ذکر اگلے پرچہ میں کیا جائیگا۔

پانچویں قسم کے سرکاری پوسٹ آفس سیونگ بنک ہیں۔ ان میں کم از کم ۴ آنے اور زیادہ سے زیادہ ۵۰۰۰ روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ یہ عام پبلک کے واسطے ہیں۔ لیکن یہ بنک قرضہ نہیں دیتے +

(باقی)

اطلاع۔ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل سے معاف فرماویں۔ مینیجر

بدقسمت ہمایوں المعروف تقدیر کا چکر

نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز تاریخی ڈرامہ

(از لالہ اودھو رام صاحب منشی فاضل)

مشہور افراد ڈرامہ

بابر۔ مغلیہ حکومت کا بانی۔ ہمایوں کا باپ۔

ہمایوں۔ پسر بابر۔ ڈرامے کا ہیرو۔

کامران
عسکری } ہمایوں کے بھائی۔
ہندال

ماہم بیگم۔ ہمایوں کی والدہ۔

دلدار بیگم۔ ہندال کی والدہ۔

حمیدہ بانو بیگم ہمایوں کی چاہتی بیوی۔

بیرم خاں۔ ہمایوں کا وفادار سپہ سالار۔

سلطان جنید۔ بابر کا بہنوئی۔

شیر خاں۔ ہمایوں کا مخالف۔ سور خاندان کا بانی۔

طہماسپ۔ شاہِ ایران۔

پہلا ایکٹ

پہلا سین

دربارِ بابری

بابر بادشاہ تخت ہند پر جلوہ گر ہے۔ اسکے بیٹے ہمایوں۔ کامران۔ عسکری اور ہندال بابر کی دائیں جانب نچلی نشست پر بیٹھے ہیں۔ اور بیرم خاں وغیرہ اراکین سلطنت بائیں طرف مسلح حالت میں دربار کی رونق بڑھا رہے ہیں۔ بابر کا بہنوئی سلطان جنید بھی اپنے دل چلے بہادر سردار شیر خاں کے ساتھ وہاں موجود ہے۔ اردگرد باڈی گارڈ ننگی تلواریں سونت کر صف آرا ہیں۔ فتح کے شادیانے بج رہے ہیں۔ آتشبازی چھوٹ رہی ہے۔ اور تماشائیوں کا ہجوم اس دلفریب نظارے کو دور سے دیکھ کر واہ وا کا شور بلند کر رہا ہے۔ کہ اتنے میں بابر تخت سے اُتر کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور در و دیوار پر خاموشی چھا جاتی ہے۔

بابر۔ (دست بدعا ہو کر) خدایا! تیرا شکر! اے میرے پروردگار تیرا ہزار شکر! کہ آج سرزمین ہند کی بادشاہت تیرے لطف و کرم سے مجھے نصیب ہوئی۔ میری ساری عمر جان جوکھوں میں کٹی جنگلوں اور بیابانوں میں مارا مارا پھرا۔ فاقے

پرقاتے گئے۔ وطن سے بے وطن ہُوا۔ مگر آج لے رب العالمین! تیری رحمت سے میری مصیبتوں کی زنجیریں کٹ گئیں۔ میری بدبختی کا ستارہ غروب ہوگیا۔ اب لے کریم! یہ چاہتا ہوں کہ آئندہ دربدر نہ پھرانا۔ اور ہند کی بادشاہت مجھ پر اور میری نسل پر وقف کر دینا!"

{اتنا کہہ کر بابر اور اہل دربار سجدہ کے لئے جھک جاتے ہیں۔ مگر شیر خاں کینہ دوز نگاہیں بابر پر ڈالتا ہے۔ اور قبضۂ شمشیر کو حرکت دیکر برائے نام جُھک جاتا ہے}

بابر (سجدہ کے بعد اہل دربار سے) "میرے وفادار سردارو اور جاں نثار بہادرو! میں تمہاری خدمات کا تہ دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ کی برکت اور تمہاری سرتوڑ کوشش سے آج کا مبارک دن مجھے نصیب ہُوا۔ میں تخت ہند سے اعلان کرتا ہوں کہ ہر ایک شاہی ملازم شاہی خزانے سے ایک ماہ کی تنخواہ بطور انعام پائے اور کل سب سردار اپنے بہادروں سمیت شاہی ضیافت میں شریک ہوں"۔ (بادشاہ سلامت کی سلامی اُتاری جاتی ہے اور دربار برخاست ہو جاتا ہے)

دوسرا سین

بابری لشکر کا افغانی کیمپ

رات کا سماں ہے۔ شیر خاں چپکے افغان سرداروں کے کیمپ میں جاتا ہے۔ خفیہ خفیہ سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کہتا ہے۔
(دھیمی آواز سے) "میرے افغان بھائیو! کسقدر غیرت اور بے شرمی کا مقام ہے کہ کل وہی مُغل قوم جو ہماری افغانی حکومت کے عہد میں ٹھگ اور رہزن کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ آج ہماری نااتفاقی سے برسرِ حکومت ہوگئی ہے اور بابر ہمارا جانی دشمن بابر۔ کس طرح دندنا رہا ہے۔ خدا کی قسم اسکی دعا میرے لئے حلق کا کانٹا اور دل کا تیر بن گئی ہے۔ اگر پھر سے اتفاق کر لو۔ تو خدا کی خدائی آپکے ساتھ میری تلوار آبدار کے جوہر دیکھنا! یہ عیش پرست مغل ہیں کیا چیز؟ ان کو ایسی آسانی سے نکال باہر کرو تو دکھاؤ کہ جس طرح مکھن سے بال نکال دیا جاتا ہے"۔
(افغان سردار اسکی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر اپنے اپنے خیموں میں چلے جاتے ہیں)

تیسرا سین

شاہی ضیافت

ایک بڑے شامیانے میں شاہی دسترخوان بچھا ہُوا ہے۔ اس پر انواع و اقسام کے کھانے چُنے ہوئے ہیں۔ بابر بادشاہ تمام سرداروں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہے۔ سرداروں میں سلطان جنید اور اس کا بہادر شیر خاں بھی ہے۔ شیر خاں چُھری سے مچھلی کے ٹکڑے کر کے کھا رہا ہے۔

بابر (تعجب سے) "یہ کون ہے - اور کس کے ہمراہ آیا ہے"؟

سلطان - "حضور! یہ افغان بہادر میرے ساتھ آیا ہے"۔

بابر - "اس کی آنکھوں میں فتنہ اور دل میں کینہ پایا جاتا ہے - اس کو کیوں نہ قید کر لیا جائے"؟

سلطان جنید - جہاں پناہ! اگر ایسا کیا گیا - تو پٹھان آپ کی خدمت سے گریز کرینگے"۔

بابر - (خاموش)

شیر خاں (دل میں دل میں) "بچہ بابر! اگر زندہ رہا - تو تجھے اور تیری اولاد کو وہ مزا چکھاؤنگا کہ بھاگتے بنے گی"۔

(سب کھانے سے فارغ ہو کر بادشاہ کو دعائیں دیتے ہوئے اپنی اپنی راہ لیتے ہیں)

چوتھا سین

شاہی محل

بابر کا بڑا بیٹا ہمایوں بستر مرگ پر دراز ہے - بابر - تمام بیگمات اور شاہی خاندان - وید - حکیم اور مصاحبین غمگین صورت بنائے فرش زمین پر بیٹھے ہیں - شاہی عشرت خانہ ایک غمکدہ بنا ہوا ہے - ہُو کا عالم برپا ہے - ہمایوں کی والدہ ماہم بیگم پریشان حال ہے - بیٹے کی حالتِ زار دیکھ کر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے - اور سب کے سب حسرت بھری نگاہوں سے ہمایوں کو تک رہے ہیں - اتنے میں :-

ماہم بیگم (سخت پریشانی کے عالم میں بابر سے) اے بادشاہ! تم میرے بیٹے سے غافل ہو - مجھ کم بخت کا تو یہی اکلوتا بیٹا ہے - کہاں جاؤں اور کیا کروں؟ آج تیری بادشاہت میرے لئے اندھیر ہو رہی ہے... میرے جگر کا ٹکڑا کباب ہوا جاتا ہے... میری آنکھوں کا تارا ماند پڑ رہا ہے... میرے گھر کا چراغ گل ہو رہا ہے.... میری خوشیاں تباہ ہوئی جاتی ہیں.. میری ہری بھری گود خالی ہو رہی ہے اور تم بیٹھے دیکھ رہے ہو! ہائے پتھر دل!"

(یہ کہہ کر سر پیٹتی ہے اور بیہوش ہو جاتی ہے)

بابر (ماہم کو سہارا دیکر) "ماہم! ہوش کر - اگرچہ تیرے اور بیٹے بھی ہیں - لیکن ہمایوں کے برابر مجھے کوئی بیٹا محبوب نہیں - میں تو سلطنت اور بادشاہت اسی نادرِ روزگار کے لئے چاہتا ہوں - تو یہ کیا کہہ رہی ہے"؟

شاہی حکیم (بابر سے) "حضور! کیا کریں؟ بے بس ہیں - دُنیا کی تمام دوائیں چھان ماریں - سب نسخے آزما دیکھے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی - عالیجاہا! اب دعا و خیرات کا وقت ہے - دیر نہ کیجئے"۔

شاہی وید - "مہاراج! دھنونتری اور شسرت آدی مہان ویدوں کی اوشدھیاں ایک تل بھر پھل نہ دے سکیں - ہاں مہاراج! اس روگ کا اپاؤ کیول پرارتھنا اور دان ہے - درڑھ پورو کس کر دیکھئے"!

مصاحبین: حضور پُرنور! جو چیز نادر اور بیش بہا ہو۔ وہ پیارے بیٹے پر تصدق کر دینا چاہئے۔ ہماری رائے میں کوہِ نور ہیرا جو آنحضرت کے پاس ہے خیرات کر دینا چاہئے۔

بابر: میرے غمخوارو! مجھے ہمایوں کی جان اس قدر عزیز ہے کہ اس کے صدقے میں دُنیا کی ہر قیمتی چیز ناچیز ہے۔ جان سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہیں۔ میں اپنی جان اپنے پیارے لختِ جگر پر قربان کرتا ہوں۔"

(اتنا کہہ کر بابر نماز ادا کرتا ہے۔ اور خدا سے دعا مانگتا ہے)

"خدایا! دُنیا کی تمام اُمیدیں تجھ سے وابستہ ہیں۔ اگر جان جان کے بدلے تبدیل ہو سکے۔ تو میں اپنی جان اپنے بیٹے پر قربان کرتا ہوں۔ اور صرف یہی چاہتا ہوں کہ اس کی بیماری مجھے لگ جائے! لگ جائے!! لگ جائے!!! اُمید کہ تو اسے قبول فرمائیگا۔ اور مجھ عاجز کی یہ مراد بر لائیگا۔"

(یہ کہہ کر بابر غش کھا کر زمین پر گر پڑتا ہے)

تمام حاضرین بابر کو لپٹ جاتے ہیں اور اسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا کی شان! اِدھر بابر کی حالت بد سے بدتر ہوئی جاتی ہے۔ اُدھر ہمایوں صحتیاب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بابر کو ہمایوں کے بسترِ مرگ پر لٹا دیا جاتا ہے۔ اور ہمایوں بابر کی جگہ پر ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے پژمردہ خاطر بیٹھ جاتا ہے۔

ع　وارث شاہ دعا قبول تیری ہے ناں نقص نہیں وچ نیک نیتی

ہمایوں (اوپر نگاہ کر کے سسکتی ہوئی آواز سے) اللہ تیری قدرت! تیرا بھید تو ہی جانے۔ اگر تو چاہے تو اُڑتے ہوئے شہباز کو آسمان کی چوٹی سے اُتار کر زمین کی پستی پر پھینک دے۔ اور مچھلی کو سمندر کی گہرائی سے باہر نکال کر پہاڑ کی چوٹی پر ڈال دے۔ اور اگر تو چاہے۔ تو ایک ذرۂ ناچیز کو جلوۂ خورشیدی۔ گدائے محتاج کو رتبۂ جمشیدی۔ قطرۂ دریا کو شرابِ عمانی اور مورِ بیقدر کو شوکتِ سلیمانی بخش دے! اے کریم! اپنے لطف و کرم کا سایہ میرے محترم والد بزرگوار پر ڈالئے اور انہیں غم کے بھنور سے باہر نکالئے!"　(پھر حاضرین سے)

"مغلیہ سلطنت کے علمبردارو! والد بزرگوار کی خبر لیجیو! مغلیہ حکومت کا پُرنور چراغ گل ہوا جاتا ہے۔ اسے ملکِ عدم کی نامراد آندھی سے جلد بچائیو! دل چھلنی ہوا جاتا ہے۔ اس پر تسکین کی مرہم لگائیو!

(ہائے ہائے کرتا ہوا زمین پر گر پڑتا ہے)

بابر (بسترِ مرگ سے) بے.... ٹا.... بے.... ہو.... دہ.... رنج.... نہ.... کھا.... جو.... ہو.... نا.... تھا.... ہو.... چُ.... کا.... تخ.... ت.... ہند.... تجھے.... مُبا.... ر.... ک.... اپنے.... بھا.... ئیوں.... ا.... و.... ر.... رعا.... یا.... پر.... مہر.... ب.... ا.... ن.... ی.... ک.... ر.... ن.... ا....

(بابر کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ اور محلاتِ شاہی میں کہرام مچ جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

شمعِ سحر

(از سردار کرپال سنگھ صاحب بیدآر)

زبانِ اشک سے کہتی تھی آج شمعِ سحر ظہورِ صبح قیامت نما ہوا مجھ کو
چمک کے ڈوب گیا اخترِ حیات مرا طلوعِ مہر پیامِ قضا ہوا مجھ کو
جو دردمندِ اجل ہو اُسے شفا کیسی؟
فنا نصیب کو زیرِ فلک بقا کیسی؟
دیا جواب یہ میں نے کہ اے فسردہ مآل! غمِ نہاں کو سرِ انجمن نہ رسوا کر
جو آرزوئے فروغِ دوام ہے تجھ کو درونِ سینہ محبت کا سوز پیدا کر
یہ سوز وہ ہے جو شام و سحر فروزاں ہے
اسی سے مشعلِ شمس و قمر فروزاں ہے

کیا کرۂ زمین ساکن ہے

(از جناب روشن نکودری)

ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی کے باہر کی چیزیں (مثلاً درخت ۔ عمارات وغیرہ) بڑی تیز رفتاری سے پیچھے کی جانب جا رہی ہیں ۔ جب گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی ہو تو یہ مشاہدات حقیقت میں تبدیل ہوتے نظر آتے ہیں ۔ علم سائنس نے یہ بات قطعی طور پر ثابت کر دی ہے کہ رفتار ہوائی تموج (AIR VIBRATIONS) اور شور و غل کی آواز سے متعلق ہے ۔ جب ہم دوڑتے ہیں یا تیز رفتار سے سائیکل چلاتے ہیں تو ہمیں ہوا کے چلنے کا احساس ہوتا ہے ۔ ان مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ کرۂ زمین پر قیام رکھنے والی چیزیں ساکن نہیں ہیں ۔ لیکن جن جگہوں پر ان اشیا کے چلنے کا احساس نہیں ہوتا ہم یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ وہاں اجسام زمین گھوم رہے ہیں یا نہیں ۔

آج تک سب لوگ یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ فلکی کرۂ ۔ چاند ۔ سورج ۔ ستاروں اور سیاروں کے ہمراہ اپنے محور کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے ۔ اس مضمون میں صرف ایک جسم فلکی کی حرکات کے متعلق کچھ رقم کیا جائیگا ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سورج ہر روز مشرقی افق کے اُوپر سے رونما ہوتا ہے ۔ دوپہر تک آہستہ آہستہ اونچا چڑھتا رہتا ہے ۔ اور اس کے بعد پھر نیچے آنا شروع ہو جاتا ہے ۔ حتیٰ کہ مغربی افق میں غروب ہو جاتا ہے ۔ زمین کو گول تصور کرتے ہوئے سورج کی حرکات ذیل کے دو طریقوں سے بیان کی جا سکتی ہیں ۔

اوّل ۔ کرۂ زمین ساکن ہے اور سورج فلکی کرہ کے ساتھ اس کے گرد چکر لگاتا ہے ۔

دوم ۔ فلکی کرہ اور سورج دونو ساکن ہیں اور زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے ۔

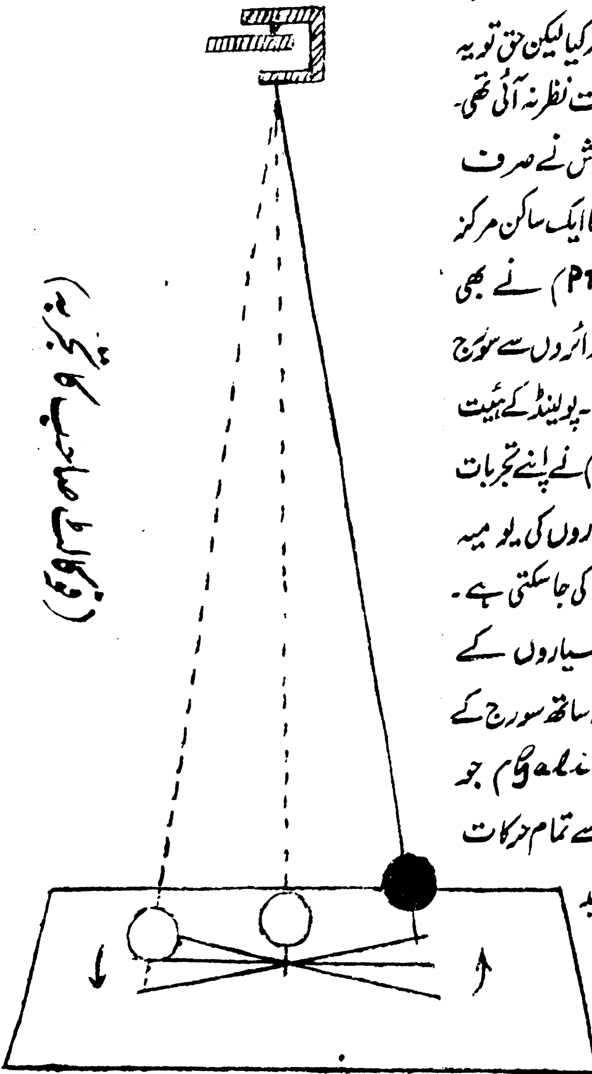
موخر الذکر طریقہ سے سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کی تشریح اس طرح ہو سکتی ہے ۔

فرض کرو کہ کرۂ زمین پر ایک مقام ہے جہاں کسی خاص وقت سورج نکلتا دکھائی دیتا ہے ۔ اس کے بعد زمین کی گردش اُسے ایسی جگہ لے آتی ہے جہاں وہ عین سورج کے بالمقابل ہو جاتا ہے اور اُس مقام پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن نکل آیا ہے ۔ اسی طرح زمین کی گردش اُسی مقام کو ایک ایسی جگہ لے آتی ہے جہاں سورج غروب ہوتا نظر آتا ہے ۔ حتیٰ کہ زمین کی گردش اسے نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے یا یوں کہئے کہ سورج ساکن ہے اور زمین کی مختلف حرکات مختلف قسم کے اوقات پیدا کرتی ہیں ۔ اگر ہم کرۂ زمین اور فلکی کرہ ہر دو کو گھومتا فرض کریں تو اجسام فلکی کے نکلنے اور غروب ہونے کو ثابت کرنے کے لئے ہمیں یہ بات تسلیم کرنا پڑیگی کہ کرۂ زمین کی گردش کی سمت

فلکی کرّہ کی گردش کی سمت سے الٹ ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ ان اجسام کی حرکت سے کسی قسم کے تموّج اور آواز کا احساس نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ زمین گھوم رہی ہے یا دیگر اجسامِ فلکی۔

زمانۂ قدیم کے ہیئت دانوں کے عقائد



بیشک زمانۂ قدیم کے بہت سے ہیئت دانوں نے زمین کی حرکت کے متعلق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا لیکن حق تو یہ ہے کہ عوام کو زمین کے گھومنے میں کوئی حقیقت نظر نہ آئی تھی۔ ارسٹوٹل (ARISTOTLE) ارسطاطالیس نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ کرّۂ زمین کائناتِ عالم کا ایک ساکن مرکز ہے۔ اس کے علاوہ پٹولمی (PTOLEMY) نے بھی کرّۂ زمین کو ساکن تصور کرتے ہوئے۔ پیچدار دائروں سے سورج چاند اور دیگر اجسامِ فلکی کی حرکات کی تشریح کی۔ پولینڈ کے ہیئت دان کاپرنیکس (COPERNICUS) نے اپنے تجربات کی بنا پر یہ ثابت کر دیا کہ سیاروں اور ستاروں کی یومیہ حرکات کی تشریح زمین کی یومیہ حرکات سے کی جا سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ زمین بھی دیگر سیاروں کے مانند ایک سیارہ ہے جو دیگر سیاروں کے ساتھ سورج کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے بعد گیلیلو (Galileo) جو دوربین کا موجد ہے نے اپنی دوربین کی مدد سے تمام حرکات مطالعہ کیں۔ اور کاپرنیکس کے بیانات کی تائید کی۔ ان تجربات کے باوجود بھی یہ بات مسلّم طور پر نہیں کہی جا سکتی تھی کہ زمین واقعی اپنے محور کے گرد گھومتی ہے۔ لیکن یہ ضرور تھا

کہ یہ بات ممکنات میں سے تصور کی جاتی تھی۔ ۱۸۵۱ء میں ایک قابل فرانسیسی فوکالٹ (FOUCAULT) نے بمقام پیرس عوام کے روبرو ایک تجربہ کیا جس سے حاضرین نے خود اپنی آنکھوں سے زمین کو گھومتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس کے بعد یہ بات مسلّم طور پر تسلیم کر لی گئی کہ زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے۔

فوکالٹ کا تجربہ

فوکالٹ نے ایک بہت بھاری لوہے کا گولہ ایک باریک تار سے جو دو سو فٹ سے بھی زیادہ لمبی تھی باندھ کر ایک مکان کے گنبد کے ساتھ لٹکا دیا۔ یہ گولا اس طریق سے لٹکایا گیا تھا۔ کہ ہر سمت میں بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے گھوم سکتا تھا۔ جس گنبد سے شاقول کو لٹکایا گیا تھا وہ اس طرح واقع تھا کہ اگر گنبد حرکت بھی کرتا تو وہ سطح جس میں شاقول حرکت کرتا تھا۔ تبدیل نہ ہوتی تھی۔ شکل ملاحظہ ہو۔

لمبا تار اور گولہ استعمال کرنے کا یہ مطلب تھا کہ گولہ آہستہ آہستہ گھومے اور ارد گرد کی ہوا کی رگڑ سے اس کی حرکات میں کوئی نمایاں فرق نہ آئے۔ گولے کے ساتھ ایک سوئی لگی ہوئی تھی اور اس کے نیچے ریت کی ایک تہ بچھائی گئی تھی۔ تاکہ جب شاقول گھومے۔ سوئی ریت پر نشان لگاتی جائے اور بعد میں جس سمت میں حرکت ہوئی ہو وہ سمت معلوم ہو سکے۔

چونکہ شاقول اس طریق سے لٹکایا گیا تھا کہ بیرونی طاقتوں مثلاً ہوا وغیرہ کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے جب ایک دفعہ یہ گھومنا شروع ہو جاتا تھا تو یہ اُسی سمت میں گھومتا رہتا تھا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ زمین ساکن ہے تو ریت کا برتن بھی ساکن ہی رہے گا۔ اور شاقول ایک خاص سمت میں آگے پیچھے گھومے گا۔ لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ جب شاقول گھومنا شروع ہوا تو آہستہ آہستہ اُس کے گھومنے کی سمت میں فرق رونما ہوتا گیا۔ اور ریت پر مختلف سمتوں کے نشان پڑ گئے۔ ریت کا برتن تو بالکل ہلایا نہیں گیا پھر یہ سمت میں فرق کیوں؟

اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ریت کا برتن۔ وہ مکان اور گنبد غرضیکہ تمام زمین گھوم رہی ہے اس لئے شاقول کے گھومنے کی سمت میں فرق آجاتا ہے۔

اس تجربہ سے تمام قسم کے شکوک رفع ہو گئے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کی گردش کو ثابت کرنے کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

ضروری اطلاع (۱) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئیں۔ بغیر اس کے کوئی صاحب جواب کی توقع نہ رکھیں۔
(۲) خط و کتابت میں چٹ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا جائے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت ہرگز نہ سُنی جائیگی۔ **مینجر۔**

جذباتِ راز

(حضرت رموزِ سخن مولانا رازؔ احسنی سہسوانی)

شوق نے کرنے نہ دی کچھ فکرِ مستقبل مجھے
عشق کا آغاز میں معلوم تھا حاصل مجھے

زندگی میں غم سے کیا ہوتا مضر حاصل مجھے
خیر سے بخشا گیا تھا عشق فطرتِ دل مجھے

ہمکنار جلوۂ محبوب چشمِ شوق ہے
آج سچ پوچھو تو دُنیا ہو گئی حاصل مجھے

منزلِ مقصد ہے راہِ عشق میں پیشِ نظر
کہتی ہے دُنیا مگر آوارۂ منزل مجھے

احتیاطاً اپنی نظروں میں اُٹھا لایا تھا میں
خلد میں آخر کہاں ملتی تری محفل مجھے

بحرِ ہستی میں جہاں دیکھا فنا کا گھاٹ تھا
ہر جگہ دریا میں آتا تھا نظر ساحل مجھے

بیخودیٔ شوق کے کھوئے ہوئے کو ہے یہ فکر
سوجھتا ہے ڈھونڈتی پھرتی نہ ہو منزل مجھے

غم اُٹھائے جاؤنگا مجھ کو خوشی سے کیا غرض
غم اُٹھانے کیلئے تو نے دیا ہے دِل مجھے

بیخودی نے رازؔ ہر غم سے مجھے دیدی نجات
رنجِ ماضی ہے نہ اب کچھ فکرِ مستقبل مجھے

وجدانیات

(ماسٹر تبارک علی صاحب عبرتؔ صدیقی بریلوی)

خود کھنچا جاتا ہے محمل کی طرف
مطمئن ہوں دیکھ کر دل کی طرف

دیکھنا یہ ہے کہ جاتا ہوں کدھر
دل لئے جاتا ہے منزل کی طرف

مضطرب کیوں ہے تو چشمِ منفعل
دیکھ کر حسرت زدہ دل کی طرف

کیا بتاؤں کیا ہوا انجامِ دل
اک نظر دیکھا تھا قاتل کی طرف

اضطرابِ دل کا شکوہ ہے عبث
تم نے کیوں دیکھا تھا بسمل کی طرف

کس قدر ہے با اثر سوزِ نہاں
جلوے خود کھنچتے ہیں اب دل کی طرف

کھنچ گئی آنکھوں میں تصویرِ مآل
رُخ کیا جب ہم نے منزل کی طرف

پردۂ دل کو اُٹھا کر دیکھ تو
بے خبر کیوں رُخ ہے محمل کی طرف

کس توقع پر اُٹھائی تھی نظر
ڈوبنے والے نے ساحل کی طرف

اور گم کرتا ہے شوقِ جستجو
جس قدر بڑھتا ہوں منزل کی طرف

ہمتِ نظارہ ہے امرِ محال
پہلے عبرتؔ دیکھئے دل کی طرف

تعلیمِ نسواں

خشتِ اول چوں نہد معمار کج   تا ثریا مے رود دیوار کج

ہم اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ دائم المریض۔ کوتاہ قد۔ نافرمان۔ کم عقل۔ بے راہ رو۔ اور جاہل پرست ہیں۔ ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جس طرح ایک ناکمل کاریگر کی بنی ہوئی چیز بھدی ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرتا۔ یہی حالت ہمارے بچوں کی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کی اولین ذمہ دار ماں ہوتی ہے۔ تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود اپنے اس اہم فرض سے بے خبر ہے ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد ۱۰ فی ہزار ہے۔ تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہندی عورتیں سادہ لوح بن چکی ہیں۔ چالاک عیار عاملوں کا رنگ ان پر چڑھ رہا ہے۔ بھوت پریت اور چڑیل کے خیالات ان کے دلوں میں مرکوز ہو چکے ہیں۔ خاص خاص مزاروں پر انہی خیالات کی عورتوں کے میلے لگتے ہیں۔ اعلیٰ اعلیٰ گھرانوں کی کم سن اور نوجوان عورتیں غیر مردوں میں ناچتی ہیں۔ ایسے نظاروں کو دیکھ کر ہندی قوم کی جہالت پر آنسو بہانے پڑتے ہیں۔ مگر ان کے جاہل مرد خوش ہوتے ہیں۔ تعویذ اور گنڈا ان کی گھٹی میں پڑ چکے ہیں۔ ان کے حاصل کرنے کے لئے یہ نا تسلی بخش مقامات پر پھرتی رہتی ہیں۔ اپنے بھولے پن اور خوش اعتقادی کی وجہ سے عصمت جیسے قیمتی جوہر کو ضائع کر دیتی ہیں۔ بچے کی بیماری پر ڈاکٹر بلانے کی بجائے ماں بگڑ کر کہتی ہے۔ اس خیال کو مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے مسدس حالی میں کس خوبی سے ظاہر کیا ہے ؎

سمجھی ہوں اس کو جو کچھ ہُوا ہے   مجھے اپنے ننھے کے دکھ کا پتہ ہے
کسی کی نظر سے یہ نظر آگیا ہے   کسی شے کا پرچھاواں اس پر پڑا ہے
ابھی کوئی سیانا بلُاتی ہوں دیکھو   ابھی پھونک اس کو دلاتی ہوں دیکھو
ستم ہے کہ بچے ہزاروں ہمارے   اسی طرح ملکِ عدم کو سدھارے

جہالت کی وجہ سے یہ سینکڑوں قسم کی قابلِ اعتراض۔ خلاف مذہب اور کثیر المصارف رسومات کو سر انجام دیتی ہیں۔ بچے بھوکے مر رہے ہوں۔ کپڑا ان کے جسم پر نہ ہو۔ قرض کا بوجھ سر پر ہو۔ مگر اُن کو پروا نہیں۔ یہ رسومات پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتی ہیں۔ انہوں نے ان پڑھ مردوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ اکثر تعلیم یافتہ بھی انہی باتوں کے پابند ہو رہے ہیں۔

زیوروں سے عورتوں کو خاص طور پر انس ہے۔ دیکھا دیکھی بغیر ضرورت کے ان پر روپیہ ضائع کر دیتی ہیں بمصداق ؎

اسی نے کروڑوں کے زیور بنا کے سناروں کے پیشے کی رونق بڑھا کے
نمائش میں خالی خزانے کرا کے بٹھایا ہمیں صاف مفلس بنا کے

ایسے حالات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ جس قوم میں عورتوں کی یہ حالت ہو۔ اگر اس قوم نے ترقی نہیں کی تو کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ تمام نقائص تعلیم سے دُور ہو سکتے ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ کہ انہوں نے صاف باطن۔ نیک صفات۔ فرشتہ سیرت اہل دل ہستیاں پیدا کیں۔ اپنی گود میں ان کو پالا۔ ان کی تعلیم و تربیت کی۔ بہترین تعلیم ہونے کی وجہ سے ان کے اندر بچوں کے پالنے کی صلاحیت پائی جاتی تھی۔ عورتوں کی موجودہ جہالت کے ذمہ دار ہم مرد ہیں۔ قدامت پسندوں اور دقیانوسی لوگوں کی مخالفت نے یہ روز بد دکھایا ہے۔ موجودہ روشنی کے زمانے میں بھی یہ لوگ اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت تک اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں۔ کئی قسم کے نامعقول اور بے وزن اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ موجودہ تعلیم لڑکیوں کو آزاد بنا دیتی ہے۔ اس سے بُرے نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں یہ موجودہ نصابِ تعلیم کا نقص ہے۔ اس کے اندر اصلاح ہونی چاہئے۔ عورتوں کو مغربی تعلیم نہ دو۔ مشرقی عورتوں کو ہندوستانی زبان میں مذہبی تعلیم دی جائے۔

ایک تعلیم یافتہ عورت تمام گھرانے کے لئے بیش قیمت نعمت ہے۔ یہ اپنی سہیلیوں کو تعویذ۔ گنڈے اور اس قسم کے فریبوں سے بچا سکتی ہے۔ بُری رسومات کو چھڑا سکتی ہے۔ وہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کو دُور کر سکتی ہے۔ اپنے گھر کا حساب کتاب رکھ کر خاوند کی امداد کر سکتی ہے۔ ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا ذیل کے طریق کے مطابق ان کی تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے۔

(۱) خانہ داری کے امور اس کے لئے معمولی نوشت و خواند۔ بچوں کی پرورش و تربیت کا طریق۔ کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ کپڑے دھونا وغیرہ کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی جائے۔

(۲) مذہبی اور تواریخی کتب خاص طور پر ان کو پڑھائی جائیں۔

(۳) اصول حفظان صحت کی تعلیم دی جائے۔

(۴) معمولی طبی اصول۔ مفرد ادویات کے خواص اور ان کے مرکب بنانے کے طریق ان کو بتائے جائیں تا کہ معمولی عوارضات میں اپنے گھرانے کے لوگوں کو طبی مشورہ دے سکے۔

خلاصہ یہ کہ ایسا نصاب مقرر کیا جائے جس سے عورتیں اپنے فرائض کو بخوبی سمجھ سکیں۔ پاکیزہ اور باعصمت زندگی بسر کر سکیں۔ اور تعلیم ان کے لئے ہر طرح سے اطمینان بخش ثابت ہو۔

اخیر میں مَیں تمام ذمہ دار اصحابؔ سے اپیل کرتا ہوں کہ اس طرف ان کو جلد از جلد توجہ دینی چاہئے۔ تاکہ آنے والی نسلیں ترقی کے زینہ پر گامزن ہو سکیں۔

میں ایزد بیچوں کی درگاہ میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگتا ہوں کہ وہ قدامت پسندوں کے دلوں کو بہت جلد پھیر دے تاکہ وہ تعلیم نسواں کے زبردست حامی بن جائیں۔ اور موجودہ خرابیاں دُور ہو سکیں آمین۔

(راقم ہوونند رام ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ہرڑند)

جذباتِ عزیز

(لسان الہند مرزا عزیزؔ لکھنوی)

وصالِ دائمی کیا ہے شبِ فرقت میں مر جانا
قضا کیا ہے؟ دلی جذبات کا حد سے گزر جانا

اسے بھی دردِ دل کا اک بیانِ مختصر جانا
شکن ماتھے پہ پڑنا اور مریضِ غم کا مر جانا

یہاں تک متصل رونا کہ آخر کار مر جانا
قیامت ہے قیامت سر سے پانی کا گزر جانا

وفورِ ضعف میں آہِ رسا کی اک کرامت تھی
مریضِ ہجر کی ڈوبی ہوئی نبضیں اُبھر جانا

جنونِ عشق میں کوئی مری رفتار تو دیکھے
وہ چلنا تھوڑی دُور اور چلتے چلتے پھر ٹھہر جانا

وہ محویت رہی طاری رہا کچھ ایسے عالم میں
نہ شامِ غم کو پہچانا نہ اندازِ سحر جانا

جو مسکن دیکھنا ہو عبرتِ گورِ غریباں کا
ٹھہر جانا ذرا اِک قبر پر تم جب اِدھر جانا

نہ پوچھو بعد میرے میرے غم خانے کی تاثیریں
بہا لینا ہر اِک کا چار آنسو جب اِدھر جانا

اِنہیں ٹوٹی ہوئی قبروں میں ہے اِک تُربتِ بیکس
ذرا مُنہ پھیر لینا جانے والے جب اُدھر جانا

عزیزؔ اب حکم آیا ہے سوادِ شامِ فرقت کا
سحر تک کروٹیں لیتے ہی لیتے غم سے مر جانا

ایڈیٹر و شاعر کی حقیقت

فاش می گویم و از گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

آجکل اخبارات و رسائل کا حشرات الارض کی طرح نمودار ہونا اور فنا ہو جانا معمولی بات ہے۔ خصوصیت سے نااہل حضرات نے اجرائے اخبار و رسائل کو طفلانہ بازی گری کا مصداق بنا رکھا ہے۔ جہاں اور بہت سے شوق ہیں منجملہ اُن کے اخبار بازی کا بھی ایک شوق ہے۔ موجودہ فضا میں بیکاری و افلاس کی وجہ سے اخبار بازی پر گویا کہ لوگوں کو مجبور سا کر دیا ہے۔ جب کوئی ذریعہ معاش نہ ہو سکا تو ایک اخبار یا رسالہ جاری کر دیا اور پانچوں سواروں میں نامزد ہو گئے۔

اس پیشہ کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ سب سے پہلے مشاعروں میں پابندی سے شرکت کی جاتی ہے۔ شہر کا کوئی مشاعرہ ہو اُس میں شرکت نہ کرنا بدترین گناہ سمجھتے ہیں۔ مدعو ہوں یا نہ ہوں اس سے کچھ بحث نہیں۔ دو چار بار کسی شاعر کے ساتھ مشاعرہ میں چلے گئے۔ پھر تو تنہا جانے کی خود بخود ہمت و جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ وقت کی پابندی کا اس قدر خیال ہوتا ہے کہ چاہے کتنے ہی ضروری اور اہم کام کا ہرج و نقصان ہو مگر مشاعرہ کا جو وقت سُنا یا کسی اعلان میں دیکھا ہے۔ اُس سے ایک منٹ بھی دیر نہ ہو بلکہ قبل از وقت پہنچنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ابھی تک حضرت کی شان مشتاق سخن کی ہے اور سخن فہم ایسے ہیں کہ جب شعراء واہ واہ کرتے ہیں تو ہمارے حضرت بھی واہ واہ کے نعرے بلند کرنے لگتے ہیں۔ دوسرے شاعر خاموش بھی ہو گئے۔ مگر حضرت تعریفوں کے پُل باندھ رہے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد اتنی ترقی ہو گئی کہ گویا شاعر ہو گئے۔ اب خود بھی مشاعرہ میں پڑھنے اور صف اوّل میں بیٹھنے کا بھوت سوار ہوا۔ کسی مشاعرہ کی طرح سُنی فوراً مصرعہ نوٹ کر لائے۔ چند سطریں شعر نما لکھ کر کسی شاعر کے پاس لے گئے۔ اُس نے سب سطریں قلمزن کر دیں۔ اور اُسی طرح میں چند شعر خود کہہ کر لکھ دیئے اور کوئی پھڑکتا ہوا تخلص بھی مقطع میں نظم کر دیا۔ لیجئے مستند شاعر ہو گئے۔ فہرست شاگردی میں اُستاد نے نام درج کر لیا۔ اُستاد کو اپنے شاگردوں کی تعداد بڑھانا مقصود ہے۔ اور شاگرد کو مشاعرہ میں صف اوّل میں بیٹھنے کا فخر حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ اتنی آسانی کسی فن کی سند حاصل کرنے میں نہیں ہوتی ہے جس قدر جلد شاعر ہو سکتا ہے۔ نام کے ساتھ مارک بنا کر علی الاعلان لکھنا شروع کر دیجئے کوئی جرم نہیں نہ کوئی پُرساں حال ہوگا بلکہ اور مشاعرہ کے کارڈ آنا شروع ہو جائینگے۔ "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد"۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسے نا اہل ہوتے ہیں کہ اگر ان سے کوئی خود اُنہی کے شعر کا مطلب پوچھے تو نہیں بتا سکتے۔ مگر شاعر ہیں۔　　ــــ

صورت لیلیٰ نہ دیکھی پڑھ لیا دیوانِ قیس شاعری آئی نہیں لیکن زباں داں بن گئے

غزل کہی ہوئی اُستاد کی ہے۔ مشاعرہ میں داد شاگرد حاصل کر رہے ہیں۔ مشاعرہ میں پہنچ کر صف اوّل میں جا بیٹھے اور ہر ایک شاعر کے ایک ایک مصرعہ پر شعراء کے مخصوص تعریفی الفاظ استعمال کر رہے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ نہایت سخن فہم ہیں۔ حالانکہ حضرت کی شعر گوئی اور سخن فہمی کا پتہ اُس وقت چلتا جبکہ اساتذہ معیار شاعری یہ مقرر کر دیتے کہ جس قدر نئے شاعر ہوتے اُن کے لئے مخصوص ایک مشاعرہ کیا جاتا۔ اور ایک مصرعہ طرح فوری دیا جاتا اور فی البدیہہ غزل کہلوائی جاتی۔ وقت مقرر کر دیا جاتا۔ جو نااہل ہوتے اُن کی قلعی کھل جاتی۔ محض مشاعرہ میں غزل پڑھ دینا یا شعراء کے مخصوص تعریفی جملے استعمال کر لینا شاعر بننے کے لئے کافی نہیں ہے۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کے نااہل شعرا جب مشاعرہ میں پہنچ جاتے ہیں تو سب سے بلند آواز اور سب سے زیادہ تعریف کرنے والے اسی قسم کے شاعر ہوتے ہیں۔ جہاں کسی نے شعر پڑھا بس تعریف کرنا شروع کر دی۔ واہ واہ۔ واہ۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ کیا اچھا ماحصل ہے۔ جناب کیا تلاش سے مصرعہ لگایا ہے۔ ما شاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ کیا کیا بندشیں ہیں۔ ذرا پھر ارشاد ہو۔ آہا ہا ذرا زحمت ہوگی ایک بار پھر عنایت ہو۔ واللہ اس شعر سے سیری نہیں ہوتی۔ آپ کی غزل حاصل مشاعرہ ہے۔ اب دوسرے شعرا جو ذی فہم اور بامذاق ہیں وہ بار بار پڑھوانے کی خواہش نہیں کر رہے ہیں۔ مگر ٹکری والوں کی سیری بھی نہیں ہوتی۔ جب تعریف کرنیوالوں کی باری آئی تو الامان والحفیظ۔ مشاعرہ کا ہال گونج اُٹھا۔ پورا مصرعہ بھی نہیں سُنائی دیا۔ کہ تعریفیں ہونے لگیں۔ کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی۔ جو اساتذہ ہیں خواہ مخواہ اُنکا مزاج متعفن و کدر ہوتا ہے۔ سخت تعجب اور حیرت ہے کہ جو شاعر اپنے ہی شعر کا مطلب نہ بتا سکے۔ خود موزوں نہ پڑھ سکے۔ املا اور تلفظ نہ صحیح ہو۔ دوسرے سے کہلوانے کا محتاج ہو۔ تقطیع و وزن۔ بحر و عروض۔ ردیف و قافیہ وغیرہ سے ناآشنا ہو۔ ایسے لوگوں کو کیا حق ہے کہ وہ اپنے کو شاعر کہلواتے ہیں۔ تمیز و صلاحیت نہیں مگر شعرا کے کلام پر اکثر اعتراض بھی کر بیٹھتے ہیں۔

شاعری کوئی میراث تو ہے نہیں کہ خاندانی دستور کے موافق کرنا پڑتا ہے۔ اہل ہوں یا نہ ہوں۔ کوئی حکومت کا علیہ اور خطاب بھی نہیں ہے۔ کہ میں کیا کروں۔ حکومت سے مجھ کو ملا ہے۔ لکھنؤ یا دہلی کا باشندہ ہونا بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ شاعر ہونا لازمی ہو۔ جب کسی قسم کی کوئی مجبوری نہیں ہے تو پھر کیوں ایسی حرکت کی جاتی ہے جو انگشت نمائی کا باعث ہو۔

ایک شاعر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی گفتگو کے چند الفاظ یاد آگئے جو ہدیہ ناظرین ہیں۔ خیال کیجئے کہ ایسے حضرات ادب اور زبان کی خدمت کے دعویدار ہیں۔ حالانکہ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" کا مصداق ہیں۔

آپ تو ہمارے کہیاں کبھی آتے بھی نہیں۔ شاذ و نادر ملاقات ہو جاتی ہے۔ اما کیا بتائیں وَخت بڑا خراب ہے۔ رُزگار چلتا نہیں۔ آج کل جیدآدوالوں کے مزے ہیں۔ اور کہئے آپ کا مجاز اچھا رہتا ہے۔ سب خیر صلّاہے۔ پان سے شوق کیجئے۔ تماخو تو آپ کھاتے ہیں نہ؟ کہئے قبوتر بازی کا کیا رنگ ہے۔ الوَخت میں گوش پھرنے گیا تھا ایک تو چکنی کا نام نہیں دوسرے بَ آرہی ہے۔ لڑکے کو ٹھگ لیا۔ نقد دام لینا آہے۔ اُس پر بھی بے فضول کی باتیں کرتا ہے۔ صبو سے پریشان ہو گیا۔ اَب کھیاں امام دستہ تو نہیں ہے؟ کہیں نخاّص شہد ملے تو دھیان رکھئے گا۔ سال فی المال میرے ایک دوست کیویان مَشَترَہ (مشاعرہ) ہے۔ آپ سے بھی وَیدا لئے لیتا ہوں۔

اگر اِن باتوں پر اعتراض کیجئے تو جواب موجود ہے کہ غلط العام فصیح۔ کیا خوب! لکھنؤ اور دہلی میں رہنا گویا سند ہے کہ اہل زبان ہیں۔ شاعر ہیں۔ ماہر موسیقی ہیں۔ کنکوا باز ہیں۔ کبوتر باز و بیٹر باز ہیں۔ ادیب ہیں۔ اڈیٹر ہیں۔ چاہے پردیسی ہوں یا شہری محض سکونت سے یہ سب باتیں آجاتی ہیں۔ شائد آب و ہوا کی تاثیر ہے۔ کیا خوب! اخیر جناب شاعر ہو گئے تو مضمون نگاری کا خبط اور ایڈیٹر بننے کا سودا ہوا۔ اخبارات و رسائل دیکھنے کی فکر ہوئی۔ اب اپنا بجٹ بوجہ فاروقی خصلت یا مفلسی و ناداری کے خریدنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس وجہ سے لائبریریوں میں جانا شروع کیا اور وہ حضرات جن کے پاس پرچے آتے ہیں یا منگواتے ہیں اُن سے مراسم پیدا کئے۔ اور اخبار بینی کا شوق اس قدر تجاوز کر گیا کہ بغیر دیکھے نہ تو نیند ہی آتی ہے نہ ہاضمہ درست رہتا ہے۔ جس جس کے پاس پرچے آتے ہیں وہاں شکاری بلی کی طرح تاک میں بیٹھے ہیں۔ بار بار بے چین ہو ہو کر بے صبری سے ڈاکیہ کی آمد کا وقت دریافت فرماتے ہیں۔ خدا خدا کر کے ہاضمہ کا چورن پل گئے ڈاکیہ کی شکل دیکھتے ہی ڈاک کے ڈاکو نے چیل کی طرح جھپٹ کر پرچہ کو دلوچ لیا۔ اور نوچ نوچ کر بدتمیزی سے کھانا شروع کر دیا۔ کیا مجال ہے کہ کوئی دوسرا بھی شریک ہو سکے۔ جب تک اخبار کے نام سے مطبع کے نام تک ایک ایک حرف چاٹ نہیں لیا پرچہ دبوچے بیٹھے ہیں۔ اگر رسالہ ہے تو دیکھتے دیکھتے فرمانے لگے کہ بھائی میں کل صبح کو دے جاؤں گا اطمینان رکھئے۔ جس نے منگایا ہے وہ بیچارہ غیروں کی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ جب مفت خوروں سے پرچوں کو نجات ملتی ہے تو اصل خریدار کے دیکھنے میں آجاتا ہے۔ ورنہ پرچہ دست بدست گردش ہی میں رہتا ہے۔ اکثر نے تو ایسے مُفت بین حضرات سے عاجز و مجبور ہو کر پرچہ منگانا بند کر دیا۔ چند دن میں اخبار بینی سے یہ فائدہ حاصل ہُوا کہ عبارت تیز پڑھنے لگے۔ کچھ معلومات میں بھی اضافہ ہو گیا مشتہرین کے نام اور پتوں سے واقفیت ہو گئی۔ کچھ خبروں سے بھی باخبر ہو گئے۔ حالانکہ ابھی تک یہ علم نہیں کہ ہٹلر مرد ہیں یا عورت۔ غرضیکہ ایڈیٹر کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ اب پرچہ نکالنے اور ایڈیٹر بننے کا بھوت سوار ہو گیا۔

مشاطہ کی طرح سبز باغ دکھا کر اپنی قابلیت کی لاف زنی کر کے کسی کو سرپرست کسی کو پروپرائٹر اور خود ذات شریف ایڈیٹر بن بیٹھے مضمون نگاروں کی خوشامد کر کے مضامین جمع کئے ۔ کاتبوں کو پھانس کر کتابت کرائی ۔ کچھ رقم برائے نام دیدی باقی حساب چل رہا ہے ۔ کاغذی قرض دینے سے رہا کسی کی ضمانت کرا دی ۔ کچھ رقم بھی دیدی ۔ کسی پریس میں پہنچے ۔ لمبی چوڑی سرمایہ نہ ہونے کی داستان بیان کی چکنی چپڑی باتیں بناکر یہ طے کر لیا کہ جناب دو پرچوں کی طباعت واجب الادا رہے گی ۔ باقی حساب بیباق ہوتا جائیگا ۔ پریس والے نے شریف سمجھ کر منظور کر لیا ۔ پرچہ چھپ کر تیار ہو گیا ۔ دفتری کی تلاش ہوئی اُس سے بھی طے کر لیا کہ جب دوسرا پرچہ بناؤ گے تو پہلے پرچہ کی اُجرت بیباق کر دی جائیگی ۔ اب ٹکٹ کی فکر ہوئی ۔ بھلا ڈاکخانہ سے قرض ٹکٹ کیسے مل سکتا ہے ۔ نہ باتیں کام آسکتی ہیں نہ ضامن ۔ وہاں تو کسی طرح بھی دال نہیں گل سکتی ۔ دوست احباب سے عزیز و اقارب سے ۔ کچھ مشتہرین سے پیشگی لیا ۔ کچھ احباب اور آشناؤں سے وعدۂ فردا پر قرض لیا جس سے قرض لیا اُس کو یقین دلا دیا کہ یہ دیکھئے پرچہ آج جا رہا ہے ۔ دو تین روز میں وی پی وصول ہو جائینگے ۔ روپیہ ہی روپیہ ہو جائیگا ۔ حالانکہ کل کا وعدہ واقعی وعدۂ فردا کا صحیح مفہوم ہو جاتا ہے ۔ خیر صاحب قرض وغیرہ لے کر ٹکٹ کا انتظام کیا ۔ اور تمام ایڈیٹروں کے نام مشتہر بازوں کے نام ۔ رؤسا اور معززین کے نام ۔ احباب و شناسا کے نام ۔ حتےٰ کہ زبردستی جان نہ پہچان حضرات کے نام روانہ کر دیئے ۔ بعضوں کے نام سفارشی حوالے دلائے کہ فلاں صاحب نے آپ کا پتہ مجھ کو بتایا اور وی پی روانہ کرنیکا مجھ کو حکم دیا ہے ۔ پرچہ میں اعلان بھی موجود ہے کہ یہ نمونہ ہے ۔ آئندہ وی پی ارسال خدمت ہو گا ۔ اُس کو وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہو گا ۔ اُمید ہے کہ وی پی وصول فرما کر شکر گزاری کا موقع دیجئے گا ۔ تھوڑے نمونے بھیجے اور تھوڑے وی پی پہلے ہی سے کر دیئے ۔ سو میں پانچ وی پی وصول ہوئے ۔ باقی واپس آکر ردی کے لئے جمع ہوتے رہے ۔ کچھ پر پتہ نہیں چلا لکھا ہوا واپس آیا ۔ بیشتر پر نامنظور لکھا ہوا واپس آیا ۔ جو نمونے گئے تھے وہ کوئی نہیں واپس آئے اور وی پی والے گھوم پھر کر دُنیا کی گولائی کا ثبوت دیتے ہوئے ایڈیٹر کی خدمت میں لوٹ کر آگئے ۔ کچھ عرصہ تک یہی رنگ چلا ۔ راستے میں جو مل گیا یا جہاں گئے پرچہ کا اور اپنا تعارف کر کے خریداری یا اشتہار دینے کی درخواست کرتے رہے ۔ اب ایڈیٹر صاحب کی شان یہ ہے ۔ کہ ایک ہاتھ میں پرچہ ہے دوسرا ہاتھ پتلون کی جیب میں ہے ۔ دوکان ۔ دوکان اشتہار اور گھر گھر خریدار حاصل کرتے پھرتے ہیں ۔ اپنی عدیم الفرصتی اور پرچہ کی خریداری پر رغبت کے لکچر بیان کرتے پھرتے ہیں ۔ پانچویں چھٹے درجہ تک کی تعلیم حاصل کی ہے ۔ مگر گفتگو اور فیشن و شان سے گریجویٹ معلوم ہوتے ہیں ۔ اُردو میں بات چیت کرتے ہیں مگر ہر جملے میں دو چار الفاظ انگریزی کے ضرور مخلوط ہوتے ہیں گفتگو

تیز اور موشن سے گفتگو کرتے ہیں جس سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اُس پر اپنی پوری قابلیت کا جال پھیلا دیتے ہیں۔ ایسے رٹے ہوئے جملے ایک ہی سانس میں کہہ جاتے ہیں کہ دوسرے کو بات کرنے اور جواب دینے کا موقع نہیں ملتا۔ سوائے اس کے کہ دم بخود سُنا کرے۔ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم والا مضمون ہوتا ہے۔ ایڈیٹر صاحب کی گفتگو بھی ناظرین ملاحظہ کرلیں۔ چار آنکھیں ہوتے ہی "ہیلو مسٹر تمہاری تو تلاش تھی خوب ملے" بس اس ایک جملہ کا جواب تو بیچارہ مخاطب دے سکا پھر نوبت نہ آئی۔ ایڈیٹر صاحب کی ڈاک چھٹ گئی "بھئی ایک پیپر جاری کیا ہے۔ تم بھی ابدل کے فرینڈ ہو ہلپ دو اور ٹرائی کرو۔ مجھے کنویسنگ کا چانس نہیں ملتا۔ میں ٹائم کا بہت پنکچول ہوں۔ تقریباً ٹوینٹی فور آور میں بزی رہتا ہوں۔ ارلی ان دا مارننگ اُٹھتا ہوں۔ ٹی کے بعد ایڈیٹوریل اور لوکل نیوز لکھتا ہوں۔ اُس کے بعد ہاتھ کیا بریک فاسٹ سے فرصت ہوئی آفس میں جاکر بیٹھ گیا۔ ڈاک دیکھی کارسپانڈنس کیا۔ اتنے میں پیپر کمپلیٹ ہوکر آگیا۔ ڈسپیچ کرایا ایڈرس لکھا پوسٹ کرادیا۔ پھر ذرا اپنی چیئر پر مائنڈ کو ریسٹ دیتا ہوں۔ ٹفن ٹائم ہوگیا۔ اُس کو فنش کیا۔ ایوننگ میں ٹی کے بعد واک کو نکل جاتا ہوں۔ نائٹ ٹائمس میں میٹنگ وغیرہ کہیں ہوئی اُس کو اٹینڈ کیا۔ اُس کے بعد ریڈنگ روم میں چلا گیا۔ کچھ پیپرس دیکھے نیوز وغیرہ نوٹ کیں۔ بارہ بج گئے گھر آکر پڑ رہا۔ بعض ٹائم میں مائنڈ اپسنڈ ہو جاتا ہے۔ کوئی ورک نہیں کرسکتا ہوں۔ ایڈیٹری میں بہت ڈیفیکلٹیز ہیں۔ (جیب سے پاس نکال کر) تم جانتے ہو مجھے سینما سے کس قدر انٹرسٹ ہے۔ یہ دیکھو حالانکہ پاس موجود ہے مگر ٹائم نہیں ملتا۔ کیا کروں ہلپلس نو ٹائم۔ پرسنل ورک لیٹ ہو جاتا ہے۔ بعض سرکمس ٹانسز ایسے ہیں کہ محنت مشکل ہے۔ ہوم کنڈیشن ایسی ہے کہ مدراور ایج ہیں۔ وائف بیک ہیں۔ ڈلیوری ہونے والی ہے۔ بہت امپارٹنٹ کیس ہے۔ مائنڈ بالکل اپسنڈ ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نا کہ وہاٹ وی شُڈ ڈو۔ ایک دفعہ گھبرا کر سامنے سیمین کو پل دیا تو جھٹ آنکھیں نکال کر اور ہونٹ سکوڑ کر بولے او مائی گڈ گاڈ۔ لیٹ ہوگیا۔ ٹو لیٹ۔ ایک فرینڈ سے اپائنٹمنٹ تھا۔ اور اگیزیٹ ٹائم پر پارک میں ملنے کا پرامس تھا۔ وہ بیچارہ ویٹ کر رہا ہوگا۔ ناؤ آئی ایم گوئنگ۔ پھر ملونگا۔ اپنی ادرٹائم آئی ول سی یو۔ یا آفس ٹائم پر تم خود آجانا۔ تھینک یو گڈ بائی۔ چلتے چلتے بیچارے وصیت کرتے گئے کہ پیپر تمہارے ایڈریس پر ایشو کردونگا۔ ذرا کسٹمر اور ایڈورٹائز دونو کا خیال رکھنا۔ یہ لیجئے صاحب ایڈیٹر صاحب ہاتھ ملاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ ڈاک گاڑی آئی تھی نکل گئی جس سے گفتگو کی تھی وہ مبہوت تکتا رہ گیا۔ اور یہ غور کرنے لگا کہ کلاس میں تو یہ حضرت بہت کند ذہن اور غبی تھے۔ برابر فیل ہوتے رہے۔ پانچویں درجہ سے تعلیم بھی چھوڑ دی تھی۔ یہ اتنے قابل کیسے ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

کسی اور جگہ تعلیم حاصل کی ہے۔ جب اتنی قابلیت سے بات چیت کرتے ہیں تو پرچہ بھی خوب ہوگا۔ اب پرچہ کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے۔ دو چار دن بعد پرچہ آیا۔ ٹائیٹل پر نام لکھا ہُوا اور تخلص پر بارک بنا ہُوا جلی قلم سے چھپا ہُوا ہے۔ دیکھنے سے یہ بھی پتہ چلا کہ مفت شاعر بھی ہوگئے ہیں۔ خوب پڑھا دیکھا بھالا۔ ایڈیٹر صاحب کا مضمون پڑھا تو ما شا اللہ اور سبحان اللہ۔ سُرخی اور مضمون سے کوئی تناسب ہی نہیں مضمون کی یہ حالت کہ نہ مبتدا کی خبر کا پتہ نہ خبر کے مبتدا کا۔ بحث سرکار سے۔ چھینٹے لیڈروں پر۔ سوال کانگریس سے جواب قوم کا۔ پھر خود نیوٹرل کے نیوٹرل۔ سب کے دوست اور مخالف کے مخالف۔ یہ کہیں سے نہ پتہ چلا کہ ایڈیٹر کا منشا کیا ہے۔ یہ تو ایڈیٹوریل کا حال ہے۔ باقی وہی چیزیں جو دو چار دن پہلے دوسرے اخباروں میں نظر سے گذر چکی ہیں۔ مضمون نگار ایسے ایسے کہ دُنیائے صحافت میں کبھی پائے نہیں گئے۔ ایڈیٹر صاحب کے نیوٹرل ہونے کا سرانجام ظہور میں آیا کہ جب کوئی معاملہ آ پڑا تو ہر ایک نے اپنا مخالف سمجھ کر دُودھ کی مکھی کا سلوک کیا۔ کسی ہمعصر نے بھی تائید نہ کی۔ چمگادڑ کی طرح اِملی کی ٹہنی میں جا لٹکے۔ کسی نے ڈیفیمیشن چلا دیا تو سب ضبط ہوگیا۔ ایڈیٹر صاحب بڑے گھر میں چہل قدمی کر رہے ہیں۔ اب ایڈیٹر صاحب جب پھر کوئی نیا جنم لینگے تو دکھائی دینگے۔ چند روز خوب شان وشوکت سے پرچہ نکلا۔ اخباروں میں خیر مقدم اور ریویو کی دھوم مچی۔ خوب پروپیگنڈا کیا۔ چند دنوں کے بعد کاتبوں نے رقم بقایا ہونے کی وجہ سے سٹرائک کردی۔ پریس والے نے چھاپنا بند کردیا۔ کاغذ والے نے عدالتی چارہ جوئی کی۔ پرچہ بھی خلاف وقت نکلنے لگا۔ ہر پرچہ میں نوٹ معذرت موجود ہے۔ کبھی کاتب بیمار ہوگیا۔ کبھی پریس کی بجلی فیل ہوگئی۔ کبھی ایڈیٹر صاحب بیمار ہیں یا دورہ پر ہیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ پرچہ کا وقار آخر کار جاتا رہا۔ ایڈیٹر صاحب کی قابلیت کا راز بھی فاش ہوگیا۔ خریدار اور مشتہرین جو پیشگی رقم دیکر پھنس چکے تھے۔ اُن لوگوں نے خط پر خط بھیجنا شروع کئے مگر جواب کون دے۔ ایڈیٹر صاحب موجود نہیں ہیں۔ لیجئے جناب پرچہ بھی غائب ایڈیٹر صاحب بھی لاپتہ۔ لوگوں نے مفقود الخبر سمجھ کر فاتحہ پڑھ دی۔ ختم شد۔ اتفاق سے کہیں راستے گلی میں کسی کا سامنا ہوگیا اُس نے پہچانا اور صلواتیں سُنانا شروع کیں۔ تو نہایت مسکینت اور لجاجت سے فرمانے لگے کہ بھئی میں کیا کروں۔ میں خود ہی اخبار کے پیچھے تباہ ہوگیا۔ اپنے کو مٹا کے میں نے پرچہ کو کامیاب بنایا تھا۔ ہر طرح کی زحمت و مصیبت برداشت کی - مگر قوم بڑی لاپروا اور ناقدری ثابت ہوئی۔ واللہ آجکل قدردان نہیں نہ احساس ہی باقی رہا۔ ابتدا ہی میں پرچہ دیکھئے کس قدر کامیاب ہوگیا تھا۔ آپ نے نمبر خریداری سے اندازہ کیا ہوگا۔ دو تین ہزار شائع ہوتا تھا۔ (حالانکہ بمشکل دوڈھائی سو شائع ہوتا تھا اور نمبر خریداری ۵۰۱ء سے شروع کیا گیا تھا) اس المناک داستان کو سُنکر شاکی بیچارہ خاموش ہوگیا۔ یہ فرماتے ہوئے چلدیئے کہ میں عنقریب دوسرا پرچہ جاری کرنے والا ہوں۔ اُس میں آپ کا بقیہ چندہ محسوب کرلونگا۔ دعا کیجئے کہ کامیابی ہو۔ "برین عقل و دانش بباید گریست" یہ طے

شدہ ہے کہ لکھنؤ والوں نے ہر فن اور ہر بازی کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ مگر اخبار بازی میں پنجاب کو لکھنؤ پر ترجیح حاصل ہے۔ انصافاً ملک میں پنجاب اخبارات ورسائل کی منڈی ہے۔ جو پرچہ یا رسالہ وہاں سے جاری ہوتا ہے نہایت آب وتاب سے نمودار ہوتا ہے۔ اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ وہاں ترقی اور کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ پنجاب میں نسبتاً یہی ایک بازی زیادہ ترقی پذیر ہے۔ یعنی پرچہ بازی۔ لکھنؤ میں چونکہ لاتعداد بازیاں ہیں اس وجہ سے پرچہ بازی میں لکھنؤ پنجاب کے دوش بدوش نہیں چل سکتا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ لکھنؤ میں ایڈیٹری اور مضمون نگاری کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہاں ہر شخص شاعر ہے۔ مضمون نگار ہے۔ فسانہ نویس ہے۔ نثار ہے۔ ادیب ہے۔ اہل زبان ہے (خواہ ڈھول کا پول کیوں نہ ہو مگر اپنے کو سمجھتا تو ہے) اس وجہ سے ایڈیٹری کی صلاحیت سب میں ہے۔ خصوصیت سے نااہل حضرات اپنے منہ میاں مٹھو بنیں۔ دیگرے نیست میں مست وسرشار ہیں۔ گویا پرچہ نکالنا ایک فیشن ہوگیا ہے۔ جو اُٹھا ایک پرچہ جاری کردیا چاہے وہ دو تین چار اشاعت کی زندگی پائے۔ بقا وفنا پر نظر نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے حُباب کا نمونہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ برعکس اس کے پنجاب میں یہاں کی طرح کثرت نہیں ہے قلت ہے۔ اسی وجہ سے جو ہیں وہ قابل فخر اور مستحق تحسین ہیں پوری محنت ودیانت سے کام کرتے ہیں۔ مضامین نگاری کی وقعت کرتے ہیں۔ پرچہ ترقی پاتا اور کامیاب ہوتا ہے۔ یہاں کھیل ہے وہاں کام ہے۔ وہاں فرضی کارروائیوں پر کم کاربند ہوتے ہیں۔ یہاں فرضی پروپیگنڈے سے کام نکالنا فخر سمجھتے ہیں۔ عجیب لُطف کی بات ہے کہ ایڈیٹر بننے کے بعد اہل مطبع ہونے کا بھی سودا ہوجاتا ہے۔ دو ایک ٹوٹے پھوٹے پتھر اور چھوٹا سا سسٹ پٹ ہینڈ پریس قانونی بچت کے لئے مہیا کر کے مطبع کا ڈیکلریشن حاصل کرلیا۔ لیجئے اہل مطبع بھی ہوگئے۔ اخبار چھپتا ہے دوسرے مطبع میں نام چھپتا ہے اپنے مطبع کا۔ مطبوں کا نام اشتہاروں اور اخباروں میں دیکھ لیجئے۔ مگر وجود کا پتہ کہیں نہیں۔ مثلاً رضا کار پریس۔ صادق پریس۔ انڈین پریس۔ نادر پریس۔ ناظر پریس۔ انوار پریس وغیرہ وغیرہ۔ معلوم نہیں یہ مطابع کس محلہ میں واقع ہیں۔ بڑا شہر ہے پتہ نہیں چلتا۔ ہوگا ضرور ورنہ نام کیسے طبع ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عملی معاملات میں اہل پنجاب کو داد دینا پڑتی ہے۔ لکھنؤ بیچارہ بھی جس قدر ادب کی خدمت ہوسکتی ہے کرتا ہے۔ اہل حضرات تو ہر کام اہلیت سے کامیاب کرلیتے ہیں۔ چاہے پنجابی ہوں یا لکھنوی مگر نااہل جو حشرات الارض کی طرح دُنیائے صحافت میں پیدا ہوگئے ہیں۔ انہوں نے خواہ مخواہ ادب کو پراگندہ کر رکھا ہے۔ خواہ وہ لکھنؤ کے ہوں یا پنجاب کے۔ یوں تو ملک میں گوشہ گوشہ سے اخبارات ورسائل حُباب کی طرح نمودار ہوئے اور رفنا ہوگئے۔ پرچے نہایت شان وشوکت سے جاری ہوئے اور نااہلیت کی بنا پر چند ہی دن میں بند ہوگئے نام تک فنا ہوگیا۔ اور جن لوگوں میں اہلیت وصلاحیت اور قابلیت ہے اُن کے پرچے جب سے جاری ہوئے اب تک

قائم ہیں۔ اور وہ اپنی خوش حالگی اور قابلیت کے باعث ہمیشہ جاری رہیں گے۔ جو نیک نیتی سے کام کرتے ہیں وہی ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ اور جن کو محض پیسہ کمانا اور اپنا نام نمود اور شہرت حاصل کرنا ہے۔ وہی دُنیائے صحافت میں بدنام ہوتے ہیں اور صحافت و ادب پر بدنما دھبہ لگاتے ہیں۔ اور جو حقیقتاً اہل ہیں وہ حقیقت میں قابل فخر ہیں۔ بعض بیچارے ہمت بلند کرتے ہیں مگر پست ہو جاتے ہیں۔ اپنے مونس و ہمدم بھی وقت پر کام نہیں آتے۔ دُنیا اپنی مطلب کی ہے۔ کوئی نصیحت کرتا ہے۔ کوئی حق بات کہتا ہے۔ مگر آجکل صداقت و راستی کا زمانہ نہیں ہے۔ کوئی اودھ پنچ کا سرپنچ بنتا ہے مگر وقعت نہیں ہوتی۔ پنچ کو غرور پسند نہیں ہوتا ہے۔ برادری سے مل کر رہنا چاہیئے۔ کوئی پیغام رسانی میں منہمک ہے کوئی استحاد کی ہدایت کرتا ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ اکثر جام جہاں نما کی طرح وقیع ہو کے نظروں سے گر جاتے ہیں۔ بعض واقعات کے انکشاف میں تھک کر بیٹھ رہے۔ بعضوں نے ایسی ایسی ادب و صحافت میں جدت دکھائی اور شطرنج کی چالیں چلے کہ سیارے بھی اپنی چال بھول گئے۔ کسی نے ادب کی خدمت کی کسی نے فتنۂ محشر برپا کر دیا مگر زور نہ چل سکا۔ کوئی وطن و قوم کا وکیل بنا اور مثل صاعقہ کے چمکا۔ کسی نے حریم ناز میں اپنی ادائیں دکھائیں۔ کہیں پیر میخانہ نے حوصلہ مندی سے کام لیا اور ادب کے متوالوں کو مست کر دیا کہ بے ساختہ پکار اُٹھے۔ آباد رہے ساقی دائم تیرا میخانہ۔ یوں تو بہت ساقی گزرے ہیں مگر رندانِ ادب کی سیری نہ کر سکے۔ اچھے اچھے فانوس خیال ناکامیاب ہو گئے۔ بڑے بڑے مبصر بھی گم کردہ منزل ہو گئے ہیں۔ شاعر اہل ہو تو زبان کی خدمت کر سکتا ہے۔ خوب خوب نظارہ بازی ہوئی۔ کوئی دامِ الفت میں پھنسا۔ کوئی نظر پر مر مٹا۔ کوئی ترچھی نظر کا گھائل ہو گیا۔ مستقل قیام کسی کو نہ رہا۔ چمن لٹریچر میں کچھ پھول کھلے۔ غنچہ بنا گلدستہ ہُوا۔ لیکن نام وجود میں اقدام کرتے ہی مرجھا گئے جس نے قیامت برپا کی وہ فنا ہو گیا۔ اس میدان کارزار میں اکثر صلح کل اور انصاف پسند بھی آئے مگر بے سُود رہا۔ غرضکہ ادبی دُنیا میں بڑے بڑے انقلاب ہوئے کہ الامان الحفیظ۔ کوئی مرصع نگار بنا مگر منہ کی کھائی۔ نگارخانہ صحافت میں کمال دکھانا آسان نہیں۔ ایسا شیرازہ بکھرتا ہے کہ دین و دنیا کو سنبھالنا اور اپنی عصمت کو بچانا محال ہو جاتا ہے۔ سچ بول کر عروج ہوتا ہے۔ کوئی سہیل بنا کوئی سہیلی کے روپ میں نمودار ہُوا کسی کو عالمگیر شہرت ہوئی۔ کوئی اپنی نیرنگ خیالی میں ہمایوں بن بیٹھا۔ جو صوفی تھے اُنہوں نے مدینہ پسند کیا۔ زمانہ ایسا ہے کہ زمیندار تک چمن سے نہیں رہ سکتے۔ کوئی جمعیتہ کا لیڈر بن گیا اور شمع رہبری کا کام کرتا رہا۔ گلدستۂ جاوید تک فنا ہو گئے۔ کسی کو سمندِ نازیر ایک اور تازیانہ ہُوا۔ کسی نے ریاست کی لی اور اپنی پوری طاقت نکتہ چینی میں صرف کی۔ کوئی خادم دیش بنا کوئی خادم حرمین مگر نظام درست نہ کر سکا۔ کوئی نرگس بیمار کی طرح جان سے گزر گیا۔ کسی نے اپنی دلگداز باتوں سے گرویدہ بنا دیا کہ مثل نجم کے روشن ہو گیا

کوئی شیر نیستاں بنکر گرجا اور عجیب عجیب منظر دکھائے کہ ہر ناظر انگشت بدنداں رہ گیا ۔ صراط مستقیم پر چلنا بہت مشکل ہے ۔ کسی نے پیسہ جمع کرکے گدڑی کے لال دکھائے ۔ بعض اپنی قوم میں سرفراز ہو گئے ۔ رضا کار بنکر خدمت ادب کے مظاہرے کرنے چاہے ۔ بعض نے سیاست میں اپنے ہنر دکھائے ۔ کسی نے وطن کا ہمدرد بن کر اپنے جوہر دکھا دیئے ۔ کوئی سرفروش کی طرح سر بکف رہا ۔ سب نے اپنے اپنے رنگ دکھائے ۔ مگر جو جگت استاد ہے ۔ اُس نے رہنمائے تعلیم کا جامہ پہن کر ادب اور صحافت میں چار چاند لگا دیئے ۔ اور دُنیائے لٹریچر میں دھوم مچا دی ۔ اور اپنی راہ نمائی سے پچاسوں گم کردہ منزل ادب کو صراط مستقیم پر پہنچا دیا ۔ آجکل ایسے جگت استاد کی ضرورت ہے ۔ جو سچی راہ نمائی کرے ۔ وہی رہنمائے تعلیم کا سچا دعویدار ہو سکتا اور اسی کی خدمت سے فیض پہنچ سکتا ہے ۔ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہیں رہنمائے تعلیم والے جو نونہالان چمن کو محنت سے سینچ رہے ہیں ۔ وہ دوسروں کی قدر کرتے ہیں اور زمانہ اُنکی قدر کرتا ہے ۔ کامیابی اور ترقی کا سہرا اُنہیں کے سر رہے گا ۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ لاتعداد رسالے اور پرچے مثل حباب آب تاب کے ساتھ نمودار ہوئے اور چشم زدن میں نظروں سے غائب ہو گئے ۔ مگر جنکو واقعی خدمت پیش نظر ہے وہ خدمت ادب کی کر رہے اور صحافت میں لیا ہے سکہ جما رہے ہیں ۔ خدا اُنکو ہمیشہ قائم رکھے اور ثابت قدم بنائے اور روز روشن کی طرح عروج دے ۔ بیشتر اپنی نا قابلیت نا اہلیت کی وجہ سے ۔ اکثر نفسانیت اور شوخ قلمی کی بنا پر ۔ بعض بے مائیگی کے سبب سے بہتیرے بد معاملگی کے باعث وجود میں آتے ہی فنا ہو گئے جن کا عدم وجود دونو برابر ثابت ہوا ۔ مجھکو تو صرف

منظور ہے گذارش احوال واقعی اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

پرچہ ہو یا رسالہ اُسکی ترقی کا دار و مدار ہر دلعزیزی پر مبنی ہے اور ہر دلعزیزی اُسوقت حاصل ہوتی ہے جب بیجا موافقت اور ناجائز مخالفت سے اپنے دامن صحافت کو پاک رکھے ۔ بد معاملگی سے پرہیز کرے ۔ ادب کی سچی خدمت پیش نظر رکھے ۔ غیر معتبر اور بےبرتی کے مضامین اور مخارب اخلاق افسانوں وغیرہ سے گریز کرے ۔

قابلیت ہو دیانت ہو صداقت ہو ۔ قدردانی ہو ۔ لازمی ترقی اور کامیابی حاصل ہوگی نہ ہونا کیا معنی ؟ آخر میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں کسی کا مخالف نہیں کسی سے کدورت و عداوت نہیں ۔ یہ سچے واقعات ہیں ۔ جن کا نیک نیتی سے محض ہدایت و نصیحت کے لئے انکشاف مظاہرہ کیا ہے ۔ یہ اُن سچے واقعات کی اصلی تصویر ہے ۔ جس سے ہر متعلق صحافت کو روزمرہ دوچار ہونا پڑتا ہے ۔ اگر یہ عیوب ہیں تو چاہئے کہ اسکو دُور کرنے کی کوشش کی جائے اور اگر نا اہلوں کے نزدیک ہُنر ہے تو خدا انہیں مبارک کرے ۔ چشم ما روشن دل ما شاد ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

خاکسار ۔ اشفاق رضوی لکھنوی

جذباتِ عابدؔ

(جناب عابد مسیح صاحب عابدؔ مُرادآبادی)

ہے یاد مجھ کو بہت کچھ کلام حضرتِ نوحؔ
لکھا ہُوا ہے مرے دل پہ نامِ حضرتِ نوحؔ

وہی ہے رنگ وہی حُسن ہے وہی بندش
کلامِ داغ ہے گویا کلام حضرتِ نوحؔ

عدو بھی سُن کے جسے واہ واہ کہتے ہیں
وہ ہے کلام فصاحت نظام حضرتِ نوحؔ

لب و زباں سے مری مرے دیدہ و دل سے
جسے ہو پوچھنا پوچھے مقامِ حضرتِ نوحؔ

ہے نقطے نقطے میں نکتہ تو بات بات میں بات
غزل میں دیکھے کوئی اہتمامِ حضرتِ نوحؔ

ہزار جان سے قربان خود فصاحت ہو
زباں میں ہے وُہ اعلیٰ مقامِ حضرتِ نوحؔ

جما ہے خلق میں حُسنِ سلوک کا سکہ
خدائی کیوں نہ کرے احترام حضرتِ نوحؔ

ہم اپنے قول پہ لا سکتے ہیں ہزار گواہ
عیاں زمانے پہ ہے فیضِ عام حضرتِ نوحؔ

ہم اپنے دل کو لگاتے ہیں اپنی آنکھوں سے
یہ ذوق و شوق سے لیتا ہے نام حضرتِ نوحؔ

ہمیشہ عیش کے عزت کے اور قدر کے ساتھ
رہے جہاں میں الٰہی قیامِ حضرتِ نوحؔ

جو فخر ہے تجھے عابدؔ وہی ہے ناز مجھے
کہ ایک میں بھی ہوں ادنےٰ غلامِ حضرتِ نوحؔ

اقتباسات

(۱) کوسمبی — انگریزی رسالہ ماڈرن ریویو میں یہ خبر پڑھ کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ الہ آباد میونسپلٹی کے مسٹر برج نارائن ویاس جو ایک لائق انجنیر ہونے کے علاوہ ایک عالم بھی ہیں نے محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرائی ہے کہ وہ کوسمبی کے کھنڈرات کی کھدائی کرائے۔ تاریخ دان حضرات مانتے ہیں کہ کسمبی بدھ دھرم کے زمانہ میں ایک عظیم الشان شہر تھا۔

(۲) سورج کی روشنی سے مریض کے جسم کے اندرونی حصوں کا غسل — سورج کی روشنی کے ذریعہ جسم کے اندرونی حصوں کے غسل کا طریقہ ڈاکٹر جوزف منڈل بام Joseph Mandel-baum جو امراض سینہ کے بہت بڑے ماہر ہیں ایجاد کیا ہے۔ آپ نے اس امر کے لئے ایک چھوٹا سائنس کا لیمپ ایجاد کیا۔ یہ لیمپ ایک انڈے سے بھی قد میں کہیں چھوٹا ہے۔ اور اس میں سے Ultra Violet Rays کی روشنی نکلتی ہے۔ اس آلہ کو ایک مریض بغیر کسی تکلیف کے نگل سکتا ہے۔ اور جسم کے اندر معدہ یا انتڑیوں کے کسی حصہ میں جہاں کوئی تکلیف ہو اسے ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ تین منٹ کے عرصہ تک اس سے روشنی نکلتی رہتی ہے۔ ۹۰ فیصدی حالتوں میں یہ تین منٹ کا وقفہ اندرونی پھوڑے یا کسی دیگر خرابی کو رفع کرنے کے لئے بڑا کافی عرصہ ہوتا ہے۔ (پاپولر سائنس)

(۳) ہندوستان کے جنگلات — مسٹر راہندرا موہن دت ایم ایس سی نے مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون انگریزی رسالہ انڈین ریویو میں حوالہ قلم کیا ہے جس کا ضروری حصہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

جنگلات ہندوستان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ مختلف جنگلاتی وقتوں میں مختلف درختوں کے اُگنے کا دارومدار مختلف قسم کی زرخیز زمین بارش کی مقدار سطح کی اونچائی اور دیگر قدرتی حالات پر منحصر ہے۔ یہ صرف حضرتِ انسان ہی ہے۔ کہ جو لاکھوں مربع میلوں میں جنگلات کی تباہی کا باعث بنا ہوا ہے۔ دُنیا کے تمام ممالک کی حکومتوں کا یکساں طور پر تجربہ ہے۔ کہ درختوں کے قدرتی طور پر اُگنے کی رفتار اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کے درختوں کو برباد کرنے کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے مختلف ممالک کی حکومتوں کو قانون بنا کر جنگلات کی حفاظت کرنی پڑی ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ ہند کا

بھی یہ فرضِ اولین ہے کہ ملک کے اِس بے بہا سرمایہ کی خاص طور پر حفاظت کرے۔
لاکھوں میلوں میں پھیلے ہوئے جنگلوں کی بیہودہ طور پر کٹائی بہت ابتدائی زمانہ سے جاری ہے۔ لیکن اِس کے بُرے اثرات بوجہ کم آبادی جلدی محسوس نہ ہو سکے۔ لیکن جونہی آبادی بڑھنی شروع ہوئی جنگلوں کی اِس غیر منظم اور بیہودہ تباہی کا اثر بھی محسوس ہونے لگا۔ جنگلوں کی صدیوں تک محفوظ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُن میں بہت سے ایسے درخت بھی تھے جنہیں ہندو لوگ مذہبی خیال سے متبرک سمجھتے ہیں۔ پہلے پہل سلطنت مغلیہ کے زوال کے دنوں میں بڑھتی ہوئی آبادی کے سبب جنگلوں کی کمی محسوس ہونے لگی۔ لیکن چونکہ اِن مغل بادشاہوں کو اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ہی ٹھیک کرنے سے فرصت نہ ملتی تھی تو بھلا جنگلوں کی حفاظت، کیا خاک کرتے۔ انگریزی حکومت کے شروع میں جنگلوں کی تباہی کا اثر زیادہ اور نمایاں طور پر محسوس ہوا۔ لارڈ ڈلہوزی پہلے گورنر جنرل تھے جنہوں نے اِس امر کو محسوس کیا۔ اور ۱۸۵۵ء میں جنگلات کے متعلق ایسی پالیسی کا اعلان کیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے اِس کام میں روکاوٹ ڈالی۔ لیکن ۱۸۶۰ء سے جنگلوں کی حفاظت کا انتظام خاطرخواہ طور پر ہونے لگا۔ مختلف درختوں کی چھان بین اور مختلف علاقہ کے مختلف درختوں کے لحاظ سے تقسیم کی گئی۔ لیکن ابھی تک یہ کام پُورا نہیں ہوا۔ اور اُجڑے ہوئے جنگلاتی علاقہ میں دوبارہ درخت لگا کر آباد کرنے کا کام ابھی بالکل ادھورا ہی ہے۔ ۱۸۹۴ء کی حکومت ہند نے صاف الفاظ میں جنگلات کے متعلق اپنی پالیسی کا اعلان کیا۔ اور مختلف جنگلات کو مندرجہ ذیل چار قسموں میں تقسیم کیا۔

اولاً۔ وہ جنگلات کہ جن کی حفاظت بوجہ آب و ہوا کے نہایت ضروری ہے۔ یہ جنگلات عام طور پر پہاڑی علاقوں میں واقع ہیں۔ ان جنگلات کا وجود بارش کے لئے بڑا ضروری ہے۔

ثانیاً۔ وہ جنگلات جن سے قیمتی لکڑی مثلاً چیل۔ کیل۔ دیودار۔ سال وغیرہ حاصل کی جاتی ہے۔ یہ جنگلات عام طور پر کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ہیں۔ اور وسطی ہند میں بھی پائے جاتے ہیں۔

ثالثاً۔ وہ چھوٹے چھوٹے جنگلات جہاں سے ایندھن اور دیگر معمولی ضروریات کے لئے لکڑی حاصل کی جاتی ہے۔

رابعاً۔ وہ جنگلات جن سے مختلف صنعتوں کے لئے مختلف قسم کی خام اشیاء حاصل کی جاتی ہیں۔ اور اِن اشیاء کو بھی ہم دو حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اوّل وہ جنگلات جہاں سے مختلف قسم کی عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ دوم وہ جنگلات جن سے

لاکھ۔ مختلف قسم کے تیل۔ فیروزہ اور تارپین وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کی پیداوار کی مانگ دنیا کے تمام حصص میں بڑھ رہی ہے۔

اگرچہ محکمہ جنگلات کا سب سے بڑا کام جنگلات کی حفاظت کرنا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور ضروری کام بھی اس محکمہ سے لیا جاتا ہے۔ اور وہ زراعت اور دیگر صنعتوں کے ساتھ اس کا تعاون ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رائل ایگریکلچر کمیشن نے اس امر کی سفارش کی تھی کہ ہر صوبہ میں جنگلاتی پیداوار کو استعمال کرنے کے لئے ایک افسر مقرر کیا جائے۔ جو Forest Utilization Officer کہلائے۔ اور جس کے فرائض ہوں۔ اول یہ کہ وہ جنگلات کی تمام اشیاء کو مختلف صنعتوں میں استعمال کرنے کا مشورہ دے۔ دوسرے محکمہ زراعت سے تعاون کرے۔"

(۴) جاپان کی صنعتی ترقی } انگریزی رسالہ ماڈرن ریویو جاپان کی صنعتی و حرفتی ترقی کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

جاپان کے متعلق ہمارے خیالات خواہ کچھ بھی ہوں۔ لیکن یہ بات تو بالکل عیاں ہے۔ کہ جاپان ایک نہایت منضبط۔ تعلیم یافتہ اور صنعت حرفت و تجارت میں ماہر قوم ہے۔ اور ان تمام باتوں کی تہ میں جاپانی عورتوں اور مردوں کی بغیر کسی شور و شر کے کام کرنے کی قوت اور جذبۂ حُبِ وطن ہے۔ ہندوستان میں اعلےٰ ذاتوں کے دقیانوسی ہندو تو ابھی اس بات پر جھگڑ رہے ہیں کہ ادنےٰ ذاتوں کے ہندوؤں کو مندروں میں نہ گھُسنے دیا جائے۔ حالانکہ چوہے۔ چوہیاں اور کیڑے مکوڑے ان مندروں میں بغیر روک ٹوک آ جا سکتے ہیں۔ لیکن جاپان کی اعلےٰ فوجی ذات۔ نے جسے سمورائی Samurai کہتے ہیں بطورِ خود بغیر کسی مجبوری یا لڑائی جھگڑے کے اپنے تمام حقوق کو چھوڑ دیا ہے۔ اور سب جاپانیوں کے حقوق یکساں طور پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ بے شک جاپان کے سستے مال کی ایک وجہ ملک کے سکہ ین (Yen) کے شرح تبادلہ میں کمی ہے۔ لیکن یاد رکھنے کے قابل یہ بات بھی ہے کہ جاپان نے ہندوستان و دیگر ممالک کی منڈیوں پر اپنے سکہ ین کی قیمت گھٹنے سے پہلے ہی قبضہ کر لیا تھا۔ اور اگرچہ یہ شرح تبادلہ میں کمی ملک کی برآمد میں مدد کرتا ہے۔ لیکن ملک کی درآمد کے لئے نقصان دہ بھی ہے۔ دراصل جاپان کی صنعتی اور تجارتی ترقی کی اصلی وجہ اُس کا اعلےٰ صنعتی و تجارتی نظام۔ چھوٹے اور بڑے پیمانے کی صنعتوں میں تعاون۔ اعلےٰ صنعتی و ٹیکنیکل تعلیم جو ہر عورت اور مرد باسانی اور تھوڑا خرچ کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ مزدوروں اور دیگر ملازموں کے لئے کھُلے۔ صاف اور ہوادار مکانات جو صحت پر اچھا اثر کریں۔ اور انہیں بیمار ہونے سے بچائیں بیان کے علاوہ لوگوں کی سادہ اور کفایت شعارانہ زندگی۔ اور دوسرے ممالک کے مقابلہ میں قلیل ترین شرح مزدوری

اور پھر اُن میں مسلسل طور پر کام کرنے کی عادات ہیں۔

بے شک سب سے بڑی اُن کی مُلکی آزادی بھی ہے جس کے سبب وہ قوم جب چاہے ممالک غیر کے برخلاف زیادہ سے زیادہ محصول لگا سکتی ہے۔ اور اپنے ملک کی تجارت کی حفاظت کر سکتی ہے۔

(۵) مرد کیسی عورتیں پسند کرتے ہیں

رسالہ بیدار جالندھر کے نومبر نمبر میں اِس عنوان کا ایک مضمون چھپا ہے۔ اس میں سے صرف یورپ کے ایک مشہور عالم کا گوبل کی رائے عورت کے متعلق دی جاتی ہے:۔

"میں جہاں بھی جاتا ہوں عورتیں میرا تعاقب کرتی ہیں۔ میں اُن عورتوں سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ جو کامیاب مشہور مرد کے پیچھے دوڑتی ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ عورت مرد سے محبت نہیں کرتی۔ بلکہ وہ ہر ایسے مرد سے محبت ظاہر کرتی ہے جو خوبصورت ہو۔ طاقتور ہو۔ مالدار ہو۔ جیسے شہد سمجھ کر عورتیں مکھیوں کی طرح ٹوٹ پڑتی ہیں

میں ایسی عورت چاہتا ہوں جو مجھ سے بے لوث محبت کرے۔ میں بیمار ہو جاؤں۔ غریب ہو جاؤں گمنام ہو جاؤں۔ مگر مجھ سے مُنہ نہ موڑے۔ ایسی عورت وہی ہو سکتی ہے۔ جو عقلمند اور مضبوط ارادہ والی ہو۔ وہ عورتیں بلائیں ہیں۔ جو میرے حُسن کی تعریف کرتی ہیں۔ اور اپنے آپ کو میرے قدموں پر ڈال دیتی ہیں۔ میں ایسی عورت کا خواہشمند ہوں جو خود دار ہو۔ اور ظاہری احوال سے مرعوب نہ ہوتی ہو۔

(۶) مکمل ترین قدرتی خوراک

اِس عنوان سے ایک مضمون رسالہ ہذا میں لالہ بالمکند صاحب بی اے ایل ٹی نے حوالہ قلم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"قدیم زمانہ سے بڑے بڑے علماء و ماہرانِ علم سائنس اِس انسانی انجن کے لئے مکمل ترین خوراک کی تلاش میں کوشاں رہے ہیں۔ آخر وہ اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دُودھ ہی ایسی غذا ہے۔ جس میں خوراک کے جملہ اجزا مناسب مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات صرف گلئے کے دُودھ کے متعلق ہے۔ جو ماں کے دُودھ کا نعم البدل ہے۔ دُودھ کے بڑے بڑے اجزا۔ پانی۔ پروٹین۔ چینی۔ چربی وغیرہ ہیں۔ اِس میں پانی کی اتنی ہی مقدار رکھی گئی ہے جتنی ہمارے جسم کے لئے ضروری ہے۔ دُودھ کی پروٹین نہایت اعلےٰ ہوتی ہے۔ معدنی مادہ بھی کافی مقدار میں مناسب قسم کا ہوتا ہے۔ اِس میں بچوں کی پرورش اور بالیدگی کے لئے چونا بھی کافی ہوتا ہے۔ اِس میں چربی بھی کافی ہوتی ہے۔ اِس میں تمام جوہر (Vitamin) بھی پائے جاتے ہیں:۔

دُودھ باوجود ایک عمدہ غذا ہونے کے ایک اور اعلےٰ وصف اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ گوشت اور منشی اشیاء کی مانند انسانی جسم میں کسی قسم کا جوش پیدا نہیں کرتا۔ زندگی کا امرت ہونے کے علاوہ یہ ایک

نہایت طاقت بخشنے والی شے ہے۔ یہ خون کا دباؤ زیادہ نہیں کرتا۔ اور نہ اس کے استعمال سے بعد میں صحت پر کوئی مُضر اثر پڑتا ہے۔ جیساکہ دیگر طاقت دینے والی اشتہاری دواؤں کے استعمال سے۔

پروفیسر شرمن اسے ارزاں ترین مکمل خوراک سمجھتے ہیں۔ سوا سیر دُودھ جس کی قیمت دو یا تین آنے ہوگی۔ اِس قدر طاقت دیتا ہے جتنی آٹھ انڈے۔ پندرہ اونس گوشت۔ ساڑھے تین پونڈ مچھلی یا دو پونڈ مرغ کا گوشت۔ اِن میں سے ہر ایک چیز کی قیمت دُودھ سے زیادہ ہے۔

چرک قدیم ہندوستانی ماہر طب نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے۔ دُودھ انسان اور چوپاؤں کی صحت اور بالیدگی کے لئے نہایت ضروری غذا ہے۔ گائے کا دُودھ سب سے اعلےٰ ہوتا ہے۔ یہ بچوں کے لئے زندگی۔ نوجوانوں کے لئے صحت اور بوڑھوں کے لئے طاقت ہے۔ یہ نہایت مزیدار ہوتا ہے۔ دلپسند خوشبو دیتا ہے۔ زود ہضم ہے۔

(۷) نباتات پر کلورا فارم کا اثر

رسالہ ہمایوں لاہور نے اس عنوان پر چند سطور حوالہ قلم کی ہیں:-

ڈاکٹر بوس نے نباتات کے متعلق جو حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں۔ اُس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ حال ہی میں انھوں نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ درخت کلورا فارم کے اثر سے عارضی طور پر بیہوش کئے جا سکتے ہیں۔

عام طور پر یہ معلوم ہے کہ زیادہ بڑے درخت ایک جگہ سے اُکھاڑ کر دوسری جگہ نہیں لگائے جا سکتے۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو وہ بہت جلد سوکھ جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بڑے درختوں کی جڑیں ضرور کٹ جاتی ہیں۔ اور اگر جڑوں کا کچھ حصہ کٹ جائے تو اکثر درخت سوکھ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر بوس نے ثابت کیا ہے کہ محض جڑوں کا کٹ جانا ہی درختوں سے سوکھنے کا باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ جڑوں کے کٹنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ درخت کو اُکھاڑ کر پہنچانے میں جو صدمہ درخت کو پہنچتا ہے وہ اس کے لئے ذہنی طور پر اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ اِسے برداشت نہیں کر سکتا۔

اپنے اِس عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے ڈاکٹر بوس نے بعض بڑے بڑے درختوں کو کلورا فارم کے عمل سے بیہوش کیا اور اُس کے بعد انہیں ایک جگہ سے اکھڑوا کر دوسری جگہ لگا دیا۔ بیہوشی کی حالت میں درخت صدمے کی اِس شدت سے محفوظ رہے جو اُس کے لئے جانکاہ ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ دوسری جگہ دوبارہ اُگنے لگے

ایک جگہ سے دوسری جگہ لگانے کے بعد ایسے درخت بھی ابتداءً مرجھا جاتے ہیں جو بعد میں پھر سرسبز ہو جاتے ہیں۔ اِن درختوں کو بھی صدمہ تو ہوتا ہے لیکن سخت کی وجہ سے برداشت کر لیتے ہیں۔ اور اپنے نئے ماحول میں دوبارہ خوش

حضرت مرزا خادم کی غلط فہمی

حضرت مرزا خادم نے برق مضطر حضرت غنی کے بے راہ روی کے عنوان سے ایک مضمون رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور میں بجواب اُس مضمون کے جو حضرت برق مضطر کی طرف سے عین کے ساقط التقطیع ہونیکے متعلق ایڈیٹر رسالہ شاعر کی غلط شاہراہی کے ماتحت رسالہ رہنمائے تعلیم مارچ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوچکا ہے۔ برائے اشاعت بھیجا تھا۔ مدیر حصہ نظم رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور یعنی ابو الفصاحت افضل الشعرا حضرت جوش ملسیانی نے حضرت مرزا خادم کے اُس مضمون کو محض غلط ثابت کرکے اُنکے قول کی تردید اور اُنکی غلط فہمی کو رفع کر دیا تھا اور اُنکی مرسلہ تحریر قابل وقعت نہ سمجھ کر اُسکو داخل دفتر کردیا۔ تاہم حضرت مرزا خادم نے اپنے قول کی تردید میں پھر ایک مضمون دفتر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور میں بھیجا مگر اُنکی سراپا غلط بیانی کو ابو الفصاحت صاحب موصوف نے پھر رد کرکے صاحبزادہ محمد فضل الرحمٰن صابری کے مضمون کے تحت رسالہ رہنمائے تعلیم ماہ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۶ پر ایک علیحدہ نوٹ درج کیا۔ اور اُنکے مضمون کو کوئی وقعت نہ دیکر پھر داخل دفتر کر دیا۔ مگر مرزا صاحب کی غلط فہمی دُور نہ ہوئی اور وہ اپنے غلط قول کو اب تک صحیح ثابت کر رہے ہیں۔

حتیٰ کہ حضرت مرزا خادم نے اپنے اُس مضمون کو رسالہ شاعر آگرہ مشترکہ نمبر اپریل مئی و جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۶ میں پھر شائع کرایا ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب موصوف دیدہ دانستہ ہیچو قسم اشاعت سے اخباری دنیا میں اپنا نام نمود چاہتے ہیں۔ بقول شخصے ع بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔ برق مضطر حضرت غنی نے رسالہ شاعر کے اِس قول کو کہ ع الوداع اے صحن گلشن الوداع ۔ کے پہلے الوداع کا عین ساقط البحر ہے۔ جھٹلایا تھا اور لکھا تھا کہ ع ارسطو منش سید اولاد علی یاد کر رہے ہیں وہ پس وہ عذاب تمدن دلفریب۔ ان دونو مصرعوں میں علی اور تمدن کے عین خارج از بحر ہیں جو داخل عیب ہے مگر الوداع کے دونو عین ساقط التقطیع نہیں ہیں۔

مرزا خادم بھی یہی کہتے ہیں کہ الوداع کا عین خارج از تقطیع نہیں ہے! اور برق مضطر کے نظائر میں اُن دونو مصرعوں کے عین تقطیع سے گرتے ہیں۔ مگر مرزا خادم کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ حضور برق مضطر عین گرانا جائز خیال کرکے ثبوت میں یہ دو شعر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عین گرانا جائز ہے۔ مگر نہیں حضرت برق کبھی عین گرانے کے خلاف ہیں اور وہ عین کا گرانا معیوب بتاتے ہیں۔ اِس معاملہ میں حضور مرزا خادم کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے وہ رسالہ رہنمائے تعلیم کو مکرر غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر حضرت مرزا خادم کی اب بھی تسلی نہیں ہوئی ہے تو حسب اطلاع صاحبزادہ محمد فضل الرحمٰن صاحب صابری ایک رسالہ جس میں اسکے متعلق اُنکی بحث ہے منشی محمد حمید اللہ صاحب مائل سیکرٹری تنقیدی مجلس ادیب اُردو محلہ ملتیاں شہر لشکر گوالیار کے نام بھیجکر تنقیدی مجلس سے فیصلہ کرا لیں +

نور محمد اصغر

حفظانِ صحت

بچوں کی پرورش و نگرانی

(از منشی رشید احمد صاحب احمد نگر دکن)

ہندوستان میں نوزائیدہ اطفال کی علالت و کثرت اموات کا باعث انکی ماؤں کی جہالت اور حفظان صحت کے روز مرہ کارآمد قوانین کی لاعلمی ثابت ہوئی ہے۔ مغربی ممالک یا مہذب قوموں کے مقابلہ میں ہندوستان ہی کے بچوں میں زیادہ تعداد اموات کی دکھائی دیتی ہے۔

ایک سالہ ہونے سے پیشتر بچوں میں اموات فی ہزار

ہندوستانی دیہات میں ۴۹۴	ممالک غربی	انگلستان میں ۱۶۶
″ شہروں ″ ۶۰۰		جرمنی ″ ۱۸۳
		ناروے ″ ۱۵۵

شہر بمبئی میں فی ہزار ایک سالہ اطفال میں اموات

ایک کمرہ میں گذارہ کرنے والے کنبہ میں ۸۲۵ر۵	چار کمروں میں گذارہ کرنے والے کنبہ میں ۱۳۳ر۲
دو کمروں میں ″ ″ ″ ۳۲۱	راستوں پر ″ ″ ″ ۴۸۸ر۸
تین کمروں میں ″ ″ ″ ۱۹۱ر۴	

بچوں کے دانت نکلنے کے ایام زیادہ مہلک اور خطرناک پائے گئے ہیں۔ انگلستان میں سردی کی وجہ سے کھانسی۔ چیچک اور بخار میں اکثر بچے مبتلا ہوتے ہیں۔ گو شرقی ممالک کے بچے ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں لہذا ہندوستان میں اموات کی تعداد بہت کم ہونی چاہئے۔ مگر بچوں کی صفائی موزوں خوراک۔ معقول لباس اور موسم کو ملحوظ رکھ کر پہنانا وغیرہ فطرتی حفظان صحت کے قوانین کی لاعلمی کی وجہ سے نوزائیدہ اطفال میں اموات کثرت سے ہوتی ہیں۔ علوم جدیدہ کے مطابق اگر بچوں کی پرورش اور نگاہداشت کی جائے تو عجب نہیں کہ فیصدی ۷۵ اموات کم ہو جائیں۔ ہلکی بیماریاں جو معمولی سی دکھائی دیتی ہیں۔ گرمی یا سردی کی شدت کی وجہ سے عرصۂ قلیل ہی میں مہلک نتیجہ برپا کرتی ہیں۔ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ناتجربہ کار نوجوان ماؤں کو قریبی رشتہ دار یا ہمسایہ اور دقیانوسی خیالات و اوہام پرست ضعیفہ کے آراء پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ نتیجے جن سے ہمارے ملک کی آئندہ

اُمیدیں وابستہ ہیں جن کا بگڑنا سنورنا بلکہ زندہ رہنا ملک وملت کے بگڑنے ۔سنورنے یا قعر ذلت اور غلامی میں گرنے کے مترادف ہے ہماری پوری نگرانی اور توجہ کے محتاج ہیں۔انکی تربیت اور تندرستی ہر ایک ہی خواہ ملک کا فرض العین ہونا چاہیئے ۔ صرف ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں تربیت جسم یا حفظان صحت کا بہت کم خیال رکھا جاتا ہے۔ بچے کے پانچ یا چھ سال کی عمر کا ہونے پر ذوی علم والدین تربیت عقل واخلاق پر توجہ مبذول کرتے ہیں۔مگر یہ حقیقت اُنکے دلنشین ہونی چاہیئے کہ نفس صحیح جسم صحیح میں ہی رہتا ہے ۔کمال انسانی کے یہ معنی ہیں کہ دماغی تربیت کے ساتھ جسمانی صحت کا پورا خیال رہے ۔متمدن ممالک میں بچے کی پیدائش ہی سے اس کی جسمانی اور عقلی واخلاقی تربیت کا پورا انتظام کیا جاتا ہے ۔

نونہالیدہ اطفال کی جسمانی ودماغی صحت اُنکی ماؤں کی صحت پر منحصر ہے۔لہذا نسوانی صحت کا بھی بہت خیال رکھنا چاہیئے۔ہندوستان میں ہر سال عورتوں کی موت زیادہ تر زچگی کے زمانے میں ہوتی ہے ۔اور اس کا سبب بچہ کی پیدائش سے قبل کے زمانہ اور زچہ خانہ کی لاپروائی ہے۔ایسے نازک موقع پر افسوس ہے کہ عورت کی بہت کم نگہداشت ہوتی ہے جس کالازمی نتیجہ یہی ہے کہ عورتیں یا تو شدید بیمار پڑیں یا راہی ملک عدم ہوں ۔تعلیم یافتہ طبقہ کو چاہیئے کہ اس طرف بہت جلد توجہ فرمائے ۔اگر نگہداشت مناسب طریقہ سے نہیں کی گئی تو اول اس کا اثر ماں کی صحت پر ہی نہایت خراب پڑتا ہے۔دوم بچہ شکم میں ہی اچھی طرح نشو ونما نہیں پاتا۔اور پیدائش کے وقت بیحد لاغر وکمزور ہوتا ہے ۔پھر زچہ خانہ کی بد احتیاطیاں کرنے پر سہاگے کا کام کرتی ہیں۔اور آئے دن کی بیماریاں زندگی سے بیزار کر دیتی ہیں۔

تندرست لوگوں کی نسبت ماں بننے والی عورت کو صاف ہوا اور صاف پاکیزہ پانی کی زیادہ ضرورت ہے ۔ تنگ مکان اور خصوصاً ایسے کمرے جہاں صاف ہوا نہ آسکے ہرگز نشست کے لئے مخصوص نہ کریں حتی الامکان باغات اور جنگل کی کھلی ہوا میں سیر وتفریح کے لئے صبح اور شام جایا کریں۔

موسم کے لحاظ سے لباس کی احتیاط خاص طور پر کرنی چاہیئے ۔سردی میں گرم کپڑے اور پاؤں میں جوتے اور موزے ضرور پہنے رہیں ۔سردی یا نمی یا مینہ میں بھیگنا مضر ہے۔گرمیوں کے موسم میں ہلکا اور باریک لباس استعمال کیا جائے ۔

غذا لذیذ مگر قوت بخش اور زود ہضم ہونی چاہیئے۔ تازہ میوہ جات سبزی اور دُودھ زیادہ تر استعمال کریں قابض وسخت غذا سے پرہیز لازم ہے ۔ کھانا وقت معینہ پر کھایا جائے ۔کیونکہ ان دنوں میں قبض پیچش اور درد شکم کی بہت شکایت ہوا کرتی ہے ۔ لہذا سب احتیاط کو نظر انداز نہ کیا جائے ۔

تندرستی کے لئے ورزش کی بھی ضرورت ہے۔ آرام طلبی سے غذا ہضم نہیں ہو سکتی۔ طبقہ نسواں کے لئے گھر کا کاروبار ہی مناسب ورزش ہے۔ مگر خیال رکھنا چاہئے کہ بوجھ نہ اُٹھائے اور نہ سرکائے۔ حتی الامکان چلنے پھرنے کا کام زیادہ کرنا چاہئے۔ پہلے تین یا چار ماہ میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ پھسلنا۔ گرنا۔ پاؤں میں موچ آنے کا کام کرنا وزن اُٹھانا اور یکہ گاڑی میں سفر کرنا سخت تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔

نیم گرم پانی سے روزانہ غسل کرنا چاہئے۔ رنج و غم۔ فکر پریشانی سے زیادہ بچیں۔ بچہ پر اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ پس ماں کو چاہئے کہ ان دنوں میں طبیعت بہت ہی خوش رکھے۔ نہایت بشاش چست و چالاک اور باہمت رہے۔ تاکہ بچہ بھی ذی عقل۔ تندرست۔ خوبصورت اور نیک سیرت پیدا ہو۔

حاملہ کو حسب ذیل امراض اکثر ہُوا کرتے ہیں جن کا علاج لازمی ہے۔

دردسر۔ چکر۔ بدخوابی۔ دانتوں کا یا کمر کا درد۔ متلی۔ قے۔ غشی۔ دل کی کمزوری۔ قبض۔ بدہضمی۔ ان شکایات میں سے کوئی بھی شکایت اگر ہو جائے تو لیڈی ڈاکٹر کی طرف رجوع کریں۔ اگر وہ میسر نہ ہو سکے تو حسب ذیل ترکیب عمل میں لائیں۔ انشاءاللہ ضرور افاقہ ہوگا۔

چکر اور دردسر کے لئے پیشانی پر گلاب میں صندل گھس کر لگائے۔ ضرور تسکین ہوگی۔

نیند نہ آنا خشکی یا فکر و تردد سے اکثر نیند نہیں آتی۔ فکر کو دل سے دور کریں۔ کاہو اور کدو کے تیل کی سر پر مالش کریں۔ تلوؤں اور ہتھیلیوں کو نمک اور مکھن ملا کر مالش کی جائے۔ یہ شکایت رفع ہو جائیگی۔

دانتوں کا درد۔ اکثر بادی سے مسوڑے پھول جاتے ہیں۔ لہذا زود ہضم غذا اور میوہ جات کا زیادہ استعمال کریں۔ سیاہ مرچ اور نمک مل کر رال ٹپکائیں۔ اور گرم جوش دیئے ہوئے پانی میں تولیہ بھگو کر خوب سینک کریں۔

کھانسی۔ آخر مہینوں میں یا بعض مستورات کو شروع ایام میں کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا رفع کرنا اشد ضروری ہے۔ گرم جوش دیئے ہوئے پانی سے تولیہ بھگو کر رات کو سینہ اور حلق پر سینک کریں۔ گرم بنیان اور گلوبند کا استعمال کریں۔

متلی اور قے۔ یہ عالمگیر شکایت ہے اور کم و بیش ہر ابتدائی ایام میں آموجود ہوتی ہے۔ جس سے حاملہ کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے رفع کرنے کے لئے عرق سونف۔ پودینہ اور گلاب ایک ایک چھٹانک ملا کر دوپہر اور شام کو دیں۔ غشی کی حالت میں گلے کا بٹن کھول دیں اور سینہ بھی قدرے کھلا رکھیں۔ منہ پر سرد پانی کے چھینٹے ماریں۔ اور امونیا کی ہوا سنگھائیں۔ دل کی کمزوری سے کمزوری ہو جاتی ہے۔ غذا کا خیال رکھیں۔ مربائے سیب۔ آملہ یا گاجر چاندی کے ورق کے ساتھ کھلائیں۔ اور عرق بید مشک اور گاؤ زبان دیں۔ یہ فرحت بخش چیزیں ہیں۔

قبض کے لئے مسہل نہ دیں بلکہ سبزی۔ تازہ میوہ جات کا زیادہ استعمال کریں۔ اور منقہ کھلائیں۔ بدہضمی کے لئے سونف چھ ماشہ۔ گلقند دو تولہ۔ پودینہ ڈوڈال۔ الائچی خورد دو عدد۔ نمک سیاہ ذراسی تنکری جوش دیکر چھان کر مصری ملاکر قدرے شیر گرم پلائیں۔

درد کمر۔ یہ شکایت ابتدائی ایام سے زچہ ہونے کے وقت تک رہتی ہے۔ اس کے لیے جہاں تک ممکن ہو ٹہلنا چاہیئے۔ بوجھ نہ اُٹھایا جائے اور بھاگنا یا کودنا ترک کریں۔ آہستہ آہستہ کمر سیدھی کی جائے یا اس پر مالش کرائی جائے سکون ہوگا۔

بچہ عموماً شکم میں نو ماہ سات دن رہتا ہے۔ مگر بچہ تولد ہونے سے کچھ مدت پیشتر ولادت خانہ مقرر کر کے ضروری سامان مہیا کر رکھیں۔ تاکہ عین وقت پر بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے۔ زچہ خانہ بہت صاف ہوادار اور کشادہ ہونا چاہیئے۔ بند کمروں میں زچاؤں کو رکھنا بہت مضر ہے۔ ورنہ زچہ اور بچہ کے کئی اقسام کی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا احتمال ہوگا۔ کمرہ منتخب کر کے اس میں دو پلنگ مضبوط بچھادیں۔ ایک زچہ کے لئے اور دوسرا بچے کے لئے۔ سردیوں کے موسم میں کپاس کا گدیلا اور گرمیوں میں صاف دری پلنگوں پر بچھا کر موم جامہ اس پر سفید چادر تہ کر کے بچھائی جائے تاکہ بستر غلیظ نہ ہونے پائے۔ چادریں چار مہیا رکھیں تاکہ ہر وقت تبدیل ہو سکیں چھ سفید پٹیاں دُھلی ہوئی نرم۔ ایک درجن سیفٹی پن۔ تیز قینچی۔ سیلابچی۔ لوٹہ۔ گلاس۔ پانی کا مٹکا۔ تولئے صاف دُھلے ہوئے ایک درجن۔ دو کرسیاں۔ ایک میز جس پر پانی کا گلاس رکھا ہو دوائی وغیرہ رکھی جائے۔ کاربالک سوپ (صابن) بورک پاؤڈر۔ ارنڈ کے تیل (کسٹرائل) کی شیشی وغیرہ رکھی رہے۔

زچگی کی حالت میں یا ولادت کے وقت گھر والوں کو چاہیئے کہ مکان میں مہمان یا ہمسائے زیادہ جمع نہ ہونے پائیں۔ صرف ماہر ڈاکٹروں کو بلالیں۔ جہاں تک ہو سکے اطمینان اور سکون رکھیں۔ درد کے وقت زچہ کو لٹانا یا بٹھانا نہ چاہیئے بلکہ خوب ٹہلائیں۔ اور اطمینان بخش گفتگو سے دل بہلائیں۔ زچہ کو سردی سے محفوظ رکھیں۔ منہ ہاتھ پیر گرم پانی سے دُھلائیں۔ دس یوم تک پلنگ سے اُٹھنے نہ دیں اور سوا مہینے تک گھر کے کام کاج سے الگ رکھیں۔ ولادت کے بعد زچہ کو بہت ہلکی مگر مقوی غذا دیں۔ زچہ کی خبر گیری کے ساتھ بچے کی بھی نگہداشت ضروری ہے۔ نال نہایت تیز قینچی یا چاقو جس کو جوش شدہ گرم پانی میں خوب صاف کیا ہو سے کاٹ کر بچہ کو غسل دینا چاہیئے۔ تمام غلاظت نہایت احتیاط سے صابن لگا کر دور کریں۔ اور ایک ملائم و صاف تولیہ سے بدن خشک کر کے ذرا سا روغن زیتون یا ویسلین مل دیں۔ ایک نرم گدی پر ٹیلکم پاؤڈر چھڑک کر نال پر رکھیں اور اوپر سے سفید ملائم پٹی باندھ دیں۔ چند روز تک لباس پہنانے کی ضرورت نہیں مگر

رضائی یا گرم اُونی ہلکی چادر ڈھیلے ڈھالے طور پر اُڑھا دی جائے اور سر کو اونی کپڑے سے باندھ دیا جائے۔ زچہ اور بچہ کو روزانہ غسل نیم گرم پانی سے دیا جائے۔ بچے کو غسل کے بعد ویسلین لگانا مفید ہوگا۔ بالخصوص جوڑوں میں ضرور ویسلین لگایا جائے۔ ورنہ نازک کھال چپک جاتی ہے۔ اور بچہ کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ غسل کے بعد بچے کو چار گھنٹہ تک ہوا میں نہ لے جائیں۔

ولادت کے چند گھنٹے بعد ماں کو دُودھ پلائیں۔ یہ ماں اور بچے دونو کے لئے مفید ہوگا۔

مذکورہ بالا سطور میں بتلایا گیا ہے کہ نوزائیدہ اطفال اور مستورات کا قبل از وقت موت کا باعث انکے والدین اور سرپرستوں کی لاعلمی اور جہالت ہے۔ آخرالذکر کو اکثر نوعمری میں ماں مجبوراً بننا پڑتا ہے۔ لہذا انکی صحت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور آئندہ نسل بھی لاغر اور نحیف الجثہ پیدا ہوتی ہے۔ ناتجربہ کاری کی وجہ سے رشتہ دار۔ عزیز خویش و اقربا اور ہمسایوں کی نصیحت پر عمل کرنا پڑتا ہے جو اوہام پرست اور جادو ٹونے کے معتقد ہوتے ہیں بچہ اگر نیند میں ہنسے یا چونک کر روئے تو کہا جاتا ہے۔ انکو پریوں کا سایہ اثر کر جاتا ہے۔ انکو اتنا بھی علم نہیں کہ بدہضمی یا شکم پُری کی وجہ سے ایسی حالت طاری ہوتی ہے۔ ذی شعور اور تعلیم یافتہ ماں ایسے لغو اعتقادات پر ہرگز اعتماد نہ کریگی وہ خوب جانتی ہے کہ بچہ کی حفاظت اور تندرستی کی ذمہ دار آخر وہی ہے۔

اس تحریر کی غرض یہ نہیں کہ ماؤں کو اپنے بچوں کی سنبھال کے دوران میں انکی مشکلات بتلا دی جائیں اور مصیبت کے وقت زیادہ خوف زدہ کیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ خوفناک حالت میں اطمینان کے ساتھ بچوں کی کافی امداد کی جائے اور جاہل اوہام پرست ہمسایوں یا رشتہ داروں کے دقیانوسی علاج اور جادو تعویذ وغیرہ سے دُور رہیں۔

بچہ پیدا ہوتے ہی کسی طرح کی خوراک دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دو یا تین گھنٹہ بعد شہد اور ارنڈ کا تیل ہموزن ایک چمچہ پلایا جائے۔ اکثر پایا گیا ہے کہ بچہ کے رونا شروع کرتے ہی ماں دُودھ پلانا شروع کر دیتی ہے اس سے پیشتر غور سے سوچنا چاہئے اور رونے کا باعث معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بچہ کو وقت معینہ پر اجابت نہ ہو تو فوراً ارنڈ کے تیل کا مسہل دینا چاہئے۔ بہرحال ہفتہ میں ایک بار ہلکا مسہل دینا مفید ہوگا بچے کو بلاناغہ ہر روز نیم گرم پانی سے ایسی جگہ حمام میں غسل دیا جائے جہاں ہوا بدن کو لگنے نہ پائے غسل سے فارغ ہوتے ہی گرم اونی کپڑے یا چادر میں لپیٹ کر جسم کو خشک کیا جائے اور ویسلین یا زیتون کا تیل جوڑوں میں اور جسم پر لگا کر لٹا دیا جائے۔ جھولہ میں لٹا کر ہلانے سے سرد ہوا لگنے کا خوف ہے۔ اور شائد زکام یا ٹھنڈ اثر کر جائے۔

زچہ کو زود ہضم خوراک مثلاً دُودھ کا حریرہ ۔ تھولی ۔ کھچڑی اور تازہ میوجات مثل انجیر ۔ نارنج ۔ سنگترہ اور سبزی زیادہ تر دینی چاہئیے ۔ قبض کی حالت میں ہلکا مُسہل لکوڈ پیرافنی یا ارنڈ کے تیل کے دو چمچہ رات کے وقت کھانے کے بعد دیئے جائیں ۔

بچہ اگر تندرست پیدا ہُوا ہو تو اس کا وزن سات پونڈ سے قدرے زیادہ اور طول اٹھارہ انچ ہونا چاہئیے ۔ سُرخ ہونٹ ۔ نرم اور صاف چمڑا ۔ چمکدار آنکھیں ۔ جسم گول ۔ ہڈیاں گوشت میں چھپی ہوئی ہونی چاہئیں ۔ اعضا سخت یا زیادہ نرم نہیں ہونے چاہئیے ۔ روزانہ کم از کم ایک بار اجابت ہونی چاہئیے جس کی رنگت زردی مائل اور نرم ہونی چاہئیے ۔ تندرست بچہ اکثر اوقات نیند میں مستغرق رہتا ہے ۔ اور وزن روز بروز بڑھتا جاتا ہے ۔ مگر پیدائش سے تین یا چار دن تک وزن کم ہوتا جاتا ہے ۔ بعدہٗ وزن حسب ذیل طور پر بڑھتا جاتا ہے اور اعضا مضبوط ہوتے جاتے ہیں ۔

عمر	وزن میں زیادتی	کل وزن اونس	کل وزن پونڈ
تین روز	۸ اونس کم	۸	۶
ایک ہفتہ	ایک 〃 〃	۷	۶
دو ہفتہ	۱۴ 〃 زیادہ	۹	۷
چار ہفتہ	۱۵ 〃 〃	۱۰	۸
پانچ ہفتہ	۱۰ 〃 〃	۴	۹

عمر	وزن میں زیادتی	کل وزن
ماہ یکم	۱۳ اونس	۸ پونڈ
〃 دوم	۳۰ 〃	۹ 〃 ۱۴ اونس
〃 سوم	۲۷ 〃	۱۱ 〃 ۹ 〃
〃 چہارم	۲۴ 〃	۱۲ 〃 ۱ 〃
〃 پنجم	۳۱ 〃	۱۳ 〃 ۱۵ 〃
〃 ششم	. .	۱۴ 〃 ۷ 〃
〃 ہفتم	. -	۱۵ 〃 ۸ 〃
〃 ہشتم		۱۶ 〃 ۹ 〃
ماہ بارھواں	۷ اونس	۲۲ 〃 ۰

الغرض ہر ماہ میں ایک پونڈ وزن زیادہ ہونا چاہئیے ۔ حتیٰ کہ ایک سال میں ۲۲ پونڈ وزن ہو جائے ۔ دوسرے سال میں تین چار پونڈ بڑھتا رہے گا ۔ حتیٰ کہ دو سال تک ۲۸ پونڈ وزن ہو جائے ۔ وزن ہر ماہ میں دو بار کیا جائے اور یادداشت کے لئے کسی نوٹ بُک میں وزن اور تاریخ تحریر کر رکھیں ۔ وزن کرنے کے وقت کپڑے یا جوتے علیحدہ کر لیں ۔

نقشہ کا نمونہ اگلے صفحہ پر دیا جاتا ہے

*

لہذا مثانہ۔ رگیں۔ پھیپھڑا اور دیگر اعضا ظاہری و باطنی کے تقویت پانے اور بڑھنے کے لئے مقوی زود ہضم خوراک لازمی ہے۔ جس میں پروٹیڈ۔ چربی شکر۔ نمک وغیرہ کیمیاوی اجزا حسب ضرورت معقول طور پر ملے ہوئے ہوں۔ پروٹیڈ۔ گوشت اور رگیں بنانے کے لئے مدد دیتا ہے۔ چربی جسم میں گرمی پیدا کرتی ہے۔ اور اس سے مغز و مثانہ کی نشوونما ہوتی ہے۔ شکر خون پیدا کرتی ہے۔ نمک خون میں اختلاط ہونے کی وجہ سے ہڈیاں بنتی ہیں۔ فطرتی مادری

بابت ماہ جنوری ۱۹۳۴ء

وزن: پونڈ	اونس	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	[illegible]
۱۰	۱۵									
″	۱۴									
″	۱۳									
″	۱۲									
″	۱۰									
″	۸									
۹	۱۴									
″	۱۲									
″	۱۰									
″	۹									
″	۶									
۸	۱۴									
″	۱۰									
″	۶									
″	۴									
۷	۸									
″	۶									

اس طرح ہر ماہ کا علیحدہ نقشہ تاریخ وار تیار کریں

دودھ میں حسب ذیل اجزا پائے جاتے ہیں۔

(۱) پانی ۹٫۵۸ سے ۸۷٫۲۴ (۲) کاربوہیڈریڈ ۶٫۰۹ سے ۳٫۱۵

(۳) چربی ۴٫۱۳ ″ ۲٫۶۷ (۴) پروٹیڈ ۳٫۹۲ ″ ۲٫۹۱

(۵) نمک ۰٫۲۸ ″ ۰٫۱۴

شیر مادر اگر میسر نہ ہو تو کوئی دوسری مصنوعی خوراک جس میں مذکورہ بالا اجزا پائے جائیں۔ تلاش کر کے بہم پہنچانی چاہئے۔ (باقی آئندہ)

غزل

دلِ درد آشنا ہے اور میں ہوں ستم کی انتہا ہے اور میں ہوں
نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا وہ کوچہ درِ دولت سرا ہے اور میں ہوں
وفائی ابتدا ہے اور عدو ہے جفا کی انتہا ہے اور میں ہوں

(سید محمد حسن طالب بٹالوی)

ترا شباب کسی کا شباب ہو نہ سکا

(منشی سجان محمد صاحب انور جنرل سیکرٹری ادیب اردو تلمیذ تاج الشعرا فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی)

اَب اِس سے کیا ہے کہ وہ بے حجاب ہو نہ سکا
مذاقِ دید تو ناکامیاب ہو نہ سکا

وہی ہیں حُسن کی جلوہ نمائیاں اب بھی
یہ اور بات ہے میں کامیاب ہو نہ سکا

جواب کیسا کہاں کا جواب کس کا جواب
پیامبر ہی وہاں باریاب ہو نہ سکا

ندامتیں ہیں محبت میں اس کی قسمت پر
جو دِلِ ستم کے لئے انتخاب ہو نہ سکا

نگاہِ خلق سے چھپتے رہے ہمیشہ ہم
نگاہِ شوق سے لیکن حجاب ہو نہ سکا

اُٹھا کے آئینہ کیا اُن کے سامنے رکھ دوں
جو کہہ رہے ہیں کہ میرا جواب ہو نہ سکا

اُمیدوار ہزاروں ہیں اُنکی محفل میں
محبت اُس کی ہے جو کامیاب ہو نہ سکا

بدل کے سینکڑوں پہلو بدل گئی دُنیا
مرے جنوں میں مگر انقلاب ہو نہ سکا

تری مثال کسی کے جمال میں نہ ملی
ترا شباب کسی کا شباب ہو نہ سکا

یہ کیا کہا کہ خدا کو جواب دے لینگے
مگر جو حشر میں کوئی جواب ہو نہ سکا

نہیں ہے خوف قیامت کا مجھ کو اے انور
یہ شرم ہے کوئی کارِ ثواب ہو نہ سکا

جنابِ نوح ہوئے جب سے ناخدا انور
مرا سفینہ کبھی غرقِ آب ہو نہ سکا

تذکرۂ خواتین

(۱۳) سلیمہ سلطان بیگم

(جناب سید محمود صاحب مؤرخ بی۔اے)

خاندان مغلیہ کی شہرۂ آفاق شہزادیوں میں سلیمہ سلطان بیگم بھی ایک ممتاز جگہ کی مالک ہے۔ اس معزز خاتون کے باپ کا نام جمال خاں میواتی تھا۔ اس کی ماں شہنشاہ بابر کی بیٹی اور شہنشاہ ہمایوں کی حقیقی ہمشیرہ گلرخ بیگم تھی۔ وہ کابل میں ۱۵۵۲ء میں پیدا ہوئی تھی۔ فطرت نے اُسے فہم وذکا۔ زہد واتقا۔ تحمل و برداشت۔ حلم وبردباری عاجزی وانکساری۔ وفاشعاری ومروت۔ متانت وسنجیدگی وغیرہ اوصاف حسنہ سے متصف کرنے میں فیاضی سے کام لیا تھا۔ اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی اور اُسے ایسی اعلیٰ تعلیم وتربیت دی گئی تھی کہ وہ ہر لحاظ سے ایک مکمل عورت کہلانے کی مستحق ہے۔ فطرت انسان کو جو کچھ سکھاتی و پڑھاتی ہے وہ قید و بند کے مصنوعی درس و تدریس کی دسترس سے باہر ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ گو وہ پانچ ہی برس کی عمر میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئی لیکن اس کا اس کے خصائل واوصاف پر کوئی بُرا اثر نہ پڑا۔

۱۵۵۷-۵۸ء میں جب شہنشاہ اکبر سوری خاندان کے آخری تاجدار محمد شاہ عادل کا استیصال کرکے اپنے چھوٹے بھائی محمد حکیم گورنر کابل کو اس کے باغیانہ ارادوں کی سزا دینے لاہور کی طرف جارہا تھا کہ مانکوٹ کے مقام پر حرم شاہی کی مستورات کابل سے واپس آکر ملیں۔ اور جب مانکوٹ سے کوچ کرکے شاہی قافلہ جالندھر پہنچا تو شہنشاہ اکبر نے چند سیاسی مصلحتوں کی بنا پر سلیمہ سلطان بیگم کی شادی نہایت تزک واحتشام سے اپنے وفادار اتالیق بیرم کے ساتھ کردی۔ جس کی خوشی میں بیرم خاں نے شاہانہ جشن کئے۔ اکبر خود بھی امرائے دربار کے ساتھ اس جشن میں شریک ہوا۔ اور غریبوں اور محتاجوں کو دل کھول کر خیرات دی۔

شہنشاہ ہمایوں بیرم خاں پر بہت مہربان تھا۔ بیرم خاں نے بھی بادشاہ اور اس کے خاندان کی ہر موقعہ پر نہایت وفاداری اور جاں نثاری سے زرین خدمات کی تھیں۔ یہاں تک کہ ایام جلاوطنی میں بھی وہ بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔ ہمایوں نے بھی بیرم خاں کی خوب قدر کی تھی اور اس کی وفاداری کے صلہ میں اُسے سلیمہ سلطان بیگم سے منسوب کردیا تھا۔ لیکن وہ ایرانی ترکمان اور شیعہ فرقے سے تھا۔ اِسلئے بخاری اور ماوراءالنہری ترکوں نے اس شادی [illegible]

کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا اور چند فتنہ پرواز لوگوں نے جن کا سردار بیرم خاں کا قدیم پروردہ پیر محمد شیروانی تھا اس عقد کو باعث فساد بنانے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن اکبر نے انکی قرار واقعی گوشمالی کر کے معاملہ کو دبا دیا۔ انہی وجوہات سے اکثر مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ شادی صرف سیاسی حیثیت رکھتی تھی۔ اور اس کا مقصد صرف بیرم خاں کا اعزاز اور اس سے سلطنت کا رشتہ مضبوط کرنا تھا۔ اس زمانہ کی تواریخ میں اس عقد کے متعلق ایک یہ روایت بھی تحریر ہے کہ شادی سے چند روز قبل ایک دن دو فیل مست لڑتے ہوئے بیرم خاں کے خیمہ میں جا گھسے۔ اس سے بیرم خاں کو خیال ہوا کہ لوگوں نے اکبر کے اشارہ سے دیدہ و دانستہ یہ حرکت کی تھی۔ اسلئے اس کا دل اکبر کی طرف سے رنجیدہ ہو گیا۔ چنانچہ جب اکبر کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے وفادار اتالیق کو خوش کرنے کے لئے سلیمہ سلطان بیگم کو اس کے عقد میں دیدیا۔

۱۵۶۰ء میں جب اکبر اٹھارہ سال کا ہوا تو وہ آزادی اور خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا۔ اسے بیرم خاں کی نگرانی پسند خاطر نہ تھی۔ علاوہ ازیں بیرم خاں کی عادت تھی کہ وہ اپنے خاص ملازمین اور طرف داروں کو توشا یا نہ انعام واکرام سے مالامال کر دیتا تھا۔ لیکن اکبر اور اس کے ملازمین کو خرچ بہت کم دیتا تھا۔ اسی وجہ سے اکبر اس سے کبیدہ خاطر رہتا تھا۔ حرم شاہی کی خواتین نے بھی اسے بیرم خاں کے خلاف بھڑکایا۔ اور اس کی والدہ حمیدہ بانو بیگم اور اس کی آیا ماہم آنکہ نے بیرم خاں کے خلاف سازش کر کے اکبر کو اس قدر مجبور کیا کہ اس نے تنگ آکر بیرم خاں کی برطرفی کا حکم صادر کر دیا۔ اور اسے حجاز چلے جانے کا مشورہ دیا۔

بیرم خاں اس وقت سیاہ وسفید کا مالک تھا۔ اگر وہ کوشش کرتا تو اکبر کو بہ آسانی شکست دے کر خود سریر آرائے سلطنت ہو جاتا۔ اس وقت اکبر کی حیثیت شطرنج کے بادشاہ سے زیادہ نہ تھی اور گو بیرم خاں کے حاشیہ آرائوں اور اس کے طرف داروں نے اسے اکبر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دینے کی ترغیب دی لیکن وفادار معمر سپہ سالار نے اپنی تمام عمر کی نیک نامی وجاں نثاری پر بے وفائی وغداری کا سیاہ داغ گوارا نہ کیا۔ اور اکبر کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ یہ معاملہ نہایت آسانی سے طے ہو جاتا لیکن اکبر نے ماہم انکہ کے مشورہ سے ایک فاش غلطی کی یعنی بیرم خاں کے دشمن پیر محمد شیروانی کو افواج دیکر حکم دیا کہ معمر اتالیق کو جلد از جلد حجاز روانہ کر دے۔ بیرم خاں نے اکبر کی اس حرکت کو اپنی توہین خیال کیا اور مجبوراً علم بغاوت بلند کر دیا۔ وہ اپنے حرم کی مستورات کو قلعہ سرھند میں چھوڑ کر پنجاب آیا۔ لیکن جالندھر کے قریب شاہی فوجوں نے اسے شکست دیدی۔ بیرم خاں دہاں سے فرار ہو کر پہاڑی سرداروں کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ لیکن شاہی افواج نے اس کا تعاقب کر کے اسے دریائے بیاس کے قریب گرفتار کر لیا۔ اور اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اکبر نے

شاہانہ عفوو کرم سے کام لیکر اسے معاف کردیا۔ اور ایک بیش بہا خلعت اور زر نقد دیکر حجاز کو روانہ کردیا۔

حجاز جانے کے ارادہ سے بیرم خاں اپنے حرم کے ساتھ راجپوتانہ سے ہوتا ہوا پٹن پہنچا۔ یہ شہر اس وقت گجرات کا دار الخلافہ تھا۔ اور یہاں ابھی پٹھانوں کی حکمرانی تھی۔ یہاں کے بادشاہ نے اپنے معزز مہمان کا نہایت شان و شوکت سے استقبال کیا۔ پٹن میں بیرم خاں کا وقت زیادہ تر شہر کے باغات اور جھیلوں کی سیر کرنے میں گذرتا تھا۔ جنوری سنہ ۱۵۶۱ئہ میں ایک دن وہ ایک جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ تیس یا چالیس پٹھانوں نے مبارک خاں کی سرکردگی میں اس پر حملہ کیا۔ اور مبارک خاں نے اپنے باپ کی موت کے انتقام میں (جو جنگ ماچھی واڑہ میں جبکہ بیرم خاں سپہ سالار تھا مارا گیا تھا) اسے تہ تیغ کردیا۔ حملہ آور اس کی نعش کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چند فقیروں نے مدفون کردیا۔ اس کے بعد پٹھانوں نے اس کے خیمہ کو لوٹ لیا اور اس کے حرم کی مستورات بہ مشکل تمام وہاں سے بھاگ کر احمد آباد پہنچیں۔ جب اکبر کو اس سانحۂ جانگداز کی اطلاع ملی تو اسے بہت رنج ہؤا۔ اور اس نے فوراً قاصد بھیج کر اس کے خاندان کو اپنے پاس بلالیا۔ بیرم خاں کے بیٹے عبد الرحیم کی جو اس وقت چار برس کا تھا اپنی نگرانی میں پرورش کی اور اس کی بیوہ سلیمہ سلطان بیگم کو اپنے عقد میں لے لیا۔

جملہ مورخین نے اپنی کتابوں میں سلیمہ سلطان بیگم کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا ہے۔ جہانگیر نامہ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ سلیمہ سلطان بیگم بہت نیک دل خاتون تھی۔ خدا مغفرت کرے۔ مورخین کو اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ نہایت پاک طینت شیریں کلام۔ سلیقہ شعار۔ اور معاملہ فہم خاتون تھی۔ اس کی دُور اندیشی اور معاملہ فہمی کی تعریف کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ حرم شاہی میں داخل ہونے کے بعد شہنشاہ اکبر اکثر اس سے سلطنت کے پیچیدہ معاملات میں مشورہ کیا کرتا تھا۔ اور اس نے اپنے ناخن تدبیر سے سینکڑوں عقدہ دل کو حل کیا۔ اس نے نہایت اعلیٰ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ وہ سخن فہم اور سخن سنج تھی۔ اسلئے ارباب سخن کی بہت قدر کرتی تھی۔ چونکہ فطرت نے اسے موزوں طبیعت عطا کی تھی۔ اسلئے اسے شعر و سخن سے خاص دلچسپی تھی اس کا تخلص مخفی تھا (یہی تخلص شہنشاہ اورنگ زیب کی نامور بیٹی زیب النساء کا تھا) بیگم کا یہ شعر بہت مشہور ہے سہ۔

کاکلت را من زمستی رشتۂ جاں گفتہ ام   مست بودم زیں سبب حرف پریشاں گفتہ ام

گو شہنشاہ اکبر برائے نام مسلمان تھا۔ اور ایک جدید مذہب "دین الٰہی" رائج کرنے میں مصروف تھا۔ لیکن اس کے حرم کی مستورات کٹر مسلمان تھیں۔ اس کی والدہ حمیدہ بانو بیگم اور اس کی پھوپھی گلبدن بیگم کا ایک عرصہ سے حج کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن راستوں کے مخدوش ہونے اور پرتگیز سمندری لٹیروں کے خوف سے اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکی تھیں۔ آخر جب گجرات فتح ہو کر سلطنت مغلیہ کا ایک حصہ ہوگیا اور پرتگیزوں کے ساتھ تعلقات

خوشگوار ہو گئے تو گلبدن بیگم۔ سلیمہ سلطان بیگم اور دیگر مستورات ۱۵۷۵ء میں عازم حجاز ہوئیں۔ اکبر نے انہیں ساحل تک بہ حفاظت پہنچا دینے کے لئے عظیم الشان تیاریاں کیں۔ لیکن پرتگیزوں نے شاہی مستورات کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لینے سے انکار کر دیا۔ اسلئے بیگمات کو قریباً ایک سال سورت میں قیام کرنا پڑا اس کے بعد وہ عازم حجاز ہوئیں۔ انہوں نے وہاں چار حج کئے۔ واپسی کے وقت ان کا جہاز تباہی میں آگیا۔ اور انہیں ایک سال تک عدن میں ٹھہرنا پڑا۔ آخر ۱۵۸۲ء میں بخیریت ہندوستان واپس آگئیں۔

۱۲۔ اگست ۱۶۰۲ء کو آگرہ کے قریب بندیلہ راجپوت راجہ بیر سنگھ دیو والئے اورچھا نے شہزادہ سلیم (جہانگیر) کے ایماء سے اکبر کے مشیر خاص شیخ ابو الفضل کو قتل کر دیا۔ اسلئے شہنشاہ شہزادہ سے رنجیدہ ہو گیا۔ گو سلیم سلیمہ سلطان بیگم کا اپنا بیٹا نہ تھا لیکن وہ نیک دل اور پاک طینت خاتون اس سعی میں تھی کہ کسی طرح باپ بیٹوں میں صلح کرا دے۔ تا کہ ملک خانہ جنگیوں کی تباہی سے بچ جائے۔ کیونکہ شہزادہ سلیم نے اپنے بد اندیش ہواخواہوں کے مشورہ سے علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ اور اپنی فوج کے ساتھ الہ آباد میں مقیم تھا۔ آخر سلیمہ سلطان بیگم نے اکبر کو اس قدر مجبور کیا کہ وہ جہانگیر سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اکبر کی اجازت سے شہزادے کو منانے الہ آباد گئی۔ اس نے سلیم کو شہنشاہ کی نوازش اور عنایت کی اُمید دلا کر سر اطاعت خم کر دینے پر راضی کر لیا۔ اور اسے اپنے ساتھ لائی۔ جب دہلی ایک منزل رہ گئی تو سلیمہ نے تنہا آکر حمیدہ بانو بیگم سے درخواست کی کہ وہ سلیم کو اپنی حفاظت میں لے لے۔ نیک دل حمیدہ بانو بیگم نے نہ صرف سلیمہ کی درخواست قبول کر لی بلکہ بذات خود ایک منزل جاکر شہزادے کا استقبال کیا اور دہلی میں لاکر اپنے محل میں اُتروایا۔ اور اسی جگہ باپ بیٹے کی ملاقات ہوئی شہزادے نے اظہار اطاعت کیا اور بارہ ہزار طلائی مہریں اور ۷۰۰ ہاتھی نذر میں پیش کئے۔ اکبر نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور اس کی نذر قبول کی لیکن ہاتھیوں میں سے صرف ۳۶۴ ہاتھی شاہی اصطبل میں بھجوائے اور باقی سلیم کو واپس کر دیئے۔ اور اس کے اپنی دستار اپنے سر سے اُتار کر سلیم کے سر باندھ دی یعنی اسے علانیہ اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ اور اس طرح باپ بیٹوں میں صلح ہو گئی۔ یہ سلیمہ کی دُور اندیشی۔ نیک دلی اور معاملہ فہمی کا ایک زرّیں کارنامہ تھا۔

عہد اکبری کے مشہور مورخ مولانا عبد القادر بدایونی کو سلیمہ سلطان بیگم کی وجہ سے ایک مرتبہ گرفتار ہونا پڑا تھا اور اسی وجہ سے مولانا نے اپنی کتاب "منتخبات تاریخ" میں سلیمہ بیگم کو سخت کلمات سے یاد کیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ سلیمہ سلطان بیگم کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ وہ مولانا کی مترجمہ کتاب سنگھاسن بتیسی یا نامۂ خرد افزا دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن جب شاہی کتب خانہ سے اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہوا تو سلیمہ نے اکبر سے اس کی شکایت کی۔

جواب میں اکبر نے مولانا سے لیکر دیکھ لو پر اکتفا کیا مولانا صاحب اس وقت رخصت پر وطن گئے ہوئے تھے۔ جہاں رخصت سے پانچ ماہ زیادہ گذار دیئے۔ بادشاہ ان کی غیر حاضری سے تنگ تھا۔ اور جب بیگم نے بھی تنگ کیا تو قاصد بھیج کر مولانا کو گرفتار کرا لیا۔

سلیمہ سلطان بیگم اکبر کی وفات سے نو سال بعد تک زندہ رہی۔ جہانگیر اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ بیگم نے اپنی عمر کا آخری حصہ عبادت الٰہی اور غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرنے میں گذارا۔ اس نے ۱۶۱۲ء میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جب جہانگیر کو اس سانحۂ ارتحال کی خبر ہوئی تو اسے بہت رنج ہوا۔

خیالاتِ پریشاں

ہوتی نہیں ہے سیر کبھی چشمِ گرسنہ
کس کس کے دیکھنے کی تمنا کیا کریں

ہر شخص اس جہان میں دنیا پرست ہے
اب کس سے جا کے شکوۂ دنیا کیا کریں

کیا سنائیں ہمنشیں اب نغمہ ہائے دلنشیں
ہم کو فرصت ہی نہیں اندوہ آلام سے

اس لئے اپنی فغاں کو ضبط کر لیتا ہوں میں
یہ کہیں ٹکرا نہ جائے چرخِ نیلی فام سے

تشنہ ہوں میں شرابِ محبت کے جام کا
یہ آبِ آتشیں تو نہیں میرے کام کا

اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ تو خنجر اٹھائیے
کچھ دیجئے جواب ہمارے سلام کا

صبر و سکونِ دل کہ تھا سرمایۂ نشاط
صد حیف وہ بھی ہم کو میسر نہیں رہا

میں اور اُس کے در پہ جھکاؤں سرِ نیاز
روشن خوشامدوں کا میں خوگر نہیں رہا

(روشن نکودری)

طلسمی ہاتھ

(از جناب ظفر قریشی صاحب بی۔اے دہلوی)

گو ہم نے جج صاحب کے مُنہ سے اس پُراسرار افسانہ کو بارہا سُنا تھا۔ مگر ایک نووارد مہمان کی خاطر سے ہم نے تحریک کی کہ جج صاحب اس قِصّہ کو پھر سُنائیں۔

قِصّہ سُنانے سے قبل جج صاحب نے تمہید کے طور پر کہا۔ ممکن ہے آپ اس پر یقین نہ کریں یا اس واقعہ کو مافوق الفطرت سمجھیں۔ مگر میں درخواست کرونگا کہ آپ اسے ایک امر واقعہ سمجھکر سُنیں کیونکہ یہ میری آپ بیتی ہے اور جو کچھ عرض کرونگا میرا ذاتی مشاہدہ ہوگا جس میں حاشیہ آرائی کو مطلق دخل نہیں۔ ہاں اس بات کی صحت و عدمِ صحت کے جواز میں آپ اسے مافوق الفطرت کہیں تو میں اس کا ذمہ وار نہیں کیونکہ مجھے ایسی چیزوں پر اعتماد نہیں۔ اور نہ میں ان کا قائل ہوں ہاں میں واقعہ سُنائے دیتا ہوں۔ اس پر فیصلہ کرنا نہ کرنا آپ کا اختیار ہوگا۔

"ضرور سُنائیے" بیچین مجمع نے پُرجوش لہجہ میں کہا۔

جج صاحب اس پر سنجیدگی کے ساتھ مسکرائے اور کہنے لگے۔

ابتدا میں یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میرا مافوق الفطرت چیزوں پر ایمان نہیں۔ میں تو روزمرہ کے واقعات کو جانتا ہوں۔ اور اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی کوئی منطقی تاویل نہ ہو سکے تو میں خیال کر لیتا ہوں کہ وقت آئیگا جب سائنس اس کی کچھ تاویل کر سکے گا۔ میں ایبٹ آباد میں جج تھا۔ ایک جج کے فرائض آپ کو معلوم ہی ہیں مجرموں کو سزا دینا۔ اور انسانوں کے درمیان حکم بن کر فیصلے کرنا۔ اس پوزیشن پر ہونے کی وجہ سے مجھے اکثر عجیب وغریب واقعات سننے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ جو زیادہ تر قتل غارتگری بچہ کُشی اور ذاتی مناقشات کی نوعیت کے ہؤا کرتے تھے۔ ہاں ایسا واقعہ میں نے کبھی نہیں سُنا تھا۔ مگر قدرت نے مجھے خود اس میں حصّہ لینے کا موقع دیدیا۔

"ایک دن مجھے اتفاق سے معلوم ہؤا کہ شہر سے باہر ایک بنگلہ میں ایک پُراسرار انگریز رہتا ہے۔ جس کا طرز معاشرت اور رویہ عام روش سے مختلف تھا۔ اس کے ہمراہ کوئی عورت یا کوئی اور انگریز نہ تھا۔ سُنسان بنگلہ میں اکیلا رہتا تھا۔ صرف ایک ہندوستانی نوکر تھا۔ جو اس کا کھانا تیار کر دیا کرتا تھا۔ یا مختلف کام سرانجام دیتا تھا۔ اور اُسی بنگلہ میں رہتا تھا۔"

"یہ انگریز کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ اس کے ہاں کبھی کوئی ملنے نہ آتا تھا۔ اور نہ یہ خود کہیں جاتا تھا۔ کسی کو اپنے بنگلہ کے اندر آنے نہ دیتا تھا۔ غرض یہ کچھ اس قدر پُراسرار واقع ہُوا تھا۔ کہ لوگوں نے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں گھڑنی شروع کر دیں۔ کوئی کہتا تھا یہ جاسوس ہے کوئی کہتا تھا بالشویک افسر ہے بعض کہتے تھے۔ کہ وہ کوئی زبردست جرم کر کے یہاں آ چھپا ہے"۔

"انگریز کبھی شہر میں نہیں جاتا تھا۔ تمام ضروریات نوکر لیکر آتا۔ یہ بنگلہ سے کبھی کبھی نکلتا بھی تھا۔ اور وہ بھی یا تو شکار کے لئے یا مچھلیاں پکڑنے کے لئے اور ندّی پر جانے کے لئے روزانہ صبح اُٹھ کر بھری ہوئی پستول لیکر نشانہ بازی کی مشق کیا کرتا تھا۔ اور جب سے بنگلہ میں ٹھہرا ہُوا تھا۔ اس نے کبھی اس شغل کو ناغہ نہیں کیا۔ اس سے لوگوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے تھے۔"

"مجھے بحیثیت ایک جج کے اس پُراسرار شخص کے حالات دریافت کرنے کی جستجو ہوئی۔ مگر بے سُود کوئی ٹھیک پتہ نہ چلا ہاں صرف اتنا معلوم ہُوا کہ اس کا نام سر جون راول تھا۔ بہر حال میں نے اس شخص کو زیر نظر رکھا۔ حالات معلوم کرنے کی اکثر کوشش کرتا رہا"۔

"قدرت نے مساعدت کی اور مجھے ایک ایسا موقعہ مِل گیا۔ ایک دن میں اتفاق سے اس کے بنگلہ کے قریب پرندوں کا بندوق سے شکار کر رہا تھا۔ کہ ایک پرند گولی کھا کر بنگلہ کی چہار دیواری میں جا پڑا۔ حسب عادت میرا شکاری کُتا بنگلہ میں جا کر پرند کو پکڑ لایا۔ میں نے اس سے چھڑا کر انگریز کے حوالہ کر دیا۔ اور معذرت کی کہ بلا اجازت اس کے بنگلہ میں گھس آیا تھا۔ انگریز نے شکریہ کے ساتھ میرا پرند قبول کیا۔ اور اس معذرت پر میرا شکریہ ادا کیا۔ اور مجھے بھوت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ میں روکھا آدمی ہوں کسی سے ملتا نہیں۔ لیکن اگر کوئی شریف آدمی جو میرے کاموں میں دخیل نہ ہو مجھ سے ملنا چاہے تو میں برضا و خوشی حاضر ہوں"۔

"یہ انگریز ایک لمبا تڑنگا ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ ہندوستان میں زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے چہرہ جُھلس گیا تھا۔ منہ پر لمبی داڑھی تھی۔ صحت بہت اچھی تھی۔ انگریزی کے علاوہ فرانسیسی۔ فارسی اور اُردو بخوبی جانتا تھا۔ ادبی مذاق کا آدمی تھا۔

یہ حالات تھے جو میں نے اس پندرہ منٹ کی ملاقات میں معلوم کر لئے۔ اس کے بعد بھی اکثر اس سے ملنے کا موقع ملتا رہا۔ پانچ چھ دفعہ اسی طرح باتیں کرتا رہا۔ مگر مجھے کبھی بنگلہ کے اندر نہ لے گیا۔ جب شناسائی اچھی طرح ہو گئی۔ تو اس نے مجھے کچھ معقول اور قابلِ اعتماد آدمی سمجھ کر کہا۔ آج تو اندر چل کر بیٹھیے۔ کچھ سگرٹ پیجیئے گا۔ باتیں بھی کریں گے"۔

میں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور اس پر بلا تامل راضی ہو گیا۔

(۲)

میں نے ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے اس کی زندگی کے متعلق استفسار کیا اس پر اس نے جواب دیا۔ میری زندگی بہت بہادرانہ گزری ہے ہمیشہ مردانگی کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کرتا رہا۔ میری زندگی کا بیشتر حصہ افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں شیر اور گوریلا کے شکاروں میں گزرا ہے۔ سیر و شکار میرا ہمیشہ سے مشغلہ رہا ہے خونخوار سے خونخوار جانور کا شکار میں نے کیا ہے۔ افریقہ کا کوئی جنگل ایسا نہ تھا۔ جہاں کسی ہاتھی شیر یا گوریلا کو نہ مارا ہو۔

میں نے اس پر کہا "ان جانوروں کا شکار تو بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے" اس پر وہ ہنسا اور جواب دیا "نہیں ان سے بھی زیادہ خوفناک شکار انسانوں کا ہوتا ہے۔ یہ حیوان کی بہت ہی خطرناک قسم ہے۔ میں نے اکثر اس کا بھی شکار کیا ہے۔ اس کے بعد انگریز نے مجھے دعوت دی کہ اس کے کمرہ میں چل کر ہتھیاروں اور سیر و شکار کے عجائبات کو دیکھوں میرا شوق برابر بڑھ رہا تھا۔ اس وجہ سے اس کے ساتھ ہو لیا۔

ہم ایک وسیع کمرہ میں پہنچے۔ یہ کمرہ بہت پُراسرار تھا۔ چہار طرف عجیب و غریب اشیا نظر آتی تھیں۔ اجنبی آدمی کو اندر آ کر ایک قسم کا خوف محسوس ہوتا تھا۔ چاروں طرف دیواروں پر خوفناک جانوروں کے پنجر لٹکے ہوئے تھے۔ طرح طرح کے ہتھیار اور مختلف عجائبات رکھے ہوئے تھے۔

میں نہایت متحیر ہو کر کمرہ کی چیزوں پر ایک نظر ڈال رہا تھا۔ کہ یکایک نگاہیں کسی اور چیز کی طرف مڑ کو نہ ہوئیں۔ ایک میز پر سُرخ مخمل کا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ اور اس پر کوئی سیاہ چیز رکھی ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک انسانی ہاتھ تھا۔ یہ کسی ہاتھ کی ہڈیوں کا پنجر نہ تھا۔ بلکہ گوشت و پوست کا سالم ہاتھ تھا مگر بالکل خشک اور مرجھایا ہوا جو کہنی کے پاس سے بہت احتیاط کے ساتھ کاٹا گیا تھا۔

کلائی کے گرد ایک موٹی زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ جس کا ایک سرا اوپر چھت میں ایک کُنڈے میں پھنسا ہوا تھا۔

میں نے متحیر ہو کر کہا "یہ کیا ہے"

پُراسرار انگریز نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔ یہ میرے ایک بدترین دشمن کا ہاتھ ہے۔ جو افریقہ سے لایا گیا ہے۔ یہ ایک تلوار سے کاٹا گیا تھا اور آٹھ دن تک دھوپ میں سکھایا گیا تھا۔

میں نے انسانی جسم کے اس آثار باقیہ کو چھوا۔ ہاتھ کی ساخت حبشی النسل انسان کے ہاتھ سے مشابہ تھی۔ ناخن بہت لمبے اور چوڑے تھے۔ میں نے انگریز سے کہا "ہاتھ قطع کرنے کیلئے کافی طاقت درکار ہوئی ہو گی"۔

بیشک بہت قوت صرف کرنی پڑی تھی مگر میں اپنے دشمن سے زیادہ طاقتور تھا۔ مگر آپ نے اسے زنجیر سے کیوں جکڑ رکھا ہے کیا یہ بھاگ جائیگا؟

"یہ تو نہیں بھاگے گا مگر مجھے خوف ہے کہ یہ خود مجھے ہلاک کر دیگا۔ اس وجہ سے اسے جکڑ دینا ضروری ہے"

اگر یہ انگریز حد درجہ سنجیدگی کے ساتھ ان الفاظ کو نہ کہتا تو میں شبہ کرتا۔ کہ وہ یا تو دیوانہ ہے یا مجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔

انگریز چپ چاپ کھڑا رہا۔ اور ہتھیار دکھانے لگا۔ میں نے بندوقیں دیکھ کر بہت تعریف کی مگر یہاں بھی ایک عجیب چیز نظر آئی۔ یعنی تین بھری ہوئی پستولیں جو ہر وقت اس کے قبضہ قدرت میں رہتی تھیں گویا اُسے کسی اچانک حملہ کا ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا۔

(۳)

میری اور انگریز کی دوستی کو اس طرح پورا ایک سال ہو گیا۔ طلسمی ہاتھ جس جگہ پہلے دن دیکھا تھا۔ اس ہی جگہ برابر رکھا رہا موٹی موٹی زنجیریں اسے باندھے رکھتی تھیں۔

سال کا آخر تھا کہ یکایک میرے ملازم نے صبح ہی صبح مجھے آکر جگایا۔ اور یہ منحوس خبر سنائی کہ اس رات سر جون راؤل قتل کر دیئے گئے۔

نصف گھنٹے بعد میں ان کے بنگلہ پر تھا۔ جہاں سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آچکے تھے۔ اور تفتیش جاری تھی۔ ان کا ہندوستانی نوکر زار زار رو رہا تھا۔ مگر مجھے شبہ ہوا وہی قاتل نہ ہو۔ مگر بعد میں مجھے اپنا خیال بدلنا پڑا۔

انگریز کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ بیچ میں اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بالکل سرد اور مردہ۔ اس کی واسکٹ کی دھجیاں ہو رہی تھیں۔ ایک آستین بھی پھٹ گئی تھی۔ گویا ایک زبردست لڑائی ہوئی تھی۔

انگریز کی موت گلا گھٹنے سے واقع ہوئی تھی۔ تنفس رُکتے ہی اس نے جان دیدی ہو گی۔ چہرہ متورم اور خوفناک وحشت کے آثار لئے ہوئے تھا۔ گردن پر کسی فولادی چیز کے پانچ نشانات تھے۔ دانتوں میں بھی کوئی چیز دبی ہوئی تھی۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ کسی مردہ ہاتھ نے اس کا گلا دبا کر کام تمام کر دیا تھا۔ (ڈاکٹر کی شناخت تو یہی تھی) مگر ڈاکٹر کی اس رائے کو سن کر میرا کلیجہ خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا کہ یہ کام اس طلسمی ہاتھ کا تھا۔ اور ڈاکٹر کا اندازہ بالکل صحیح ہے۔

میں نے ڈرتے ڈرتے نیم وا آنکھوں سے سرخ میز کی طرف دیکھا۔ طلسمی ہاتھ غائب ہو چکا تھا۔ اور زنجیریں ٹوٹی پڑی تھیں۔

مردہ انگریز کے منہ میں اگلے دانتوں کے درمیان آدھی کٹی ہوئی انگلی تھی۔

(۴)

پولیس قاتل کا پتہ نہ چلا سکی۔ کوئی کھڑکی ٹوٹی ہوئی نہ تھی۔ نہ دروازہ کھلا ہوا پایا گیا۔ زینے میں سونے والے دو نوں چوکیدار کتے بھی نہ اُٹھے تھے۔ غرض کوئی چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔

نوکر کا بیان لیا گیا اس نے کہا کہ کچھ عرصہ سے اس کے آقا کے پاس بہت سے خطوط آرہے تھے جنہیں وہ فوراً ہی نذر آتش کر دیا کرتا تھا اور کبھی اُنکا ذکر نہ کرتا تھا۔ اسکی حالت جنونوں کی سی ہو گئی تھی۔ اکثر سوتے سوتے پلنگ پر سے اُٹھ کر طلسمی ہاتھ پر فیر کرنے لگتا تھا۔ ایک دفعہ جوش میں آکر چابک لیکر ہاتھ پر خوب کوڑے برسائے۔ غرض وہ کچھ عرصہ سے بہت متوحش و خوفزدہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا اسے اپنے ارد گرد موت منڈلاتی ہوئی نظر آتی تھی۔

قتل کی رات کو وہ بہت سکون طبع کے ساتھ اپنے پلنگ پر پڑ کر سو رہا۔ مگر اس رات خلاف معمول بہت دیر ہو گئی تھی۔ ورنہ وہ بہت سویرے سو جاتا تھا۔ وہ سوتے وقت ہمیشہ اپنے ساتھ ریوالور رکھا کرتا۔ نیز نوکر اسے خود بخود بولتے اور زور زور سے چیختے سُنا کرتا تھا۔ گویا وہ کسی سے جھگڑتا تھا۔ مگر قتل کی رات کو کسی قسم کی آواز سننے میں نہ آئی تھی نوکر کو کسی خلاف عادت وقوعہ کے ظہور پذیر ہونے کا شبہ تک نہ تھا۔ صبح کو حسب معمول اپنے آقا کے لئے گرم پانی لیکر کمرہ میں گھسا تھا۔ کہ اسے مردہ پایا۔

(۵)

جج صاحب نے قصہ تمام کر کے کہا۔ "قتل کے بعد کی رات مجھے بہت ڈراونے خواب نظر آئے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ طلسمی ہاتھ میرا گلا دبا رہا تھا۔ یا مکان کا دروازہ اور کھڑکیوں پر اس طرح ٹٹول رہا تھا۔ جیسے مکڑی جالا تنتی ہے۔ مگر میں خوفزدہ ہو کر اُٹھ بیٹھا اور کھڑکی کھول کر دیکھی تو کوئی غیر معمولی بات نہ پائی۔ بس اس رات کے سوا مجھے اس طلسمی ہاتھ کا کچھ پتہ نہ چلا۔"

پس حضرات یہ ہے طلسمی ہاتھ کی کہانی اب اس کی جس طرح چاہیں تاویل کریں چاہے اسے مافوق الفطرت وقوعہ سمجھ لیں یا جو دل چاہے سمجھ لیں میں اس کا فیصلہ خود آپ پر چھوڑتا ہوں۔ میں اس کی تشریح کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کے متعلق جو میں نے اپنی رائے قائم کی تھی۔ اسے اور بیان کئے دیتا ہوں۔ اس کی صحت و عدم صحت پر آپ حکم لگا سکتے ہیں۔ نو وارد مہمان جس کا چہرہ اس خوفناک کہانی سننے سے زرد

پڑ گیا بہت پُر اشتیاق نظروں سے جج صاحب کو دیکھنے لگا۔ اور کہا ہاں۔ ضرور وہ رائے ضرور سنائیے۔

جج صاحب نے کہا "میری رائے یہ ہے۔ کہ سر جون راول کا بدترین دشمن اپنے ایک ہی ہاتھ سے انتقام لینے کی غرض سے آیا ہوگا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اپنے دشمن سے کیونکر بدلہ لیا یہ ایک اسرار رہیگا جو کسی کو معلوم نہیں۔ نیز یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کب اور کہاں سے آیا نیز انکی باہمی دشمنی کا سبب بھی ہمیشہ ایک راز رہیگا۔ ممکن ہے کسی عورت یا روپے وغیرہ پر جھگڑا ہوا ہو اور پھر دشمنی اس قدر خونخوار ہوگئی۔ بہرحال ہمیں یہ بھی نہیں معلوم خیر یہ ان چند پُر اسرار واقعات میں سے ایک ہے۔ جن کی تشریح نہیں کی جاسکتی اور بقول شکسپیئر دُنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں۔ جو ہمارے فلسفہ کے خواب میں بھی نہیں آسکتیں۔

طالب ہے کیمیا کا تو دُنیا بھی چھوڑ دے

زاہد یہی ہے زہد کہ دُنیا بھی چھوڑ دے　　حور و قصورِ خلد کا سودا بھی چھوڑ دے

تکمیلِ عشق کی ہے اگر تجھ کو آرزو　　رُخ کا خیال زُلف کا سودا بھی چھوڑ دے

ناسور کا علاج ہے ناخن سے چھیڑنا　　بہتر یہ ہے علاج کا سودا بھی چھوڑ دے

تاثیرِ عشق کی ہے اگر تجھ کو آرزو　　نالوں کے ساتھ اثر کی تمنا بھی چھوڑ دے

جاہ و حشم کی حرص سے پہلے گریز کر　　طالب ہے کیمیا کا تو دُنیا بھی چھوڑ دے

کچھ حفظِ آرزو کا تجھے ہے خیال اگر　　اظہارِ آرزو کی تمنا بھی چھوڑ دے

رنگین اگر ہے جلوۂ جاناں کی آرزو
خود مٹ کے شوقِ عرضِ تمنا بھی چھوڑ دے

(غلام محمد رنگین سمناری)

صدرِ بلدیہ

(ماسٹر ممتاز حسین صاحب بسمل از گھڑتل)

وحید الدین اور اُس کا بیٹا اختر مسعود اپنے آراستہ پیراستہ کمرے میں بیٹھے ترکی سگار پھونک رہے تھے۔ اُن کا مکان استانبول کے مغربی حصہ میں واقع تھا اور سلطانی بازار کی گہما گہمی نشست گاہ کی خوبصورت کھڑکیوں سے بخوبی نظر آتی تھی۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک بھاری بھر کم ترک اندر داخل ہوا۔

"حضرات! میرا نام شوکت پاشا ہے۔ شوکت پاشا صدر بلدیہ۔ آپ نے سُنا ہوگا میں آپ کے ہاں پناہ کی جستجو میں آیا ہوں۔ ایک بدمعاش نے میری زندگی تلخ کر دی ہے۔ بربِ کعبہ میں اُس سے اُکتا چکا ہوں"۔

"تشریف رکھئے"، وحید الدین نے کہا۔

نووارد نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سیاہ بانات کی ٹوپی اُتار کر میز پر رکھ دی۔ زرد رنگ کی قیمتی چھڑی برابر والی کرسی کے سہارے کھڑی کر دی۔ دستانے اُتار دیئے اور اپنی آسمانی رنگ کی پتلون سے گرد صاف کرنے لگا۔

"فرمائیے"، وحید الدین نے پوچھا۔

"ذرا دروازہ سے جھانک کر دیکھئے"، شوکت پاشا نے اختر مسعود سے کہا "وہاں کون ہے"؟

اختر مسعود۔ ایک معزز آدمی چہل قدمی میں مصروف ہے۔

"اُسے یہاں لے آئیے"۔ شوکت پاشا نے کہا۔ "میں پہلے پہل اُس کو دعوت دے رہا ہوں مگر وہ ضرور آئے گا"۔

وحید الدین (دروازہ پر پہنچ کر) شوکت پاشا آپ کو اندر بلاتے ہیں"۔

نوجوان ترک مسکرایا اور وحید الدین کے پیچھے پیچھے کمرے میں چلا آیا۔ اُس کی اور شوکت پاشا کی پوشاک ایک جیسی تھی۔ وہی آسمانی رنگ کی پتلون، زرد چھڑی، سیاہ بانات کی ٹوپی مگر اُس کا چہرہ حسین پر شباب تھا۔ اور ایک سفید رنگ کا پھول اُس کے کوٹ کے کالر میں آویزاں تھا۔ نووارد نے شوکت پاشا کو ادب سے سلام کیا اور ایک کرسی کھینچ کر اُس کے مقابل بیٹھ گیا۔ صدر بلدیہ اُسے دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور کہنے لگا "میں اسے گولی مار دونگا۔ میں اسے بیس برس کے لئے جیل خانہ میں بند کرا دونگا (وحید الدین سے) آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟"

وحید الدین "اس نے آپ کے لباس کی نقل کی ہے"۔

صدر بلدیہ "صرف یہی نہیں وہ ہر گھڑی میرا تعاقب کرتا ہے۔ میرے مکان کے ارد گرد منڈلاتا رہتا ہے بلدیہ کے جلسوں میں مجھے دیکھ دیکھ کر مسکراتا ہے۔ کوئی تقریب ہو سایہ کی طرح میرے ساتھ ہوتا ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم۔

وحید الدین۔ کیا آپ کا مطلب ہے کہ یہ – یہ – آفندی –

نو وارد "میرا نام محمود ہے"

وحید الدین "محمود آفندی آپ کو خواہ مخواہ دق کر رہے ہیں"

صدر بلدیہ (گرج کر) یہ میرے لئے ایک لعنت ہے۔ یہ میرا تعاقب کرتا ہے۔ میری نقل اُتارتا ہے اپنے آپ کو میرا دوست ظاہر کرتا ہے۔ پبلک جلسوں میں میرا مذاق اُڑاتا ہے اور میری شہرت و ناموری کو ذبح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب میں اُکتا کر اس کا سبب دریافت کرتا ہوں تو ایک لفظ کہے بغیر مسکرا دیتا ہے۔

"آپ شوکت پاشا کی تقریر سن رہے ہیں" وحید الدین نے محمود سے پوچھا "کیا آپ درست فرماتے ہیں"

"مجھے صدر بلدیہ کے قرب سے مسرت حاصل ہوتی ہے" محمود نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیوں؟" وحید الدین نے دوبارہ دریافت کیا۔

"میں آپ کا مداح ہوں" محمود نے کہا "چونکہ بیکار ہوں اس لئے ہر جگہ آپ کے قریب رہتا ہوں۔ مجھے آپ کی جادو بھری تقریر بہت پسند ہے۔ جب آپ پبلک جلسوں میں بولتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ اور انہیں دامنِ شوق میں لینے کے لئے ہر جگہ پہنچ جاتا ہوں"

وحید الدین سوچنے لگا۔

"محمود آفندی!" وحید الدین نے کہا "بہتر ہوتا کہ آپ صدر بلدیہ کے بجائے کسی اور کو نشانۂ شوق بناتے"

"ناممکن ہے" محمود نے کہا "میں اور کسی کو پسند نہیں کرتا۔ صبح جب میں بیدار ہوتا ہوں تو میری رگ رگ بے قرار ہوتی ہے۔ اور جب میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو دل باغ باغ ہوتا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ صدر بلدیہ ایک دلچسپ شخصیت ہے"

"مگر وہ آپ سے بیزار ہیں" اختر مسعود بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"یہ دھوکا ہے" صدر بلدیہ نے سُرخ سُرخ آنکھیں نکال کر کہا "یہ فریب ہے۔ میں ایک وکیل کے آستانہ پر

بھی جبیں سائی کر چکا ہوں مگر قانون اس کو مجرم نہیں سمجھتا۔ میں پولیس میں رپٹ دے چکا ہوں مگر وہ مجبور ہے۔ آخر یہ کیا چاہتا ہے؟ دولت۔ جو یہ مانگے میں دینے کو تیار ہوں۔"

"دولت"۔ محمود آفندی نے دولت کی مٹھاس کے تصور میں ہونٹ چاٹتے ہوئے عجیب انداز میں جواب دیا۔ "دولت۔ دولت بھی عجیب شے ہے آہ! اگر میری حالت اب سے کچھ بہتر ہوتی تو میں آپ کے قصرِ عالی شان کے قریب کوئی نفیس مکان کرایہ پر لیتا لیکن ۔"

"کم بخت۔ بے حیا"۔ شوکت پاشا نے زور سے میز پر مکا مارا۔ "تم کتنی رقم لے کر دفع ہو سکتے ہو۔ یہ جال ہے۔ میں جانتا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو"۔

"جناب میں جیب کترا یا اُٹھائی گیرا نہیں ہوں"۔ محمود نے بے پروائی سے آنکھیں ملاتے ہوئے جواب دیا

"آخر تم کیا ہو؟" شوکت پاشا کے لہجہ میں غیر معمولی تلخی تھی "یہ لوٹنے کا نیا طریق ہے آفندی"! صدر بلدیہ نے وحید الدین کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ سُن رہے ہیں۔ میں تین ماہ سے اس کی وجہ سے چڑ کر چڑچڑا ہو رہا ہوں۔ انتخاب کے موقع پر یہ میرے دوستوں اور ووٹروں سے ایسے سوالات کر رہا تھا جو بظاہر بے ضرر تھے مگر دراصل بغلی گھونسہ سے کم نہ تھے۔ کم بخت نے حافظہ غضب کا پایا ہے۔ گڑے مردے اُکھاڑتا ہے۔ میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں مجھ سے غلطی کا ہر وقت امکان ہے۔ یہ ایسے مواقع کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور چھوٹی سے چھوٹی لغزش اور فروگذاشت کو بھی اس دلکش انداز سے میرے دوستوں سے بیان کرتا ہے کہ بس کچھ نہ پوچھئے یہ میری نیک نامی کا قاتل ہے۔ بربِ کعبہ جی میں آتا ہے کہ اس کو کچا چبا جاؤں"۔

"قانون اس بارہ میں کیا رائے دیتا ہے"؟ وحید الدین نے پوچھا۔

"میں دو قابل وکلا سے مِل چکا ہوں"۔ وحید الدین نے کہا۔ "مگر قانون اس روسیاہ کے ہتھکنڈوں سے عاجز ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے اپنی جیب گرم کرنے کے لئے یہ بھروپ بھرا ہے۔ مگر یہ اِسے تسلیم نہیں کرتا۔ آپ اس سے گفتگو کریں میں اس سے خلاصی پانے کے لئے ایک ہزار پونڈ نقد دے سکتا ہوں آپ میرا پتہ جانتے ہیں۔ اس سے فیصلہ کر کے مطلع فرما دیں"۔

شوکت پاشا نے ٹوپی اُوڑھی، چھڑی اُٹھائی اور جانے لگا۔ محمود آفندی نے بھی اُس کی پوری پوری نقل اُتارتے ہوئے ٹوپی اُوڑھ کر چھڑی بغل میں دبالی۔ صدر بلدیہ نے جھک کر وحید الدین نے ہاتھ ملایا۔ محمود آفندی نے بھی خاص ڈھنگ سے مسکراتے ہوئے اُس کی پیروی کی۔

"دیکھئے دیکھئے اس بد ذات کو دیکھئے"۔ شوکت پاشا نے دانت پیس کر کہا۔ "یہ بندر مجھے دیوانہ بنا دیگا! اس نے

میرے درزی سے بھی آشنائی پیدا کرلی ہے "

"آپ دو منٹ کے لئے تشریف رکھئے" وحید الدین نے محمود آفندی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں "

"ہمارا کام تین بجے شروع ہوگا" محمود آفندی نے گھڑی دیکھ کر کہا "میں پانچ منٹ کے لئے ٹھہر سکتا ہوں ۔رفیقِ محترم" اُس نے مڑ کر شوکت پاشا سے کہا "میں آپ کی تائید کے لئے وہاں حاضر ہونگا "

"اگر تم نے بازار میں قدم رکھا" صدر بلدیہ نے غصہ سے تلملاتے ہوئے کہا "تو تمہارا خون پی جاؤنگا"۔ یہ کہہ کر شوکت پاشا نے زور سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔

آفندی ۔ میں ایک مصروف آدمی ہوں" وحید الدین نے کہا "کہئے کیا ایک ہزار پونڈ کی رقم کافی نہیں ہے "

"ہر گز نہیں" محمود نے جواب دیا "اس زمانہ میں ایک ہزار پونڈ کی کیا حقیقت ہے ۔صدر بلدیہ نے ایک ہزار پونڈ کہہ کر میری ہتک کی ہے ۔آپ میرے عزیز دوست سے کہدیں کہ میں حساس آدمی ہوں ۔ابھی دو ہفتے ہوئے وہ ایک سو پیش کرتا تھا۔ پھر معاملہ پانسو تک پہنچا مجھے ابھی شوکت پاشا کی ذات گرامی سے الگ ہونا منظور نہیں" آپ منہ مانگی رقم لے سکتے ہیں" وحید الدین نے کہا۔

مجھے اپنا فرض بجالانا چاہئے" محمود آفندی گھڑی دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا "میں ایک شریف آدمی کی دوستی کا بیڑہ اُٹھا چکا ہوں ۔آج صدر بلدیہ ساحلِ سقوطری کے قریب ایک بازار کا افتتاح کریں گے ۔اگر میں موجود نہ ہُوا تو بہتر نہ ہوگا ۔معاف فرمائیے "

"پھر کب ملاقات ہوگی" اختر معسود نے پوچھا "ہم ہر وقت آپ سے گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں "

"میں آپ کا مشکور ہوں" محمود آفندی نے ٹوپی کو جھاڑتے ہوئے جواب دیا "مجھے یقین ہے کہ میرا محترم دوست دوبارہ ایک ہزار پونڈ کے ذکر سے میری ہتک نہیں کریگا۔ اچھا خُدا حافظ "

محمود آفندی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اور بھیڑ میں گم ہوگیا۔

"حیرت انگیز آدمی ہے" اختر معسود نے وحید الدین سے کہا "قانون اس کی چالاکیوں کے مقابلے میں بے بس ہے ۔اچھا میں بھی ذرا بازار کی رسمِ افتتاحیہ دیکھ آؤں "

(۲)

جب اخترِ معسود پنڈال میں داخل ہُوا تو غازی رؤف پاشا اپنی تقریر سے حاضرین کو مسحور کر رہا تھا۔ اُس کی مسکراہٹ اور دلکش آواز دلوں کو موہ رہی تھی ۔

غیور ہم وطنو اشوکت پاشا اس مفید تحریک کے جنم داتا ہیں۔ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں! استانبول صدیوں تک آپ کے نام پر فخر کریگا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ پلیٹ فارم پر تشریف لاکر بازار کی افتتاحیہ کارروائی سرانجام دیں "

غازی رؤف پاشا تالیوں کی گونج میں کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور صدر بلدیہ شوکت پاشا مسکراتا ہؤا آگے بڑھا پہلے تو اُس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر جلدی جلدی تقریر شروع کی۔ اُس نے غازی رؤف پاشا کی توصیف کی۔ سرمایہ داروں کے فرائض پر طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اُس نے خزانچی کو بلایا تاکہ چندہ دینے والوں کی فہرست پڑھ کر سنائے۔ اس حاکمانہ ارشاد کی تعمیل میں ایک زرد رو آدمی چشمہ لگائے ہوئے آگے بڑھا اور کوئی پانسو نام پڑھ کر سنائے۔

جب وہ بیٹھ گیا تو لوگوں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی مگر صدر جلسہ کی پُرشکوہ آواز نے اُن کو روک دیا۔ اختر مسعود پنڈال سے رُخصت ہو رہا تھا۔ اُس نے مڑکر دیکھا تو ایک خوش پوش نوجوان رؤف پاشا کی کرسی کے قریب کھڑا تھا اور صدر بلدیہ اُسے زہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔

"حضرات!" نوجوان ترک نے مسکراتے ہوئے کہا "میں شوکت پاشا کے انمٹ احسانوں پر ہدیۂ تشکر پیش کرنے کے لئے حاضر ہؤا ہوں" اُس نے صدر بلدیہ کو مودبانہ سلام کیا "میں چاہتا ہوں کہ میرا نام بھی چندہ دینے والوں کی فہرست میں درج کیا جاوے۔ میں ایک سو پونڈ کی حقیر رقم پیش کرتا ہوں" لوگوں نے تالیوں کی آواز سے پنڈال کو سر پر اُٹھا لیا "میں اپنے عزیز دوست کی قابلِ قدر زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا جبکہ صدر بلدیہ نے آبادی سے دور لبِ ساحل اپنا قصرِ عالی شان تعمیر کروایا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صدر بلدیہ کی رہائش گاہ اور میونسپل دفاتر کو ایک اعلیٰ درجہ کی سڑک سے بنانا از حد ضروری تھا۔ راستہ میں ملاحوں کی صدہا جھونپڑیاں تھیں مگر میرے محترم دوست کے حکم سے اُن کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دیا گیا وہ لوگ آج تک اپنی قسمت کو رو رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ اُس وقت چند حادثات بھی ہوئے تھے۔ ایک بڑھیا کو جب اُس کے آبائی مکان سے دھکے دیکر نکالا گیا تو وہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکی اور ایک مریضہ نے لبِ ساحل سرد ہوا اور اس کی وجہ سے جان دے دی مگر ان واقعات کو اب بھول جانا چاہئیے میں دعا کرتا ہوں کہ میرے عزیز دوست کو بازار کے معاملے میں غیر معمولی کامیابی نصیب ہو"

نوجوان تقریر کرکے پلیٹ فارم سے اُتر گیا۔ اور حاضرین میں بے چینی کی رو دوڑ گئی۔ بعض لوگ

سوالات کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے مگر رؤف پاشا نے جلدی سے اجلاس برخاست کر دیا۔ اور خشمگیں لہجہ میں صدر بلدیہ کو صورت حالات بیان کرنے کا حکم دیا۔

(۲)

ایک ہفتہ کے بعد شوکت پاشا نے دوبارہ وحید الدین سے ملاقات کی اور کہا "میرا خیال ہے کہ آپ اس بدمعاش کو قابو میں نہیں لا سکے ؟"

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہُوا!" وحید الدین نے جواب دیا "مگر پاشا صاحب میں آپ سے عرض کر دوں کہ آپ بُرے پھنسے ہیں"

"اُس پر لعنت ہو" صدر بلدیہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "میں اُسے خوب جانتا ہوں"

"اگر آپ خلاصی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اُس کا کیسہ گرم کیجئے" وحید الدین نے جواب میں کہا۔

"میں ایک ہزار پونڈ نقد دینے کے لئے تیار ہوں" صدر بلدیہ نے غصہ سے گلے کی رگیں پُھلاتے ہوئے کہا۔

"یہ رقم اُس سے بہت کم ہے جو وہ مانگتا ہے"۔ وحید الدین بولا "اگر آپ اُس کی پرواہ نہ کریں تو ممکن ہے کہ اُکتا کر خود بخود چلا جائے میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کی گزشتہ غلطیوں کو نمایاں کرتا رہتا ہے۔ مگر اس میں آپ کا کیا ہرج ہے بکتا ہے بکنے دو"

"آہ شاید آپ میری مجبوریوں سے ناواقف ہیں" صدر بلدیہ نے مستقبل کے ہولناک تصوّر سے لرزتے ہوئے کہا۔ "اُس شہر میں میرے صد ہا رقیب ہیں جو ہر وقت میری کمزوریوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور میری ہر غلطی کو کاہ سے کوہ بنانے کے لئے کمر بستہ ہیں۔ اختر معسود نے آپ سے بازار کی افتتاحیہ تقریب کا ذکر کیا ہوگا اس کم بخت نے بھرے جلسہ میں میرے دامنِ شہرت پر سیاہی کے چھینٹے دیئے اور موت کے گڑے ہوئے مردوں کو منظر عام پر لا کھڑا کیا رؤف پاشا نے اُس کی تقریر سے بہت بُرا اثر قبول کیا اور میں بمشکل تمام اس بات کو ٹال سکا۔ اس کی بے حیائی اور ڈھٹائی ملاحظہ فرمایئے کہ جلسۂ عام میں کھڑے ہو کر سو پونڈ چندہ دینے کا اعلان کیا مگر اجلاس کے خاتمہ پر جب اُسے تلاش کیا گیا تو غائب تھا!"

"آپ اس سے خلاصی پانے کے لئے کتنی رقم ادا کر سکتے ہیں؟" وحید الدین نے پوچھا۔

"میں تو اِسے جیل خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں دیکھنا چاہتا ہوں" صدر بلدیہ نے جواب دیا "گو چونکہ ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے ایک معقول رقم دے کر پیچھا چھڑانے کے لئے تیار ہوں"

"اب تک اُس کا طرزِ عمل قانون کا پابند ہے" وحید الدین نے کہا "اس لئے موہوم اُمیدوں کو دل سے نکال کر اسے کچھ دے کر ٹال دیجئے"

"اس بدذات کو راستہ سے ہٹانے کے لئے میں پانچ ہزار پونڈ تک دے سکتا ہوں" صدر بلدیہ نے فیصلہ

کُن لہجہ میں جواب دیا۔ عین اُس وقت کسی نے دروازہ کھٹ کھٹایا اور محمود آفندی اندر داخل ہُوا۔
"مجھے دیر تو نہیں ہوئی"۔ اُس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"آپ نے اُس روز جلسہ میں سو پونڈ چندہ دینے کا اعلان کیا تھا" صدر بلدیہ نے حقارت اور غصہ سے دریافت کیا۔
"مجھے یاد ہے آپ وہ رقم ادا کر دیجئے مشکور ہونگا" محمود آفندی نے بے پروائی سے جواب دیا۔
"بہتر ہے کہ آج معاملہ طے کر لیا جائے" صدر بلدیہ نے آنکھوں سے چنگاریاں برساتے ہوئے کہا۔
"جناب میں آپ کا دوست ہوں" محمود آفندی نے آہستہ سے کہا "اور ہمیں آپس میں لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں وحید الدین صاحب فیصلہ کرا دیں گے۔
صدر بلدیہ نے اپنی ٹوپی اور چھڑی اُٹھائی اور وحید الدین سے یہ کہہ کر کہ میں آپ سے دوبارہ ملاقات کرونگا باہر چلا گیا۔ محمود آفندی اُٹھ کر شوکت پاشا والی آرام کرسی پر بیٹھ گیا اور مُسکرانے لگا۔
"آپ ابھی تک قانون کی گرفت سے آزاد ہیں" وحید الدین نے محمود سے کہا "مگر بہت ممکن ہے کہ چند روز بعد آپ شاہی مہمان خانہ میں پڑے ہوں موجودہ وقت کو غنیمت جانئے اور معاملات کو بخیر و خوبی طے کر لیجئے"۔
"میں بھی یہی چاہتا ہوں" محمود آفندی نے کچھ دیر کے بعد کہا "معاف کیجئے میں تصورات کے گورکھ دھندے میں کھو گیا تھا" "کہئے آپ کیا چاہتے ہیں" وحید الدین نے پوچھا۔
محمود کچھ دیر تک کسی گہرے خیال میں چھت کو تکتا رہا پھر گویا ہُوا "لڑائی کے دنوں میں ہماری پلٹن سالونیکا میں مقیم تھی۔ ایک دن دُور سے سمندر کی نیلگوں سطح پر کچھ دھبے سے دکھائی دیئے۔ خبردار نے خبر دی کہ غنیم کا لشکر جرار آ رہا ہے۔ ہماری توپوں کے دھانے کھُل گئے اور دُشمن کا مُنہ موڑ دیا مگر وہ مرتے ڈوبتے ساحل تک آ پہنچے۔ دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ اور ہم دُشمن سے گُتھم گتھا ہو گئے۔ آپ ترکوں کی شجاعت سے واقف ہیں۔ دوبدو جنگ میں ایک ایک ترک غازی یورپ کی ایک ایک ریاست کے لئے کافی ہے۔ میں شمشیر بکف غنیم کے انبوہ میں گھُس گیا اور فنِ سپہ گری کے وہ جوہر دکھائے کہ دُشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ میرے جسم پر ساٹھ سے زیادہ زخم آئے مگر قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔ دُشمن اپنے ساز و سامان اور کثرتِ تعداد کے باوجود مغلوب ہُوا۔ مگر میں نے رات فوجی کیمپ کے بجائے ہسپتال میں گزاری۔ خون زیادہ بہ جانے سے میں بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ اس لئے کئی ماہ زیرِ علاج رہا۔ ایک دن میں ٹہلتا ٹہلتا ذرا دور نکل گیا اور ایک نارنگستان میں پہنچ گیا جس کا رقبہ ایک ایکڑ ہوگا۔ قریب ہی رنگتروں کا باغ اور ریک سبزہ زار تھا۔ اُن کا مالک اُنہیں بیچنا چاہتا تھا۔ میرے دل میں اُس جائداد کے خریدنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی مگر آہ! میں ایک قلاش سپاہی تھا۔

"اُس کی قیمت کیا تھی؟" وحید الدین نے پوچھا۔

"آٹھ ہزار پونڈ!" محمود آفندی نے جواب دیا۔ "شوکت پاشا کی ماہوار آمدنی سے بھی کچھ زیادہ۔ وہ تاکستان ابھی یکا نہیں اور میں ابھی تک اُسے خریدنے کے لئے بے تاب ہوں"۔

"اگر صدرِ بلدیہ وہ تاکستان تمہیں خرید دیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو گے؟" وحید الدین نے دریافت کیا۔

ہمیں زندگی کے باقی دن اُسی کنجِ عزلت میں گزار دونگا" محمود آفندی نے جواب دیا۔ "آج آپ کا بہت وقت ضائع ہُوا" کُرسی سے اُٹھتے ہوئے "صدرِ بلدیہ جب دوبارہ آپ سے ملاقات کریں گے تو میں دروازہ پر منتظر رہونگا ہاں یاد آیا آفندی! آپ نے کبھی سعید ہوٹل میں کھانا کھایا ہے؟ آج شام وہاں ضرور تشریف لائیے اچھا تسلیم"۔

(۴)

اختر مسعود اور وحید الدین جب ہوٹل میں داخل ہوئے تو شام کا اندھیرا چھا چکا تھا اور بے شمار مُلکی و غیر مُلکی شرفا کھانا کھا رہے تھے۔ قریب ہی دو میز خالی پڑے تھے۔ ایک پھولوں سے مزین تھا اور دوسرا سادہ تھا تھوڑی دیر کے بعد صدرِ بلدیہ جھومتے جھامتے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ رضا نور کوتوال شہر اور جاوید پاشا مہتمم چنگی بھی تھے۔ شوکت پاشا کی آنکھوں سے مسرت اُبلی پڑتی تھی وہ بار بار مُسکرا رہا تھا اور اختر مسعود کی آنکھیں برابر اُسی پر جمی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد محمود آفندی ایک خوش پوش رفیق کے ہمراہ ہال میں داخل ہُوا اور اُن کو دیکھتے ہی صدرِ بلدیہ کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

محمود آفندی نے صدرِ بلدیہ کو ادب سے سلام کیا اور کہا "میرے محترم پاشا آپ تشریف لے آئے؟"

شوکت پاشا نے تیوری چڑھا کر قہر آلود نظروں سے اُسے دیکھا مگر وہ بالکل ہراساں نہ ہُوا بلکہ مُسکراتے ہوئے بولا" اور نہ کے یتیم خانہ کا مہتمم چندہ لینے کے لئے آپ کے پاس آئے گا ایسا نہ ہو کہ آپ انکار کر دیں۔ رفیقِ محترم یہ ثواب کا کام ہے"۔

شوکت پاشا دانت پیس کر رہ گیا۔ اشارے سے وحید الدین کو بلایا اور دریافت کیا "آپ نے اس شیطان سے کیا طے کیا ہے؟"

وحید الدین "آٹھ ہزار پونڈ" آہستہ سے "اپنی فیس الگ ہے"۔

میں ادا کر دونگا" صدرِ بلدیہ نے کہا "میں اس سے اکتا چکا ہوں کل بارہ بجے نقد روپیہ"۔

اختر مسعود اور وحید الدین ہوٹل سے نکلے تو محمود آفندی بھی اُنہیں مِل گیا۔

"کل بارہ بجے آپ کو آٹھ ہزار پونڈ مِل جائیں گے" وحید الدین نے اُسے اطلاع دی۔

محمود آفندی اپنی اس کامیابی پر ایک فاتح جرنیل کی طرح مُسکرایا" وہ کنجِ دلکشا۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو

انگوروں کے خوشے۔ خوشگوار دھوپ۔ بخدا وہ تاکستان جنتِ ارضی ہے"۔

"لیکن آپ نے اُسے خریدنے کا اچھا ڈھنگ سوچا" اختر مسعود نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اُجی شوکت پاشا پہلے ایک معمولی دوکاندار تھا" محمود آفندی نے جواب دیا "ایامِ جنگ میں اس نے بیس لاکھ روپیہ سے زیادہ کمایا اور میں نے اپنی صحت و دولت سب قوم کی نذر کر دی۔ چونکہ اس نے ہماری وجہ سے کمایا اس لئے میں نے کچھ تھوڑا سا ٹیکس وصول کرنا ضروری سمجھا۔ اچھا میں کل بارہ بجے حاضر ہونگا اُمید ہے کہ کل شام کا کھانا آپ میرے ہاں کھائیں گے"۔

(ماسٹر ممتاز حسین بسمل گھڑتل ضلع سیالکوٹ)

تفسیرِ ادب

(جناب خان نثار احمد خاں صاحب ادیب لدھیانوی)

وُہ جلوے ذرّے ذرّے سے عیاں ہیں ۔۔۔ مگر اب دیکھنے والے کہاں ہیں
فلک سب کو مٹائے جا رہا ہے ۔۔۔ ہمیں اس عہد میں اِک سخت جاں ہیں
نہ بھول اِن دہر کی رنگینیوں پر ۔۔۔ یہ اعدائے سکونِ قلب و جاں ہیں
نشاطِ کشمکش وُہ خاک سمجھیں ۔۔۔ جو سعیِ زندگی میں کامراں ہیں
تری باتوں میں آ تو جائیں واعظ! ۔۔۔ مگر ہم واقفِ سود و زیاں ہیں
نظر آ پھر سے ایہ سب اہلِ محفل ۔۔۔ گرفتارِ طلسمِ این و آں ہیں

کسی کا ہے یہ فیضِ لطف ورنہ
ادیبؔ ایسے کہاں رنگیں بیاں ہیں

جناب ابر احسنی کا پیام

خدائے سخن علامہ مولنا صابر صاحب کے نام

مولنا۔ آداب و نیاز

رہنمائے تعلیم کے کسی گذشتہ نمبر میں آپ نے ارقام فرمایا تھا کہ آج کل غیر مروجہ بحوروں میں بہت ہی کم لوگ طبع آزمائی کرتے ہیں لیکن ضرورت ہے کہ ان بحور کو رواج دیا جائے۔ اسی ارشاد کے ماتحت میں نے وہ غزل شائع کرائی میں نے اور بھی متعدد غزلیں غیر مروج بحوروں میں لکھی ہیں۔ آپ نے اُس کو پسند فرمایا۔ ہمت افزائی کی میری کاوش کی حقیقی داد مل گئی اس لئے کہ وہ چند انمل بے جوڑ اشعار آپ کے اور صرف آپ کے ہی ملاحظہ کو میں نے لکھے تھے۔

یہ بات تو آنجناب پر روشن ہوگی کہ اس قسم کی غزلیات میں شاعر اپنا حقیقی رنگ اور زور نہیں دکھا سکتا کیونکہ اُس کی تمام طاقت ارکان کے مطابق الفاظ و جمل کی تلاش میں ہی صرف ہو جاتی ہے اس لئے میرے بھی وہ چند ہذیانی اشعار ہرگز اس قابل نہ تھے کہ آپ جیسی ہستی کو پیش کئے جائیں۔ لیکن "الامر فوق الادب" آپ نے رسالہ میں اپنی عام خواہش ظاہر فرمائی میں نے تعمیل ارشاد میں پیش قدمی کی اب یہ آپ کی ذرہ نوازی جو آپ نے پسندیدگی کی سند سے معزز فرمایا میں بھی آپ کے اس خیال کا موید ہوں کہ سب شعراء کو غیر مروج بحور کی جانب توجہ فرمانی چاہئے تاکہ اُردو شاعری کی یہ کمزوری آئندہ نسلوں کو تمثیل نہ بن جائے اور اُردو شعراء کی عاجزی کا مظاہرہ نہ کرے۔

میں نے مقطع کے مصرعہ اولی کو مسکن کر کے مُفتَعِلُن (چار) ۴ بار کو مفعولن سے بدل دیا ہے۔ میں نے ایسا کس استحقاق کے ماتحت کیا ہے اُس کو آپ کی بالغ نظر سمجھ لے گی۔ تقطیع حسب ذیل ہے۔

مُفعُولُن	مُفعُولُن	مُفعُولُن	مُفعُولُن
اُن کی آ ا	مُذ کے دَو	گے گو دِل	کُذ اے اب + ر
	ہائے مخلوط خارج		واؤ خارج۔ ابر کی ر خارج

میں یقیناً ایسی محترم ہستی کو اپنے ناچیز مکتوب کے مطالعہ کی تکلیف دیتا مگر افسوس کہ مجھے پتے کا علم نہیں ہے۔ کیا اچھا ہو کہ جناب ہی الطاف باری میں پیش قدمی فرمائیں۔ اب تو یہ دعا ہے کہ خدا جلد از جلد آپکا رسالہ عروض شائع کرادے جس سے دُنیائے ادب کی گمراہ ہستیاں ایمان لے آئیں۔

آپکا عقیدتمند ابر احسنی نوادہ بدایوں

تجزیۂ شعر

(از سید عروج زیدی بدایونی)

عجب سرا ہے یہ دُنیا کہ جس میں شام و سحر — کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے (میر انیس)

(۱)

مقتضائے آفرینشِ عالم ظہورِ ذاتِ مبدا فیاض ہے، دہر کی تخلیق و تزئین اس قوتِ بیکراں کی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ کا جس پر نظامِ عالم کافی الواقعہ دار و مدار ہے، صریحی ثبوت ہے۔ کلیوں کی مُسکراہٹ، گلوں کا حسنِ دلکش، تختۂ گلشن کی دلفریبی اور شاہدانِ چمن کی بود و ہست سب اُسی کے الطافِ بے پایاں کی رہینِ منت ہے۔

(۲)

موجِ نسیم عطر بیز انسانی دل و دماغ پر کیف و سرور کی بارش کر کے اپنے خالق کی لامتناہی جبروت کا بیّن ثبوت پیش کرتی ہے، حجاباتِ مجازی اپنی کششِ حُسن سے لوگوں کو اپنا دلدادہ و فریفتہ بناتے ہوئے ان کی ایسے نورِ بے ہمتا تک رہنمائی کرتے ہیں جس کی جلوہ فروشی و جلوہ ارزانی سے مہ و مہر کو فروغ اور انجم کو درخشندگی و تابندگی حاصل ہے ــــــ نغماتِ موسیقی ایک ایسے بربط کا پتہ دیتے ہیں جو مضرابِ کُن سے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ چھیڑا گیا مگر جس کی اعجاز کُن آواز سے کُل کائناتِ مُردہ میں روح دوڑ گئی، دُنیائے آب و گل وجود میں آئی، پیکرِ خاکی کو ایک نعمت عظمیٰ ــــــ عقل! ــــ سے سرفراز فرما کر اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب کیا اور سطحِ ارض کی حکومت اس کے سپرد کر دی ــــــ!"

(۳)

مگر یہ کافرِ نعمت انسان جلد ہی زعم خودی میں، تعلیم کی روشنی میں، کج فہمیوں میں مبتلا ہو کر (نعوذ باللہ خاکم بدہن) خدا بن بیٹھا ــــــ ذہنِ رسا، طبع سلیم، پیہم غور و فکر، محنت و جانفشانی اور جد و جہد سے ایجادات کے انبار پر انبار لگائے چلا جا رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ سب کچھ میرے حیطۂ اقتدار میں ہے ــــــ یہ سب کچھ صحیح ــــــ بجا اور بالکل بجا! ــــــ مگر پھر بھی عاجز ہے اور صد درجہ ــــــ کب؟ ــــــ جب "ہر فرعونے راموسیٰؑ" کی مشہور ضرب المثل صادق آتی ہے۔ جب انسان کی بے ثبات و فانی ہستی کے شیشہ کو جس میں کبر و نخوت کا عکس ظلمت باریاں کر رہا ہو، سنگِ مرگ سے ایک نامعلوم طاقت کے ادنےٰ فرمان و اشارہ پر پاش پاش کیا

جاتاہے اور اس طرح غافل و متکبر طبقۂ انسانی کے ایک فرد کو اس کی گستاخیوں اور بے عنوانیوں کا مزہ چکھا یا جاتاہے۔ ؎ یگانہ چنگیزی

احکامِ حق سے اکثر مُنہ موڑتے ہیں سرکش　　پابند ہیں تو کس کے اک حکمِ آخری کے

(۴)

اب تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ ہو ـــــ عابد و زاہد متقی و پارسا انسان خدائے عزوجل کو عزیز ہوتے ہیں اور ایک مدت خاص کے بعد عزیز کی جدائی بار خاطر ہو جایا کرتی ہے۔ بدیں وجہ ان حضرات کو بھی خالق کل سے ہمکنار ہونے کے لئے گہوارۂ مرگ کی سلسلہ جنبانی کرنی ہوتی ہے۔

(۵)

مختصر یہ کہ دُنیا ایک مستقل مستقر نہ عابد ہی کے لئے ہے نہ غافل کے لئے ـــــ طرفہ یہ کہ اس کے جلد نیست ہو جانے کا بھی احتمال نہیں ہے۔ کیونکہ پیدائش اور وفات کا ایک مرتب سلسلہ قائم فرما دیا گیاہے ـــــ اُدھر بسترِ علالت پر ایک "پریشان زندگی" "مایوس ہستی" یہ کہتا ہُوا۔ ؎

اُدھری نزع کی ہچکی کے نہ سُننے والے　　پہلی فریاد ہے اور آخری آوازیں ہے

داعیٔ اجل کو لبیک کہتاہے اور ہمیشہ کے لئے اپنے لواحقین۔ متعلقین۔ اعزہ واقربا کو داغ مفارقت دے جاتا ہے ـــــ آن کی آن میں اس کا عشرت کدہ فریاد وشیون نالہ وبکا گریہ و زاری سے ماتم کدہ بن جاتا ہے۔ ادھر برخلاف اس کے عین اسی وقت دوسرے مقام پر ولادت پسر کے انبساط میں نفیری وشہنائی کی فلک پیما آوازوں سے کچھ ہستیاں شاداں وفرحاں نظر آتی ہیں۔ بزم رقص وسرود قائم کی جاتی ہے اور ہر طرف سکون کی بارشیں ہونے لگتی ہیں ـــــ!

(۶)

نفسِ مطلب یہ ہے کہ دُنیا فی الجملہ ایک کارواں سرا ہے جس میں بیک وقت چند رہرو قیام پذیر ہوتے ہیں اور مقیم مسافراں میں سے چند عازمِ منزلِ مقصود ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میر انیس مغفور فرماتے ہیں ؎

عجب سرا ہے یہ دُنیا کہ جس میں شام و سحر　　کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

عروج زیدی بدایونی

سب انسپکٹر

(لالہ نرائن داس صاحب اشک ایس۔ وی انچارج ریڈ کراس سوسائٹی خالصہ سکول مھٹڑوانہ)

نہ کر کسی کو تباہ ظالم کہ تو بھی برباد و خوار ہوگا
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

سلیم ایک تجربہ کار سب انسپکٹر تھا۔ ذاتی لیاقت اور حُسن سلوک سے افسرانِ بالا اُس کی کارکردگی کے مداح تھے۔ اور اُس کے ماتحت اُس کے قلم کی جولانیوں سے مرعوب۔ لیکن جس تھانے میں قدم رکھتا۔ علاقے کے عزت داروں کی شامت آجاتی۔ رشوت کی گرم بازاری ہوتی۔ اُٹھائی گیرے کھُلم کھلا دھاوے مارتے۔ اچھے اچھے دلالوں میں نامزد ہوتے۔ کیونکہ سلیم کا دل انسانی ہمدردی اور جذبہ ایثار سے محض ناآشنا تھا۔ اُس کا ایمان دولت کی رو میں بہا جا رہا تھا۔ کسی فریادی کی بغیر مٹھی گرم کئے اُس کے دروازے تک رسائی ناممکن تھی۔ معمولی رپورٹوں کی اُجرت بھی پانچ دس روپے ضرور ٹھہرتی۔ دلال اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی نیا مُرغا ضرور پھانس کر لاتے۔ بدمعاش۔ اُچکے بچارے امن پسند شہریوں کا قافیہ تنگ کر دیتے۔ لیکن کہیں شنوائی نہ ہوتی۔ سلیم کے علاقے میں قتل کی وارداتیں دب جاتیں۔ کتنے ڈاکو گرفت میں آکر فرار ہو جاتے۔ کوئی دَم تک نہ مارتا سلیم نے کوئی تیس سال نوکری کی۔ لاکھوں جمع کئے۔ اپنے شہر میں ایک عالیشان کوٹھی بنوائی۔ کتنے ایکڑ اراضی خرید کی لڑکے کو بی۔ اے تک تعلیم دلوائی۔ آخر پنشن یاب ہو کر گھر آئے۔ بڑے تزک و احتشام سے رہنے لگے۔ نوکر چاکر گھوڑا گاڑی غرضیکہ تمام لوازمات امارت مہیا کئے۔ لیکن آخر مظلوموں کی آہوں کو درگاہ باری میں قبولیت ہوئی۔ قدرت کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ وہ تمام نقشے مٹنے شروع ہو گئے۔ اراضیات دریا کے کنارے تھیں۔ سب دریا بُرد ہو گئیں۔ بیٹا تپ دق کا شکار ہو گیا۔ سلیم کی پیٹھ پر ایک پھوڑا نمودار ہوا۔ جو چھ ماہ کے اندر اندر ساری پیٹھ پر پھیل گیا۔ تمام جسم میں مواد بھر گیا۔ کتنا علاج کیا۔ مگر جانبر نہ ہو سکا۔ اندوختہ ختم ہو گیا۔ سامان نیلام ہونے لگا۔ کوٹھی رہن ہو گئی۔ سلیم نے ایک معمولی سا کرایہ کا مکان لیکر تنہائی اور بے کسی میں جان دی۔ بدنصیب بیوہ کی آس ٹوٹ گئی۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ آخر شکم پُری کے لئے ایک امیر کے ہاں باورچن کے فرائض سرانجام دینے لگی ÷

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ

یہ تحقیقاتی کمیٹی مفصلہ ذیل اصحاب کا مجموعہ تھی :۔

جناب آر سینڈرسن صاحب بہادر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب صدر (۱) پنڈت نانک چند صاحب ایم ایل سی۔ (۲) خان بہادر سردار حبیب اللہ خاں صاحب ایم ایل سی (۳) سردار سمپورن سنگھ صاحب ایم ایل سی (۴) خان بہادر نواب احمد یار خاں صاحب ایم ایل سی (۵) سردار بہادر سردار بوٹا سنگھ صاحب ایم ایل سی (۶) مسٹر سردار خاں ایم ایل سی اور (۷) راؤ بہادر چودھری چھوٹو رام صاحب ایم ایل سی ممبران۔

رپورٹ پر دستخط ہوچکے ہیں۔ جس کے ہمراہ اوّل الذکر تین ممبران نے اتفاق رائے کی بجائے اظہار مخالفت کیا ہے۔ اور برخلاف رپورٹ دی ہے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ مفصلہ ذیل سفارشات کی گئی ہیں :۔

(۱) مدارس میں استعمال کرنے والی کتب کے لئے جو قواعد ضابطہ تعلیم پنجاب میں مندرج ہیں۔ بدستور نفاذ پذیر رہیں۔

(۲) اکیس ممبران پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی جس کے تمام ممبران وزارت تعلیم کے نامزد ہوں اور جن پر وزارت موصوف کو ہر طرح سے اختیارات فائز حاصل ہوں۔ موجودہ پنجاب ٹیکسٹ کمیٹی کی بجائے مقرر کی جائے۔

(۳) لائبریری کی کتب بدستور اس مشاورتی کمیٹی کی منظوری کی محتاج ہوں جیسا کہ آجکل موجودہ ٹیکسٹ بک کمیٹی کی منظوری بجاتی ہے۔

(۴) گورنمنٹ اور لوکل باڈیز (ڈسٹرکٹ میونسپل بورڈ) کے ماتحت مدارس میں زائد کتب کا سلسلہ موجودہ ٹیکسٹ بکس کے علاوہ بند کیا جائے پرائیویٹ مدارس کو اجازت ہو کہ اپنے اپنے خیالات کی زائد کتب اپنے ہاں جاری کر سکیں۔ بشرطیکہ ایسی کتب ان کے ہم خیال انجمنیں شائع کرتی ہوں اور بدستور اوّل منظوری حاصل کئے ہوں۔

(۵) کتابوں کی قیمت میں تخفیف کی جائے اور یہ کام ایک قابل و مستند کمیٹی کے سپرد ہو۔

(۶) مقابلہ کی دیگر کتب کی منظوری و فروخت کے لئے مفصلہ ذیل قواعد کی پابندی ملحوظ رکھی جائے۔

(ا) کسی ایک مضمون میں ایسی کتابوں کی تعداد کسی ایک جماعت کے لئے یا مقابلہ کی کتابوں کے سلسلے سکول کے کسی ڈیپارٹمنٹ (پرائمری و مڈل) کے لئے پانچ سے زائد نہ ہوں۔

(ب) جو کتابیں مقابلے کے لئے آئیں صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب انہیں بغرض ریویو نہایت مستند اور مسلمہ قابلیت کے مصحح اصحاب کے پاس روانہ کرینگے جو اس غرض کے لئے پہلے مقرر کئے گئے ہونگے۔ مصحح اصحاب کا فرض ہوگا کہ بہترین پانچ کتابیں انتخاب کر کے پیش کریں۔

(ج) مصحح اصحاب کی رائے صاحب ڈائرکٹر بہادر مشاورتی کمیٹی کے پیش کرینگے جن کو ان کتابوں کے نامنظور کرنے کا پورا استحقاق حاصل ہوگا۔ البتہ نامنظوری کی صورت میں اپنی تحریری رائے کا اظہار کرنا ہوگا۔

ایسی نامنظور کردہ کتاب کی بجائے صاحب ڈائرکٹر مصحح احباب سے کسی اور کتاب کی سفارش کی آرزو کرینگے۔

(د) تمام منظور شدہ کتب جو کسی جماعت کے لئے کسی ایک مضمون کی ہوں یا ٹیکسٹ بکس کے مقابلہ کی کتابیں . . . .

ایک ڈیپارٹمنٹ کے لئے ایک ہی مضمون کی اشاعت طباعت اور فروخت کے لئے ایک گروپ پر مشتمل ہونگی۔

(۵) ہر گروپ کی طباعت اشاعت اور پانچ سال میعاد کی فروخت کے لئے ٹینڈر منگائے جائینگے۔ اور سب سے زیادہ رقم معاوضہ دینے والے ٹھیکہ دار کو ٹھیکہ دیا جائیگا۔ بشرطیکہ یہ معاوضہ کم از کم مناسب رقم سے کم نہ ہو۔

(۶) معاوضہ کی تمام رقوم کا جو ٹھیکہ داروں سے موصول ہوگا ۳۳⅓ فی صدی یا ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ (دونو سے جو رقم زیادہ ہو) مشاورتی کمیٹی کی نذر کیا جائیگا تاکہ وہ اپنے اخراجات ادا کر سکے اور زیادہ مفید سرگرمیوں پر صرف کر سکے۔

(۷) ہر ایک گروپ کے معاوضہ کا بقایا بلحاظ گروپ کی تمام کتب کے مصنفین پر تقسیم کر دیا جائیگا۔

متذکرہ صدر طریق سے جو کتب منظور ہونگی وہ سال ۱۹۳۸-۳۹ء کے شروع سے استعمال کی جائیں گی۔

(۷) موجودہ وقت کی تمام ٹیکسٹ بکس، منظور شدہ خواہ ٹیکسٹ بک کمیٹی کی ہیں یا کسی پرائیویٹ فرم کی۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء سے فہرست سے خارج تصور کی جائیں گی۔ گو مصنفین کی منشا پر وہ دوبارہ ترمیم کے لئے پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۸) ہر پانچویں سال ٹیکسٹ بکس کی منظوری اور نگرانی کا کام از سر نو ہاتھ میں لیا جائیگا۔ جبکہ منظور شدہ کتب کا ذخیرہ ختم ہو جائیگا۔ اور نئی کتابیں بغرض منظوری بھی آ چکی ہونگی۔

(۹) ٹیکسٹ بک کمیٹی کی کتابوں کا حق تالیف سال رواں کے آخیر میں گورنمنٹ کے حق میں تبدیل کر دیا جائیگا۔

(۱۰) نئی سکیم کی منظوری تک کے عرصہ کے لئے گورنمنٹ ٹیکسٹ بک کمیٹی سے حاصل کردہ حق تالیف کی کتابوں کے ٹینڈر طلب کریگی اور زر معاوضہ ٹیکسٹ بک کمیٹی کو مجرا دیگی۔

(۱۱) نئی سکیم کے اجرا تک کسی سکول کو موجودہ منظور شدہ و مروجہ کتب کے تبدیل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

نوٹ۔ پنڈت نانک چند صاحب اور خان بہادر سردار حبیب اللہ خاں صاحب نے اپنے نوٹ میں درج کیا ہے۔ کہ نئی مجوزہ سکیم تعداد کتب کو بڑھائے گی اور موجودہ طریق میں ہرگز کسی بہتری کو لئے نہیں۔ ان کے خیال میں موجودہ طریق نہایت خاطرخواہ اور تسلی بخش ہے۔ اور چند جزوی اصلاحات کے بعد وہ بہت موزوں اور مناسب ہے۔　　(ترجمہ)　ٹریبون لاہور

مڈل سکول ڈیگھل ضلع رہتک کے ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو ایک بجے بعد دوپہر ایک پختہ حویلی میں آگ لگ جانے پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکاؤٹس ٹروپ کو آگ بجھانے کے سامان کے ساتھ موقعہ پر بھیجا۔ سکاؤٹس پانی مہیا کرنے لگے اور سکاؤٹ ماسٹر صاحب دو منزلہ مکان پر دوسرے مکانوں کی چھت پر سے ہوتے ہوئے دیر پہنچے۔ مکان کا سامان ایک طرف کر کے رسے کے ساتھ پانی کی بالٹیاں اوپر کھینچنی شروع کر دیں۔ اور آگ کو بجھانا شروع کیا۔ سکاؤٹس میں سے بڑے لڑکے اور ان کی دیکھا دیکھی گاؤں کے کئی اور آدمی بھی آگ بجھانے پر لگ گئے اور اس طرح ایک گھنٹہ کی کامل کوشش سے آگ پر قابو پا لیا۔ سکاؤٹس نے پانی بہت مقدار میں جمع کیا جس کا نتیجہ آگ کا بجھنا تھا۔ اور چھت کی کڑیاں جلنے سے بچ گئیں۔ پنڈت رام رشی صاحب انگریزی ماسٹر۔ سردار گوربخش سنگھ صاحب اور منشی خزان سنگھ صاحب کب ماسٹر نے بڑی محنت سے کام کیا۔ آگ بجھ جانے کے بعد پبلک نے بڑے تپاک سے سکاؤٹس۔ سکاؤٹ ماسٹر صاحب اور تمام عملہ سکول کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔　　(رسال سنگھ)

میلہ منڈی ٹھردہ ضلع سیالکوٹ کے ۲۰ لغایت ۲۲ اگست ۱۹۳۴ء کو گذشتہ سالوں کی طرح طلباء کی ٹیموں کے مقابلے کا انتظام کیا گیا۔ اور نیزہ بازی۔ کشتی لڑنا اور گڑنج کی دیہاتی ٹیموں کے میچوں کا بھی انتظام کیا گیا۔ ایسی کھیلوں کا جو زیادہ مفید ہوں اور کم خرچ۔ رواج عام ہو رہا ہے۔ اور ایسی خاص ٹیموں کا داخلہ

جن کے مقابلہ میں کوئی اور ٹیم کامیاب نہ ہو سکے داخلہ بند کردیا گیا تاکہ نئی دیہاتی کلبیں بھی انعامات میں حصہ لے سکیں اور کھیل میں دل لگا سکیں۔ چنانچہ اگر ٹچ۔ والی بال۔ رسہ کشی اور کبڈی میں سنکھترہ۔ خانپور سیداں۔ چاروہ اور مہاراجکے سکول نے حصہ لیا اور انہی کھیلوں میں دوم۔ خانوال۔ موسئے پور۔ خانپور اور بن باجوہ کی دیہاتی ٹیموں نے حصہ لیا۔ سکولوں اور ان ٹیموں کے تین تین میچ ہوئے جو بڑے دلچسپ تھے۔ کشتیوں کے میچ بھی بہت دلچسپ تھے۔ نیزہ بازی کا آغاز تھا۔ لہٰذا زیادہ آدمی اس میں شریک نہ ہو سکے چونڈہ سکول کے طلباء بینڈ کے ساتھ میلے میں موجود رہے۔ اور مناسب موقعہ پر بینڈ بجاکر حاضرین کی دلچسپی کا موجب ہوا کرتے تھے۔ سنکھترہ سکول کی پراپیگنڈہ پارٹی کے دیہاتی فیشن کے گیت بہت پسند ہوئے۔ اسی سکول کی ڈرامیٹک کلب نے ۱۹ اگست کی رات کو دیہات سدھار جلسے کا انتظام کیا۔ اور دیہات سدھار ڈرامہ بھی کیا۔ حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ لالہ ہری رام صاحب ساہوکار نے بچوں میں شیرینی بانٹی اور سردار رام سنگھ صاحب ذیلدار ڈسمتل نے ممبران کلب کے کھانے اور چارپائیاں دینے کے علاوہ شیرینی بھی تقسیم کی۔ غرض یہ میلہ سپورٹس کے مقابلہ کی وجہ سے بے نظیر تھا۔ جس کی کامیابی کا سہرا پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہذا۔ بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی ور ینی ٹی اور قریشی غلام احمد صاحب اے ڈی آئی علاقہ اور ریفری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ تمام افسران معائن کی سرگرمی اور دلچسپی قابل داد ہے۔ (رحیم بخش)

ٹیچرز کانفرنس حلقہ نادول تحصیل ہمیرپور ضلع کانگڑہ

۲۹ ستمبر کو سنٹرز جلاڑی۔ پیر سلوہی۔ دھنیٹہ اور جوالامکھی کا مشترکہ اجلاس بابو نتھو رام صاحب گورکھا اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پرارتھنا کے بعد سابقہ کارروائی پڑھی گئی اور منظور ہوئی۔ منشی گھونکر رام صاحب ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول کرورتے تعداد میں اضافہ کے وسائل پر مضمون پڑھا۔ جو اچھا اور مفید مشوروں سے پُر تھا۔ منشی کرم چند نائب مدرس جلاڑی نے جماعت اوّل کو کھیل کے طور سبق پڑھایا۔ جو بہت دلچسپ تھا۔ پنڈت ہرشیچندر کا راگ پسند کیا گیا۔ ماسٹر سرجن رام نے لطیفے سنائے۔ پنڈت ملکھی رام نے دیہات سدھار راگ اور مکالمہ سنایا۔ صاحب صدر نے ذیل کی ہدایات دیں۔ پہلی جماعت کی تعلیم کھیل کے طریق پر ہو۔ جس کا نمونہ آج منشی کرم چند نے دیا ہے۔ حروف کاٹ لئے جائیں کارڈ بنائے جائیں۔ زمین پر انگلیوں سے لکھوا کر حروف ابجد کی شناخت کرائی جائے۔ بورڈ پر لکھ کر پڑھایا جائے۔ پرائمری جماعتوں میں جغرافیہ کی کتاب طلباء ہرگز نہ خریدیں۔ اور جماعت دوم میں حساب کی کتاب بھی نہ خرید کرائی جائے۔ حاضر باشی کا بورڈ بنایا جائے۔ تمام غیر حاضر طلباء کی خوب پڑتال کی جائے۔ اور انہیں حاضر باش بنانے کی کوشش کی جائے۔ خارج شدگان کو دوبارہ داخل کرایا جائے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۲ء سے تعداد میں دس فیصدی اضافہ ہو۔ جو طالب علم سکول میں داخل ہو وہ پرائمری کورس ختم کرنے تک سکول کبھی نہ چھوڑے۔ صاحب صدر کے شکریہ پر کارروائی ختم ہوئی۔ (مُرلی دھر جلاڑی سکول)

ریاست جیند کی ڈسٹرکٹ ریلی

۱۱ لغایت ۱۳ اکتوبر کو سیکنڈ کلاس ٹینڈرفٹ اور فرسٹ سٹار کی ٹریننگ سکاؤٹس اور رکنبر کو دی گئی۔ ڈیڑھ سو سکاؤٹس اور رکنبر نے حصہ لیا۔ تین یوم تک باقاعدہ کارروائی عمل میں آئی۔ کامیابی کے لئے کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (اُتم سنگھ راؤ کیمپ کمانڈنٹ)

جوانا مرگ

افسوس سے تحریر کرنا پڑا۔ کہ پنڈت یوگ راج صاحب دت ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول بضوپلی تحصیل اُونہ ۳۱ سال ۳ ماہ کی عمر میں تپ دق کا شکار ہوکر رحلت کر گئے اور اپنے پسماندگان کو اپنی بے وقت موت سے نہایت مضمحل کر گئے۔ ایشور ان کی روح کو شانتی اور لواحقین اور نابالغ بچوں کو صبر جمیل کی طاقت عطا کرے۔

(رن سنگھ دت و ملکھی رام ہیڈ ماسٹر لسبال)

رہنمائے تعلیم پنڈت جی کی موت پر ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (سپید لوا)

لوئر مڈل بسال ضلع ہوشیار پور کے سنٹر کے سالانہ امتحان میں سکول کی جماعت ششم کا نتیجہ ۳۱/۳۳ ہے۔ یعنی ۹۴ فیصدی اور تمام لڑکے اچھے نمبروں پر سنٹر اول نمبر میں کامیاب ہوئے۔ (دلکھی رام)

انجمن معلمین سنٹر سانگلہ ہل کی ۲۷ر اکتوبر کو سردار صاحب سردار موہن سنگھ صاحب پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر شیخوپورہ کی صدارت میں خاص اجلاس منعقد ہوا۔ منشی رام لال صاحب نے جماعت سوم کے طلبار کو منڈیوں پر سبق پڑھایا۔ ممبران کے تبادلہ خیالات کے بعد صدر نے فرمایا۔ کہ پرانے طریق تعلیم کو ترک کریں جس سے طلبا کے قوائے ذہنی اور جسمانی کو ترقی کا موقعہ نہیں ملتا۔ جائز تھا کہ ایک چھوٹی سی منڈی لڑکوں کی تیار کی جاتی۔ جس میں دکاندار۔ خریدار۔ بیچنے والے۔ تولنے والے اپنے ضروری سامان کے ساتھ موجود ہوتے منڈی سانگلہ ہل سے کچھ اجناس برآمد لے کر چند لڑکے آتے خرید و فروخت کرتے۔ اور اس کے متعلق گفتگو کرتے۔ تولنے وغیرہ کا عملی کام دکھایا جاتا۔ اور بچوں کو تمام باتیں ذہن نشین ہو جاتیں۔ اس کے بعد منشی بدھو رام صاحب نے فراہمی طلبا پر مضمون پڑھا۔ جسے صاحب صدر نے بہت پسند فرمایا۔ اور جماعت اول کی تعلیم کے لئے مفید ہدایات دیں۔ پراجیکٹ میتھڈ کے رواج کی تلقین فرمائی۔ حروف تہجی سے فقرات کی طرف جانے کی بجائے فقرات سے حروف تہجی کی طرف آنا مناسب ہے۔ گویا دونو طریق ین وگو اور طریق الصوت کو ملا جلا کر کام میں لایا جائے۔ مختلف چارٹس تیار کئے جائیں۔ مدرسین کو اپنی قابلیت بڑھانے کے لئے مختلف رسائل کے مطالعہ کا حکم دیا۔ آپ نے اپنی خوش خلقی اور خوش مزاجی کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا اور فرداً فرداً ہر مدرس کے حالات سے آگاہ ہو کر ہر ایک سے مصافحہ کرکے واپس تشریف لے گئے۔ (شیخ فتح محمد)

دیہاتی میلہ چک نمبر ۲۰۵ جھنگ برانچ دہ ملاپور ضلع لائل پور کے میلہ کے انعقاد کی اصل غرض و غایت عوام میں مقدمہ بازی کی رسم بد اور قرض اٹھانے کی بری تحریک اور دھڑے بندی کے برے مرض کی جڑ اکھیڑنے کے تدارک کا اشتہار تھا۔ چنانچہ ۲۹ر لغایت ۲۷ر اکتوبر کو میلہ قرار پایا۔ جس میں فٹ بال۔ کبڈی۔ چھلانگ۔ دوڑیں۔ گولہ وغیرہ کے معرکے ہوئے۔ سالہائے گذشتہ کے برخلاف عوام کا اجتماع امید سے بہت بڑھ کر تھا۔ اور مختلف اقسام کی کھیلوں سے میلہ کو شاندار بنانے کی بہت کوشش کی گئی۔ اور تفریح کے موقعہ پر پراگندہ گیتوں سے پبلک کو محظوظ کیا گیا۔ اور دیہات سدھار نظموں سے لوگوں کو احسن اور اعلےٰ کاموں کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی گئی ٹیموں کے مقابلے سے حاضرین میں شوق تازہ ہو گیا۔ اخیر میں ایک نصیحت آمیز اور دلچسپ ڈرامہ کیا گیا جس میں زمینداران کی رسومات بد کا نقشہ دکھایا گیا۔ اور بتایا کہ کس طرح زمیندار لوگ شراب کے نشہ سے بدمست ہو کر افعال بد کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور دولت کے نشے سے سرشار ہو کر افعال شنیعہ کے عامل ہو جاتے ہیں۔ یہ سب امور ان کے سامنے پیش کرکے ان سے محترز رہنے کی ہدایت کی گئی اور انہیں بتایا گیا کہ میلوں کا مطلب صرف کھیل دیکھ کر چلا جانا ہی نہیں بلکہ اپنے اور عوام کے ذاتی مفاد اور پبلک اغراض کو ملحوظ رکھنے کے لئے۔ جناب اے ڈی آئی صاحب علاقہ غربی نے کامیاب ٹیموں اور اچھے کھلاڑیوں کو انعامات عطا فرمائے اور عوام کو رسومات بد کے چھوڑنے دیہاتی ٹیموں میں شامل ہو کر کھیلوں میں حصہ لینے کی ہدایت دی۔ (تارا سنگھ سیدپو)

گورنمنٹ ہائی سکول پتو ہیرا سنگھ کے (۱) سکول بلڈنگ کے پاس ہی غریب لوریوں کی جھونپڑیاں ہیں۔ ۲۰ر اکتوبر کی صبح کو پونے دس بجے ان میں آگ لگ گئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب طلبار کو لے کر فوراً مدد کو پہنچے اور اپنے آرام اور لباس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پانی لانے اور آگ بجھانے کا بندوبست کیا اور بڑی مشکل سے بڑھتی آگ کے شعلوں سے باقی جھونپڑیوں کو بچایا۔ وقت پر امداد سے تمام بچوں کی جانیں بچ گئیں اور مالی نقصان بھی زیادہ نہ ہوا۔

(۲) جگراؤں کے کور پالز ٹورنمنٹ میں جو اپنے علاقہ کا اپنی شان میں واحد ٹورنمنٹ تھا۔ سکول ہذا نے فٹ بال اور ہاکی کپ جیت کر جو شہرت حاصل کی ہے۔ وہ زبان زد عوام ہے۔ اگرچہ تمام شامل شدہ ٹیمیں بیحد زبردست اور مقابلہ کی تھیں۔ مگر سکول نے

[illegible]

فرمائیں۔ (از جانب ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ہائی سکول قصور)

اپنی خوش قسمتی سے فتح حاصل کی۔ علاوہ بریں والی بال میں دوم رہا۔ سردار سادھو سنگھ صاحب کی ایس سی (آنرز) بی ٹی کی ان تھک کوششوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے جو بر روئے کار آیا۔

(۳) دیہاتی طبقوں میں ہجوم پُرجوش سے دیہاتی لوگ عموماً زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور جو باتیں انکے بچے سیکھ کر انہیں بتائیں وہ زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر سکول کے بیدار مغز ہیڈ ماسٹر صاحب نے تمام طلباء کو بشکل جلوس خاص قصبہ تو ہیرا سنگھ اور کھوڑہ میں پرچار کرنے کی ہدایت دی۔ چنانچہ کو ر پالز ٹورنمنٹ کے جیتے ہوئے کپ اور تمغے خاص طریق سے لاٹھیوں پر باندھ کر چند لڑکوں کے ہاتھ دیئے گئے جن کے آگے سکول بینڈ بج رہا تھا۔ اور ان کے بعد طلباء باقاعدہ مارچنگ کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ ناظرین خود بخود سکول کی بڑھتی ہوئی شان سے مسرت اندوز ہو رہے تھے۔ قصبہ کے مرکز میں طلباء نے دیہات سدھار گیت گائے۔ پنڈت دھرت رام صاحب شاستری نے شاندار فتح و ترقی پر مؤثر تقریر کی۔ گیانی نرنجن سنگھ نرمل بی اے نے اپنی نظم میں تمام امورات کو وضاحت سے بیان کیا۔ جلوس بدستور مارچنگ کرتا ہوا کھوڑہ پہنچا۔ سردار سادھو سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں اجلاس دیہات سدھار منعقد ہوا۔ پنڈت صاحب نے اپنے مؤثر بیان سے حاضرین کے دلوں کو ابھارا کہ وہ سکول سے مل کر اس کی مدد کر کے اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ باوا گوردت سنگھ صاحب نے کسان کی خوشحالی پر عالمانہ تقریر کی۔ ماسٹر لوٹا سنگھ صاحب نے دوئی اور اختلاف دور کرنے کی ہدایت دی۔ رسومات قبیحہ سے بچنے پر زور دیا۔ گیانی صاحب نے اپنی نظم میں علم کے فوائد واضح فرمائے۔ لالہ خوشی رام صاحب اور مولوی شبیر محمد نے جلسہ کی رونق کو خوب بڑھایا۔ صاحب صدر کی معنی خیز تقریر میں ظاہر فرمایا کہ سکول اس گاؤں کو نمونہ کا گاؤں بنانا چاہتا ہے۔ جسے اہل دیہہ نے بڑی مسرت سے سنا اور ایسا کرنے کے لئے اپنی آمادگی اور تعاون ظاہر کیا۔ (باوا گوردت سنگھ سیکرٹری)

میلہ دیہات سدھار موضع کھیوڑہ ضلع رہتک چوتھا میلہ ۳ ہر اکتوبر کو کھیوڑہ میں بڑی شان سے منایا گیا۔ تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے کارکنان ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے میلہ گاہ اور خاص گاؤں میں گلی کوچے صاف کرا کر آس پاس کے گاؤں کے لئے نمونہ کا گاؤں بنایا۔ کئی تاریک مکانات میں روشندان لگوائے گئے۔ چوہدری ہری سنگھ صاحب سپروائزر ٹپے فار آل نے علاقہ میں پھر کر کبڈی اور رسہ کشی کی ٹیموں کو تیار کیا۔ جلسے کے انعقاد سے ایک دن پہلے چوہدری نتھو سنگھ صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ نے چوہدری رام مہر صاحب اے ڈی آئی فارپی ٹی کے ہمراہ موقعہ پر پہنچ کر پنڈال اور صدر دروازہ کو ضروری سامان سے آراستہ کر کے نہایت خوشنما بنا دیا۔ یوم مقررہ وقت سے پہلے ہیلتھ اگریکلچر اور ویٹرنری محاکم نے پنڈال کے نزدیک ایک طرف اپنا اپنا ضروری سامان مہیا کر کے عوام کو سمجھانا شروع کیا۔ غرض سات بجے صبح سے عوام اپنی اپنی ٹیموں کے ساتھ باجا بجاتے کھیوڑہ میں جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ اور دو گھنٹے میں ہزاروں کی تعداد میں زن و مرد جمع ہو گئے۔ اور کارروائی شروع ہوئی۔ چھ مختلف دیہات سے ٹیمیں کبڈی اور رسہ کشی کے مقابلے کو آئیں۔ بائیس آدمی لمبی چھلانگ میں اور ۱۴ پہلوان کشتی کے لئے آئے۔ کبڈی میں موضع تھا شیورا اور رسہ کشی میں موضع کھیوڑہ کی ٹیم اول رہی۔ لمبی چھلانگ میں موضع باکھولی اوّل اور تھا شیورا دوم رہا۔ پہلے اجلاس کی کارروائی بارہ بجے ختم ہوئی۔ دوسرے اجلاس میں کشتیوں کے جوڑ کرائے گئے۔ ضلع کے حاکم اعلےٰ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر مسٹر سجدیو مسنر سجدیو صاحبہ کے ہمراہ اور مسٹر ایڈیسن ایس ڈی او سونی پت تشریف فرما ہوئے لوئر مڈل سکول راٹھدھنہ کے سکاؤٹس نے ویلکم کے بعد چند دلچسپ کھیل دکھائے۔ کشتی کے خاص جوڑ ہوئے۔ چندگی رام پہلوان بلاری کھیڑہ۔ جس نے تمام پہلوانوں کو چیلنج کیا تھا کشتی میں اوّل نمبر رہے۔ چوہدری دیپا سنگھ صاحب ایم اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر و سکرٹری رورل کمیونٹی کونسل نے ایک مختصر سی رپورٹ کے متعلق پڑھ کر تعلیم نسواں و اطفال کے متعلق دلچسپ تقریر کی۔ مفید محاکم کے حکام نے اپنے اپنے محکمہ کی ضروری معلومات سے عوام کو مستفید کیا۔ چوہدری شادی رام صاحب وکیل نے مسٹر و مسنر سجدیو اور دیگر حکام

و مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے زمینداروں کو چند نصیحتیں دیں۔ چوہدری نتھو سنگھ صاحب نے دیہات سدھار کی چند ضروری باتیں بتا کر کھلاڑیوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے جسم کو صحت ور اور مضبوط بنانے کی کوشش کیا کریں۔ اور اپنے اپنے علاقہ میں تعلیم اور ورزش کا شوق پھیلائیں۔ آپ نے لالہ جوہری مل صاحب سکنہ کھیوڑہ کے عطیات کا ذکر کیا۔ یعنی تحصیل سونی پت کے کشتی میں اول نمبر رہنے والے پہلوان کو کپ مسٹر سچدیوا کے نام چوہدری شادی رام نے کبڈی کپ مسٹر سچدیو کے نام ضلع میں اول رہنے والی ٹیم کے لئے چوہدری لکھمی سنگھ نے اپنے کپ رسہ کشی میں اول رہنے والی ٹیم کو مسٹر ایڈیسن کے نام پر عطا کئے۔ چوہدری سردار سنگھ سکنہ کھیوڑہ نے اپنی گرہ سے اور چندہ لے کر ساٹھ روپے نقد دیہات سدھار فنڈ کے لئے اور ایک ایک پگڑی بطور انعام چوہدری دیسراج صاحب ہیڈ ماسٹر آسودہ چوہدری بھگوان سہائے صاحب ہیڈ ماسٹر کھیوڑہ۔ چوہدری شیو نارائن صاحب نائب مدرس کھیوڑہ اور منشی نامہوں نائب مدرس کھیوڑہ کو دینے کا اعلان کیا۔

صاحب صدر نے حاضرین کو بتایا کہ ایسے دیہات سدھار کے جلسے اس وقت فائدہ بخش ہونگے۔ جبکہ آپ محاکم مفیدہ کے حکام کی ہدایات کے عامل ہونگے۔ جیتنے والی ٹیموں اور کامیاب پہلوانوں کو انعام تقسیم فرمائے اور تھری چیرز کے ساتھ کارروائی ختم ہوئی۔

رات دیہات سدھار ڈرامہ دکھایا گیا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر مسز سچدیوا صاحبہ اور مسٹر ایڈیسن ایس ڈی او تشریف لائے اور بہت محظوظ ہوئے۔ حاضری چار پانچ ہزار کے درمیان تھی۔ (چوہدری رام مہر)

پنجاب یونیورسٹی

آنریبل مسٹر جسٹس میاں عبدالرشید صاحب بیرسٹر ایٹ لا بجائے آنریبل خان بہادر شیخ سر عبدالقادر صاحب نائٹ یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے اور اورینٹل اور لا فیکلٹی کے ممبر ہوئے۔

مس ٹی ایم رائٹ صاحبہ بی اے قائمقام پرنسپل لاہور کالج برائے مستورات بجائے مس جی ہیریسن صاحبہ بی اے یونیورسٹی کی فیلو مقرر ہوئیں۔ مس ڈبلیو ایچ پورٹر صاحبہ ایم اے آرٹس فیکلٹی کی ممبر ہوئیں۔

رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن۔ پروفیسر جی سی چیٹرجی ایم اے آئی ای ایس گورنمنٹ کالج لاہور اور پروفیسر ایس ایس بھٹناگر ڈی ایس سی۔ دوبارہ یکم اکتوبر ۲۲۔ اور ۲۵ نومبر سے علے الترتیب یونیورسٹی فیلوز قرار دئے گئے۔

سال ۱۹۳۵ء کے یونیورسٹی امتحانات کی تاریخیں حسب ذیل قرار دی گئی ہیں:-

(۱) میٹریکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ	۱۱ مارچ	(۱۱) فرسٹ اگزامینیشن ان لا	۱۸ مئی
(۲) ڈپلوما ان کنویسنگ اور پلیڈنگ	۸ اپریل	(۱۲) ایل ایل بی و سپیشل ٹیسٹ ان لا	۲۰ ر ر
(۳) انٹرمیڈیٹ	۱۵ ر ر	(۱۳) فرسٹ اینڈ سیکنڈ ایم بی بی ایس	۱۳ ر ر
(۴) بی اے۔ بی ایس سی اینڈ بی او ایل	۱۸ ر ر	(۱۴) پراگیہ۔ وشارد شاستری۔ مولوی مولوی عالم اینڈ مولوی فاضل	۲ ر ر
(۵) ایم اے ایم ایس سی اینڈ ایم او ایل	۲۰ ر ر	(۱۵) منشی۔ منشی عالم و منشی فاضل	۲ ر ر
(۶) بی ٹی	۲۲ ر ر	(۱۶) ورنیکلر زبانہائے	۱۱ ر
(۷) تھرڈ اینڈ فائنل ایم بی۔ بی ایس	یکم مئی	(۱۷) انجینئرنگ (اول۔ دوم و فائنل	۴ جون
(۸) بی کام	یکم۔ مئی	(۱۸) ایم ڈی و ایم ایس	اکتوبر
(۹) ایل ایل ایم	۱۰ ر ر		
(۱۰) فرسٹ اینڈ فائنل اگزامینیشن ان اگریکلچر	یکم۔ ر		

پرنسپل صاحب شری رام آشرم ہائی سکول امرتسر کی درخواست دوبارہ حصول منظوری بغرض ترسیل امیدواران امتحان میٹریکولیشن مس ایل ایم تھاسن صاحبہ بی اے ڈپٹی ڈائرکٹرس پبلک انسٹرکشن پنجاب اور رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے۔ آئی ای ایس

ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن کو ارسال ہوئی کہ وہ یونیورسٹی کی طرف سے آشرم کا امتحان کرکے رپورٹ کریں۔
امرتسر میونسپل پبلک لائبریری اور دوار کا داس لائبریری لاہور پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر کے ریگولیشن نمبر ۱۱-۲ صفحہ ۱۱۹ کے مطابق منظور کی گئی ہیں۔
آئندہ کے لئے کسی لائبریری کی منظوری مفصلہ ذیل اطلاع آنے پر دی جائے گی۔
(۱) تعداد و اقسام کتب (۲) تین سال کے حلقہ اشاعت کی تعداد (۳) قواعد وضوابط لائبریری۔
(۴) ایک باضابطہ درخواست کہ سائل کلرکی کے فرائض علیحدہ انجام نہیں دیتا۔

مرحوم رائے بہادر پروفیسر شو رام صاحب کیشپ ایم ایس سی آئی ای ایس

صوبہ پنجاب میں نہیں بلکہ تمام ملک ہندوستان کے تعلیمی حلقوں میں یہ خبر اندوہ اثر نہایت رنج والم سے سنی جائیگی کہ گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی کے مائہ ناز پروفیسر رائے بہادر شو رام صاحب کیشپ دل کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے اناً فاناً فوت ہو گئے ہیں۔ سورگباشی پروفیسر صاحب کی موت سے جو ناقابل تلافی نقصان کالج مذکور اور یونیورسٹی کو پہنچا ہے کسی وقت پر ہی اس کی تلافی ہو سکے گی۔
رہنمائے تعلیم کو جہاں گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے وہاں مرحوم پروفیسر صاحب کے لواحقین۔ پسماندگان اور احباب سے بھی سخت ہمدردی ہے۔ اور وہ آرزومند ہے کہ خدائے برتر مرحوم پروفیسر صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء آرمسٹس ڈے

سال ۱۹۳۴ء میں ۱۱ نومبر کو اتوار کا دن تھا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے اعلان کے مطابق جنگ عظیم یورپ کی یادگار میں اس روز دو منٹ کی خاموشی عمل میں آئی۔ مگر تعطیل کی وجہ سے اس تقریب کی کارروائیوں کی تفصیل بخلاف سالہائے ماسبق بہت کم تعداد میں پہنچی۔ گورنمنٹ ہائی سکول اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں زیر سرکردگی سردار گیان سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر اہل شہر اور مقامی محاکم کے افسران کو مدعو کیا گیا جنہوں نے ساڑھے دس بجے سکول میں تشریف لا کر جلسے کو رونق دی۔ سکول سٹاف اور طلبا کی موجودگی میں لالہ دیوانچند صاحب بھسین بی اے سینیر انگلش ماسٹر نے اس دن کی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی اہمیت کو واضح کیا۔ ماسٹر سنت سنگھ صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سکاؤٹس نے حاضرین کے ہمراہ شاہی جھنڈے کی سلامی اتاری عین گیارہ بجے تمام حاضرین نے دو منٹ خاموش کھڑے ہو کر یادگار کو تازہ کیا۔ (قاضی برکت علی قریشی)
سناتن دھرم ہائی سکول لونڈری ضلع کرنال میں زیر صدارت لالہ جگدیش رام صاحب بینر ہیڈ ماسٹر۔ پرارتھنا کے بعد اساتذہ اور تلامذہ نے عین گیارہ بجے دو منٹ تک ان بہادر سپاہیوں کی مقدس روحوں کی شانتی کے لئے دعا کی جو اپنی گورنمنٹ عالیہ کی ہمدردی اور وفاداری کرتے ہوئے میدان جنگ عظیم یورپ کے کام آئے تھے۔ پنڈت ودیا رام صاحب انگلش ٹیچر اور پنڈت شو نارائن صاحب ہندی ٹیچر نے سیلف گورنمنٹ کے فوائد۔ راجا اور پرجا کے تعلقات سے حاضرین کو مستفید کیا۔ چوہدری تو ہی سنگھ نے نظم پڑھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے لیکچر میں گورنمنٹ عالیہ کی وفاداری کے فوائد بیان کئے۔ (تو ہی سنگھ)

سب ڈویژن پٹھانکوٹ کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کی کانفرنس

یہ کانفرنس سردار رام سنگھ صاحب بی اے آنرز بی ٹی اے ڈی آئی پٹھانکوٹ کی صدارت میں ۲۸ اکتوبر کو عمل میں آئی۔
جملہ حاضرین کانفرنس نے دلی عقیدت سے کانفرنس کی کامیابی کی دعا کی۔ صاحب صدر نے پروگرام اور مدعا مفصل بیان کیا۔

اور تعلیمی حالت کے بہتر بنانے - تعداد طلباء بڑھانے - اوسط حاضری میں کامیابی منلس اور غریب طلباء کی امداد - سکول بلڈنگ اور سامان کی حفاظت - اڈلٹ سکولوں کا اجراء - اور اس میں کامیابی - دیہات سدھار کا کام - ان پڑھ زمینداروں کی امداد - متعدی امراض کا ٹیکہ افراد و مویشیاں - فضول خرچی - شراب خوری - رسومات بد کا انسداد - بیاہ شادیوں میں اخراجات کی کمی - طلباء کے ذریعہ تعلیم نسواں کی اشاعت - جماعت اول کی تعلیمی حالت - سنٹر میٹنگ کے مفید اور بہتر بنانے - مدرسوں اور طلبا کے گھروں میں پھلواڑیوں کی ضرورت - اہل دیہات سے میل ملاپ - ان کی امدادی کمیٹیاں - سابقہ متعلمان کی انجمنیں - اور انکا سکول کے لئے مفید ہونا - مدرسین کا باہمی سلوک اور پیار سے رہنا - ادائیگی فرائض منصبی وغیرہ پر مؤثر تقریر فرمائی جس کا جملہ حاضرین پر گہرا اثر ہوا گویا کانفرنس دوسرے الفاظ میں ایک ریفریشر کورس کی قائمقام تھی جن کے خاتمہ پر آدھ گھنٹہ تفریح ہوئی - گو صاحب صدر اس وقت بھی مدرسین کے چارٹ سلیبس - نقشہ جات اور صنعت و حرفت کی اشیاء کا بغور مشاہدہ کرتے رہے - دو بجے کے بعد پھر اجلاس ہوا - صاحب صدر نے برانچ سکولوں کے لئے دریافت کیا کہ چند مقامات کا نام معلوم ہونے پر وہاں کے مکمل اور مفصل حالات دریافت کرنے کے لئے متعلقین سے رپورٹیں طلب کیں - آپ نے چند اشتہارات متعلقہ ریڈ کراس سوسائٹی - دیہات سدھار اور مدرسین کی سروس بکیں تقسیم فرمائیں کہ بعد تکمیل دفتر میں واپس کریں -

پھولوں کی سالانہ نمائش کے متعلق فرمایا کہ امسال سنٹروار نمائش ہوگی اور کامیاب سکولوں کی خاص نمائش کی جائے گی سالانہ معائنہ کے موقع پر اپنے امدادی طلباء - مدرسین اور دیگر معززین کی نسبت واضح طور پر بتایا جائے کہ سال تمام میں انہوں نے سکول کو کیا کیا امداد دی - تاکہ انکی حوصلہ افزائی کی جاسکے - جملہ حاضرین نے تخفیف کے دور کئے جانے - سالانہ ترقیوں کی ترویج - اور خالی شدہ گریڈوں کو مستحقین پر تقسیم کرنے کے ریزولیوشن پیش کئے - صاحب صدر نے جنہیں ہمدردی اور غور سے سُنا - اور مناسب جواب سے حوصلہ افزائی فرمائی -

صاحب صدر نے منشی وزیر چند صاحب اول مدرس پرانند کا کانفرنس کے انتظامات کے لئے شکریہ ادا کیا - (خیالی رام ہیڈ ماسٹر)

ایک نہایت ضروری اطلاع

باوجود ہر ماہ اس نوٹ کو شائع کرتے رہنے کے کہ خریدار صاحبان جب ہم سے خط و کتابت کریں تو اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ مگر افسوس ہے کہ پھر بھی روزانہ اکثر خطوط ایسے آجاتے ہیں جن میں نمبر خریداری کا ذکر تک نہیں ہوتا - اس لئے آج یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ دفتر ایسے خریدار اصحاب کے خطوط کا ہرگز نہ جواب دیگا - نہ اُنکی تعمیل ہوگی - آپ نوٹ کرلیں منیجر

ورنیکلر مڈل سکول سکھیکے ضلع گوجرانوالہ

جناب اے ایچ کنین صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گوجرانوالہ ۳۰ اکتوبر کو دس بجے صبح رؤسائے علاقہ کے ہمراہ سکول میں تشریف لائے سکاؤٹس نے سلامی دی۔ اپنی مارچنگ اور کھیلیں دکھائیں۔ سکول کے تمام کمروں اور جماعتوں میں چکر لگایا اور مناسب جگہوں پر طلباء کا امتحان بھی لیا۔ بورڈنگ ہاؤس کے کمروں کو بھی دیکھا۔ تعلیم و تدریس سے حضور کی دلچسپی ضلع کی خوش قسمتی پر دال ہے۔ آپ ہر جگہ دورہ میں مقامی سکول کا معائنہ ضرور فرماتے ہیں۔ طلباء کی صحت جسمانی ان کی کھیلیں اور ڈرل۔ حاضری اضافہ تعداد وغیرہ امور خاص شوق سے دیکھتے ہیں۔ سکول لاگ بک میں تحریر فرمایا۔

"میں آج اس سکول کے سکاؤٹ ٹرپ اور اساتذہ کی تیاری و مستعدی سے بہت خوش ہوا۔ احاطہ سکول اور بورڈنگ صاف ستھری حالت میں تھے۔ تعداد طلباء میں اضافہ ہو سکتا ہے۔" پنڈت مکند رام صاحب ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی ان تھک کوششیں بار آور ثابت ہو رہی ہیں۔

(عطا الہی)

مڈل سکول لاندھڑی ضلع حصار

۳۱ اکتوبر کے اجلاس انجمن معلمین میں جو ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پنڈت نبت رام شرما نے اخبار اتالیق سے چوہدری اللہ داد خاں صاحب ایم ایل سی کا مضمون حقوق مدرسین سُنایا۔ تمام مدرسین نے چوہدری صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور توقع کی کہ صاحب ممدوح اس سوال کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش فرما کر غریب فرقہ مدرسین کو مدام ممنون فرمائینگے۔ اور مدرسین منسٹر آنریبل وزیر تعلیم صاحب بہادر سے مندرجہ ذیل مراعات کی عطائگی کے لئے آرزو مند ہیں۔

(۱) مدرسین کے بچوں کی فیس بلا لحاظ خصوصیت اُستاد و شرط تنخواہ وغیرہ معاف ہونی چاہئے۔

(۲) ٹریننگ کالج اور ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز میں مدرسین کے بچوں کے حقوق محفوظ ہوں۔ اسی طرح محکمہ تعلیم کی ملازمت میں انہیں دیگر اُمیدواران پر ترجیح دی جایا کرے۔ جیسے دیگر محاکم ملٹری ریلوے پولیس اور رسال وغیرہ میں یہ ترجیحی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

کثرت رائے سے پاس ہوا۔ کہ نقل ان ریزولیوشنوں اور آرزوؤں کی چوہدری اللہ داد خاں صاحب ایم ایل سی سیکرٹری صاحب ایسوسی ایشن ایجوکیشن پنجاب اور پریس میں بھیجی جائے۔

(نبت رام شرما)

ایم بی ہائی سکول مکتسر ضلع فیروزپور

زیر صدارت آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ وزیر لوکل سلف گورنمنٹ پنجاب شہر اور مضافات کے تمام رؤسا اور اہل قلم کی شمولیت کے شاندار جلسہ ہوا۔ طلبا کے اُردو اور انگریزی دلچسپ ڈراموں نظموں اور سکاؤٹس کے کھیلوں اور استقبالی شان و شکوہ سے حاضرین بیحد محظوظ ہوئے۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ اور اپنی تقریر دلپذیر میں سکول کی بہترین حالت۔ شاندار نتائج اور طلباء کی قابلیت کی داد دی۔ اور اظہار خوشنودی میں بیس روپے نقد شیرینی کی تقسیم کے لئے گرہ خود سے عطا فرمائے۔ آپ کی تقلید میں سردار الوکھ سنگھ صاحب رئیس نے گیارہ روپے اور لالہ تھورام صاحب رئیس نے دس روپے شیرینی کے لئے دیئے۔ (محمد حسن)

مڈل سکول مملیم ضلع انبالہ

مولوی رحمت اللہ صاحب ایس وی سیکنڈ ماسٹر کی زوجہ محترمہ کی بے وقت وفات پر ماتمی جلسہ ہوا۔ چوہدری خورشید علی خاں صاحب ہیڈ ماسٹر نے اس سانحہ جانکاہ کا درد بھرے الفاظ میں ذکر کیا۔ اور چھوٹی بچی جمیلہ کا جو صرف دو ماہ کی ہے مادر مہربان کی آغوش سے جدا ہو جانے کا واقعہ نہایت متاثر الفاظ میں بیان کر کے اس کی پرورش تکلیف دہ اور مولوی صاحب کے لئے ناقابل برداشت ثابت کی۔ تمام حاضرین نے مولوی صاحب کے رنج والم میں شریک ہو کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ خدائے برتر مرحومہ کو غریق رحمت کریں اور مولوی صاحب اور دیگر اعزہ و اقارب کو صبر جمیل

کی طاقت عطا فرمائیں۔ (بھائی بابو رام گوئل)

(نوٹ) رہنمائے تعلیم مولوی رحمت اللہ صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (سپجد یوا)

(۲) سکول ہذا کے معلمین اور متعلمین اپنے قابل ہیڈ ماسٹر چوہدری خورشید علی خاں صاحب ایس وی کی خدمت میں جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع انبالہ کی طرف سے اعلےٰ کارکردگی پر سند خاص سنہری عطا ہونے پر مبارکباد عرض کرتے ہیں اور خواہاں ہیں کہ خدائے پاک آپکو اسی طرح کامیابی عطا فرماتے رہیں۔ (بھائی بابو رام گوئل)

رہنمائے تعلیم بھی ہیڈ ماسٹر صاحب کو سند خاص کی عطائگی پر مبارکباد عرض کرتا ہے۔ (سپجد یوا)

پرائمری سکول اگوکے ضلع سیالکوٹ

جلسہ انجمن معلمین بشمولیت ۲۷ مدرسین جن میں لالہ بنارسی داس صاحب ہیڈ ماسٹر اے وی پبلک مڈل سکول اگوکے بھی شامل تھے۔ جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت اور بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی شمولیت میں نہایت خوبی سے انجام پذیر ہوا۔ دعائیہ نظم (خدا کی تعریف میں) اور صفائی کی نظم بہت پسند کی گئی۔ طلبا کی دوڑیں ہوئیں۔ جن میں دینا نانوالی اول اور جوڑیاں کلاں دوم رہا۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کے ایما سے پی ٹی صاحب نے دوڑ کا نمونہ دیا۔ مدرسین سے انکی تقلید کے مقابلے کرائے اور سب کو شوق پیدا ہوا۔ لالہ بنارسی داس صاحب ہیڈ ماسٹر اس دوڑ میں شامل تھے۔

منشی ہنسراج صاحب نائب مدرس نے جماعت اول کو پہاڑہ پر سبق پڑھایا جو بہت دلچسپ اور قابل تعریف تھا۔ مدرس کا نمونہ قابل تقلید مانا گیا۔ صاحب صدر نے منشی جی کو نمایاں کامیابی پر مبارکباد دی۔ آپ کی تیاری اور فراہمی سامان قابل داد تھی۔ مگر بالکل فرم صاف نہ تھا۔ مدرسین کو سرکاری اسباب کی حفاظت اور صفائی کی تاکید کی گئی۔ صاحب صدر نے نمونہ کے طور پر سبق خود بھی پڑھایا علاوہ بریں مطالعہ کی ترغیب دلاکر ہدایت کی کہ رات کو سونے سے پہلے مدرسین دل میں حساب لگایا کریں کہ کونسی ایجاد میں نے بچوں کو سکھائی۔ اور کون سی خود سیکھی۔ منشی عابد حسین صاحب نے حضرت محمد صاحب کی سوانح عمری پڑھ کر سنائی۔ جو قابل تعریف تھی۔ مگر روحانی پہلو کو نظر انداز کیا گیا۔ پیغمبر صاحب کی سوانح عمری نہایت سبق آموز ہونی چاہئے تھی۔ بخشی دیوان چند صاحب نے تازہ خبریں سنائیں۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ ان خبروں کا ریکارڈ رکھنا چاہئے۔ اور ہفتہ وار ایک اخبار بنا کر دوسرے سکولوں میں بھیجی جائے۔ اس میں صحت اخلاق تعلیم اور معائنے کے مضامین درج ہوا کریں۔

انجمن امداد باہمی قرضہ غیر زراعت پیشہ جوڑیاں کلاں نے دو صد پانچ روپے لوئر مڈل سکول جوڑیاں کو عطا فرمایا ہے کہ اس کے سود سے چند غریب طلبا کی فیس معاف فرمائی جائے۔ اس کے خرچ کرنے کا اختیار مقامی ہیڈ ماسٹر یا اول مدرس کو ہوگا۔ صاحب صدر نے اس امر پر اظہار خوشنودی کیا اور معطی صاحبان کا شکریہ ادا کیا۔ صاحب صدر اور ان کے دست راست پی ٹی صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا۔ پنڈت ہنسراج صاحب مدرس اگوکے بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے انتظامات میں خاص سرگرمی کا اظہار کیا۔ نقل کارروائی پریس میں بھیجنی قرار پائی۔ خدا کی تعریف پر جلسہ ختم ہوا۔ (پیرس رام)

لوٹ رہنمائے تعلیم - کارروائی پنسل تحریر میں تھی اور نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے صاف پڑھی نہ جاتی تھی سیکرٹری صاحب آئندہ محتاط رہیں۔ (سپجد یوا)

اینگلو ورنیکلر لوئر مڈل سکول حسنی ضلع بنوں

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع بنوں کے حکم کی تعمیل میں ماہواری اجلاس معلمین منعقد ہوا۔ لالہ ہری چند صاحب ہیڈ ماسٹر صدر تھے۔ علاقہ کے نمبرداران کے علاوہ جناب خانصاحب مقرب خاں ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی تشریف آوری موجب شکریہ ہوئی۔

پہلا اجلاس دس بجے سے ایک بجے بعد دوپہر تک اور دوسرا دو بجے سے ۵ بجے شام تک۔ حمد الہٰی کے بعد صاحب صدر

اور خانصاحب مقرب خاں نے دُور سے آنے والے مدرسین اور طلبا کا شکریہ ادا کیا۔ سیکرٹری صاحب نے جلسے کے اغراض و مقاصد اور پروگرام بتایا۔ کارروائی کے آغاز پر مندرجہ ذیل مدارس نے ڈرامے وغیرہ دکھائے۔

(۱) **حسنی**۔ دھوپ اور چھاؤں کا مناظرہ (۲) **الوزی**۔ ڈرامہ سلام کے لائق کون ہے؟

(۳) **سکندر خیل بالا خاں**۔ موجودہ اور سابقہ تعلیم میں نمایاں فرق اور پبلک کے اعتراضات پر ڈرامہ موسمی بخار پر انگریزی ڈرامہ

(۴) **بیزن خیل**۔ قماربازی (۵) **بوزہ خیل**۔ شاعر اور ساغر کا ڈرامہ۔

ڈراموں کا حاضرین پر خاص اثر ہوا۔ سیکرٹری صاحب نے طلبا اور اساتذہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ایک مؤثر تقریر میں تمام ڈراموں کی خامیاں بیان کرتے ہوئے درست طرز ادا کی طرف توجہ دلائی۔

تمام سکولوں کے طلبا جماعت چہارم۔ سوم اور دوم کا حساب کا مقابلہ ہوا۔ ہر سکول کے نتائج خاصے رہے۔ متعلقین سے توقع کی گئی۔ کہ آئندہ جلسے میں مزید اچھے نتائج دکھائیں۔ بعد میں دستکاری کے نمونے پیش ہوئے اور حاضرین نے پسند کئے سکول الوزی کے طلبا نے دستانے۔ بنیان گرم اور ازاربند کے نمونے دکھائے۔ جو تسلی بخش اور قابل تحسین تھے۔ مدرسہ سکندر خیل نے ازاربند اور بان کا نمونہ پیش کیا جو تسلی بخش تھا۔

نمونے کے اسباق منشی ولی محمد خاں نے للوتری کی زمین اور پیتنے اور منشی عبداللہ خاں نے جماعت اول کو اُردو پڑھائی کے سبق دیئے جن پر صاحب صدر نے اظہار خیالات کیا۔

خانصاحب نے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو دعوت دی جس کی تعریف ہماری طاقت سے بڑھ کر ہے۔ آپنے ہر سکول کے لئے ایک ایک ڈبہ کونین ڈسٹرکٹ بورڈ سے دلایا۔ سیکرٹری صاحب نے خانصاحب اور ان کے فرزند ارجمند عبدالرحمان خانصاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُمید دلائی کہ آپ کے شوق سے علاقہ کے تمام مدارس اعلےٰ پیمانہ پر پہنچ جائیں گے۔ (ارسلا خاں سیکرٹری)

ایمرسن سکول اڑہائی ریاست بشہر ضلع شملہ

جناب ایس ایف ڈین صاحب ڈی آئی مدارس ضلع شملہ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد جماعت ششم کے طلبا نے انگریزی مکالمہ کیا۔ جماعت ہشتم نے اُردو زبان میں نصیحت آمیز اور پُر مذاق ڈرامہ دکھایا۔ جماعت ششم نے تواریخی ڈرامہ دکھایا۔ منشی برج لال صاحب صدر نے تمام کارروائی کو پسند فرما کر طلبا اور مدرسین کو نیک اور عمدہ چال چلن بننے کی تلقین کی۔ اور باہمی یگانگت اور اتحاد پر زور دیا۔ طلبا کو جتایا کہ وہ آئندہ قوم کے بنانے میں نمایاں حصہ لینے والے ہیں۔ اس لئے ابھی سے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوکر امر عظیم کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ مدرسین سے فرمایا کہ آپ کا کام اہم اور ذمہ داری کا ہے۔ ایسے محسوس کرتے ہوئے بچوں کی زندگیوں کے سدھار کی جائز کوشش کی جائے۔ صاحب ممدوح کی تعلیمی سرگرمی اور دلچسپی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ علالت طبع کے باوجود بھی جلسہ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری سے ضلع میں شعبہ تعلیم اور دیہات سدھار میں کایا پلٹ کا نمونہ دکھائی دے رہا ہے۔ نہ صرف سرکاری علاقہ میں بلکہ ریاستوں میں بھی ترقی جلوہ فگن ہے۔ (برج لال)

مڈل سکول گنڈر ضلع کانگڑہ

میاں موتی چند صاحب صوبیدار کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ طلباء جماعت ہشتم نے پرارتھنا کرائی۔ حاضری سکول ۱۴۶/۱۶۶ علاقہ کے معزز اصحاب اور بچوں کے والدین شامل ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے جلسہ کے اغراض و مقاصد واضح کئے۔ کہ اس باہمی میل جول اور تبادلہ خیالات سے اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی چال چلن اور زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ چھوٹا نکو رام صاحب طالب علم نے بڑھاپے کی شادی پر پُر درد اور مؤثر راگ گایا۔ پنڈت پرسرام جی نے سکول کی سالانہ رپورٹ سُناتے ہوئے والدین کے فرائض بیان کئے۔ جماعت ہشتم کے طلبا نے اخلاقی ڈرامہ دکھایا۔ جماعت اول کے دو بچوں نے زبانی نظم سُنائی۔ جماعت ہفتم کے طلبا نے قرض کی خرابیوں کو ڈرامہ کے ذریعے دکھایا۔

پنڈت دینا ناتھ صاحب سکاؤٹ ماسٹر نے سکاؤٹس کھیلیں دکھائیں۔ پنڈت سالگ رام صاحب سب انسپکٹر بنکس نے کواپریشن پر مفید لیکچر دیا۔ ٹھاکر دھنی رام صاحب کے راگوں کے بعد حاضرین کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے۔ صاحب صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سکول کی تمام کارروائی کو بنظر استحسان دیکھا اور حاضرین سے اپیل کی کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم میں بیش از بیش دلچسپی لیں اور تعداد طلباء کو بڑھانا فرض عین مانیں۔ حاضرین اور طلبا سکول کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی جس کا خرچ اہالیان دیہہ نے ادا کیا۔ (پرس رام)

مڈل سکول مہتہ ننگل ضلع امرتسر

(۱) جناب مسٹر ٹی لارنس بی اے۔ بی ٹی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع امرتسر کی صدارت میں سکول کے تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ چوہدری مہر الدین صاحب اے ڈی آئی سب ڈویژن جنڈیالہ اور مسٹر اے بی داس لے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کے علاوہ دیہات کے معززین اور شرفا نے شمولیت سے مفتخر کیا۔ طلباکی ماس ڈرل پسندیدگی کا موجب ہوئی۔ اور پی ٹی صاحب نے فرمایا کہ ضلع بھر میں یہ واحد سکول ہے جہاں میری تمام ہدایات پر عمل ہو رہا ہے۔ بھجن منڈلی نے دعائیہ اور دیہات سدھار نظمیں پڑھیں۔ سردار سرائن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے پروگرس رپورٹ سنائی۔ جس میں تمام تحاریک حاضرہ اور سکول کے سہ سالہ نتائج کا شرح وبسط سے ذکر کیا گیا۔ اور صاحب صدر اور علاقہ افسر صاحب کی دلچسپیوں اور مناسب ہدایات کا ذکر خیر کرکے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ماسٹر منسارام صاحب نے دیہات سدھار پر لیکچر دیا۔ صاحب صدر نے سکول کی حیرت خیز ترقیوں پر حاضرین کی توجہ دلا کر اسے ضلع کے عمدہ سکولوں سے قرار دیا۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور عملہ کی کارگذاری کو سراہا۔ میری آرزو ہے کہ ضلع کا ہر ایک مڈل سکول مہتہ ننگل سکول کا نمونہ ہو اور ہر سکول کا ہیڈ ماسٹر سردار سرائن سنگھ ثانی ہو۔ تقسیم انعامات کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

(۲) چوہدری مہر الدین صاحب اے ڈی آئی جنڈیالہ کی صدارت میں سنٹر مہتہ ننگل۔ رامدیوالی اور اکال گڑھ ڈھپیاں کے مدرسین کا اجلاس ہوا۔ مسٹر اے بی داس اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ نے جو برائے تکمیل ریفریشر کورس تشریف فرما تھے۔ لڑکوں کی جسمانی تربیت کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بچوں کی جسمانی صحت برقرار رکھنے کے لئے ٹائم ٹیبل میں ورزش کا ایک پیریڈ دکھایا جائے اور اس میں پھرتی کا کام۔ دیسی کھیلیں اور مقررہ سلیبس ختم کریں۔ والی بال پر اگرنچ کو ترجیح دی جائے۔ دیہاتی کلبیں رجسٹرڈ کرائی جائیں۔ کیونکہ ترنتارن ٹورنمنٹ میں ہر ایک رجسٹری شدہ کلب شامل ہو سکے گی۔ صاحب صدر نے تمام مدرسین کی توجہ تعداد طلباء کی کمی پر دلاتے ہوئے فرمایا کہ مفصلہ ذیل ہدایات کے عامل ہوکر ۳۱ مارچ تک تعداد کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۱) مدرس کی شخصیت قابل اعتبار ہو۔ اور اپنے متعلقہ فرائض نہایت سرگرمی سے انجام دے۔

(۲) ہر ایک جماعت کے نتائج عمدہ دکھائے جس سے طلباء خود بخود کھچے آئیں گے۔

(۳) دیہات کے چیدہ وسرکردہ اشخاص سے میل جول رکھے۔ ان کی امداد سے فراہمی طلبا میں نمایاں ترقی ہوگی۔

(۴) طلباء سے بعد دریافت ریکارڈ رکھا جائے کہ وہ سکول ٹائم کے بعد کہاں تک والدین کی امداد کا موجب ہوتے ہیں۔

(۵) بذریعہ لیکچر طلبا کے والدین کے دماغ سے یہ خیال نکال دیا جائے کہ تعلیم صرف ملازمت کے لئے دی جاتی ہے۔ بلکہ تعلیم کا حاصل کرنا ہر بنی نوع انسان کے لئے لازمی ہے۔

(۶) سکولوں میں دستکاری کو رواج دیا جائے۔ کہ طلبا تعلیم چھوڑنے کے بعد اپنی روزی کما سکیں۔

(۷) ہر مڈل سکول میں سکاؤٹنگ کا اجراء ہو۔ اس سے طلبا کے اخلاق درست ہونگے۔ اور بڑے ہوکر اچھے شہری بنیں گے۔

(۸) طلبا کی جسمانی اور انکی پوشش کی صفائی کا خیال رکھا جائے ہر روز حاضری لیتے وقت انکے ناخن۔ بال وغیرہ دیکھے جائیں۔ کہ صاف ہیں یا نہ؟

مولوی غلام محمد سکول کوٹ کھیڑا نے مدرس کی مشکلات بیان کیں جن کا حل صاحب صدر نے بہترین طریقہ سے کیا۔ ہر ایک بات اچھی طرح سے سلجھائی۔

لوئر مڈل سکول بہاری داس ضلع حصار مسٹر اے ای جونز آئی سی ایس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع حصار نے ہمراہی مسٹر نہرو اسسٹنٹ کمشنر بہادر سکول ہذا کا ملاحظہ فرمایا اور طلبا کی عام لیاقت دریافت کرنے کے سوالات دریافت کئے۔ درست جواب پاکر نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ طلبا سکول کو دو گروپوں میں تقسیم کر کے ڈرل اور متعدد دیسی کھیل کھلائے گئے۔ چھوٹے بچوں کو متحرک کہانی سُنائی گئی۔ مسٹر نہرو نے خوش ہوکر ڈرل اور کھیل کے دوران میں بارہا طلبا کے فوٹو بھی لئے۔ صاحب بہادر کی صدارت میں میٹنگ ہوئی۔ طلبا نے ہر دو اصحاب کی تعریف میں ایک مرحبہ نظم۔ ایک دیہاتی اور مدرس کی گفتگو اور دیہات سدھار کے چند بھجن گائے۔ افسران موصوف کی خوشنودی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ وقت تنگ ہونے کے باوجود بھی سکول میں کافی وقت صرف کر کے طلبا اور مدرسین کی آرزو کو پورا کیا۔ طلبا، مدرسہ کی صفائی باقاعدگی ضبط اور دیگر خوش کُن امورات کو ملحوظ رکھ کر وزیٹر بک میں تحریر فرمایا۔

"تمام سکول صاف چست اور ہر شعبہ میں سرگرم ہے۔ سکول کی نمایاں حالت ہیڈ ماسٹر اور عملہ سٹاف کے لئے باعث فخر ہے"۔

صاحب بہادر نے دس روپے۔ پانچ روپے شیرینی کے لئے اور باقی پانچ سامان کھیل کے لئے بطور انعام عطا کر کے متعلقین کی حوصلہ افزائی کی۔ (روشن سنگھ چوہان)

اپر مڈل سکول کھیمن ضلع فیروزپور سردار گرندتا سنگھ صاحب اے ڈی آئی سکولز تحصیل فاضلکا کی صدارت میں انجمن معلمین کا اجلاس ہوا۔ جس میں طلبا جماعت ہشتم نے حمد باری تعالیٰ گائی۔ احکام وسرکلرات آمدہ صدر پڑھے گئے۔ اور تقسیم کئے گئے۔ منشی ولی محمد مدرس بھیٹی والہ نے سود کی اصطلاحات پر جماعت چہارم کو سبق دیا۔ آپ نے کرایہ مکان وریل کا حوالہ دیتے ہوئے تمام اصطلاحات کی توضیح دتشریح کی نتیجہ سبق بہت عمدہ رہا۔ اور حاضرین نے پسند کیا۔ منشی فضل الٰہی مدرس کھیمن نے تازہ اخبارات پڑھ کر سُنائیں۔ محکمانہ اور ضلع کی اخبارات کے علاوہ حضور ملک معظم قیصر ہند کی سلور جوبلی کا ذکر خیر کیا۔ جس سے پبلک اور مدرسین کی واقفیت میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ منشی سوہن لال نے ہمت پر مضمون پڑھا۔ جس میں طلبا کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے ساتھ توسیع کیونکر بہم پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور بچہ بڑا ہوکر کس طرح بلند ہمت انسان بن سکتا ہے۔ منشی فضل الٰہی نے تحصیل کے مدرسین کی مشکلات کے تدارک بیان کئے۔ اور بتایا کہ چونکہ تحصیل کے دیہات عموماً واحد مالکوں کی ملکیت میں ہیں وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے اختتام پر عدم توجہی کرتے ہیں۔ اور مزارعان بوجہ مفلسی اپنے بچوں کو تعلیم دلانے پر آبائی پیشوں میں مشغول رکھتے ہیں۔ اس لئے مدرسے میں طلبا کی کمی لازمی طور پر ہو جاتی ہے۔ پانی کی قلت۔ مدرسین کا گھر سے دور ہونا۔ کام میں دلچسپی نہ لینا اور ہر وقت تبادلہ کے خیال میں رہنا کامیابی کے سدراہ ہیں۔ مدرسین کو چند ہدایات دیتے ہوئے مقرر نے فرمایا کہ پہلے خود شرافت کے لباس میں ملبوس ہوکر فرائض منصبی کو دیانتداری سے سرانجام دیں۔ افسران محکمہ سے اپیل کی کہ وہ ان امورات میں مدرسین کی امداد کا موجب ہوں۔ سامعین اور صاحب صدر نے مجوزہ تجاویز پر متفق ہوکر حسن مضمون کی داد دی۔ صاحب صدر نے اسی مضمون کی ذیل میں مؤثر تقریر فرمائی۔ اور مدرسین کو فرائض منصبی دیانتداری سے سرانجام دینے کی تلقین کی۔ مدرسین کی خامیاں جو وہ ہر مضمون میں کر جاتے ہیں بیان کرتے ہوئے ان کے انسداد کے طریق بتائے۔ پنڈت ہنسراج صاحب ہیڈ ماسٹر نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اور اجلاس برخاست ہوا۔ (ولی محمد سیکرٹری)

دربار ڈے ۱۲ دسمبر کو دربار ڈے کی تعطیل کے ساتھ مختلف مدارس سے جو کارروائیاں موصول ہوئی ہیں درج ذیل کی جاتی ہیں (۱) سناتن دھرم ہائی سکول پونڈری ضلع انبالہ۔ لالہ جگدیش رام صاحب نیر ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں تین سو سے زیادہ حاضری میں دربار ڈے اجلاس کی تقریر میں پنڈت شو نارائن جی نے اس یوم کی اہمیت اور سرکار انگلشیہ کے راج میں آرام وآسائش کی زندگی وضاحت کے ساتھ واضح کی۔ طلبا نے نظمیں اور مضامین سُنائے۔ ماسٹر تو ہی سنگھ صاحب نے عمدہ

راگ گایا۔ اور سرکاری راج میں مذہبی آزادی اور آمد و رفت کے ذرائع کی سہولتوں کو بیان کیا۔ صاحب صدر نے سرکار انگلشیہ کے راج کی برکات پر مؤثر تقریر کی۔ (تو ہی سنگھ)

(۳) مڈل سکول بابین ضلع کرنال۔ پنڈت رام کشن صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں حمد و ثنا کے گیت گائے گئے۔ چند لڑکوں نے اپنے اپنے مضمون برکات راج انگلشیہ پڑھے۔ صاحب صدر نے دربار ڈے کی اہمیت واضح کی۔ اور انگریزی راج کی برکات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کیا۔ "شہنشاہ سلامت رہے یا الٰہی" کا ترانہ گایا گیا۔ بعد دوپہر میدان سکول میں دیسی اور انگریزی کھیلیں کھلائی گئیں۔ مقابلے کے متعدد کھیل ہوئے۔ جیتنے والے لڑکوں کو تعریفی نعروں سے خوش وقت کیا گیا۔ (سنجناور سنگھ)

ڈی بی ہائی سکول تھانہ

آغا علاء الدین صاحب نائب تحصیلدار تھانہ کی صدارت میں دیہات سدھار کا جلسہ منعقد ہوا۔ خاص تھانہ اور علاقہ کے لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے۔ سکول نے حمد الٰہی کا ترانہ گایا۔ سردار اجیت سنگھ بی اے سیکنڈ ماسٹر نے پیارا گھر اور گندہ گھر پر اظہار خیالات فرمایا۔ ماسٹر بشیر محمد نے اُپلے تھاپنے پر لیکچر دیا۔ مولوی محمد سلیمان نائب ٹ نے آنکھ اور زبان کی تربیت کی ضرورت عوام کو محسوس کرائی۔ طلبا نے دیہاتی سقراط میں ایک ڈرامہ کیا جس میں ملازمان سرکار کو دیہات سدھار کی پوتر تحریک میں شمولیت کا احساس کرایا۔ ڈاکٹر نرنجن سنگھ صاحب نے عوام پر اس تحریک کے اجراء کا واضح بیان دیا۔ صاحب صدر نے اعلان کیا کہ ایک جلسہ ۲۰ دسمبر کو ہوگا اور جس میں علاقہ کے گاؤں کو مدعو کیا جائیگا۔ اور عوام کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ (محمد سلیمان سیکرٹری)

مڈل سکول سورنگیاں ضلع سیالکوٹ

سالانہ معائنہ پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے بہمراہی سید فتح علی شاہ صاحب اے ڈی آئی حلقہ سیالکوٹ فرمایا۔ افسران موصوف سکول کے ظاہری اور باطنی محاسنوں سے محظوظ ہوئے۔ خاص کر شاہی جھنڈے کی سلامی مارچ ڈرل میں جو بینڈ کے ساتھ ماسٹر درگا داس نے دکھائی۔ نشاستہ جو تمام طلباء کو مشترکہ کھلایا گیا کا انتظام قابل تعریف قرار دیا گیا۔ تعلیمی معائنہ کے بعد تقسیم انعامات کا جلسہ آپ کی صدارت میں ہوا۔ جس میں ملحقہ دیہات کے معززین کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے استقبالیہ فقرات کے بعد صاحب صدر نے مستحقین کو صفائی۔ تعلیم۔ ورزش جسمانی۔ خوشخطی۔ حاضری۔ کھیل اور بینڈ کے چوبیس انعامات تقسیم کئے اور فرمایا کہ سکول تعلیمی جسمانی زراعتی اور صفائی غرضیکہ ہر پہلو میں گذشتہ سال کی نسبت ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ آٹھویں جماعت تعلیمی پہلو میں ضلع بھر میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اس جماعت کی انگریزی سٹنڈرڈ جو مسرت حاصل ہوئی ضلع کے کسی اور سکول میں نہیں ہوئی۔ بعد میں آپ نے دانت۔ آنکھ۔ جسمانی صفائی اور حفاظت پر عالمانہ لیکچر دیا۔ سردار خزان سنگھ صاحب ذیلدار کی طرف سے بچوں میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (نامہ نگار)

ضلع کرنال میں دیہات سدھار کا جلسہ

جناب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال رقمطراز ہیں کہ (۱) ۲۰ دسمبر ۱۹۳۴ء کو جناب خان صاحب خان صاحب احمد حسن خانصاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع کرنال کی صدارت میں دیہات سدھار کا جلسہ بمقام گھرونڈہ منعقد ہوا جس میں حلقہ تھانہ گھرونڈہ کے ذیلداران نمبرداران اکابرین اور معززین کے علاوہ عوام نے کافی تعداد میں شرکت فرمائی۔ حکام ضلع سے صاحب افسر مال۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ افیسر صاحب۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس۔ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ انبالہ سرکل۔ انسپکٹر صاحب کواپریٹو سوسائٹیز۔ تحصیلدار صاحب کرنال۔ چوہدری تھو سنگھ صاحب ایم ایل سی۔ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت کرنال نے اپنی شمولیت سے مالا مال کیا۔ حاضرین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے تعلیم کے فوائد پر پُر زور لیکچر دیا۔ اور عوام کی توجہ اس مضمون پر دلا کر آرزو کی کہ دیہاتی بھائی

کم از کم درجہ پرائمری تک اپنے بچوں کو ضرور تعلیم دلائیں۔ کیونکہ اس میں کوئی خرچ نہیں آتا نہ لڑکا اس عمر میں والدین کا کسی کام میں ہاتھ بٹا سکتا ہے۔ افسر حاضری لازمی تعلیم نے بھی پبلک کی تعلیمی بے توجہی کی شکایت کرتے ہوئے تعلیم کے ساتھ جبر کے لفظ کی تشریح کی کہ گو جبر کسی صورت میں موزوں نہیں مگر آپ لوگوں کو ان پڑھ نہ رکھنے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہوا۔

ہیلتھ آفیسر صاحب نے کوڑیوں کے لئے گاؤں سے باہر پچاس گز کے فاصلے پر مناسب گڑھے کھودنے اور گلیوں کو صاف کرانے اور گھروں میں روشندان لگوانے پر زور دیا۔ سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیٹرز نے موثر نظم ٹیکہ کے فوائد اور طاعون سے بچنے کی تدابیر پر پڑھی۔

زراعت انسپکٹر صاحب نے ایسے نازک وقت میں زمینداروں کی خوشحالی بحال رکھنے کے لئے ترقی وادہ آلات زراعت۔ کھاد کی حفاظت اور عمدہ بیج کے استعمال کی ترغیب دلائی۔

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ نے زمینداروں کو تلقین کی کہ مال مویشی آپ کی جائیداد ہے۔ اس کے بغیر آپ کا گذارہ مشکل ہے۔ ضلع ہذا میں مویشی زیادہ تو ہیں مگر رہتک اور حصار کی طرح اچھی نسل کے نہیں۔ آپ نے عمدہ نسل کے مویشیوں کی اہمیت اور ان کے متعدی امراض مثلاً منہ کھر وغیرہ کے متعلق حفظ ماتقدم کے طریق کا ذکر کیا۔

انسپکٹر صاحب امداد باہمی نے مختلف انجمنوں کے فوائد کے متعلق لیکچر دیا۔ اور امداد باہمی پر زور دیتے ہوئے اس بات کی تاکید فرمائی۔ کہ اشتمال اراضی پر کاربند ہو کر زمیندار آرام سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

منشی اکرم علی صاحب نائب مدرس ایم بی مڈل سکول پانی پت نے دیہاتی زبان میں خدا کی حمد۔ راجبوں کی فضیلت۔ گوبر جلانے کے نقصانات۔ مسہری اور ٹیکہ کے فوائد اور تعلیم کی ضرورت پر نظم پڑھی جس سے پبلک بہت محظوظ ہوئی۔

صاحب صدر نے فرمایا کہ علم حاصل کرو۔ آپ لوگ دھوکے سے بچ جائیں گے۔ ذیلداروں کو کہا گیا کہ وہ ہر ایک ذیلدار کے حلقے میں ایک ایسے نمونہ کا گاؤں دیکھنا چاہتا ہوں۔ جہاں اشتمال اراضی کی جا سکے۔ آپ نے زمینداروں کے کھیتوں کے چوہے مارنے کے لئے جو فصلوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں دو سو روپیہ کی امداد ڈسٹرکٹ بورڈ سے دلوانے کا وعدہ فرمایا۔ گھرونڈہ میں عمدہ بیج کی ایجنسی کھولنے کیلئے محکمہ زراعت کے افسران کو ہدایت کی اور ایک ہزار روپیہ کی امداد ڈسٹرکٹ بورڈ سے دلوانے کا وعدہ فرمایا۔ تاکہ ہر زمیندار کو عمدہ بیج بآسانی اور سستا مل سکے۔ ہمارے مہربان ڈپٹی کمشنر صاحب جو شوق اور دلچسپی اشاعت تعلیم میں لے رہے ہیں۔ اور جس محنت اور جوش کے ساتھ دیہات سدھار کے کام کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس سے امید ہے کہ ضلع ہذا بہت جلد ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ نیز آپ کا زمینداروں واہل دیہات کے متعلق مکمل واقفیت اور ان کا ہمدردانہ رویہ ضلع میں ایک نئی روح پھونک رہا ہے۔

(۳) بمقام تھانیسر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرنال کی صدارت میں دیہات سدھار جلسہ بشمولیت تمام رؤسا۔ ذیلدار اور سفید پوش منعقد ہوا۔ ہر ایک محکمہ کے افسران اعلےٰ شریک جلسہ تھے۔ حسب ذیل کارروائی عمل میں آئی۔

(۱) **تعلیم**۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے فرمایا کہ تعلیم ملازمت کے لئے نہیں بلکہ سمجھ کی تربیت کے لئے ہے۔ "بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا" کے موضوع پر بصیرت افروز تقریر کی۔ افسر لازمی تعلیم نے بھی ممبران لازمی تعلیم کی اپنے فرض سے کوتاہی" کے متعلق بہت کچھ کہا اور بتایا کہ تحصیل تھانیسر اپنی ہمسایہ تحصیلوں سے تعلیم میں پیچھے ہے۔

(۲) **زراعت**۔ اے ڈی آئی صاحب نے فرمایا کہ زمانہ بدل گیا مگر ہندوستان کے زمیندار یا کسان نے ذرا کروٹ نہیں کی۔ اس گروہ کی غفلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر بارش کے پانی کو محفوظ رکھا جاتا تو چنے کی فصل ضلع ہذا میں اسی طرح ہوتی جیسی ہمارے کرنال کے زراعتی فارم میں ہے۔ زمیندار اپنے مقدمات کی وجہ سے کرنال آتے ہی ہیں۔ اس فارم کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

(۳) **صحت**۔ ضلع کرنال ملیریا کے مچھروں کی چھاؤنی بننے کے دلچسپ فقرے کے ساتھ ہیلتھ افسر صاحب نے تقریر شروع

کی ساور بتایا کہ اس ضلع میں بیس ہزار آدمی سالانہ مچھروں کا شکار ہوتے ہیں۔ اور ۹۰ فیصدی آدمیوں کو یہاں ملیریا ہوتا ہے۔ ملیریا اور ہیضہ سے بچنے کے لئے حفظ ماتقدم اور علاج ہر دو طریقوں کا مفصل ذکر سامعین سے کیا۔

(۴) **امداد باہمی** - محکمہ ہذا کے انسپکٹر صاحب نے رسومات قبیحہ کے متعلق فرمایا کہ زمینداروں کو مقدمہ بازی کے علاوہ بیاہ شادی پر زیادہ خرچ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مقدمہ بازی کے ناخوشگوار واقعات اور کھیتی کے کام میں اس کے ہرج کو بہت وضاحت اور رقت آمیز پیرائے میں بیان کر کے حاضرین کو احساس دلایا گیا اور اشتمال اراضی کے متعلق پر زور تقریر کی۔

صاحب صدر نے مختصراً فرمایا کہ افسران متعلقہ کا میں کس حد تک شکر گذار ہوں کہ وہ کافی فاصلہ سے تکلیف اٹھا کر تشریف لائے ہیں۔ اگر ان مفید ہدایات پر حاضرین عمل کریںگے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینگے۔ تو بیس خوش ہونگا۔ اس کا فائدہ آپ کو بھی پہنچے گا صاحب افسر مال بہادر کی طرف سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب تحصیلی میٹنگ کرنال ہوا کرے۔ اس وقت زراعتی فارم کرنال میٹنگ میں شامل ہونے والوں کو دکھایا جایا کرے۔ تاکہ وہ لوگ کھیتی کے سائنٹیفک طریقوں سے واقف ہوں۔ لازمی تعلیم کے کارکن ممبران کو خوشنودی مزاج سندات عطا کرنے کا یقین دلایا۔ محکمہ پبلسٹی کی ہدایات کے مطابق ہر ایک ذیل میں ایک ایک گاؤں نمونے کا ہونا ضروری ہے۔ (صاحبیند سٹرکٹ انسپکٹر مدارس سیکرٹری رورل کمیونٹی کونسل)

مدرسہ رام رائے ریاست جیند (۱) جناب لالہ بھگوانداس صاحب انسپکٹر مدارس کی صدارت میں لشمولیت مدرسین تحصیل جیند مدرسہ ریلوے سٹیشن جیند میں کب ٹرنینگ و میزویل میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں نہ صرف اوّل الذکر تحریک کا منشا پورا ہوا۔ بلکہ ہر قسم کے علمی و ادبی مشاغل سے زیر تربیت مدرسین دیہات بہرہ ور ہوئے۔ عملی کام بہت کرایا گیا۔ گیارہ بجے دُعا کے بعد صاحب صدر کی اجازت سے پنڈت اوگرسین صاحب بی اے کب ماسٹر صاحب نے ریاستی جھنڈے کو لہرایا۔ ٹرنینگ کے خاتمہ کے بعد تین بجے سینگ لونگ شروع ہوا۔ مہاراجہ صاحب بہادر اور ٹکا صاحب بہادر کی درازی عمر کے نعرے لگائے گئے۔

(۲) کاتک شدی پورنماشی کو تیرتھ رام رائے پر بھاری میلہ لگتا ہے۔ جس پر ہر جگہ سے یاتری لوگ اشنان کو آتے ہیں۔ تیرتھ کی موری پر سے یاتریوں کے گذرنے کا راستہ ہے جو بالکل ٹوٹا پھوٹا ہوا ہے۔ اس پر سے گذرنا بڑا مشکل اور خطرناک ہے۔ سکاؤٹس ناربوند اور سیوا سمتی جیند نے موری پر ایک پل کڑی اور بلیوں سے بنا کر مرد عورت اور بچوں کو بلا خطر گذارا۔ (شب چند شرما)

لوئر مڈل سکول کوٹ حسن خاں ضلع گوجرانوالہ سکول کی دیہات سدھار پراپیگنڈہ پارٹی مع دیگر متعلمین مدرسہ موضع چوڑیاں والہ میں اشاعت تعلیم کو لالہ پنڈیداس صاحب کپور ہیڈ ماسٹر کی نگرانی میں گئی۔ لالہ سوہن لعل صاحب سربراہ نمبردار نے دلی خلوص اور کشادہ پیشانی سے سب کو خوش آمدید کہا۔ سردار صاحب سردار بدھ سنگھ صاحب رئیس اعظم اور آنریری مجسٹریٹ درجہ اول کے بنگلہ میں پارٹی نے مختلف موضوع پر گیت گائے۔ گاؤں کے تمام مرد و زن کا جم غفیر لگ گیا۔ اور ان کی موجودگی میں گلیوں میں تعلیمی پرچار کیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے جدید داخلہ کے متعلق مدلل تقریر کی۔ دس طالب علم داخلہ کو تیار ہوئے۔ ۱۱ر نومبر کو سکول ہال میں لالہ کبیر لعل صاحب ممبر اسٹینس کمیٹی کی صدارت میں طلبا کا عام اجلاس ہوا۔ دومنٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ آرمسٹس ڈے منایا گیا۔ حضور ملک معظم قیصر ہند کی درازی عمر کے لئے خدائے برتر سے آرزو کی گئی۔ منشی پنڈیداس صاحب کپور ہیڈ ماسٹر نے پُر از معلومات تقریر کی۔ برکات انگلشیہ کو واضح طور پر بیان کیا۔ باوجود اتوار ہونے کے طلبا نے دیسی کھیلیں دکھائیں۔ دیہات سدھار پارٹی کے گیت گائے۔ بادشاہ سلامت کی درازی عمر کے لئے دعا کی گئی اور نعرے لگائے گئے۔

(۲) دیوان کیشو داس صاحب بی اے ایل ایل بی تحصیلدار حافظ آباد نے سکول کا معائنہ فرمایا ۔ ہر شعبہ کو دقیق نگاہوں سے دیکھا اور خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ ہیڈ ماسٹر کی موجودگی سکول کو چار چاند لگا رہی ہے ۔ علاقہ افسر معائنہ مولوی عبدالرسول صاحب کی ہدایات کو عملی جامہ پہنایا گیا ہے ۔ مدرسہ کی ہر چیز با قرینہ طلباء مودب مدرسین باسلوک اور بارسوخ ہیں ۔ آپ نے نمبرداران اور پتی داران کی توجہ جدید داخلہ کی طرف دلائی ۔ دیہات سدھار پراپیگنڈا پارٹی نے گیت گائے ۔ دو روپے انعام بغرض شیرینی عطا کئے ۔ لاگ بک میں موزوں ریمارک درج فرمائے ۔ (نند لال)

ڈی بی ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں

۱۴ نومبر کو عالیجناب بی ٹی بھنوٹ صاحب بہادر بی اے ۔ پی ای ایس ڈویژنل انسپکٹر لاہور ڈویژن نے سکول کا معائنہ فرمایا ۔ شرفائے شہر خیر مقدم کو موجود تھے ۔ بعد معائنہ سکول آپ نے مندرجہ ذیل ریمارک لاگ بک میں درج فرمائے ۔

میں سکول میں اساتذہ کی نہایت کامیاب تھرفٹ سوسائٹی کی موجودگی سے بہت مسرور ہوا ۔ اسے کوآپریٹو سوسائٹیز انسپکٹر صاحب نے اے کلاس میں درج فرمایا ہے ۔ سکول کے انتظام اور انصرام کا مجھ پر گہرا اثر ہوا ۔ سکول اس شعبہ میں تسلی بخش ترقی کر رہا ہے ۔ طلبائے سکول کا رویہ بہترین ہے ۔ مانیٹر سسٹم معقول اور تمام مانیٹر اپنے فرائض باحسن وجوہ سر انجام دے رہے ہیں ۔ ضبط عام طور پر بھی مانیٹر قائم رکھتے ہیں ۔ حتیٰ کہ ڈرل میں بھی سب کام یہی کرتے ہیں ۔ سکول ٹائم ٹیبل احتیاط سے تیار ہوا ہے ۔ اساتذہ کی ڈائریاں جدید سکیم کے موافق تیار ہوئی ہیں ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی سپرویژن ڈائری خاص معقول ہے ۔ فیکلٹی کمیٹیاں باقاعدہ قائم ہیں اور کام کر رہی ہیں ۔ کمزور طلبا کو روزانہ سکول ٹائم کے علاوہ وقت دیا جاتا ہے ۔ رجسٹر جات صاف اور احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں ۔ جسمانی تربیت اعلیٰ پیمانے پر ہے ۔ ڈرل ماسٹر خاص محنتی اور جفاکش ہے ۔ ماس ڈرل ۔ ماس مارچنگ ۔ جھنڈی ڈرل وغیرہ جو کام میری موجودگی میں ہوا طلبا کی چستی اور چالاکی کا ضامن تھا ۔ سکاؤٹ ٹروپ ۱۹۳۲ء سے رجسٹرڈ ہے ۔ اس قلیل عرصہ میں اس نے محیر العقول ترقی کی ہے ۔ سالانہ پراونشل ریلی میں تمام صوبہ کے سکاؤٹس میں یہ ٹروپ بلحاظ قابلیت اور ستی کے دوسرا نمبر رہا ۔ اور پچاس روپے کے انعامات حاصل کئے ۔ خانقاہ ڈوگراں ریلی کے وقت اس نے ایک نفری کپ اور دوسرا سکاؤٹ کرفٹ نفری کپ جیتا جس کے لئے سکاؤٹ ماسٹر اور اس کا ٹروپ مبارکباد کا مستحق ہے ۔ سکول میں کبڈی ٹیم اور ہاکی کلب جاری ہے ۔ رسہ کشی کلب کا اجراء موضع چھنہ میں کیا گیا ہے ۔ باہمی دوستانہ اور رقابتی میچوں کی طرف پوری توجہ دی جا رہی ہے ۔ سکول میں بہت زیادہ تحریکات اور سرگرمیوں کا وجود قائم ہے جن سے طلبا کی جسمانی ترقی ہوتی ہے ۔ باغبانی کی طرف نہایت فراخ دلی اور تندہی سے توجہ دی جا رہی ہے ۔ جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی خود طلبا ، سکول اور پبلک کی مفید خدمات سرانجام دے رہی ہے ۔ سائنس ایسوسی ایشن اور لٹریری کلب نہایت اعلیٰ کام کر رہی ہے ۔ سکول پراپیگنڈا ورک بھی اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہا ہے ۔ اور سکول بلحاظ تحریکات اور سرگرمیوں کے ایک زندہ سکول کہلایا جا سکتا ہے ۔ ان تمام زندہ تحریکات کا مرکز سکول کا محنتی اور سرگرم ہیڈ ماسٹر ہے ۔ جماعت وار ترقی بہترین اور معیار کے مطابق جماعت دہم حساب اور انگریزی میں نہایت اعلیٰ ہے مجھے بیحد خوشی ہوئی کہ میں نے ایک زندہ اور اعلیٰ درس گاہ کا معائنہ کیا ۔ میں قابل محنتی ہوشیار سرگرم اور بارسوخ ہیڈ ماسٹر کو اس کے سالانہ کامیاب کام پر مبارکباد دیتا ہوں جس کا وہ ہر طرح سے مستحق ہے ۔ (محمد عبداللہ)

گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

ہفتہ گکھڑ ۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ سکول اپنی نادر تعلیمی تحریکات اور روز افزوں کامیاب تجربات کے لحاظ سے نہ صرف اپنے صوبہ میں ہی بلکہ ہندوستان بھر میں مشہور رہے ۔ لوکل سلف گورنمنٹ کی مثال دیہات سدھار عین الکمال دیکھنے کے لئے غیر ممالک تک کے لوگ یہاں آتے ہیں ۔ ہاں جب تک سیاح گکھڑ کی ہندو وادی کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اپنی سیاحت کو نامکمل مانتے ہیں ۔ سال ۱۹۳۲ء کی نادر تعلیمی تحریک جس میں دیہات سدھار کو پورا پورا دخل ہے ۔ گورنمنٹ گکھڑ میں اس کا ہفتہ منایا جاتا ہے جبکہ

مکمل داستان لکھنے کے لئے وقت اور قلم دونوں کی ضرورت ہے۔ مختصراً کہہ سکتے ہیں کہ یہ میلہ اپنی نظیر آپ تھا۔ ۲۹ نومبر سے ۴ دسمبر تک متواتر چھ دن اس ہفتہ کی سوشل پھلجڑیاں اپنا رنگ جماتی اور شائقین کے دلوں کو لبھاتی رہیں۔ ٹورنمنٹ میں ۴۲ ٹیمیں شامل ہوئیں جن میں ۳۶ دیہاتی اور باقی قصباتی تھیں۔ انعامات چیلنج کپ کی صورت میں جیتنے والی ٹیموں کو دیئے گئے۔ اچھے کھلاڑیوں کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی۔

مویشیوں کی نمائش میں تقریباً سوسوا سو مویشی آئے۔ جن میں سے بیس نے انعام حاصل کئے۔ بچوں کی نمائش اپنی قسم کی پہلی نمائش تھی تین سال سے کم عمر بچے ہزار کے قریب شامل ہوئے۔ مگر صرف پندرہ کی صحت کیئے یا خوش قسمتی نے انعامات دلائے۔

محکمہ حفظان صحت کی نمائش بھی قابل نمائش تھی صحت اور زندگی کے روح پرور سین جس کمال اور عدیم المثال سے دکھائے گئے۔ قابل صد تحسین تھے۔ ایسا شاندار میلہ اور اس پر نورمل سکول گکھڑ کی پریم نگری سونے پر سہاگے کا کام تھا۔ وائرلیس کے حیرت انگیز نظارے میجک لنٹرن کے نصیحت آمیز تماشے۔ ڈرامے کے عبرت انگیز سین مرغی خانے کی قابل تقلید بلڈنگ۔ نہر پانامہ اور ہندوستان کے لاجواب سکیل یہی نہیں بلکہ سکول کے بے نظیر باغیچے اس میں رنگ برنگ پھولوں کی بھرمار جس پر بہار بھی نثار دیکھنے کے قابل باتیں تھیں۔

۴ دسمبر کو چار بجے شام کے دربار منعقد ہوا۔ طلباء سکول کی ڈرل۔ سنت پارٹی کا گانا اور راہل کمال کا کمال دکھانا غرض بیسیوں باتیں ہیں جو تشریح طلب ہیں۔ حضرت یمینی ہیڈ ماسٹر نے اس ہفتہ اور سکول کے متعلق جو مطبوعہ رپورٹ پڑھی دریا کو کوزے میں بند کیا ہوا تھا سامعین سکول کے اعلےٰ انتظام خود اختیاری اور طلباء کی خدمت گذاری کے حالات سُن سُن کر عش عش کرتے اور نعرہ ہائے تحسین لگاتے تھے۔ مستحقین کو انعامات تقسیم کرنے کے بعد جناب ای ایچ کنلن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گوجرانوالہ نے بحیثیت صدر جلسہ جو بصیرت افروز تقریر فرمائی قابل شنید تھی۔ آپ نے میلہ کی اس شاندار کامیابی پر اظہار مبارک بادی فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ اس کی شان کے متعلق کیا کہوں۔ بچوں کی نمائش پر بیحد مسرت فرماتے ہوئے آپ نے ضلع رہتک کی طرف سامعین کی توجہ دلائی اور قرار دیا کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے۔ کہ دیہات کی عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش ملکی و سوشل ترقی میں حصہ لینگی۔ خاتمہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب کو مبارک باد دیتے ہوئے اپنی انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔　(ہیڈ ماسٹر)

ورنیکلر مڈل سکول برڈوندی ضلع لودھیانہ

جناب سردار جوگندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لودھیانہ نے بہمراہی چوہدری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی مدارس علاقہ شرقی سالانہ معائنہ فرمایا۔ سکول ہر طرح سے موقعہ کے موافق آراستہ تھا۔ دعائیہ نظم کے بعد کلاسوں کی ماس ڈرل۔ دیہاتی لائبریری جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی۔ شفاخانہ۔ صابن اور کنگھے منہ دھونے کے لئے اور کیسوں کو کنگھا نہ کرنے والے طلباء کے لئے دیکھ کر تعلیمی مضامین کا معائنہ ہوا۔ جنہیں نہایت تسلی بخش پایا۔ حاضری و تعداد طلباء اور لازمی تعلیم کی کامیابی سے بہت خوش ہوئے۔ جماعت اول کے چارٹ سے بھی خوب محظوظ ہوئے اور ٹیچر انچارج کے نئے اور دلچسپ طریق تعلیم کی داد دی۔ جس سے اس طریق سے خاطرخواہ کامیابی ہوئی ہے۔ لاگ بک میں تحریر فرمایا کہ ضبط اچھا ہے۔ طلبا بہت مودب ہیں۔ مدرسین کی روزانہ اسباق کی تیاری کی ڈائریاں تیار ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے نگرانی کی ڈائری بھی بنائی ہوئی ہے۔ تربیت جسمانی کے تمام رجسٹر تیار ہیں۔ باقی رجسٹرات حاضری و حساب کتاب وغیرہ مکمل ہیں۔ بورڈنگ ہوس کا انتظام خاطر خواہ ہے۔ عملہ کافی محنتی اور قابل ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی کارکردگی اور فرض شناسی کی خوب تعریف کی۔ آپ کے قیام کی درمیانی رات گاؤں میں منادی کرائی گئی اور میجک لینٹرن کا لیکچر ہوا حاضرین میں مستورات کی کافی تعداد بھی تھی۔ چوہدری احمد خاں صاحب نے بذریعہ میجک لینٹرن کونین کے فوائد اور مسہریوں کی ضرورت پلیگ و ہیضہ کے انسداد پر نہایت مؤثر اور فصیح و بلیغ لیکچر دیئے جن سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔ انتظام اچھا تھا۔ صاحب ممدوح نے ان امراض کی اصل وجہ جہالت بتائی۔ جس میں انہوں نے ضرورت محسوس کرائی کہ اس کا قلع قمع کیا جائے۔ تاکہ ہم انسان ہوکر

درجہ حیوانیت سے متاثر ہو سکیں۔ تعلیم کے فوائد اور حاضرین کو تعلیم میں دلچسپی کی تلقین کی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں ضلع لودھیانہ کی خوش قسمتی کو سراہا جس کا ذریعہ افسران تعلیم سردار گلبندر سنگھ صاحب اور انکے دست راست چوہدری احمد خاں صاحب ہیں۔ ضلع سے جہالت دور کرنے کے برخلاف آپ ہردو بزرگوار جو جہاد کر رہے ہیں قابل صد تحسین ہے۔ تحاریک حافظہ تعلیم جسمانی میں پابندی وغیرہ امورات اس امر کی زندہ ضمانت ہیں کہ ضلع کی جہالت آئے دن ترقی کناں ہے۔

ورنیکلر مڈل سکول بڑدہ تحصیل و ضلع کانگڑہ میں چوہدری جھنڈو لال صاحب اے ڈی آئی مدارس تحصیل کانگڑہ کی صدارت میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ میاں سوہن سنگھ صاحب ذیلدار پنڈت لابھا رام صاحب نمبردار پوسل۔ میاں کرم چند صاحب نمبردار و نویہ۔ پنڈت اننت رام صاحب ساہوکار پوسل اور میاں شنکر داس صاحب و نویہ کے علاوہ ساٹھ کے قریب دیگر معززین شامل ہوئے۔ طلبا نے پراتھنا کے بھجن گائے۔ دیہات سدھار راگ سُنایا جو اشاعت تعلیم اور حفظان صحت کی پابندی کے متعلق تھا۔ ایک لڑکے نے نتیجہ خیز کہانی سُنائی۔ حضرت رحیم کے دوہے مع مطالب سُنائے گئے۔ پرائمری طلبا نے پہاڑی راگ سُنایا۔ مچھر اور مکھی پر مکالمہ ہوا۔ اس میں مچھروں اور مکھیوں سے پیدا ہونیوالی بیماریوں کا ذکر تھا۔ ان موذی جانوروں سے نجات کے طریقے بتائے گئے۔ رامائن کی چوپائی سُنائی گئی جو اس منظر کو لئے تھی جبکہ ہنومان جی کشکندھ میں برہمن کے بھیس میں شری رام چندر جی مہاراج سے ملے تھے۔ ایک لطیفے کے بعد بازار سدھار ڈرامہ کھایا ادائیگی اعلٰے تھی۔ اس میں تازہ مٹھائیوں۔ عمدہ پھلوں اور عمدہ دُودھ کے فوائد بتائے گئے۔ باسی اور بغیر جالی رکھی ہوئی مٹھائی گندے سڑے پھلوں اور خراب دُودھ کے نقصانات واضح کئے۔ طلبا نے شراب کے نقصانات اور مضرتوں پر بھجن گایا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سُنائی جس میں پبلک کی باہمی امداد کا بھی خاص طور پر تذکرہ تھا۔ صاحب صدر نے طلبا میں انعامات تقسیم فرمائے جو لیاقت کھیل سکاؤٹنگ اور سوشل سروس و کواپریٹو سٹور کے لئے مخصوص تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ زمیندار کس طرح روپیہ اور وقت کا جائز استعمال کر سکتے ہیں۔ آپس میں محبت اور پریم سے رہنے۔ تعلیم نسواں۔ تعلیم کی عظمت اور ہر پیشہ سے اس کا تعلق۔ بچوں کی حفاظت حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی کے فوائد۔ شراب۔ حقہ نوشی اور مقدمہ بازی کے نقصانات کے متعلق نہایت ہی دلچسپ تقریر فرمائی۔ اور شیرینی دہندگان کا شکریہ ادا کیا۔ خاتمہ پر بچوں میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ اور حاضرین کی تواضع چائے و مٹھائی سے کی گئی۔ (حکیم رام دھن ورما)

اشتہار بغرض تبادلہ ملازمت بذریعہ تحریر ہذا واضح کیا جاتا ہے کہ کوئی صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل یا ہائی کا ڈویژن لاہور سے عموماً اور ضلع سیالکوٹ و امرتسر سے خصوصاً میرے ساتھ باہمی تبادلہ کو رضامند ہو تو مجھے پتہ ذیل پر اطلاع دے۔ میرا موجودہ گریڈ ۱۱-۵-۱۳۵ اور موجودہ تنخواہ ۳۵ ہے۔ مڈل سکول ڈھنڈاری ریلوے سٹیشن سے نصف میل اور شہر لودھیانہ سے پانچ میل کے فاصلے بر لب شاہراہ اعظم واقع ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ سے عمدہ اور بارونق سکول ہے۔ المشتہر ہرنام سنگھ بی اے۔ ایس اے وی ہیڈ ماسٹر ڈی بی اے وی مڈل سکول ڈھنڈاری خورد ضلع لودھیانہ

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول دھمیٹہ ضلع کانگڑہ میں دربار دہلی کی مبارک تقریب میں سکول ہذا کے صحن میں لالہ جگن ناتھ صاحب کمال ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ یونین جیک کی سلامی کے بعد طلبا نے قومی راگ نہایت خوبی سے گایا۔ پنڈت رام دھن صاحب شاستری نے سلطنت انگلشیہ کے قیام اور حضور ملک معظم قیصر ہند کی درازی عمر کی دعا مانگی۔ لالہ دیلو کی چند صاحب گپتا بی اے سیکنڈ ماسٹر اور چوہدری بھنگن رام صاحب نے زبردست تقاریر مناسب موقع کیں۔ حاضرین کو وفادار سرکار رہنے کی تلقین کی گئی۔ دو طالب علموں کے بھجن ہوئے۔ بعد میں پنڈت جی نے انگریزی راج کا مقابلہ سابقہ حکومتوں سے کیا۔ صاحب صدر نے موجودہ راج کے امن و آسائش ترقی و تہذیب کی اشاعت پر مزید روشنی

ڈالی۔ سردار اودھم سنگھ نے سکاؤٹس کھیلیں اور کرتب دکھائے۔ طلبا اور اساتذہ کا ہاکی اور والی بال میچ ہوا۔ (بھگن رام)

خالصہ ہائی سکول چکوال

بھائی سلطان سنگھ صاحب جو علاقہ دھنی پوٹھوہار کے پرانے پرچارک اور سکول ہذا کے چیدہ سیوکوں سے ہیں یکم دسمبر کو ۲۷ سال کی طویل خدمات کے بعد سکول سے سبکدوش ہوئے آپ سکول کے بانی شریان سور گباشی منشی بسنت سنگھ صاحب اور بابو پتی سنگھ صاحب حضوریہ کے دست راست تھے۔ آپ نے علاقہ میں سنگھ سبھا لہر اور گورومت پرچار میں اپنی عمر بسر کر دی۔ آپ گوردوارہ کے متولی اور سری گورو گرنتھ صاحب کے لاثانی پنڈت اور بلند خیال پنجابی شاعر ہیں۔ سٹاف کی طرف سے آپ کو الوداعی پارٹی دی گئی جس میں آپ کی خدمت میں شری گورو گرنتھ صاحب کو پیش کیا گیا۔ دوسرے دن منیجنگ کمیٹی کی طرف سے شاندار جلسہ ہوا۔ لوکل افسران اور وکلا کے علاوہ شہر کے ہر مذہب کے شرفا شامل ہوئے اور بھائی صاحب کی مخلص قومی خدمات اور بلند خیالات کی تعریف کی۔ کمیٹی کی طرف سے ایک سنہری کرپان اور ایک تھیلی آپکی خدمت میں پیش کی گئی۔ تیسرے روز لوکل سبھا۔ سنگھ سبھا اور سیوک جتھا کی طرف سے مان پتر۔ سروپا اور دیگر تحائف دیئے گئے۔ اور آپکی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ چوتھے یوم منگل کو بینڈ باجہ کے ساتھ شاندار جلوس کی صورت میں سٹیشن پر جاکر آپ کو الوداع کیا گیا۔ (جگجیت سنگھ ہیڈ ماسٹر)

ڈی بی ہائی سکول قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

(۱) انجمن معلمین کا اجلاس زیر صدارت ماسٹر عبدالجبار صاحب ہوا۔ قرار پایا کہ

(۱) انجمن معلمین سنٹر قلعہ دیدار سنگھ کا یہ اجلاس چوہدری عبدالغنی صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی مدارس ضلع گوجرانوالہ کی غیر متوقع تبدیلی پر اظہار تاسف کرتا ہے۔ اور چوہدری صاحب نے اصلاح مدارس کا جو پروگرام جاری کیا تھا اس کے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے پر اظہار افسوس کرتا ہے۔

(۲) ہماری دعا ہے کہ چوہدری عبدالغنی صاحب جہاں رہیں کامیاب رہیں اور اُمید وار ہیں کہ ان کے جانشین بیدی اشو سنگھ صاحب ہماری فلاح و بہبودی کے لئے نعم البدل ثابت ہوں۔

(۳) اس کی ایک نقل چوہدری صاحب کی خدمت میں اور ایک پریس میں بھیجی جائے۔

(۴) چوہدری محمد یوسف صاحب نے جو نظم اس موقعہ پر موزوں کی پسند کی گئی۔

(۲) ڈی بی پرائمری سکول قلعہ دیدار سنگھ۔ جناب صاحب ڈپٹی انسپکٹر بہادر مدارس لاہور ڈویژن سکول ہذا میں تشریف لائے۔ ہائی سکول کے معائنہ کے بعد پرائمری سکول کا بھی ملاحظہ فرمایا۔ جسے دیکھ کر آپ نہایت محظوظ ہوئے۔ اور لاگ بک میں درج فرمایا کہ سنٹر کا یہ سکول ماڈل سکول ہے اور ہر لحاظ سے نہایت اچھا سکول ہے۔ فزیکل ٹریننگ کام بھی اچھا ہے۔ اوسط حاضری داخلہ فیصدی قابل تعریف ہے۔ طلبا صاف ستھرے اور کمرے مصفا ہیں۔ جماعت ابجد خواناں کا طریقہ تعلیم خصوصاً اور دیگر جماعتوں کا عموماً دلچسپ بنانے کے لئے بہت سی مفید اور مؤثر ایجادات مہیا کی گئی ہیں۔ غرض سکول ہر پہلو میں بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ (شیخ غلام ...)

لوئر مڈل سکول باہری ضلع ہوشیارپور

یوم والدین جناب صاحب افسر مال بہادر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ حاضری سات سو کے قریب تھی۔ معزز اشخاص اور سردار اندر سنگھ صاحب اے ڈی آئی مدارس۔ میاں علی بخش صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار۔ ذیلداران۔ نمبرداران اور سفید پوش سب انسپکٹر صاحبان پولیس۔ شوار یاں حلقہ۔ چوہدری محمد علی صاحب گرداور قانونگو اور ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ بھی شامل تھے۔ دعائیہ اور استقبالیہ نظم کے بعد ایم تاج محمد کبھی آذری نے مدحیہ قصیدہ پڑھا۔ لالہ بابو رام صاحب ہیڈ ماسٹر اہرانہ کلاں منشی میلا رام صاحب۔ چوہدری نیاز محمد صاحب نے دیہات سدھار۔ تعلیم نسواں۔ مدرس اور والدین کے تعلقات۔ صفائی۔ صحت عامہ۔ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ دیہات سدھار پارٹی نے رسومات بد کے متعلق چیدہ چیدہ نظمیں گا کر حاضرین کو مسرور کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی

نیا کمرہ بنانے کے لیئے اپیل کی۔ چنانچہ کچھ چندہ جمع ہوا۔ اے ڈی آئی صاحب صدر نے زمینداروں کے افلاس اور اس کے علاج پر مفصل تقریریں کیں جو بڑی مؤثر ثابت ہوئیں۔ بعد میں تقسیم مٹھائی اور چائے نوشی پر کارروائی ختم ہوئی۔ (فتح محمد سیکرٹری)

گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج رہتک

چوہدری پران ناتھ صاحب دت ایم اے سینیئر انگلش پروفیسر کالج ہذا کے تبادلہ پر رہتک میں متعدد پارٹیاں دی گئیں۔ آپ گورنمنٹ ہائی سکول چونیاں کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے ہیں۔ صاحب موصوف کے اعزاز میں جو پارٹیاں دی گئیں ان میں راؤ بہادر چوہدری چھوٹو رام صاحب ایم ایل سی کی پارٹی پُرتکلف تھی۔ آفیسرز کلب رہتک نے ایک شاندار ڈنر دیا جس میں بے شمار معززین کے علاوہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سیشن جج صاحب بہادر۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس اور صاحب سول سرجن بہادر۔ رائے صاحب لالہ رتن لال صاحب پرنسپل کالج۔ لالہ راج کشور صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے علاوہ اور بہت سے بزرگواروں کی شمولیت قابل ذکر ہے۔

جب چوہدری صاحب رہتک سے رخصت ہونے لگے تو ریلوے سٹیشن پر معززین شہر اور افسران۔ پروفیسران اور طالب علموں کا ایک جم غفیر تھا۔ چودھری صاحب پھولوں کے ہاروں میں چھپ گئے۔ جو اس امر کی شہادت ہے کہ آپ ایک ہر دلعزیز ہستی ہیں۔ خدا کرے آپ کے عہدہ میں اور بھی ترقی ہو۔ (نامہ نگار)

مڈل سکول نروٹ مہرہ ضلع گورداسپور

چوہدری ملو رام صاحب ذیلدار و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کی صدارت میں یوم والدین منایا گیا۔ سب سے پہلے دو بچوں نے سُریلی آواز سے جلسہ کی کامیابی کی دعا کی۔ طلبا سکول میں لوئر مڈل سکولوں کی تبلیغی پارٹیوں کے ساتھ گاؤں میں بطور جلوس چکر لگایا۔ صفائی تعلیم اور متعدی بیماریوں سے بچاؤ کے متعلق عوام کو راگ سُنائے۔ پنڈت خیالی رام صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے یوم والدین کا مقصد مفصل و مشرح بیان کیا۔ اور حاضرین کو آگاہ کیا کہ تمام دن رات کا صرف ایک چوتھائی حصہ بچے ہمارے پاس رہتے ہیں۔ اور تین چوتھائی وقت والدین کے پاس۔ لہذا آپ لوگ گاہے بگاہے سکول میں تشریف لاکران کے حالات سے باخبر ہوا کریں۔ اور اساتذہ سے تبادلہ خیالات کریں تاکہ آپ کا اور استادوں کا تعاون بچوں کی بہتری کا ضامن ہو۔ مختصراً آپ نے سکول کے ہر شعبے پر ایک تنقیدی تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ہر شعبہ پر ذمہ وار مدرسین مفصل رپورٹیں پڑھیں گے۔ اب ریڈ کراس سوسائٹی کے ممبران نے عوام کے روبرو اپنا جلسہ کیا۔ ہرنام داس طالب علم جماعت اول کو قمیض پاجامہ تیار کرا دیئے گئے۔ حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔ منشی بھگت سنگھ صاحب انچارج سوسائٹی نے حساب کتاب سُنایا اور بتایا کہ اپریل ۱۹۲۷ء سے دسمبر ۱۹۳۴ء تک مالیتی ۱۵۲/۱۲/۱ کی رقم فیس طلبا و کتب اور پراپیگنڈہ کونین پارچات و پاپوش غریب و مفلس طلبا بیوگان اور نابینا اشخاص پر خرچ کئے ہیں۔ منشی خوشحال سنگھ نے باغیچہ کی ضرورت واضح کی اور دلیلوں سے بتایا کہ ہم سب کو گھروں میں بھی باغیچے لگانے چاہئیں۔ اور اس سے کیونکر آمدنی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ منشی بشمبر داس نے زمینداروں کی کمزوری کے اسباب اور انکا حل اپنے مضمون میں بیان کیا۔ جس میں عمدہ کھاد بیج مویشی اور عمدہ فصل و آلات کشاورزی حاصل کرنے میں کوتاہی اور انکا علاج مفصل درج تھا۔ علاوہ ازیں متعدی بیماریوں کے بچاؤ کے متعلق بھی تجاویز بتائیں۔ منشی محمد شریف نائب مدرس نے والدین کے فرائض اور طلبا کی بہتری کے لئے مدرسین سے تعاون کے فوائد بتائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب رسالہ پیغام اصلاح کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ زمینداروں کی خدمت گذاری کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں لائق اور مدبر اشخاص کے عملی مضامین درج ہوتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے زمیندار بہت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے سکول کی لائبریری سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ ریڈ کراس سوسائٹی بھی آپ کی خدمتگذاری کو حاضر ہے۔ آپ کو اس سے مستفید ہونا چاہئے۔ سکول ہذا اور اس کے ملحقہ ہر سہ لوئر مڈل سکولوں کی امداد آپ کا فرض ہے۔ صاحب صدر نے اٹھارہ روپے چار آنے کی رقم عطا کی۔ دوران جلسہ میں سکول کی تبلیغی پارٹیوں نے اپنے اپنے راگ سُنائے۔ صاحب صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا جو نہایت استقلال اور حوصلہ سے تمام کارروائی میں حصہ لیتے رہے ہیں اور ریڈ کراس سوسائٹی کی امداد فرمائی ہے۔ (بھگت سنگھ سیکرٹری)

اے وی مڈل سکول کوٹ محمد خاں ضلع امرتسر کے جلسہ تقسیم انعامات بابو کریم الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر کی صدارت میں ہُوا۔ کمروں کی صفائی۔ زراعت فارم۔ احاطہ میں پھولوں کی کیاریاں۔ لڑکوں کی کاپیاں اور تختوں پر لکھائی۔ مستری اور درزی کا کام حاضرین کو محوِ حیرت کئے تھا۔ ممبران انتظامیہ کمیٹی۔ باشندگان دیہہ اور ملحقہ علاقہ سے طلباء کے والدین کی حاضری نے جلسے کو فروغ کافی دیا۔ طلباء صاف لباس میں ملبوس تھے۔ والی بال میچ نوجوان طبقہ نے خاص پسند کیا۔ منیر احمد بیر تھ رام اور انوپ سنگھ اچھے کھلاڑی ثابت ہوئے۔ جلسہ گاہ کے روبرو طلباء کی مارچ پاس کرائی گئی۔ صاحب صدر نے اسے خاص پسند فرمایا۔ اور پنڈت نرسنگھ داس انچارج گیمز کی تعریف کی۔ مختلف جماعتوں کے طلباء نے اُردو۔ انگریزی اور فارسی کی گفتگو سُنائی۔ اپنے اپنے مضمون پڑھے اور حاضرین کی خوشنودی کا موجب ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں سکول کا آغاز۔ افسران معائنہ کے نام۔ سکول کی آمدنی وخرچ اور دیگر امورات پر روشنی ڈالی۔ سکول کی اخلاقی تعلیم۔ دستکاری کے کام۔ مستری اور درزی کا کام۔ لفافے بنانا اور زراعت وغیرہ قابل تعریف ہیں۔ صوبہ کا یہ خاص ممتاز سکول ہے جہاں تعلیم کے علاوہ ہر طالب علم کو ایک نہ ایک دستکاری ضروری سکھائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرد ونواح کے ۱۳ دیہات سے لڑکے آتے ہیں۔ ضلع کے سول افسران جو تقریب دورہ یہاں آئے۔ بڑی خوشی سے سکول کا ملاحظہ کیا اور اعلےٰ ریمارکس سے کارکنان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان میں سے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع امرتسر۔ لالہ گوپال داس صاحب تحصیلدار ترنتاران۔ چوہدری علی احمد صاحب انچارج سب انسپکٹر ہیں۔ اور سردار گوردیال سنگھ صاحب سب انسپکٹر مہربانی کے ریمارکس قابل فخر ہیں۔ سکول ایک سال کے اندر اندر مکمل اے وی مڈل سکول بن گیا ہے۔ اور طلباء ورنیکلر فائنل کے امتحان میں جا رہے ہیں۔ آمدنی فیس اور خرچ کی تفصیل دی گئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے چوہدری لال خاں نمبردار سردار دھرم سنگھ جی عثمان۔ صوبیدار بلند خاں اور لالہ بھلوا نداس صاحب کا خصوصاً شکریہ ادا کیا۔ جن کی ہمدردی اور وقتاً فوقتاً کی امداد سے سکول مقبول عام بن رہا ہے۔ سردار سادھو سنگھ صاحب ممبر انتظامیہ کمیٹی نے حسب ذیل تقریر کی۔ گاؤں کی تاریخ پر نظر ڈالی اور اپیل کی کہ ہم سب لالہ شادی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کا ممنون ومشکور ہونا چاہئے۔ جو بڑی جانفشانی سے کام کر رہے ہیں۔ ہمیں سکول کی طرف بھی امدادی ہاتھ بڑھانا چاہئے۔ خانصاحب بگے خاں اور خان محمد نے تحصیلدار صاحب اور تھانہ دار صاحب کے ریمارکس سُنائے۔ بابو رام رتن صاحب سیکرٹری نے پُر درد لہجہ میں اپیل کی۔ صاحب صدر نے سو روپے کا نوٹ دیا۔ سیکرٹری صاحب نے پانچ روپے۔ باقی حاضرین میں بھی امدادی احساس پیدا ہُوا۔ اور ایک سو دس روپے نقد جمع ہو گئے۔ ایک راگ کے بعد انعامات تقسیم ہوئے۔ اور صاحب صدر نے اپنی تقریر میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمات کا اعتراف کیا اور بتایا کہ میں عدن میں بیٹھا ہُوا اخبارات اور رسائل میں اپنے گاؤں کے سکول کے حالات پڑھا کرتا تھا۔ آج اپنی آنکھوں سے سکول کی حالت سے بہت مسرور ہوا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ سکول جلد ہائی سکول بن جائے۔ سیکرٹری صاحب نے آپ سے کمیٹی کا ممبر بننے کی آرزو کی۔ آپ کی شمولیت ہمارے لئے باعث فخر ہوگی۔ حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ (بابو رام رتن)

پبلک ہائی سکول گھڑتل ضلع سیالکوٹ کی جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی کا آغاز لالہ شانتی سروپ صاحب چوپڑہ بی اے ہیڈ ماسٹر کے ایماء پر ۱۹۲۹ء میں ہُوا۔ شروع میں اس کی سرگرمیاں پروپیگنڈا ورک۔ دیہات سدھار اور غریب طلباء تک محدود تھیں۔ مگر لالہ صاحب کی زیر ہدایت اس کا معیار بتدریج اونچا کیا گیا اور موجودہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کی تشریف آوری سے آپ کی معلومات نے ہمیں بہت فائدہ پہنچایا۔ آپ کی دلچسپی مزید مفید ثابت ہوئی اور ہماری سوسائٹی میں عملی زندگی پیدا ہو گئی۔ اور اب میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ سوسائٹی کو نمونہ کی سوسائٹی کہنا بلا مبالغہ درست ہے۔

سکول کا ہر ایک طالب علم اس کا ممبر ہے اور اس کے کام میں دلچسپی لیتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اس کے کونسلر اور چوہدری ممتاز حسین صاحب بسل وائس کونسلر ہیں۔ سوسائٹی کا تمام انتظام طلباء کے ہاتھ میں ہے۔ اور انتظامیہ کمیٹی کے ممبران سالانہ منتخب کئے جاتے ہیں۔ انتخاب صحیح معنوں میں مشتہر کیا در نہایت باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ چھپی ہوئی پرچیوں کے ذریعہ انتخاب عہدہ داران عمل میں آتا ہے۔ چنانچہ موجودہ عہدہ داران

ذیل میں درج ہیں۔ پریزیڈنٹ درشن سنگھ جماعت دہم۔ وائس پریزیڈنٹ منبی لال جماعت دہم۔ سیکرٹری جگدیش چندر ابرول جماعت نہم۔ اسسٹنٹ سیکرٹری غلام رسول جماعت دہم۔ ممبران رگھبیر سنگھ ثناء اللہ جماعت نہم۔ پیارے لال سردول سنگھ جماعت ہشتم۔ رتن سنگھ وشیام سندر جماعت ہفتم۔ راجکمار سنگھ و پریتم سنگھ جماعت ششم۔ جگندر سنگھ و عبدالعزیز جماعت پنجم۔ انتظامیہ کمیٹی کے ماہانہ اجلاس ہوتے ہیں۔ یکم مئی ۱۹۳۳ء سے ۲۸ نومبر ۱۹۳۲ء تک ۲۳ اجلاس ہو چکے ہیں۔ اور تمام کارروائی منظوری سے عمل میں آئی۔

سوسائٹی کی کارگذاری مختلف شعبوں میں رونما ہے۔ ترقی صحت کی ذیل میں ہر جماعت میں دو ہیلتھ آفیسر منتخب ہوتے ہیں۔ گاہ گاہے ہیلتھ پریڈ بھی کی جاتی ہے۔ اور طلبا کے ناخنوں۔ آنکھوں اور دانتوں وغیرہ کا معائنہ ہوتا ہے۔ نہ نہا کر آنے والے لڑکوں کو نہلایا جاتا ہے۔ نہلانے کا صابن سوسائٹی مہیا کرتی ہے۔ غریب لڑکوں کو کپڑے دھونے کا صابن بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ ناخن تراش موجود ہیں۔ دانتوں کا منجن موجود ہے۔ ہیلتھ آفیسروں کے رجسٹروں میں باقاعدہ صفائی کے اندراجات ہوتے ہیں۔ سوسائٹی کی اپنی ڈسپنسری میں ادویات موجود اور بیماروں کی امداد ضروری ہے۔ مختلف کھیلیں کھلائی جاتی ہیں اور ہر طالب علم کو کسی نہ کسی کھیل میں لازمی طور پر حصہ لینا پڑتا ہے۔ سالانہ ٹورنمنٹ منعقد ہو کر انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ وزن کیا جاتا ہے اور اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ اخلاق کی ذیل میں ممبران کو عملی طور پر محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرنے کا سبق سکھایا جاتا ہے اور ان کا دائرہ خدمتگذاری صرف ممبران سوسائٹی تک محدود نہیں بلکہ ہر بنی نوع انسان تک انکو خدمت گذاری کے لئے جانا باعث فخر مانا ہوتا ہے۔ طبی امداد کی ذیل میں ڈسپنسری حاضر ہے۔ خاص علاجوں کے لئے کافی رقم صرف کی جاتی ہے۔ چنانچہ رپورٹ میں چند زندہ مثالیں درج کی گئی ہیں۔ جو بیحد محظوظ کن ہیں۔ اپنی اور پرائی چیزیں میں فرق سکھایا جاتا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ طلبا پرائی چیز ٹیچر انچارج سوسائٹی تک پہنچاتے ہیں۔ جو مالک تک پہنچاتا ہے۔ اس کا ریکارڈ رجسٹر میں رکھا جاتا ہے۔ جو خاص اس امر کے لئے وقف ہے۔ دوران سال میں ۱۴۰ مریضوں کو مختلف امراض کی ادویات بہم پہنچائی گئیں۔ سوشل سروس کی سپرٹ پیدا کی جاتی ہے۔ ایک مکان کو آگ لگ جانے پر ممبران نے جان پر کھیل کر خدمت ادا کی۔ ٹڈی دل کی آفت پر بڑی مشکل سے اسے دفع کیا۔ ملیریا کے دنوں میں تالابوں اور جوہڑوں پر مٹی کا تیل چھڑکا گیا۔ کنوؤں میں پوٹاشیم پرمیگنیٹ ڈالا گیا۔ برسات کے دنوں میں گڑھے بھروائے گئے۔ جونیئرز نے سال حال میں پولی کو بھی خوب ضائع کیا۔ دیہات سدھار کو میلوں اور ڈراموں کے ذریعے دیہات اور اہل دیہات کو حفظ ماتقدم کے طریق بتائے جاتے ہیں۔ رورل اپ لفٹ کمیٹی کا قیام اس شعبہ کی خدمت گذاری کی کافی سے زیادہ ضمانت ہے۔ اس ذیل میں ہمارے کارنامے پوشیدہ نہیں۔ حکام سے کئی دفعہ تعریفی ریمارک ملے۔

دیہات سدھار کے لئے مہینے میں ایک دو بار جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جو مختلف دیہات میں چکر لگاتے ہوئے صفائی اور صحت کے گیت گاتے ہیں۔ تقریریں کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل پوسٹروں کی اس موقع پر نمائش کی جاتی ہے۔

(۱) صفائی خدا تک رسائی کا زینہ ہے (۲) پاکیزہ غذا عقل کو تیز اور دل کو نرم کرتی ہے (۳) صحت کے بغیر انسان مفلس ہے۔ (۴) تنگدستی سے گذارہ کر لینا قرضہ لینے سے بہتر ہے (۵) نیک بن (۶) اوّل طہارت بعدہٗ عبادت (۷) دانت صاف رکھو (۸) کھاد کے لئے گڑھے کھودو (۹) مکان میں روشندان رکھو (۱۰) ہندوستان کی نجات تعلیم نسواں میں ہے (۱۱) گوبر بہترین کھاد ہے۔ اس کو مت جلاؤ (۱۲) زیور عذاب جان ہیں مت پہنو (۱۳) ملیریا سے بچنے کے لئے مچھر دانی استعمال کرو (۱۴) لڑکیوں کو تعلیم دلاؤ۔ (۱۵) ہر روز غسل کیا کرو۔ سوسائٹی کی ڈرامیٹک کلب کے زیر اہتمام ہر سال دیہات سدھار ڈرامہ اور رورل میلہ کیا جاتا ہے۔

ریڈ کراس پبلک لائبریری میں ریڈ کراس کا لٹریچر خصوصاً اور دوسرا عموماً پڑھنے کو دیا جاتا ہے۔ روزانہ شام کو لائبریری سے شائقین فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس سال تجویز ہے کہ بعض ممبران اپنی کتابیں سوسائٹی کو دے دیں تاکہ غریب طلبا ان سے مستفید ہوں۔ کتب کی خریداری سے بچے رہیں۔ سوسائٹی شروع سے کوآپریشن کے معاملات میں مدد دیتی ہے۔ ممبران کو امداد باہمی کے گیت یاد کرائے جاتے ہیں

جنہیں وہ جلسوں میں گاتے ہیں۔ ریڈ کراس ڈے سالانہ منایا جاتا ہے۔ سال زیر رپورٹ میں ۱۶ ؍ جون ۱۹۳۴ء کو چوہدری بشیر احمد صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری کی صدارت میں منایا گیا۔ شام کو ہیلتھ پریڈ کرائی گئی۔ اور دیہاتی ٹورنیمنٹ ہوا۔ رات کو "لائٹ" نامی ڈرامہ کیا گیا۔ صاحب صدر اور پنڈت مرلی دھر صاحب سود گل ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے شاندار الفاظ میں سوسائٹی کی حوصلہ افزائی کرائی۔ اور پچاس روپے نقد انعام کا وعدہ کیا۔ ڈرامہ جس میں قرضہ اور بُری رسومات کو دکھایا تھا۔ نہایت کامیاب رہا۔ سال گزشتہ کی آمدنی مختلف فنڈوں سے ما ۱۸۸؍ ۸ اور خرچ ما ۱۶۲؍ ۸ سال رواں کی آمدنی کا تخمینہ ما ۱۸۸؍ ۱ ہے اور تقریباً خرچ بھی اسی قدر ہے۔

(درشن سنگھ چیمہ پریزیڈنٹ ۔ جگدیش چندر سیکرٹری)

لوئر مڈل سنگھ پور راضی دیوی ضلع ہوشیارپور

مسٹر ایف ایل برین کمشنر دیہات بہمراہی راجہ گلاب خاں صاحب افسر مال بہادر ہوشیار۔ سردار بکرم سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہوشیارپور۔ ہیلتھ آفیسر صاحب۔ چوہدری رام سروپ صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار۔ سردار گوربخش سنگھ صاحب تحصیلدار گڑھ شنکر۔ چوہدری جگیا رام صاحب زراعت انسپکٹر۔ لالہ بالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی و سردار چین سنگھ صاحب اے ڈی آئی کی معیت میں تشریف لائے۔ سکول کا ملاحظہ فرمایا۔ باغیچہ۔ فارم ڈسپنسری۔ ریڈ کراس سوسائٹی وغیرہ تحاریک حاضرہ اور سکول کی صفائی سے بہت خوش ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی دس سالہ کارگزاری دیہات سدھار کی چٹھیاں اور سندات سے خوش ہو کر انکی اور عملہ کی خدمت گزاری کو سراہا۔ اہل دیہہ کی نمائش بھی دل خوش کن ہوئی۔ کفایت شعاری کے بنک اور پنچائت و دیہات سدھار کے کارہائے نمایاں سے بھی خوش ہوئے۔ اور متعلقین کو مبارکباد دی۔ گاؤں کی صفائی۔ روشندان اور نمونے کے گڑھے کھاد کے گلیوں کے فرش اور گھروں کی صفائی بھی انکی خوشی کا موجب ہوئی۔ ضلع بھر میں اس گاؤں کے عملی اور ٹھوس کام کو سب سے بہتر مانا۔ بھجن منڈلی کا راگ سن کر اپنے ہاتھوں چوہدری بابو سنگھ ہیڈ ماسٹر سکول۔ چوہدری پورن چند سیکرٹری اور سردار پریم سنگھ پریزیڈنٹ دیہات سدھار کے گلے پھولوں کا ہار ڈالا۔ وزٹ بک میں موزوں الفاظ میں سٹاف کے کام کی تعریف کی۔ (سید طالب حسین بخاری)

کے آر ایس ڈی بی ہائی سکول رائے کوٹ ضلع لدھیانہ

کے ہیڈ ماسٹر کو ڈویژنل ہیڈکوارٹرز کی طرف سے سکول سکاؤٹس کی خدمات کا مفصلہ ذیل الفاظ میں اعتراف ہوا ہے "میں بلوائے سکاؤٹس اور ایسوسی ایشن پنجاب کی طرف سے آپ کا ان خدمات کے لئے جو آپ کے سکول سکاؤٹس نے ننکانہ صاحب کے میلے کے موقع پر کیں بہت سی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ صرف میں ہی اس تکلیف اور مشقت کا اندازہ لگا سکتا ہوں جو انہوں نے اس موقع پر اُٹھائی۔ یہ بات ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس موقع پر آپ کے سکاؤٹس نے حیرت انگیز سکاؤٹ سپرٹ کا اظہار کیا۔ صوبہ کے بوائے سکاؤٹس کی اس موقع پر کامیابی اس سپرٹ کا نتیجہ ہے۔ میں آپکا بڑا مشکور ہونگا۔ اگر آپ متعلقہ اصحاب کو بتا دینگے کہ جناب آنریبل ڈویژنل کمشنر صاحب انکی خدمات سے بہت ہی خوش ہیں"۔ (ہیڈ ماسٹر)

کنٹونمنٹ بورڈ پرائمری سکول نمبر ۱ لاہور

کے مدرسین کا خاص جلاس چوہدری ہنسراج سین ہیڈ ٹیچر کی صدارت میں ۱۹ ؍ دسمبر کو منعقد ہوا۔ جس میں پنڈت راجی لال صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس علاقہ شرقی تحصیل لاہور کی دختر نیک اختر کی ناگہانی موت پر اظہار افسوس کیا گیا۔ اور بارگاہ عالی میں دعا کی گئی کہ مرحومہ کی روح کو شانتی اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا ہو۔ (منوہر لال شرما)

رہنمائے تعلیم اس واقعہ میں پنڈت راجی لال صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (مسیجر بوا)

ٹاؤن اسکول نٹھور ضلع بجنور یوپی

مسٹر خیراتی لال جوہری ڈپٹی انسپکٹر مدارس کی آمد سے ضلع بھر میں سکاؤٹ تحریک میں ایک تازہ روح پھونکی گئی ہے۔ ضلع ہذا کے تقریباً تمام

ٹاؤن - برانچ اور اکثر پرائمری سکولوں میں سکاؤٹ ٹروپ نہایت کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔ آپ ہی کی تحریک اور جد وجہد سے سکول ہذا میں گزشتہ سال دسمبر کے مہینہ میں نہایت اعلےٰ پیمانہ پر سکاؤٹ میلہ منایا گیا جس کی افتتاحی رسم صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر بہادر میرٹھ ڈویژن نے اور تقسیم انعام کی رسم ہز لعزیز خان بہادر سید اعجاز علی صاحب ایم بی ای کلکٹر بہادر نے ادا فرمائی۔ اس میں سکاؤٹ بازار - سرکل ٹورنمنٹ - تعلیمی نمائش ڈرامے - لیکچر کانفرنس وغیرہ بہت پسند کئے گئے۔ گزشتہ جون میں منصوری ٹریننگ کیمپ کے لئے ضلع ہذا سے باقی تمام اضلاع میں زیادہ سکاؤٹ ماسٹرس ٹریننگ کو بھیجے گئے۔ سکول ہذا سے بابو کیلاش چندر جین بی اے نے بعد تربیت مسٹر جوہری کے ایما کے بموجب قرب وجوار کے تمام دیہاتی مدارس کے لئے ایک سکاؤٹ ٹریننگ کیمپ جاری کیا جس میں پرائمری اور لوئر پرائمری کے ۲۶ مدرسین کو تربیت دی گئی۔ ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء کو بموقعہ سکاؤٹ سالانہ میلہ انکا دیکشا سنسکار بڑے شاندار طریقہ پر منایا گیا۔ سکول کی عمارت خوبی سے سجائی گئی اور تمام سکاؤٹ ماسٹران کو قصبہ کے سکولوں کے سکاؤٹس اور مدرسین کے روبرو پُراثر طریقہ پر دیکشا دی گئی۔ ہر ایک سکاؤٹ ماسٹر نے جھنڈے کے نیچے جس خلوص کے ساتھ سکاؤٹ عہدوں اور اصولوں کی پابندی کی قسم کھائی۔ قابل دید نظارہ تھا۔ آخیر میں مسٹر جوہری نے سب کو ایک مفید اور مؤثر اپدیش دیا۔ سکاؤٹ ماسٹران کی طرف سے منشی چرنجی لال نے ایک دلچسپ نظم میں آپکا شکریہ ادا کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا نے ان سے اپنے اپنے سکولوں میں سکاؤٹ ٹروپ جاری کرنے کی پُرزور اپیل کی۔ سکاؤٹ کھیلیں - فوٹو - پارٹی دلچسپ گانے اور مختصر ڈراموں کے بعد کارروائی ختم ہوئی۔ ۲۴ سکاؤٹ ماسٹران کو دیکشا دی گئی۔ (لکشمی نارائن اپادھیائے)

آہ - مرحوم ابو الصفا سید قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی شمس العلما سابق لیکچرار علوم مشرقی سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور

انہی کالموں میں جہاں پروفیسر منشو رام صاحب کیشب لٹے بہادر آئی ای ایس کی ناگہانی موت کا نوحہ کیا گیا ہے وہاں یہ افسوس ناک خبر بھی حسرت و یاس سے سُنی جائیگی - کہ ابو الصفا سید قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی شمس العلما سابق لیکچرار سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور نے ۳۰ دسمبر ۱۹۳۴ء کو دس بجے دن کے ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ ہجری موضع اکبر پورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے ہزارہا شاگردوں کے علاوہ اپنے اعزہ و اقارب اور حلقہ احباب کو سوگوار چھوڑا ہے۔ قاضی صاحب پروفیسری کے زمانہ سے بہت پہلے ادبی دنیا کے درخشندہ جواہر ثابت ہو چکے تھے۔ آپکی علمی فضیلت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یونیورسٹی کے علوم مشرقی کے اعلےٰ امتحانوں کے ممتحن کی حیثیت میں یونیورسٹی انکی خاص ممنون ہوگی۔ پشتو کے تقریباً تمام امتحانات شروع شروع میں انہی کی قابلیت کے محتاج تھے۔ اُردو اور فارسی کے جو سبق آپنے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں ایس وی مدرسین کو دئے - ان کو بھول نہیں سکتے۔ نورمل سکول راولپنڈی اور سنٹرل ماڈل سکول میں آپ کی نمایاں حیثیت خاص امتیازی درجہ رکھتی تھی۔ آپ صرف استاد نہ تھے بلکہ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی ایک تازہ شہسوار تھے - اور نثر ونظم کے مالک - ایسے قابل اور درخشندہ جواہر کی رحلت سے ادبی اور علمی دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے - آپ کی موت سے جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کا پُر ہونا معلوم آپ کی طبابت نے لاہور شہر میں ہی نہیں بلکہ دُور دُور تک اپنا سکہ بٹھایا ہوا تھا - کئی مایوس العلاج مریض آپکے اعجاز مسیحائی کے قائل اور اس وقت تک دعاگو ہیں - حق یہ ہے کہ جناب قاضی صاحب بے شمار خوبیوں کے واحد مالک تھے - آپکی رحلت سے ملک کو خاص نقصان پہنچا ہے - مگر اس وجہ سے کہ انسان حکم ربّی کے سامنے ہر طرح سے معذور اور مجبور ہے - لہٰذا ہم بھی صبر وشکر کے ساتھ اس حکم کو سر آنکھوں پر لیتے ہیں اور ایسے اُستاد کامل کی موت پر یہ کہہ کر ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا - خاموشی اختیار کرتے ہیں - قارئین کرام کے مطالعہ کے لئے میاں جمشید علی صاحب بی اے چیف موضع پبی ضلع پشاور نے مرحوم کی جو مختصر سوانح عمری ارسال کی ہے شائع کی جاتی ہے۔

رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکنان اس واقعہ میں آپکے صاحبزادگان سے اور انکی معرفت تمام معزز ممبران خانہ سے

اظہار افسوس کرتے ہیں۔ (مسیحیولا)

"ابوالصفا سید قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی شمس العلماء سابق لیکچرار علوم مشرقیہ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور و لائل پور مورخہ ۳۰ ر دسمبر ۱۹۳۴ء اتوار مطابق ۲۲ ر ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ ہجری بعمل دس بجے دن کے بمقام موضع اکبر پورہ فوت ہوئے۔ آپکی پیدائش اتوار ۱۱ ر اپریل ۱۸۶۰ء کو بمقام اکبر پورہ ہوئی تھی۔ آپ خاندان سادات کی شاخ بخاری سے ہیں۔ جو عام طور پر خاندان قاضیاں اکبر پورہ کے مشہور ہیں۔ آپکے جد امجد مسلسل طور پر شاہان درانی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب شیر پنجاب کے عہد حکومت میں بعہدہ قضا ممتاز تھے۔ آپکے مورث اعلےٰ حافظ سید میر عبدالرحمان صاحب بخاری نادر شاہ درانی کے عہد میں ترکستان (بخارا) سے تشریف لائے تھے۔ آپ کا نسب نامہ والد کی جانب سے سید جلال بخاری سے ملتا ہے اور والدہ کی جانب سے سید بو علی ترمذی المشہور بہ پیر بابا سے ملتا ہے۔ آپ ۱۱ ر نومبر ۱۸۸۰ء کو ملازمت سرکاری میں بمقام راولپنڈی شامل ہوئے۔ اور سال ۱۹۱۷ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر پنشن حاصل کی۔ آپ کی اعلےٰ علمی لیاقت کے سلسلہ میں گورنمنٹ برطانیہ نے ۹ ر نومبر ۱۹۱۰ء میں آپ کو شمس العلما کا اعزازی خطاب عطا فرمایا۔ آپ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ممبر اور محاسب تھے۔ پنجاب یونیورسٹی اور سررشتہ تعلیم کے امتحانات میں علوم مشرقیہ کے ممتحن تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں تقریباً ۲۵ کتابیں درسی۔ مذہبی۔ ادبی اور اخلاقی تصنیف تالیف کی ہیں جن کے منجملہ دیوان رضوانی اور تاریخ قوم افغان المشہور یادگار پاسبان افغانی غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ ایشیا کے طبقہ علما کے چوٹی کے عالم تھے۔ اور شمالی پنجاب اور صوبہ سرحد کے سب سے پہلے شمس العلما تھے۔ علاوہ ازیں ماہر طبیب۔ عوام الناس میں بلا تفریق مذہب ہر دلعزیز اور چوٹی کے شاعروں میں سے تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ کی وفات افغان قوم کے لئے باعث بے حد رنج و الم ہے۔ آپ نے اپنے بعد دو بیٹے چھوڑے ہیں (۱) میر عبدالحی سب انسپکٹر اکسائز بہرپور (۲) آغا میر اعظم شاہ صاحب بخاری اکبر پورہ۔ (میاں جمشید علی صاحب بی اے)

رائے بہادر سردار کانشی نند سناتن دھرم ہائی سکول پشاور کے سکول ہر پہلو سے نمایاں ترقی کر رہا ہے۔ اس سال انٹرنس اور مڈل کے یونیورسٹی نتائج نہایت شاندار تھے۔ ایک طالب علم نے اوپن مڈل سکول سکالرشپ حاصل کیا۔

۲۴ ر نومبر کو خانصاحب میر کریم بخش خاں صاحب انسپکٹر۔ خانصاحب شیخ الہ دین خاں صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اور پرسنل اسسٹنٹ صاحب نے بلا اطلاع سکول کا معائنہ فرمایا اور مفصلہ ذیل ریمارکس درج فرمائے۔

"تعداد طلبا میں پچھلے سال کی نسبت نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ سکول بابا نرنجن سنگھ صاحب بیدی بی اے بی ٹی ایم ایل سی میونسپل کمشنر کی قابل نگرانی میں بدستور عمدہ کام کر رہا ہے۔ سکول صاف اور ستھرا ہے۔ اس میں مزید پھولدار پودے لگانے سے احاطہ خوبصورت ہو گیا ہے۔ انٹرنس اور مڈل کے عمدہ نتائج سکول کی تعلیمی ترقی کا نمایاں ثبوت ہیں۔ تعلیمی حالت نہایت تسلی بخش ہے۔ مدرسین کا کام اچھا ہے۔ حسابات اور رجسٹرات درست ہیں۔ سکول کا ماہواری خرچ ۱۵۵۲ روپے سالانہ کمی ۲۲۷۶ روپیہ ہے سکول سرمایہ کے بغیر ہے۔ رائے صاحب لالہ مہر چند کھنہ ایم ایل سی اور سرگباشی رائے بہادر سردار کانشی نند کی بیوہ اخراجات پورا کرنے میں امداد دیتے ہیں۔ سکول کے حسابات پڑتال کئے گئے۔ مفصلہ ذیل روپیہ بنکوں میں جمع ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ ۲۷۶۰۶ روپے ۸ ر ۳ پائی لائبریری فنڈ ۱۱۹ روپے ۷ ر۔ سپورٹس فنڈ ۵۹۶ روپے ۳ ر۔ سائنس فنڈ ۲۶۳ روپے ۸ ر ۹ پائی۔ پوئر فنڈ ۴۶ روپے ۴ ر ۹ پائی سکول میں چار وظیفے جاری ہیں۔ (ہنسراج بھگتا سیکرٹری)

ضلع کرنال میں دیہات سدھار کا جلسہ خصوصی ۱۶ ر دسمبر کو یہ جلسہ زیر صدارت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بمقام پہووہ جو ہنود کا مشہور تیرتھ ہے منعقد ہوا۔ جس میں سب تحصیل گوہلہ کے رؤسا نمبرداران اور ذیلداران کے علاوہ عوام بھی شامل تھے۔ مجمع آٹھ صد نفوس پر مشتمل تھا۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ جہاں صاحب صدر نے حکام ضلع

یعنی سول سرجن صاحب۔ محکمہ تعلیم محکمہ زراعت اور امداد باہمی کے افسران کو اپنی مفید رائے اور تجربات کے پیش کرنے کا موقع دیا۔ وہاں علاقہ نیلی کے سر برآوردہ اصحاب یعنی وکلاء اور رؤسا کو بھی اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ گیارہ بجے لوئر مڈل سکول پھووہ کے طلباء نے دعائیہ و استقبالیہ نظم گائی اور کارروائی کا آغاز ہُوا۔

(۱) ہیڈ ماسٹر صاحب مڈل سکول گمتھلہ گدھو نے دیہاتی زبان میں ایک نظم پڑھی جس میں چوہوں کے نقصانات کی اہمیت اور انکے گھر اور کھیتوں سے دفعیہ کی تدابیر کا مفصل ذکر تھا۔

(۲) صاحب سول سرجن نے صحت کے فوائد اور اس کے حصول یا اس کی قائمی کے مختلف اسباب جن پر بآسانی عمل کیا جا سکتا ہے یعنی صاف ہُوا۔ روشنی۔ صاف پانی اور مناسب خوراک کا بالتوضیح ذکر کیا۔

(۳) پنڈت تلوک چند صاحب اے ڈی آئی مدارس کرنال نے "جہاں جسم کی صفائی ضروری ہے وہاں باطن کو مُجلّا کرنے کے لئے علم ضروری ہے" کے سادہ مگر دلکش فقرے سے لیکچر شروع کیا اور عوام کے دو بڑے اعتراضوں کا جواب دیا۔ اول یہ کہ علم آدمی کو خوبصورت بناتا ہے۔ اور خوبصورتی کو ہر شخص چاہتا ہے۔ کیونکہ جو شخص شہتیر چھیل کر اور رندہ کر کے مکان میں چڑھاتا ہے وہ دراصل شہتیر کو کمزور بناتا ہے۔ مگر اسکی دلی غرض و غایت اسے خوبصورت بنانے کی ہوتی ہے۔ اسی طرح علم سے اتنا فائدہ ضرور ہے کہ آدمی پہلے سے سمجھدار ہو جاتا ہے یہی خوبصورتی ہے۔ دوسرے ملازمت کا دروازہ جب بھی کھلے گا۔ اس وقت اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ٹھہریئے میں اپنے لڑکے کو تعلیم دلادوں فی الحال اسامی خالی رکھئے۔ تو ایسا کوتاہ اندیش کون ہوگا؟ خاتمہ پر کہا کہ اس متبرک مقام پر جہاں دُنیا کی سب سے پُرانی کتاب لکھی گئی۔ میرا آپ سے یہ درخواست کرنا کہ تعلیم حاصل کرو میرے لئے باعث شرم ہے۔

(۴) صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت نے خراب فصلوں کی وجہ قلبہ رانی میں کمی کو قرار دیا۔ اور ترقی دادہ آلات یعنی مٹن ہل بار ہیرو وغیرہ کی سفارش کی۔ صاحب صدر کے اشارے پر آئندہ آلات دکھانے کا وعدہ بھی کیا۔ اور زمینداران کو بتایا کہ دُنیا میں ترقی کے لئے روپیہ ضروری ہے اور اس کے حصول کیلئے تمہیں اپنی اجناس کے درجے کو دُنیا کی منڈیوں میں اونچا کرنا ہوگا۔

(۵) صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شفاخانجات حیوانات نے اختہ کرنے کی مشین کی عمدگی کا مختصراً ذکر کیا اور اس قسم کے چھوٹے ہسپتال قائم کرانے کی تجویز کی جہاں ہر پندرھویں روز ڈاکٹر پہنچے گا۔ اور وہاں دوائیوں کا ایک بکس موجود رہیگا۔ گھوڑوں کی متعدی بیماری پھیپٹا (تبرسا) کے علاج کے لئے تین سنٹرول یعنی پانی پت کیتھل اور کرنال کا ذکر کیا۔

(۶) لالہ مدن گوپال صاحب وکیل کیتھل نے مسٹر برائن کی دماغی قابلیت اور دیہات سدھار کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے نیلی کے علاقہ کی حالت زار کا خاکہ مؤثر الفاظ میں پیش کیا اور بتایا کہ یہ علاقہ صوبہ بھر میں سب سے پیچھے ہے۔ جہاں سڑکیں بنوانے اور محکمہ زراعت کو خاص پلاٹ بنانے اور ٹیوب ویل لگانے کی ضرورت ہے تاکہ روشنی پہنچے اور لوگ خوشحال ہوں۔

(۷) صاحب انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز شاہ آباد نے اقتصادی بیماری کے علاج کے لئے یہ بتایا کہ زمینیں اکٹھی کرو۔ رسومات قبیحہ سے پرہیز کرو۔ مقدمہ بازی سے باز آؤ۔ اشتمال اراضی کے لئے درخواست دینے کا طریقہ اور قطعات اراضی کے بنانے کا ڈھنگ بتلایا سامعین محظوظ ہوئے اور زمیندار کی حالت زار پر ایک نظم اُردو میں پڑھی جس میں زمیندار سے بیدار ہونے کے لئے پُرزور اپیل کی گئی تھی۔

(۸) ماسٹر محمد عمر اکرم ایم بی سکول پانی پت نے خود ساختہ اشعار دیہاتی زبان میں گائے جن میں تعلیم نسواں کے فائدے۔ چوہے کے نقصانات۔ بنکوں کے فوائد اور راجہ ٹوکا کی اہمیت کا ذکر تھا۔ سردار گوردت سنگھ رئیس دھنی پور نے اچھے بیج کی خوبیوں سے متاثر ہو کر پھووہ میں بیج کی ایجنسی کھولنے کے لئے محکمہ زراعت کے افسران سے درخواست کی اور اپنے تجربے کی بنا پر زمینداروں کو ترقی دادہ بیج کے خرید

صاحب صدر نے فرمایا کہ مختلف محاکمے کے ذمہ وار افسران کی جو تقریریں آپکے سامنے ہوئیں ان سے آپکو فائدہ اُٹھانا چاہئے اور وکیل صاحب نے نیلی کے علاقہ کی بس تکلیف کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے گذشتہ سال معاملہ

پندرہ ہزار روپے کی کمی کرائی مگر کچی جمع کو منظور نہ کیا حالانکہ کچی جمع انکے لئے مفید ثابت ہوتی۔ بیشک یہ علاقہ غریب ہے مگر خود کردہ را علاج نیست آپنے نمی قائم رکھنے کے لئے لوہے کے ہل کی خرید کی۔ ہر ایک ذیلدار اور سفید پوش سے خواہش ظاہر کی اور ترقی دادہ بیج کی ایجنسی بمقام گوہلہ اور پھووہ کھلوانے کا وعدہ فرمایا۔ استعمال اراضی کے لئے بھی زور دیا۔ روشندانوں کی جگہ گول اور چوکونے سوراخ دیواروں میں بنوانے کو کہا کیتھل اور گوہلہ میں سرما کی بیماری کے لئے علاج کا سامان مہیا کرانے کے لئے غور کرنے کا اقرار فرمایا۔ زمینداروں کو یہ بھی بتایا کہ آبیانہ نہر سستی کم کر دیا گیا ہے۔ اور آبیانہ نہری پٹواریوں کی بجائے کلکٹری پٹواری تجویز کرا کر دینگے۔ تعلیم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تعلیم کا یہ ادنےٰ کرشمہ ہے کہ گو میں شہزادہ جارج کی شادی میں شامل نہیں ہؤا مگر شادی کی تمام کارروائی یعنی باجے کی آواز اور پادری کی تقریر کو میں نے ریڈیو کی مدد سے کرنال میں سُن لیا۔

(دستخط لالہ) رام چندر صاحب بی اے۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ مدارس کرنال

ریویوز

سرمن آن دی ماؤنٹ حصّہ اوّل کے یادش بخیر جناب رائے بہادر لالہ آتما رام صاحب ایم اے۔ آئی ای ایس (مستعفی) سابق ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور، انبالہ و راولپنڈی جہاں اپنے انسپکٹری کے زمانے میں موجودہ تحاریک کے موجد و مخترع ہونے کی وجہ سے صوبہ میں خاص وقعت کے مالک تھے۔ وہاں ملازمت سے مستعفی ہو کر بھی تعلیم اور تعلم کے پوتر کار کو بدستور اپنائے ہوئے ہیں۔ اور تصنیف و تالیف کے کام میں نئی جدت اور سرگرمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی زبان کے فروغ کے نام پر اور مذہب کے فروغ کے نام پر آپ نے زیر ریویو کتاب کو پبلک کے پیش کیا ہے۔ جس سے کوئی مالی منافع مقصود نہیں بلکہ محض عام پبلک کے مطالعہ کے لئے بالعموم اور تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے بالخصوص صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے" کے مقولہ کو اپنایا ہے۔ اور بائیبل ورسنر متی ب ۵ کا ۱۔ ۸ اکا نظم (بلینک ورس) میں تشریحی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس امر کی بدیہی شہادت ہے کہ ایک ہندو دھرم کے شیدائی کے دل میں حضرت مسیح کے لئے وہی شردھا اور عزت موجود ہے جو حضرت موصوف کے ایک پیروکار کے دل میں ہو سکتی ہے۔ اور ہونی چاہئے۔ اس کیرکٹر کی ملک بھر میں بے حد ضرورت ہے۔ اور یہ ترجمہ اسے بہترین صورت میں پیش کر رہا ہے۔ ترجمہ شروع کرنے سے پہلے آپ نے جو دیباچہ تحریر کیا ہے۔ آپ کی قادر الکلامی کا صریحی شاہد ہے۔ غرض آپ کی یہ کوشش ہمارے نقطہ نگاہ میں نہایت قابل قدر ہے۔ اور اس سے ہر اردو خواں بہت کچھ مستفید و مستفیض ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اسی سپرٹ سے اس کا مطالعہ کرے جس سپرٹ میں آپ نے اسے پیش کیا ہے۔ اور ہمارے خیال میں آپ کی پاکیزہ روشنی اسے ایسا کرنے پر خود بخود مائل کریگی۔ ۲؍ قیمت پر یہ بے نظیر نسخہ مشعل پرنٹنگ پریس کھرڑ ضلع انبالہ کے مینجر صاحب یا براہ راست قابل مصنف سے محلہ رائے پوریاں۔ جگادھری ضلع انبالہ کے پتہ سے مل سکتا ہے۔ ۲

جوہر برہمی جوہر برہمی جیسی اکسیر اعظم و بے بہا نعمت۔ اقبال فارمیسی پانی پت نے جانفشانی سے تیار کر کے نہ صرف اپنے معجزنما کا ثبوت دیا ہے بلکہ خلق خدا کی بڑی بھاری خدمت انجام دی ہے۔ دماغی کام کرنے والے آفیسروں۔ اہلکاروں کلرکوں۔ ٹیچروں اور طلبا کے لئے یہ جوہر ایک رسائن ہے۔ علاوہ ازیں صدہا امراض ذہنی۔ دماغی و جسمانی کو نیست و نابود کرتا ہے اور بے حد مصفی خون و مقوی ہے۔ نوجوانانِ ملک و مستورات کے لئے اصلی معنی میں آبِ حیات ثابت ہؤا ہے۔ بدیں وجہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ غیر ممالک تک میں کمال شہرت حاصل کر رہا ہے۔ اور نہایت قدردانی کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ ضرورتمند اصحاب بلا دریغ اقبال فارمیسی محلہ انصار پانی پت کو آرڈر دے کر طلب فرمائیں فائدہ اٹھائیں اور اس مجوبہ کی داد دیں۔

قیمت بطور نمونہ فی اونس ایک روپیہ (عہ)

بچّوں کا اخبار
یعنی
گُلدستۂ اطفال

سالانہ چندہ ۱؎

فی پرچہ دو آنہ

(اسسٹنٹ ایڈیٹر مسٹر پریم چند سپاٹوی)

نمبر ۳	بابت ماہ مارچ ۱۹۳۵ء	جلد ۱۵

عزیز بچو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۱ہ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے +

ملنے کا پتہ
مینجر رہنمائے تعلیم رام گلی نمبر ۵۵ لاہور

دلچسپ معلُومات

گھڑی سازی جرمنی ہر سال ڈیڑھ کروڑ گھڑیاں تیار کرتا ہے اور اس لحاظ سے دُنیا کے تمام ممالک سے بازی لے گیا ہے۔

جرمنی میں گھڑیوں اور کلاکس کے تیار کرنے والے تین سو کارخانے ہیں جن میں سے ۳۰۔ ۴۰ تو بہت ہی اعلیٰ پیمانہ پر چلائے جا رہے ہیں دنیا اس کام کے لئے ۲۵ ہزار آدمی ہر وقت برسرِ کار رہتے ہیں۔ ہر سال دس کروڑ جرمن

سکے کی مالیتی ٹائم پیس تیار ہوتے اور باہر بھیجے جاتے ہیں۔ غرضیکہ جنگ یورپ کے بعد جرمنی نے گھڑیوں اور کلاکس کی تجارت میں خوب ترقی کی ہے۔

گھڑیاں بنانے والے کاریگروں کی تعداد ۴ہزار ہے اور کلاکس بنانے والوں کی گنتی ۲۱ ہزار ہے۔

امریکہ کے گھڑی ساز کارخانے صرف اپنے مُلک کی ضرورت کے مطابق مال تیار کرتے ہیں۔ مگر بخلاف اس کے جرمنی اور سوئٹزرلینڈ دوسرے ممالک کی ضروریات کو پورا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

دُنیا بھر میں جس قدر کلاک فروخت ہوتے ہیں۔ ان کا ۷۰ فی صدی جرمنی بھیجتا ہے۔ اسی طرح گھڑیوں کی تجارت میں سوئٹزرلینڈ ۹۵ فی صدی اپنا مال مارکیٹ میں بھیجتا ہے۔ آپ یہ معلوم کرکے حیران ہونگے کہ ۱۹۲۸ء میں جرمنی نے ساڑھے چھ کروڑ رِچ مارک (جرمن سکے) کی قیمت کی گھڑیاں اور کلاک دوسرے ممالک میں بھیجی تھیں۔

جرمنی میں گھڑی سازی کا سب سے بڑا مرکز بلیک فارسٹ ہے جہاں ۱۸ ہزار آدمی اس کام میں مصروف رہتے ہیں۔

خاموش کرانے والی گھنٹی۔ مُلک سپین کے پارلیمینٹ ہوس میں ایک برقی گھنٹی آویزاں ہے۔ جس وقت پارلیمینٹ کے ممبران شور کرنے لگ جاتے ہیں اور تقریر کرنے والے کو ان کا خاموش کرانا مقصود ہوتا ہے۔ تو وُہ گھنٹی بجائی جاتی ہے۔ گھنٹی کی آواز بذاتِ خود اس قدر بلند ہوتی ہے کہ کان پڑی آواز سُنائی ہی نہیں دیتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ شور کرنے والے ممبران خود بخود چُپ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اجلاس کی کارروائی باقاعدہ شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے کچھ دیر کے لئے شور و غُل سے نجات مل جاتی ہے۔

لطیفہ

وزیر۔ (بادشاہ سے مخاطب ہو کر) حضور معظم! دُشمن بالکل عنقریب آگئے ہیں کیا کیا جائے؟

بادشاہ۔ ان سے جاکر کہدو کہ بادشاہ سلامت ابھی سوئے ہوئے ہیں۔

نیک اِنسان تونگر ہو جائے

جو کوئی صاحبِ ہنر ہو جائے
مال و دولت سے بہرہ ور ہو جائے

دیکھو قطرے کی ہمتِ عالی
پہنچے پانی میں اور گہر ہو جائے (موتی)

بس اسی کو کمال کہتے ہیں (خوبی)
نیشکر جو ہو وہ شکر ہو جائے (گنا) (قند)

سُوکھی ہو جائے سبز گھاس اگر
کب وہ دوبارہ سبز و تر ہو جائے

پاک مثلِ صدف رکھ اپنی زباں (سیپی)
بات مُنہ میں ترے گہر ہو جائے

دوسروں کو نہ کچھ ضرر پہنچا
کہیں تیرا نہ کچھ ضرر ہو جائے (نقصان)

سب کہینگے تجھے جہاں میں عزیز
نیک انسان تونگر ہو جائے

(عزیز حیدر آبادی)

لطیفہ

راستے میں ایک بھولے برہمن کو کئی ڈاکوؤں نے آگھیرا۔ اور کہا۔ چچا جان! آپ اپنے پاس ایک پیسہ بھی نہ رکھیں۔ کیونکہ بادشاہ کا حکم ہے کہ جس شخص کے پاس پیسے ہوں۔ اسے جان سے مار ڈالا جائے۔ بھولا برہمن گھبرایا۔ اس کے پاس روپیوں کا ایک بٹوہ تھا۔ وہ زمین پر پھینک دیا۔ اور آگے چلتا بنا جب برہمن تھوڑی دُور چلا گیا تو ڈاکو بٹوہ اُٹھا کر چمپت ہو گئے۔

(عبدالقادر شرف الدین گورے کر بھیمڑی)

پُسّی ڈارلنگ

(از صاحبزادہ غلام ناصر خاں صابر رامپوری متعلّم نویں سی سنٹرل ماڈل اسکول لاہور)

(۱) گیارہ سال ہوئے ہم رام پور سے لائل پور جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ موسم خوشگوار تھا۔ ہری ہری کھیتیاں کھڑی تھیں۔ ہم رام پور سے لاہور ہوتے ہوئے دوسرے دن لائل پور پہنچے۔ میرے پاس ایک پانڈرخ تھی۔ جس سے میں بہت محبت کرتا تھا۔ میرا قاعدہ تھا کہ میں اسکول سے آکر ہر روز اُس کو کھلاتا پلاتا تھا۔ اور اُس کا مکان بھی صاف کرتا تھا۔ اُس کا مکان ایک ڈبہ تھا جو الماری میں رکھا رہتا تھا۔ جب میں اس کے ڈبے کے پاس آتا تو وہ چونچ میری طرف کرکے گردن اوپر اور نیچے کیا کرتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

(۲) کچھ عرصے کے بعد میرے والد (ماسٹر غلام ناصر خاں صاحب نگاؔر بی۔ اے) جن کو میں بھائی جان کہتا ہوں۔ ایک کنڈیا لائے اور مجھ کو دیدی۔ میں نے کنڈیا حاصل کرتے ہی اسے کھولا۔ تو اس میں ایک بلّی بیٹھی ہوئی تھی۔ جسے میں نے جھٹ اُٹھا لیا۔ اور نوکر سے دودھ منگوا کر اُسے پلایا۔ اب مجھے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں یہ بلّی میری پانڈرخ کو نہ کھالے۔ یا کہیں بھاگ نہ جائے۔ اس لئے میں نے اس کے گلے میں رسّی ڈال کر اپنے کمرے میں چارپائی کے پائے سے باندھ دیا۔ اب تو میں پانڈرخ کی الماری کے کواڑ بھی بند رکھنے لگا۔ اس بلّی کا نام پُسّی ڈارلنگ تھا۔

(۳) دوسرے دن میں نے پھر بلّی کو دودھ پلایا۔ اور وہ میرے پاؤں پر آکر لیٹ گئی۔ میں نے اُسے پیار کیا۔ اور پھر پانڈرخ کے پاس جا کر اس کی دیکھ بھال کی رات کو میں نے بھائی جان

* پسی ایک بلّی کا نام ہے

سے کہا کہ اگر میں اس بلّی کو چھوڑ دوں تو یہ بھاگے گی تو نہیں؟ یا پانڈخ کو تو نہیں کھائیگی؟ وہ بولے کہ یہ میم کے ہاں کی بلّی ہے۔ بدتمیز نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی چیز پر مُنہ ڈالتی ہے۔

(۴) میم کے لفظ سے میں حیران ہو گیا۔ اور میں نے پوچھا کونسی میم؟ اور یہ بلّی اُس نے آپ کو کیوں دی؟ تو وہ بولے کہ میں ایک میم کو اُردو پڑھانے جاتا ہوں۔ اس کے ہاں ایک تو کُتا ہے اور ایک یہ بلّی تھی۔ کُتا اور یہ ہر وقت لڑے تھے۔ کُتا اس کے مُنہ مارتا تھا۔ اور یہ پنجے مارتی تھی اس لئے میم نے دق آکر یہ بلّی تو مجھے دیدی اور کُتا اپنے پاس رہنے دیا۔ پھر اُنہوں نے اس بلّی کی ایک اور خاصیت بتائی۔ جو کہ آجتک کبھی سُنی ہی نہ تھی۔ وہ یہ تھی کہ سردیوں میں اس بلّی کے بال یاروان بالکل سفید ہو جاتے تھے۔ اور گرمیوں میں اس کی دُم پیٹھ اور ایک کان پر کالے دھبے پڑ جاتے تھے۔ جو بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ دس ماہ بعد ہمیں گرمی کی چھٹیاں ہو گئیں۔ اور ہم بلّی کو لے کر رام پور آگئے۔ اس دس ماہ کے عرصے میں ایک دن جب میں اسکول سے آیا تو دیکھا کہ بلّی نے پانڈخ کو مُنہ میں دبوچ رکھا ہے۔ میں نے بلّی کے مُنہ میں سے پانڈخ کو نکالا۔ لیکن پانڈخ مر چکی تھی۔ اس کے مرنے پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ اور غصہ بھی آیا۔ آخر شام تک پانڈخ کو ایک ڈبے میں لٹا کر مکان کے سامنے ایک درخت کی جڑ میں گاڑ دیا۔

رام پور میں بلّی بہت آرام سے رہتی تھی۔ مجھ سے کئی دفعہ پوچھا گیا کہ یہ بلّی کسی کھانے کی چیز میں مُنہ تو نہیں ڈالتی۔ میں کہدیا کرتا تھا۔ کہ یہ بلّی چیز جب کھاتی ہے جب کہ اُسے دیجاتی ہے۔

(۵) وہ بلّی بہادر بھی بہت تھی۔ ایک دفعہ دو کُتے گھر میں گھس آئے۔ بلّی نے اگلے کُتے کی خوب مرمت کی۔ دوسرا کُتا ڈر کر بھاگ گیا۔ پہلا کُتا بھی بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا

بلّی ہر روز میرے پاس سوتی تھی۔ سردیوں کا زمانہ تھا۔ بلی کا رنگ برف کے سفید گالوں کی طرح تھا۔

(۶) ہمارے دو گھر ملے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ جس گھر میں ہم سوتے ہیں۔ اُس میں چبوترہ تو ایک ہی ہے۔ لیکن دالان اور کوٹھے دو ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ ہم پرلے کوٹھے میں سوتے تھے۔ اِدھر کا کوٹھا بند تھا

(۷) بلی کو ایک نئی بیماری ہو گئی۔ اُس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ آج اُسے فاقہ کئے ہوئے سولہ دن ہو گئے تھے۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں۔ رات کا وقت تھا میں اپنے کوٹھے میں لیٹا ہُوا ہوں بلی آئی اور میرے پاس لیٹ گئی۔ کچھ دیر بعد میری آنکھیں جُھک گئیں۔

(۸) آدھی رات کے قریب بلی اُٹھی۔ میری بھی فوراً ہی آنکھ کُھل گئی۔ بلی لحاف میں سے نکلی۔ اور پھر بہت دیر تک نہ آئی۔ آخر میں اس کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا۔ اور خیال کیا کہ شائد وہ کسی اور کے پاس سو گئی ہو گی۔

(۹) صبح کے وقت جب میں اُٹھا تو سب کے لحاف اُٹھا کر بلی کو تلاش کیا۔ وہ کہیں نہ ملی۔ اس لئے مجھے بہت فکر ہوئی۔ اور میں فوراً کوٹھے سے نکل کر دالان طے کرتا ہُوا دوسرے دالان میں پہنچا۔ وہاں جو کچھ دیکھا وہ میرے واسطے بہت افسوس ناک منظر تھا۔ بلی در سے لگی ہوئی بے جان کھڑی ہوئی تھی۔ غالباً وہ پیشاب کرنے اُٹھی ہو گی۔ واپسی پر دوسرے دالان میں چلی گئی۔ لیکن دوسرے کوٹھے کے کواڑ بند تھے۔ اس لئے وفادار بلی سکڑ سکڑ کر مر گئی۔ اُس کی اس حالت پر میں رویا۔ لیکن وہ میرے رونے سے اچھی نہ ہو سکی۔ میں نے اپنے گھر والوں سے اُس کی موت کا ذکر کیا۔ جس کو سُن کر سب نے افسوس ظاہر کیا۔

(۱۰) میں نے پھر اُس کے واسطے قبر پچھیتھ تلے کھودی۔ اور پھر اسے کفن پہنا کر دفن

راجہ رام موہن رائے

عزیز گلدستہ بھائیو:- ہمارے لئے یہ امر موجبِ مسرت ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کے لوگ مذہب اور روحانیت کے مسائل میں زمانہ بھر میں مشہور چلے آئے ہیں ان خدا رسیدہ اصحاب میں سے آج ہم ایک بزرگ شخص کے مختصر حالات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ آپ کا مبارک نام "راجہ رام موہن رائے تھا"۔ یہ وہ مشہور و معروف ہستی تھی جس کے نامی نام سے کوئی بشر ناآشنا نہیں ہے۔ اور آپ کا نیک نام تاابد زندہ رہے گا۔

راجہ رام موہن رائے قصبہ رادھا نگر (بنگال) میں ۱۷۷۴ئہ میں پیدا ہوئے۔ آپ پنڈت "کانت رائے" کے لختِ جگر (فرزند) تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد نواب مرشد آباد کے ہاں ایک جلیل القدر عہدے پر ممتاز رہ چکے تھے اور حُسنِ خدمات کے صلہ میں "رائے" کا خطاب عطا ہُوا تھا۔ جب آپ خورد سال بچہ تھے تو کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ ستارہ اوجِ فلک پر چمکے گا جس سے جہان روشن ہو جائیگا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کی پاٹھ شالا میں حاصل کی۔ ۹ برس کی عمر میں تحصیل فارسی کے لئے پٹنہ جو دسمیش پتا سری گورو گوبند سنگھ صاحب جی کی جائے ولادت ہے گئے۔ تین سال کے قلیل عرصہ میں فارسی اور عربی زبان پر حاوی ہو گئے فارسی سے فارغ التحصیل ہونے پر تعلیم سنسکرت کی غرض سے بنارس تشریف لے گئے۔ چار سال میں سنسکرت زبان میں کافی مہارت پیدا کر لی اور جب سنِ بلوغت کو پہنچے تو عربی اور سنسکرت میں کافی دسترس حاصل کر چکے تھے۔

آپ نے ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر کی اور بدھ مت کے مشاہدہ کے لئے تبت پہنچے۔ وہاں کی بد رسُوم کے خلاف لیکچر کئے جس سے وہاں کے لوگ آپ کے دُشمن ہو گئے۔ لیکن

فرقۂ نسواں نے آپ کی مدد کی اور حسنِ سلوک سے اتنا گہرا اثر ڈالا کہ آپ مستورات کے سچے ہمدرد ثابت ہوئے۔ واپس ہندوستان آکر کئی تباہ کن اور قبیح رسوم کی مدافعت کی جن کا مفصّل ذکر کرنے میں قصّہ طول ہونے کے خدشہ سے ناطقہ سربگریباں و خامہ انگشت بدنداں ہے۔

معاشرتی اصلاحوں کے علاوہ ملکی خدمات میں بھی کافی حصہ لیا ۱۸۰۱ء میں رنگ پور کے محکمہ کلکٹری میں محرر مقرر ہوئے اور حسنِ خدمات سے سررشتہ داری کے منصب جلیلہ پر سرفراز ہو گئے۔ یہاں انگریزی زبان میں بھی کافی دسترس حاصل کر لی گویا آپ نے آپکو کسی علم سے محروم نہ رکھا اور ۱۸۱۳ء میں ملازمت سے استعفا دیدیا اور دنیاوی تعلقات سے کنارہ کر کے اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں صرف کیا۔ اور ۱۸۲۸ء کو برہمو سماج کی بنیاد ڈالی۔

نومبر ۱۸۳۰ء میں بہادر شاہ دہلی نے آپ کو "راجہ" کا معزز اعزاز عطا فرمایا اور اپنی چند شکایات رفع کرانے کے لئے اپنا ایلچی بنا کر انگلستان بھیجا۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جو سمندر پار ایک غیر ملک میں جانے کے لئے آمادہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو آپکا استقبال بہت سے معزز اصحاب نے بڑی عزت و توقیر سے کیا گویا وہ جگہ گلرخوں کی کثرت سے رشکِ گلزار ہو گئی۔ وہاں آپ نے بہت عمدہ تقریریں کیں۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی وہیں ۲۷ ستمبر ۱۸۳۳ء میں بعارضہ بخار راہی ملکِ عدم ہوئے۔

آپ کی ذاتِ والا صفات کسی خاص تعارف کی محتاج نہیں آپ رحمدل اور فیاض بشر تھے سب سے انکسار آمیز برتاؤ کرتے تھے ازدواج بیوگان اور تعلیم نسواں کے بانی تھے آپ کے حسن پر مہر و ماہ گرویدہ تھے جہاں آپکی ظاہری خوبصورتی جاذبِ نظر اور دلکش تھی وہاں باطنی خوبصورتی کو بھی چار چاند لگے ہوئے تھے شیریں زبان اور مظلوموں کے پاسباں تھے آپکا دل و دماغ اوصافِ حمیدہ کا گلستان تھا اور انسان کے جامہ میں فرشتہ سیرت بشر تھے آپ نے فارسی عربی سنسکرت اور انگریزی زبان میں کئی کتب تصنیف کی تھیں جو قابلہ دید ہیں آپ کی مثال ڈھونڈنا محال ہی نہیں بلکہ خلافِ عقل ہے ایک مغربی عالم بھی رقمطراز ہے کہ زمانہ گذشتہ یا حال میں آپکا کوئی ثانی نہیں ہوا۔ ہم کو بھی چاہیئے کہ آپ کی زندگی سے سبق سیکھیں اور نیک کاموں میں تن من دھن خرچ کر دیں۔ ٹھاکر ۔۔۔ سنگھ متعلم جماعت ہشتم

[illegible]

ماں کا ادب

حضرت علی مخدوم ایک بہت بڑے ولی اللہ میاں کے پیارے اور عالم گذرے ہیں آپ بچپن ہی سے نہایت نیک تھے۔ اور اپنی ماں کی عزت اور خدمت حد سے زیادہ کرتے تھے۔ ایک رات اُن کی ماں نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ مخدوم صاحب بہت خوشی سے جلدی پیالہ اپنے ہاتھ سے دھوکر اور اس میں ٹھنڈا پانی بھرکر ماں کے پاس لے گئے دیکھا کہ اُن کی آنکھ لگ گئی ہے۔ آپ پیالہ ہاتھ میں لئے چُپکے کھڑے رہے۔ کہ شائد پھر آنکھ کھُل جائے اور پانی مانگیں۔ لیکن ادب سے اُنہیں آواز تک نہ دی کہ اُن کی نیند میں خلل نہ آئے۔ رات بھر اسی انتظار میں کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہونے کو آئی۔ اُس وقت اُن کی امی جان نے دیکھا۔ کہ نیک بخت بیٹا پانی کا بھرا ہُوا پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ پوچھا۔ بیٹا تم کب سے کھڑے ہو؟ حضرت نے بہت عاجزی سے عرض کی۔ آپ نے جس وقت پانی طلب کیا تھا۔ اُسی وقت لے آیا۔ اتنے میں آپ کی آنکھ لگ گئی تھی۔ میرا جی نہ چاہا۔ کہ آپ کو جگاؤں یا پانی رکھ کر چلا جاؤں۔ جب ان کی ماں نے یہ حقیقت سُنی اور اس طرح ان کی فرمانبرداری کی حقیقت سے آگاہ ہوئی تو نہایت خوش ہوئی اور جانا کہ یہ فرزند بڑا نیک بخت ہے۔ دل میں محبت نے جوش مارا اور دونو ہاتھ اُٹھاکر خدا سے دُعا کی کہ اے پروردگار اس میرے بیٹے کو دونو جہان میں بزرگی عطا کر اور اپنی محبت میں کامل کر۔ چنانچہ انکی دعا قبول ہوئی اور مخدوم صاحب ادب کی برکت اور اپنی ماں کی دعا سے دین اور دُنیا دونو میں سُرخرو ہوئے۔

آپ نے ۴۳۵ھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جو آج تک مشہور ہیں۔

از شاد علی ساتویں بی سنٹرل ماڈل سکول لاہور

رہنمائے ریاضی

نومبر نمبر کے صفحہ ۱۳۴ کے حل طلب سوالات کا حل

(۱) فرض کرو کہ ہر ایک لڑکے کو ایک ایک پھول ملا۔ چونکہ تیسرے لڑکے کو ایک پھول ملا ہے۔ اس لئے تیسری دفعہ پانی میں ڈالنے سے پہلے پھولوں کی تعداد ۱ × ۱/۴ = ۱/۴ تھی۔

دوسرے لڑکے کو پھول دینے سے پہلے تعداد = ۱/۴ + ۱ = ۵/۴ دوسری دفعہ پانی میں ڈالنے سے پہلے تعداد = ۵/۴ × ۱/۳ = ۵/۱۲

پہلے لڑکے کو پھول دینے سے پہلے تعداد = ۵/۱۲ + ۱ = ۱۷/۱۲ پہلی دفعہ پانی میں ڈالنے سے پہلے تعداد = ۱۷/۱۲ × ۱/۲ = ۱۷/۲۴

اب یہ معلوم ہو گیا کہ اگر ہر ایک لڑکے کو ایک ایک پھول ملا ہو۔ تو اس نے ۱۷/۲۴ پھول توڑے۔ لیکن پھولوں کی تعداد کسر میں نہیں آنی چاہئے۔ اس لئے کم از کم تعداد ۱۷/۲۴ کا ۲۴ گنا یعنی ۱۷ ہونی چاہئے اور ہر ایک کو ایک کا ۲۴ گنا یعنی ۲۴ پھول ملنے چاہئیں۔   جواب۔ ۱۷ پھول

کلومل شرما ریاضی ٹیچر بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

(۲) فرض کیا پتے = لا   طوطے = لا + ۱   مساوات حاصل ہوئی   ۲ (لا - ۱) = لا + ۱ یا

۲ لا - ۲ = لا + ۱   عمل انتقال سے ۲ لا - لا = ۱ + ۲   لا = ۳   طوطے = ۲ + ۱ = ۴

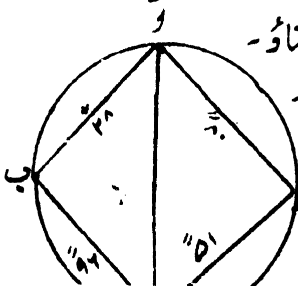
۴ طوطے اور ۳ پتے جواب

(۳) ۱، ۳، ۹، ۲۷

موتی لال جماعت ہشتم بی۔ ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

دسمبر نمبر کے صفحہ ۶۷ کے حل طلب سوال کا حل

اس سوال کی عبارت غلط لکھی ہوئی ہے۔ اصل کتاب جس کا یہ اُردو ترجمہ ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ لیکن نہ معلوم جواب بھی موجودہ کتاب میں غلط کیوں چھپ گیا۔ انگلش میں جو کتاب مجھے ملی ہے وہ بہت خستہ حالت میں ہے۔ جوابات والے ورق پھٹے ہوئے ہیں۔ درست عبارت سے دو طرح سوال حل کیا جاتا ہے۔ ا ب ج د ایک چوکور کسی دائرے کے اندر بنائی گئی ہے جس کا قطر ا ج ہے۔



ا ب = ۲ فٹ ۴" ۔ د ج = ۵ فٹ ۔ ا ج = ۸ فٹ ۴" ۔ چوکور کا رقبہ بتاؤ۔

حل:- چونکہ چوکور کا وتر ا ج دائرے کا قطر ہے۔ اس لئے زاویئے ب، د قائمے ہیں۔

د ا = $\sqrt{(۱۰۰)^2 - (۶۰)^2}$ = ۸۰ انچ   ا د ج کا رقبہ = $\frac{۸۰ \times ۶۰}{۲}$ = ۲۴۰۰ مربع انچ

ج ب = $\sqrt{(۱۰۰)^2 - (۲۸)^2}$ = ۹۶ انچ   ا ب ج تکون کا رقبہ = $\frac{۹۶ \times ۲۸}{۲}$ = ۱۳۴۴ مربع انچ

چوکور کا رقبہ = ۲۴۰۰ × ۱۳۴۴ = ۳۷۴۴ مربع انچ = ۲۶ مربع فٹ

دوسری طرح سے

اگر دائرے کے اندر بنی ہوئی چوکور کے چاروں ضلع معلوم ہوں تو اس کا رقبہ ذیل کے طریق سے نکلتا ہے۔

ن م = (۲۸ + ۹۶ + ۶۰ + ۸۰) / ۲ = ۲۶۴ / ۲ = ۱۳۲   ن م - ط ا = ۱۳۲ - ۸۰ = ۵۲

ن م - ط ب = ۱۳۲ - ۶۰ = ۷۲   ن م - ط ج = ۱۳۲ - ۹۶ = ۳۶   ن م - ط د = ۱۳۲ - ۲۸ = ۱۰۴

رقبہ = √(۱۰۴ × ۳۶ × ۷۲ × ۵۲) = √(۵۲ × ۲ × ۲ × ۳۶ × ۳۶ × ۵۲)

= ۵۲ × ۳۶ × ۲ مربع انچ = ۳۷۴۴ = ۲۶ مربع فٹ جواب   کلول شرما ریاضی ٹیچر ڈی بی ہائی سکول [illegible]

۱/ دلچسپ سوال معہ حل

ایک گھوڑا ۲۵ فیصدی نفع پر بیچا گیا۔ اگر وہ ۲۵ فیصدی کم پر خریدا جاتا اور ۱۲۵ روپے کم پر بکتا تو بھی ۲۵ فیصدی نفع ہوتا گھوڑے کی قیمت خرید بتاؤ۔

فرض کیا قیمت خرید = ۱۰۰ روپے   پہلی صورت میں قیمت فروخت = ۱۲۵ روپے

دوسری صورت میں قیمت خرید = ۱۰۰ - ۲۵ = ۷۵ روپے   دوسری صورت میں نفع فیصدی = ۲۵

دوسری صورت میں فروخت = (۱۲۵ × ۷۵) / ۱۰۰ = ۳۷۵ / ۴ روپے   دونو صورتوں میں فرق = ۱۲۵ - ۳۷۵/۴ = ۱۲۵/۴ روپے

کل فرق = ۱۲۵ روپے   قیمت خرید مطلوب = ۱۲۵/۴ فرق : ۱۲۵ فرق :: ۱۰۰ : قیمت خرید

= (۱۰۰ × ۱۲۵ × ۴) / ۱۲۵ = ۴۰۰ روپے جواب   کلول شرما ریاضی ٹیچر ڈی ہائی سکول بٹالہ

حل طلب انعامی معما مندرجہ رسالہ نومبر ۱۹۳۴ء کے انعام کا فیصلہ

مسٹر پریم سپاٹوی تحریر کرتے ہیں کہ معما کے حل میں صرف چالیس طلبا نے حصہ لیا ہے۔ انعام کے مستحق مندرجہ ذیل طلبا قرار پائے ہیں۔

(۱) روڈا رام نائینتھ بی گورنمنٹ ہائی سکول ہمیر پور (کانگڑہ) (۲) سوم دت شرما ہشتم کلاس لے وی ہائی سکول کوٹ کپورہ (۳) گوزنیک سنگھ ہفتم کلاس ڈی بی ہائی سکول مہم (روہتک)

نمبر (۱) کے نام گلدستہ اطفال سال بھر کے لئے جاری کر دیا گیا ہے۔ باقی دونو عزیزوں کے نام کتب بھیجی گئی ہیں۔   (پریم سپاٹوی)

(نوٹ) علمی مقابلہ مندرجہ رسالہ دسمبر ۱۹۳۴ء میں بہت کم طلبا نے حصہ لیا ہے۔ اس لئے دوبارہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اس میں روپے کے انعامی علمی مقابلہ کی طرف خاص توجہ دی جائے۔   (پریم سپاٹوی)

بچّوں کا دِل بہلاوا

حل طلب انعامی معمّا

میرے ایک عزیز کا نام دس حروف سے مرکب ہے اس کو اُلٹ پُلٹ کرنے سے ذیل کے اشارات پیدا ہوتے ہیں نام بتاؤ

نمبر شمار	نام	حروف	کیفیت
۱	ہندؤوں کے ایک اوتار کا نام	دسواں تیسرا اور پہلا۔	رام
۲	پرماتما کے معنی دیتا ہے۔	نواں۔ دوسرا۔ چوتھا۔ دسواں۔	البـ[illegible]
۳	ایک چوپائے کا نام ہے۔	دوسرا۔ ساتواں۔ پانچواں۔	[illegible]
۴	خالق کے معنی دیتا ہے۔	آٹھواں۔ دوسرا۔ نواں۔	[illegible]
۵	خدا کا نام ہے۔	دوسرا۔ چھٹا۔ تیسرا۔	
۶	ایک مشہور خاندان کا نام ہے	آٹھواں۔ ساتواں۔ دسواں۔ نواں	

شرائط:۔ (۱) جملہ جوابات ۱۵ فروری ۱۹۲۵ء تک پہنچ جانے چاہئیں (۲) پتہ صاف اور خوشخط ہو۔ جوابات پتہ ذیل پر آنا چاہئیں (۳) ایک سے زیادہ صحیح جوابات کی صورت میں فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔

انعام:۔ ایک سال کے لئے گلدستہ اطفال مفت۔ گوپی چند ادیب عالم ٹیچر مہر بھگوان میموریل برانچ سکول نمبر (۲) محلہ سوڈھیاں فیروزپور شہر۔

حل طلب انعامی پہیلیاں

(۱) دو باہی دو سیر دے پاوے چتر سجان
اُوپر بیٹھے دو جنے جن کے بائیس کان

(۲) دھوپ سے پیدا ہوا چھاؤں دیکھ مرجھائے
کہو مرجاں گلی ہوا لگے مر جائے

(۳) سر کاٹے سے امن ہو پیر کاٹے پیالہ
بتاؤ تو کیا چیز ہے رنگ ہے جس کا کالا

(۴) ایک چیز ایسی بنی اور رے دھوئے کاٹھ
پردہ ہٹا دیکھا جو نہی بیٹھے بدری ناتھ

(۵) کیوں بیانی ڈھونڈیں کھیس دیامن تیس
ہالی پالی رج لئے دو کیڑی کو بیس

(۶) غور کرو اور سوچ لو پھر بتاؤ میرے بیرا
ایک روکھ کے تین پیر لاگیں گر ہینگن زیرا

ان پہیلیوں کے جوابات جو نومبر ۱۹۲۴ء میں شائع کی گئی تھیں

پہیلی	جواب
(۱) سا سو سردن وغیرہ	سانپ کی کینچلی
(۲) بن کا پنچھی وغیرہ	گولر کا بھنگا
(۳) ہیترلے مہتر وغیرہ	بینگن
(۴) اسی میٹی وغیرہ	پنسیری
(۵) شام کو پیدا ہوتی وغیرہ	اوس

(مرسلہ عابد مسیح بی اے)

(۱) تمام جوابات ۲۰ ۲/۲۵ تک آنے چاہئیں۔ (۲) تصدیق ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ضروری ہے (۳) سالم تختہ پر جلی حروف میں قطعہ تحریر کرکے ہمراہ بھیجا جائے (۴) جوابات کی پُشت پر اپنا پتہ خوشخط تحریر کیا جائے۔ پنڈت برہمانند صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کول انعام کا فیصلہ کرینگے۔ ایک سال کے لئے رسالہ کا آخری حصہ (گلدستہ اطفال) جاری کرایا جاویگا۔

پرائمری اور مڈل سکولوں کی ریڈ کراس سوسائٹیوں کیلئے

ہندوستان کے مشہور معالج کوی نودیہ بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما ویدیہ موجد امرت دھارا کی تیار کردہ چند مجرب آزمودہ ادویات جو کہ ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے پاس رکھنی بہت ضروری ہیں جن سے اس وقت تک ہزاروں بھائی فائدہ اٹھا چکے ہیں سب ریڈ کراس سوسائٹیوں کو چاہیئے کہ منگوا کر پاس رکھیں اور بچوں اور دوسروں کو تکلیف خرچ اور دکھ سے بچاویں +

سکاؤٹ بکس

سکاؤٹوں اور ریڈ کراس کے لوگوں کے واسطے ایک نعمت ہے۔ ایک پاکٹ بکس میں عام امراض و حادثات کا مکمل علاج موجود ہے کوئی ولایتی سکاؤٹ بکس اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے قیمت معہ خوبصورت بکس ۸ عہ

گولی کھانسی

ان گولیوں کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر دونوں میں فائدہ ہوتا ہے قیمت ۲۰ گولی عہ ۳۰ گولی

باغ پھول تیل رجسٹرڈ

بالوں کے تمام تیلوں کا سرتاج ہے بالوں کو نرم و ملائم کرتا ہے سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ +

سرمہ

روزانہ استعمال کیلئے ہے آنکھوں کی کل امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت ۸

دت وریچن (گولی جلاب) رجسٹرڈ

یہ گولیاں جلاب کے حق میں بڑی بے نظیر ہیں قیمت ۲۰ گولی ۸عہ ۳۰ گولی ۸ر +

امرت دھارا رجسٹرڈ

ایک ہی دوائی اور قریباً کل [illegible] کی امراض کا علاج کتنی عجیب بات ہے لاکھوں استعمال کرنے والوں میں سے ۲۰ ہزار لکھ کر بھیج چکے ہیں کہ امرت دھارا ہر شخص کو ضرور رکھنی چاہیئے کیونکہ کسی دوائی کھانے اور لگانے سے قریباً کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں اور بچوں یا جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں یہ حکمی علاج ہے [illegible] قیمت فی شیشی [illegible]

منجن

دانت کی کل امراض کو دور کرتا ہے اور دانتوں کی امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنے (۴ر)

ملیریا ناشک

ملیریا بخار کی اکسیر دوائی ۹۹ فیصدی تین دن میں قطعی دور قیمت ۸ر

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں

منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے مٹھائی کی مٹھائی دوائی کی دوائی ہے۔ ولایتی ٹکیوں اور گولیوں کی بجائے ان کا استعمال کریں قیمت فی ڈبیہ ایک سو ٹکیہ چار آنے (۴ر)

برہمی ارشٹ

حافظہ کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی دوائی نہ ہوگی دماغی کمزوری اور سر درد وغیرہ کیلئے مفید ہے ہر طالب علم کو استعمال کرنا چاہیئے قیمت فی شیشی [illegible] شیشی ایک روپیہ (عـ)

گولی بخار

ملیریا اور ہر قسم کے بخار کو فوراً آرام کرتی ہے قیمت آٹھ گولی [illegible] آنے +

دت نسوار رجسٹرڈ

اسکے لینے سے زکام سر درد کا درد آدھا سیسی وغیرہ کو آرام ہوگا قیمت ایک روپیہ (عـ) نمونہ ۴ر

درد شکن

اسکی ایک ہی ٹکیہ کے استعمال سے ہر ایک قسم کی درد کو پانچ منٹ میں آرام آتا ہے ہر ایک کے پاس رہنی چاہیئے قیمت ایک روپیہ (عـ) نمونہ (۴ر)

کرن تیل

کان کی کل امراض کیلئے بے نظیر دوائی ہے مثلاً درد پیپ زخم کانوں میں شائیں شائیں وغیرہ آوازیں آنا سنائی کم دینا کو دور کرتا ہے قیمت [illegible] نمونہ [illegible]

لال جواہر چورن ہاضمہ رجسٹرڈ

نہایت اعلیٰ چورن ہے۔ بدہضمی سستی قبض درد اپھارہ کا حکمی علاج ہے قیمت دو روپے (عـ) نمونہ چار آنے (۴ر)

گندھارا رس رجسٹرڈ

مؤثر دست پیچش ہیضہ کا مجرب علاج ہے قیمت ایک روپیہ [illegible] +

نوٹ:- جو ریڈ کراس سوسائٹی والے یہ لکھیں کہ ادویات مفت بانٹیں گے ان کو ہم اپنی ادویات پر ۲۵ فی صدی رعایت کر دینگے +

خط و کتابت و تار کا پتہ:- **امرت دھارا لاہور**

المشتہر

مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

D. B. Rai

ادب جمیل کا حسین مرقع

رہنمائے تعلیم کا "افسانہ نمبر" شائع ہوگیا

یہ افسانہ نمبر اپنی خوبیوں، دلآویزیوں اور دلچسپیوں کی وجہ سے ادب لطیف کا ایک خزانہ ہے

منگائیں۔ پڑھیں۔ دیکھیں اور رکھیں

ہندوستانی رسائل کا کوئی بھی خاص نمبر خواہ کتنے ہی عظیم الشان اور ولولہ انگیز اعلانات کے ساتھ شائع ہو ہمارے افسانہ نمبر

سے بازی نہیں لے جا سکتا۔ دنیا بھر کے دلچسپ، حیرت انگیز اور عجیب و غریب افسانے

[illegible] کر دیے گئے ہیں۔

[illegible] افسانہ نویسوں کے [illegible] افسانے آپ کو افسانہ نمبر میں ملیں گے

افسانہ نمبر بہترین اور دلچسپ ترین افسانوں کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔

[illegible] دلچسپیاں اس کے [illegible] طور پر زبردست [illegible] کی گئی ہیں۔

دنیائے ادب میں یہ ایک نہایت عظیم الشان اضافہ ہے۔

[illegible] فوراً واپس کر دیں [illegible]

[illegible] ہر افسانہ گل بوٹوں سے آراستہ۔

[illegible] صفحات ۵۰۰ کے قریب قیمت صرف دو روپے۔

رہنمائے تعلیم کے مستقل خریداروں سے [illegible] وصول ہو چکا ہے صرف ایک روپیہ [illegible] لیا جاتا ہے [illegible]

کے [illegible] میں افسانہ نمبر بہت [illegible] کیا جاتا ہے افسانہ نمبر کے علاوہ سال بھر تک ان کی [illegible]

نوٹ: جو صاحب [illegible] اور افسانہ نمبر دونوں [illegible] چاہیں گے ان سے بجائے [illegible] کے صرف [illegible] لیے جائیں اور جو

دونوں نمبر خریدنے کے ساتھ رسالہ رہنمائے تعلیم کے بھی سالانہ خریدار ہوں گے ان سے [illegible] کی بجائے صرف [illegible] لیے جائیں گے

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور

افسانہ نمبر کی [illegible] کا پیشگی [illegible] ہو جائیگا [illegible] کی ایک وی پی پارسل طلب کیا جائے [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

رجسٹرڈ ایل نمبر

زیر سرپرستی سررشتہ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

بابت

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

قیمت فی پرچہ

ششماہی چندہ ۳

سالانہ چندہ ۵

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ) ششماہی تین روپے (سے) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال خدمت ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدمِ تعمیل کی شکایت مُعاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبّی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہُوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحبان کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوشؔ ملسیانی کے نام ہونی چاہیے اور دیگر امور و ترسیلِ زر کے متعلق مینیجر کے نام ہونی چاہیے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹	عسہ ۲۷	ﺳﻪ ۵۰	لسہ ۹۰
نصف صفحہ	صہ ۵	عہ ۱۵	عسہ ۲۷	ﺳﻪ ۵۰
چوتھائی صفحہ	سے ۳	لعہ ۹	عہ ۱۵	عسہ ۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کیلئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

(اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیے)

مینیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

مطبوعات کتب خانہ ایم فیروز الدین اینڈ سنز گورنمنٹ پبلشرز لاہور ۱/۲

کتب زباندانی (مردانہ) پرائمری سے مڈل تک

نام کتاب	قیمت		
پرائمری اردو کورس حصہ اول یا جدید قاعدہ اردو	۲	۴	۰
پرائمری اردو کورس حصہ دوم	۱۰	۵	۰
〃 〃 حصہ سوم	۷	۷	۰
〃 〃 حصہ چہارم	۲	۹	۰
مڈل اردو کورس حصہ اول	۰	۱۱	۰
〃 〃 دوم	۰	۱۱	۰
〃 〃 سوم	۰	۱۱	۰
〃 〃 چہارم	۰	۱۱	۰
دبستان اخلاق باتصویر حصہ اول	۲	۵	۰
〃 〃 دوم	۲	۶	۰
〃 〃 سوم	۲	۷	۰
منتخب اردو گلستان	۰	۸	۰
شوکت انگلشیہ	۰	۸	۰

کتب زباندانی (زنانہ) پہلی سے آٹھویں تک

نام کتاب	قیمت		
زنانہ اردو قاعدہ	۶	۱	۰
زنانہ اردو کورس حصہ اول	۱۱	۴	۰
〃 〃 دوم	۱۱	۷	۰
〃 〃 سوم	۲	۱۰	۰
〃 〃 چہارم	۵	۱۰	۰
〃 〃 پنجم	۴	۱۱	۰
〃 〃 ششم	۹	۱۱	۰
〃 〃 ہفتم	۱۰	۱۳	۰
〃 〃 ہشتم	۸	۱۳	۰

صوبہ بمبئی کی درسی اردو کتب

نام کتاب	قیمت		
اردو کا قاعدہ	۳	۱	۰
اردو کی پہلی کتاب	۳	۳	۰
〃 دوسری	۳	۵	۰
〃 تیسری	۹	۷	۰
〃 چوتھی	۱	۹	۰
〃 پانچویں	۹	۱۰	۰
〃 چھٹی	۹	۱۲	۰
اردو کی ساتویں کتاب	۹	۱۳	۰
تاریخ مہاراشٹر	۹	۳	۰
〃 گجرات	۹	۳	۰
〃 کرناٹک	۰	۴	۰
دیسی جمع خرچ (حساب)	۶	۵	۰

مذکورہ بالا اردو کتابوں کے [illegible] فی ۲ پائی

اردو سلسلہ برائے مدارس اسلامیہ

سلسلۂ اسلامیہ

نام کتاب	قیمت		
حصہ اول ایمان	۰	۱	۰
〃 دوم اسلام	۳	۲	۰
〃 سوم اسلامی رسوم اور تہوار	۰	۳	۰
〃 چہارم حیات النبیؐ	۰	۴	۰
〃 پنجم خلفائے اربعہؓ	۰	۵	۰
〃 ششم بنی امیہ و بنی عباس	۰	۶	۰
〃 ہفتم سلاطین ہند	۰	۶	۰

کتب حساب

نام کتاب	قیمت		
سلسلہ حساب نمبر (۱)	۰	۱	۰
〃 〃 (۲)	۶	۵	۰
〃 〃 (۳)	۰	۶	۰
〃 〃 (۴)	۳	۶	۰
〃 〃 (۵)	۱	۸	۰
〃 〃 (۶)	۶	۷	۰
〃 〃 (۷)	۳	۶	۰
〃 〃 (۸)	۰	۶	۰

کتب فارسی

نام کتاب	قیمت		
آتالیق فارسی حصہ اول	۶	۱	۰
〃 〃 دوم	۰	۲	۰
〃 〃 سوم	۰	۳	۰

کتب صرف و نحو

نام کتاب	قیمت		
قواعد اردو	۰	۳	۰
〃 فارسی	۰	۵	۰

کتب خط و کتابت

نام کتاب	قیمت		
اردو خط و کتابت	۶	۲	۰
مضمون نویسی	۰	۸	۰

جدید سلسلہ خوشخطی اردو

نام کتاب	قیمت		
کاپی خوشخطی حصہ اول	۳	۱	۰
〃 〃 دوم	۳	۱	۰
〃 〃 سوم	۳	۱	۰
〃 〃 چہارم	۳	۱	۰

کتب تاریخ

نام کتاب	قیمت		
مختصر تاریخ پنجاب	۰	۱۰	۰
تاریخ ہند	۰	۶	۰
تاریخ ہند کے ماخذ	۰	۰	۱
تاریخ ریاست جموں و کشمیر	۰	۶	۰
سندھ کی تاریخی کہانیاں	۰	۵	۰
تاریخ گول میز کانفرنس	۰	۰	۱
نادر التاریخ	۰	۰	۱
دار السلطنت دہلی	۰	۴	۱

کتب جغرافیہ

نام کتاب	قیمت		
جغرافیہ ہند و دنیا	۰	۲	۰
اصطلاحات جغرافیہ یا جدید جغرافیکل ریڈر	۰	۳	۰
جغرافیہ عالم	۰	۰	۱
جغرافیہ ریاست جموں و کشمیر	۰	۲	۰
جغرافیہ سندھ	۰	۳	۰

مڈل سکولوں کے لئے

جغرافیہ کی مشقی کتابوں کا نیا سلسلہ

نام کتاب	قیمت		
پہلی کتاب ہندوستان	۰	۶	۰
دوسری کتاب دنیا	۰	۵	۰
تیسری کتاب دنیا کے [illegible]	۰	۵	۰

اٹلس ہائے

نام کتاب	قیمت		
رنگین اٹلس دنیا	۰	۶	۰
خاکہ اٹلس پنجاب	۰	۲	۰
〃 〃 ہندوستان	۰	۳	۰
〃 〃 ایشیا	۰	۲	۰
〃 〃 دنیا کلاں	۰	۸	۰

کتب علم نباتات وغیرہ

نام کتاب	قیمت		
بن کی بہار حصہ اول	۰	۹	۰
بن کی بہار حصہ دوم	۰	۹	۰
〃 〃 〃 سوم	۰	۱۲	۰
〃 〃 〃 چہارم	۰	۱۴	۰

کتب علم ہیئت

نام کتاب	قیمت		
ہمارا آسمان	۰	۰	۱
نظام شمسی	۰	۶	۰

کتب لغات

نام کتاب	قیمت		
فیروز اللغات اردو مکمل مجلد	۰	۰	۸
〃 〃 جدید	۰	۰	۳
〃 فارسی مکمل	۰	۰	۶
〃 عربی	۰	۸	۱
عجائب اللغات	۰	۴	۰

کتب سپورٹس

نام کتاب	قیمت		
سپورٹس سیریز ہاکی، فٹ بال، کرکٹ، ٹینس، ٹیبل ٹینس اور بیڈمنٹن — مکمل	۰	۱۳	۰

سکاؤٹنگ وغیرہ

نام کتاب	قیمت		
سکاؤٹنگ	۰	۴	۰
دیہات سدھار	۰	۴	۰
صحت و صفائی	۰	۴	۰

کتب ہوابازی

نام کتاب	قیمت		
ہوابازی یا ہوائی سیر	۳	۲	۰

کتب دواوین

نام کتاب	قیمت		
میخانۂ خیام	۰	۸	۱
دیوان فیضی فیاضی	۰	۰	۱
دیوان کلیات نعتیہ سرمد	۰	۸	۱

تذکرۂ شعرا

نام کتاب	قیمت		
بلبلان فارس	۰	۸	۸
شعرائے فرنگ مجلد	۰	۸	۱

افسانے

نام کتاب	قیمت		
شعلہ زار مجلد	۰	۸	۱
ارغوان زار 〃	۰	۸	۱
آبشار 〃	۰	۸	۱
رموز قدرت	۰	۰	۲
خونی کتا	۰	۸	۱
خانہ آبادی	۰	۰	۲
خورشید رسا	۰	۴	۰

بچوں کی لائبریری

نام کتاب	قیمت		
دل کش کہانیاں حصہ اول	۰	۵	۰
〃 〃 دوم	۰	۵	۰
گلدستہ حکایات	۶	۴	۰
حکایات بوستان	۶	۴	۰
منتخب اردو گلستان	۰	۸	۰
شوکت انگلشیہ	۰	۸	۰
راج کنور	۰	۵	۰
درس اخلاق حصہ اول	۰	۴	۰
〃 〃 دوم	۰	۷	۰
〃 〃 سوم	۶	۹	۰
بچوں کا شاعر	۰	۴	۰
بچوں کی کہانیاں	۰	۴	۰
ٹیگور کی عجیب کہانیاں	۰	۸	۰
گلدستہ ظرافت	۰	۶	۰

سوانح عمریاں

نام کتاب	قیمت		
پیغمبر اسلام	۰	۴	۰
امہات المومنین	۰	۶	۰
لیڈران ہند	۰	۸	۰
اورنگ زیب عالمگیر	۰	۴	۰
اکبر اعظم	۰	۴	۰
نورتن اکبری	۰	۶	۰
شاہ جہاں	۰	۴	۰
نادر شاہ	۰	۴	۰
بابر	۰	۴	۰
رستم	۰	۸	۰
افغان بادشاہ	۰	۸	۲

نقشہ جات چارٹس گلوبز اور دیگر مطبوعات کے لئے فہرست کتب خانہ مفت طلب فرمائیے



لاہور ایجنٹس - مسٹر بلی رام اینڈ برادرز انارکلی - مسٹر عطاء اللہ اینڈ سنز ڈبی بازار
امرتسر ایجنٹس - گوکل چند ہٹی بازار

اپریل ۱۹۳۵ء

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گذار

رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۳ — نمبر ۴

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر (اعزازی)

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین (اعزازی)

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم۔ اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ پانچ روپیہ ... ششماہی تین روپے (عہ ۳) — فی پرچہ آٹھ آنے (۸/)

فہرستِ مضامین

ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کے ماتحت مدرسین کی تنخواہوں میں نہایت غیر معمولی تخفیف

ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کی من مانی کارروائی کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ہم تمام ملازمین سرکار تک یہ خوشخبری پہنچانا چاہتے ہیں کہ یکم اپریل ۱۹۳۵ء سے گورنمنٹ آف انڈیا کے اعلان کے بموجب ان کی تنخواہوں سے پانچ فی صدی کٹوتی (موجودہ شرح تخفیف) نہیں ہوگی اور وہ اپنی سالم تنخواہ کے حق دار ہونگے۔

ڈسٹرکٹ، میونسپل بورڈ جو بجا طور پر لوکل سیلف گورنمنٹ کے نام سے نامی ہیں اور نیم سرکاری محاکم کہلاتے ہیں عموماً تنخواہوں اور رخصتوں وغیرہ کی ذیل میں سرکاری احکام کی تقلید لازمی طور پر کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارا خیال تھا، کہ ان کے ماتحت ملازمین بھی اب تخفیف کی ضرب سے محفوظ و مصؤن ہو جائیں گے اور یہ خیال ہر طرح سے حق بجانب تھا۔ مگر ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر نے حال ہی میں جو قرار داد پاس کی ہے، نہ صرف حیرت بخش ہے بلکہ نہایت مایوسی بخش ہے۔ یعنی اس نئے سال (اپریل ۱۹۳۵ء) سے سترہ فی صدی تخفیف کی تجویز پاس کر دی ہے اور چوبیس ہزار کا خسارہ اپنے محکمۂ تعلیم کے ذمے ڈال کر اسے صرف مدرسین سے وصول کرنا تجویز کیا ہے، جو جناب ڈویژنل انسپکٹر صاحب بہادر کے زیر اثر ہیں۔ اسی طرح تمام ورنیکلر مدرسین (ایس وی و دیگر ورنیکلر مدرسین) جو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کے ماتحت ہیں، بدستور پانچ فی صدی تخفیف ہی ادا کریں گے۔ مگر باقی مدرسین محض اس قصور میں کہ وہ سیکنڈری مدارس میں کام کرتے ہیں اور براہ راست صاحب ڈویژنل انسپکٹر بہادر کے زیر اثر ہیں سترہ فی صدی تخفیف کا شکار ہونگے۔ علاوہ بریں ایک عجیب ترین تجویز یہ بھی ہے کہ

۱۔ ۲۴ سینیر انگلش ماسٹروں میں سے صرف آٹھ استاد ۱۱۰-۶-۱۴۰ کے گریڈ کی بجائے ۱۱۰-۱۳۵ کے گریڈ میں تبدیل کئے جائیں اور باقی سب بیک جنبش قلم ۸۰-۱۰۰ کے گریڈ میں واپس جائیں۔ حالانکہ ان میں بھی کئی ۱۱۰-۶-۱۴۰ کے انتہائی گریڈ میں کئی سال سے کام کر رہے ہیں اور بعض ۱۱۰-۵-۱۳۵ کے گریڈ میں انتہائی تنخواہ حاصل کر رہے ہیں۔ گریڈوں میں تنزل ۱۷ فیصدی تخفیف کو ساتھ لئے ہوگا۔ گویا حساب لگانے پر ان آٹھ آدمیوں کو تقریباً اٹھائیس روپیہ ماہوار کا خسارہ ہوگا اور باقی بچارے تو تنخواہ کے نصف کے حقدار ٹھہرینگے بلکہ بعض نصف سے بھی کم تنخواہ پر آجائیں گے۔

- جونیئر انگلش ماسٹروں کی صورت میں ان کا انتہائی گریڈ ۷۵ روپے ماہوار سے ۷۰ روپے ماہوار کر دیا جائیگا اور سترہ فیصدی کٹوتی ان کے شامل حال رہیگی۔

کلاسیکل ٹیچرز بھی جو پچاس ساٹھ کے گریڈ میں ہیں اپنے ساٹھ کے انتہائی گریڈ سے اُتر کر ۵۰ روپے کے انتہائی گریڈ پر آجائیں گے اور

اوّل الذکر ہر دو مدرسین کی طرح سترہ فی صدی تخفیف سے بہرہ اندوز ہونگے۔

موجودہ اقتصادی کساد بازاری میں ان برائے نام تنخواہوں کے مدرسین پر تخفیف کی ایسی کاری ضرب ظاہر ہے کہ کیسا بُرا اثر لئے ہوگی اور ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کی یہ کاروائی ہرگز ہرگز مستحسن نہیں کہلا سکیگی۔ حالانکہ ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کے پاس کافی ریزرو فنڈ ہے۔ اگر اس قسم کی صورتِ حالات میں اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ تو آخر وُہ کن مواقع کے لئے جمع کیا جاتا ہے کیوں نہ یہ خسارہ اس ریزرو فنڈ سے وصول کر لیا جائے۔ رہنمائے تعلیم جہاں صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس ڈویژن جالندھر کی توجہ ان کے زیر اثر مدرسین کی حالت زار پر دلا کر آرزومند ہے کہ صاحب ممدوح ان کی بجا وکالت کو اپنے پُر زور ہاتھوں میں لے کر ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کو اس من مانی کارروائی سے باز رکھیں۔ وہاں سررشتۂ تعلیم کے مالک آنریبل وزیر تعلیم صاحب بہادر سے اور لوکل سیلف گورنمنٹ کے مالک آنریبل ڈاکٹر سر گوکل چند صاحب نارنگ ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ سے خاص طور پر مستدعی ہے کہ ہر دو بزرگوار مدرسین کے کس مپرس فرقہ کی جائز سرپرستی فرما کر انہیں تخفیف کی اس ناقابلِ برداشت سختی سے بچا کر ان کی دلی دعائیں حاصل کریں اور ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کی اس نہایت غیر منصفانہ اور سراسر یکطرفہ تجاویز کو قطعاً نامنظور فرما کر متعلقین کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں۔ کیونکہ سرکاری سرکلر کی موجودگی میں کہ لوکل باڈیاں گورنمنٹ کی شرح تخفیف سے زیادہ تخفیف نہیں کر سکتیں۔ جب سرکاری ملازمین تخفیف سے محفوظ قرار دیئے جا چکے ہیں، تو ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کو اپنے ماتحت مدرسین کا اس طرح بیدردی سے کچلنے سے باز رکھنا انصاف کی حمایت ہوگی اور ایک مظلوم فرقہ کی خالص سرپرستی۔

اِن حالات میں ہم ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کے مدرسین سے بھی یہ آرزو کرینگے کہ وہ راضی برضا ہونے کی بجائے اپنی جائز اور متفقہ شکایات ایک منظم صورت میں افسرانِ بالا تک پہنچا کر اپنی دادرسی کے خواہاں ہوں اور جب تک فائز المرام نہ ہوں اس سلسلہ کو جاری رکھیں۔ ان کے ڈسٹرکٹ بورڈ کی یہ قرارداد ان کے استقلال، و تدبر کا امتحان ہے اور ہم دل سے چاہتے ہیں کہ وہ اس امتحان میں اعلیٰ طور سے کامیاب ہوں۔ رہنمائے تعلیم جو فرقہ مدرسین کا خادم اور ہر حالت میں ان کے کاز کا حامی و مؤید ہے ان کی امداد کے لئے حاضر ہے۔

(نوٹ)

جیسا کہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی ہدایات تمام لوکل گورنمنٹوں کو صادر ہو چکی ہیں۔ کہ یکم اپریل ۱۹۳۵ء سے ملازمانِ سرکاری کی تنخواہ سے کسی قسم کی کوئی کٹوتی تخفیف کی ذیل میں روا نہ رکھی جائے اور مزید برآں کسی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ضلع جالندھر کے بورڈ کی کارروائی کی طرح کوئی کارروائی کئے جانے کی خبر موصول نہیں ہوئی۔ صرف ضلع جالندھر ہیں سترہ فی صدی تخفیف کے ساتھ گریڈوں کی مقدار میں معتدبہ کمی کی قرارداد پاس ہوئی ہے۔ رہنمائے تعلیم نے اپنا منصب جانا کہ وہ اس من مانی کارروائی پر حکام بالادست کی توجہ مبذول کرائے۔ اسے حیرت ہے

کہ ضلع کے حاکم اعلیٰ جناب رائے بہادر لالہ ارجن داس صاحب ایم اے ڈسٹرکٹ بورڈ کے بھی چیرمین ہوں، جو اعلیٰ پایہ کے ایجوکیشنسٹ ہونے کے علاوہ تعلیم اور تعلم کے پاک کاز سے ہمیشہ ہمدردی کا اظہار کرتے رہے ہیں اور ان کے ماتحت یہ خلاف قیاس ترقی معکوس کیونکر منظور کی گئی ؟ اگر گورنمنٹ سکولوں کے مروجہ گریڈوں (سیارڈی نیٹ ایجوکیشنل سروس) سے گریڈوں کو مساوات کا درجہ دینا مقصود تھا، تو ہیڈ ماسٹر اصحاب کے گریڈ ۱۵-۱۰-۲۰۰ سے ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کئے جانے کی بجائے ۲۰۰-۱۰-۲۵۰ کئے جاتے اور ۱۱۰-۶-۴۰ اگریڈ والے اصحاب کو ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کا گریڈ دے کر باقی ۱۰۰-۵-۱۲۵ یا ۱۱۰-۵-۱۳۵ لینے والوں کو ۱۱۰-۵-۱۳۵ کا گریڈ دیا جاتا نہ کہ تمام متعلقین کو ان کے گریڈ سے نچلا گریڈ دے کر حوصلہ افزائی کا جواب دل شکنی سے دیا جاتا۔ اسی طرح کلاسیکل ٹیچرز کو ۵۵-۳-۷۰، ۸۰-۴-۱۰۰ یا اس سے بھی اعلیٰ گریڈ ان کی قابلیت اور خدمت گذاری کی طوالت کے مطابق دیا جاتا۔ تو جہاں گریڈوں میں مساوات ہوجاتی وہاں حق بحقدار رسید کا مقولہ بھی ثابت ہوجاتا۔

(ایڈیٹر)

ہے ازل ہی سے یہ جیتا ہوا میداں میرا

(ناخدائے سخن تاج الشعرا فصیح العصر حضرت نوحؔ ناروی)

ہے یہ مطلب کہ رہے موردِ احساں میرا
درد دے کر مجھے کرتے ہیں وہ درماں میرا

ساتھ رکھنے میں کسی قسم کا اب عذر نہیں
وُہ سمجھتے ہیں مجھے یہ ہے نگہباں میرا

امتحاں گاہِ محبت میں نہ ٹھہرا کوئی
ہے ازل ہی سے یہ جیتا ہوا میداں میرا

تھا تمھارا یہ رہا پاس تمھارے جب تک
آگیا اب مرے دل میں تو ہے پیکاں میرا

اِس سے بڑھ جاتی ہے کچھ اور پریشاں حالی
آپ پُوچھا نہ کریں حالِ پریشاں میرا

مَیں کروں بادہ کشی ترک کوئی بات بھی ہے
ٹوٹ سکتا نہیں پیمانے سے پیماں میرا

اب سوا جوشِ جنوں ہو تو اُڑاؤں کس کو
خاک بھی جس میں نہیں وُہ ہے بیاباں میرا

ہو رہائی تو رہائی کو گوارا نہ کروں
جانتا ہوں کہ میرے دم سے ہے زنداں میرا

آگیا پنجۂ وحشت میں خدا خیر کرے
اب گریباں نہیں میرا یہ گریباں میرا

اب نہ وہ دل نہ جگر اب نہ وہ راحت نہ خوشی
آپ نے لُوٹ لیا لُٹ گیا ساماں میرا

کیوں نہ میں دل سے غمِ عشق کی توقیر کروں
ہے یہ اِک خاص بلایا ہوا مہماں میرا

پھُول کھِلتے ہیں تو ہوتا ہے مجھے اورجنوں
صبح ہوتی ہے تو ہنستا ہے گریباں میرا

تم ابھی نوحؔ کے رونے سے خبردار نہیں
جو زمانے کو ڈبو دے وُہ ہے طوفاں میرا

ہزایکسلنسی سرہربرٹ ایمرسن کی صدارتی تقریر دلپذیر

جو

حضور والا نے ۷ فروری ۱۹۳۵ء ریڈکراس سوسائٹی اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن (پنجاب برانچ) کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے فرمائی ۔

ملک سر فیروز خاں صاحب نون ۔ خواتین اور معززین!

پچھلے سال سالانہ اجلاس کی صدارتی تقریر میں میں نے زندگی کے معیار کے استحکام کی چند تحاریک کا اشارتاً ذکر کیا تھا یعنی فرسٹ ایڈ کی تربیت، ہوم نرسنگ، ہائی جین اور حفظانِ صحت، ریڈکراس سوسائٹی کی بے شمار سرگرمیاں ۔ بوائے سکاؤٹ گرل گائیڈ تحریک، جسمانی تربیت میں مزید توجہ اور سرگرمی، کھیلوں میں حوصلہ افزائی اور دیہات سدھار کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی تھی ۔ جس کے ضمن میں میں نے پیشین گوئی کی تھی کہ آنے والے چند سال اس نئی سپرٹ میں صوبہ کی بہتری میں نمایاں ترقی دیکھیں گے اور ریڈکراس سوسائٹی اور سینٹ جان ایمبولینس کو بیش از بیش خلق خدا کی خدمت گزاری کا فخر حاصل ہوگا اور میں خوشی سے اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ وہ پیشین گوئی اُس عرصہ سے بھی جس کا ہم میں سے کئی مبصرین اندازہ لگا رہے ہونگے، جلد ظہور میں آنے والی ہے ۔ کیونکہ حضور شہنشاہ معظم قیصرِ ہند کی سلور جوبلی منانے کا فنڈ ان ہر دو انجمنوں کے لئے فیض بخش اور استقامت بخش نتائج لئے ہوگا ۔ میں اس خوش آئند تقریب کے ایک یا دو پہلوؤں کا اس تقریر میں ذکر کرونگا ۔ پہلی بات ہم سب کا علی العموم اور ان ہر دو انجمنوں سے وابستگان کا علی الخصوص فرض ہے کہ وہ اس فنڈ کو نمایاں کامیابی تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ کوشش کا فروگذاشت نہ کریں ۔ لوکل گورنمنٹ نے اس کام کی ابتدا کر دی ہے یعنی ہر ضلع میں فنڈ جمع کرنے کے لئے یا تو لوکل کمیٹیاں بن چکی ہیں یا بہت جلد بن جائیں گی ۔ کیونکہ وہ کمیٹیاں جہاں سلور جوبلی کی متعلقہ تقاریب کو عمل میں لانے کے لئے روپیہ جمع کریں گی وہاں ان ہر دو انجمنوں (ریڈکراس سوسائٹی و سینٹ جان ایمبولینس) کے متعلق کئی مفید اور منفعت بخش وسائل بھی بہم پہنچائیں گی، جن سے وابستگی کا اظہار آج کے اجلاس میں ہم کر رہے ہیں مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ یہ ہر دو انجمنیں ان لوکل کمیٹیوں سے پورے تعاون کا اظہار کریں یعنی ہر ممکن طریق سے ان کی امداد کریں اور جنرل سکیم کی کامیابی کے لئے وُہ پوری جدوجہد سے کام لیں ۔ جہاں تک گورنمنٹ کی دسترس ہے، میں آرزومند ہونگا کہ ان کمیٹیوں میں ان دونوں انجمنوں کو پوری نمایندگی حاصل ہو ۔ اس کے علاوہ سنٹرل باڈیز اور برانچیں بھی وہ کام جو اس بارے میں کر سکتی ہیں ۔ مثال کے طور پر میں معلوم کر رہا ہوں کہ اس کام کی وسعت اور اہمیت سے جواب تک

ظہور پذیر ہو چکا ہے، پبلک پورے طور پر باخبر نہیں ہے۔ اس نقص کو رفع کرنے کے لیئے انتظامات کئے جا رہے ہیں اور مرکزی جوبلی کمیٹی کے ماتحت ایک سب کمیٹی اس مدعا کو لیئے ہو گی۔ جس کا کام تقریباً پبلسٹی (اشاعت) ہی ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر بشیر احمد خاں صاحب جو ہردو انجمنوں کے آرگنائزنگ سکرٹری ہیں اس سب کمیٹی کے ممبر ہیں اور بلاشک وشبہ اس امر کے لیئے پوری سرگرمی کا اظہار کر رہے ہیں، اغلباً چند ایسی تجاویز جن کا میں ابھی ذکر کرنے والا ہوں عمل میں آ چکی ہیں۔ پہلی ضروری تجویز یہ ہے کہ آپ کی مرکزی کمیٹی اور آپ کی برانچیں پبلسٹی اور پروپیگنڈا میں براہِ راست حصّہ لیں۔ کیونکہ یہ موقع ہمیں غالباً پھر نہ مل سکیگا۔

ہمارے تمام ذرائع اس امر کے لیئے وقف ہوں کہ اس موقع سے پورا اور انتہائی فائدہ حاصل کر سکیں۔ کیا یہ دانشمندانہ فعل نہ ہو گا کہ زیادہ سے زیادہ اشاعت کے لیئے ہر ضلع کے واسطے خاص رقم مقرر کی جائے۔ اشاعت کی ذیل میں مفصلہ ذیل امر ملحوظ رہیں۔

۱۔ وہ نتائج جو اس وقت تک حاصل ہو چکے ہیں۔

۲۔ وہ کام جو اب ہو رہا ہے۔

۳۔ اور سب سے ضروری وہ مواقع جو اس کام کی توسیع کے لیئے حاصل ہیں۔

پروپیگنڈا اشتہارات، پمفلٹ اور اخبارات کے مضامین سے کیا جانا چاہیئے۔ پھر کیا ہر ایک برانچ اور سب برانچ اپنے کارکنان کو لوکل کمیٹیوں کے تعاون کے لیئے تیار نہ کرے۔ جو فراہمی چندہ میں عملی امداد کا موجب ہوں۔ فنڈ کے اغراض کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان انجمنوں کے ممبران کا نہایت سرگرم کارکنان ہونا لازم ہے اور مجھے کلی اعتماد ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو ایسا سرگرم ثابت کر سکیں گے۔

سالانہ رپورٹیں اور ملک سر فیروز خاں صاحب نون کا تبصرہ جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں اس امر کا پورا ثبوت ہیں کہ کام نہایت عمدگی سے انجام پذیر ہو رہا ہے اور ان میں ترقی کی گنجائش کے امکانات پائے جاتے ہیں ریڈ کراس سوسائیٹی کے اعداد وشمار کے مطابق ۷۵ ہیلتھ سنٹرز اور ۱۷ سب سنٹرز موجود ہیں۔ جن میں سے کم ازکم ۵۲ سال زیرِ رپورٹ میں کھلے ہیں۔ گیارہ سو سے زیادہ دائیاں تربیت حاصل کر چکی ہیں اور کم ازکم اتنی ہی تعداد تربیت حاصل کر رہی ہے۔ ترقی کا یہ کام ہمارے صوبہ میں جاری ہے اور اگر ترقی کی رفتار اسی شرح پر قائم رہی، تو تھوڑے سالوں میں بہت کم گاؤں ایسے دکھائی دینگے۔ جہاں تربیت یافتہ دائی نہ ہو گی۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ پبلک کی طرف سے جو اس کام کی اہمیت اور منفعت محسوس کر رہی ہے۔ اس کی بے حد مانگ ہے۔ ظاہرا طور پر جونیئر ریڈ کراس سوسائیٹی کی تحریک جاگزیں ہو چکی ہے۔ صرف پچھلے سال میں ہی چالیس ہزار سے زائد اس کے ممبر بنے ہیں۔ گرل سکولوں میں بھی بجنسہٖ مسز ولسن صاحبہ کی قربانی اور سرگرمی سے بہت بہتری ہوئی ہے اور بچیوں کی صحت

جسمانی کی بحالی میں نمایاں ترقی ہوئی ہے ۔ یہ ترقی دیہات میں بھی جاری ہے ۔ راولپنڈی میں مسز کنگ صاحبہ نے واضح کر دیا ہے کہ پبلک خلقِ خدا کی انیت اور خدمت گذاری کے کاموں میں امداد دینے کو تیار ہے اور مسز ممدوحہ کی اپیل دربارہ قیام سینی ٹوریم امراض دق کے جواب میں تسلی بخش امداد حاصل ہو رہی ہے ۔ اسی طرح سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن لاہور نے بھی نہایت عمدہ نتائج ظاہر کئے ہیں مسٹر اور مسز لطیفی صاحبہ کی نگرانی میں لاہور برانچ نے عمدہ کام کیا ہے ۔ منٹگمری میں ایک نرسنگ ڈویژن ۔ تین بچوں کے لئے بہترین نشوونما کے مرکز اور ایک سو دائیاں زیرِ تربیت ہیں ضلع کانگڑہ کے آٹھ مختلف مقامات پر فرسٹ ایڈ جماعتیں قائم کی گئی ہیں ضلع گوڑگانوہ میں دس سنٹر اور اس قسم کا مفید کام دیگر اضلاع میں بھی ہُوا ہے ۔ مگر پبلک بہت حالات میں ان نتائج سے بےخبر ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ہو سکے اس جہالت کا قلع قمع کیا جائے ۔

یہ سالانہ رپورٹیں جو بہت حد تک سالانہ کامیابیوں کی منظہر ہیں اس امر پر روشنی نہیں ڈال سکتیں کہ اگر زیادہ زر حاصل ہو، تو کون سے نتائج برآمد ہو سکیں گے ؟ میرا خیال ہے کہ پبلک کو اس قسم کی اطلاعات سے باخبر کرنا بہت زیادہ ضروری ہے اور ان کا بہم پہنچانا بہت سہل الحصول ہے ۔ کیونکہ چند ہفتے کی بات ہے ۔ جب میں گجرات گیا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ کئی سب سنٹرز یا تو بند ہو جائیں گے یا اپنی سرگرمیوں کو محدود کر دینگے ۔ کیونکہ اُن کے چلانے کو کافی روپیہ نہ تھا ۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام جماعتوں میں حقیقی بیداری پیدا ہو چکی ہے اور دیہات میں مزید سنٹر قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور اب پبلک حصول صحت میں بہتر وسائل مہیا ہونے پر کسی قسم کے برخلاف مظاہرہ کی روادار نہیں ہے ۔ اس بارے میں یہ معقول وجہ ہے کہ جو لوگ فنڈ میں چندہ دیتے ہیں اُن کو اچھی طرح اطمینان دلایا جائے کہ اُن کے روپیہ کا مصرف اُنہی کے بھلے کے لئے ہوگا ۔ مجھے اس امر میں دو وجوہات سے ذاتی ذمّہ داری محسوس ہو رہی ہے ۔ پہلی وجہ یہ کہ روپیہ سرکاری حکام کی معرفت جمع ہوگا اور دوسرے میں ان دونوں انجمنوں کا پریزیڈنٹ ہوں ۔ میں جانتا ہوں کہ ذمّہ داری کا یہ احساس بجنسہٖ ملک سر فیروز خاں صاحب نون کو بھی ہے ۔ کیونکہ وہ دونوں منیجنگ کمیٹیوں کے چیئرمین ہیں اور ان کمیٹیوں سے وابستہ محاکم کے وزیر ہیں اور وُہ اس اطمینان کے دلانے میں ذاتی طور پر شامل ہیں جو میں اب دلا رہا ہوں کہ روپیہ بحدِ امکان مفید کاموں پر صرف کیا جائیگا ۔ اور جونہی یہ معلوم ہو جائیگا کہ کتنا روپیہ ہاتھ میں ہے ایگزیکٹو کمیٹیاں نہایت معقول سکیمیں تیار کرینگی ، جو صوبہ کی نہایت عمدہ بہتری کے لئے ہونگی ۔ میں اس موقع پر ایک اور راز ظاہر کرونگا ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سکرٹری صاحب صوبجاتی فنڈ تمام اضلاع سے کئی بار دریافت کر چکے ہیں کہ آیا اس روپے کا کچھ حصّہ جو ان کے ہاں جمع ہو چکا ہے ۔ اِس ضلعے میں کام کرنے کے لئے مل سکیگا ؟ گو میں اس امر پر قبل از وقت کافی روشنی نہیں ڈال سکتا کہ اس روپیہ کی تقسیم کس طرح ہو سکیگی ، مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس روپیہ سے جو حصّہ پنجاب کو ملیگا ۔ وہ صوبجاتی مختلف انجمنوں کے ماتحت ہوگا اور ریڈ کراس سوسائٹی کی صوبجاتی برانچ مختار ہوگی کہ اس حاصل شدہ روپے کو کس طرح استعمال میں لائے ۔

مجھے یقین ہے کہ روپیہ کی تقسیم میں اس امر کو ملحوظ رکھا جائیگا کہ جس ضلع نے زیادہ روپیہ دیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ مستفید ہو۔ یعنی اُس ضلع کی بہتری پر زیادہ روپیہ صرف ہوگا۔ مختصراً مَیں بلا تامل پبلک کو اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ سینٹ جان ایمبولینس اور ریڈ کراس سوسائٹی کے کارکنان جو عمدہ کام اب تک ہو چکا ہے۔ اس کی ایزادی اور وسعت میں عملی تدابیر پر فوری کاربند ہونگے۔

اب مجھے سال گذشتہ میں جن اصحاب نے بہتر نتائج حاصل کرنے میں امداد دی ہے کا شکریہ ادا کرنا اور اُنہیں مبارکباد عرض کرنا ہے۔ تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے ہیڈکوارٹرز سوسائٹی نے ریڈ کراس ڈیپو بلڈنگ کے حصول میں جو سرگرمی دکھائی ہے۔ اس کا اظہار ضروری ہے۔ یہ ڈیپو آئندہ صوبہ میں انتظامی مرکز ہوگا۔

جن ممبروں کے کام پر فرداً فرداً چیئرمین صاحب نے اظہار پسندیدگی کیا ہے۔ میں اسے بنظر استحسان پسند کرتا ہوں۔

چودھری بشیر احمد خاں صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری اور ان کے عملہ نے جو بہترین نتائج حاصل کئے ہیں ان پر بھی صاد کرتا ہوں اور اس دلچسپی کے لئے جو **ملک سر فیروز خاں صاحب نون** نے دونوں انجمنوں کی بہتری میں ظاہر کی ہے اور اپنا قیمتی وقت دیا ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(مترجمہ سچدیوا)

ریڈ کراس نمبر

جنوری ۱۹۳۵ء میں چھپ کر مکمل ہو چکا تھا۔ مگر چونکہ جملہ خریدار اصحاب سے اس نمبر کا اضافہ چندہ رسالہ مارچ ۱۹۳۵ء کے صفحہ ۵ پر کے اعلان کے ذریعہ طلب کیا گیا تھا۔ اس لئے ڈاک کی روانگی میں تامل سے کام لیا گیا تھا۔

بعض حضرات نے مارچ کا پرچہ وصول کرنے کے بعد ہمیں لکھنا شروع کر دیا کہ یہ کیا بات ٹھہری کہ مارچ نمبر تو ہم کو آ ملا ہے۔ مگر جنوری فروری کے پرچے یا ریڈ کراس نمبر اب تک ہمیں وصول نہیں ہوا۔ حالانکہ مارچ نمبر کے صفحہ ۵ پر خاص بیلدار حاشیہ کے اندر اعلان درج ہے کہ ایک ایک روپیہ بھیج کر ریڈ کراس نمبر طلب کر لیا جائے۔ اب ان حالات میں آپ ہی انصاف سے کہیں کہ ہمارا کیا قصور ہے۔ جو ہمارے کرمفرماؤں کے پاس ریڈ کراس نمبر اب تک نہیں پہنچا جن اصحاب کے نام اپریل نمبر وی پی ہونا تھا۔ میں نے اُن کی خدمت میں بھی ریڈ کراس نمبر کو بذریعہ وی۔ پی بھیجکر سالانہ چندہ وصول کر لیا ہے۔ میں ان جملہ اصحاب کا دل سے ممنون ہوں جنہوں نے میعاد ختم ہونے سے قبل سالانہ چندے کے وی پی وصول کر لئے ہیں۔ خدا ان کا بھلا کرے چونکہ اُن کے دل میں میری خدمات کا احساس ہے۔ اس لئے میں اُن کی اس نوازش کا دل سے شکرگزار بھی ہوں۔ جن اصحاب نے ابھی تک ریڈ کراس نمبر کے وی پی وصول نہیں کئے۔ اُن کی خدمت میں دست بستہ عرض ہے کہ وہ ضرور وصول کر کے میری حوصلہ افزائی کریں۔ ورنہ بصورت دیگر وہ میری زیرباری کا موجب ہونگے۔ اور اس طرح میری ساکھ بھی جاتی رہیگی۔

اس امر سے آپ کو اطمینان ہو چکا ہوگا کہ میں آپ کا روپیہ اکارت نہیں جانے دیتا۔ بلکہ کچھ گرہ سے ڈال کر آپ کی خدمت میں وہ ٹھوس چیز بہم پہنچاتا ہوں کہ جسے دیکھ دیکھ کر ایک دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔ جوبلی نمبر کے بعد فسانہ نمبر اور اب کے سال ریڈ کراس نمبر ہر سہ کو ذرا سامنے رکھئے اور ملاحظہ کیجئے کہ میں نے ان ٹھوس کتابوں کے مرتب کرنے میں کس قدر دماغی کاوش اور مالی زیرباری سے کام لیا ہے اور آپ کی ضیافت طبع کے لئے کس قدر عمدہ دلچسپ اور کارآمد تحفے پیش کئے ہیں۔

اب جن اصحاب کے چندے اپریل تک ختم ہیں یا مئی جون تک ختم ہونگے۔ وہ مہربانی کر کے اضافہ کا روپیہ فوراً بھیجدیں تاکہ اُن کا ریڈ کراس نمبر اُن کی خدمت میں بھیجا جا سکے۔

خادم احباب جگت سنگھ

"رہنمائے تعلیم" کا "سپیشل ریڈکراس نمبر"

(جنوری و فروری ۱۹۳۵ء)

عالیجناب

ہز ایکسلنسی نواب گورنر بہادر پنجاب پریزیڈنٹ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن
و انڈین ریڈکراس سوسائٹی پنجاب پراونشل برانچ

اور

عالی حضور آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون نائٹ ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء
وزیر تعلیم پنجاب وائس پریزیڈنٹ و چیرمین انتظامیہ کمیٹی انجمن ہائے بالا

کے حضور میں

ناظرین کرام یہ سن کر بے حد خوش ہونگے کہ ان کے اپنے رہنمائے تعلیم کے خاص "ریڈکراس نمبر" کو ملاحظہ فرما کر عالیجناب آنریبل وزیر تعلیم صاحب بہادر پنجاب چیرمین انتظامیہ کمیٹی انڈین ریڈکراس سوسائٹی پنجاب پراونشل برانچ نے مفصلہ ذیل گرامی نامہ ترسیل فرما کر اس کی ناچیز خدمات کو دلی مسرت سے پسند فرمایا ہے۔

۱- چیرنگ کراس لاہور نمبر ۲۲۳

مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء بخدمت پروپرائیٹر صاحب رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جناب من! آپ کے تیار کردہ "سپیشل ریڈ کراس نمبر" کا ملاحظہ کیا - آپ کی تکلیف فرمائی کا شکریہ اور اس نمبر کی تیاری پر اخراجات کثیر کے صرف کا مزید شکریہ - یہ نمبر نہایت مفید اور کام کی شے ہے اور ریڈکراس تحریک کے متعلق ہمیشہ کارآمد اطلاعات کا مخزن ہے - آپ کی اس شعبہ میں محنت و تکلیف کو میں بنظر استحسان پسند کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ آئندہ بھی آپ خدمت خلق کی بجا آوری میں بدستور سابق اسی سرگرمی اور انہماک کو کام فرماتے رہیں گے جیساکہ آپ نے اس موقع پر ظاہر فرمایا ہے۔

آپ کا وفادار
Firoz Khan Noon (دستخط)
چیئرمین

۲۔ چیئرنگ کراس لاہور　　نمبر ۳۱۷

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء

منجانب آرگنائزنگ سکرٹری صاحب انڈین ریڈکراس سوسایٹی

جنابِ من ہزایکسلنسی پریزیڈنٹ صاحب بطیب خاطران قیمتی خدمات کی بجا آوری کے صلے میں جو آپ سے ریڈکراس سوسایٹی پنجاب پراونشل برانچ کے کاز کی تحریک میں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ خوشنودئ مزاج کے اظہار میں آپ کو دوم درجہ کی سند کا عطا فرمانا منظور فرماتے ہیں۔ نواب ممدوح یہ سند آپ کو سوسایٹی کے سالانہ جنرل اجلاس منعقدہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء شام کے چھ بجے دستِ خاص سے مرحمت فرمائیں گے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ آپ وقت مقررہ سے آدھ گھنٹہ پہلے گورنمنٹ ہاؤس میں پہنچ جائیں۔ تاکہ نشست کا باقاعدہ انتظام کیا جا سکے۔ ایک دعوتی کارڈ بھی آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔

براہِ مہربانی جواب سے مطلع فرمائیں۔　　آپ کا مخلص

(دستخط) چودھری بشیر احمد خاں (صاحب)

بخدمت ماسٹر جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور　　آرگنائزنگ سکرٹری

۳۔

دعوتی کارڈ

ہزایکسلنسی نواب پریزیڈنٹ صاحب سینٹ جان ایمبولینس (پنجاب پراونشل سنٹر) و پنجاب ریڈکراس سوسایٹی

معروض ہیں کہ سردار جگت سنگھ صاحب سالانہ جنرل اجلاس میں جو ۷ فروری ۱۹۳۵ء بوقت چھ بجے شام گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں منعقد ہوگا شمولیت فرمائیں۔

براہِ نوازش اس کارڈ کو ہمراہ لائیں۔　　(دستخط) Bashirahmad Khan

آرگنائزنگ سکرٹری انڈین ریڈکراس سوسایٹی پنجاب برانچ لاہور

۵　امروز روز شادی و امسال سالِ گل

۷ فروری ۱۹۳۵ء　　نیکوست حالِ ما کہ نکو باد حالِ گل

سند درجہ دوم

پریزیڈنٹ:۔ ہزایکسلنسی سر ہربرٹ ولیم ایمرسن کے سی ایس آئی۔ سی آئی ای۔ آئی سی ایس گورنر پنجاب

چیئرمین مینجنگ باڈی:۔ آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون نائٹ وزیر تعلیم پنجاب

آرگنائزنگ سیکرٹری:۔ چودھری بشیر احمد خاں صاحب

دی ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب



سند درجہ دوم

جو ماسٹر جگت سنگھ صاحب کو صوبہ پنجاب میں ریڈ کراس سوسائٹی کے خصوصی ورک کے صلہ میں عطا ہوئی۔

(دستخط) ایچ ڈبلیو ایمرسن
پریزیڈنٹ انڈین ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب　لاہور مورخہ یکم فروری ۱۹۳۵ء

رہنمائے تعلیم کا ریڈ کراس نمبر اور پنجاب ریڈ کراس سوسائٹی

امسال رہنمائے تعلیم لاہور نے ریڈ کراس نمبر شائع کیا ہے۔ یہ عدیم النظیر پرچہ ۵۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ سرورق دلفریب اور دیدہ زیب ہے۔ تمام مضامین جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ریڈ کراس کے متعلق ہیں اور ملک کے مشہور ادبا سے لکھائے گئے ہیں۔ ریڈ کراس سوسائٹی کی تاریخ، کام و مقاصد، فوائد و اغراض وغیرہ سبھی باتوں پر بخوبی روشنی ڈالی گئی ہے۔ متعدد دلچسپ فسانے اور ڈرامے ریڈ کراس کے متعلق درج ہیں۔ مضامین کیا ہیں، معلومات کا گنجینہ ہیں۔ کوزے میں دریا بند کر رکھا ہے۔ نظمیں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہیں اور نامی گرامی شعرا کے شاہکار ہیں۔ جا بجا تصاویر بھی دی گئی ہیں جو مضامین کی توضیح کے علاوہ رسالہ کی ظاہری خوبیوں میں بھی چار چاند لگا رہی ہیں۔ لکھائی، چھپائی، ترتیب غرضیکہ کس کس کی داد دی جائے یہ سب ماسٹر جگت سنگھ صاحب کی سر توڑ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ درحقیقت ماسٹر صاحب کو سپیشل نمبر نکالنے کا ایک ملکہ ہو گیا ہے۔ جب وہ سپیشل نمبر نکالتے ہیں تو روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ مضامین حاصل کرنے میں جتنی محنت اور کاوش انھیں کرنی پڑتی ہے۔ اُسے دوسرا کوئی کیا جان سکتا ہے۔ وُہ اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین فراہم کیا کرتے ہیں، خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ اُن کو چھپواتے ہیں۔ جوبلی نمبر، فسانہ نمبر اور ریڈ کراس نمبر دیکھنے سے یہ باتیں پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتی ہیں۔ اتنے مفید اور ضخیم پرچے آج تک کوئی شائع نہیں کر سکا۔ ان کی اور کارکنان کی کوششیں ہر حیثیت سے قابلِ تحسین ہیں۔ جس طرح ہندوستان کے اخبارات و رسائل میں "رہنمائے تعلیم" کے خاص نمبر نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح پنجاب ریڈ کراس سوسائٹی بھی ہندوستان بھر کی ریڈ کراس سوسائٹیوں میں ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ جس کی ترقی خاص طور پر جناب آنریبل **ملک سر فیروز خاں صاحب نون ایم اے** وزیر تعلیم و حفظانِ صحت پنجاب و چیرمین پنجاب ریڈ کراس سوسائٹی و سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن پنجاب کی مرہونِ منت ہے۔ جناب آنریبل ملک صاحب کی ذات پر پنجاب کیا بلکہ

ہندوستان جتنا فخر کرے بجا ہے۔ آپ کی ہمدردی، آپ کا ایثار، آپ کی رحم دلی، آپ کی غربا پروری، آپ کی دریادلی، آپ کی قابلیت، آپ کا حُسنِ انتظام کس کس کی تحسین کی جائے اور کس کس کو سراہا جائے۔ بس یہی کہنا پڑتا ہے ؎

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

آپ کے بعد دوسرا نمبر چودھری بشیر احمد خاں صاحب سکرٹری ریڈ کراس سوسائٹی کا ہے۔ اگر سوسائٹی کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں نہ ہوتی، تو شاید اسے اتنی وقعت اور اقتدار حاصل نہ ہوتا۔ آپ کی کوششوں سے آج پنجاب کے ہر ضلع اور اُس کے ہر دیہات میں ریڈ کراس سوسائٹی اور جونیر ریڈ کراس سوسائٹی بڑے شوق اور انہماک سے اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ ایشور ایسی ہستیوں کو عمرِ خضر عطا کرے۔ میری رائے میں [illegible]ب ریڈ کراس سوسائٹی "رہنمائے تعلیم" کے "ریڈ کراس نمبر" کی کاپیاں خرید کر دیہات میں تقسیم کرادے، تو اس سوسائٹی کی اشاعت کو بڑی تقویت پہنچے گی۔ پنجاب ہر مفید کام کے لیئے آج نمونہ بن رہا ہے۔ کاش ہمارے دیگر صوبے بھی اس سے سبق لیں اور کچھ حاصل کریں۔

اندرجیت شرما

افکارِ پریشاں

اب اس شکوے سے کیا حاصل کہ رہبر خود غرض نکلا پرائی آس جو تکتے ہیں اکثر خوار ہوتے ہیں
اسی رحمت کے دریا میں الٰہی غرق کر ہم کو کہ جس رحمت سے ملّاحوں کے بیڑے پار ہوتے ہیں

اُٹھائیں سست بنیادوں نے عالی شان تعمیریں قضا رہنے بھی دیگی ان مکینوں کو مکانوں میں
خدا جانے صبا ہر روز کیا پیغام لاتی ہے کہ پہروں کانپتے رہتے ہیں تنکے آشیانوں میں

گھر کے لعل کے یاقوت کے مالک ہزاروں ہیں وطن کی آبرو کا کوئی وارث ہے نہ والی ہے
ابھی رسوائیاں رخصت نہ مانگیں مٹنے والوں سے ابھی کچھ اور بھی سر میں جنونِ پائمالی ہے

جوشؔ ملسیانی

اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کا سلور جوبلی فنڈ

ہندوستان میں مریضوں اور مصیبت زدوں کی امداد

کاونٹس آف ڈفرن فنڈ یا اگر اس کے پورے نام سے موسوم کیا جائے تو "ہندوستان کی عورتوں کی طرف سے طبی امداد مہیا کرنے کی نیشنل ایسوسی ایشن" ان چار اداروں میں سے ایک ہے۔ جن کے لئے اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کا سلور جوبلی فنڈ وقف ہوگا۔ ادارہ مذکور کو ۱۸۸۵ء میں کاونٹس آف ڈفرن نے جو اس وقت ہندوستان کے وائسرائے بہادر کی اہلیہ محترمہ تھیں قائم کیا تھا۔ لہٰذا حسن اتفاق سے اس مفید خلائق ادارہ کی پچاسویں سال گرہ اور اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی تخت نشینی کی پچیسویں سال گرہ ایک ہی سال میں واقع ہو رہی ہیں۔ اُمید ہے کہ سلور جوبلی کے متعلق جو اپیلیں شائع کی گئی ہیں ان سے فنڈ مذکور کی بنیادیں اور بھی مستحکم ہو جائینگی اور عورتوں کے لئے طب کی تعلیم کے متعلق سہولتیں مہیا کرنے اور اُن کو کامل طبی امداد بہم پہنچانے کا موثر انتظام ہو جائیگا۔ فنڈ مذکور کی تاریخ اور ابتدا نہایت وقیع واقع ہوئی ہے۔ یہ حقیقت میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کی اس تجویز کا براہ راست نتیجہ ہے۔ جو حضور ممدوحہ نے لیڈی ڈفرن کے ہندوستان کو روانہ ہونے سے پیشتر ایک ملاقات کے دوران میں ظاہر فرمائی تھی۔ ہندوستان میں پانسالہ قیام کے دوران میں لیڈی ڈفرن نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مساعی جمیلہ سے کام لیا اور ان کے بعد ہر وائسرائے صاحب نے اس کام کی توسیع و ترقی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔

فنڈ کے اغراض

فنڈ مذکور کے مقاصد دوگونہ ہیں یعنی طبی تعلیم اور طبی امداد۔ اوّل الذکر مقصد میں ہندوستان میں عورتوں کے لئے زنانہ ڈاکٹروں ہاسپٹل اسسٹنٹوں۔ نرسوں اور دائیوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق انتظامات شامل ہیں اور آخر الذکر مقصد کے ماتحت زنانہ ڈاکٹروں کی زیر نگرانی زنانہ ہسپتالوں کا قیام۔ موجودہ زنانہ ہسپتالوں میں زنانہ وارڈ اور لیڈی ڈاکٹروں کا انتظام اور زنانہ ہسپتالوں اور پرائیویٹ مکانوں میں تعلیم یافتہ زنانہ نرسوں اور دائیوں کی بہم رسانی شامل ہے۔ اس وقت فنڈ مذکور کی ایک شاخ انگلستان میں اور ۱۳ شاخیں ہندوستان میں قائم ہیں۔ یہ تمام ادارے خواتین ہند کی طبی امداد کی توسیع و ترقی کے لئے حتی الامکان کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک ان کی مساعی سے اصل غرض محض جزوی طور پر پوری ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اُن کو حقیقت میں ایک زبردست مہم درپیش ہے اور

سرمایہ کی قلت اُن کی سرگرمیوں کو ایک بڑی حد تک محدود کئے ہُوئے ہے۔

پنجاب برانچ

فنڈ مذکور کی پنجاب برانچ کا قیام تقریباً مرکزی ادارہ کے قیام کے ساتھ ہی ساتھ ۱۸۸۵ء میں عمل میں آیا تھا اس قابل یادگار عہد میں فنڈ مذکور نے پنجاب کی عورتوں کی زنانہ ڈاکٹروں کی بہم رسانی کے ذریعہ بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ محدود ذرائع کے باوجود فنڈ مذکور ہمیشہ زنانہ ڈاکٹروں اور نرس دائیوں کی دوران تعلیم میں مالی امداد کرتا رہا ہے۔ اس کی بدولت بہت سے زنانہ ہسپتالوں کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں۔ جو اس بروقت امداد کے بغیر بہت مدت پہلے بند ہو گئے ہوتے۔ لیڈی ایچیسن ہاسپٹل لاہور کے قیام کے لئے اس فنڈ سے باقاعدہ طور پر مالی امداد دی جاتی ہے۔ ہسپتال مذکور صوبہ کے نسوانی طبقہ بالخصوص پردہ نشین خواتین میں بدستور مقبول ہے۔ کیونکہ وُہ ہر حالت میں زنانہ ڈاکٹروں کے مشورہ سے مستفید ہونا پسند کرتی ہیں۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے، جو وسیع اور حقیقی طور پر اہل پنجاب کی ہمدردی اور امداد کا مستحق ہے۔ یہ جانتے ہُوئے کہ اس کا ایک معقول حصّہ انہی کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی امداد کے لئے وقف کیا جائیگا پنجابیوں کو نہایت دریا دلی سے سلور جوبلی فنڈ میں چندہ دینا چاہئیے۔

ع کہتی ہے ہم کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

معزز ہمعصر "ایسٹرن ٹائمز" ہمارے ریڈ کراس نمبر سے محظوظ ہو کر لکھتا ہے:۔

"رسالہ رہنمائے تعلیم نے جو متواتر کئی سالوں سے صوبہ کی تعلیمی خدمات کا بیڑا اُٹھائے ہُوئے ہے۔ حال ہی میں سپیشل "ریڈ کراس نمبر" ۵۰۰ صفحات کی ضخامت کا شائع کیا ہے۔ جس میں ریڈ کراس تحریک کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رسالہ کو مزید دلچسپ بنانے کے لئے نہایت عمدہ اور چیدہ نظمیں مختصر اور موزوں کہانیاں اور مناسب موقع ڈرامے دیئے گئے ہیں۔ اس سپیشل نمبر کی نمایاں کامیابی پر رسالہ کے محترم پروپرائٹر ماسٹر جگت سنگھ صاحب حقیقی طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہم ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب کو بزور مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس سپیشل نمبر کو عوام میں تقسیم کرنے کے لئے معقول تعداد میں اس کی کاپیاں خریدے۔ کیونکہ سوسائٹی آئے دن عوام میں اپنی دلچسپیوں کی اشاعت کے لئے اپنا لٹریچر شائع کرتی رہتی ہے اور اس بارے میں رہنمائے تعلیم کا "ریڈ کراس نمبر" بہت زیادہ دلچسپ ثابت ہوگا۔

خاص امداد نمبر جملہ خریدار اصحاب کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ جو احباب نے چندہ سالانہ اور اضافہ کی رقم نہ بھیجی

پنجاب کی انڈین ریڈکراس سوسائٹی کا سالانہ اجلاس

مختصر روئداد جلسہ

انڈین ریڈکراس سوسائٹی پنجاب برانچ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت عالیجناب معلی القاب حضور گورنر بہادر پنجاب ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو ۶ بجے شام کے گورنمنٹ ہاؤس میں منعقد ہوا۔ جلسہ نہایت شاندار اور کامیاب تھا۔ مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

سب سے پہلے آنریبل ملک سر فیروز خاں نون چیرمین مجلس انتظامیہ نے سوسائٹی کی رپورٹ بابت سال مختتمہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد آنریری خزانچی نے پچھلے سال کا پڑتال شدہ حساب اور سال حال کا بجٹ پیش کیا۔ اس کے بعد سردار نثار علی خاں قزلباش کی تحریک اور رائے بہادر باوا اُڈنگا سنگھ صاحب کی تائید سے بجٹ منظور کیا گیا۔ اس کے بعد جناب چوہدری بشیر احمد خاں صاحب آنریری سیکرٹری نے میسرز بی۔ ایم۔ چترتھ اینڈ کو کے تقرر کا اعلان بطور آنریری آڈیٹران برائے سال حال کیا۔ اس کارروائی کے بعد ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر نے آنریبل ملک سر فیروز خاں نون ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء وزیر تعلیم پنجاب گورنمنٹ کے بدستور مجلس انتظامیہ کے چیرمین ہونے کا اعلان فرمایا۔ ازاں بعد ڈاکٹر نند لعل صاحب بی اے۔ ایل ایل۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لاء نے مندرجہ ذیل اصحاب کے نام ۱۹۳۵ء کی مجلس انتظامیہ کی ممبری کے لئے پیش کئے۔

(۱) آنریبل ڈاکٹر سر گوکل چند نارنگ
(۲) ڈائرکٹر صاحب محکمہ حفظان صحت پنجاب
(۳) مسز پکل
(۴) نواب شاہ نواز خاں صاحب آف ممدوٹ
(۵) خانصاحب ملک محمد امین الدین صاحب ایم۔ ایل۔ سی
(۶) رائے بہادر باوا اُڈنگا سنگھ صاحب
(۷) خانصاحب میاں امیر الدین صاحب
(۸) رائے صاحب لالہ سوہن لال صاحب

ایم۔ غلام محی الدین صاحب ایڈوکیٹ نے اس تحریک کی تائید کی اور مندرجہ بالا اصحاب انڈین ریڈکراس سوسائٹی پنجاب برانچ کی مجلس منتظمہ کے ممبر مقرر ہو گئے۔ بعد ازاں ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر نے بہت سے اصحاب کو لائف ممبری کے سارٹیفکیٹ اور اعزازی سندات تقسیم فرمائیں۔ نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ رہنمائے تعلیم کے سارے ناظرین یہ خبر سنیں گے کہ اس موقع پر **جناب سردار جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ رہنمائے تعلیم** کو بھی انکی ریڈکراس خدمات کے صلہ میں حضور گورنر نے اپنے ہاتھ سے ایک سیکنڈ کلاس سند مرحمت فرمائی۔ ہم تمام ناظرین رسالہ کی طرف سے سردار صاحب کو اس اعزاز پر مبارکباد دیتے ہیں۔ سندات تقسیم کرنے کے بعد ہز ایکسیلنسی کے شکریہ پر جلسہ نہایت خیر و خوبی اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ (ایڈیٹر)

سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن پنجاب پراونشل برانچ لاہور

سالانہ جنرل اجلاس ۷ فروری ۱۹۳۵ء

ایجنڈا و کارروائی

(۱) آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون نائٹ چیئرمین ایگزیکٹو کمیٹی نے سال مختتمہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کی رپورٹ پیش کی۔

(۲) آنریری خزانچی صاحب نے آڈٹ شدہ اکونٹس سال گذشتہ اور سال رواں کے مجوزہ بجٹ کو پیش کیا۔

رائے بہادر لالہ گردھاری لعل صاحب کی تحریک اور

خانصاحب میاں امیر الدین صاحب کی تائید سے بجٹ سال ۱۹۳۵ء منظور کیا گیا۔

(۳) پراونشل سیکرٹری صاحب نے میسرز بی ایم چترتھا اینڈ کمپنی ان کارپوریٹڈ اکاؤنٹس کے تقرر کا اعلان بطور آنریری آڈیٹران برائے سال رواں کیا۔

(۴) ہز ایکسیلنسی پریزیڈنٹ صاحب بہادر نے آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون نائٹ ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء وزیر تعلیم پنجاب کے بدستور مجلس انتظامیہ کے چیئرمین ہونے کا اعلان فرمایا۔

(۵) ڈاکٹر نند لعل صاحب بی اے ایل ایل ڈی بیرسٹر ایٹ لاء نے مندرجہ ذیل اصحاب کے نام سال ۱۹۳۵ء کی ایگزیکٹو کیٹی کی ممبری کے لئے پیش کئے۔

ممبرز

(۱) دی آنریبل ایجنٹ صاحب ٹو دی گورنر جنرل ریاستہائے پنجاب (۲) انسپکٹر جنرل صاحب سول ہسپتال پنجاب لاہور

(۳) انسپکٹر جنرل صاحب جیلخانجات پنجاب لاہور (۴) دی او فیسر کمانڈنگ صاحب لاہور ایریا

(۵) دی چیف میڈیکل او فیسر صاحب نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور (۶) صاحب ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ پنجاب لاہور (۷) صاحب کمشنر بہاولپور ڈویژن

(۸) مسنر پارکر صاحبہ (۹) مسٹر بنگل صاحبہ (۱۰) مسنر ایورٹ صاحبہ (۱۱) مسنر ڈابسن صاحبہ (۱۲) مسنر ابن اللہ صاحبہ (۱۳) صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور

(۱۴) صاحب ڈپٹی کمشنر جرائم پیشہ اقوام پنجاب لاہور (۱۵) سردار نثار علی خاں صاحب قزلباش (۱۶) خان بہادر مشتاق احمد صاحب گورمانی ایم ایل اے

(۱۷) سردار بہادر سردار بوٹا سنگھ صاحب ایم ایل سی (۱۸) خانصاحب میاں امیر الدین صاحب (۱۹) ایچ ڈبلیو ہاگ صاحب او بی ای

(۲۰) رائے صاحب رام جوایا صاحب کپور۔ خانصاحب قلندر علی خاں صاحب ایم اے ایل ایل ایم نے اس تحریک کی تائید کی۔ جو طے کر منظور کیا گیا۔

(۶) ہز ایکسیلنسی نے بذریعہ عنایت اسناد اور دیگر انعامات عطا فرمائے (۷) ہز ایکسیلنسی پریزیڈنٹ صاحب نے حاضرین سے خطاب کیا۔

(۸) آنریبل سردار سر جوگندر سنگھ صاحب نائٹ نے حضور پریزیڈنٹ صاحب کے شکریہ کا ووٹ تجویز کیا۔

انڈین ریڈکراس سوسائٹی پراونشل برانچ پنجاب کے بجٹ کی تفصیل بابت سال ۱۹۳۵ء

آمدنی مختلف مدات ۴۳۲۰۴-۸-۱۱ اخراجات مختلف اقسام ۳۱۳۳۰-۰-۰ متوقعہ بچت ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء ۱۱۸۷۴-۸-۱۱

(دستخط) بشیر احمد خاں آرگنائزنگ سیکرٹری انڈین ریڈکراس سوسائٹی پنجاب پراونشل برانچ - لاہور

تفصیل ان خوش قسمت اصحاب کی جنہیں ۷ فروری ۱۹۳۵ء کے اجلاس میں سندات اور سرٹیفکیٹ عطا ہوئیں

سندات درجہ اوّل

(۱) ریورنڈ جے سی ہنیبرک مارٹن پور ضلع شیخوپورہ
(۲) سردار اقبال سنگھ صاحب تحصیلدار پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور
(۳) لالہ پرتھی چند صاحب پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی راولپنڈی
(۴) سردار بکرم سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہوشیارپور
(۵) رائے صاحب چوہدری دسوندھی رام صاحب ماڈی ضلع جالندھر

سندات درجہ دوم

(۱) سردار بلونت سنگھ صاحب پریزیڈنٹ ٹاؤن کمیٹی چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ
(۲) میاں محمد عبدالرشید صاحب بی اے ایڈیٹر دیہاتی زندگی ۔
(۳) ڈاکٹر جے ایل کپور صاحب میونسپل میڈیکل افسر آف ہیلتھ فیروزپور
(۴) ڈاکٹر جیون سنگھ صاحب ڈی پی ایچ ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ گجرات
(۵) ملک عطا محمد صاحب تحصیلدار گجرات
(۶) خان محمد اشرف خاں صاحب سب رجسٹرار پھالیہ ضلع گجرات
(۷) سید مبربسمل ہاشمی صاحب ایڈیٹر شانِ گجرات
(۸) چوہدری فضل احمد صاحب تحصیلدار فتح جنگ ضلع اٹک
(۹) ڈاکٹر (مسز) سکنتلا پرائیویٹ میڈیکل پریکٹیشنر راولپنڈی
(۱۰) سردار صاحب سردار رتن سنگھ صاحب اے ڈی ایم راولپنڈی
(۱۱) سردار گوردت سنگھ صاحب راولپنڈی
(۱۲) منشی علی محمد صاحب راولپنڈی
(۱۳) ایم عصمت اللہ صاحب تحصیلدار مری ضلع راولپنڈی
(۱۴) بابو پریم داس صاحب راولپنڈی
(۱۵) ایم ولی محمد صاحب نمبردار و سفید پوش چک ۲۴۶ ضلع جھنگ
(۱۶) شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی ایڈیٹر عروج جھنگ
(۱۷) ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب آنریری ہیلتھ لیکچرر ضبوٹ جھنگ
(۱۸) سردار رام سنگھ صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور
(۱۹) پنڈت شنکر چند صاحب آنریری سیکرٹری ڈسٹرکٹ ریڈکراس برانچ کرنال
(۲۰) سید محمد حسین شاہ صاحب نائب تحصیلدار ارینارا خورد ضلع منٹگمری
(۲۱) لالہ موہراج صاحب چوبرجی رئیس ست گھرا منٹگمری
(۲۲) خان صاحب چودھری نذیر احمد خان صاحب ایڈیٹر اصلاح منٹگمری
(۲۳) ڈاکٹر محمد خان صاحب آنریری ہیلتھ لیکچرر منٹگمری
(۲۴) شیخ امام الدین صاحب تحصیلدار سرگودھا ۔
(۲۵) میر محمد محسن صاحب بی اے ایس سی - بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول شملہ
(۲۶) رائے صاحب لالہ ایشر داس صاحب کپور آنریری مجسٹریٹ پنڈ دادنخاں ضلع جہلم
(۲۷) ماسٹر جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور

(۲۸) مسٹر خورشید اے انور ایڈیٹر ینگ پیپل لاہور
(۲۹) حکیم محبوب الٰہی صاحب صدیقی ایڈیٹر دلنواز گوجرانوالہ
(۳۰) ایم ایس شاہ ولی بیٹی بی اے (آنرز) ایڈیٹر نور التعلیم گکھڑ گوجرانوالہ
(۳۱) ڈاکٹر محمد اقبال صاحب آنریری ہیلتھ لیکچرر گوجرانوالہ
(۳۲) مسٹر غلام محمد ایڈووکیٹ ایڈیٹر پیغام ترقی مظفر گڑھ
(۳۳) ماسٹر سنت سنگھ صاحب آنریری ہیلتھ لیکچرر آنریری سیکرٹری پنجاب ٹمپرینس فیڈریشن امرتسر

خوشنودی مزاج کے سرٹیفکیٹس

(۱) لالہ سجان چند صاحب راولپنڈی
(۲) چودھری گوردास سنگھ صاحب اے ڈی آئی سکولز ہوشیارپور
(۳) چودھری محمد علی صاحب " " " "
(۴) سردار اندر سنگھ صاحب اے ڈی آئی سکولز ہوشیارپور
(۵) سائیں فیروز الدین صاحب نگین گجرات

نوٹ۔ سالانہ رپورٹ انڈین ریڈ کراس سوسائٹی سال ۱۹۳۴ء کے ضروری اقتباسات اگلے نمبر میں شائع ہوں گے۔ (سید یوا)

ضمیمہ نمبر ا سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کے سند یافتگان کی فہرست مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء

(۱) سند درجہ اول

کپتان تارا سنگھ صاحب ایم بی بی ایس ٹمپل روڈ لاہور

(۲) درجہ دوم

(۱) مسٹر ایم آر کھنہ بی ایس سی آنریری سیکرٹری سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن لاہور
(۲) ڈاکٹر مسز آر ڈی سوندھی ایل بی ایس ایف ایم منٹگمری
(۳) لالہ بالک رام صاحب آنریری جائنٹ سیکرٹری سینٹ جان ایمبولینس امرتسر
(۴) مس گیان وتی صاحبہ میرہ لیڈی ہیلتھ وزیٹر امرتسر
(۵) لالہ نانک چند صاحب پروپرائٹر رائل ٹاکیز امرتسر
(۶) لالہ ایشر داس صاحب پلیڈر پٹھان کوٹ
(۷) پنڈت تلسی رام صاحب ضلع گورداسپور
(۸) ڈاکٹر اے پی جگوترہ صاحب ایل ایس ایم ایف انسپکٹر جرائم پیشہ لاہور

سند ات خوشنودئی مزاج

(۱) شریمتی پوران دیوی جی صاحبہ استانی سرسوتی گرلز سکول امرتسر
(۲) " گیان وتی صاحبہ استانی " " "
(۳) شیخ احمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول خانقاہ ڈوگراں
(۴) لالہ موہن لعل صاحب ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول تلگاہ دھری

رہنمائے تعلیم تمام متذکرہ صدر خوش نصیب بزرگواروں کی خدمت میں اس اعزاز کے حصول پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے (سید یوا)

ریڈکراس انسائیکلوپیڈیا

اگرچہ تحریک صلیب احمر کی توسیع و اشاعت کے لئے بہت سے اصلاحی رسائل نے اپنے خاص نمبر شائع کئے اور خدمت نوع انسان کے جذبہ کو برانگیختہ کرنے میں کافی حصہ لیتے رہے ہیں مگر رسالہ رہنمائے تعلیم ریڈکراس نمبر شائع کر کے اپنے جملہ معاصرین سے بہت ہی سبقت لے گیا ہے تحریک ریڈکراس کے متعلق پانسو صفحات کی تالیف کی اشاعت جس میں ہر شعبہ کے متعلق جامع مضامین شستہ تبصرے **مؤثر نظمیں۔ دلچسپ ڈرامے۔ عمدہ افسانے۔ عبرت انگیز مکالمے۔ پاکیزہ خیالات اور رنگین و جاذب نظر تصاویر** ہوں۔ کسی مغربی متمول ملک میں ممکن ہو تو ہو ہندوستان میں اور پھر اُردو زبان میں اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ سردار جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر رہنمائے تعلیم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ؎

الوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

ریڈکراس نمبر کیا ہے۔ اس تحریک کی مکمل تاریخ۔ اس کی کارگذاری کی مستند رپورٹ اور ریڈکراس کی نادر تصنیف ہے۔ اسے ہم بجا طور پر **ریڈکراس انسائیکلوپیڈیا** کہہ سکتے ہیں۔ اس پر تبصرہ سعی لاحاصل ہے کیونکہ ع داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار۔ صلیب احمر تحریک کی ہمہ گیری تسلیم کی جا چکی ہے ضرورت ہے کہ اب اسکی تشہیر اور تبلیغ میں بیش از بیش حصہ لیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ سردار صاحب ممدوح نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے "زر" کو عزیز نہ سمجھا۔ چنانچہ وہ اس مستحسن اقدام کے لئے ہزار تبریک و تحسین کے لائق ہیں۔ اس کے علاوہ ماسٹر صاحب جو جامع اور مفید مضامین حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ لائق صد ہزار ستائش ہیں۔ میرا الیقین واثق ہے کہ جوبلی نمبر اور افسانہ نمبر کی طرح ریڈکراس نمبر بھی مدارس کی لائبریریوں میں بہترین اضافہ کا باعث ہوگا۔

قاضی اکرام حسین بی اے۔ ایم آر اے ایس۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل

محترمی حاجی مولوی شاہ ولی یمینی صاحب بی اے (آنرز) تحریر فرماتے ہیں کہ

میرے مکرم جناب سردار صاحب!

آداب عرض۔ آپکو خاص نمبر نکالنے کا جو مرض لاحق ہو گیا ہے وہ اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ ماہر ترین ڈاکٹر اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں۔ بلکہ خود بھی اس وبا کا اثر محسوس کرنے لگے ہیں۔ حتےٰ کہ ریڈکراس بھی آپ کی زد سے نہ بچ سکا۔ ع ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

نمبر کے مضامین۔ انکی ترتیب اور رسالے کی طباعت کے متعلق اظہار رائے کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ سورج کو دیکھ کر ایک بچے کا یہ کہہ دینا کہ کیسا چمک رہا ہے بے معنی ہوگا سمجھے آپ۔

یمینی

اقتباسات

(از لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی)

کوہِ نور کی سرگزشت

اس قیمتی پتھر کی قدیم ترین تواریخ کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اُس زمانہ کی بہت کہانیاں اور افسانے مشہور رہیں۔ یہ مشہور ہیرا چودھویں صدی کے شروع میں طاق تاریخ پر رُونما ہوتا ہے۔ ۱۳۰۰ء میں یہ ہیرا مالوہ دیش کے راجاؤں کے قبضہ میں تھا۔ اس دیش کے یہ راجا ایک وقت تمام شمالی ہندوستان پر راج کر چکے تھے۔ اور شمال کے مسلمان حملہ آوروں کے سامنے کبھی بھی سرنگوں نہ ہوئے تھے۔ لیکن وقت آیا کہ شہنشاہ دہلی کے جرنیل علاؤالدین محمد شاہ نے اس مُلک پر حملہ کر کے اسے تاخت و تاراج کر ڈالا اور سینکڑوں سالوں کا جمع شدہ خزانہ لوٹ کر چودھویں صدی کے پہلے دس سالوں میں ہی دہلی لے گیا۔ مشہور مورخ فرشتہ کی تحریر کے مطابق یہ قیمتی ہیرا ۱۳۰۴ء میں دہلی پہنچا۔

اِس کے بعد اِس ہیرے کا ذکر ہم اکبرنامہ اور دیگر تاریخی کتب میں بھی پاتے ہیں۔ جب ہمایوں سخت بیمار ہُوا اور اُس کے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو دربار حکماء و اطبّاء میں سے میرا بوالقاسم نے شہنشاہ بابر سے عرض کی کہ اِس موقعہ پر دوا کرنے کی بجائے ممکن ہے کہ خُدا کے حضُور میں دعا کارآمد ہو۔ اور اس دعا کے ساتھ بادشاہ اپنے خزانہ کی سب سے قیمتی شے اپنے لختِ جگر پر سے صدقہ کر ڈالے اُن کا اشارہ کوہ نور کی جانب تھا۔ یہ سخن سُن کر بابر نے کوہ نور کی بجائے اپنے لختِ جگر پر اپنی جان نچھاور کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کیونکہ اُس کے نزدیک اپنی جان عزیز سے بڑھ کر کوئی بھی عزیز ترین چیز نہ تھی۔

اِس مصمّم ارادہ کو دیکھ کر دربار اطبّاء و حکماء حیران و ششدر رہ گئے۔ اُنہوں نے زوردار الفاظ میں کہا کہ اُن کا مطلب کسی دُنیا و عزیز ترین اشیاء سے ہے اور کہا کہ کوہ نور ہیرا جو صرف چند سال پیشتر ابراہیم لودھی کی شکست کے بعد شہنشاہ کے ہاتھ لگا اور جسے شہنشاہ نے ہمایوں کو دیدیا تھا۔ صدقہ کر دیا جائے۔ لیکن جانباز اور نیک دل بابر نے اِس بات کو منظور نہ کیا۔ . . . . باقی ماندہ کہانی کے ساتھ ہمارا تعلق نہیں صرف یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ۱۵۲۰ء میں یہ ہیرا دہلی کے شاہی خزانہ میں موجود تھا۔

اس کے بعد اِس ہیرے کی تاریخ کی زنجیر کی اگلی کڑی ایک واقعہ سے ملتی ہے۔ جس کا ذکر ابوالفضل نے کیا ہے۔ جب ہمایوں کو شیر شاہ سے شکست ہوئی اور یہ بدبخت تاجدار بادیہ پیمائی کرتا ہُوا مارواڑ کے جنگلوں میں ہراساں و ششدر پھر رہا تھا۔

اُن دنوں یہ علاقہ راجہ مالدیو کے زیر حکومت تھا۔ ایک شخص ناگور کا رہنے والا مسمی سانگا تھا۔ وہ راجہ مالدیو کا محرم و

ہمراز تھا۔ ایک دن ہمایوں کے کمپ میں داخل ہوا اور ایک سوداگر ہونے کا بہانہ تراشکر ہمایوں سے کوہ نور خریدنا چاہا۔ ہمایوں کو اُس کی گفتگو سے شبہ پیدا ہو گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اِس نام نہاد سوداگر کو اچھی طرح خاطر نشین کرا دیا جائے کہ اِس قسم کے بے بہا ہیرے خریدے نہیں جا سکتے۔ یہ یا تو تلوار کے زور سے حاصل ہوتے ہیں یا بڑے بڑے بادشاہ بطور انعام اپنے خادموں کو دیتے ہیں۔

بعد ازیں جب ہمایوں ایران پہنچا تو اُس نے اِس ہیرے کے علاوہ دیگر ۲۵۰ عدد بدخشانی گوہر شاہ طہماسپ والئے ایران کو اُس امداد کے عوض پیش کئے۔ کہ جو اُس نے ہمایوں کو اپنا کھویا ہوا تخت حاصل کرنے میں دی۔ ابوالفضل اِس بات کا یقین دلاتا ہے کہ اِن سب جواہرات کی قیمت شاہ طہماسپ کی کل امداد کی قیمت سے کم از کم چار گُنی تھی۔ یہ واقع ۱۵۴۴ء کے موسم گرما کا ہے۔

ایک انگریز مورخ مسٹر بیورج (BEVERIDGE) کے قول کے مطابق خورشاہ جو کہ ابراہیم قطب شاہ گولکنڈہ کا ایلچی شاہ ایران کے دربار میں تھا۔ لکھتا ہے کہ واقعی ہیرا کوہ نور بابر کو ابراہیم لودھی سے ملا تھا۔ اور ہمایوں نے اُسے شاہ طہماسپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور کہ اِس کا وزن ۶½ مثقال تھا۔ لیکن شاہ طہماسپ اِس ہیرے کو اتنا قیمتی نہ جانتا تھا۔ اور اس نے کچھ عرصہ بعد اِس ہیرے کو احمد نگر کے بادشاہ نظام شاہ کو بطور تحفہ بھیج دیا تھا۔ کوہ نور ہیرا کی واپس کی رپورٹ تاریخ فرشتہ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ جس میں بُرہان نظام شاہ والئے احمد نگر کے بیان میں تحریر ہے کہ شاہ طہماسپ نے ہمایوں کا پیش کردہ کوہ نور ہیرا آقا سلیمان کہ جو عام طور پر مہتر جمال کے نام سے مشہور ہے۔ کے ہاتھوں نظام شاہ کو بھیج دیا۔ اس تحریر کے مطابق کوہ نور پھر ہندوستان ۱۵۴۷ء میں واپس آ گیا۔

ممکن ہے کہ جب اکبر نے احمد نگر کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ تو یہ ہیرا بھی دیگر جواہرات کے ساتھ دہلی لایا گیا ہو۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو اُس زمانہ کے مورخ ضرور ایسے مشہور تاریخی ہیرے کا ذکر کرتے۔ لیکن ایسا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا۔ مُلّا عبدالحمید نے مغل دربار کے دیگر ہیروں کا ذکر کیا ہے لیکن کوہ نور کا ذکر کہیں نہیں کیا۔

اِس مشہور ہیرے کے متعلق مندرجہ بالا تاریخی واقفیت یہی ہے۔ باقی سب افسانے اور کہانیاں ہیں۔

(از مسٹر عبدالقدیر انگریزی رسالہ جرنل آف انڈین ہسٹری)

جنگ کے سوداگر! اگرچہ پچھلے چند سالوں میں دُنیا کا امن قائم رکھنے کی بے انتہا کوشش ہوتی ہے پھر بھی "موت کے کارندے" اپنا چپ چاپ کام کرتے جا رہے ہیں رسالہ کیتھولک ورلڈ جو امریکہ میں چھپتا ہے یوں رقم طراز ہے۔ اُن جنگ کے سامان کے سوداگروں میں سب سے بڑا سوداگر۔ سر باسل زہروف SIR BASIL (ZAHRIOF) ہے۔ اخبارات اُسے (SUFER SALES MAN OF DEATH) کے نام سے پکارتے ہیں۔ اُس کے لاکھوں پونڈ کے حصے۔ روس۔ ترکی۔ انگلستان۔ فرانس اور جرمن مالک کے کارخانوں میں

رہیں - زہروف قومیت کے لحاظ سے یونانی ہے - اور چودہ مختلف زبانیں جانتا ہے - سابقہ انگریزی وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج - فرانسیسی وزیر اعظم وینیز دلا - وغیرہ اُس کے عزیز ترین دوست ہیں - لڑائی کے دنوں میں اُسے جنگ کے سامان مثلاً گولا و بارود دونو جانب کی طاقتوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا - اور اُسے برطانیہ کی طرف سے "نائٹ" کا خطاب ملا تھا - اور فرانس کی جانب سے (LEGION OF HONOUR) کا سب سے بڑا تمغہ جسے گرانڈ کراس (GRAND CROSS) کہتے ہیں ملا تھا - دیگر ممالک نے بھی اُس پر مختلف اعزاز کی بھرمار کی تھی - وہ انگلستان کی حمایت کرتا ہے - اور یونان کے ساتھ بوجہ یونانی ہونے کے محبت کے جذبات رکھتا ہے - اگرچہ وہ جرمن کے برخلاف ہے - لیکن پھر بھی اُس نے جرمن کو ایک بہت بڑی رقم بطور قرضہ دے رکھی ہے - اُس کی زندگی کے سچے حالات افسانہ معلوم ہوتے ہیں اور اُس کے سوانح حیات لکھنے والے کے لئے سچائی کو افسانہ سے جدا کرنا ایک نہایت مشکل بلکہ ناممکن کام ہے - اُس کی زندگی میں سچائی افسانہ سے زیادہ حیرت انگیز ہے - اُس کے کم از کم نصف درجن ممالک میں ایسے رہائشی محلات موجود ہیں - جو بڑے بڑے بادشاہوں کے محلات کو شرماتے ہیں - کہا جاتا کہ اُس کی میز پر کھانا چُنتے وقت تمام برتن ٹھوس سونے کے ہوتے ہیں اور اُس کے چمچوں میں جواہرات جڑے ہیں - ہوائی جہازوں کا ایک بیڑا ہر وقت تمام ممالک کی اعلیٰ اعلیٰ اشیاء لانے کے لئے تیار رہتا ہے - ممکن ہے کہ یہ برتنوں اور چمچوں والی بات محض افسانہ ہو -

ایک اخبار نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ سر باسل زہروف نے ایک وقت مشرق قریب میں ایک سلطنت قائم کرنے کا خواب بھی دیکھنا شروع کیا تھا کہ جس کے ذریعہ خود پس پردہ بیٹھ کر مسلمانی حکومت کو عیسائی حکومتوں سے لڑائے - فرانسیسی اور برطانوی تیل کے کارخانوں پر قبضہ جمائے - اور دُنیا کے مختلف ممالک کی بین الاقوامی پالیسیوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلائے - خواہ کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ اسلحہ کے اس سوداگر اور کارخانہ کے مالک نے کروڑوں روپیہ کا جنگی سامان بیچ کر نام پیدا کیا ہے - اور عظیم الشان طاقت حاصل کی ہے -

زہروف اگرچہ سب سے بڑا جنگی سامان کا سوداگر ہے - لیکن اِس تجارت میں اکیلا ہی نہیں بلکہ اِس کے اور بھی کئی ہمعصر ہیں - مثلاً الفریڈ نوبل کہ جس کا نام عجیب و غریب اتفاق سے تحریکِ امن عامہ کے ساتھ وابستہ ہے کے کئی کارخانہ جات کہ جس میں ڈائنامیٹ اور دیگر قسم کا اسلحہ جنگ تیار ہوتا ہے - دُنیا کے مختلف ممالک میں قائم ہیں اور جو شمال میں سویڈن سے لیکر جنوبی افریقہ تک اور ٹوکیو سے لیکر جنوبی امریکہ تک پھیلے ہوئے ہیں - اس کی مختلف کمپنیوں کے حصہ دار انگریز - فرانسیسی - جرمن الغرض ہر قوم سے تعلق رکھنے والے ہیں - سچ پوچھو تو اس موت کے سوداگر نے ہی اپنی اصلی بین الاقوامی انجمن بنائی ہے - میں نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ بمقام ہیگ جتنی کانفرنسیں امن عامہ کی بحالی کے لئے ہوئی ہیں اُن سب میں بہ مختلف اسلحہ کے سوداگر بہ نفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور اُن مقامات پر ہی کروڑوں روپیہ کا آرڈر حاصل کیا جاتا ہے مثلاً رومانیہ کے نمائندے کو کہا جاتا ہے کہ بلگاریہ نے ایک لاکھ بندوقوں کا آرڈر دیا ہے - بس قدرتی طور پر رومانیہ اس سے بڑا آرڈر دیگا - ان کارخانہ کے مالکوں کو اسلحہ بنانے کے ٹھیکہ جات حاصل کرنے میں ایسے انجمنوں کے مقامات سننے

تجلیاتِ دِل

(اعتبار الملک لسان الدہر حکیم الشعرا حضرت دلؔ شاہجہانپوری)

مقصودِ جبین و آستاں ہے　اے خوبیِ بخت تو کہاں ہے
دلکش غمِ عشق کا بیاں ہے　جو اشک ہے شرحِ داستاں ہے
دِل صرفِ وفا ہوا تو سمجھے　کیا چیز یہ جنسِ رائیگاں ہے
جب تک میں اسیرِ دام ہستی　ہم کو تو قفس بھی آشیاں ہے
پایا یہ عروج خاک ہو کر　ہر ذرۂ دل اک آسماں ہے
عالم یہ رہا گدازِ دل تک　رنگینیٔ اشک اب کہاں ہے
اِن ہوش رُبا تجلیوں پر　ہم کو تو کچھ اور بھی گماں ہے
ہوں دام میں بھی چمن بدامن　دل محوِ خیالِ آشیاں ہے
اسرارِ فنا سے با خبر ہو　پھر لطفِ حیاتِ جاوداں ہے
اشکوں میں ہیں لختِ دل بھی شامل　آغاز یہیں سے داستاں ہے
یہ شانِ حجاب یہ کرشمے　مجروحِ ادا ہے جو جہاں ہے

ہنگامِ خرامِ یار اے دلؔ
ہنگامۂ حشر کا گماں ہے

ایک اہم اور ضروری اسکیم

حضرات! چودھویں صدی کا شاعر اس قدر خود پسند اور شہرت طلب ہوگیا ہے کہ عہد ماضی میں اس کی ایک مثال بھی چراغ لیکر ڈھونڈھئے تو نہ پائیگا۔ اُس کو اپنی شخصیت کا معیار بلند کرنے کے لئے وہ وہ ناجائز طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں کہ اگر وہ قابلِ دست اندازی پولیس ہوتے تو کبھی کا اس کا چالان ہوچکا ہوتا۔ اور تمام باتوں سے قطع نظر کرلی جائے تو تخلص شریف سے پہلے کم از کم ایک عدد خود ساختہ اور گھریلو خطاب کی وبا اتنی عام ہوگئی ہے کہ جس نوخیز غیر ٹکسالی شاعر کو دیکھئے یہ دم چھلاّ اُس کے تخلص کے پیچھے لٹکتا ہُوا ضرور نظر آئیگا۔ گویا جبتک کوئی خطاب اُسکے تخلص کے ساتھ نہ ہو وہ شاعر ہی نہیں۔

اِدھر اکثر مدیران رسائل نے جوش محبت وعقیدت میں یا خوشنودی مزاج کو یہ غیر ذمہ دارانہ طریقہ اختیار کرلیا ہے کہ اگر کوئی اس بیماری کا شکار نہ بھی ہو تو اُس کو ایک خطاب مرحمت فرمادیتے ہیں اور خطاب یافتہ شاعر اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ حقیقتاً میں پیغمبرِ سخن اور رئیس الکلام ہوں۔ بیشتر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ شاگرد اپنے اُستاد کا کلام کسی رسالہ کو بھیجتے وقت ایک ایک دو دو خطاب مرحمت فرمادیتے ہیں کیا اُلٹی بات ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں غیر معتبر اور مضحک ہیں جس سے میرے نزدیک شاعر کی راہ ترقی میں بہت کچھ روڑے پیدا ہورہے ہیں۔ اور وہ اس فریب میں گرفتار ہوکر سعی مشق کو زاویہ تساہل میں ٹال کر ادب کو ایک زبردست نقصان پہنچانے پر فطرۃً آمادہ ہوجاتا ہے۔ نہ معلوم کتنے ہونہار شاعر جو خدا جانے آگے چلکر کیا بننے والے تھے۔ اس ظلمت کدہ میں پھنسکر گمراہ بلکہ گم ہوگئے اور یہ یقیناً ملک کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

خطابات کا قضیہ بے وجود نہیں شعراء کو خطابات ملتے رہے ہیں۔ لیکن ان لغو طریقوں سے نہیں بلکہ بادشاہوں کی طرف سے یا معتبر اور ذمہ دار مستند سوسائیٹوں کی طرف سے۔ یہ ظاہر ہے کہ بادشاہی دَور نہ رہا۔ اور شعراء کی کوئی منضبط کمیٹی بھی قائم نہیں۔ پھر خطابات کون دے۔ لامحالہ لوگوں کو یہ غلط طریقہ اختیار کرنا پڑا اور مفروضہ خطابات سے اپنے ضمیر کو دھوکا دینا نیز اہل ہوش شعراء کی نگاہ میں ذلیل ہونا گوارا کیا گیا۔

اگر میری کمزور آواز کو شرابِ سخن اور مئے کمال کے سرشار مستند شعراء توجہ سے سُن لیں تو یہ بلا عام شعراء کے سر سے ٹل سکتی ہے۔ بفضلہٖ ہندوستان میں مشاہیر اور باکمال مستند شعراء کی کمی نہیں وہ اِن تمام اختیارات کو بطریقِ احسن کام میں لاسکتے ہیں جو اِن کو قدرت کی جانب سے مرحمت کئے گئے ہیں۔ بشرطیکہ اُن کی عملی قوتِ رفتہ عود کر آئے اور وہ نشۂ سخن کی ترنگ میں یہ کہکر مطمئن نہ ہوجائیں کہ یہ آخر کون چیز ہے اور کیا حقیقت رکھتا ہے جو ہمیں اس ضروری کام پر مجبور کرے۔

میں فی الحال اتنا چاہتا ہوں کہ رسالہ رہنمائے تعلیم کی جانب سے اُسکے مخصوص اور مستند ادباء و شعراء سے ایک خطاب کمیٹی قائم کی جائے جو مستقل مضامین نگار اور شعراء کے کلام پر سال بھر خصوصیت سے نگاہ رکھے۔ آخر سال میں متفق الرائے ہو کر جن اہالیان قلم کو اس قابل سمجھے اُن کو مناسب خطابات مرحمت کرے جس کا اعلان سال بسال رہنمائے تعلیم کے سالانہ نمبر میں ہوتا رہے اس طریقہ کے اختیار کرنے سے متعدد فوائد حاصل ہونگے۔

اوّل - جملہ ارباب قلم جان توڑ کر بہتر سے بہتر مضامین نظم و نثر لکھکر رسالہ کو دینگے۔

دوم - غلط طریقہ پر خطابات غصب کر لینے کا طریقہ فنا ہو جائیگا اور کمیٹی کا عنایت کردہ خطاب قابل عزت و مستند سمجھا جائیگا

سوم - کمیٹی کے ممبروں کی حقیقی وقعت لوگوں کے دلوں میں قائم ہوگی۔

چہارم - ایک فرض ہے جو ادا ہوتا رہیگا جس کو ادبِ اُردو کی صحیح خدمت سے بہت قریبی تعلق ہے۔

پنجم - پرچہ کا معیار بلند ہو جائیگا اور اس کی اشاعت میں یقینی اضافہ ہوگا۔

میں تمام دُنیا کو چھوڑ کر اس وقت اپنی جانب سے صرف پانچ ممبران کے اسماء گرامی پیش کرتا ہوں اُمید کہ وہ اِس خدمت کو قبول فرمائینگے بقیہ ایسے مستند حضرات سے میں ناواقف ہوں جو رہنمائے تعلیم میں مستقل کام کر رہے ہیں اگر کوئی صاحب ایسے ہوں تو حضرت جوش اِن حضرات کے اسماء کا اضافہ فرمالیں۔

اسماء گرامی ممبران

(۱) قبلہ مولنا حضرت نوح ناروی (۲) حضرت جوش ملسیانی صاحب (۳) حضرت علامہ صابر صاحب الہ آبادی
(۴) حضرت مولنا دل صاحب شاہجہانپوری (۵) حضرت مولنا محمد اسمٰعیل صاحب مدیر عروج پانی پتی۔

طریقہ کار

(۱) میری ناقص رائے میں اس کمیٹی کے صدر حضرت جوش ملسیانی بنائے جائیں کیونکہ وہ پرچہ میں ادارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور مرکزی سکونت کے باعث ہر ضروری بات کو رسالہ کے ذریعہ سے بغیر کسی دقت کے وقت پر پورا کر سکتے ہیں۔ بقیہ حضرات کو بوجہ بُعد مکانی بہت سی دقتیں پیش آئینگی۔

(۲) اس اسکیم کی اشاعت کے ساتھ حضرات جوش ملسیانی و ماسٹر جگت سنگھ صاحب اپنی منظوری کے ساتھ تائیدی نوٹ دیں۔ اور جس قدر ممبران کی کمی محسوس فرمائیں رہنمائے تعلیم کے مستند نامہ نگاروں میں سے انتخاب فرماکر اسی اپنے نوٹ میں اُن کے اسماء پیش کر دیں۔

(۳) جملہ حضرات ممبری کی منظوری سے دفتر کو مطلع کریں اور حضرت جوش ضروری کاغذات کا فائل بناکر محفوظ کرلیں۔

(۴) جملہ ممبران سال بھر تک سب شعراء و ادباء رسالہ کے کلام کو نظر میں رکھیں۔ یا بطور یادداشت اپنی بیاض پر خاص خاص باتیں نوٹ کرتے جائیں اور سال کے آخر پر نومبر میں جملہ ممبران ایک ایک خط کے ذریعہ سے دفتر کو مطلع فرمادیں۔

کہ فلاں فلاں شخص ہماری رائے میں مستحق خطاب ہے۔

(۵) صدر موصوف جن اسماء کے حق میں کثرت آراء پائیں انکے اسماء نوٹ کرلیں اور یا تو خود انکو خطابات تجویز فرمادیں یا ممبر صاحبان نے جو خطابات تجویز فرمائے ہوں ان میں سے شخص مذکور کے حسب حال خطاب کو منظور فرمالیں یا پھر ممبران میں سے کسی ایک ممبر کو خطابات تجویز کرنیکے لئے منتخب فرمالیں۔ میرے نزدیک اس کام کو حضرت علامہ صابر صاحب اچھی طرح انجام دینگے۔

(۶) اس تمام کارروائی اور آراء کے ساتھ خطابات کی اشاعت سالنامہ میں کردی جائے (یا خالی خطابات شائع کردیئے جائیں آراء کو حذف کر دیا جائے۔

خدا کرے جملہ حضرات میری اس مخلصانہ اور مفید تجویز کو پسند فرمائیں اور اس کام کو مدیران رسائل کے مضمون کا تقاضا سمجھ کر خاموش نہ ہوجائیں اور اس کے ساتھ ہی اظہار پسندیدگی تائید کی صورت میں رہنمائے تعلیم کے ذریعہ سے کریں۔

نوٹ۔ اگر اس کمیٹی کے نظم و نسق کی نسبت سے دو حصے کر دیئے جائیں تو یہ زیادہ آسان اور بہتر صورت ہو جائیگی۔

خادم ادب ابر احسنی گنوری بدایوں

خطاب کمیٹی

عنوان بالا سے حضرت ابر احسنی کا ایک ضروری مضمون اسی پرچہ میں شائع ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مضمون ہر پہلو سے جاذب توجہ ہے۔ خود ساختہ خطابات کی وبا اس قدر عام ہو رہی ہے۔ کہ تقریباً نوے فیصدی شعراء اس مرض کے شکار نظر آتے ہیں۔ ایسے اصحاب کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ جو خود ساختہ خطابات تو درکنار حاصل کردہ خطابات کو بھی اپنے نام کے ساتھ استعمال کرنا اخلاقاً پسند نہیں کرتے۔ ہر شخص اسی خبط میں مبتلا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی اعزازی خطاب اس کے نام کے ساتھ ضرور ہونا چاہئے۔ جس طرح ہنود کی بہت سی ذاتیں راجپوت اور برہمن کہے جانے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ یا جس طرح بہت سے مسلمان حضرات دو تین چھلانگوں میں سید بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے خطاب پسند شعراء پہلی جست میں ممتاز الشعراء۔ اس کے بعد ناخدائے سخن۔ پھر اس خیال سے کہ یہ حرف نفی شروع میں کیوں رہنے دیا جائے۔ تیسری جست میں خدائے سخن بن جاتے ہیں۔

یہ وبا کچھ تو اخباروں اور رسالوں کے اڈیٹروں نے جوش محبت و عقیدت میں یا مستقل قلمی امداد حاصل کرنے کی ہوس میں راقم مضمون کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے لئے پھیلا رکھی ہے اور کچھ ان مضمون نگاروں یا مصنفوں کے معتقدوں اور نیاز مند شاگردوں نے "پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند" کے قول پر عمل کر کے

اس مرض کو متعدی بنایا ہے۔ جیسا کہ حضرات آبسر نے تحریر فرمایا۔ لیکن یہ خرابی یہیں تک محدود نہیں ہے۔ اڈیٹروں کی خوشامدانہ روش اور شاگردوں کی عقیدتمندانہ مدح سرائی کے علاوہ بہت سے اہل قلم خود اس خرابی میں مبتلا ہیں۔ کہ وہ جب کوئی مضمون یا نظم وغیرہ کسی جگہ بہ غرض اشاعت روانہ کرتے ہیں۔ تو اپنے نام کے ساتھ کوئی نہ کوئی خطاب بھی رکھ دیتے ہیں۔ جس سے ان کا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے۔ کہ اڈیٹر کو مرعوب کر سکیں اور یا یہ کہ ناظرین کی توجہ اپنے کلام پر مبذول کر سکیں۔ نا اہل اگر ایسا کریں۔ تو کسی کو چنداں افسوس نہ ہو۔ تماشا تو یہ ہے۔ کہ اچھے اچھے اہل قلم کی ذہنیت بھی اسی ضمن میں شامل ہے۔ رسالہ ہذا کی ادارت میں میرا یہ ذاتی تجربہ ہے۔ کہ بعض اصحاب کوئی نظم یا غزل رسالہ میں بھیجتے ہیں۔ تو اس کا عنوان اپنے ہی دستِ مبارک سے تجلیات گوہر یا تبرکاتِ جوہر لکھ دیتے ہیں۔ مجھے بھی یہ ضد سی ہوگئی ہے۔ کہ جہاں کہیں اس قسم کے الفاظ پاتا ہوں۔ قلمزد کر دیتا ہوں۔ اور تجلیات یا تبرکات کی جگہ خیالات یا جذبات وغیرہ لکھ دیتا ہوں۔ بایں ہمہ اس تبدیلی عنوان سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی تجلیات گوہر یا تبرکاتِ جوہر سامنے آجاتے ہیں۔ اور سُنئے۔ شملہ میں مکرمی اکبر حیدری سے یہ ذکر سُن کر میں سخت حیرت زدہ ہُوا۔ کہ اکبر آباد کے ایک شاعر اپنی نظم اور مضمون کے شروع میں صرف تعریفی عنوان ہی نہیں بلکہ اڈیٹر کا تعریفی نوٹ بھی خود ہی لکھ کر میرے پاس بہ غرض اشاعت بھیج دیتے ہیں۔ حیرت کی وجہ زیادہ تر یہ تھی۔ کہ یہ اکبرآبادی شاعر دُنیائے سخن میں کافی شہرت حاصل کئے ہوئے ہیں۔ جب اس پایہ کے شعرا کا یہ حال ہے۔ تو ماو شما کا ذکر ہی کیا۔ وہ تو اس ہوس میں جو کچھ بھی کر گزریں۔ کم ہے۔ کوئی عالم فاضل لکھ دیتا ہے۔ کوئی ایسی جگہ کا مستقل باشندہ ہے۔ جہاں ڈاک خانہ بھی نہیں ہے۔ مگر اپنے نام کے ساتھ لیکچرار لکھتا ہے۔ جس کا مفہوم پروفیسر ہے۔ کوئی جرنلسٹ و میڈلسٹ کا مرکب مفرح تیار کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی قسم کے حضرات کی مزاج پرسی کے لئے مجھے جوبلی نمبر میں نمکدان لکھنا پڑا تھا۔ جس کا اتنا اثر تو ضرور ہُوا ہے۔ کہ متعلقہ اصحاب کی دستارِ فضیلت میں اب وہ شملہ بہ مقدارِ علم کبھی نظر نہیں آیا۔

تعجب تو یہ ہے کہ اس قسم کے حضرات جب کسی مجلس میں اپنا نام ظاہر کرتے وقت لفظ ممتاز الشعراء استعمال نہیں کرتے یا اپنا کلام سُناتے وقت اسے تجلیات گوہر یا تبرکاتِ جوہر کہنے سے شرماتے ہیں۔ اور وہاں عرض ہے یا گزارش ہے کہکر کلام پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ تو اس کلام کو بہ غرض اشاعت بھیجتے وقت شروع میں ممتاز الشعراء یا تجلیات و تبرکات لکھنے سے انکا ہاتھ کیوں نہیں لرزتا۔ ان کا قلم کیوں نہیں رُکتا۔ . . . . ان کا اخلاق کیوں نہیں شرماتا۔ ان کی ضمیر کیوں ملامت نہیں کرتی۔

پس اس خطابی کمیٹی کی تجویز کو اگر ناظرین کرام تہ دل سے پسند فرمائیں اور اس کے خیر مقدم میں حضرت

آبر کے ہم نوا ہوں۔ نیز وہ بزرگوار حضرات جن کے اسمائے گرامی انہوں نے تجویز فرمائے ہیں۔ اس اہم ادبی خدمت کو اپنے ذمہ لینا منظور فرمائیں۔ تو نیاز مند مدیر حصہ نظم اپنی ناچیز خدمات ان کے سپرد کردینے پر آمادہ ہے۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ تمام ادب نواز حضرات بالعموم اور متعلقہ اصحاب بالخصوص اس تجویز کے حسن و قبح پر اور پسندیدگی کی صورت میں اس تجویز کے عملی پہلوؤں پر اپنی قیمتی رائے کے اظہار سے خوش وقت فرمائینگے۔

جن اصحاب کے نام نامی جناب آبر نے منتخب فرمائے ہیں۔ وہ بلاشبہ اس کمیٹی کی عظمت اور شان کو دوبالا کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ اس فہرست میں جو انہوں نے مرتب کی ہے۔ اگر کوئی سقم ہے۔ تو صرف یہ کہ انہوں نے مجھ نااہل کو بھی اس کمیٹی میں شامل کرلیا ہے۔ اور نہ صرف شامل کیا ہے۔ بلکہ صدارت کے لئے بھی مجھی کو منتخب کیا جانا تجویز کیا ہے۔ حالانکہ مجھے اپنی جبلّی عادت کے زیر اثر صدارت تو در کنار ممبر بننے میں بھی تامل ہے۔ اس محل پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آتا ہے۔ اور وہ میری عادت کا صحیح ترجمان ہے

انگلیاں ہر طرف سے اُٹھتی ہیں ۔ طرۂ امتیاز نے مارا

میرے عنایت فرما جناب آبر نے جس مقصد کو مدِّ نظر رکھ کر میرا نام صدارت کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ وہ مقصد یعنی مرکزی مقام میں رہنے کے سبب کام کی سہولت کا خیال اس طرح بھی پورا ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس کمیٹی کا سیکرٹری بن جاؤں۔ کاغذی گھوڑے دوڑانے اور ہر قسم کا دفتری کام کرنے کی غرض سے کسی انجمن کے لئے ایک سیکرٹری بھی اس کا ضروری عنصر ہوتا ہے۔ لیکن خرابی یہ ہے۔ کہ سیکرٹری صرف ارکانِ انجمن میں سے منتخب ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے اس انجمن کا رُکن ہونا لازمی امر ہے۔ اس لئے جو شخص خدمت ادب کے احساس سے سیکرٹری بن جانا منظور کرے۔ اس کے لئے رُکن بننا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ پس میں سیکرٹری کے فرائض تو رضا کارانہ طور سے اپنے ذمہ لینے پر آمادہ ہوں۔ اور قواعد کی پابندی کے خیال سے بادل ناخواستہ رکن بن جانا بھی قبول کر سکتا ہوں۔ صدارت کے لئے کوئی اور نام ضرور تجویز کرنا پڑیگا۔ سردست اس بحث کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ کہ صدر کون ہو۔ یہ کام بعد میں بھی ہو سکتا ہے اور بغیر کسی وقت کے ہو سکتا ہے۔ البتہ ارکانِ انجمن کے اسمائے گرامی اس خیال سے قابلِ غور ہیں۔ کہ آیا اس کمیٹی کے ارکان بھی پانچ اصحاب ہوں یا زیادہ۔ میرے خیال میں دو مشاہیر کے نام اس فہرست میں اور شامل کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی رسالہ ہذا کے مستقل معاونوں اور مربیّوں میں سے ہیں۔ ان دو مشاہیر سے میری مراد جناب پروفیسر جوہر (گوالیار) اور حضرت یاس عظیم آبادی سے ہے۔ یعنی ارکانِ انجمن میں مفصلہ ذیل اصحاب شامل ہوں۔

(۱) ناخدائے سخن۔ حضرت نوح ناروی (۲) اعتبار الملک حضرت دل شاہجہانپوری

(۳) محقق اعظم حضرت صابر الہ آبادی (۴) حضرت یاس عظیم آبادی

(۵) جناب پروفیسر مہر (۶) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی

(۷) نیاز مند مدیر حصہ نظم جو مرکزی سہولت کے خیال سے سیکرٹری بننے اور سیکرٹری بننے کی وجہ سے رکن بننے پر مجبور ہے۔

کام کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے مرکزی مقام یعنی دفتر رسالہ میں ایک رکن کی موجودگی ضروری نہ ہوتی۔ تو باقی چھ اصحاب اس کمیٹی کے لئے نہایت موزوں تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ناظرین رسالہ ہذا کی کثیر التعداد جماعت میں سے ادب نواز حضرات کی رائے اس اہم تجویز سے متعلق کیا ہے۔ اور نیز یہ کہ تجویز کئے ہوئے معزز اراکین اس کمیٹی کا وجود کہاں تک پسند فرماتے ہیں۔ آخری فیصلہ معزز اراکین ہی کے اظہار رائے اور پسندیدگی یا ناپسندیدگی پر انحصار رکھتا ہے۔ فقط

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم



میرے محترم دوست جناب شیخ محمد اسمعیل صاحب پانی پتی اپنے ایک کرم نامہ میں یوں رقم فرماتے ہیں

پرچہ کو دیکھ کر واقعی سخت حیرت اور تعجب ہوا۔ نہ معلوم اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی کو اس طرح بیدریغ خرچ کرنے بلکہ پھینکنے میں آپ کو کیا مزا آتا ہے۔ دو مرتبہ سخت نقصان اٹھانے کے بعد تیسری مرتبہ آپ نے پھر اس عظیم الشان "غلطی" کا جان بوجھ کر اعادہ کیا ہے۔ خدا کرے کہ اس کے نتائج آپ کے حق میں خوشگوار ہوں۔ مگر میں یہ ضرور کہونگا کہ مالی لحاظ سے بیحد زیر بار ہونے کے باوجود آپ نے پبلک کے سامنے جیز ایسی عجیب۔ جدید اور دلچسپ پیش کی ہے کہ بلا مبالغہ جو شخص بھی دیکھے گا حیران اور ششدر رہ جائیگا۔ ہندوستان کی ریڈ گراس دنیا میں یقیناً یہ سب سے بڑا علمی قدم ہے۔ جو آپ نے اٹھایا۔ نہ اس اولوالعزمی کی کوئی دوسری مثال اس وقت موجود ہے۔ نہ امید ہے کہ آئندہ کسی میں اس قدر ہمت اور جرأت ہو کہ وہ اس ریڈ گراس سائکلو پیڈیا کی مانند کوئی پرچہ شائع کر سکے۔ واقعی آپ نے کمال کر دیا اور وہ کچھ کر دکھایا جس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا جس خوبی۔ نفاست۔ عمدگی۔ صفائی اور شان کے ساتھ آپ نے یہ پرچہ مرتب کیا اور شائع فرمایا ہے۔ وہ آپ ہی جیسے دریا دل اور اولوالعزم انسان سے ممکن تھی۔ اب صرف یہ دعا ہے اور دلی دعا ہے کہ آپ کی بے انتہا کوشش بیحد زیر باری اور سخت دوڑ دھوپ کی قدر ہو۔ پرچہ مقبول ہو۔ لوگ اسے پسند کریں افسران سوسائٹی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ اور پندرہ دن بھی نہ گذرنے پائیں کہ دفتر سارے پرچوں سے خالی ہو جائے اور آپ اپنے فائل کے لئے پرچہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو +

بہارِ کشمیر

دامنِ سبزہ زار پر۔ وجد میں رند ہیں تمام
منظرِ دلکشِ نشاط۔ دامنِ کوہسار ہے

صبحِ نشاط سے سوا۔ شام ہے یہ نظر فریب
حاملِ حُسنِ لاجواب۔ گلشنِ شالامار ہے

جنبشِ موجِ آب سے رقص کناں شعاعِ مہر
مرکزِ انتشار ہیں۔ گردشِ آبشار ہے

سینۂ صاف چرخ پر۔ رنگ فروز ہے دھنک
رحمتِ کردگار سے۔ موسم خوشگوار ہے

مرکزِ نازِ دلربا۔ خاطرِ عاشقِ حزیں
بلبل و گل کے واسطے۔ گلبن و شاخسار ہے

شاخِ شجر ہے گلفشاں۔ لعل اُگلتی ہے زمین
دہر میں چار سُو عیاں۔ قدرتِ کردگار ہے

(ظہور آب کاشمیری)

نوائے سروش

تم کو مرنا اگر نہیں آتا
کوئی بھی کام کر نہیں آتا

تم کو حُسنِ عمل سے نفرت ہے
دل تمہارا اِدھر نہیں آتا

ہے بہت خوفناک مُستقبل
تم کو لیکن نظر نہیں آتا

دقت کی سخت گیریوں سے تمہیں
کبھی خوف و خطر نہیں آتا

چاہتے ہو کہ کوئی کام کریں
جی میں آتا ہے کر نہیں آتا

عیب تم میں یہی تو ہے کہ تمہیں
کوئی علم و ہنر نہیں آتا

محوِ لُطفِ حیات ہو اِتنے
تم کو مرنا نظر نہیں آتا

(حکیم پیر سکھیپ کرنالی)

ریویوز

کلام ربانی پنڈت یوگراج صاحب نظر سوہانوی کی تحسین آفرین و داد طلب ہمت و اولوالعزمی سے گیتا کا مشہور عالم فلسفہ منظوم اُردو ترجمے کی صورت میں نغمۂ الہام یا کلام ربانی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسے تصنیف و تالیف کا بہترین مجموعہ کہنا چاہئیے۔ کتابت و طباعت ہر لحاظ سے قابل تعریف و لائق توصیف ہے۔ ضخامت بڑی تقطیع میں تقریباً دو صد صفحات کی ہے اور قیمت صرف بارہ آنہ ہے۔ مدرسین اور طلبا کے لئے آٹھ آنہ (۸ ر)۔

فاضل مصنف کو اس محنت شاقہ کے معاوضہ میں پانچ ہزار روپیہ مختلف امراء و رؤسا کی طرف سے بطور انعام مل چکا ہے۔ جو اُردو نظم کی کس مپرسی و ہیچ مپرزی کے دور میں بسا غنیمت سمجھنا چاہئیے۔

فلسفہ اور بالخصوص روحانی فلسفہ کے نہایت پیچیدہ مسائل سلیس اور ہموار نظم میں بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ سب سے پہلی مشکل تو سنسکرت الفاظ کی بھنات ہے۔ جن کا صحیح تلفظ اُردو نظم میں قائم رکھنا سخت دشوار ہے اور اس تلفظ کو ہر جگہ ایک ہی شکل میں ادا کرنا اس سے بھی زیادہ ناقابلِ عمل ہے۔ دوسری بڑی مشکل ان دقیق ترین مضامین کو واضح طور سے سمجھنا اور پھر ادائے مطالب کے لئے مخصوص الفاظ اور مخصوص اصطلاحات کو تلاش کرنا ہے۔ زبان کے افلاس کی وجہ سے یہ مشکل اس قدر موجب اشکال ہے کہ ہر متکلم کا ناطقہ بند اور ہر ایک ناظم کا قافیہ تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ پابندی کہ یہ مشہورِ عالم فلسفہ بیان کرنے والے کی شان میں کوئی ایسا لفظ استعمال میں نہ آئے جسے سُوئے ادب پر محمول کیا جا سکے۔ روحانیت کے وجدانی مضامین کو ہموار نثر ہی میں بیان کرنا دشوار تر ہے۔ چہ جائیکہ اسے ہموار نظم میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے۔ غرض بہت سی مشکلات اور بہت سے موانع حائل ہوتے ہیں۔ کوئی رستم وقت ہی اس ہفت خواں کو طے کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

ہمیں یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوتی ہے کہ جناب نظر سوہانوی کا یہ منظوم ترجمہ ان تمام منظوم تراجم سے جو اب تک منظرِ عام پر لائے گئے ہیں۔ زیادہ صاف۔ زیادہ سلیس۔ زیادہ ہموار اور زیادہ کامیاب ہے۔ چند اشعار جو ایک ہی جگہ سے بے فصل درج کئے جاتے ہیں۔ ملحوظ ہوں۔

میں ہی اس عالم کی ہوں جائے پناہ — سب کا رازق اور سب کا خیر خواہ
دیکھنے والا ہوں نیک و بد کا میں — پاسباں ہوں عالم بے حد کا میں
ہے مجھی میں سب کے رہنے کا مقام — میرے ہی دم سے ہے عالم کا نظام
بے غرض مہر و کرم کرتا ہوں میں — لطف سب پر دمبدم کرتا ہوں میں

اس جہاں کا اول و آخر ہوں میں — پے فنا ہوں مخفی و ظاہر ہوں میں
میں ہی اس عالم کا ہوں وجہ وجود — باعث ہنگامۂ بود و نبود
ابر کھلتا ہے مرے احکام سے — اور برستا ہے مرے انعام سے
روح بھی اور مادّہ بھی مجھ سے ہے — یہ بقا بھی یہ فنا بھی مجھ سے ہے

ایک اور مقام کے چند اشعار سلسلہ وار ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

اس جہاں کے دل میں جو موجود ہے — جو تمہارا منزلِ مقصود ہے
غیر فانی ہے وہ ہے بے مثل ذات — ہے اسی کے دم سے دُنیا کو ثبات
جو کبھی گھٹتا نہیں بڑھتا نہیں — موت کے ہتھے کبھی چڑھتا نہیں
روح ہے نام اس وجودِ پاک کا — جس کے بس میں ہے یہ قالب خاک کا
روح ہے بے ابتدائے انتہا — خاک کے ان قالبوں کو ہے فنا
اس لئے فانی کا تو ماتم نہ کر — جنگ کر ان خاکیوں کا غم نہ کر

اس مختصر اقتباس سے اہلِ نظر اندازہ فرما سکتے ہیں کہ قابل مصنف نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے خوش بیانی کا حق ادا کرنے میں مقدور بھر کوشش کی ہے۔ متفرق مقامات سے دو دو تین تین شعر اسی قسم کے خوش گوئی کے ثبوت میں لکھے جانے منظور ہوں۔ تو ہر ایک صفحہ پر ایسی مثالیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس قسم کا طویل انتخاب اس حقیقت کے اظہار میں کہ مسلسل اندازِ بیان کی نوعیت کیا ہے۔ کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ اسی لئے اس قسم کا متفرق اقتباس درج نہیں کیا گیا۔ یہی دو نمونے جو اوپر لکھے گئے ہیں۔ اس بات کا وزن کرنے کے لئے کہ مصنف کا اندازِ سخن کیا ہے۔ کافی معلوم ہوتے ہیں۔

باوجود اس نمایاں کامیابی کے جو قابل مصنف نے اپنے حسنِ طبیعت اور قوت بیانیہ سے حاصل کی ہے۔ اظہارِ حق گوئی یہ کہنے میں متامل ہے کہ اب اس مشہورِ عالم فلسفہ کو اُردو نظم کا جامہ پہنانے میں مزید ترقی کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ نکاتِ فن کے مبصر اس منظوم ترجمہ کو تنقیدی نگاہ سے دیکھینگے تو بعض پہلو ایسے بھی نظر آئینگے جن پر مزید توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً قافیہ کے سقم بعض جگہ موجود ہیں۔ جن کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔ سوکھنا اور ٹوٹنا۔ فتح اور سطح۔ واؤ معروف اور واؤ مجہول کو بالمقابل حرفِ روی قرار دینا۔ کرو اور لڑو۔ بچلانے اور مٹانے۔ داستوں اور تابندہ۔ مخلوقات اور موجودات۔ جلووں اور شکلوں۔ کرو اور بنو۔ چلتی اور دانی وغیرہ فارست اگرچہ ایک وسیع مضمون کو چھوٹی سی بحر کے دو مصرعوں میں بیان کرنے کے لئے اکثر ناگزیر ہو جاتی ہے۔ مگر بعض جگہ وہ سنجیدہ صورت میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً

درسلکِ گہر ۔ دہراندروں ۔ درغیب وظہود ۔ پس ازمردن ۔ درسام وید بر عفوِ قصور ۔ در حرفِ ہجا ۔ صدق دل سے سر جھکاؤ ۔ پیش من ۔ برائے سوختن وغیرہ ۔

متروکاتِ زبان کو اگرچہ بہت حد تک زیرِ نظر رکھا گیا ہے ۔ مگر اس پہلو میں اور زیادہ احتیاط و احتراز کی ضرورت ابھی باقی ہے ۔ مثلاً آنکھوں میں جا پاؤ گے تم ۔ جوں برگ گل ۔ گر ۔ مہر و ماہ و عرش و فرش و بحر و بر (توالی عطف) لیک وغیرہ ۔

بعض جگہ ترکیبیں معیوب ہیں ۔ مثلاً حواس وسانس ۔ چکر و گدا ۔ مرگ و پیدائش ۔ برگِ گل ۔ اہلِ مکر و فنڈ ۔ منزل رسا ۔ خوش ترنم ساز وغیرہ ۔

شکستِ ناروا کا سقم بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے ۔ اگرچہ ایک طویل اور مسلسل بیان میں جو کسی فردِ واحد کی طرف سے بطور تقریر ہو ۔ کئی مقامات ایسے آ جاتے ہیں ۔ کہ پوری بات ایک شعر میں اور وہ بھی چھوٹی سی بحر کے دو مصرعوں میں بیان کرنی مشکل ہو جاتی ہے ۔ مگر پھر بھی مصنف کا یہ فرض ہے کہ ذیل کی پیچیدہ صورتیں پیدا نہ ہوں ۔

(۱) اس کو جو انسان استعمال میں ۔۔۔ لائے پائے راحتیں ہر حال میں
(۲) ناک کے نتھنوں سے چلتی سانس کی ۔۔۔ آنے والی جانے والی سانس کی
حالتیں بالکل برابر کرتے ہیں ۔۔۔ دم کی یکساں چال کا دم بھرتے ہیں
(۳) عیش جو ہیں دیوتاؤں کے لئے ۔۔۔ شاد کام ان سے وہ ہوتے ہیں وہ تے
ختم ہو جاتے ہیں نیک اعمال جب ۔۔۔ چھوڑ کر فردوس کی بزمِ طرب
واپس آتے ہیں اسی دنیا میں پھر ۔۔۔ جسم پاتے ہیں اسی دنیا میں پھر

اخیر میں ہم جناب نظر کو اس تصنیفِ منیف پر مبارکباد کہہ کر ان کی راست روی اور مذاقِ سلیم سے جس کا ثبوت اس مجموعۂ کلام میں جا بجا پایا جاتا ہے ۔ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ کلام ربانی کے دوسرے ایڈیشن میں ان معروضات کو جو مخلصانہ مشورہ کی حیثیت میں ہیں ۔ ضرور ملحوظِ خاطر رکھینگے ۔ اور اس متاعِ ادب کو جو سب کے نزدیک قابلِ قدر ہے ۔ بعد نظرِ ثانی اُردو زبان کے لئے سرمایۂ فخر و مباہات بنا دینگے ۔ مسلمان حضرات اور نادار ہندو طالب علموں کو مناسب تصدیق پر ساڑھے تین آنہ محصول ڈاک بھیج کر بھی یہ کتاب مل سکتی ہے ۔ ملنے کا پتہ

نظر سوہانوی ۔ معرفت بی ۔ این ۔ سیجل بنارس شہر ۔ بانس کا پھاٹک

جوش ملسیانی

بچوں کا تحفہ حصہ اوّل و دوم یہ دونو باتصویر منظوم کتب منشی محمد شفیع الدین صاحب ہیڈ مدرس محمڈن ہائی اسکول نئی دہلی کی تصنیف سے ہیں ۔ دونو جلدوں میں جتنی نظمیں ہیں وہ بہت پاکیزہ خیالات کی اور بچوں کے لئے نہایت مفید ۔ سبق آموز اور نکار آمد ہیں ۔ سائز درسی کتب کا

ہے۔ کتابت نہایت روشن اور جلی ہے۔ طباعت بھی بہت دیدہ زیب نہایت مرغوب اور قابلِ ستائش ہے سرورق بھی بہت خوشنما اور باتصویر ہے۔ الغرض حسنِ ظاہر کی خوبصورتی اور دلکشی میں اہتمام بلیغ سے کام لیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کی ضخامت اسی اسی صفحہ کی ہے۔ کاغذ کی نفاست بھی کرشمہ دامنِ دل مے کشد کے مصداق ہے۔ قیمت ہر ایک حصہ کی آٹھ آٹھ آنہ ہے۔ جو مناسب معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا حسنِ باطن۔ وہ بھی حسن ظاہر سے کسی طرح کم نہیں۔ عنوان ہر ایک نظم کا بچوں کی ابتدائی تعلیم کے مناسبِ حال رکھا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں ۳۸ نظمیں ہیں۔ جہاں جہاں تصویر کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ وہاں تصویر شامل کی گئی ہے۔ اگر اتفاق سے کوئی مشکل لفظ آ گیا ہے۔ تو اس کے معنی حاشیہ یا فٹ نوٹ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں ۳۶ عنوان ہیں۔ ہر حصہ میں پہلی نظم حمدِ خدا اور دوسری نظم دعا ہے۔ نظموں کی زبان بہت عام فہم۔ سلیس اور بچوں کی عام قابلیت کے مطابق ہے۔ بعض بعض نظمیں نہایت دلکش اور بے ساختہ اندازِ بیان کی تصویر ہیں۔ مثلاً اونٹ والی نظم۔ ہر ایک عنوان کے لئے چھوٹی چھوٹی بحریں تجویز کی گئی ہیں۔ بحروں کا انتخاب بھی بہت موزوں اور مناسب حال ہے۔ اگرچہ فن کے لحاظ سے بعض مقامات اب بھی نظرِ ثانی کے محتاج ہیں۔ مثلاً گلئے پر جو نظم ہے۔ اس کا ایک شعر یہ ہے۔

؎ رخصت ہوا دن کا جب اُجالا ۔۔۔ آیا دوہنے کو دُودھ گوالا

یہاں دوہنے کی ہ اور دودھ کی دھ تقطیع سے خارج ہے۔ اسی طرح ؎

اک دن انہوں نے ایسا بھنبھوڑا ۔۔۔ جسم بنا اک پکّا پھوڑا

یہاں بھنبھوڑا نہایت ثقیل اور غیر مانوس ہے۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن اس قسم کی لغزشیں بہت شاذ اور خال خال ہیں۔ جن سے کتاب کی مجموعی خوبی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ میر صاحب کی یہ خدمتِ ادب اس قابل ہے۔ کہ محکمہ تعلیم کے حکام فاضل مصنف کی قدر شناسی اور حوصلہ افزائی پر مائل ہوں۔ ہر دو کتب کا ہر ایک پرائمری اسکول کی لائبریری میں بلکہ ہر ایک بچے کے ہاتھ میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ کتابوں کے ملنے کا پتہ اس ریویو کے شروع میں درج کر دیا گیا ہے۔

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

پنڈت کانشی رام شرما صادق تحریر فرماتے ہیں کہ

مجھے آپ کا فوٹو دیکھ کر بار بار تعظیم کا خیال آتا رہتا ہے یہ امر اور بھی دل خوش کن ہے کہ آپ کی پیرانہ سالی کے ساتھ ساتھ آپ کا ادبی خدمات کا شوق جوان ہو رہا ہے۔ آپ سچ مچ پبلک پر ایک بڑا بھاری احسان کر رہے ہیں بجز اللہ تعالےٰ کے اس کی جزائے خیر کون دے سکتا ہے گراس نمبر پر آپ کو اور شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کو مبارکباد کہتا ہوں یہ سابقہ جنم کے روحانی تعلقات ہوا کرتے ہیں +

ریڈ کراس نمبر

مکرمی پنڈت اندر جیت صاحب شرما تحریر فرماتے ہیں:-

مکرمی - محترمی   رہنمائے تعلیم کا "ریڈ کراس نمبر" ملا - شکریہ

اس وقت میرے سامنے یہی خاص نمبر نہیں بلکہ کئی دوسرے سالنامے اور خاص نمبر بھی ہیں - مگر آپ کے "ریڈ کراس نمبر" کو سب سے بڑھ چڑھ کر پاتا ہوں - کیا ٹائیٹل - کیا طباعت اور کیا ترتیب مضامین اپنی اپنی جگہ سب خوب ہیں تمام مضامین اور نظمیں ندرت اور جدت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں - ماسٹر صاحب یہ آپ ہی کا دم ہے کہ طرح طرح کا نقصان اٹھا کر بھی کبھی پست ہمت نہیں ہوئے اگر اور کوئی ہوتا تو "جوبلی نمبر" نکالنے کے بعد خاص نمبر نکالنا تو در کنار اس کا نام بھی نہ لیتا - مگر یہ آپ ہی کا حوصلہ اور ہمت ہے کہ کبھی "فسانہ نمبر" نکلتا ہے اور "ریڈ کراس نمبر" اور پھر کبھی "دل نمبر" نکالنے کا اعلان ہوتا ہے آفرین! صد آفریں!! بلکہ ہزار بار آفریں!!!

زمانہ کچھ کہے مگر ہم تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اردو کی جو خدمات آپ انجام دے رہے ہیں شاید ہی کسی دوسرے سے بن پڑیں - آپکا نام اردو کی تاریخ میں زریں حروف میں لکھا جا چکا اور بقائے دوام حاصل کر چکا ہے۔

مکرمی سید محمد صدیق شاہ صاحب ایم اے ایم او ایل تحریر فرماتے ہیں

مکرم بندہ جناب ماسٹر جگت سنگھ صاحب

تسلیم! آپ کا ریڈ کراس نمبر ملا - کرمفرمائی کا شکریہ - یہ نمبر اس قدر شاندار ہے کہ اس کی اشاعت پر آپ بجا طور پر مستحق مبارکباد ہیں - اس سے پیشتر مختلف رسالوں کے متعدد ریڈ کراس نمبر میری نظر سے گذرے - مگر جو حیثیت بلحاظ خوبی - فراوانی اور ہمہ رنگی مضامین رہنمائے تعلیم کے ریڈ کراس نمبر کو حاصل ہے - بلا مبالغہ اور کسی ریڈ کراس نمبر کو نصیب نہیں ہوئی - اس نمبر کو ریڈ کراس انسائیکلو پیڈیا کہنا بالکل موزوں و مناسب ہے - یہ نمبر تین حصوں میں منقسم ہے - پہلے حصے میں ریڈ کراس کی تاریخ - اس کے مختلف شعبوں کی تفصیل - ان کے اغراض و مقاصد اس وضاحت سے بیان ہوئے ہیں - کہ مطالعہ کرنے والے سے اس تحریک کی کوئی بات اور کوئی خوبی چھپی ڈھکی نہیں رہتی - اس تحریک کے متعلق تمام شبہات کا ازالہ اور تمام اعتراضات کا رد ایسے مدلل طریق پر کیا ہے کہ کوئی مطالعہ کنندہ اس تحریک کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا - تحریک ریڈ کراس کی تازہ ترین خدمات کے کوائف کو اس مستعدی سے فراہم کیا ہے

کہ پڑھنے والے کو حیرت ہوتی ہے۔ اس نمبر کا دوسرا حصہ حفظان صحت سے متعلق ہے۔ جو نہ صرف ریڈ کراس کی تحریک کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے والا ہے۔ بلکہ دیہات سدھار کی تحریک کو بھی یکساں طور پر مفید ہے۔ اس حصہ میں حفظانِ صحت کے متعلق ایسی ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کہ جن کی ضرورت سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ تیسرا حصہ مختلف افسانوں اور ڈراموں پر مشتمل ہے۔ یہ فسانے اور ڈرامے جہاں خلقِ خدا کی خدمت کا سبق دینے والے ہیں۔ وہاں اُردو زبان کے ادب لطیف میں بھی ایک قابل قدر اضافہ کرنے والے ہیں۔ ٹائیٹل دیدہ زیب ہے۔ اور رسالہ کی دورنگی تحریر نہایت دلکش اور نظر فریب ہے۔ غرض یہ نمبر مضامین کی ہمہ گیری اور طباعت کے اعتبار سے تمام محاسن کا مجموعہ ہے۔ اُمید ہے۔ کہ نہ صرف ریڈ کراس اور دیہات سدھار وغیرہ تحریکات کے حامی اس کی قدر کرینگے۔ بلکہ تمام اہل علم اصحاب اس کے فوائد سے متمتع ہونگے +

میرے ایک محسن کی رائے گرامی

مکرمی تسلیم۔ نمبر پہنچا۔ بلحاظ ضخامت۔ رنگینی اور خوبصورتی کے اُردو زبان میں خصوصاً تعلیمی دُنیا میں یہ نمبر اپنا نظیر آپ ہی ہے۔ یوں تو آجکل اخبار و رسائل کا خاص نمبر نکالنا وطیرہ ہوگیا ہے۔ مگر ریڈ کراس جیسے خشک مضمون پر اس قدر گوناگوں۔ پُر از معلومات اور دلچسپ مضامین فراہم کرنا آپ کا ہی حصہ ہے۔ میرے خیال میں اس مضمون پر اس سے زیادہ مسالا پیش کرنا محال معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح جاپان نے اس تحریک کی ترقی میں کمال دکھلایا ہے۔ آپنے ادبی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تحریک کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔ ریڈ کراس کی مفید ترین باتوں کو دلنشیں کرنے کے لئے کوئی بات اُٹھا نہ رکھی گئی ہے۔ کہیں نظم کہیں نثر کہیں مکالمہ کہیں ڈرامہ دکھلایا ہے۔ اگر اس طرح بھی طبیعت مائل نہ ہو تو اسقدر دلچسپ کہانیاں داخل کی ہیں کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور آسانی سے تلخ دوا بشو گر کوٹیڈ گولیوں کی شکل میں داخل معدہ ہو جاتی ہے۔ بس آپکو آپکی محنت واقفیت اور فن صحافت نگاری پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اُمید ہے کہ آئندہ بھی پبلک کی خدمات کو اپنا زاویہ نگاہ بنائے رکھینگے۔ آپکا صادق ساگرمل گپتا پرادرس و صنوبرہ منڈی

میرے محترم و مکرم جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوشؔ ملسیانی

اپنے ایک خط میں ریڈ کراس نمبر کی بابت یوں فرماتے ہیں۔

ریڈ کراس نمبر پہنچا۔ بلاشبہ آپکی محنت اور توجہ قابل تحسین ہے۔ اس سے زیادہ کوئی کیا کر سکیگا۔ مضامین کا انتخاب اور حسن ترتیب وغیرہ سب باتیں قابل داد ہیں۔ اور لائق صاد

حفظانِ صحت کا حصہ نہایت مفید اور ہمیشہ کام آنے والی چیز ہے۔ زیادہ تحسین۔

میرے مکرم بھائی عابد شاہ جہانپوری اپنے ایک کارڈ میں یوں لکھتے ہیں:۔

جوبلی نمبر اور افسانہ نمبر کے بعد ریڈکراس نمبر بھی آپ کی نگہ انتخاب کا ایک ایسا غیر فانی کارنامہ ہے۔ جس کے نقوش دلِ اہلِ نظر پر ہمیشہ مرتسم رہینگے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا ایثار اور آپکا انتخاب اپنا جواب آپ ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ آپ ہر بار ایک ایسا دلکش مرقع دُنیائے ادب میں پیش کرتے ہیں۔ جس کی رنگینیاں درحقیقت جنتِ نظر ہوتی ہیں۔

میرے مہربان بھائی صاحب سردار رام سنگھ جی یوں تحریر فرماتے ہیں

محترمی سردار صاحب!

ریڈکراس نمبر کا شکریہ۔ دیکھکر دل خوش ہوگیا۔ اتنا ضخیم۔ دیدہ زیب اور دلکش! سچ پوچھئے تو آپ میدان صحافت میں بازی لے گئے ہیں۔ آپ کا ایثار قابلِ تعریف ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے ہر سال جواہرات کوڑیوں کے بھاؤ لٹانے کا تہیہ کرلیا ہے۔ جوبلی نمبر جس نے دیکھا۔ سراہا۔ افسانہ نمبر جس نے پڑھا۔ آپکی اولوالعزمی کا قائل ہوگیا۔ اب ریڈکراس نمبر نے رہنمائے تعلیم کی پُرانی خدمات کو اور چار چاند لگادیئے ہیں۔

ماسٹر صاحب مرحبا! ریڈکراس نمبر ریڈکراس تحریک کو فروغ دینے میں کس قدر ممد ثابت ہوگا۔ اس کے گوناگوں بیش بہا مضامین سے آشکارا ہے۔ یہ نمبر کیا ہے۔ گویا انمول موتیوں کی مالا ہے۔ ریڈکراس کے ہر شعبہ پر پُر از معلومات مضامین درج ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ ریڈکراس تحریک سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لئے ایک قسم کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ریڈکراس سوسائٹی دل کھول کر آپ کی حوصلہ افزائی کریگی۔ اور پبلک آپ کی عالیشان خدمات کا اعتراف کرکے اپنا اخلاقی فرض ادا کرینگے۔

ریڈکراس نمبر کے متعلق عرش صاحب کیا فرماتے ہیں

مکرمی سردار صاحب تسلیم!

آپ اپنی ان ادبی عیاشیوں سے باز نہیں رہ سکتے۔ یہ نمبر کچھ اس شان سے نکلا ہے کہ بلند بانگ دعاوی سے ریڈکراس تحریک کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے تمام رسالوں کی تعلّیاں دھری رہ گئیں۔ میرا یہ دعوٰے ایک حقیقت ہے کہ اُردو زبان میں انجمن صلیبِ احمر ہند کے مقاصد اور اُس کی تاریخ کے موضوع پر ایسی کوئی شاندار کتاب خود انجمن ہذا کی طرف سے شائع کی ہوئی بھی نظر نہیں آتی۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے اور قدر دانانِ ادب کو آپکی حوصلہ افزائی کی توفیق بخشے۔ عرش ملسیانی

حضرت کوثر چاندپوری فرماتے ہیں:۔

سخت حیرت ہے کہ اس قدر ضخیم شاندار اور دلچسپ نمبر مرتب کرنے کیلئے روپیہ آپ کو کہاں سے حاصل ہوگیا؟ جبکہ ماضی قریب میں آپ ایک انقلاب آفرین **افسانہ نمبر** بھی نکال چکے ہیں (معلوم ہوتا ہے آپ کو **جوبلی نمبر** کا علم نہیں) آپ کی اس جرأت اور دلیری کو **انفاق فی العلم** کے علاوہ کسی اور چیز سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً آپ کا نام نامی ارتقائے اُردو کی تاریخ میں ہمیشہ نمایاں اور محفوظ رہیگا +

مسٹر آر۔ آر اگروال بی اے۔ بی ٹی تحریر فرماتے ہیں:۔

ریڈکراس نمبر کے ذریعہ ریڈکراس انجمنوں کے منتظمان اور کونسلروں کی ایک سخت ضرورت کو آپ نے پورا کر دیا ہے۔ نمبر کیا ہے۔ کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے۔ انجمن ہذا کے متعلق ہر قسم کی واقفیت کو یکجا فراہم کر کے آپ نے قدردانوں کے ہاتھوں میں ایک انسائیکلو پیڈیا رکھدیا ہے۔ آپ کی محنت کی جس قدر داد دی جائے تھوڑی ہے +

میرے محترم مرزا فدا علی صاحب خنجر

ریڈکراس نمبر کی رسید ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:۔

رسید میں عموماً تاخیر کی گئی۔ فی الحقیقت آپ کی محنت اور کوشش قابل داد ہے۔ ریڈکراس تحریک کے متعلق معلومات کا اتنا وافر ذخیرہ اس سے پہلے ایک جگہ فراہم نہیں کیا گیا تھا۔ خدا آپ کی خالص محنتوں کو قبول کرے

سردار گوربخش سنگھ صاحب جوہر نارمل سکول گکھڑ سے تحریر کرتے ہیں۔ کہ

"ایجاد آپ کا حصہ ہے اور تقلید دوسروں کا"

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے طریق کار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنا دل و دماغ بلکہ تن من دھن صرف اُردو ادب کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔

اس شاندار نمبر کی تیاری میں جو محنت و مشقت آپ نے اُٹھائی اس کا اندازہ لگانا خصوصاً میرے لئے تو ناممکنات سے ہے اور اس نمی ادبی خدمت کے انجام دینے میں جو کامیابی آپ کو ہوئی ہے۔ ایک دُنیا حیران ہے ۔ وغیرہ

سہو کاتب۔ ریڈکراس نمبر کی فہرست مضامین **صفحہ** ۔ اب کی پہلی سطر میں اور حصہ سوم کی فہرست مضامین میں سردار گوربخش سنگھ صاحب جوہر کے نام سے سنگھ کا لفظ سہو کاتب سے لکھنا رہ گیا ہے۔ لہٰذا ہم سردار صاحب سے معافی چاہتے ہیں۔ ناظرین درست کرلیں۔ مینجر

چند دلچسپ ریڈکراس خبریں

جتنی ممکن دلچسپیاں اور جس قدر عمدہ مضامین "ریڈکراس نمبر" کے لئے جمع ہو سکتے تھے۔ ہم نے اُنکے مہیا کرنے میں کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ مزید دلچسپی کے لئے تحریک ریڈکراس کے متعلق چند دلچسپ خبریں بھی نیچے درج کی جاتی ہیں تاکہ جامعیت کے لحاظ سے کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے:-

ڈاک کے ٹکٹ پر ریڈکراس کا نشان

صنعت۔ حرفت۔ محنت اور تجارت میں جو نمایاں کامیابی اور شہرت جاپان نے حاصل کی ہے وہ آج کسی سے مخفی نہیں۔ اُس نے کمال جوانمردی اور ہمت کے ساتھ یورپ اور امریکہ کا تجارتی مقابلہ کیا اور اس میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ہندوستان پر اس وقت جس سرعت اور تیزی کے ساتھ تجارتی لحاظ سے جاپان چھا رہا ہے اُس کی مثالیں ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جاپانی جو بھی کام شروع کرتے ہیں نہایت ہی قلیل عرصہ میں اپنی ہمت۔ کوشش اور ایثار کی بدولت اُس کو منتہائے کمال اور پورے اوج ترقی پر پہنچا دیتے ہیں۔ دُور کیوں جائیے۔ ریڈکراس کی تحریک ہی کو دیکھ لیجئے جب یہ تحریک جاپان میں پھیلی تو وہاں اس نے اسقدر تیزی اور سرعت کے ساتھ کامیابی اور ترقی حاصل کی کہ اُسکی کیفیت معلوم ہو کر حیرت ہوتی ہے۔ ناظرین یہ سُنکر متعجب ہونگے کہ جاپان کے سرکاری ٹکٹوں پر ریڈکراس کا سُرخ نشان چھاپ دیا گیا ہے اور ٹکٹ پر جاپان کی مرکزی ریڈکراس سوسائٹی کی عمارت کا خوبصورت اور شاندار فوٹو چھپا ہوا ہے۔ جاپان میں اس تحریک کے فروغ اور عروج کا یہ بڑا زبردست ثبوت ہے۔ (ملاحظہ ہو ریڈکراس نمبر صفحہ ۵۲ پر کی بلاک کی تصویر)

پنجاب ریڈکراس سوسائٹی کو ایک لاکھ کا عطیہ

وہ روپیہ جو خدمتِ خلق۔ لوگوں کی بھلائی اور بے خبر لوگوں کو نیک اور اچھی بات بتانے میں خرچ کیا جائے۔ اس سے زیادہ روپیہ کا صحیح مصرف اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ خبر ریڈکراس حلقہ میں نہایت خوشی سے سُنی جائیگی کہ امرتسر کے ایک مخیّر اور مالدار سیٹھ نے ایک لاکھ روپے کی گراں بہا رقم پنجاب کی ریڈکراس سوسائٹی کو دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ آفرین ہے۔

انڈین ریڈکراس سوسائٹی سے حضور شہنشاہ جارج پنجم کی محبت

اخبارات کے ذریعہ یہ خبر ناظرین تک پہنچ چکی ہوگی کہ آئندہ مئی میں ہمارے بادشاہ سلامت کی سلور جوبلی تمام سلطنت

برطانیہ میں پوری شان و شوکت سے منائی جائیگی۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کو تخت نشین ہوئے ۲۵ سال ہو چکے ہیں۔ اس مبارک اور شاندار تقریب کی تیاریاں ابھی سے بہت وسیع پیمانہ پر ہو رہی ہیں۔ ریڈ کراس تحریک سے دلچسپی رکھنے والے ناظرین نہایت مسرت کے ساتھ سنینگے کہ اس جشنِ مسرت و شادمانی کے موقعہ پر حضور شہنشاہ نے اپنی خاص عنایت و نوازش سے ایک فنڈ کے اجراء کی خواہش فرمائی ہے۔ جس کا تمام روپیہ انڈین ریڈ کراس سوسائٹی۔ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن۔ دی کونٹس آف ڈفرن فنڈ اور انڈین سولجرز بلوننٹ فنڈ کو دیا جائیگا۔ حضور شہنشاہ کی یہ خواہش انشاء اللہ نہایت شاندار طور پر کامیاب ہوگی اور ہندوستان کے نواب۔ مہاراجہ۔ امراء اور رؤسا نہایت دل کھول کر بڑی فیاضی اور دریا دلی کے ساتھ اس فنڈ میں شرکت فرمائیں گے۔ اس کے متعلق حضور وائسرائے اور جناب لیڈی ولنگڈن صاحبہ علیحدہ علیحدہ اپیلیں شائع فرما چکے ہیں۔ یہ تجویز ظاہر کرتی ہے کہ حضور شہنشاہ کے دل میں خدمتِ خلق اور عام لوگوں کی بھلائی و بہتری کا کس قدر زبردست جذبہ موجود ہے۔ خدا ایسے نیک نفس حکمراں کو تا دیر سلامت رکھے۔ آمین

(محمد اسماعیل پانی پتی)

آرزوئے جمیل

(از سید ع د ج زبیری بدایونی)

جلوۂ حُسنِ شعلہ ریز، بہرِ خدا دکھا بھی دے
طورِ دل و جگر پر آج، برقِ کرم گرا بھی دے

مجھ سے نظر ملا کے پھر ناز سے مسکرا بھی دے
میرے نیازِ عشق کا، ذوقِ وفا بڑھا بھی دے

رنجِ جفائے دوست بھی مسلکِ عشق میں ہے فرض
فرصتِ غم کو ڈھونڈکر، حیرتِ حُسن لا بھی دے

سعئ تلاش میں تری، ہونے لگا ہے انحطاط
پردۂ رُخ اُٹھا کے پھر، جوشِ طلب بڑھا بھی دے

وہ تو مری تلاش میں، بہرِ جفا ہیں منہمک
کثرتِ رنج و غم کہیں، ان کو مرا پتا بھی دے

حدِ کمالِ رنج ہی، مژدۂ انبساط ہے
سعئ جمالِ دلفریب، درد کو دل بنا بھی دے

فطرتِ عشق کو ہے پھر لیلیٔ حُسن کی تلاش
ذوق پہ میرے رحم کر قیس مجھے بنا بھی دے

دیدِ جواں کی منحصر حشر کے دن پہ ہے عروج
زورِ فغاں سے کام لے حشر ابھی اُٹھا بھی دے

شاگردانِ حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی

(۱۹)

(از خسروِ سخن ہارون صاحب انصاف)

جناب غیاث الدین احمد صاحب خورشیدؔ دہلوی حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی کے رشید شاگرد گذرے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کلامِ خورشید میں بھی جناب داغ کے رنگ کی جھلک نظر آتی ہے۔ آمد۔ فصاحت۔ بلاغت اور زبان کا لطف ہے۔ جناب خورشید دہلوی حضرتِ اُستاد نوح ناروی روحی لہ الفدا کی طرح حیدر آباد دکن میں اُستاد داغ دہلوی کے پاس رہ چکے ہیں۔ حکیم سید محمد یسین صاحب داغ و شہرتؔ بیجاپوری شاگرد حضرت داغ دہلوی ابھی ابھی بمبئی کے قریب شہر بھکل ضلع کاروار میں گذرے ہیں عمر قریباً اسّی برس کی تھی۔ مرحوم نے جناب خورشید دہلوی کی یہ غزل مجھے عنایت فرمائی حضرت داغ بیجاپوری کا مطب حیدر آباد اور بمبئی میں تھا۔ جناب خورشید دہلوی کا دیوان خدا جانے شائع ہوا یا نہیں۔ ہندوستان کے بہت سے کتب خانوں میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے لیکن کہیں دیوانِ خورشید دہلوی میری نظر سے نہیں گذرا۔ شہر مدراس میں محمڈن پبلک لائبریری ساٹھ ستر برس سے مذکور کتب خانے میں دیوانِ خورشید ہے۔ شروع اور اخیر کے صفحات پھٹے ہوئے ہیں۔ اس سے پتا نہ چل سکا کہ یہ کون خورشید ہیں۔ نواب منوّر خاں صاحب گوہر رئیس مدراس شاگرد حضرتِ نواب فصیح الملک داغ دہلوی سے بھی میں نے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ لیکن پھر بھی کچھ پتا نہ چلا۔ اس دیوانِ خورشید میں چونکہ رنگِ داغ نظر نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ دیوانِ خورشید دہلوی نہیں ہے۔ کسی اور خورشید کا ہوگا۔ اب ناظرین رہنمائے تعلیم لاہور جناب خورشید دہلوی کا روح فرسا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

از غیاث الدین احمد صاحب خورشیدؔ دہلوی شاگرد حضرتِ نواب فصیح الملک داغ دہلوی)

قوت نہ آہ کی ہے نہ طاقت فغاں کی ہے ۔۔۔ حالت بہت خراب دلِ ناتواں کی ہے
آنکھوں کو لطف دید کا۔ کانوں کو بات کا ۔۔۔ قسمت بلند سب میں ترے پاسباں کی ہے
ہے شرم تیرے ہاتھ مدد اے گدازِ عشق ۔۔۔ کچھ جسم میں نمود ابھی استخواں کی ہے
بدظن ہے رازداں سے نگہ باں سے مشتبہ ۔۔۔ آفت میں جان اپنے دلِ بدگماں کی ہے

خورشیدؔ شاعری میں فصاحت کا ہے مزا
سچ پوچھئے تو شعر میں لذت زباں کی ہے

سیر سرحد

(لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر جمشید)

اپنے ملک کی شمال مغربی سرحد کو دیکھنے کی مجھے مدت سے آرزو تھی۔ کئی دفعہ موسم گرما کی تعطیلات میں گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا لیکن حالات کی مجبوری سے لاچار تھا۔ ۲۵ نومبر ۱۹۳۴ء کو انگریزی اخبار ٹریبیون میں یہ خبر پڑھ کر کہ پنجاب جغرافیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے ایک پارٹی رائے صاحب لالہ سوہن لال صاحب پروفیسر سنٹرل ٹریننگ کالج کے زیر ہدایت کالا باغ۔ کوہاٹ۔ پشاور۔ درہ خیبر۔ لنڈی کوتل اور پنجہ صاحب کی سیر کے لئے مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۴ء کی شام کو روانہ ہوگی۔ تو میرے سمند شوق پر ایک اور تازیانہ لگا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن رائےصاحب مذکور کو سفر خرچ روانہ کر دیا۔ اُن کی اجازت آجانے پر ۲۰ نومبر کا بصد شوق انتظار کرنے لگا۔ اس انتظار میں یہ ہفتہ بڑی مشکل سے گزرا۔ گھنٹے دن معلوم ہوتے تھے اور دن مہینے۔ آخر ۲۰ تاریخ کو ساڑھے گیارہ بجے صبح کی گاڑی سے روانہ لاہور ہوا۔

ہمارے مقامی سٹیشن ماسٹر بابو عظمت علی صاحب میرے دوست ہیں اور بڑے زندہ دل ہیں۔ جب میں نے ان سے اس سیر کے متعلق ذکر کیا تو وہ خوشی سے اُچھل پڑے۔ جھٹ دس یوم کی رخصت کی افسران بالا کی خدمت میں درخواست بھیج دی۔ خوش قسمتی سے اُنکی رخصت بھی منظور ہو گئی۔ وہ مجھ سے مقررہ تاریخ۔ وقت اور جگہ پر لاہور ملنے کا وعدہ کر کے ۱۹ نومبر کی صبح کو ہی روانہ ہو گئے۔

لاہور میں ۴ بجے شام کو پہنچا۔ یہاں میں ساڑھے ۴ گھنٹہ کے قریب اپنے مہربان سردار جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کے مکان پر ٹھہرا۔ اُنہیں میں نے اپنے آنے کی پہلے ہی اطلاع دے دی تھی۔ مجھے مل کر وہ نہایت خوش ہوئے۔ جاتے ہی ہاتھ منہ دُھلا چائے اور مٹھائی سے تواضع کی۔ کچھ عرصہ کے لئے نہایت پُر لطف ادبی گفتگو ہوتی رہی۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں رائے صاحب موصوف کے مکان پر پہنچا۔ انہوں نے ایک کارڈ جس پر تمام سیر کا پروگرام چھپا ہُوا تھا دیکر ہدایت کر دی کہ میں سٹیشن پر ٹھیک ساڑھے سات بجے پہنچ جاؤں۔ چھ بجے کے قریب سردار صاحب کے مکان پر واپس آیا۔ کھانا تیار تھا۔ بیٹے اور سردار صاحب نے مل کر کھایا۔ مہربان سردار صاحب نے بوقت روانگی دوسری صبح کے ناشتے کے لئے کچھ اُبلے ہوئے انڈے بھی دیئے۔ اور ایک جوبلی نمبر کی جلد بھی عنایت کی تاکہ راستہ میں اگر مطالعہ کی

طرف طبیعت کا رُجحان ہو تو اسے پڑھ لیا جائے - ان تمام عنایات کے لئے میں مسٹر راؤ صاحب کا نہایت ممنون ہوں -
سٹیشن پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہماری پارٹی ۵۸ انفوس پر مشتمل ہے جن میں چھ لیڈیاں چھ کے قریب دیگر اصحاب اور باقی مختلف کالجوں کے طلبا ہیں -

تمام پارٹی کو پہنچانے کے لئے دو بوگی گاڑیاں ریزرو تھیں - ان گاڑیوں کے مختلف ڈبوں کو رائے صاحب نے مختلف کالجوں کے طلبا میں تقسیم کر دیا تھا - میرا قرعہ سنٹرل ٹریننگ کالج کے طلبا کے ساتھ پڑا - ہر ایک آدمی کو اتنی جگہ مل گئی تھی کہ وہ پاؤں پھیلا کر سو سکے - جس گاڑی سے ہماری بوگیاں ملحق ہوئی تھیں اُس کا وقت روانگی لاہور سے آٹھ بجکر چالیس منٹ تھا - یہ گاڑی دہلی سے چل کر بھٹنڈا اور فیروزپور ہوتی ہوئی لاہور پہنچتی ہے اور اور پھر ۸ بجکر چالیس منٹ پر روانہ ہو کر چیچوکی ملیاں - ننکانہ صاحب - لائلپور - سانگلاہل - چنیوٹ - سرگودھا - شاہ پور خوشاب - کندیاں - میانوالی ہوتی ہوئی ماڑی انڈس پہنچتی ہے - لاہور سے ماڑی انڈس کا سفر تقریباً ۱۲ گھنٹہ کا ہے -

چونکہ سفر کی پہلی رات تھی - اور ہر ایک آدمی خوش وخرم تھا - اس لئے اِس رات بہت کم لوگ سوئے کوئی بے فکر ہو کر شور مچا رہا تھا - کوئی گا رہا تھا - کوئی ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ سب کے سب دُنیا وما فیہا بھول چکے ہیں - میں نے اوپر کی نشست پر بستر لگایا تھا - لیکن ایسے شور وغل میں سونا نصیب کہاں ؟ -

میرے ڈبے میں ایک صاحب لالہ کشن داس ایم اے تھے - وہ آجکل سنٹرل ٹریننگ کالج کے بی ٹی کے طالب العلم ہیں - انہوں نے میرے مضامین مختلف اخبارات میں پڑھے تھے - جب اُنہیں میرا پتہ لگا - تو چند لمحوں میں ایسے گھل مل گئے جیسے دیرینہ دوست ہوں - صبح ہوتے ہی گاڑی شاہ پور پہنچی - ۳۰ کے قریب شاہ پور کالج کے طلبا بھی ہمارے ساتھ سوار ہو گئے - خوشاب - کے ہیڈ ماسٹر رائے صاحب کے ایک عقیدت مند شاگرد ہیں - انہوں نے وہاں چائے اور مٹھائی کا بہت اچھا انتظام کر رکھا تھا - تمام پارٹی کی چلتی گاڑی میں ہی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی -

خوشاب سے لے کر داؤد خیل تک میانوالی شہر کے سوائے تمام علاقہ بنجر اور بیابان ہے - سوائے اونچے اونچے ریتلے ٹیلوں کے اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا - لیکن پھر بھی خلقِ خدا اس طرف آباد ہے - اور اسے اپنا وطنِ عزیز سمجھتی ہے - لوگوں کی پوشش کے طرز - لباس اور زبان میں بھی مشرقی اور وسطی پنجاب کے رہنے والوں سے نمایاں فرق ہے - گاڑی کے ساتھ ساتھ اب سلسلۂ کوہستان شروع تھا - اس سلسلۂ کوہ میں یہ بات خصوصیت سے تھی کہ سب پہاڑیاں بنجر اور ننگی ہیں - سبزی یا کسی درخت کا نام ونشان بھی نہیں - گرمیوں میں جب یہ ریتلے میدان اور ٹیلے اور یہ ڈراؤنے اور ننگے ننگے پہاڑ گرم ہو جاتے ہونگے تو خلقِ خدا الامان الامان

پکار اُٹھتی ہوگی۔ کئی سٹیشن تو ایسے دیکھے گئے کہ جہاں پانی بالکل نہیں ہوتا۔ یہاں چھوٹے چھوٹے لوہے کے حوض رکھے ہیں جنہیں ہر صبح ریل کے ذریعہ ایک چلتے پھرتے بڑے حوض سے پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ اس حالت سے متاثر ہوکر میں خدا کا شکر بجالایا جس نے مجھے ایسے علاقہ میں پیدا کیا جو پنجاب کا سب سے سرسبز اور شاداب علاقہ ہے۔ یہ بھی تو انسان ہیں جنہیں پینے کے لئے تازہ پانی بھی نہیں ملتا۔

گاڑی ایک بجے کے قریب ماڑی انڈس کے سٹیشن پر پہنچی۔ ماڑی انڈس کا سٹیشن دریائے سندھ کے بائیں کنارے واقع ہے۔ اور ٹھیک سامنے دائیں کنارے کالاباغ کا شہر بسا ہوا ہے۔ ماڑی انڈس کے سٹیشن سے کالاباغ کا منظر نہایت دلکش وخوبصورت دکھائی پڑتا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں واقع ہونے کے سبب مختلف مکانات ایک دوسرے سے اونچائی پر بنے ہیں۔ دُور سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اوپر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں ہوں۔ ماڑی انڈس سے کالاباغ جانے کے لئے دریائے سندھ پر ایک مضبوط پُل بنا ہے۔ یہ لائن ماڑی انڈس سے کالاباغ ہوتی ہوئی بنوں چلی جاتی ہے۔ چونکہ یہ لائن میٹر گیج یعنی ساڑھے تیس فٹ چوڑی ہے۔ اس لئے ہماری بوگی گاڑیاں ماڑی انڈس کے سٹیشن پر ہی کاٹ لی گئیں۔ ہم اپنے سامان اور بستروں کو اسی طرح سے کھلے چھوڑ کر کالاباغ روانہ ہوگئے۔ گاڑیوں کو ہر جانب سے تالا لگاکر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ کالاباغ پہنچ کر ہم قصبہ میں سے ہوتے ہوئے نمک کی کان دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ نمک کی کان قصبہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک چھوٹی سی کان قصبہ کے قریب بھی ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ بڑی کان دیکھنے کا تھا۔ نمک کا پہاڑ دیکھ کر خدا کی قدرتِ کاملہ یاد آجاتی ہے۔ حضرتِ انسان کے لئے اُس کے خدا نے اپنی کوئی نعمت بخشنے میں کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ اگر میٹھا اور تازہ پانی عطا کرنے پر آیا تو اُس کے سینکڑوں دریا بہا دیئے۔ اگر مٹی کے تیل کی بخشش کی تو ایسی ایسی جگہیں بنا دیں جہاں کوئیں کھود کر لاکھوں ٹن تیل ہر سال نکالا جاتا ہے۔ اگر کوئلہ عنایت کرنے پر آیا تو سینکڑوں میل لمبی کان بنا دی اور اگر نمک کی مہربانی کی تو سینکڑوں میلوں میں کوہستان نمک بنا ڈالا۔ الغرض اُس کی کس کس مہربانی کا ذکر کیا جائے۔ قلم میں یہ طاقت کہاں؟

نمک کی کان تک پہنچنے کا راستہ دریا کے بالکل ساتھ ساتھ ایک پگڈنڈی کی شکل میں ہے۔ ایک طرف نمک کا عالیشان پہاڑ ہے۔ دوسری جانب زبردست دریائے سندھ اور بیچ میں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی۔ کئی مقامات پر یہ راستہ اتنا چھوٹا ہے کہ اگر پاؤں پھسل جائے تو آدمی سیدھا دریا کے اندر گر جائے۔ کان کے دروازہ پر پہنچ کر ہمیں مختلف پارٹیوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اور ایک وقت میں ایک ہی پارٹی کو اندر لیجایا گیا کیونکہ کھیوڑہ کی کان کی طرح یہاں بجلی کا کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے گیس لیمپوں کے ساتھ ہی آدمی اندر آجاسکتا ہے۔ کان کے اندر داخل ہوتے ہی ایک خاص قسم کی بُو سی محسوس ہوئی۔ وہاں باہر کی نسبت درجہ حرارت بھی

زیادہ تھا۔میرا دم بوجہ نووارد ہونے کے کچھ گھٹنے لگا۔اس لئے گرم کوٹ اور گرم بنیان اُتار ڈالی۔پھر بھی گرمی محسوس ہوتی تھی۔کان کے اندر چلتے ہوئے میرے دل کی عجیب حالت تھی۔میرے اوپر نمک۔نیچے نمک۔دائیں نمک اور بائیں نمک تھا۔جہاں چھت نزدیک تھی وہاں قلمی نمک لٹک رہا تھا۔اس طرح کے نمک کو انگریزی میں Stalactites اور Stalagmites کہتے ہیں۔یہ نمک نہایت ہی صاف اور خالص ہوتا ہے۔ہماری پارٹی کے اصحاب نے لٹکتے ہوئے نمک کو نمونہ کے طور پر لے جانے کے لئے توڑا۔بعض قلمیں تو ایک ایک فٹ لمبی تھیں۔ان Stalactites اور Stalagmites کے متعلق سائنس کی کتب میں پڑھا کرتے تھے۔آج اپنی آنکھوں سے دیکھے کان کے اندر کام کرنے والے مزدور بارود کے ذریعہ نمک کاٹتے ہیں۔ان تنگ و دشوار گذار جگہوں میں یہ خدا کے بندے کام کرتے ہیں۔انکی روزانہ اُجرت ایک روپیہ چار آنہ کے قریب پڑتی ہے پہلے تو خیال آیا۔کہ ہمارے نارمل اور ایس وی ٹیچروں سے تو نمک کی کان کے یہ مزدور ہی اچھے ہیں۔لیکن جب انکی سخت محنت۔جان جوکھم اور ایسی بدبودار تنگ تاریک مقامات میں کام کرنے پر غور کیا۔تو محسوس کیا کہ واقعی یہ اُجرت ان غریبوں کے لئے کوئی زیادہ نہیں۔یہ کان کھیوڑہ کی کان سے کہیں پُرانی ہے۔لیکن اُس سے اب بدرجہا چھوٹی ہے۔نمک کی لاگت چھ آنہ من پڑتی ہے لیکن اس پر محصول ایک روپیہ نو آنہ ادا کرنا پڑتا ہے۔اس جگہ سے سالانہ ۴ لاکھ من نمک نکلتا ہے۔لیکن اس کے مقابلہ میں کھیوڑہ سے ۳۲ لاکھ من سالانہ۔

تین بجے کے قریب ہم واپس ماڑی انڈس کے لئے روانہ ہوئے۔راستہ میں ایک چھوٹا سا پانی کا نالا نمک کے پہاڑ سے آتا تھا۔بعض اصحاب نے چند گھونٹ اِس نالے سے پیئے۔پانی اتنا نمکین تھا کہ وہ شاید اِس تجربہ کو عمر بھر نہ بھولینگے۔واپسی پر گاڑی آنے کا کسی کو بھی خیال نہ تھا۔بلکہ سب دریائے سندھ کو بذریعہ کشتی عبور کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔دریا پر آکر کشتیاں کرایہ پر لی گئیں۔ملاحوں نے فی کس ایک آنہ وصول کیا۔اور کشتیوں کو دریا میں چھوڑ دیا۔ہندوستان کے سب سے زبردست اور تاریخ ہند پر اتنا اثر انداز ہونے والے مشہور دریا کے سینے پر جب کشتی چل رہی تھی تو میرے دل کی عجب کیفیت تھی۔کالا باغ کے مقام پر دریا کی چوڑائی نسبتاً کم ہے۔لیکن گہرائی بہت زیادہ ہے۔موسم سرما کے سبب دریا میں طغیانی نہ تھی اور پانی آہستہ آہستہ مست ہاتھی کی چال سے اپنے منزل مقصود کی جانب بہا چلا جاتا تھا۔ہم نے فوراً ہی کشتی سے دوسری جانب اُترنے کی بجائے ڈیڑھ دو گھنٹہ کشتی کی خوب سیر کی۔اب شام کا وقت تھا۔دونو طرف پہاڑوں کے درمیان کشتی چل رہی تھی۔اور بڑی خاموشی کا عالم تھا۔سورج دیوتا پہاڑ کی ایک جانب غروب ہو رہے تھے۔ایک جانب کالا باغ کا قصبہ تھا۔دوسری جانب ماڑی انڈس کا ریلوے سٹیشن۔دریا کا پانی بڑا ہی خوش ذائقہ معلوم ہوتا تھا۔

(باقی آئندہ)

آہو منار المشہور ہرن منارہ

(از پیر غلام دستگیر صاحب نامی)

جہانگیر بادشاہ کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ اس غرض کے لئے اس نے جانور سدھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہرنوں کے شکار کے لئے اس کے پاس ایک بڑا خوش وضع ہرن تھا جس کا نام منسراج تھا جو پالتو ہرنوں سے لڑنے اور صحرائی آہوؤں کا شکار کرنے میں بے نظیر تھا۔ جب یہ ہرن مر گیا تو جہانگیر کو بڑا صدمہ ہوا اس لئے اُس نے حکم دیا کہ جس جگہ یہ ہرن بادشاہ کو جنگل سے دستیاب ہوا تھا اور ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں صحرائی وحشت چھوڑ کر بادشاہی ہرنوں میں ممتاز ہو گیا تھا۔ وہاں اس کی قبر کے پاس ایک منار بنایا جائے اور اس کی قبر اس کی شکل پر بنا کر پتھر پر مندرجہ ذیل عبارت نقش کر کے پتھر نصب کر دیا جائے۔ چنانچہ ملا محمد حسین کشمیری نے جو، اپنے عہد کے خوش نویسوں کا سرتاج تھا اس کام کو سرانجام دیا۔

"دریں فضائے دلکش آہوئے بدام جہاندارِ خدا آگاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ آمدہ در عرض یکماہ از وحشت صحرائیت برآمدہ سرآمد آہوانِ خاصہ گشت۔ بنابر ندرتِ آہوئے مذکور حکم کردم کہ ہیچ کس قصد آہوان این صحرا نکند و گوشتِ آنہا برہندو و مسلمان حکم گوشت گاؤ و خوک داشتہ باشد و سنگِ قبرا و را بصورتِ آہو مرتب ساختہ نصب کنند"۔

جہانگیر نے اپنی سلطنت کے حالات خود قلمبند کئے ہیں۔ کتاب توزک جہانگیری کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ نے لاہور سے کابل کو جاتے ہوئے ماہ ذی الحجہ ۱۰۱۵ھ ہجری یعنی آج سے قریباً ۳۳۸ برس پہلے یہاں مقام کیا اور ہرن منارہ کا ذکر جو اوپر تحریر ہوا درج تزک فرمایا۔ شیخوپورہ کا نام وہ جہانگیر پور بنا کر لکھتا ہے کہ یہ موضع میری خاص شکارگاہوں میں سے ہے۔ میں نے سکندر معین کو کہ اس پرگنہ کا جاگیردار ہے حکم دیا کہ جہانگیر پور میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرے۔ اس تحریر کے پندرہ برس بعد بادشاہ نے کشمیر سے لاہور آتے ہوئے پھر اسی مقام پر قیام کیا۔ اب اس منارہ کے پاس ڈیڑھ لاکھ کے صرف سے وہ عظیم الشان تالاب بن چکا تھا جس کے عین وسط میں ہر طرح سے دلنشین عمارت جو دولتخانہ شاہی کہلانے کے لائق ہے بن چکی تھی۔ جہانگیر یہاں لکھتا ہے کہ یہ جگہ ایام شاہزادگی سے میری شکارگاہ تھی۔ اس کے پاس ہی میرے دولتخانہ کے لئے تالاب و منارہ بن گیا ہے۔ یہ بیشک بادشاہانہ شکارگاہ ہے میں نے اس علاقہ کو پرگنہ بنا کر سکندر معین کی جاگیر میں دیدیا تھا۔ اور اسکی وفات کے بعد یہ ارادت خاں کی جاگیر مقرر ہوا۔

الغرض یہاں شکار سے بہرہ اندوز ہو کر بادشاہ ستمبر سنہ ۱۰۳۰ھ لاہور کو واپس آئے۔ آنند نامی ہاتھی پر سوار تھے اور جہاں سے گذرتے تھے چاندی کے سکے جو خاص پچھاور کرنے کے لئے ڈھلتے تھے اور جنہیں نثار کہتے تھے محتاجوں کے لئے دائیں بائیں بکھیر جاتے تھے یہ ۵ محرم سنہ ۱۰۳۱ھ کا واقعہ ہے یعنی آج سے ۳۲۴ برس پہلے کا۔ یہ منارہ اور تالاب شہر شیخوپورہ کے باہر ریلوے لائن سے دائیں طرف کوئی ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور قریباً ساڑھے تین سو سال سے شائقین کو اپنی زیارت کے لئے کھینچ رہا ہے۔ قلعہ شہر میں بحالتِ شکستہ موجود ہے۔ راجہ شیخوپورہ کو اسکی مرمت بھی غالباً منظور نہیں ::

ایک فروگزاشت

رسالہ ہذا کے مارچ نمبر میں محقق اعظم جناب مولٰنا عابد الہ آبادی کے حالات زندگی شائع کئے گئے ہیں۔ اِن حالات کے ہمراہ اِن کی شبیہ مبارک کا شائل کیا جانا نہایت ضروری تھا۔ ہمیں اس فروگزاشت کا نہایت افسوس ہے۔ کہ کچھ تو ریڈر کی اس نمبر کی بے حد مصروفیتوں کی وجہ سے اور کچھ مینجر صاحب کی علالت کے باعث وقت پر بلاک کا تیار کیا جانا ممکن نہ ہو سکا۔ اس کی تلافی کے لئے اِن حالات و کوائف کو معہ شبیہ دوبارہ شائع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے خیال میں جس طرح حالاتِ زندگی کے ساتھ شبیہ مبارک کا شائع نہ کرنا ایک فروگزاشت ہے۔ اسی طرح حالاتِ زندگی کے بغیر صرف شبیہ کو شائع کر دینا بھی مناسب نہیں۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام بھی اس تکرار اشاعت کو ضروری اور پسندیدہ خیال فرمائینگے۔ (جوش ملسیانی)

جذباتِ فیاض

شیدا نہ ہو دِل اعشوۂ دُنیاءِ دنی پر ــــ کیا شیفتگی بزم پریشاں شدنی پر
گریاں ہیں بیاباں میں مرے آبلۂ پا ــــ روتے ہیں ہرن میری غریب الوطنی پر
وُہ تاب ہے مجھ کو بھی نہیں تابِ تجلی ــــ ہے برق کا عالم تری سیمیں بدنی پر
گویا یہ چھڑکتے ہیں نمک زخم پر اُس کے ــــ ہنستے ہیں جو گُل نالۂ مُرغِ چمنی پر
اِک غمزۂ پئے قتل ہے کافی نہ اُٹھا تیغ ــــ حرف آئے نہ قاتل تری نازک بدنی پر
ٹوٹے گا جو موتی کبھی پیوند نہ ہوگا ــــ آمادہ نہ ہرگز ہو مری دل شکنی پر
محروم ہوں کیوں فیض سے میں مبدءِ فیاض ــــ فیضاں ترا عام ہے محتاج و غنی پر

(زوار حسین زیدی)

مختصر سوانح حیات مولٰنا حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ

(از قلم محمد سعید اللہ صاحب سعید الہ آبادی آفیسر سرشتہ آبپاشی از گوالیار)

خدائے سخن حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ کے آباؤ اجداد شاہانِ اودھ کے وابستگان سے تھے اور عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز رہے۔ پرگنہ و قصبہ پھولپور ضلع الہ آباد ان کے مورث اعلےٰ کا بسایا ہوا ہے۔ جو اب تک شاداب و آباد ہے۔ شاہان اودھ کا چراغ جب باد سموم کے جھونکوں سے بُجھ گیا تو آبائی وطن چھوڑ کر الہ آباد آ بسے بزمانہ شری متی مہارانی بیجا بائی صاحبہ رئیسہ گوالیار بذریعہ طبابت اِن کے عم بزرگوار حکیم شیخ غضنفر حسین صاحب گوالیار تشریف لائے اور دولت سیندھیا میں ان کا خوب دُور دورہ رہا۔ انہیں کی توسط سے اِن کے حقیقی چچا منشی عبد الجبّار صاحب نے وطن مالوف الہ آباد کو چھوڑ کر گوالیار میں سکونت اختیار کی۔

منشی عبد الجبّار صاحب تین برادر حقیقی تھے۔ بڑے منشی عبد الجبّار اور اُن سے چھوٹے منشی عبد الغفّار اور ان سے چھوٹے منشی عبد السّلام کو جو صابر صاحب کے والد بزرگوار تھے۔ گوالیار آئے۔ منشی عبد الجبّار اور اُنکے چھوٹے بھائی منشی عبد السّلام تو گوالیار ہی کے باشندے کہلانے لگے اور گوالیار میں ملازمت اختیار کر لی۔ مگر منجھلے بھائی منشی عبد الغفّار صاحب اپنے وطن الہ آباد کو واپس چلے گئے۔

منشی عبد السّلام صاحب پدر بزرگوار مولٰنا صابر صاحب پرگنہ سون کچھ ضلع اوجین ریاست گوالیار میں ملازم تھے اور ان کا کاروبار نہایت اعلےٰ پیمانے پر چل رہا تھا۔ اُن کی ساختہ و پرداختہ عمارت و سرائے وغیرہ اُن کے امارت کی بزبانِ حال شاہد ہیں۔

صابر صاحب کی پیدائش خاص سونکچھ کی ہے۔ ہنوز آپ کی عمر کا تیسرا سال گذر رہا تھا کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ یہ تین بھائی بڑے منشی زین العابدین صاحب جو اِس وقت پولیس آودھ کے پنشنر ہیں۔ اور چھوٹے بھائی منشی مجیب الرحمٰن مرحوم کہ جن کا بیوقت گوالیار میں انتقال ہو گیا ہے تھے اور سب سے چھوٹے مولٰنا صابر صاحب ہیں۔ اور ایک ہمشیرہ خورد سالہ تھیں کہ وہ بھی دُنیا کو خیر باد کہکر راہی مُلک عدم ہوئیں۔ انکے صاحبزادہ منشی حمید اللہ صاحب مائل سکریٹری ادیب اُردو گوالیار ہیں۔

مولٰنا صابر کے والد بزرگوار کے انتقال پر مُلال پر اُن کے احبا نے بذریعہ تار برقی منشی عبد الجبّار صاحب گوالیار اور منشی عبد الغفّار صاحب الہ آباد کو اطلاع دی۔ چنانچہ منشی عبد الغفّار صاحب الہ آباد سے سونکچھ

پہنچے وہاں جاکر دیکھا کہ نوکر چاکروں نے تمام نقد و قیمتی زیورات وغیرہ خورد برد کر دیا ہے۔ اور کُل کاروبار کو درہم برہم کر دیا ہے۔ کیونکہ اُس وقت منشی زین العابدین صاحب کی عمر نو سالہ ہوگی اور سب بچے نابالغ تھے۔ چنانچہ جو کچھ برآمدگی مال کی ہو سکی کی گئی۔ تاہم پردیس کا معاملہ تھا۔ بقیہ مال اور بچوں کو لے کر گوالیار اور گوالیار سے الہ آباد چلے گئے۔

اور مولنا صابر کو ان کے چچا حکیم شیخ عبداللہ صاحب کی نگہداشت میں چھوڑا۔ جو حکیم شیخ غضنفر حسین صاحب کے چھوٹے بھائی اور مہارانی صاحبہ بڑودان کے یہاں بمشاہرہ سات سو روپیہ اور تین سو روپیہ دواخانہ وغیرہ جملہ ہزار روپیہ ماہوار پر ملازم تھے۔

مولنا صابر نے کچھ درس و تدریس حاصل کی اور بڑودان جاکر کچھ تعلیم پائی۔ ذہن کے رسا تھے۔ تھوڑے عرصہ میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

حکیم شیخ عبداللہ صاحب کے انتقال کے بعد نومبر ۱۸۹۷ء میں آپ مولنا عبدالجبار صاحب مدارالمہام بھوپال سے اپنے چچازاد بھائی منشی سراج الحسن صاحب کے ہمراہ ملنے آئے۔ مدارالمہام صاحب بھوپال ان کے چچا حکیم شیخ عبداللہ صاحب کے احبا سے تھے۔ اُنہوں نے نہایت خاطر مدارات کی اور تقریباً اٹھارہ (۱۸)۔ بیس (۲۰) یوم مہمان رکھا اور آئندہ ان کی کافی امداد کے لئے وعدہ فرمایا مگر زبونی قسمت سے کیا زور چل سکتا ہے کہ اس اثنا میں ان کے عم بزرگوار منشی عبدالجبار صاحب کا گوالیار میں انتقال ہو گیا۔ اس خبر وحشت اثر کے سُنتے ہی آپ مدارالمہام صاحب سے اجازت لے کر گوالیار تشریف لائے اور گوالیار ہی میں بود و باش اختیار کر لی۔

آپ گوالیار میں عرصہ تک آفیسر سرحد تنازعات و معافی تحقیقات آفیسر کے عہدے پر مامور رہے۔ دیانتداری و کارنمایاں کی بدولت تحصیلداری و سپرنٹنڈنٹی پر فائز کئے گئے۔ مگر ۱۹۳۳ء سے آپ ملازمت ترک کرکے خانہ نشین ہو گئے۔ اس وقت آپ کے تین صاحبزادے برسرِ کار ہیں۔

حالاتِ شعر و سخن

چونکہ آپ اوائل عمر ہی سے موزوں طبع اور عقل رسا رکھتے تھے۔ اور شعر و سُخن سے دلچسپی تھی۔ اُستاد کی تلاش میں بلیغ کوشش فرمائی۔ مگر حسب دلخواہ کوئی اُستاد نہ ملا۔ اِس لئے اُستادی شاگردی کا خیال دل سے نکال دیا اور کتب عروض عربیہ و فارسیہ کا مطالعہ شروع کر دیا اور اُن میں سے جواہر پارے اِکٹھا کرنا شروع کر دیئے۔ اِس وقت آپ کی بہت سی تصنیفات فنی و عروضی اُن کے کتب خانے میں قلمی موجود

ہیں کہ جو نہایت کارآمد شعرا ہیں اور جن کی اشاعت سے تمام دُنیا مستفیض ہو سکتی ہے۔ اُن کی لاپروائی سے اب تک ویسے ہی پڑی ہیں جن کی طباعت کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

اوّل اوّل آپ کے کلام بلاغت نظام صحیفۂ بجنور و مفید روزگار بمبئی وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔ مگر چونکہ آپ کی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنا نام نمود نہیں چاہتے۔ اس لئے اُنہوں نے اخباری دُنیا کو بھی خیرباد کہدیا حتیٰ کہ اٹھارہ[۱۸] بیس[۲۰] سال تک اپنے نوادر افکار کی اشاعت بھی بند کردی۔

ایک انجمن موسومہ ادیب اُردو عرصہ دراز سے آپ کے اہتمام میں قائم ہے جس کی مُراز اور جیکم کا پر بیٹ اور بزم اُردو گوالیار وغیرہ شاخ و نقل موجود ہیں۔

بزم ادیب اُردو گوالیار بہت پُرانی اور اب تک اپنی سلامتی کا نمونہ بڑے آب و تاب سے اخباری دُنیا میں پیش کررہی ہے۔ اس انجمن میں تمام فنی و عروضی معاملات آئے دن فیصل ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی ادھر توجہ خاص ہے۔

رسالہ جات و اخبارات وغیرہ سے آپ کو نہ خاص دلچسپی ہے نہ کبھی مضامین نظم و نثر بھیجتے ہیں۔ تاہم اُن کی قابلیت میں کوئی شک نہیں۔

اِن کو انجمن خدام العلمین گوالیار نے خدائے سخن عروضی کامل الفن صدر اعظم کا خطاب عطا کرکے ایک مُہر ہلالی چاند تارہ کہ جس پر اُن کا نام نامی مشتمل بر خطابات کندہ ہے حوالہ کردی ہے اور محقق علّامۂ عصر ہندوستان سے عطا ہوئے ہیں اور رستم شعرا اور معزز شعرائے گوالیار نے اُس کو عطا فرمایا ہے۔ شعرائے پرتاب گڈھ سے بھی اُس کو کچھ خطابات عطا ہوئے ہیں۔ مگر وہ خود کوئی خطاب اِستعمال نہیں فرماتے نہ کسی خطاب کے قابل اپنے کو سمجھتے ہیں۔

طبیعت نہایت سادا ہر شخص سے بخلوص ملتے ہیں۔ اپنی پوزیشن کا اُن کو قطعی خیال نہیں رہتا۔ ایام ملازمت سے تاحال سادہ لباس میں رہتے ہیں۔ بچوں میں بچے جوانوں میں جوان بوڑھوں میں بوڑھے اور نہایت خلیق ہیں۔

آپ کے دربار خدائے سخنی سے حضرت تاج الشعرا نوح ناروی مدظلہٗ کو معراج الکلام اور حضرت دُعا ڈبائیوی کو فصیح الشعرا، اور حضرت غنی گوالیاری کو برق مضطر اور حضرت جوش ملسیانی مدیر حصّہ نظم رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کو ابوالفصاحت افضل الشعرا اور نیز دیگر شعراء کو بھی کئی خطابات معہ سند بہ ثبت مُہر عطا ہوئے ہیں۔

سال گذشتہ یا پیوستہ میں سردار ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نے کہ جو دُنیا میں ایک نہایت قابل قدر اور اُردو دوست حضرات سے ہیں اور جو قریب تیس سال سے اُردو کی بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں اور جن کی ذات ستودہ صفات نے اُردو زبان کے قالب میں روح پھونک کر دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ اُن پر جس قدر بھی ناز کیا جائے بہت کم ہے۔ کسی سے حضرت صابر کی توصیف سُنکر اُن سے اشاعت کے لئے مضامین باصرار طلب فرمائے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے مضامین اُن کی خدمت میں بھیجے جو عرصہ سے باقساط رسالہ میں طبع ہو رہے ہیں اور وہ مضامین دُنیائے شاعری میں نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہونے پر شائقین مستفیض ہو رہے ہیں اور وہ جمیع مقالات مقبول عام ہوئے کہ جو اخباری دُنیا پر اظہر من الشمس ہے۔

حالانکہ اس وقت دُنیائے شاعری میں بہت سی ہستیاں موجود ہیں اور اپنے ہمہ دانی کا ڈنکہ بجا رہی ہیں۔ تاہم فنی معلومات اور عروض کی تحقیقات میں فی زمانہ آپ یکتائے زمانہ اور اپنی نظیر آپ خود ہیں۔ آپ کے نوادر افکار نے وہ وہ گُل کھلائے ہیں کہ آج زمانے نے اُن کا لوہا مان لیا ہے۔ اور اس وقت تک کسی کو حرف گیری کا موقعہ نہیں ملا جس کی استشہاد میں رسالہ رہنمائے تعلیم کے اوراق موجود ہیں۔ ہمارے توصیف و ستائش کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہ باکمال بزرگ اپنے منتہی ہونے کے خود ناقابل تردید مسلم الثبوت ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ زمانہ زندہ پرست نہیں بلکہ مُردہ پرست ہے۔ جتنے اساتذہ متقدمین و متاخرین گذرے ہیں۔ سب نے زمانے کی صعوبتیں برداشت کیں اور لوگوں نے اُن کو مطعون کیا اور وہ دُنیا سے نالاں رہے اور اُن کی وفات کے بعد زمانہ مستقبل نے اُن کو اُستاد مانا اور آج تک اُن کا نام دُنیا میں روشن و ہویدا ہے اور تا قیام اُن کا نام روشن رہیگا۔ وہی حال ہمارے مولنا صابر صاحب کا ہے کہ عرصہ دراز سے بیکار اپنے دُنیاوی افکار میں مبتلا ہیں۔ اور عجب نہیں کہ وہ بھی عنقریب گوالیار کو خیرباد کہکر جلا وطنی اختیار کریں۔

پس ہم اپنے آقائے نامدار موجودہ عالیجاہ مہاراجہ صاحب بہادر سیندھیا دام اقبالہ واجلالہٗ والقابہٗ اور سری ماتا مہارانی صاحبہ و ممبران کونسل عالیہ گوالیار کو ضرور توجہ دلائینگے کہ ایسی بزرگ ہستی کی طرف بنظر قدر افزائی توجہ فرمائیں تو مناسب ہے۔

چونکہ وقت قلیل ہے اور عدیم الفرصتی و مضمون دراز ہو جانے کے باعث میں ممدوح کا نمونہ کلام نہ پیش کر سکا۔ انشاءاللہ پھر کسی موقعہ پر اس شکایت کو رفع کرنے کی کوشش کرونگا۔ فی الحال اُن کا فوٹو بغرض اشاعت بھیجتا ہوں +

بیزاری دُنیا

سب دوست بیگانے ہوئے — بھولے ہیں پہچانتے ہوئے
ویران کاشانے ہوئے — آباد ویرانے ہوئے
ذی ہوش دیوانے ہوئے — بے لطف افسانے ہوئے
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

کہتے تھے سب جنکو جہاں — گم ہو گئے زیرِ زمیں
غم سے ہیں نالاں اندوگیں — آفت میں سب جانِ حزیں
اے دہرِ فانی کے مکیں — راحت یہاں مطلق نہیں
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

مُردہ ہیں جذباتِ خوشی — چھائی ہوئی ہے بیکسی
راحت کے بدلے بیکلی — دستورِ دُنیا ہے یہی
کرتے ہیں زر کی بندگی — اس شان کے ہیں آدمی
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

ہر ایک شے تصویرِ غم — آہ و بکا ہے دم بدم
دُنیا ہے دُنیائے ستم — کلفت بہت آرام کم
سنسان ہیں دیر و حرم — اے مالک قہر و کرم
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

معلوم افسانے ہیں سب — لب ریز پیمانے ہیں سب
دولت کے پروانے ہیں سب — مطلب کے دیوانے ہیں سب
کہنے کو فرزانے ہیں سب — اُلفت سے بیگانے ہیں سب
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

شکوہ کسی کو چرخ کا — دل سے کسی کو ہے گلا
ہر وقت ظلم ناروا — ہر دم ہے کھٹکا موت کا
کس سے ہو اُمیدِ وفا — کوئی نہیں درد آشنا
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

نقشے یہاں دولت کے ہیں — قصے یہاں دولت کے ہیں
جھگڑے یہاں دولت کے ہیں — سودے یہاں دولت کے ہیں
بھوکے یہاں دولت کے ہیں — بندے یہاں دولت کے ہیں
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

فوق سبزواری

قابل توجہ لالہ رام چند صاحب چاولہ وائس پریزیڈنٹ

پنجاب سبارڈی نیٹ ایجوکیشنل سروس ایسوسی ایشن (پاک پٹن)

و تمام اوری اینٹل ٹیچر اصحاب گورنمنٹ مدارس پنجاب

حضرات! اخبار ٹریبیون لاہور مورخہ ۴ر فروری ۱۹۳۵ء میں جناب لالہ رام چند صاحب چاولہ کی طرف سے ایڈیٹر صاحب اخبار کے نام ایک چٹھی زیر عنوان "پنجاب ایس ای ایس ایسوسی ایشن نیو سکیم آف ماڈریٹ ٹائم سکیل" شائع ہوئی ہے جس میں اُنہوں نے ایک نقشہ اس ٹائم سکیل کا شائع کیا ہے جس کے رواج کے وہ سر رشتہ تعلیم سے متمنی ہیں۔ اور اپنی ایسوسی ایشن کی طرف سے بغرض منظوری روانہ کرنے والے ہیں۔ مجوزہ سکیل حسب ذیل ہے۔

نمبر۔	نام اسامی۔	معمولی گریڈ۔	سیلیکشن گریڈ۔	سپیشل گریڈ۔
(۱)	ورنیکلر ٹیچرز۔ ڈرائنگ و ڈرل ماسٹرز	۳۵-۳-۸۰	۹۰-۴-۱۱۰	۱۲۰-۵-۱۴۵
(۲)	کلاسیکل ٹیچرز	۵۵-۳-۱۰۰	۱۱۰-۵-۱۳۵	×
(۳)	جونیئر انگلش ماسٹرز	۵۵-۳-۱۰۰	۱۱۰-۵-۱۲۵	۱۴۰-۱۰-۱۹۰
(۴)	سینیئر انگلش ماسٹرز	۸۰-۵-۱۹۰	۲۰۰-۱۰-۲۵۰	×

آپ نے اپنی چٹھی میں تمام ممبران ایسوسی ایشن (ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان۔ مدرس حضرات مدارس ورنیکلر) کو مخاطب کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے کہ ایسوسی ایشن مندرجہ صدر ٹائم سکیل کو حکام والاشان کی خدمت میں بھیجنا چاہتی ہے۔ جسکے منظوری کے امکانات بہت ہیں اور جو ایسوسی ایشن کے قریباً ۸۰ فی صدی ممبران کی پسندیدگی حاصل کئے بغیر نہ رہیں گے۔ لہذا درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی تجاویز مجھے جلدی روانہ کریں بمفصلہ ذیل امورات ملحوظ رہیں (۱) ہر شعبہ میں گورنمنٹ کی منظور کردہ زیادہ سے زیادہ شرح اور کم سے کم شرح کو نہ گھٹایا جائے نہ بڑھایا جائے (۲) اعلیٰ گریڈ جو موجودہ طریق عطائیگی میں بمشکل پانچ فیصدی ممبران کو پہنچ سکتے ہیں ۲۰ سال ملازمت کے بعد حاصل ہو سکیں (۳) ملازمت کا ہر شعبہ یکساں فایدہ حاصل کرے (۴) اعلیٰ قابلیت کے اشخاص کو انتخابی گریڈ پر ترجیحی حقوق حاصل ہوں (۵) یہ تجاویز پانچ لاکھ سالانہ سے زائد اخراجات کی متحمل نہ ہوں۔

ممکن ہے کہ اس قسم کی کوئی تجویز آج تک حکام کی پسندیدگی اور گورنمنٹ عالیہ کی منظوری حاصل کئے ہوتی اگر اسکے ہمراہ ایسی کفایت کی تجاویز دی جاتیں جن سے تین چار لاکھ سالانہ کی بچت ہو سکتی۔ سال ۱۹۲۵-۲۶ء میں جب ہم نے ٹائم سکیل

بیزاریٔ دُنیا

سب دوست بیگانے ہوئے — بھولے ہیں پہچانتے ہوئے
ویران کاشانے ہوئے — آباد ویرانے ہوئے
ذی ہوش دیوانے ہوئے — بے لطف افسانے ہوئے
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

کہتے تھے سب جنکو یہاں — گم ہو گئے زیرِ زمیں
غم سے ہیں دل اندوگیں — آفت میں ہے جانِ حزیں
اے دہرِ فانی ہے یقیں — راحت یہاں مطلق نہیں
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

مُردہ ہیں جذباتِ خوشی — چھائی ہوئی ہے بیکسی
راحت کے بدلے بیکلی — دستور دُنیا ہے یہی
کرتے ہیں زر کی بندگی — اس شان کے ہیں آدمی
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

ہر ایک شئے تصویرِ غم — آہ و بکا ہے دم بدم
دُنیا ہے دُنیائے ستم — کلفت بہت آرام کم
سنسان ہیں دیر و حرم — اے مالکِ قہر و کرم
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

معلوم افسانے ہیں سب — لب ریزِ پیمانے ہیں سب
دولت کے پروانے ہیں سب — مطلب کے دیوانے ہیں سب
کہنے کو فرزانے ہیں سب — اُلفت سے بیگانے ہیں سب
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

شکوہ کسی کو چرخ کا — دل سے کسی کو ہے گلا
ہر وقت ظلم ناروا — ہر دم ہے کھٹکا موت کا
کس سے ہو اُمیدِ وفا — کوئی نہیں درد آشنا
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

نقشے یہاں دولت کے ہیں — قصّے یہاں دولت کے ہیں
جھگڑے یہاں دولت کے ہیں — سودے یہاں دولت کے ہیں
بھوکے یہاں دولت کے ہیں — بندے یہاں دولت کے ہیں
دُنیا کو لے کر کیا کروں
اس میں وفا کی بو نہیں

فوق سبزواری

قابل توجہ لالہ رام چند صاحب چاولہ وائس پریزیڈنٹ

پنجاب سبارڈی نیٹ ایجوکیشنل سروس ایسوسی ایشن (پاکپٹن)

و تمام اوری انٹل ٹیچر اصحاب گورنمنٹ مدارس پنجاب

حضرات! اخبار ٹریبیون لاہور مورخہ ۴ر فروری ۱۹۳۵ء میں جناب لالہ رام چند صاحب چاولہ کی طرف سے ایڈیٹر صاحب اخبار کے نام ایک چٹھی زیر عنوان "پنجاب ایس ای ایس ایسوسی ایشن نیو سکیم آف ماڈریٹ ٹائم سکیل" شائع ہوئی ہے جس میں اُنہوں نے ایک نقشہ اس ٹائم سکیل کا شائع کیا ہے جس کے رواج کے وہ سررشتہ تعلیم سے متمنی ہیں۔ اور اپنی ایسوسی ایشن کی طرف سے بغرض منظوری روانہ کرنے والے ہیں۔ مجوزہ سکیل حسب ذیل ہے۔

نمبر۔	نام اسامی۔	معمولی گریڈ۔	سیلیکشن گریڈ۔	سپیشل گریڈ۔
(۱)	ورنیکلر ٹیچرز۔ ڈرائنگ و ڈرل ماسٹرز	۳۵-۲-۸۰	۹۰-۴-۱۱۰	۱۲۰-۵-۱۴۵
(۲)	کلاسیکل ٹیچرز	۵۵-۳-۱۰۰	۱۱۰-۵-۱۳۵	×
(۳)	جونیئر انگلش ماسٹرز	۵۵-۳-۱۰۰	۱۱۰-۵-۱۲۵	۱۴۰-۱۰-۱۹۰
(۴)	سینیئر انگلش ماسٹرز	۸۰-۵-۱۹۰	۲۰۰-۱۰-۲۵۰	×

آپ نے اپنی چٹھی میں تمام ممبران ایسوسی ایشن (ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب۔ ہیڈ ماسٹر اصحاب۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان۔ مدرس حضرات مدارس وکالجز) کو مخاطب کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے کہ ایسوسی ایشن مندرجہ صدر ٹائم سکیل کو حکام والاشان کی خدمت میں بھیجنا چاہتی ہے۔ جسکے منظوری کے امکانات بہت ہیں اور جو ایسوسی ایشن کے قریباً ۸۰ فی صدی ممبران کی پسندیدگی حاصل کئے بغیر نہ رہیں گے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی تجاویز مجھے جلدی روانہ کریں مفصلہ ذیل امورات ملحوظ رہیں (۱) ہر شعبہ میں گورنمنٹ کی منظور کردہ زیادہ سے زیادہ شرح اور کم سے کم شرح کو نہ گھٹایا جائے نہ بڑھایا جائے (۲) اعلیٰ گریڈ جو موجودہ طریق عطائیگی میں بمشکل پانچ فیصدی ممبران کو پہنچ سکتے ہیں ۲۰ سال ملازمت کے بعد حاصل ہو سکیں (۳) ملازمت کا ہر شعبہ یکساں فایدہ حاصل کرے (۴) اعلیٰ قابلیت کے اشخاص کو انتخابی گریڈ پر ترجیحی حقوق حاصل ہوں (۵) یہ تجاویز پانچ لاکھ سالانہ سے زائد اخراجات کی متحمل نہ ہوں۔

ممکن ہے کہ اس قسم کی کوئی تجویز آج تک حکام کی پسندیدگی اور گورنمنٹ عالیہ کی منظوری حاصل کئے ہوتی اگر اسکے ہمراہ ایسی کفایت کی تجاویز دی جاتیں جن سے تین چار لاکھ سالانہ کی بچت ہو سکتی۔ سال ۱۹۲۵-۲۴ء میں جب ہم نے ٹائم سکیل

کی عطائیگی کے لئے اپنا واقعہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی تعلیمی کمیٹی کے روبرو پیش کیا تھا تو ہم سے یہ غلطی ہوگئی اور اس کا نتیجہ تھا کہ فنانس کمیٹی نے ہمارے مطالبات کی منظوری کو محال بتایا۔ اس لئے متعلقین سے درخواست ہے کہ وہ کفایت شعاری کی کم و بیش تمام مثالیں پیش کریں۔ اور مفصلہ ذیل امورات پر بھی روشنی ڈالیں۔

(ا) ایسے ہوسٹل جن میں بورڈروں کی تعداد بمشکل نصف درجن تک پہنچتی ہو اور جن میں شہری لڑکوں کو بھرتی کیا ہوا ہو۔ (اگر ایسے مکانات کرایہ پر ہوں تو ان کے کرایہ کی رقم ظاہر کی جائے) (ب) سائر خرچ اور کنٹنجنٹ وغیرہ مدات کے اخراجات اور گرانٹ کی مقدار۔ اور ان سکولوں کے طلبا کی تعداد۔ (ج) کوئی زائد یا غیر ضروری اسامی اگر ہو تو اس کا اظہار۔ (د) کوئی اور مد بچت کی۔

سیلیکشن اور سپیشل گریڈ میں اسامیوں کی تعداد محدود ہوگی۔ جو اصحاب مجوزہ سکیل کو پسند کرتے ہیں وہ اپنی منظوری سے مجھے آگاہ کریں اور اپنی نسبت اس امر کا اظہار کریں یعنی اپنے متعلقہ تمام کوائف اور گریڈ لسٹ میں اپنا نمبر۔

اس چٹھی سے اگر ہمیں مغالطہ نہیں ہوا تو کلاسیکل ٹیچرز سے خاص بے انصافی روا رکھی گئی ہے اور انگلش سٹاف کو ترجیحی حقوق تقریباً تمام و کمال دیدیئے گئے ہیں۔ کیونکہ اس سروس کے گریڈ موجودہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ورنیکلر ٹیچرز۔ ۲۵-۳-۵۰-۵۵-۲-۷۰-۸۰-۴-۱۰۰-۱۱۰-۵-۱۲۵۔

(۲) کلاسیکل ٹیچرز۔ ڈرائنگ ماسٹرز و ڈرل ماسٹرز۔ ۵۵-۲-۷۰-۸۰-۴-۱۰۰-۱۱۰-۵-۱۲۵-۱۴۰-۱۰-۱۹۰۔

(۳) جونیر انگلش ماسٹرز کے غالباً خاص اور علیحدہ گریڈ نہیں۔ پچھلے دنوں ان کی شکایات چند در اخبارات اور رسائل میں پڑھا کرتے تھے کہ ان کی کثرت تعداد کو پہلے گریڈ یعنی ۵۵-۲-۷۰ میں ہی رکھا جاتا ہے اور بہت کم اصحاب کو اعلیٰ گریڈ پر ترقی دی جاتی ہے

(۴) گریڈ انگلش ماسٹران۔ ۵۵-۲-۷۰-۸۰-۴-۱۰۰-۱۱۰-۵-۱۲۵-۱۴۰-۱۰-۱۹۰-۲۰۰-۱۰-۲۵۰۔

چونکہ وائس پریزیڈنٹ صاحب نے اپنی چٹھی کے پہلے نمبر میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ ہر شعبہ کے لئے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ گریڈوں میں تبدیلی نہ ہوگی تو پھر ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کلاسیکل ٹیچرز کے اعلیٰ گریڈ ۱۴۰-۱۰-۱۹۰ کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا ہے؟ عجب نہیں کہ غلطی سے یہ گریڈ جونیر انگلش ماسٹر اصحاب کے نام منتقل ہوگیا ہو یا ورنیکلر ٹیچرز کے محاذ میں سپیشل گریڈ ۱۲۰-۱۰-۱۶۰ علاوہ اکا دیکر شاید اس پر اکتفا کیا گیا ہو۔ اور کلاسیکل ٹیچرز کو سب سے کم ترقی کے سال دیکر ۸۰ فیصدی کی پسندیدگی کو ترجیح دیکر انکی جماعت کو راضی برضا رہنے کا وعظ دیا گیا ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ وائس پریزیڈنٹ صاحب ادھر متوجہ ہوں اور اگر اس سکیل میں کوئی کلیریکل سقم ہے تو اسے رفع فرما کر متعلقین کی طمانیت کا موجب ہوں اور اگر انکی مجوزہ سکیل میں تنسیخ و ترمیم کی گنجائش نہیں تو صوبہ کے تمام اور ینٹل ٹیچرز صاحبان کو اپنی اس صریحی حق تلفی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا چاہیئے اور ایسوسی ایشن سے پُر زور مطالبہ کرنا چاہیئے کہ ان سے یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ اور جب تک وہ اپنے موجودہ حقوق حاصل نہ کر سکیں آرام نہ لیں۔ اگر وہ باخبر نہ ہونگے اور ایسوسی ایشن کے احکام پر آمنّا و صدقنا کہیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے مستقبل کی طرف سے لاپرواہی کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کا مصداق ہونگے رہنمائے تعلیم نے اپنا فرض موقت ادا کر دیا کیونکہ۔ ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

(سپدمیوا)

مڈل سکول نوشہرہ ورکاں

ضلع گوجرانوالہ کا روزانہ پروگرام

(از بیدی گوربچن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر)

تعلیم کی عام مشکلات کے علاوہ دیہاتی مدارس میں بالعموم کئی ایک خاص تکالیف کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ دیہاتی مدارس کے اساتذہ اور طلباء کسی خاص واقفیت سے تو عموماً بہرہ ور نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ کتب اور اخبارات کے مطالعہ سے قطعاً عاری ہوتے ہیں۔ وہ اپنے فرائض اور عادات میں بھی باقاعدگی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے سکول کی زندگی کسی دلچسپی کا باعث نہیں ہوتی۔ اور ان کی قوتِ اظہارِ خیالات غیر تربیت یافتہ رہکر ختم ہو جاتی ہے۔ اِن امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم اِس سکول میں چند ایک تعلیمی تجربات کر رہے ہیں جو ذیل کی سطور میں مجملاً سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔

قبل اِس کے کہ نفسِ مضمون کو شروع کیا جائے۔ نوشہرہ ورکاں کا ایک مختصر سا نقشہ کھینچنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک گاؤں سے تو بڑا ہے۔ مگر اسے قصبہ نہیں کہا جا سکتا۔ اِس کی جائے وقوع گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے عین درمیان ہے۔ یہ ایک غیر مہذب علاقہ کے مرکز میں واقع ہے۔ عوام اکثر جرائم پیشہ ہیں اور قریباً اُسی تہذیب کا نمونہ پیش کرتے ہیں کہ اہل عرب نے پیغمبر اسلام کی ولادت سے قبل پیش کیا تھا۔ تھانہ سب تحصیل۔ سول اور ویٹیرنری ہسپتال اور ضلعدار کے قیام نے اِن لوگوں کی نظروں میں سکول کو ایک غیر معروف جگہ دے رکھی ہے۔ اُستاد ایک معمولی پوزیشن کا آدمی ہونے کی حیثیت سے مجسٹریٹ اور پولیس کے اختیارات نہ رکھتا ہوا فراہمی طلباء میں کوئی نمایاں ترقی نہیں دِکھا سکتا۔ یہ صرف ایک مڈل سکول ہے جہاں طلبا کی تعداد صرف دو صد ہے۔

ہمارے سکول میں روزانہ پروگرام ۷ بجے صبح سے ۷ بجے شام تک قریباً ۱۲ گھنٹہ کا ہے۔ اِس وقت میں وہ مؤثر اور مختلف النوع پروگرام جو کہ صرف تعلیم فزیکل ٹریننگ۔ تفریح و آرام۔ طلباء کا گھر کا کام۔ سبق کی تیاری۔ اِن ڈور اور اُوٹ ڈور گیمز کے اجرا پر ہی مشتمل نہیں۔ بلکہ سٹوڈنٹ کلب کے اجلاس اور لٹریری لیگ کی تقاریر پر بھی محیط ہے۔

مطالعۂ کتب

ہم سات بجے صبح سکول کا کام شروع کر کے ساڑھے گیارہ بجے تک مقررہ پروگرام ختم کرتے ہیں۔ اس کے بعد نصف گھنٹہ خاموش مطالعہ پر صرف ہوتا ہے۔ ہر ایک طالب علم لائبریری سے کتاب حاصل کرتا ہے۔ اُستاد جماعت میں پھر کر ہر ایک کی مدد اور رہنمائی کرتا ہے۔ مطالعہ شدہ کتب کا ریکارڈ خاص احتیاط سے رکھا جاتا ہے تین ماہ کے عرصہ میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک اوسط درجہ کے طالب علم نے چھ کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ حالانکہ اِس سے قبل وہ ایک کتاب بھی ختم نہیں کرتا تھا۔ اساتذہ بھی لائبریری سے بہت سی کتابیں مستعار لیکر مطالعہ میں منہمک رہتے ہیں اور کتب کا اندراج اپنی ڈائریوں میں کرتے ہیں۔

آرام اور کھانا

۱۲ بجے طلباء کھانا کھانے کے لئے گھر جاتے ہیں۔ دوسرے دیہات کے طلباء اپنا کھانا ساتھ لاتے ہیں۔ اور سکول میں ہی کھایا کرتے ہیں۔ چونکہ بچّوں کو کافی دیر کام کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے تمام کے واسطے تین گھنٹہ کا آرام لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اُن طلباء کو جو نوشہرہ میں قیام پذیر نہیں اور نہ ہی بورڈنگ ہوس میں مقیم ہیں ہم نے پرائمری سکول میں آرام کے لئے جگہ دے رکھی ہے۔ وہ وہاں ٹاٹ پر سو جاتے ہیں۔ وہ طلباء جو جلدی جاگ اُٹھتے ہیں۔ یا سوتے ہی نہیں۔ یا تو ریڈنگ رُوم کی میز پر جہاں کافی تعداد میں رسالہ جات موجود ہوتے ہیں۔ اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔ یہ کمرۂ تفریح کو جہاں اِن ڈور گیمز کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ اپنا راحت کدہ بناتے ہیں۔

سپروائزڈ سٹڈی

تین بجے بعد دوپہر گھڑیال طلباء کی واپسی کی استدعا کرتا ہے۔ وہ اپنے کمروں میں آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دو اساتذہ کی زیر نگرانی آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ اُستاد اُنکی امداد اور ضبط کے قیام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ طلباء اپنا گھر کا کام کرتے ہیں۔ نئے اسباق کی تیاری پر بھی وقت لگاتے ہیں اور اس کے علاوہ قرأت و کتابت کا جتنا کام مقصود ہوتا ہے ۶ بجے تک ختم کر دیتے ہیں اور اپنی کتابیں ڈیسکوں میں سنبھال شام کی کھیلوں کے لئے میدان میں دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

شام کی کھیلیں

سوا چھ بجے تمام اساتذہ اور طلباء کھیل کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں اور میجر گیمز شروع ہوتی ہیں ہم نے

والی بال۔ فٹ بال۔ ہاکی۔ کرکٹ۔ رگرڈ پچ اور حیدر آباد گیم کا اجراء کر رکھا ہے۔ ہر ایک اُستاد اور طالب علم شام کے وقت کسی ایک کھیل میں ضرور حصہ لیتا ہے۔ بدھ وار اور ہفتہ کے روز کھیلیں نہیں ہوتیں۔ موسم گرما کی پورنماشی کی رات قدرے ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ جب کبھی موسم اجازت دیتا ہے۔ ہم کشتی اور کبڈی کے مقابلے کراتے ہیں۔ چاندنی رات کی یہ کھیلیں طلبا کے کمال اشتیاق کا مظاہرہ کرتی ہے! اساتذہ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔

لٹریری لیگ

طلبا کی ادبی مجلس کے اجلاس کے علاوہ جو کہ ہر ماہ میں تین دفعہ ہوتے ہیں۔ ایک بزم ادب (لٹریری لیگ) کا نفاذ بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ اِس کے زیر اہتمام ہر ماہ تین چار لیکچر طلباء کو دلوائے جاتے ہیں۔ لیکچروں کے لئے مشہور شعرائے ادبا۔ اکابرین۔ مُلکی بہی خواہان اور دیگر مفید مضامین مثلاً ملیریا۔ چیچک وغیرہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ تقریر کرنے والے اصحاب بالعموم سکول کے اُستاد ہی ہیں۔ ہم مقامی ڈاکٹر صاحبان و دیگر اشخاص کو جو اتفاقیہ طور پر یہاں تشریف لاتے ہیں۔ تقریر کے لئے مدعو کرتے ہیں۔ یہ تقاریر اساتذہ اور طلبا دونو کے لئے بیحد مفید ثابت ہو رہی ہیں۔

کمرۂ تفریح

یہ ایک بڑا دلچسپ تجربہ ہے جس پر ہم سرگرم کار ہیں۔ بدھ وار پونے چار بجے برآمدہ میں ٹاٹ بچھا دیئے جاتے ہیں۔ اور پُورے چار بجے تمام سکول کھیل میں مصروف دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے پاس پکچر پزلز۔ ورڈ بلڈنگ۔ سانپ سیڑھیاں اور رنگ و سیٹ وغیرہ جیسی کھیلوں کا سامان ہے۔ اساتذہ بھی امداد اور رہنمائی کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ دو گھنٹہ کے لئے طلبا کے چہرے سے حقیقی بشاشت ٹپکتی ہے۔ ہم نے اس مقصد کے لئے ایک علیحدہ کمرہ وقف کر رکھا ہے۔ ہر روز ۱۲ سے تین بجے تک اپنا وقت وہاں گذار سکتے ہیں۔ ہم نے پرائمری جماعتوں کے چیدہ چیدہ لڑکوں کو بھی کمرہ تفریح میں سکول ٹائم کے اندر کھیلنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

ماہواری اسائنمنٹس

ہر ماہ ختم شدہ کام پر اسائنمنٹس تیار کرائی جاتی ہیں۔ مہینہ کی پڑھائی پر دس یا بارہ سوالات دیئے

جاتے ہیں۔ تین یا چار کے مفصل جوابات لکھوائے جاتے ہیں اور کچھ کام زبانی بھی ہوتا ہے اور باقی سوالات بغور پڑھنے کے متعلق ہوتے ہیں جماعتیں چار پانچ لڑکوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ہر ایک گروہ اپنے لیڈر کی زیر ہدایت کام کرتا ہے۔ ہر مہینہ کے آخری دو دن اس کام کے لئے مقرر ہیں۔ مہینہ کے اندر ہی کاپیوں کی درستی اور پڑتال ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ نہایت ہی مفید ثابت ہو رہا ہے اور ہم جماعتوں کو نسبتاً اچھی حالت میں پا رہے ہیں۔ یہ تحریکات روزمرہ کے مقررہ پروگرام سے زائد ہیں۔

بورڈنگ ہوس کے صحن میں طلبا نے ایک کچن گارڈن (باورچی خانہ کا باغیچہ) تیار کیا ہے۔ جہاں وہ اپنے لئے سبزی اور سکول کے لئے پھول پیدا کرتے ہیں۔

سنٹر کے اساتذہ نے بھی ایک خاص کلب بنا رکھی ہے اور وہ وقتاً فوقتاً خوش کن دعوتیں اور پارٹیاں کر کے اپنے تعلقات کو زیادہ راسخ بنا رہے ہیں۔ اس کلب کے قیام سے اساتذہ کے باہمی تعلقات بدرجہا بہتر ہو رہے ہیں۔

ہم نے سکول ہذا میں جماعت اول کے لئے بین وگو کا طریقہ رائج کر رکھا ہے۔

چارٹس اور ماٹوز

تجربہ کی بنا پر ہم نے بہت سے چارٹس اور ماٹوز تیار کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر مضمون ہذا کے ساتھ ایک علیحدہ پرنٹ برائے اشاعت ارسال خدمت کر رہے ہیں۔

نوٹ - یہ پروگرام موسم گرما کا ہے۔ موسم سرما میں مندرجہ بالا پروگرام سے صرف سپروائزڈ سٹڈی تخفیف میں لا کر بجائے دوپہر کے رات کے وقت صرف بورڈروں کے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ اور اب صبح اور شام کمزور طلبا کو بہتر بنانے کے لئے مختصر زائد پروگرام مرتب کیا گیا ہے (اس پروگرام کے متعلق چند مشہور و معروف ماہرین تعلیم کی رائیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

آراء متعلقہ پروگرام

(۱) آنریبل سردار سر جوگندر سنگھ وزیر زراعت فرماتے ہیں (شملہ مورخہ ۹/۳۴ ۱۰) یہی طریقے ہیں جن سے تعلیم صحیح معنوں میں مؤثر ہو سکتی ہے۔

(۲) ایک ماہر فن تعلیم جو ایک اونچے عہدہ پر ممتاز ہیں یوں فرماتے ہیں (شملہ ۶/۳۴ ۱۷) جو کچھ آپ سکول میں کر رہے ہیں میں نے نہایت دلچسپی سے پڑھا ہے۔ اور میں تجویز کرونگا کہ آپ اسکی نقل اپنے انسپکٹر صاحب کو بھیجیں تاکہ وہ اگر مناسب خیال کریں تو اپنے ڈویژن میں بطور سرکلر جاری کر دیں۔

(۳) رائے بہادر مسٹر منموہن ایم اے انسپکٹر آف سکولز لاہور:- میں آپکے تجربات کے نتائج کا بڑی دلچسپی سے مشاہدہ کرونگا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے سکول اور دیہات سدھار میں ہمہ تن اصلاحی سرگرمیاں کامیاب ہونگی۔

شاعر موجودہ

(از جناب ابر احسنی گنوری صاحب (اعلیٰ قابل و منشی کامل)

شاعر موجودہ اے محبوسِ زندانِ مجاز
بُت پرستی تابکے ہوگی باندازِ نماز

ڈھونڈتا ہے جلوۂ اصلی کو نقلی حور میں
آگ کے شعلوں سے لپٹا ہے فریبِ نور میں

فائدہ قوم و زباں کو بھی کوئی تجھ سے ہؤا
تو ہی کہ مصرف ہے آخر کیا ترے اشعار کا

عشق کی بھی وسعتوں کو بڑھکے دیکھ آئے سُست پر
حُسن کی محدود دُنیا ہے ترے پیشِ نظر

پستیٔ جذبات کی کچھ فہم! بیماری ہے کیوں
حُسن سے مفہوم تیرا حُسنِ بازاری ہے کیوں

تابکے ہم تجھ سے خال و خد کے افسانے سُنیں
تابکے سلجھائے گا تو گیسوؤں کی الجھنیں

قوم کی آنکھوں کے آگے ہے حقیقی مہ جبیں
اور چلمن کے بکھیڑوں سے تجھے فرصت نہیں

چاہتی ہیں رزمگاہیں شعلہ افشانی تری
اُف یہ فرضی دوست سے دستِ گریبانی تری

اس سے اُلفت چوک ہے واللہ تیری چوک ہے
یہ ترا دیرینہ معشوق آج کل متروک ہے

عیب یوں اپنے چھپائے واہ کیا ایجاد ہے
کہدیا پابندیوں سے شاعری آزاد ہے

لاکھ ہوں رنگین فقرے لاکھ بندش دیدہ زیب
اب زمانہ کھا نہیں سکتا کبھی تیرا فریب

اضطرابِ معصیت تجھ کو سکوں کا خواب ہے
سچ بتا دے آج تو شاعر ہے یا سیماب ہے

بجلیاں ترسا کریں جس کو جلانے کے لئے
شاخ سدرہ ڈھونڈ بڑھ کر آشیانے کے لئے

محفلِ اشعار میں نخوت سے تن جاتا ہے تو
چار غزلیں کہتے ہی اُستاد بن جاتا ہے تو

شاعری کو کر رہا ہے کُند خنجر سے حلال
تیرا یہ جہلِ مرکب تیرا پندارِ کمال

شاعرانِ عصر سے تیرا وہ جوشِ انتقام
ہو اگر قابو تو دُنیا میں کرادے قتلِ عام

باہمی جھگڑوں سے کیوں جکڑا ہے تیرا بند بند
روز بر پا حشر کیوں کرتا ہے ہنگامہ پسند

شر ہی پر تیری بنا اور شر ہی تیری ہست و بود
فتنۂ محشر سے کم ہرگز نہیں تیرا وجود

شاعروں میں غیظ کے پُتلے ترا کیا کام ہے
ہے محبت ہی محبت جس کا شاعر نام ہے

عیش کا گہوارہ بن کر منزلِ عرفاں میں آ
مادیت سے نکل اور نور کے میدان میں آ

کیوں ہنساتا ہے دکھا کر اس قدر کمزوریاں
سر بسجدہ ہیں تیری طاقت کے آگے دو جہاں

اپنے دل یا اپنی تخیلِ مکدر میں کبھی
کیا نظر آئی ہے تجھ کو معرفت کی روشنی

نام سجدوں کا مگر آلودۂ عصیاں جبیں
حال تیرا اقوال سے تیرے مطابق کیوں نہیں

گو کہ اس مضمون پر ہے شعر تیرا لاجواب
تو نے دیکھا کیا کبھی ذرے کی تہہ میں آفتاب؟

لُطف ماں کی گود کا حاصل کیا طوفان سے
درس ساحل کا کبھی موجیں بھی دیتی ہیں تجھے؟

جبر کے نرغے میں پھنس کر بھی کیا ضبطِ فغاں
کیا دیا تو نے رضائے دوست کا بھی امتحاں؟

دوسروں کا درد لیکر مول کیا تڑپا ہے تُو
یعنی آغوشِ بلا میں بھی کبھی کھیلا ہے تو؟

شعر میں فرضی بکا گو تُو نے کی ہے رات بھر
کوئی آنسو تیرا نکلا قوم کے بھی حال پر؟

خار کے مضمون تو اکثر تو نے محفل میں پڑھے
لوٹ کر کانٹوں پہ بھی حاصل کئے گُل کے مزے؟

کچھ ہزیمت خوردہ فوجوں کی نگہبانی بھی کی
جا کے میدان وعظ میں کیا رجز خوانی بھی کی؟

پاؤں گو اُٹھا ترا میدانِ وحشت کی طرف
کیا اُبھارا قوم کو پستی سے رفعت کی طرف؟

کہ زمیں سے تیرے نالوں کو فلک سے لاگ بھی
شعر کی گرمی سے دُنیا میں لگائی آگ بھی؟

جستجوئے یار میں گو دل ہے تیرا پاش پاش
ہو کر اپنی ذات میں گم کی خُدا کی بھی تلاش؟

شعر کی اصل و حقیقت کا ہی جب ماہر نہیں
ایکٹر تو ہے۔ مگر واللہ تُو شاعر نہیں

حفظانِ صحت

(از منشی رشید احمد صاحب احمد نگر۔ دکن)

بچوں کی خوراک

یہ تین طریق پر بہم پہنچائی جاسکتی ہے۔ اوّل شیر مادر یا دایہ کا دودھ۔ شیر مادر بہت موزوں فطرتی ذریعہ بچّہ کی پرورش کے لئے خدائے قادر نے پیدا کیا ہے۔ دایہ کے ذریعہ خوراک بہم پہنچانا گو شیر مادر کے ہم پلّہ نہیں ہوسکتا۔ تاہم اور قسم دودھ کے بالمقابل بہتر ہوتا ہے۔ حتی الامکان شیر مادر ہی دینا چاہئیے۔ اگر دودھ کافی ہو تو ماں کی صحت کی فکر رکھنی چاہئیے۔ اور کوئی شکایت ہو تو فوراً رفع کرنا چاہئیے۔ زود ہضم خوراک جس کا زیادہ حصہ گائے۔ بکری یا بھیڑ کا دودھ ہو۔ سبزی اور تازہ میوہ جات دیئے جائیں۔ جن کی وجہ سے دودھ کی مقدار ضرور بڑھے گی۔ ورزش اور صاف کھلی ہوا کا بھی کافی انتظام و احتیاط رکھی جائے۔ نیم پختہ سبزی۔ روٹیاں یا میوہ جات کافی۔ چائے وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ اگر تشنگی زیادہ محسوس ہو تو دودھ کا حریرہ۔ ناریل کا دودھ یا گائے کے دودھ میں قدرے شکر اور پانی ملا کر دینے سے شکایت رفع ہوگی۔

بچوں کو وقت معینہ پر خوراک دی جائے۔ روز اول سے ہی یہ عادت ڈالی جائے۔ تاکہ ماں کو آرام ملے۔ غذا ہضم ہو۔ اور دودھ جمع ہونے کے لئے کافی فرصت ملے۔ بچّہ وقت کا عادی بن جانے سے تندرست رہتا ہے اور ماں کو تکلیف سے بچاتا ہے۔ حسب ذیل پابندی عمل میں لائی جائے۔

عمر	صبح سات بجے سے شب کے نو بجے تک وقفہ یا مہلت	شب کے نو بجے سے صبح سات بجے تک خوراک دینا۔	چوبیس گھنٹے میں خوراک کی تعداد
پیدائش کا پہلا روز	چھ گھنٹہ	ایک بار	چار بار
〃 〃 دوسرا روز	چار 〃	دو بار	چھ بار
〃 〃 تیسرے روز سے ایک ماہ تک	دو 〃	دو بار	دس بار
〃 〃 ایک ماہ سے تین ماہ تک	اڑھائی 〃	ایک بار	آٹھ بار
〃 〃 تیسرے ماہ سے پانچ ماہ تک	تین 〃	ایک بار	سات بار
〃 〃 پانچویں ماہ سے بارہ ماہ تک	تین 〃	ایک بار	چھ بار

شیر مادر اور مصنوعی خوراک

اِن ہر دو قسم کی خوراک کا استعمال اس حالت میں کیا جائے جبکہ ماں کا دُودھ کم ہو یا ماں کسی مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دُودھ کم آتا ہو اور بچہ نحیف ولاغر دکھائی دے۔ یا کہ دُودھ پلانے کی صحت میں خلل پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اس قسم کی خوراک کا استعمال بچوں کو شیر مادر چھوڑوانے کے کچھ دن پیشتر مفید پایا گیا ہے۔ مشترکہ خوراک کو بچّہ کے دس روز کی عمر ہونے کے بعد مجبوری حالت میں دینا بہتر ہوگی۔ اس کے پیشتر مضر ہوگا۔

ماں کا دُودھ کم آنے پر حسب ذیل آثار پیدا ہونگے۔

(۱) بچہ پستان کو تیزی اور گھبراہٹ سے چوسنے لگے۔ بعدہٗ رونا شروع کردے۔ چند ہی دنوں میں بچہ زرد نحیف اور زود رنج دکھلائی دیگا۔ اس حالت میں بچہ اکثر بیماریوں کا نشانہ بنتا ہے۔ لہٰذا مصنوعی خوراک کا استعمال لازمی ہوگا۔

(۲) شیر مادر میں نقص پیدا ہونے کی وجہ سے گو بچہ شکم پُر و سیر دکھائی دے۔ جسم بھدا۔ زرد یعنی سُست سا نظر آئے۔ اور اکثر قبض کی حالت طاری رہے۔

(۳) اگر ماں تپ دق۔ کھانسی۔ بخار وغیرہ شدید امراض میں مبتلا ہو تو بچّہ کو شیر مادر پینے کی وجہ سے اِن بیماریوں کے شکار ہونے کا احتمال زیادہ تر ہے۔ ایسی حالت میں مصنوعی خوراک ضرور دینی چاہئے۔

(۴) ماں کو سخت زحمت و تکلیف دہ کام کرنے کی وجہ سے بچّہ کو وقت مقررہ پر خوراک نہ ملے اور بچہ کو دُودھ موافق نہ آتا ہو۔

مذکورۂ بالا حالت میں بچّہ کو مصنوعی یا دایہ کا دُودھ پلانا لازمی ہوگا۔ متمول خاندانوں میں دایہ کا دُودھ بچّہ کو پلانے کا عام رواج پایا جاتا ہے۔ مگر مقابلتًا اس میں نقص ضرور ہوتا ہے۔ جتنی صحت۔ صفائی کا پاس بچہ کی تندرستی کا خیال ماں کو ہوگا۔ وہ دایہ کو ہرگز نہ ہوگا۔ مہذب مُلکوں میں اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مصنوعی خوراک

اس کے شروع کرنے سے پہلے اس بات کی تحقیقات ضرور کرنی چاہئے۔ کہ آیا اِس خوراک کے اجزا شیر مادر سے مناسبت رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس خوراک کے استعمال میں بیحد احتیاط کی ضرورت ہے۔ خفیف سی بے پروائی یا غلطی بچے کے حق میں مضرت رساں ہوتی ہے۔ مثلاً دُودھ اگر کُھلے برتن میں رکھنے کی وجہ سے مکھیاں۔ چیونٹیاں۔ کیڑے مکوڑے اس کو زہریلا کردیتے ہیں۔ برتن اگر صاف نہ ہو تو اسکی خرابیاں دُودھ میں سرائت کرجاتی ہیں۔ گندی ہوا یا غلیظ جگہ میں اگر دُودھ رکھا ہو تو انکے بوسیدہ اثرات دُودھ میں جذب ہوجاتے ہیں اور بچہ کو بیمار کردیتے ہیں۔ مصنوعی خوراک سے بچّہ اگر ہشاش بشاش۔ چُست مطمئن اور ہنس مکھ رہتا ہو تو اس کو خوراک موزوں وموافق آئی یہ مان لینا ٹھیک ہوگا۔ تاہم بچّہ کا وزن ہر ہفتہ میں یا کم از کم دوسرے ہفتہ میں ضرور کرنا چاہئے۔ اگر وزن میں زیادتی پائی گئی تو سمجھ لینا چاہئے کہ خوراک موافق آئی ہے۔

مصنوعی خوراک جس میں سٹارچ Starch زیادہ ہو ہرگز بچہ کو نہیں دینی چاہئیے ۔ ارا روٹ گیہوں کا آٹا ۔ میدہ ۔ آلو وغیرہ میں سٹارچ زیادہ ہوتا ہے ۔ لہٰذا اِن سے پرہیز کرنا چاہئیے ۔ شیر مادر میں سٹارچ بالکل نہیں پایا جاتا ۔ مگر شکر زیادہ تر ہوتی ہے جو آلو ۔ ساگ ۔ گیہوں کا آٹا وغیرہ کے نوش کرنے سے ماں کے دُودھ میں پیدا ہوتے ہیں ۔ بچے اس غذا کو ہضم کر کے شکر پیدا نہیں کر سکتے ۔ ایسے اجناس جو دُودھ یا پانی میں پکانے سے گوند جیسے گاڑھے بن جائیں ۔ وہ بچوں کو ہرگز نہ دینے چاہئیں ۔ بچوں کی آنتیں اور معدہ بالکل نحیف ۔ نازک اور نرم ہوتا ہے وہ دیر ہضم خوراک قبول نہیں کرتا ۔ لہٰذا مصنوعی خوراک بخوبی غور و سوچ کے بعد انتخاب کی جائے ۔ جو بچے کو موافق آئے اور جس کو بچہ بآسانی تمام ہضم کر سکے ۔

مصنوعی خوراک جو اکثر گائے یا بھیڑ کا دودھ ہوتا ہے ۔ اس میں اور شیر مادر میں تمیز کی غرض سے حسب ذیل نقشہ دیا جاتا ہے ۔

	پانی	پروٹیڈ	چربی	شکر	نمک
اجزا شیر مادر	۸۸ر۹۰	۳ر۴۲	۳ر۳۳	۳ر۴۲	۰ر۲۱
(۱) گدھی کا دُودھ	۸۹ر۰۱	۳ر۵۷	۱ر۸۵	۴ر۵۰	ر۰۵۵
(۲) گائے کا دُودھ	۸۷ر۵	۴ر۲۱	۳ر۸۲	۳ر۳۷	ر۷۱
(۳) بکری کا دودھ	۸۶ر۸۵	۳ر۷۹	۴ر۳۴	۳ر۷۸	۰ر۶۵
(۴) بھینس کا دُودھ	۸۴ر۱۰	۴ر۰۰	۷ر۱۰	۴ر۰۰	۰ر۸۰

نقشہ بالا سے ظاہر ہوگا کہ نمبر ۱ اور نمبر ۳ کا دُودھ شیر مادر سے کم و بیش مناسبت رکھتا ہے ۔ مگر اس قسم کا دُودھ زیادہ گرم کرنے سے دیر ہضم ہوجاتا ہے اور کافی صفائی ملحوظ رکھی نہ جائے تو زہریلی ہوایا اجزاء جذب کر لیتا ہے ۔ سوائے اس کے اِن جانوروں کی خوراک میں بھی احتیاط لازمی ہے ۔ اگر یہ بیمار ہوں یا غیر موزوں غذا کھائیں تو دُودھ پر بہت بڑا اثر پیدا ہوگا ۔ اور بچہ کی صحت پر اپنی تاثیر دکھائیگا ۔ اس قسم کے دُودھ کو استعمال سے بیشتر گرم ضرور کر لیا جائے ۔

گائے کا دُودھ بآسانی دستیاب ہوسکتا ہے ۔ اور اسی کا استعمال عام پایا جاتا ہے ۔ مگر اس میں کیسانیجن Caseinogen زیادہ پایا جاتا ہے اور پانی اور شکر کم ہوتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے اِن اجزاء کا اختلاط موزوں پیمانہ پر کرنے کے لئے کسی اور قسم کی مصنوعی خوراک شامل کرنی ضروری ہے ۔ گائے کا خالص دُودھ اکثر بچوں کو موافق نہیں آتا اور دیر ہضم ہونے کی وجہ سے کئی امراض پیدا ہوتے ہیں ۔ اس دُودھ میں معمولی پانی یا شکر ملانے سے اور بھی زیادہ خرابی پیدا ہوجاتی ہے ۔ دہی کی طرح سخت دانہ دار جھلی بن کر بچوں کی نازک

آنتوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ دوم کاربوہیڈریٹ Carbohydrates کو کم کرنا چاہئے۔ سوم الکالن Alkaline کو بڑھانا چاہئے۔ چہارم انٹی سکاربیوٹک وٹامنی Anti Scorbutic Vitamins کو قائم اور محفوظ رکھنا چاہئے۔

میلنس فوڈ یا گلاکسو Mellins food یا Glaxo مصنوعی خوراک انگریزی دوکانوں سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ گائے کے دُودھ میں تیار کرنے سے اور بچوں کو پلانے سے مفید ثابت ہوئی ہے۔ دُودھ کو سرد جگہ اور صاف ہوا میں رکھ کر کیڑے۔ چیونٹیوں سے محفوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔ دُودھ کو استعمال سے پیشتر گرم کیا جائے تاکہ جراثیم رفع ہو جائیں۔ گائے کی خوراک کا بھی بخوبی انتظام کیا جائے۔ کیونکہ اس کا اثر دُودھ پر پڑتا ہے۔ دُودھ کے برتن یا دیگچیاں۔ چمچہ۔ شیشہ یا بوتل۔ ربڑ کی نلیاں وغیرہ نہایت صاف ہونی چاہئیں۔ ان کی غلاظت بچوں کی صحت کو خراب کرتی ہے۔ شیشہ یا بوتل تین یا چار رکھے رہیں۔ استعمال کے بعد گرم پانی اور کاربونیڈ آف سوڈا Carbonate of Soda سے دھوکر گرم پانی میں ہی رکھی رہیں۔ تاوقتیکہ یکے بعد دیگرے استعمال کی جائیں۔ انگلستان کے محکمۂ صحت کی خاص مجلس نے اپنی تحقیقات میں بتلایا ہے کہ تازہ دُودھ مکانوں کی غلاظت۔ حماموں کے تعفن۔ بوسیدہ چیزوں سے جو مکانوں کے گرد نواح میں بد احتیاطی سے نظر انداز کی جاتی ہیں۔ زہر آلود ہو جاتا ہے۔ اور بچہ کے لئے زہر قاتل کا کام دیتے ہیں۔ فرانس کے ملک میں ربڑ کی نلیاں اور بچہ کو دُودھ پلانے کی شیشی قانوناً مخصوص کی گئی ہیں۔ خلاف ورزی مستوجب سزا ہے۔ بوتل یا شیشی جو کشتی نما ہو اور جس پر خوراک کی مقدار اور پیمانہ کندہ کیا ہو۔ بہتر مانی گئی ہے۔

بچہ کے رونے کی آواز کان پر پڑتے ہی ماؤں کی عادت ہے کہ فوراً اس کو دُودھ پلا دیا جائے۔ مگر وقت معینہ کے سوا دُودھ پلانا مضر ہے۔ علاوہ بریں معدہ کی مقدار سے زیادہ دُودھ پلانا بھی خرابی پیدا کرتا ہے

معدہ کی مقدار بچے کے پیدائش کے وقت	۱½ اونس	یا	۲½	چائے کا چمچہ	میزی چمچہ
〃 〃 〃 دوسرا ہفتہ	۱½ 〃	یا	۳	〃	
〃 〃 〃 ماہ اول	۲ 〃	یا	۴	〃	
〃 〃 〃 ماہ چہارم	۵ 〃	یا	۱۰	〃	
〃 〃 〃 ماہ ششم	۶½ 〃	یا	۱۳	〃	

بچوں کی ولادت سے ہی خوراک کا وقت مقرر کر دینا چاہئے تاکہ وقت کی پابندی کا بچہ عادی بن جائے حسب ذیل اوقات مفید ہونگے۔

پیدائش کا پہلا ہفتہ	دو سے چار ہفتہ	دوسرا مہینہ	تین سے چوتھا مہینہ	پانچواں مہینہ	چھ سے نواں مہینہ	دسواں مہینہ
A.M. ۶ بجے صبح	A.M. ۶ بجے صبح	صبح ۶ر۳۰	صبح ۶ر۳۰	صبح ۷	صبح ۷	صبح ۷
۸ "	۸ "	۸ر۳۰	۹	۹ر۳۰	۱۰	۱۰ "
۱۰ "	۱۰ "	۱۰ر۳۰	۱۱ر۳۰	۱۲	شام ۱	شام ۱
Noon ۱۲ بجے دوپہر	۱۲ بجے دوپہر	۱۲ر۳۰	دوپہر ۲	دوپہر ۲ر۳۰		
۲ بجے بعد دوپہر	۲ بعد دوپہر	۲ر۳۰	۴ر۳۰	۵	۴ "	۴ "
P.M. ۴ بجے شام	P.M. ۴ شام	شام ۴ر۳۰	شام ۷	P.M. ۷ر۳۰	شام ۷	۷ر۳۰ "
۶ " "	۶ "					
۸ " "	۸ر۳۰	۷	۹ر۳۰	۱۰ "	۱۰ "	
۱۰ " "	۱۰ "	۱۰ "				
A.M. ۲ بجے صبح	A.M. ۲ر۳۰ صبح	A.M. ۲ر۳۰	۱۱			

بچہ کے وقت معینہ پر خوراک کا عادی ہونا اسے کبھی رونے پر مجبور نہ کریگا۔ اگر درمیان میں روتے لگے تو اس کا سبب معلوم کرنا چاہئے۔ شاید پیاس کی وجہ سے یا درد شکم۔ سردی یا گرمی یا کسی کھٹمل یا پسو کاٹنے کے باعث سے رونا ممکن ہو۔

بچہ کے شیر مادر چھوڑانے کا وقت

اگر ماں کی صحت دودھ پلانا برداشت نہ کر سکے یا دودھ کافی مقدار میں نہ ہو۔ یا ماں کے دودھ پلانے سے دل کو درد پیدا ہونے کی حالت میں۔ بچہ کو مصنوعی خوراک دینا عین مصلحت ہوگی۔ مگر حتی الامکان بچے کی علالت کی حالت میں یا جب دانت نکل رہے ہوں یا پیچش یا دیگر امراض کی شکایت کی حالت میں۔ بچہ کو شیر مادر سے محروم رکھنا مضر ہوگا۔ عموماً دس ماہ کی عمر کے بعد بچہ کا دودھ چھڑانا بہتر ہوگا۔ جیسے بچہ عمر میں زیادہ ترقی کرے ویسے ہی مصنوعی خوراک کی مقدار میں زیادتی کی جائے۔ اگر شروع میں بچہ بوتل سے دودھ پینے سے انکار کرے۔ تو چمچہ کے ذریعہ ربڑ کی نلی کو شہد لگا کر دودھ دیا جائے۔ ایک سال کی عمر کے بعد بچہ کو ہلکی غذا مثلاً تھولی یا نان کی روٹی دودھ میں پتلی کر کے یا بھگو کر دی جائے۔ شروع میں صرف ایک بار دوپہر کے وقت دینی چاہئے۔ بتدریج خوراک کے اوقات زیادہ کئے جائیں۔ جب بچہ غذا کا عادی بن جائے اور تندرست دکھائی دے تو اس وقت دن میں چار وقت تھوڑی مقدار ہلکی زود ہضم غذا دینا مفید ہوگا۔ غذا شروع کرنے کے ساتھ تازہ عمدہ دو تولہ نارنج کا رس خوراک کے ایک گھنٹہ پیشتر دینا بے حد مفید ہوگا۔ دو سال کی عمر میں بچہ غذا کا کافی عادی بن جائیگا۔ تاہم اس کی صحت کا

ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔ اگر غذا موافق نہ آئے تو اس کا تدارک فوراً کرنا چاہیئے۔ اور ہر ماہ اس کا وزن جانچنا چاہیئے بچہ اگر دانت نکالے اور قدرے غذا کا بھی عادی ہو تو گوشت کا شوربہ اور نارنج کا رس دینا مفید ہوگا۔ المختصر بچہ کو غذا کھانے کی عادت ہونے پر ہلکی غذا جس میں روغن اور مصالحہ نہ ہو ایسی ہی دینی چاہیئے۔ اُبلے ہوئے سخت انڈے۔ گوشت مچھلی۔ مرغی کا گوشت۔ مصالحہ آمیز شوربہ وغیرہ دینے سے پرہیز کریں۔ چپاتی۔ کیک کشمکش۔ بادام یا خشک میوہ جات۔ اچار۔ مولی۔ ککڑی۔ دال یا ساگ جو دیر ہضم ہو ہرگز نہ دی جائے۔ بدہضمی کی حالت میں پیپرمنٹ۔ سونف یا ادرک کا عرق دینا مفید و کارگر ہوگا۔

بچوں کا لباس

جس طرح بچوں کی تندرستی معقول خوراک پر منحصر ہے۔ بلکہ بدرجہا زیادہ انکا لباس بھی صحت پر اثر ڈالتا ہے۔ گو فطرتاً بچہ نحیف پیدا ہو۔ تاہم مصنوعی ترکیبوں کے ذریعہ اس کی صحت کا سدھار بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ نوزائیدہ بچوں کا گوشت بیحد نازک اور نرم ہونے کی وجہ سے سردی۔ گرمی یا رطوبت سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ جوں جوں بچہ عمر میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس کا گوشت بھی سخت ہوتا جاتا ہے۔ اور موسمی تبدیلی کی برداشت کر سکتا ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصص میں مختلف آب و ہوا پائی جاتی ہے۔ کہیں شدت کی گرمی ہے اور کہیں سخت سردی یا بارش لہذا موسم اور آب و ہوا کے لحاظ سے بچوں کو لباس پہنایا جائے۔ لباس کی قطع و برید ہر ایک ملک کے رسم و رواج پر یا مذاق پر منحصر ہے۔ مگر موسم کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ بچوں کے لئے کپڑا منتخب کرنے کے پیشتر ان تین باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اول کپڑا نرم۔ ملائم ہو۔ دوم ہلکا ہو۔ سوم موسمی تبدیلیوں سے جسم کی کافی طور پر حفاظت کر سکے۔ اگر کپڑا سخت استعمال کیا جائے۔ تو بچے کے نرم گوشت میں خارش پیدا ہوتی ہے اور بچہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ لباس ڈھیلا ڈھالا ہو تاکہ بچہ اپنے اعضاء ہاتھ پاؤں کو آسانی سے حرکت دے سکے۔ اور طول و عرض بھی ایسا ہو کہ تمام جسم کے اعضاء یعنے سر۔ گردن۔ سینہ۔ پیٹ۔ پیر۔ ہاتھ وغیرہ بخوبی ڈھکے رہ سکیں۔ کسی حالت میں ضرورت سے زیادہ لباس بھی پہنایا نہ جائے جس سے بچہ بوجھ محسوس کرے اور بے چین ہو جائے۔ اکثر اونی کپڑا۔ اُونی موزے۔ ٹوپیاں بچوں کے لئے مفید ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں اکثر بچوں کو صرف پیراہن اور ٹوپی پہنائی جاتی ہے۔ اور باقی جسم مثلاً پیٹ۔ پیر۔ گردن۔ ہاتھ بغیر کپڑے کے کھلے رکھے جاتے ہیں۔ یہ رواج بچوں کے لئے مضر ہے۔ شدید ہوا کے جھونکوں سے بچوں کو بہت بچانا چاہیئے۔ صبح۔ دوپہر اور شام کی سردی یا گرمی کا لحاظ رکھ کر لباس تبدیل کرنا چاہیئے۔ اوائل عمر میں چھبیس سے اٹھائیس انچ طول کا فراک کافی ہوگا۔ کشمیرا۔ مرینا یا جالیدار اُونی کپڑا بچوں کے لئے مفید ہوگا۔ ان کپڑوں کے دھونے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ اگر جوش شدہ پانی میں صابن یا دو گیلن گرم پانی میں چمچہ ایمونیا Fluid Amonia ملا کر لباس دھویا جائے تو بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ دوسری بار گرم پانی میں اس لباس کو ڈال کر اگر خوب مل دیا جائے تو اور

بھی زیادہ صاف ہوجاتا ہے۔اور تمام گندگی دور ہوجاتی ہے۔بچوں کو قیمتی۔زرّیں لباس پہنانے کی ضرورت نہیں مگر انکے لئے چھ اونی یا فلالین کے فراک تین رات کے لئے اور تین دن کے لئے۔تین سلیپنگ (سونے کے کپڑے) تین فلالین کی پٹیاں سینہ اور پیٹ کے گرد باندھنے کے لئے۔تین درجن نیم ایزاریں۔دو اونی ٹوپیاں۔چار جوڑے اونی موزے۔دو اونی شال۔چھ عدد گنڈیاں۔تین عدد تولیہ نرم وغیرہ۔ہمیشہ صاف دُھلے ہوئے مہیا رکھیں۔ایزاریں اور فراک بالکل ڈھیلے ہونے چاہئیں تاکہ بچوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔فراک کی گولائی چوبیس انچ اور عرض سوا نو انچ رکھا جائے۔نین سکھ کپڑے کے فراک کو اگر کنارہ جالیدار لگایا جائے تو بیحد خوشنما دکھائی دیتا ہے۔ایک گز کنارہ چھ فراک کے لئے کافی ہے۔فلالین کی پٹیاں یا کمر بند پانچ انچ طول و عرض کا ہو تو بہتر۔تاکہ شکم کے اطراف دہرا لپٹا جاسکے۔اس کے باندھنے کے لئے گاؤدم فیتہ لگایا جائے۔فراک کے بٹن کندھے پر لگائے جائیں۔آستین دس انچ طول رکھ کر پہنچے کے نزدیک تنگ کردی جائے تاکہ آستین ہاتھوں پر نہ آسکے۔فراک کے لئے بٹن کے عوض گلے کے نزدیک نیفہ لگا کر فیتہ پرو دیا جائے تاکہ فراک سر سے نکالنے کے وقت آسانی ہو۔موسم گرما میں گاز فلالین کا فراک مفید ہوگا۔تولیہ یا نا پکن نرم پانی کو جذب کرنے والے ہیں۔بچوں کو ہوا خوری کے لئے ہر صبح سورج نکلنے کے بعد اور شام کو آفتاب غروب ہونے کے بیشتر سپرنگ پرڑ کی گاڑی میں لے جایا جائے۔کندھے پر یا ہاتھ پر لٹا کر لے جانا مضر ہوگا۔

خرامِ نکہت

(جناب نکہت انصاری بدایونی)

جانتے تھے وُہ ازل میں جَور کے قابل مجھے
درد کی تخلیق سے پہلے دیا اک دِل مجھے

سانس بھی لینی نقاہت سے ہوئی مشکل مجھے
ہوسکے تو خود اُٹھا لیجائے اب منزل مجھے

وُہ نہیں تو موت ہی اِن کے تجسّس میں سہی
ہو رہے گا سعیٔ لاحاصل سے کچھ حاصل مجھے

رہزنِ رہبر نمانے کردیا مجھ کو ہلاک
ہو گئی حاصل باندازِ دِگر منزل مجھے

میں تری جنّت میں جانے کو تو اب تیار ہوں
اور اگر یاد آئی واعظ دوست کی محفل مجھے

دست و بازو شل، کنارہ دُور، ہمت مضمحل
اب نظر آتی ہے ہر اک موج ہی ساحل مجھے

ڈر رہا ہوں غفلتیں میری نہ دیں پیغامِ مرگ ہوں
حال میں نکہت نہیں کچھ فکرِ مستقبل مجھے

نعرۂ مستانہ

(جناب سید دل محمد صاحب فضاؔ جالندھری)

ہنگامۂ پیہم سے نظریں ہوئیں بیگانہ — اِک چشم کرم اَے دل ہے حاصلِ افسانہ
رُودادِ دلِ مضطر کہئیے بھی تو کیا کہئیے — دُنیا نظر آتی ہے احساس سے بیگانہ
اِک موجِ مے اُٹھتی سی مجھ کو نظر آتی ہے — میخانہ بدامن ہے ہر ذرّۂ میخانہ
ناکامیِ پیہم کو دُنیائے سکوں کہئیے — رُودادِ محبت ہے افسانہ در افسانہ
اِک عالمِ حیرت ہے اُٹھتی ہیں جدھر نظریں — لایا ہے کہاں مجھ کو میرا دلِ دیوانہ
اِک نور کے عالم میں ڈوبی ہے فضاؔ اے دل — ہے پیشِ نظر شاید خاکِ درِ میخانہ
واعظ تو ہے دیوانہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے — موجِ مئے کوثر ہے ہر گردشِ پیمانہ
اِک جلوۂ پنہاں نے دُنیا ہی بدل ڈالی — ہم تو دلِ غمگیں کو سمجھا کئے ویرانہ
احساس گریباں بھی اِک ہوش کی دُنیا ہے — بڑھ جائے جو اِس حد سے کہئے اُسے دیوانہ
ہر ذرّہ پہ در پردہ چھائے ہوئے جلوے ہیں — دیکھے تو فضاؔ کوئی خاکسترِ پروانہ

اُستاد کے مصرعہ کا ہے نقشِ فضاؔ دل پر
صد زہد بیک جُرعہ نذرِ مے و میخانہ

نوٹ:۔ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدمِ تعمیل سے معاف فرماویں۔ (مینجر)

بنک

(از لالہ رتن چند صاحب جین ایم اے۔ بی کام)

گورنمنٹ کی طرف سے گاؤں میں زمیندارہ بنک کھولے گئے ہیں تاکہ زمینداروں کو کم شرح سود پر روپیہ قرض مل سکے۔ ساہوکار زمینداروں سے تقریباً ۱۸ روپے سینکڑہ سالانہ یا اس سے بھی زیادہ سود لیتے ہیں۔ مگر زمیندارہ بنک صرف ۱۲ روپے سینکڑہ سالانہ پر سود دیتے ہیں۔ زمینداروں میں تعلیم کی بہت کمی ہے۔ وہ اپنے خرچ اور آمدن کو پورا کرنا نہیں جانتے۔ بیاہ شادیوں پر اور مقدمہ بازی پر بہت سا روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ساہوکار سے روپیہ قرض اُٹھانے میں ان کو کوئی دِقت نہیں ہوتی۔ اس لئے فضول خرچی کے واسطے بے تحاشا قرض اُٹھاتے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ قرض سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اور ان کی آمدنی کا بڑا حصہ سود میں چلا جاتا ہے۔ زمینداروں کو ساہوکاروں کے پنجے سے نجات دلانے کے واسطے اور ان کی فضول خرچی کی عادت ہٹانے کے واسطے یہ بنک قائم کئے گئے ہیں۔ تاکہ صرف جائز خرچ کے واسطے ان کو کم شرح سود پر روپیہ مل سکے۔ اور اپنے پُرانے قرض بیباق کر سکیں۔ اسی غرض کو مدنظر رکھ کر گورنمنٹ نے زمیندارہ بنک پر بہت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔

زمیندارہ بنک قائم کرانے میں کوئی دِقت نہیں ہوتی۔ گاؤں کے آدمی مل کر ایک درخواست انسپکٹر زمیندارہ بنک کو پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی ضروریات کو واضح کرتے ہیں۔ درخواست منظور ہونے پر بنک کھولنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ بنک میں صرف گاؤں کے آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور اس کے کام کرنے کا دائرہ بھی گاؤں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گاؤں میں تمام آدمی ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اس لئے کوئی آدمی روپے کا ناجائز استعمال نہیں کر سکتا۔ علاوہ بریں قرضہ کے لئے ہر ایک آدمی کی حیثیت ہر ایک کو معلوم ہوتی ہے۔ محدود حلقہ ہونے کی وجہ سے قرض کے ضائع ہونے کا ڈر نہیں ہوتا۔ ممبران کو صرف جائز یعنی زراعتی کام کے لئے ہی قرضہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً بیل مویشی خریدنے۔ بیج یا زمین خریدنے کے واسطے یا پُرانے قرض کو بیباق کرنے کے واسطے۔ مدعا یہ ہے کہ زراعتی کام پر روپیہ لگانے سے آمدنی کی صورت پیدا ہوگی اور روپیہ ضائع نہیں ہوگا۔ اور قرضہ ادا کرنے میں دِقت نہیں ہوگی۔ اگر روپیہ غیر زراعتی کاموں یعنی بیاہ شادی مقدمہ بازی پر خرچ کیا گیا تو روپیہ ضائع ہو جائیگا۔ آمدنی نہیں ہوگی۔ سود اور اصل ادا نہیں ہو سکیگا۔ ممبران کی ذمہ واری غیر محدود اور مجموعی ہے۔ یعنی ممبران مجموعی طور پر ایک دوسرے کے قرضہ کے بے باق کرنے کے ذمہ وار ہوتے ہیں ہر ایک

ممبر کو اپنا قرضہ اصل مع سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ مجموعی ذمہ داری کا فائدہ یہ ہے کہ ممبران قرضدار ممبر کو ناجائز خرچ کرنے سے روکتے ہیں۔ اور اس کے خرچ پر نگاہ رکھتے ہیں۔ قرضہ صرف ممبران کو ہی مل سکتا ہے۔ کیونکہ بنک صرف انہی لوگوں کی باہمی امداد کے واسطے کھولا گیا ہے۔ مگر روپیہ جمع کرانے کے واسطے یہ شرط نہیں۔ غیر ممبر بھی زمیندارہ بنک میں روپیہ جمع کرا سکتا ہے۔ ہر ایک ممبر کے واسطے اس کی حیثیت کے مطابق تعداد قرضہ مقرر ہوتی ہے۔ اس رقم سے زیادہ قرضہ اس کو نہیں مل سکتا۔ اس پابندی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ممبر اتنا قرضہ نہ اُٹھالے جو اس سے بعد میں ادا نہ ہو سکے۔ تھوڑے قرضے سے رقم ادا کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور فضول خرچی کی عادت سے چھٹکارہ ہوتا ہے۔ نہ روپیہ ہوگا اور نہ فضول خرچی ہوگی۔ ممبر کو قرضہ لینے کے واسطے مکان زمین یا زیور گروی کرنے کی ضرورت نہیں۔ ذاتی ذمہ داری پر قرضہ دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ممبران کا حلقہ صرف گاؤں تک ہی محدود ہوتا ہے تاکہ ہر ممبر کی حیثیت کا صحیح اندازہ لگ سکے۔ ذاتی ذمہ داری پر قرضہ دینے سے زمینداروں میں خودداری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ بنک کا انتظام چلانے کے واسطے عہدہ دار مفت کام کرتے ہیں۔ اور ہر سال نفع کا تمام حصہ ریزرو فنڈ میں چلا جاتا ہے تاکہ بنک کی پوزیشن مضبوط ہوتی جائے اور بنک کو قرض نہ لینا پڑے۔

بنک کو روپیہ ضلع کے زمیندارہ بنک سے قرضہ کی صورت میں ملتا ہے۔ اور اس روپیہ سے زمینداروں کو قرضہ دیا جاتا ہے۔ زمیندارہ بنک زمینداروں کے واسطے نہایت مفید ہیں۔ بشرطیکہ انکا انتظام درست ہو اور انکا جائز استعمال کیا جائے۔ پنجاب میں زمیندارہ بنکوں کی مدد سے بہت سے زمیندار فائدہ اُٹھا چکے ہیں اور اُٹھا رہے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگوں کا اور خاص کر دیہاتی اُستادوں کا فرض ہے کہ زمیندارہ بنکوں کی خوبیوں سے زمینداروں کو آگاہ کریں۔ اور اُن کو بتائیں کہ کس طرح سے ان کا جائز استعمال ہو سکتا ہے۔ بہت سے گاؤں میں زمیندارہ بنک زمینداروں کی حالت درست کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ یہ زمیندارہ بنکوں کا قصور نہیں بلکہ زمینداروں کی جہالت اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ تعلیم اور پرچار سے زمیندارہ بنک بہت مفید ثابت ہونگے۔ شہروں میں صنعت کاری اور دستکاری کا کام کرنے والوں کے لئے بھی اسی طریقے پر امدادی بنک کھولے گئے ہیں جن کا مطلب کاریگروں کو کم سود پر روپیہ مہیا کرنا ہے۔ تاکہ اس روپیہ سے وہ اپنی روزی کما سکیں۔ اور ساہوکاروں کے پنجہ میں نہ پھنسیں۔

بنک کے بہت سے فائدے پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ اُنکے علاوہ مندرجہ ذیل فوائد بھی قابل ذکر ہیں۔

بنک کے ذریعے ہم روپیہ دوسرے شہروں میں بھیج سکتے ہیں۔ ڈاک خانہ کی نسبت یہ طریقہ بہت کم خرچ کا ہے۔ منی آرڈر کرانے میں ایک روپیہ سینکڑہ خرچ اُٹھتا ہے۔ مگر بنک صرف تین یا چار آنے سینکڑہ لے کر روپیہ بھیج دیگا۔ طریقہ یہ ہے کہ بنک کو روپیہ دیکر بنک سے اس کی برانچ کے نام ایک پرچہ

لے لیا جاتا ہے۔ اُس پرچہ میں برانچ کے نام ہدایت ہوتی ہے کہ فلاں شخص کو لکھا ہُوا روپیہ دے دو۔ یہ پرچہ ڈاک کے ذریعہ جس شخص کو روپیہ بھیجنا مقصود ہوتا ہے اس کو بھیج دیا جاتا ہے اور وہ آدمی بنک کی برانچ کو پرچہ دکھاکر روپیہ لے لیتا ہے۔ چک کے ذریعہ سے بھی روپیہ بھیج سکتے ہیں۔ بنک کے اوپر مقررہ رقم کا چک قرضخواہ کے حق میں لکھا جاتا ہے اور یہ چک اپنے قرضخواہ کو بذریعۂ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ قرضخواہ اپنے بنک کی معرفت روپیہ وصول کر لیتا ہے۔ تاجر لوگ بنک کے ذریعہ سے ہی روپیہ بھیجتے ہیں۔ کیونکہ اس پر خرچ کم آتا ہے۔ غیر ممالک کو روپیہ بھیجنے کے واسطے بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ تاجر اور سیاح لوگ بنک کی معرفت ہی دوسرے ملک میں روپیہ منگواتے ہیں۔ ان کو روپیہ اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔

قیمتی کاغذات اور زیورات محفوظ رکھنے کے واسطے بھی بنک کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بنک کے اندر لوہے کے مضبوط صندوق اور کمرے بنے ہوتے ہیں۔ معمولی سی کمیشن لے کر بنک زیورات کو رکھنے والے کی مرضی کے مطابق محفوظ رکھتا ہے۔ گرمی کے موسم میں جب افسر لوگ پہاڑوں پر جاتے ہیں تو اپنے زیورات اور قیمتی اشیاء بنک کے پاس رکھ جاتے ہیں۔ بعض آدمی تو اپنے زیورات وغیرہ ہمیشہ بنک کے پاس ہی رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت وہاں سے لے آتے ہیں۔

مختلف قسم کی تجارتی اور مالی واقفیت مہیا کرنے کے واسطے بھی بنک بہت کارآمد ہوتا ہے۔ عام طور پر تاجر لوگ اُدھار دینے سے پہلے اپنے گاہک کی مالی حالت کا اندازہ بنک کی معرفت دریافت کرتے ہیں۔ اس احتیاط سے رقم ضائع ہونے کا ڈر نہیں رہتا۔ اگر بنک کی معرفت کوئی رقم ادا کی گئی ہو۔ تو بنک اس رقم کی ادائیگی کے واسطے بطور گواہ کے پیش ہو سکتا ہے۔ در اصل تمام بڑی رقموں کی ادائیگی بذریعہ چک ہونی چاہیئے۔ تاکہ ادائیگی کے متعلق کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ ادائیگی کا یہ طریقہ دن بدن زیادہ رواج حاصل کر رہا ہے۔ سنٹرل بنک سرکاری خزانہ کے فرائض ادا کرتا ہے۔ گورنمنٹ کا تمام روپیہ بنک میں جمع رہتا ہے۔ بنک نوٹ بھی جاری کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں امپیریل بنک آف انڈیا جو کہ گورنمنٹ کا خزانچی ہے۔ یہ فرض سرانجام نہیں دیتا یہاں پر نوٹ گورنمنٹ کے کرنسی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں۔

غرضیکہ بنک کی زندگی ملک کی تجارت صنعت اور موجودہ طرز رہائش کے لئے نہایت ضروری ہے +

خیالاتِ عظامی

از تابِ نگاہِ تو قلبم شدہ دیوانہ
آئینہ ز روئے تو گردیدہ پریخانہ
وقتیکہ ہمی آیم سوئے درِ میخانہ
ساقی بسرم گردد خیزد و خم و پیمانہ
آں مستِ شرابِ ناب بر تو بپیش آید
رقصے کند از رہ خیزد و خیزد مستانہ

اے قیس بیا باہم در شہرِ جنوں رقصیم
سرمست کہ می رقصد دیوانہ بدیوانہ
آں شوخ بہ بدمستی اُفتاد در آغوشم
قرباں شوم بر تو اے لغزشِ مستانہ
در جلوہ ہمیش دیدم بریکدگر اُفتادند
دیوانہ بفرزانہ فرزانہ بدیوانہ

دانیم عظامی را آں فخرِ گرامی را
در مدرسہ ملائے رندیست بہ میخانہ

الراقم عظامی تلمیذ ملک الشعراء حضرت مولنا گرامی مرحوم

آجکل کی شاعری

(از قلم محمد فضل الرحمن صابری)

خدا کے پہلے کون تھا

اگر مجھ سے کوئی بار بار یہی سوال کریگا تو میں اس کے جواب میں کہے جاؤنگا۔ کہ خدا کے پہلے خدا تھا۔ کیونکہ میرا علم سچا ہے۔ اور میں راستی پر ہوں اور کوئی مجھ کو جھٹلا نہیں سکتا۔

اگر کوئی میرے مقامات پر کچھ خامہ فرسائی کر کے اُس کو تنقید یا دنداں شکن جواب وغیرہ سے تعبیر کریگا تو میں اِن الفاظ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہونگا۔

چونکہ تنقید یا دنداں شکن جواب بقول خدائے سخن محقق اعظم حضرت صاؔ سہسوانی آبادی بالقابۂ مدظلہ اس کو کہتے ہیں۔ شعر جس کا دُنیا میں نہ ہو کوئی جواب اعتراض ایسا تو ہونا چاہئے

میں ایسی تنقید کو تنقید نہ کہونگا بلکہ یہ ایک قسم کا استصواب ہے کہ جس کو استصواب کرنے والا اپنی غلط فہمی مجھ سے دُور کرانا چاہتا ہے۔

اور میں کبھی ایسے سوال وجواب پر کبھی ناخوش نہیں ہو سکتا بلکہ ایک معلم بُردبار کی طرح کہ وہ اپنے متعلم کے سبق بُھول جانے پر بار بار بتاتا ہے۔ اِسی طرح میں کبھی غصّہ نہ لاؤنگا بلکہ وہ ہزار مرتبہ بھُولے گا تو میں ہزار مرتبہ بتاؤنگا۔

کیونکہ میرا علم اس وقت اور علموں سے بہت پیچھے ہے اور جو فیصدی پانچ آدمی جاننے والے بھی ہیں تو وہ بھی غلط پگ ڈنڈی پر جا رہے ہیں۔ اس لئے میرا غصّہ دُنیا کو برانگیختہ کریگا اور یہ علم ادھورا رہ جائیگا۔ اس لئے مجھ کو نہایت بُردباری سے ہر شخص کی غلط فہمی کو دُور کر کے اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

میں اپنے محترم دوست حضرت نسیم نور محلی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جناب نے میری آواز سُن لی۔ اور رہنمائے تعلیم ماہ اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۷ پر ایک مضمون رقم فرمایا۔ میں اُنکا ممنون احسان ہوں اور خدا کرے کہ ہندوستان کے ہر گوشے سے ایسی ہی صدائیں بلند ہوں تو میں اُمید کرتا ہوں کہ بہت جلد یہ علم اور علموں سے آگے بڑھ جائے اور میری محنت ٹھکانے لگ جائے۔

اب میں حضرت نسیم کے شکوک رفع کرنا چاہتا ہوں۔

ہمارے کرمفرما لکھتے ہیں کہ (ہر جگہ نون غنہ کو تقطیع میں شمار کر کے اُسے اذالہ درمیانی کہہ کر اعتراض کیا گیا ہے۔ حالانکہ نون غنہ تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا) میں جناب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں مگر اس کی یہ صورت نہیں ہے جیساکہ جناب سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے۔ منظر صدیقی اکبر آبادی ؎

فصلِ بہار عیش گُل میرے لئے حرام ہے — ہیں وہ خراب عیش ہوں جن کو جنوں سے کام ہے

مندرجہ بالا شعر کے ثانی مصرع میں لفظ ہیں اور جنوں کا نون غنہ تقطیع سے خارج ہوگا۔ اس طرح مے وخرا مفتعلن۔ جن کُ جنو مفتعلن۔

جناب نسیم نے ایک مصرع حضرت نوح ناروی۔ جناب نوح کی مشقِ سخن تحسین کے قابل ہے۔ میں (تحسین) کے نون غنہ کو داخل تقطیع فرما کر مفاعیلان ناجائز قرار دیا ہے۔ یہ بھی میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ اس میں بھی جناب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ راقم السطور کا ایسا خیال نہیں ہے جیساکہ جناب نے خیال فرمایا ہے۔ ایسے تمام نون غنہ تقطیع میں شمار کرنا خلاف قاعدہ تقطیع ہے۔ یہ نون غنہ علاوہ عروض وضرب کے تمام خارج از تقطیع ہونگے۔ میری تحریر کا یہ مفہوم نہیں جیساکہ جناب نے خیال فرمایا ہے۔ میں بھی جناب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور آپ صحیح راستے پر ہیں۔

جناب نے جو یہ رقم فرمایا ہے کہ (اس کا مطلب یہ ہے کہ مصرع کے درمیان نون غنہ کا آنا ہی جائز نہیں کیونکہ وہاں اذالہ درمیانی زبردستی سے کہنا غلط ہو جائیگا) یہاں ہی مجھ کو جناب سے اتفاق ہے کہ جناب صحیح فرماتے ہیں۔ میں آپ کی عنقریب دلجمعی کئے دیتا ہوں۔

آگے چل کر جناب نے فرمایا ہے کہ (بقول صابری صاحب وہ تمام مسلّم الثبوت اساتذہ جن کا نام وکلام اُردو زبان کے لئے سرمایۂ فخر ومباہات ہے۔ مسند شاعر کہے جانے کے ہی مستحق نہیں۔ کیونکہ اُنکے کلام میں بھی یہی بات کثرت سے موجود ہے)

یہ فرمانا جناب کا نہایت صحیح ہے اور واقعی یہ غلطیاں سب کے کلام میں موجود ہیں۔ مگر اس بات سے بھی تمام دُنیا کو اتفاق کرنا پڑیگا۔ کہ اساتذہ کا تمام کلام سرمایہ ناز نہیں ہوا کرتا ہے۔ بلکہ اُن میں چند ایسے اشعار ہوتے ہیں کہ جن سے وہ اساتذہ کہلانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ باقی تمام کلام حشو یا بھرتی کے کہلانے ہیں۔ آپ کوئی ایسی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔ کہ کسی اُستاد مسلّم الثبوت کے تمام اشعار اور دیوان کا دیوان قابل تحسین ہے۔ بلکہ اُس دیوان میں چند معدودے شعر ایسے ہیں کہ اُردو زبان کو ناز ہے۔

علم کی کسوٹی انسان کو اسی لئے ودیعت کی گئی ہے کہ وہ کھوٹا اور کھرا پرکھیں اور جو چیز کہ اچھی نہ ہو اُس سے

احتیاط کریں اور جو چیز عمدہ ہو اُس سے فائدہ اُٹھائیں - اسی طرح اساتذہ کا کلام ہے -

یہ کیا ضرورت ہے کہ ایک مسلم الثبوت استاد کسی مقام پر اپنی غلط فہمی سے خطا کر گیا ہے تو اُسی خطا کو ہم بھی کریں - یہ عقل انسانیت سے بعید ہے بلکہ بزرگوں کے اچھے کاموں سے ہم کو اتفاق کرنا چاہئے اور بُرے سے پرہیز -

آپ نے جو بہت سے اشعار متقدمین و اساتذہ کے پیش کئے ہیں - چند شعر ذیل میں قابل ذکر ہیں -

ناسخ

ذکر نزاکت بتاں ہے جو چمن کے درمیاں
فوجِ نسیم ہے زباں گل سو برنگ کوس ہے

امیر مینائی

دل بھی خدا کا ہے مکاں کیوں نہیں آتی ہے یہاں
ہوتی ہے عرش کو رواں روز مری دعا عبث

جوش ملسیانی

لالۂ صحن باغ ہوں گو ہر شب چراغ ہوں
پھر بھی ہیں ایک داغ ہوں دامن روزگار ہیں

اب غور فرمایئے

یہ تین شعر مندرجہ بالا مستطور کے مضاعف ہیں - اس لئے یہاں اذالہ درمیانی کسی قدر جائز ہے - کیونکہ انکا ایک مصرع - مصرع مربع کے برابر ہے اور ہر شعر میں چار مصرع ہیں - یعنی ذکر نزاکت بتاں - یہ ایک مصرع ہے اس کا مضاعف ہے جو چمن کے درمیان اب غور فرمایئے" بتاں اور درمیاں" یہ دونوں قافیہ ہیں - ایسے اشعار کو عروضیوں نے مسمّط قرار دیا ہے اور اس کو مسمّط چہار خانہ بولتے ہیں - یہاں اذالہ درمیانی جائز ہوگا - کیونکہ اذالہ درمیانی بمنزلہ آخر واقع ہے -

اور جو آپ نے نون غنہ مصاریع کو اذالہ قرار دیا ہے - وہ محض غلط ہوگا - وہاں اذالہ نہیں آسکتا - یہ چار مصرع تین ہمقافیہ اور ایک اخیر کا وہ اصل غزل کے ہمقافیہ ہے - اس لئے یہ چاروں مصرع مسمط چہار خانہ یا مشطور کا مضاعف مان لیا جائیگا - اور یہاں اذالہ جائز ہو جائیگا -

اور جو آپ نے حضرت منظر صدیقی کے چوتھے اور ساتویں شعر کے اولے مصرع میں لفظ "حشر" اور "عشق" کے متعلق بحث کی ہے - وہاں چونکہ اذالہ آخر میں واقع ہوا ہے - وہ بھی صحیح ہے مگر درمیانی مصاریع ہیں - جو بمنزلہ عروض و ضرب کے نون غنہ آیا ہے - اور جس پر آپ کی بحث ہے - کہ خارج از تقطیع ہیں - وہ خارج از تقطیع نہیں ہو سکتے - وہ نون معین مانے جائینگے اور وہاں اذالہ بوجہ ہمقافیہ نہ ہونے کے درمیان میں غلط ہو جائیگا اس لئے غزل حضرت منظر میں وہ تمام اذالہ درمیانی ناجائز ہیں -

اسی طرح آپ نے حضرت منظر کے فقرہ - اے دلِ مُبتلا خموش کے متعلق کہ (یہاں اذالہ درمیانی ضرور ہے۔ مگر درمیانی مفاعلات مسلّم الثبوت اساتذہ کے کلام میں جا بجا نظر آتا ہے) اور مثالیں پیش کی ہیں کہ یہ بلا نون غنہ اذالہ موجود ہے۔

ناسخ — رنج بُرا ہے ناگوار سر مرے تن سے جلد اُتار
کس لئے اے ستم شعار تیغ و بالِ دوش ہے

امیر مینائی — ہوتے ہیں لاکھ ہم ملول کب ہے وہاں اُعا قبول
گریۂ بے اثر فضول نالۂ نارسا عبث

غالب — جب وہ جمال دلفروز صورتِ مہر نیم روز۔ آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

یہ مسمّط چہار خانہ بوجہ ہم قافیہ ہونے کے صحیح ہیں۔

مومن — مرگ ہے انتہائے عشق یاں رہی ابتدائے عشق

یہ بھی مسمط چہار خانہ کا ایک شعر ہے۔ اس کو بھی کسی قدر مسطور المضاعف مان لیا جائیگا۔

نوح ناروی — دیکھئے کس طرح نبھے دیکھئے کس طرح بنے
اُنکو بھی حسن پر گھمنڈ مجھکو بھی عشق پر گھمنڈ

یہ دو شعر جداگانہ مربع کے ہیں۔ یہاں بھی اذالہ صحیح ہوسکتا ہے۔

ملاحظہ ہو فیصلہ خدائے سخن عروضی محقق اعظم حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ بالفابہٖ رسالہ رہنمائے تعلیم اکتوبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۲۳ کہ جو صاف ہے۔ باقی اشعار امثال کو میں درمیانی اذالہ کی زد میں لاکر خارج از تقطیع بتاتا ہوں - خواہ وہ شعر اُستادوں کا ہو یا شاگردوں کا۔ یا نو مشقوں کا۔

چونکہ قانون عروض سب کے لئے یکساں ہے۔ کیا اُستاد کیا شاگرد۔ یہ زبان کا مسئلہ نہیں ہے۔ کہ اساتذہ نے لکھا ہے۔ اس لئے وہ غلط العام فصیح کہہ کر مان لی جائے۔ جیسے مصحف رُخ "مصحف رُو وغیرہ پر سب نے اضافت دی ہے۔ اس لئے وہ غلط العام فصیح مان کر صحیح قرار دیدیا ہے۔ یہاں غلط عام کا مسئلہ غلط ہوجائیگا اور قانون عروض کے شکنجے سے بری نہ کیا جائیگا۔ جیسے

داغ — خط نہ دیکھا مصحفِ رُخ پر ترے — یہ نظر آیا عجب قرآن صاف

امانت — اسپہ راضی ہو تو قرآں اُٹھا لاؤں ہیں — رکھ تو لے مصحفِ رُو ہاتھ قسم کھاؤں میں

جناب کا یہ فقرہ کہ یہ تمام مثالیں مسلّم الثبوت اور نامور اساتذہ کے کلام میں سے دی گئی ہیں عقل نہیں مانتی کہ

ان اساتذہ کے کلام کو غلط کہدیا جائے۔ کیا ادب اُردو کے علمبردار فن سے محض بیگانہ تھے۔ کیا اُنکے مقابلہ میں کوئی صابری صاحب کے قول کو مستند مان سکتا ہے۔

آپ کا فرمانا بجا ہے۔ وہ بیگانہ نہ تھے۔ مگر عروض ایسا فن نہیں ہے کہ سب کو زبانی یاد رہ سکے۔ اُن بزرگوں نے اس پر توجہ نہیں فرمائی اور نہ پھر تحقیق اور تدقیق کے خارزاروں میں پڑے۔ اس لئے یہ فنی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ نیز یہ علم عروض وہ فن ہے کہ جس میں عروضیان عرب اور عجم نے بھی غوطے کھائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکی لڑائی میں سخت اختلاف ہے۔ اگر ہندی اساتذہ نے دھوکے کھائے ہیں تو کیا تعجب ہُوا۔

بقول مولانا محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی ایڈیٹر عروج جھنگ کہ ایک حوض میں سب ننگے تھے۔ ایک شخص کپڑا پہنے تھا۔ وہ سب مل کر اُس کو بھی برہنہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اوّل تو عروض کی کسوٹی آپ کے پاس موجود ہے اور محققین نے اس بارہ میں فیصلہ کر دیا ہے کہ اذالہ درمیانی کہاں تک جائز ہے۔ وہ سب اسے محض غلط بتاتے ہیں۔ پھر سب ایسی صورت میں حوض والے مجھ کو بھی برہنہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں حتی المقدور اُن کے برہنہ کرنے سے برہنہ نہیں ہو سکتا۔

خواہ کوئی مانے یا نہ مانے میں اپنے قول پر ثابت قدم ہوں اور حضرت منظر کے اشعار پر اذالہ درمیانی غلط ہے بہر صورت ثابت کرتا رہونگا۔ ایسے اذالہ سے ہمارے موجودہ شعراء کو پرہیز کرنا چاہئے اور ہمچو قسم مواقعہ پر متقدمین کے فعل کو ثبوت میں پیش کرنا بھی گناہ ہوگا۔ لہٰذا

مضمون ہذا معہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور اکتوبر ۱۹۳۳ء و رماہ مئی اور اگست ۱۹۳۴ء اور رسالہ شاعر آگرہ ماہ جنوری ۱۹۳۴ء بخدمت منشی حمید اللہ صاحب مائل سکرٹری مجلس تنقیدی ادیب اُردو پیش کر کے عرض ہے کہ مجلس تنقیدی میں معاملہ پیش کر کے نتیجہ اخیر سے رسالہ رہنمائے تعلیم کو آگاہی بخشی جائے۔

۱۶۔ اگست ۱۹۳۴ء محمد فضل الرحمٰن صابری

مجلس تنقیدی ادیب اُردو گوالیار کی خدمت میں بغرض انفصال معاملہ پیش ہے۔ فقط ۱۹ر اگست ۱۹۳۴ء

محمد حمید اللہ مائل سیکرٹری ادیب اُردو

مجلس تنقیدی

آج یہ معاملہ مجلس تنقیدی ادیب اُردو گوالیار میں بصدارت خدائے سخن عروضی محقق اعظم پیش ہُوا۔ ہم نے رسالہ رہنمائے تعلیم مئی اور اگست ۱۹۳۴ء و رسالہ شاعر آگرہ جنوری ۱۹۳۴ء حرف بحرف پڑھا اور سُنا۔ قول صاحبزادہ محمد فضل الرحمٰن صابری قابل وثوق اور ناقابل تردید ہے۔ لہٰذا باتفاق رائے مجلس تنقیدی ہم سب ممبران باتفاق رائے

مضمون صاحبزادہ محمد فضل الرحمٰن صابری ذیل میں ثبت دستخط کرتے ہیں۔ ۱۹ ۳۴ھ جان محمد نور جنرل سکرٹری دیبٹ (بزم) لشکر گوالیار
خلیل احمد ہاشمی نوحی بدایونی ۔ محمد اصغر شاد ۔ میں ہاشمی اور شاد کا ہم خیال ہوں ۔ غنی گوالیاری ۱۹ ۳۴ھ
محمد زین العابدین ۔ مرتضےٰ حسین دعائی بائیوی ۔ عبدالغنی اثر ۔ نور محمد اصغر

رائے از قلم خدائے سخن

ہم نے رسالہ رہنمائے تعلیم و شاعر آگرہ و مضمون محمد فضل الرحمٰن ۱۶ ۳۴ھ کو بغور سُنا ۔ حضرت نسیم نور محلی نے جو اشعار استشہاد میں متقدمین و متاخرین و اساتذہ کے پیش کئے ہیں اور جن کو محمد فضل الرحمٰن نے تحریر ہذا میں نظر انداز کر دیا ہے ۔ اگر اُنکو بھی مشطور المضاعف مان لیا جائے تو یہ عروضیوں کو اختیار رہوگا ۔ کہ وہ ان اشعار کو مشطور المضاعف مانیں یا نہ مانیں پس ایسی صورت میں یہ مشطور المضاعف کا مسئلہ تشنہ رہا جاتا ہے ۔ قول محمد فضل الرحمٰن متعلق اذالہ درمیانی ایسی صورت میں نا قابل تردید ہے ۔ اور شعرا کو اس کے احتیاط کی ضرورت ہے اور بقول محقق طوسی علیہ الرحمتہ اذالہ بلا تون غنہ اُردو میں خارج از دائرہ ہے ۔ جیساکہ مثال دوم میں حضرت نسیم نے اشعار شعرا پیش کئے ہیں ۔

۱۹ ۔ اگست ۱۹۳۴ء — محمد حبیب السبحان صابر

کبھی ممکن نہیں

(۱) کہ نوشتۂ ازل میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہو ۔
(۲) مصیبت کے بعد راحت اور تکلیف کے بعد آرام نصیب نہ ہو ۔
(۳) خدمت سے عظمت حاصل نہ ہو ۔
(۴) غفلت اور خود بینی سے ندامت حاصل نہ ہو ۔
(۵) انسان عالم بن جائے تاوقتیکہ وہ ہر وقت طالب علم نہ بنا رہے ۔
(۶) با قاعدگی کم نے سے بجز فائدے کے نقصان ہو ۔
(۷) اخلاقی کتب کے مطالعہ سے دائرہ عقل وسیع نہ ہو ۔
(۸) خوش کلام ہر دلعزیز نہ ہو ۔
(۹) دُنیا میں کسی کا کوئی بھی دشمن نہ ہو ۔
(۱۰) جہاں محبت نہیں وہاں کسی قسم کا نفع حاصل ہو ۔
(۱۱) پایانِ کار بیکاری کا مآل معلوم نہ ہو ۔
(۱۲) دروغ گو عوام کی نظروں میں حقیر معلوم نہ ہو ۔
(۱۳) نصیحت ہر دلعزیز ہو ۔
(۱۴) سیاہ باطن کی دوستی کا انجام بخیر ہو ۔
(۱۵) بدنیت کا انجام نیک ہو ۔
(۱۶) راہ راستہ پر چلنے والا ہر صدمے سے محفوظ نہ رہے ۔
(۱۷) صبر و استقلال سے کام لینے والا کامیاب نہ ہو
(۱۸) راستی اور نیک چلنی کا ثمر شیریں عطا نہ ہو ۔
(۱۹) نیکی کا بار بار یاد کرنے والے مغرور کا سر نیچا نہ ہو ۔
(۲۰) متعصب حاکم سے انصاف حاصل ہو ۔
(۲۱) حفظ صحت کے اصولوں پر کاربند ہونا انسان کے لئے مفید نہ ہو ۔
(۲۲) شراب ۔ بھنگ وغیرہ جیسی نشیلی اشیاء سے صحت و عقل ضائع نہ ہو ۔
(۲۳) بغیر بھوک زیادہ کھانے سے بیمار نہ ہو ۔
(۲۴) جھوٹ بول کر اور دغا بازی کر کے امن عافیت اور سکون حاصل ہو ۔
(۲۵) دُنیا کے تعلقات منقطع نہ ہوں
(۲۶) زندگی دغا نہ دے ۔

(نتھو رام ثریا تھرڈ ماسٹر ...)

تمباکو نوشی

(لالہ نرائن داس صاحب اشنک ایس۔وی انچارج ریڈکراس سوسائٹی خالصہ سکول مٹھہ ٹوانہ)

ان منحوس اور بیکار پتیوں کا ہندوستان کی قدیم تاریخ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ کولمبس سے پہلے کسی اور مہذب ملک میں انکا پرچار تھا۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں یورپین سوداگر یہاں ملک ملک کے اور نذرانے گذارتے تھے۔ اسی توسل سے اس نو وارد مہمان کو بھی دربار ہند میں شرف باریابی ہؤا۔ اور ملک کے ہر چھوٹے بڑے نے پُراشتیاق خیر مقدم کیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس من چلے اور شوخ مہمان نے وہ رنگ جمایا۔ کہ ہر گھر کی زینت اور ہر محفل کا سنگار بنا۔ اور عمائدین و اراکین کے خاص طور پر منہ لگنے لگے۔ انقلابات زمانہ کے ساتھ ساتھ عوام کی جدت طرازیوں نے اسکی وضع میں بھی نئی نئی اختراعیں کی۔ اور ہر نوع میں نئے رنگ اور نئی شان سے جلوہ گر ہؤا۔ حتے کہ نئے فیشن کے ساتھ ساتھ سگریٹ کی صورت میں نمودار ہؤا۔ اب خواہ گھر میں کھانے کے لئے میسر ہو یا نہ ہو۔ دو چار آنے کے سگرٹ ضرور اُڑا جائینگے۔ جدھر دیکھئے۔ اچھے اچھے متین صورت اور پارسا سیرت بھی انجن کی طرح دندناتے پھرتے ہیں۔ اگر یہ نوجوانوں کا شغل بیکاری ہے۔ تو مزدوروں اور مسافروں کا غم غلط رفیق۔ اور اُمرا اور رؤساء کا لازمۂ امیری۔ یہاں تک دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ دو چار آنے روز کمانے والے قُلی بھی اپنی دیگر ضرورت کو نظر انداز کر کے دو چار پیسے تمباکو کی نذر ضرور کر ڈالینگے۔

دوستو۔ نامعلوم اس دوست نما دشمن نے کیوں ہر فرد بشر کے دل میں گھر کر رکھا ہے۔ اور کیوں ہر مہذب اور غیر مہذب سوسائٹی اِسکی عشوہ سازیوں کی دل وجان سے شیدائی ہے۔ ذرا اس کی تباہی پر نظر تو ڈالئے۔ فرض کیا۔ ایک متوسط الحال شخص اگر ایک آنہ کے سگرٹ بھی روزانہ پیتا ہے۔ تو ایک سال میں تئیس روپے اور چالیس سال کی اوسط عمر میں تقریباً ایک ہزار روپیہ مفت نذر آتش کر بیٹھے گا۔ ماشاء اللہ آپ دولتمند ہیں۔ تو اس معمولی سے مالی خسارے کو رہنے ہی دیجئے۔ ذرا اس سے پیدا شدہ جسمانی عوارض کا ہی خیال فرمایئے۔ یہ ڈاکٹروں اور ماہرین کے آزمودہ تجربات ہیں۔ کہ حقہ نوشوں کے دانت بدنما اور ناقص ہوجاتے ہیں۔ دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ نیند اُڑ جاتی ہے۔ سر میں درد رہتا ہے۔ بڑی عمر میں ہاتھ۔ پاؤں۔ سر اور ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں۔ زبان میلی رہتی ہے۔ مُنہ سے بدبو آتی ہے۔ نظام ہاضمہ کمزور ہوجاتا ہے۔ پھیپھڑے ماؤف ہو جاتے ہیں اختلاج قلب کا مرض لاحق ہوجاتا ہے۔ خون میں سُرخ ذرات کی کمی ہوجاتی ہے۔ بڑی عمر میں دمہ کی بیماری لاحق ہوجاتی ہے۔ کئی ایک کثرت نوش فالج اور لقوہ کا شکار بھی دیکھے گئے ہیں۔ گویا تمباکو نوشی کیا ہے۔ کمزوری۔ ذلت اور نامراد امراض کا خریدنا ہے۔ خدا اس عادت بد سے ملک اور قوم کے نونہالوں کو بچائے رکھے +

گذشتہ سے پیوستہ گذشتہ سے پیوستہ

بدقسمت ہمایوں

المعروف

تقدیر کا چکر

(از لالہ اودھو رام صاحب منشی فاضل)

چھٹا سین

جشن تاجپوشی

بابر کی وفات پر ہمایوں دربار عام کا حکم دیتا ہے۔ اور اپنا جشن تاجپوشی منعقد کرتا ہے۔ مگر بابر کی بیوقت وفات سے دربار کا رنگ پھیکا نظر آتا ہے۔ ہمایوں تخت سے اُتر کر پژمردہ خاطر سے:۔

"حاضرین دربار! میں رسم تاجپوشی کو نہایت رنجیدہ خاطر سے بجا لاتا ہوں۔ کیونکہ والد محترم کی جانکاہ جُدائی نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میری خوشی کا غنچہ شگفتہ ہو سکے۔ صرف ان کے حکم کی تعمیل اپنا فرض سمجھتا ہوں ورنہ یہ تخت کیا۔ ایسے ہزاروں تخت ایسی پدرانہ محبت پر نثار کر دیتا۔ دل گھبراتا ہے کہ جس تخت نشینی کی ابتداء ایسی منحوس گھڑی میں ہوئی ہے۔ اس کی انتہا کس قدر رُلانے والی ہوگی؟"

ایک صاحب۔ "شاہا! تقدیر کے تیر کو تدبیر و حیلے کا جوش روک نہیں سکتا۔ قضا کی رسّی ہر جاندار کے گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ اور جدھر چاہتی ہے گھماتی پھرتی ہے۔ سچ ہے:۔ ع

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

حضور! صبر کریں! اور مغلیہ سلطنت کو سنبھال کر اپنے محترم والد بزرگوار کی دلی آرزو کو پورا کریں"

ہمایوں (اپنے بھائیوں سے) "عزیز بھائیو! والد محترم کی وصیت مجھے تا زیست یاد رہے گی۔ اور میں ہمیشہ اس کا پاس کرونگا۔ تم بھی میرا ہاتھ بٹانا۔ اور مغلیہ حکومت کو چار چاند لگانا۔ میں تختِ شاہی سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ کابل۔ قندھار اور لاہور کا علاقہ تم تینوں کی جاگیر میں دیتا ہوں"۔

(اتنے میں ایک جاسوس حاضر دربار ہوتا ہے)

جاسوس۔ "حضور کا بخت یاور!" (آداب کورنش بجا لاتا ہے)

ہمایوں "کیا خبر لائے ہو؟"

جاسوس "آنحضرت کا قیدی سردار محمد زمان مرزا بھاگ کر بہادر شاہ والئے گجرات کی پناہ میں چلا گیا ہے۔ اور بہادر شاہ مندسور میں افغانوں کے ساتھ مل کر حضور کے برخلاف جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے"

ہمایوں (بیرم خاں سے) "فوج کو اسی وقت کوچ کرنے کا حکم دو!" (دربار برخاست ہو جاتا ہے)

ساتواں سین

قلعہ چمپانیر کی تسخیر

ہمایوں فوج کے ہمراہ گجرات کی طرف کوچ کر دیتا ہے۔ مگر جب بہادر شاہ شاہی فوج کی آمد سنتا ہے۔ تو قلعہ چمپانیر میں پناہ گزیں ہو جاتا ہے۔ شاہی فوجیں قلعہ کو محصور کر لیتی ہیں۔ ہمایوں یکایک قلعہ کی دیوار میں میخیں گاڑ کر اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور بیرم خاں وغیرہ سردار بھی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور قلعہ کے اندر کود کر اپنی فوج کے لئے دروازے کھول دیتے ہیں۔ بہادر شاہ کی فوج تہ تیغ ہوتی ہے۔ اور وہ خود جان بچا کر بھاگ جاتا ہے۔

ہمایوں کو پتہ لگتا ہے کہ قلعہ کے اندر بڑا بھاری خزانہ مدفون ہے۔ اس پر قلعہ دار کو طلب کرتا ہے۔

ہمایوں (قلعہ دار سے) "سچ بتا۔ خزانہ کہاں ہے؟"

قلعہ دار "حضور! میں بے خبر ہوں"

ہمایوں "ہم نے تحقیق کر لیا ہے کہ تمہیں خزانے کا علم ہے۔ اگر جان عزیز ہے۔ تو جلد کہو"

قلعہ دار۔ جہاں پناہ! سچ کہتا ہوں کہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ جان ہے اور وہ حاضر ہے۔ (گردن جھکا دیتا ہے)

بیرم خاں (چپکے سے) "حضور! سختی سے کام لیجئے"

ہمایوں (آہستہ سے) "بیرم! جو گُڑ سے مرے۔ اسے زہر کیوں دیں؟"

ہمایوں (قلعہ دار سے) "شاباش! ہم تمہاری سچائی کی داد دیتے ہیں۔ اور جان بخشی فرماتے ہیں۔ آج رات کو شاہی ضیافت میں شریک ہونا"

قلعہ دار۔ ~ تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار (سب علیحدہ ہو جاتے ہیں)

رات کے وقت قلعہ دار شاہی دعوت میں شریک ہوتا ہے۔ ہمایوں اپنے ہاتھ سے قلعہ دار کو بہت سی شراب پلاتا ہے۔ جب وہ نشے میں چُور ہو جاتا ہے۔ تو

ہمایوں (قلعہ دار سے) "کہو بھائی! خزانہ شاہی کہاں ہے؟"

قلعہ دار "خزانہ! خزانہ!!"

ہمایوں۔ "ہاں ہاں خزانہ"!

قلعہ دار۔ "شاہا! خزانہ! وہ اس تالاب کے وسط میں مدفون ہے"!

ہمایوں (خوشی میں آکر) شراب۔خانہ خراب۔ جو اس نامراد کو منہ لگائیگا۔ وہ بالضرور نامرادی کے گڑھے میں دھکیلا جائیگا۔

گلاسوں میں جو ڈوبے پھر نہ اُبھرے زندگانی میں ہزاروں بہ گئے اِن بوتلوں کے بند پانی میں

ہمایوں اسی وقت تالاب کو خشک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وسطی جگہ کھودنے سے بڑا بھاری خزانہ ہاتھ آتا ہے۔ اور بادشاہ خوش ہوکر ہر ایک سپاہی کو ایک ڈھال بھر سونا بخش دیتا ہے۔ اور علاقہ گجرات عسکری مرزا کے سپرد کرکے واپس دارالخلافہ آجاتا ہے۔

آٹھواں سین

دربار ہمایوں

ہمایوں گجرات کا علاقہ فتح کرکے آگرہ میں رونق افروز ہے۔ اور اراکین سلطنت سے آئندہ ارادوں کے متعلق صلاح و مشورہ کرتا ہے۔ کہ اتنے میں دربان حاضر ہوتا ہے۔

دربان (جھک کر سلام کرکے) "حضور کا سایہ ہم بندگان پر ہمیشہ رہے"!

ہمایوں۔ "کیا پیغام لایا ہے"؟

دربان۔ "حضور کے در دولت پر بنگال سے ایک قاصد آیا ہے"۔

ہمایوں۔ "جلد حاضر کرو"۔ (قاصد حاضر ہوتا ہے)

قاصد (سلام کے بعد) حضور کا اقبال بلند"!

ہمایوں۔ "کہو۔ کیا پیغام لایا ہے۔

قاصد۔ "جہاں پناہ! شیر خاں پٹھان نے حضور کے نمک حلال صوبہ دار کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ علاقے پر علاقے دبائے چلا جاتا ہے۔ اور صوبہ دار بے بس ہے"۔

(یہ سُن کر بادشاہ اور اراکین دربار طیش میں آجاتے ہیں)

ہمایوں۔ "اس نابکار کو جہنم رسید کرو۔ جو شیر نر کی گردن کھجلائیگا۔ آخر ایک دن ہلاک ہو جائیگا"۔ (اراکین سے) تمہاری کیا رائے ہے"؟

اراکین۔ "بس حضور کے حکم کی دیر ہے۔ اگر اس کی تکا بوٹی نہ اُڑا دینگے۔ تو بہادروں میں اپنا نام نہ رکھینگے"۔

ہمایوں۔ فوج کو صبح کوچ کرنے کا حکم دیدو۔ ہم بھی ہمراہ ہونگے۔ تاکہ اس کی سرکوبی پورے طور سے کی جا سکے۔"

(دربار برخاست ہوجاتا ہے)

نواں سین

فوج کا کوچ

دوسرے دن علے الصبح ہمایوں فوج کے ہمراہ بنگالے کی طرف کوچ کرتا نظر آتا ہے۔ جب بنگالے کے گرد و نواح میں پہنچتا ہے۔ تو صوبہ دار بنگالہ کا ایک قاصد پیغام لاتا ہے۔

قاصد۔ "حضور کا بخت یاور!"

ہمایوں۔ "کیسے آئے؟"

قاصد۔ "حضور! آنحضرت کی تشریف آوری پر شیر خاں قلعہ رہتاس کی طرف بھاگ گیا ہے۔ صوبہ دار بنگالہ حضور کو دعائیں دے رہا ہے۔ اور آنحضرت کے دیدار فیضیاب کا پیاسا ہے۔"

(یہ سُن کر ہمایوں شکر خدا کرتا ہے۔ اور بنگالے پہنچ کر عیش و عشرت میں پڑجاتا ہے۔ اور حکم دیتا ہے۔ کہ کوئی بدخبر ہم کو نہ دی جائے)

دسواں سین

قلعہ رہتاس

قلعہ رہتاس کا راجہ چنتامن اپنے اُمراء و وزراء کے ساتھ بیٹھا ہُوا نظر آتا ہے۔ کہ اتنے میں دربان حاضر خدمت ہوتا ہے۔

دربان۔ "مہاراج ادھیراج کی جے ہو!"

راجہ۔ "کس لئے حاضر ہوئے ہو؟"

دربان۔ "مہاراج! سردار شیر خاں پٹھان مہاراج کے درشنوں کی خاطر قلعہ کے دروازے پر حاضر ہے۔"

(راجہ مصاحبین سمیت قلعہ کے دروازے پر آتا ہے۔ اور شیر خاں سے مصافحہ کرکے)

راجہ۔ "کہئے سردار صاحب! کس کارن آنا ہُوا؟"

شیر خاں (حلیمی سے) "ادھیراج! دُکھیا اور مظلوم دلوں کا کیا پوچھتے ہو؟"

راجہ۔ "پھر بھی کچھ تو ارشاد فرمایئے۔ اگر کوئی مظلوم میرے دروازے پر آجائے۔ اور میں اس کی مدد کرسکوں۔

تو رہے نصیب!

شبیر خاں (بھرے دل سے) مہاراجہ! ظالم مُغل میری جان و مال کے دشمن اور میری بے عزتی کے خواہاں ہیں۔ جان و مال کی تو کچھ پروا نہیں۔ بے عزتی جیتے جی خدا نہ دکھائے۔ میرے اہل و عیال کو اگر آپ قلعہ میں پناہ دیں تو یہ احسان تمام عمر نہ بھولونگا۔ (دست بستہ) آج بیکسوں کا والی تو ہی ہے۔"

راجہ۔ سردار صاحب! پناہ کا کیا مطلب! یہ تو آپ کا گھر ہے۔ بیگمات کو جلد لائیے۔"

شیر خاں کا جادو چل جاتا ہے۔ اور چند سو ڈولیاں ترتیب دیتا ہے۔ پہلی چند ڈولیوں میں بیگمات ہوتی ہیں۔ باقیوں میں مسلح سپاہی۔ ڈولی بردار جنگجو بہادر ہیں۔ جن کے ہتھیار ڈولیوں میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ڈولیوں کی قطار قلعہ کے دروازے پر پہنچ جاتی ہے۔

شیر خاں۔ مہاراج! حاضر ہوں۔ اور آپ کے بلند اقبال کا دعا گو ہوں۔"

(راجہ پہلی دو چار ڈولیوں کے پردے اُٹھا کر اطمینان کر کے)

راجہ۔ آیئے۔ آیئے۔ بڑے شوق سے تشریف لایئے۔ (ڈولیاں قلعہ کے اندر داخل ہو جاتی ہیں)

راجہ مظلوموں کی امداد کر کے خوشی کے نعرے بلند کرتا ہے۔ مگر اسی وقت ڈولیوں سے افغان تلواریں سونت کر باہر نکلتے ہیں۔ اور راجہ کو اس کے ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ اور شیر خاں بے کھٹکے قلعہ پر قابض ہو جاتا ہے۔ اور یہ سُنکر کہ ہمایوں رنگ رلیوں میں مست پڑا ہے۔ اِرد گرد کے علاقوں کو دبانا شروع کر دیتا ہے۔ (باقی دارد)

غسل شمسی

اخبارات و رسائل پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ غسل شمسی صحت کے برقرار رکھنے اور حاصل کرنے کے علاوہ بعض امراض جسم انسانی کا علاج بھی ہے۔ بہ نسبت انگلستان وغیرہ کہ جہاں آفتاب کئی کئی دن بعد چمکا کرتا ہے۔ ہمارے مُلک ہند میں زیادہ دنوں نمودار ہُوا کرتا ہے۔ اور اس لئے ہی اس سے فیض اُٹھانے کا زیادہ موقع ہے۔ لیکن یہ بات کم صاحبان کو معلوم ہوگی۔ کہ سہ پہر کے وقت ۲ اور ۴ بجے کے درمیان سُورج سے وہ شعاعیں ہندوستان میں آتی ہیں کہ جو مذکورہ بالا مقصد کے لئے کارآمد ہیں۔

(۲) سونے کے متعلق اور باتیں تو بتلائی جاتی ہیں۔ مثلاً ۶ اور ۸ گھنٹے روزانہ بوقت شب سونا چاہیئے مگر یہ بھی ضروری بات ہے کہ آدھی رات سے پہلے سو جانا چاہیئے (ڈاکٹر شیاما چرن ورما)۔

سوتیلی ماں

(بابو اما شنکر صاحب سریواستوہ ایم - اے - آنرس (یو - پی)

سوشیلا - "دادا اماں ؟"
کیلاش - بیٹی اماں گئی ہیں تمہارے لئے مٹھائی لانے -
سوشیلا "کب آوینگی ؟" کیلاش "کل" سوشیلا - "ابھی آوینگی ؟"
کیلاش - ابھی نہیں بیٹی - کل آوینگی - تمہارے لئے مٹھائی لانے گئی ہیں - تم سوجاؤ - تو اماں جلدی آجائیں

سوشیلا اپنی ماں کو یاد کرکے رونے لگی - کیلاش بابو اس کو گود میں لئے ٹہلتے رہے - کچھ دیر بعد نیند نے سوشیلا کی آنکھیں بند کردیں - کیلاش بابو نے دیکھا کہ سوشیلا کی آنکھیں تو بند ہیں لیکن آنسو اب بھی جاری ہیں - انکا اتنا دیکھنا تھا کہ آنسوؤں کی امنڈتی ہوئی طغیانی نے ضبط کے بند کو توڑ دیا - انھوں نے ہزار کوشش کی کہ نہ روئیں سوشیلا کہیں جاگ گئی تو اور روئے گی - علاوہ اس کے اب رونے سے فائدہ کیا - جو ہونا تھا ہو گیا - غرض کہ وہ ہر طریقہ پر اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کرتے لیکن آنسو تھے کہ نکلے چلے آتے تھے - آنسوؤں کا نکلنا ذرا کم ہوا تو وہ خیالات کے ہوائی جہاز میں اڑنے لگے - کبھی وہ لکھنو کے میڈیکل کالج میں جا اترتے اور کبھی مرد کھٹے پر - کبھی سسرال کی سیر کرتے تو کبھی اپنے ہی مکان پر آنکلتے - بڑی دیر کے بعد آنسوؤں کا نکلنا بند ہوا - اور چہرے سے مستقل مزاجی ٹپکنے لگی - معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے اپنے دل ہی دل میں کچھ طے کرلیا ہے -

چار سال ہوئے کہ کیلاش بابو کی شادی ہوئی تھی - اُن کے والد غازیپور کے ممتاز وکیلوں میں تھے - کیلاش بابو بھی وکالت کے دوسرے درجے میں تعلیم پارہے تھے - شادی کے سال بھر بعد اِن کے ایک لڑکی پیدا ہوئی - لڑکا نہیں ۔ کیلاش بابو کے والد کو کچھ زیادہ خوشی تو نہیں ہوئی - مگر یار دوستوں نے دعوت کا وعدہ تو لے ہی لیا - عین دعوت کے دن کیلاش بابو کی بی بی کو بڑے زور سے بخار چڑھا - لیکن دعوت کی فہرست گھوم چکی تھی - لہذا تیاریاں ہونے لگیں - صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہوئی مگر نہ تو تیاریاں ختم ہوئیں اور نہ بخار ہی اُترا - اور سچ تو یہ ہے کہ بخار اُتارنے کی کوشش بھی نہیں کی گئی - ۱۱½ بجے رات کو دعوت ختم ہوئی - تو وکیل صاحب سے کسی نے کہا کہ دُلہن کا بخار ابھی تک نہیں اُترا - اُنھوں نے کہا "خیر صبح دیکھا جائیگا - اب اس وقت ہو ہی کیا سکتا ہے" - صبح کو لیڈی ڈاکٹر آئی اور دیکھ کر چلی گئی - دوا ہونے لگی - مگر روز بروز حالت خراب ہی ہوتی گئی -

چند مہینے بعد ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ لکھنوے جاکر اکس رے (Ex ray) کروالیا جائے۔ تب دق کا شبہ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں بھی دو مہینے تک دوا ہوئی۔ لیکن بے سود۔ بعد ازاں بنارس لے گئے۔ وہاں پرویدوں نے کہا کہ تپ دق نہیں پرسوت معلوم ہوتا ہے۔ دو تین مہینے وہاں بھی دوا ہوتی رہی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اب لوگوں کی رائے ہوئی کہ گھر ہی پر رکھا جائے۔ گھر پر بھی دوا برابر ہوتی رہی۔ لیکن موت کا کیا علاج۔ ایک روز پانچ بجے کیلاش بابو دوا پلانے گئے تو دیکھا کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔ بی بی کو روتے دیکھ کیلاش بابو بھی رونے لگے اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔ دو چار باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد کیلاش بابو سوشیلا کو لے آئے۔ سوشیلا ماں کو دیکھتے ہی رونے لگی۔ ماں نے چاہا کہ اسے اپنی چھاتی سے لگائے لیکن ہاتھ پکڑتے ہی آنکھیں پتھرا گئیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ سوشیلا کے دیکھنے کی تمنا موت کو روکے ہوئے تھی۔ کیلاش بابو نے جو یہ حالت دیکھی تو گھبرا گئے۔ لگے پھوٹ پھوٹ کر رونے۔ لیکن مرنے والے کو اس کی کیا خبر۔

پنڈت جی۔ "وکیل بابو! تو اب ہم لوگن کاں کا حکم ہوت ہے۔"

وکیل صاحب۔ "بھئی کیا بتاؤں۔ آج کل کے لڑکے..... اب زیادہ مت کہلوایئے۔ اس کی نسبت آپ اُنہیں سے باتیں کر لیجئے۔ میں انکا ہوں کون جو انکی شادی کی نسبت بات چیت کروں۔ (زور سے) لنگروا او لنگروا۔ ارے کیا مر گیا۔"

لوکر۔ "ہاں بابو جی۔" **وکیل صاحب**۔ "بچہ کیا کر رہے ہیں۔" **لوکر**۔ "اندر ہیں۔" **وکیل صاحب**۔ "جا بُلا لا۔"

لوکر اندر گیا اور لوٹ آیا۔ **وکیل صاحب**۔ "کیا ہوا رے۔"

لوکر۔ "اُ تو رووَت ہیں کہیں ہیں کہ جا کہدے نہیں آوینگے۔"

وکیل صاحب۔ دیکھا پنڈت جی آپ نے۔ یہ حالت ہے۔ اچھا تو اب آپ جایئے۔ ڈپٹی صاحب سے کہدیجئے گا کہ میں اس کی نسبت بعد میں تحریر کرونگا۔ اور کچھ نہ کہئے گا۔"

اتنا کہہ کر وکیل صاحب اندر گئے اور کیلاش بابو کو روتے دیکھ کر کہنے لگے کہ "اس میں رونے کی کونسی بات ہے۔ میں تم کو کچھ کہتا تو ہوں نہیں۔ شادی بہت اچھی ہے۔ ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ پانچہزار نقد دے رہے ہیں اور کم سے کم تین ہزار لائن وغیرہ دلائے اور دینگے۔ اس لئے ہمیں پسند تھی۔ لیکن اگر تمہیں شادی کرنا منظور نہیں تو مت کرو۔ لیکن میں تو کہتا ہوں کہ تم شادی کروگے اور ضرور کروگے۔ ابھی نہیں تو دو ایک سال بعد سہی۔ یہاں نہیں تو کہیں اور سہی۔ پہلے سب ایسے ہی کہتے ہیں۔ وہی مثل ہے کہ چلیں کُل بورفوں گنگا نہائے" شادی نہیں کرینگے۔"

اتنا سُننا تھا کہ کیلاش بابو تلملا اُٹھے ۔ غصہ سے کہا کہ کچھ جواب دو لیکن ضبط نے مشورہ دیا کہ نہیں بے ادبی ہوگی۔ وہ اُٹھے روتی ہوئی سوشیلا کو گود میں اُٹھا کر باہر چلے گئے ۔

کیلاش ۔ "آوہو ۔ تم کب آئے ہریش "

ہریش ۔ "میں تو بڑی دیر سے بیٹھا ہوں ۔ تمہارا انتظار کر رہا تھا ۔ کہ وکیل صاحب آ گئے ۔ اُنہیں سے باتیں ہوتی ہیں ابھی ابھی تو پھر اندر گئے ہیں ۔"

کیلاش ۔ "باتیں کیا ہو رہی تھیں یہ تو بتاؤ ۔"

ہریش ۔ "کچھ نہیں ایسے ہی "

کیلاش ۔ "پھر بھی ۔ کچھ تو "

ہریش ۔ "وہی تمہاری شادی کی نسبت ۔"

کیلاش ۔ "ہوں ۔ یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا ۔ لیکن بھئی اب میں دوسری شادی نہیں کرونگا ۔ میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے ۔ ان سے بھی کہہ دینا ۔"

ہریش ۔ "آخر کوئی وجہ بھی ہو "

کیلاش "وجہ کیا ! کچھ نہیں ۔ میری طبیعت "

ہریش ۔ "تم تو یار عجیب اُکھڑی اُکھڑی باتیں کر رہے ہو ۔ میں یہ تو کہتا نہیں کہ تم شادی کر ہی لو ۔ اگر تم نہیں چاہتے تو مت کرو ۔ اس میں کوئی زبردستی تو ہے نہیں ۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ بات کیا ہے "

کیلاش ۔ "بات کچھ نہیں ۔ بات کیا ہے ۔ سوشیلا کو مار ڈالیں تو شادی کریں ۔ عورتیں جیسی ہوتی ہیں وہ شاید تمہیں بھی معلوم ہے ۔ تمہارے اوپر تو خود ہی بیت رہی ہے ۔ پھر ہم سے کیوں پوچھتے ہو ؟"

ہریش ۔ "لیکن سب عورتیں ایک ہی طرح کی نہیں ہوتیں ۔ اور عورت کیسی ہی کیوں نہ ہو جیسا تم اُسے بناؤ گے ویسا بنے گی ۔ اگر تم سوشیلا کو پیار کرو گے تو وہ بھی پیار کرے گی "

کیلاش ۔ "بھئی ہمارا تو خیال ہے کہ اس معاملے میں سب عورتیں ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں ۔ اور پھر شادی ہونے کے بعد کیا معلوم کہ ہمارے خیالات ایسے ہی رہیں ۔ عورتیں رات کو کان میں جو گر و منتر پھونکتی ہیں ۔ اس میں جادو کا اثر ہوتا ہے ۔ اچھے اچھے عربی گھوڑے گدھے بن جاتے ہیں "

ہریش ۔ "میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم لڑکی کی نسبت اچھی طرح اطمینان کر لو ۔ اور تب شادی کرو ۔ میں نے سُنا ہے کہ لڑکی بہت ہی خوبصورت ہے اور پڑھی لکھی بھی ہے ۔ لیکن میں نے خود نہیں دیکھا ہے ۔ میں نے تو سُنی سُنائی کہہ دی "

کیلاش ۔ "تم بھی کہاں کی باتیں کرتے ہو ۔ ابّا جان تو کہتے ہیں کہ شادی اچھی ہے ۔ کیوں اچھی ہے ؟ اس لئے کہ لڑکی کے باپ ڈپٹی کلکٹر ہیں ۔ پانچ ہزار نقد اور تین ہزار میں لائن وغیرہ دے رہے ہیں ۔ اب اور کیا چاہئے ؟

وہاں لڑکی کی نسبت تو بات ہی نہیں ہوتی۔ لُولی ہے۔ لنگڑی ہے۔ کانی ہے۔ کالی ہے کیسی ہے ؟ یہ کوئی نہیں جانتا لیکن شادی اچھی ہے "

ہریش۔ اچھا تو ابھی تم اسی طرح اکڑے رہو۔ اس درمیان میں سب کچھ پتا لگالونگا۔ ذرا تم بھی کوشش کرنا۔ اگر لڑکی اچھی مل جائے تو میری سمجھ میں تو شادی کر ہی لینا چاہئے۔ آخر اس طرح کب تک "۔

ہریش چلا گیا۔ کیلاش بابو اپنے کمرے میں بیٹھے سوچنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی بہت اچھی ہے۔ نہیں تو ہریش اتنا زور نہ دیتا۔ وہ یہ بھی ٹھیک ہی کہتا ہے کہ "اس طرح کب تک"۔ معلوم نہیں دو ایک سال بعد میری طبیعت ڈانواں ڈول ہوجائے اور تب ایسی لڑکی ملے یا نہ ملے۔ باپ بھی ڈپٹی کلکٹر ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ "

اتنے میں سوشیلا روتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ تمام خیالات کافور ہوگئے۔ سوشیلا کو گود میں اُٹھا لیا اور "مت روؤ بیٹا"۔ مت روؤ" کہتے ہوئے کمرے میں ٹہلنے لگے۔ لیکن سوشیلا بجائے چُپ ہونے کے اور زور سے رونے لگی۔ کیلاش بابو اس کو بہلانے کی ہزار کوشش کرتے۔ کبھی گود میں لے کر آنسو پونچھتے۔ کبھی اس کندھے پر ٹھلاتے تو کبھی اُس کندھے پر لیکن بالکل بے سُود۔ آخر چارپائی پر لیٹ گئے اور سوشیلا کو تھپک تھپک کر سُلانے کی کوشش کرنے لگے۔ سوشیلا پر ابھی نیند کا پورا غلبہ بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ کیلاش بابو بھی جھپکیاں لینے لگے۔ جب آنکھیں بند ہوگئیں تو دیکھتے کیا ہیں کہ انکی بی بی انکے پاس لیٹی ہوئی ہیں۔ چھیڑ خانیاں شروع ہوئیں تو کسی بات پر ان بن ہوگئی کیلاش بابو نے مُنہ پھیر لیا۔ اب کیا تھا۔ منتیں شروع ہوگئیں۔ "اے۔ ادھر سویئے اِدھر۔ نہیں بولئے گا۔ اے"

"نہیں"۔ "نہیں بولئے گا"۔ "نہیں"۔ "اچھا منہ تو ادھر کیجئے"۔ "ہم کسی طرح سوئیں تم سے مطلب"

"ہم سے کچھ مطلب نہیں ؟" "نہیں۔ نہیں۔ ایک مرتبہ تو کہہ دیا نہیں"۔ "اچھا جانے دیجئے"۔

اتنا کہہ کر کیلاش بابو کی بی بی رونے لگیں۔ ذرا دیر بعد سسکیوں کی آواز کیلاش بابو کے کان میں آئی تو گھوم پڑے۔

"بس رونے لگیں نہ۔ اتنی سی بات پر"۔

"چلئے چلئے۔ آپ کو کیا۔ چاہے ہم مریں یا جئیں۔ مرجائیں تو چھٹی تو ملتی"۔

"اچھا۔ اچھا۔ اب چُپ رہو۔ یہی سب تو کہوگی۔ مرجائیں"۔

"اُرے آپ لوگوں کو کیا"۔

"تو کیا۔ تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے بعد دوسری شادی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"شادی کی بات دماغ میں آتے ہی کیلاش بابو یکایک چونک پڑے۔ دیکھا تو چارپائی پر علاوہ سوشیلا کے کوئی نہیں۔ در و دیوار سے وحشت برسنے لگی اور کیلاش بابو کا دل دھڑکنے لگا"۔

"سوشیلا - او سوشیلا - (زور سے) اری او ابھاگن"

سوشیلا پھٹے کپڑے پہنے - ہاتھ میں سوئی سے دوڑی آئی -

نئی ماں - بولتی کیوں نہیں - کیا مُنہ میں باگھی ہو گئی ہے - ڈائن کہیں کی "

"سوشیلا چپ تھی "

نئی ماں - "گھور کیوں رہی ہو - ماں کو تو کھایا - ہم کو بھی کھاؤ گی کیا؟ سوئی کیا ہو گئی "

سوشیلا پھر بھی خاموش تھی -

نئی ماں - "بارہ برس کی ہوئیں - چار دن میں سُسرال کے لائق ہو جائیں گی - مگر ابھی گڑیاں ہی سی رہی ہیں آنکھوں میں دھول ڈالتی ہیں "

اتنے میں کیلاش بابو کچہری سے آ گئے -

کیلاش - "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم یہی چاہتی ہو کہ میں گھر میں نہ آؤں - جب دیکھو جب ڈانٹ - پھٹکار - ڈائن - چمائن - آخر اس کی کوئی حد بھی ہے - کیوں ڈانٹ رہی ہو؟"

بی بی - "مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں - اپنے بیٹا سے کیوں نہیں پوچھتے "

کیلاش - "آخر کچھ کہو گی بھی "

بی بی - میں کیوں کہنے جاؤں "

کیلاش - "اچھا تمہیں بتاؤ بیٹا - کیا بات تھی؟"

سوشیلا رونے لگی - کیلاش بابو نے اُسے اپنے پاس کھینچ لیا اور سمجھانے لگے لیکن سوشیلا کا رونا کسی طرح کم ہوتے نہ دیکھ کر کیلاش بابو اُسے وہاں سے الگ لے جا کر ایک دوسرے کمرے میں جا بیٹھے اور پوچھنے لگے کہ "کیا بات تھی - بیٹا سچ سچ بتاؤ "

کیلاش - "کیوں تم نہیں مانو گی - آخر کیوں رو رہی ہو - کچھ وجہ بھی ہے "

بی بی - "کچھ نہیں - ایسے ہی - اپنی قسمت کو رو رہی ہوں "

کیلاش - "کیا آج سوشیلا سے پھر کچھ ہوا؟

بی بی - نہیں - ان سے کیا ہو گا - ہم کو تو آپ زہر دے دیتے تو ......

کیلاش - (بات کاٹ کر) دیکھو! تم پھر جلی کٹی سُنانے لگیں نہ -

بی بی - ارے میں آپ کی ہوں کون جو جلی کٹی سُناؤں - لیکن آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا -

کیلاش - تم فضول ہی اس کے پیچھے پڑی رہتی ہو - ایسے ہی اس روز تم کہتی تھیں کہ گڑیاں سلنے جا رہی تھی

حالانکہ وہ جا رہی تھی اپنی ساڑی سِلنے۔

بی بی۔ کیسی ساڑی اور کیسی گڑیاں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ آپ کی بیٹا ابھی بچی ہی ہیں۔

کیلاش - ارے بچی نہیں تو اور کیا ہے۔

بی بی۔ اسی سے تو سب کچھ ہو ہی رہا ہے۔ ہماری بدنامی تھوڑے ہی ہوگی۔ نام جائیگا تو آپ کا عزت جائیگی تو آپ کی۔ ہمارا کیا۔

کیلاش۔ کیوں۔ کیوں۔ ہوُا کیا۔ صاف کیوں نہیں کہتیں۔

بی بی۔ میں کیوں صاف کہنے جاؤں۔ آنکھیں ہوں تو دیکھ لیجئے۔ کہیں آپ پھر کہنے لگیں۔ کہ تم فضول ہی اس کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔

کیلاش۔ نہیں جی۔ تم کہو تو۔ میں کیا جانتا تھا کہ ایسی بات ہے۔

بی بی۔ ایسی بات کیا۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ کل سے رمیش کو گھر میں آنے سے منع کر دیجئے۔

ماں۔ "چانڈائن کہیں کی۔ مر بھی نہیں جاتی کہ چھٹی ملے۔"

سوشیلا۔ "تو کیا کھائیں۔ سوکھی روٹی۔"

ماں۔ "نہیں تو تمہارے لئے پانچوں پکوان چھٹے نہ۔ کیا بنا کے رکھ گئیں ہیں کیا؟"

سوشیلا۔ آپ کو جو کہنا ہو ہم کو کہئے (روتے ہوئے) اماں کو کیوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ماں۔ "آنسو دکھانے چلیں ہیں۔ جا بھاگ یہاں سے۔ کلنکنی کہیں کی۔ کھا چاہے چولہے میں جا۔"

سوشیلا چلی گئی۔ اُس نے کل رات ہی سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ کیلاش بابو ابھی تک اس کو کچھ نہیں کہتے تھے اور اپنی نئی ماں کی باتوں کو وہ زیادہ بُرا نہیں مانتی تھی۔ لیکن کل رات کو دال میں ذرا سا نمک تیز ہو جانے کی وجہ سے کیلاش بابو نے غصہ میں آکر اس کو مارا۔ اور انکی بی بی صاحبہ بھی گھنٹوں اس کو بُرا بھلا کہتی رہیں۔ "منہ تو کہیں اور رہتا ہے۔ کام کیسے ہو۔ لے کل سے چوکے میں گئی تو ماروں گی۔ لو اٹھی پیر ہی ٹوٹ جائیگا۔ کیا ہم اندھی ہیں کہ لُولی۔ دو آدمیوں کا کھانا نہیں بنا سکتیں کیا۔ تم کو کیا۔ ڈھنڈھا بھر کھا لو۔ جاؤ سوؤ" سوشیلا روتی ہوئی چوکے سے اُٹھ آئی تھی۔ اس کے دل پر سخت چوٹ لگی تھی۔ ابھی تک وہ یہ سمجھتی تھی کہ اس کے ماں نہیں ہے۔ لیکن اب معلوم ہوُا کہ اس کے باپ پر بھی کسی اور کا قبضہ ہے۔ بچاری تمام رات ماں کو یاد کر کے روتی رہی۔ صبح کو ذرا دیر کے لئے نیند آگئی۔ جب آنکھ کھُلی تو دیکھا کہ دن کافی چڑھ آیا ہے۔ مارے ڈر کے کانپ گئی۔ جا کے دیکھا تو کیلاش بابو کھانا کھا کر اُٹھ رہے ہیں۔ اُنہوں نے غضب کی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

سوشیلا سہم گئی۔ کیلاش بابو کپڑے پہن کر کچہری گئے اور سوشیلا ایک کمرے میں بیٹھ کر رونے لگی۔ اتنے میں اس کی نئی ماں نے آکر کہا۔ "رو رہی ہو نہ"۔

سوشیلا۔ (آنسو پونچھ کر) نہیں تو۔ ایسے ہی بیٹھی ہوں"۔

ماں:۔ "کھانا ہو تو جاکر کھالو"۔ **سوشیلا**:۔ "آپ کھا چکیں"۔

ماں:۔ "نہیں تو کیا ہم بھی بارہ بجے تک بیٹھی رہیں کیا"۔

اتنا کہہ کر وہ تو چلی گئی۔ سوشیلا منہ ہاتھ دھوکر چوکے میں گئی تو دیکھا کہ ایک جوٹھی تھالی میں چند روٹیاں پڑی ہیں اور ان پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ بٹلوی میں جھانکا تو دال ندارد۔ سوچا کہ شائد ترکاری رکھی ہو لیکن دوسری بٹلوی بھی خالی پڑی تھی۔ اب اس سے ضبط نہ ہوسکا۔ لگی رونے۔ سسکیوں کی آواز جو کان میں پڑی تو ماں بھی بڑبڑاتی ہوئی پہنچ گئیں۔

چار بج رہے تھے۔ کیلاش بابو کی بی بی اپنے کمرے میں اُداس بیٹھی ہوئی کچھ سوچ رہی تھیں کہ رمیش آتا ہوا دکھائی دیا۔ رمیش کو آئے دیکھ اپنی طبیعت میں سوچا کہ اچھا موقع ہے۔ وہ بھی کچہری سے آتے ہی ہونگے۔ آج تو سوشیلا کی کُٹمس اچھی طرح ہو جائیگی۔ رمیش نے آتے ہی سلام کیا۔

کیلاش بابو کی بی بی۔ "تم تو سپنا ہو گئے رمیش"۔

رمیش۔ "اِدھر فرصت ذرا کم ملتی ہے۔ چاچی اِسی سے نہیں آسکا"۔

کیلاش بابو کی بی بی۔ "فرصت وُرست کچھ نہیں؟ کہو سوشیلا نے منع کر دیا ہے"۔

رمیش۔ (ہنستے ہوئے) "سوشیلا کیوں منع کرنے لگی۔ میں تو آنا بھی تھا تو آپ ہی کے پاس بیٹھنا تھا۔ اس کو کیا اگر سچ سچ پوچھئے تو ہم کو تو ایک روز بابوجی نے ......"

کیلاش بابو کی بی بی۔ "اچھا بنو مت۔ ہم کو سب معلوم ہے"۔

رمیش۔ "ارے معلوم کیا ہے۔ کوئی بات بھی ہو"۔ **کیلاش بابو کی بی بی**۔ "چلو۔ چلو۔ سب معلوم ہے"۔

رمیش۔ "اچھا اگر ہمارا یقین نہیں ہے تو اسی کو بُلا کر پوچھ لیجئے"۔

کیلاش بابو کی بی بی۔ "تمہیں بلاؤ۔ ہم نہیں بلا دینگی۔ **رمیش**:۔ "کیوں۔ آپ کیوں نہیں بُلاتیں؟

کیلاش بابو کی بی بی۔ "ویسے ہی۔ تم بُلاتے کیوں نہیں۔ ہمارے بُلانے سے نہیں آویگی"۔

رمیش:۔ "کیوں؟"

کیلاش بابو کی بی بی۔ "ایسے ہی آج کھانا دانا بھی نہیں کھایا ہے"۔

رمیش :- کھانا نہیں کھایا! یہ کیوں؟"
کیلاش بابو کی بی بی - ہم سے بگڑی ہیں۔ مٹھائی منگا کے دی وہ بھی نہیں کھائی۔ وہ کیا رکھی ہے :"
رمیش :- کیوں - بات کیا ہے - ہم بھی تو سُنیں :"
کیلاش بابو کی بی بی :- کچھ نہیں ایسے ہی۔ تم کھلاؤ تو شاید کھالے۔ کل شام کو بھی نہیں کھایا تھا"۔
رمیش - اچھا - دیکھئے ہم بلاتے ہیں - سوشیلا! او سوشیلا :"
کیلاش بابو کی بی بی - آرے وہ یہاں نہیں آوے گی - وہیں لے جاکر دے آؤ :"
رمیش مٹھائی کا دونا لے کر سوشیلا کے پاس پہنچا ہی تھا کہ کیلاش بابو آگئے۔
کیلاش :- کیوں اُداس کیوں بیٹھی ہو؟ بی بی :- کچھ نہیں - یونہی :" کیلاش :- کچھ تو :"
بی بی :- کچھ تو کیا - ذرا اس کمرے میں جاکر دیکھئے کیا ہو رہا ہے :"
کیلاش :- کیوں - کون ہے؟" بی بی - میں کیا جانوں کون ہے :" کیلاش - آرے بتاؤ بھی :"
بی بی - وہی آپ کے داماد ہیں اور کون ہے :"

اتنا سُننا تھا کہ کیلاش بابو کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ چہرہ تلملا اُٹھا۔ بدن کانپنے لگا۔ ابھی وہ چُپ ہی کھڑے تھے کہ اتنے میں کانوں میں آواز آئی - "نہیں کھاؤ گی؟" اب ضبط کی تاب کسے تھی - کونے میں ایک موٹی بھاری چھڑی رکھی تھی - کیلاش بابو نے ایک نظر بی بی کو دیکھا اس کے آنسو نکل رہے تھے - چھڑی اُٹھا کر چلے تو بی بی نے پکڑنا چاہا۔ لیکن کیلاش بابو دم زدن میں اس کمرے میں پہنچ گئے - دیکھا تو رمیش سوشیلا کا ہاتھ پکڑے ہوئے کہہ رہا ہے۔ "نہیں کھاؤ گی؟"

دوسرے دن کیلاش بابو کھانا کھاکر کچہری چلے گئے۔ انکی بی بی صاحبہ جب کھا چکیں تو نوکر سے کہا - "جاؤ - میم صاحب سے پوچھ لو - کھائیں گی یا نہیں کھائیں گی :" سوشیلا یہ باتیں سُن رہی تھی - نوکر گیا تو اس نے کہہ دیا کہ "نہیں" نوکر نے جاکر کہہ دیا - "نوچ نہ کھائیں گی - تم جاکر کھالو" - اتنا کہہ کر وہ تو سونے چلی گئیں - لیکن نوکر سوشیلا کے پاس پھر گیا - کہاں چوٹ لگی ہے بٹیا؟"

"کہیں نہیں - مہرہ" - یہ کہہ کر سوشیلا رونے لگی - نوکر نے سوشیلا کا ہاتھ پکڑ لیا - دیکھا تو بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں سوجی ہوئی ہیں - نوکر بھی رونے لگا - تھوڑی دیر بعد وہاں سے اُٹھا - دو گانٹھ ہلدی اور ایک پیاز کو لیکر پیسا - آگ جلائی - گرم کیا - اور پھر سوشیلا کے پاس گیا - جب چاروں انگلیوں پر رکھ چکا تو پوچھا - اور کہیں ہے"؛ سوشیلا نے پیر بڑھا دیا - جب اس پر بھی رکھ چکا تو پھر پوچھا - سوشیلا نے پسلی کی طرف اشارہ کر دیا اور

کہا "تم رکھ کر جاؤ۔ ہم رکھ لیں گی"۔ نوکر نے چوکے میں جا کر اپنا کھانا لیا اور دروازہ بھیڑ کر اپنے گھر چلا گیا۔

سوشیلا بڑی دیر تک بیٹھی روتی رہی۔ اس کے دماغ میں ہزاروں خیال آتے اور چلے جاتے۔ آخر وہ اٹھی۔ لنگڑاتی ہوئی چھت کے کنارے تک آئی۔ چاہا کہ وہیں سے کود پڑیں۔ مگر یا تو ہمت نہ پڑی یا یہ خیال ہؤا کہ ممکن ہے کہ جان نہ نکلے۔ تھوڑی دیر کھڑی سوچتی رہی۔ پھر کمرے میں واپس گئی۔ آخر اس کے چہرے پر ایک سنجیدگی چھا گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اُسے اپنی نجات کا کوئی بہتر طریقہ معلوم ہو گیا۔ برآمدہ میں مٹی کے تیل کا کنستر رکھا تھا۔ اس میں سے ایک بوتل تیل لیا۔ وہیں دیاسلائی کی ڈبیا بھی تھی۔ اسے بھی اُٹھا لیا اور اپنے کمرے میں آکر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

کیلاش بابو کچہری سے آئے تو دیکھا کہ آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ گھر بھر بجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر لپٹیں ہیں کہ بجھنے کا نام نہیں لیتیں۔ کیلاش بابو سوشیلا۔ سوشیلا کر کے چلانے لگے۔ ان کے کانوں میں کسی آواز نے کہا "سوامی۔ گھبراؤ مت۔ سوشیلا میرے پاس آگئی۔ آج سے ہم دونو یہاں سکھی اور تم دونو وہاں"۔

شاگرد منشی کالکا پرشاد کھتری بریلوی شاگرد ناخدائے سخن

تاج الشعرا فصیح العصر حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی مرحوم

شوقِ دیدار سے ہے خوف یہ ہر بار مجھے
رفتہ رفتہ نہ ہوا اب عشق کا آزار مجھے

اپنے مُنہ سے جو وہ کہدیں کبھی بیمار مجھے
میں سمجھ لُوں کہ مبارک ہؤا آزار مجھے

جب سے کہنے لگے وہ طالبِ دیدار مجھے
کچھ مسرّت کے نظر آتے ہیں آثار مجھے

جس کو دیکھو ہے وہی چاہنے والا اُس کا
ساری دُنیا میں نظر آتے ہیں اغیار مجھے

دشت وحشت میں جو میں چاک گریباں نکلا
دیکھتا تھا نگہ شوق سے ہر خار مجھے

اور تو کوئی نہیں اس کے سوا شکل نجات
بخش دے کاش سمجھ کر وہ گنہگار مجھے

اللہ اللہ یہ تنفر ہے یہ پردا اُن کو
خواب میں بھی تو دکھاتے نہیں دیدار مجھے

عشق کمبخت کا شکوہ نہ کروں میں کیونکر
زندگی بھر کے لئے کر دیا بیکار مجھے

ہم اُنہیں لاتے ہیں گھبراؤ نہ تم اے شاکر
روز دیتے ہیں تسلّی یونہیں غمخوار مجھے

زبانی جمع و خرچ

(جناب عبدالحمید صاحب مسلم بی اے گورنمنٹ ہائی سکول تونسہ شریف)

بہت زمانہ نہ گزرنے پایا تھا۔ کہ میں نے اپنے فن میں ایک قابلِ رشک شہرت حاصل کرلی۔ جب میں سٹیج پر جاتا۔ تو "واہ واہ"، "خوب، شاباش، مرحبا، ایک بار اور" کے فلک شگاف نعروں سے میری خوش آمدید کی جاتی۔ میں جامے میں پھولا نہ سماتا۔ شائقین میں سے جب کوئی مجھے منڈوے سے باہر دیکھ پاتا۔ تو پہروں میرا مُنہ تکتا رہتا۔ میرے ایکٹ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا۔ "تحسین گم پر منزل رسیدی" کی رٹ لگاتا۔ جس پر بعض اوقات مجھے ہجو ملیح کا گمان ہوتا۔ پھر کیا تھا۔ جن لوگوں کے میں نے حُقے بھرے تھے جن کے پیالے دھوئے تھے۔ جن کی رکابیاں صاف کی تھیں۔ شومئی قسمت سے وہ بھی مجھے حسد کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور اپنا مدِ مقابل سمجھتے۔

جب میں ریلوے سٹیشن پر جاتا۔ تو عوام کی موجودگی میں بے اختیار میرے منہ سے نکل جاتا۔ "آہ! میں اِس فن میں طفلِ نوآموز ہوں"۔ "طفلِ نوآموز؟ اگر یہ طفلِ نوآموز ہے۔ تو خدا جانے اِس فن کے کہنہ مشق پروفیسروں کے کمال کی تو حد ہوگی"۔ یہ اِن لوگوں کی رائے تھی۔ جو جاڑے کی طویل اور ٹھنڈی راتوں میں تین بجے صبح تک میرے ایکٹ کا لطف اُٹھاتے تھے۔ لیکن ان کی یہ رائے میرے واسطے باعث اطمینان نہ تھی۔ میں دل ہی دل میں اپنی شکست مان چکا تھا۔ میرا مفہوم "اِس فن" سے کچھ اور تھا۔

تقریباً ہر مُلک کا خاصہ ہے کہ جب دو دوست بہت مُدت کے بعد ملتے ہیں تو نہایت ہی گرم جوشی سے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ جلد خلاصی ہو۔ اِن میں سے جو زیادہ منافق و مَن چلا ہوتا ہے۔ فوراً موقع پاکر بول اُٹھتا ہے "اچھا کوئی کار خدمت"۔ صریح الفاظ میں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے فرصت نہیں۔ اجازت دیجئے۔ اور آپ بھی فارغ ہو جائیے۔ بارہا دیکھا جاتا ہے۔ کہ دوستوں کو گارڈن پارٹیاں دی جاتی ہیں۔ مگر اِن پارٹیوں نے ہمیشہ سے صرف رسمی صورت اختیار کر رکھی ہے۔ عموماً ایسے موقعوں پر پُرتکلف ضیافتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جن احباب کو شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے وہ وقتِ مقررہ سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے طعامی لباس میں مکھیوں کی طرح دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ گوشت، حلوہ، انڈے، پٹین، منجن، کوفتے، فرنی، کباب، پلاؤ، زردہ لٹرم پٹرم سب کا صفایا کرتے ہیں۔ ڈکار تک نہیں لیتے۔ پھر موچھوں کو تاؤ دے کر نیم خوابی کی حالت میں تھری کیسل سیگرٹ کے کش پر کش

لگاتے ہیں ۔شوربا مزیدار تھا۔ بیگن قدرے کچی تھی ۔پلاؤ میں نمک کم تھا۔ فیرنی میں کھانڈ زیادہ تھی۔ کباب لذیذ تھے پان الائچی کا انتظام نہ تھا۔ دیر تک میز پر یہی قیل و قال رہتی ہے۔آخر حاضرین میں سے کچھ کہنے کے لئے ایک صاحب کھڑا ہوتا ہے ۔سب خاموش ہو جاتے ہیں ۔ وہ جانے والے صاحب کی تعریف کے پُل باندھ دیتا ہے ۔ دوسرے کو سُوجھتی ہے کہ میں بھی حقِ نان و نمک ادا کروں ۔ وہ محض اِس کا اعادہ کرتا ہے ۔تیسرے کو بھی شوق چراتا ہے ۔ وہ صرف اِس پر پیوند کا داغ لگاتا ہے۔ قصہ کوتاہ ہر ایک یہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہے کہ اس رسمی دائرے کے اندر جو چاہے اپنی ضمیر کے خلاف کہہ ڈالے ۔کوئی رُکاوٹ نہیں ۔ اخیر پر صاحب موصوف جوابی تقریر کے لئے کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور عالمِ بدحواسی میں چند ٹوٹے پھُوٹے الفاظ کہہ کر دبی زبان سے اُس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں ۔جس کے وہ "ہرگز ہرگز مستحق نہیں" مقام تعجب و مضحکہ ہے ۔ کہ وہ خود اِس بات کو تسلیم کرنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے ۔ کہ جو کچھ کہا گیا ہے ۔ وہ صداقت پر مبنی نہیں ۔میٹنگ برخاست ہونے سے پہلے پیچھے والے بنچ پر سے ایک ظریف الطبع للکارتا ہے۔ کہ صاحب موصوف صبح ۷ بج کر ۱۰ امنٹ والی گاڑی سے تشریف لے جائینگے ۔ ہمارا اخلاقی فرض ہے ۔کہ ہم انہیں ریلوے سٹیشن پر الوداع کہیں ۔تشریف لے جانے والے صاحب پُر زور الفاظ میں اِس بات کا اصرار کرتے ہیں۔ کہ کوئی صاحب یہ تکلیف گوارا نہ کرے ۔مگر اِن کا یہ گویا ایک خاموش تاکید شدید ہوتی ہے ۔

دوسرے روز اکثر احباب تو ۹ بجے تک لمبی تان کر سوئے رہتے ہیں ۔ اور بہت تھوڑے ایسے ہوتے ہیں جو حقِ نمک ادا کرنے کی غرض سے عین وقت پر تشریف لے جاتے ہیں ۔ اگر یہاں بھی مُکلّف کھانوں کا اہتمام ہوتا تو سب کے سب حسب معمول آدھ گھنٹہ وقت مقررہ سے پہلے حاضر ہونے سے نہ چُوکتے ۔مگر وہاں رکھا ہی کیا ہے جو وہ شوق سے کر دوڑیں ۔ انہیں تو اپنی پیٹ بھرنے سے مطلب ہے ۔نہ کہ دوست کی عزت افزائی سے ۔جو صاحب وہاں جا پہنچتے ہیں ۔ وہ گاڑی کے آنے تک تصویر بنے رہتے ہیں ۔ایک دوسرے کو اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے ایک بے زبان جانور حضرت انسان کو تکتا رہتا ہے ۔تمام اِس بات کی لاحاصل کوشش کرتے ہیں۔ کہ اِنکے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوں مگر " تصنع میں حقیقت کا تماشہ ہو نہیں سکتا ۔ طلسم سحری اعجاز ہوتے ہو نہیں سکتا" بالآخر ہر ایک باری باری اپنی محبت کے ثبوت میں مُنہ کھولتا ہے ۔ اور چند غیر متعلق باتوں کا اظہار کرتا ہے۔ اِس طرح اُس کی جبلت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

پہلا دوست "کیوں صاحب اسباب بک کرا لیا ہے ؟"

" کل شام سے تایا جی خود اسٹیشن پر تشریف لائے تھے ۔ اور سب کام سرانجام دے گئے ہیں ۔ایک شیشے کا جگ ٹوٹ گیا ہے !"

دوسرا دوست ! "ٹکٹ غالباً سیکنڈ کلاس کا خرید کیا ہوگا ؟"

"نہیں درمیانے درجے کا ۔"

تیسرا دوست ! "یہ گاڑی مدراس کب پہنچے گی ؟"

(ٹائم ٹیبل دیکھ کر) "اترسوں نو بج کر ۶ منٹ پر پہنچ جائے گی ۔"

چوتھا دوست ! "کیا گاڑی راستے میں تبدیل کرنا ہوتی ہے ؟"

"نہیں یہ میل ٹرین ہے ۔ سیدھی مدراس کو جاتی ہے ۔"

پانچواں دوست ! "منماڈ اسٹیشن سے ۵ میل آگے قزاقی کی عام شکایت ہے ۔ پچھلے ایتوار کو ڈاکوؤں نے دو پارسی عورتوں پر حملہ کیا اِن کے زیور اُتار کر چمپت ہوگئے ۔ پولیس سرگرم تفتیش ہے ۔ ابھی کوئی سراغ نہیں ملا ۔"

چھٹا دوست ! (نوکر سے) "دیکھو رامو ! ہوشیار رہنا ۔ اپنے سامان پر آنکھ جمائے رکھنا ۔"

ساتواں دوست ! "کھانا شاید آپ ٹرین میں کھائینگے ؟"

"ہاں وہ ٹفن کیریر رکھا ہے ۔ اس میں روٹی ہے ۔ جب بھوک لگے گی کھالینگے ۔"

چند دن ہوئے ۔ میرا ایک دوست عازم سفر ہوا ۔ روانگی سے ایک رات پہلے اسے پُر تکلف ضیافت دی گئی ۔ صبح سویرے الوداع کہنے کے لئے میں بھی اسٹیشن پر چلا گیا ۔ خدا کا کرنا یہ ہوا ۔ کہ ٹرین آدھ گھنٹہ لیٹ تھی ۔ وقت گزرنے میں نہ آتا تھا ۔ آخر گاڑی آئی ۔ میں اپنے دوست کو بخوشی تمام الوداع کہنے والا تھا کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں ۔ کہ ایک صاحب ایک نوجوان لیڈی کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں ۔ انہوں نے اسباب قلیوں سے اٹھوا کر ایک ڈبے میں رکھوا دیا ۔ میں سمجھا ۔ دونو سفر پر جا رہے ہیں ۔ مگر ایسا نہ تھا ۔ جب ذرا وہ نزدیک آئے ۔ تو میں نے انہیں سر سے پاؤں تک دیکھا ۔ یہ جنٹلمین اپنی تراش خراش سے انگلستان کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا ۔ اس کا نام لیو ہیو برٹ لی روز تھا ۔ چند سال ہوئے وہ لندن کے ایک تھیٹر میں ایکٹر تھا بڑا فیہ پارٹ لیا کرتا تھا ۔ مگر اس میں اسے چنداں کامیابی نہ ہوئی ۔ مجبوراً سٹیج کو خیرباد کہا ۔ پھر تلاش روزگار کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر بے سُود ۔ کنگال ہوگیا ۔ بہت فاقے کئے ۔ نوبت یہاں تک پہنچی ۔ کہ قرض لینا شروع کر دیا ۔ ایک دفعہ میں نے بھی اُسے ایک شلنگ کی حقیر رقم بطور قرض دے دی ۔ جو اس نے آج تک واپس نہ کی ۔ لیڈی کا لباس امریکن طرز کا تھا ۔ اور وہ لندن میں کچھ عرصہ کے قیام کے بعد اپنے وطن مالوف کو جارہی تھی ۔ اگر وہ بھی انگریزی لباس میں ہوتی ۔ تو گمان ہوتا ۔ کہ وہ رشتہ کے اعتبار سے اِس کی بیٹی ہوگی ۔ لی روز لیڈی کے ہر سوال کا جواب نہایت ہی محبت آمیز لہجے میں دیتا ۔ اِس کی سرد آہوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی جدائی کو وہ محسوس کر رہا ہے ۔ لیڈی دوسرے درجے کے ایک ڈبے میں بیٹھ گئی ۔ وہ بہت خوش تھی ۔ اپنے

گھر جا رہی تھی۔ لی روز کھڑکی کے نزدیک پائے دان پر کھڑا ہو گیا۔ آج سے آٹھ نو سال پہلے جب اس کی مالی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ تو اُسے پھٹے پُرانے چیتھڑے پہننے سے عار نہ تھی۔ لیکن آج وہ مالداروں کا فاخرانہ لباس زیب تن کئے جاذبِ توجہ بنا ہوا تھا۔ اور ہر اُس شخص کے لئے یہ امر باعثِ فخر تھا۔ جسے وہ اسٹیشن پر جا کر الوداع کہے۔

"ذرا پیچھے رہیئے"۔ ٹرین چلنے والی تھی۔ اور میں نے دُور سے اپنے دوست کو آخری سلام کیا۔ لیکن لی روز نے ذرا پیچھے رہنے کی پروا تک نہ کی۔ اور اپنی جگہ جما رہا۔ وہ لیڈی کے دونو ہاتھ مضبوطی سے پکڑے رہا۔ "ذرا پیچھے رہیئے صاحب ذرا پیچھے رہیئے"۔ اب لی روز نے بادل ناخواستہ حکم کی تعمیل کی۔ ذرا پیچھے سرکا۔ چشم زدن میں تیر کی طرح پھر آخری حصہ کہنے کو آگے بڑھا۔ دونو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اتنے میں گارڈ نے سیٹی دی۔ ٹرین چل دی۔ اور جب تک نظر سے اوجھل نہ ہوئی۔ وہ ایڑیاں اُٹھائے برابر دیکھتا رہا۔ لیڈی بھی کھڑکی سے جھانکتی رہی۔ جب ٹرین کافی دور چلی گئی۔ اور تقریباً آنکھ سے اوجھل ہو گئی۔ تو اِس نے پیچھے مُڑ کر میری طرف دیکھا۔ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ اِس کے چہرے پر بشاشت تھی۔ پہلے کی نسبت وہ مطمئن نظر آتا تھا۔ فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ایک شلنگ نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ گویا کل کی بات ہے کہ اس نے یہ رقم قرض لی۔ مجھے وہ وقت یاد آ گیا۔ جب وہ ایک پیسہ ٹٹولنے کے لئے کئی دفعہ اپنے جیب میں ہاتھ ڈالتا تھا۔

لی روز نے مُسکراہٹ سے کہا "سناؤ۔ اتنا عرصہ کہاں رہے"؟

میں نے بہت عرصہ سے دیہات کو چھوڑ کر خاص لنڈن میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ کیوں؟ لی روز سٹیج پر آپکی بہت مانگ تھی۔ مگر میں نے سُنا ہے۔ تم مستعفی ہو گئے ہو۔

"بے شک اِن دنوں میں سٹیج پر ایکٹ نہیں کرتا"۔ اِس نے کھانستے ہوئے لفظ سٹیج پر غیر معمولی زور دیا۔

"تو پھر آپ کہاں ایکٹ کرتے ہیں۔ اگر سٹیج پر نہیں"؟

"پلیٹ فارم پر" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"پلیٹ فارم پر"۔

"ہاں ہاں اسی پلیٹ فارم پر جس پر ہم اِس وقت چل رہے ہیں۔ اس نے اپنی چھڑی کی نوک کو زمین پر رگڑتے ہوئے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میں آج یہاں کس غرض سے آیا تھا؟ کس غرض سے آیا تھا"؟ یہ تو صاف ظاہر ہے۔ اپنی رفیقہ کو الوداع کہنے کے لئے"۔

"نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ لیڈی میری رفیقہ نہ تھی۔ اور نہ ہی میں نے اسے پہلے کبھی دیکھا تھا۔ صرف آدھ گھنٹہ گزرا ہوگا۔ کہ میں اس کو یہاں پلیٹ فارم پر ملا ہوں"۔

میں اُنگلی مُنہ میں ڈالے ٹھہر گیا۔ سمجھا۔ شائد میرے کان غلطی کر رہے ہیں۔ لیکن وہ خود بخود یوں گویا

ہوُا"۔کیا آپ انگلو امریکن سوشل بیوریو کی سرگرمیوں سے واقف نہیں؟"

انگلو امریکن سوشل بوریٹو ——؟ نہیں! میں نے انکار کے طور پر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سُنئے صاحب! ہر سال امریکہ سے بہت سے لوگ انگلستان میں سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں پرانے وقتوں میں دستور تھا۔ کہ جو لوگ وہاں سے سفر کا ارادہ کرتے تھے۔ وہ اپنے ساتھ تعارفی خطوط لے آتے تھے۔ کہ یہاں آکر اِنکی اچھی آؤ بھگت ہو۔ لیکن اہل انگلستان فطرتاً غیر متواضع واقع ہوئے ہیں۔ اس ضرورت کو بیوریو مذکور نے محسوس کیا ہے۔ امریکہ کے لوگ پرلے درجے کے سوشل ہوتے ہیں۔ اِنکے پاس صرف کرنے کو کافی سرمایہ ہوتا ہے۔ اِنکے واسطے بیوریو تمام لوازمات شناسنہ کا انتظام کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اِنکو الوداع کہنے کے لئے بھی ملازم مہیا کر دیتی ہے۔ مگر اس کے لئے فیس مقرر ہے۔ جس کا پچاس فیصدی حصہ تو بیوریو کی آمد میں جمع ہوتا ہے۔ اور باقی ملازموں کی تنخواہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اگر میں اِس بیوریو کا ڈائرکٹر ہوتا۔ تو میری لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی۔ میں اِس وقت کمپنی کا ایک ادنٰے ملازم ہوں۔ با ایں ہمہ اپنے فرائض کو بطریق احسن سر انجام دیتا ہوں۔ میں اِن ملازموں میں سے ایک ہوں۔ جو اِس خدمت پر مامور کئے گئے ہیں۔ کہ امریکہ جانے والوں کو وہ ایک قریبی رشتہ دار کی طرح الوداع کہیں۔ کیوں؟ میں نے عین موقعہ پر کیسے احساسات و جذبات کا مظاہرہ کیا؟"

یہ نہایت ہی تعجب خیز و مضحکہ آمیز بات ہے کہ وہ فیس کے عوض غیر حقیقی عزت افزائی چاہتے ہیں۔"

لی روز نے بھویں سکیڑ کر کہا۔ "امریکہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے انگلستان میں دوست نہیں ہیں۔ لیکن وہ اس بے عزتی کو بھی گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ بوقت واپسی انہیں کوئی الوداع کہنے والا نہ ہو۔ چنانچہ وہ بیوریو مذکور کو پانچ پونڈ کی رقم بھیج دیتے ہیں۔ اور اگر مسافروں کی تعداد دو سے زیادہ ہو۔ تو وہ خاص رعایت کے مستحق ہوتے ہیں۔ اِن تمام سے صرف آٹھ پونڈ فیس لے جاتی ہے۔ رقم بھیجتے وقت مقام تاریخ واپسی اور دیگر ضروری کوائف سے بیوریو کو اطلاع دی جاتی ہے۔ وہ ہمیں ہدایت کرتی ہے کہ ریلوے سٹیشن پر جا کر فیس ادا کرنے والے امریکن مسافروں کو الوداع کہیں۔"

"لیکن مسافروں کو اِس سے خاص فائدہ پہنچتا ہے۔"

"اُونہہ! جب وہ گاڑی پر سوار ہوتے ہیں تو وہ گارڈ کے نزدیک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ اِنکے ہم سفر لوگ بھی اِنہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اِس کے لئے خود جانے والے بھی انتہائی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ دیکھا! میں نے کس خوبی سے اپنا فرض ادا کیا؟"

"نہایت ہی عمدگی سے —— میں آپ پر رشک کرتا ہوں۔" افسوس میں اِس فن میں طفلِ نو آموز ہوں۔"

اس میں کلام نہیں کہ اپنی محبت کے ثبوت میں آپ نے بہت کچھ کرنا چاہا: مصنوعی آنسو بہانے کی کوشش کی۔ مگر کچھ نہ بن گیا۔ مُنہ سے لفظ تک نہ نکلا۔ ابھی تک میں وہ دن نہیں بھولا جب سٹیج پر میری حالت قابلِ رحم ہُوا کرتی تھی۔ مجھ پر پھبتیاں اُڑائی جاتی تھیں۔ جب میں سٹیج سے ریٹائر ہُوا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب میں نے اس آرٹ کا مطالعہ ایک حرفتی تعلیم کے طالب کی حیثیت کیا ہے۔ لیکن میں اس بات کا دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ باوجود کُہنہ مشق ہونے کے میں اس فن میں ید طولےٰ رکھتا ہوں۔ تم اپنے ذاتی تجربہ سے بتلا سکتے ہو۔ کہ ریلوے سٹیشن پر ایکٹ کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں"۔ ہاں! واقعی یہ ایک مُشکل بات ہے۔ لیکن میں تو ایکٹ نہ کر رہا تھا۔ میں اپنے دوست کی جدائی کو حقیقتاً محسوس کر رہا تھا"۔

"کیا اس میں شائبہ تردّد ہے۔ کہ میں نے ایسا نہیں کیا؟" لی روز نے ہنستے ہوئے بلند آواز سے کہا۔

"اگر احساسات اور جذبات نہ ہوں۔ تو کوئی شخص صرف ایکٹ کرنے سے شہرت حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ جب گارڈ نے سیٹی بجائی۔ تو میری آنکھوں میں بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ میرا دردآشنا دل بلیوں اُچھلا۔ کوئی مقیاس ہوتا۔ تو میرے جذبات کا اندازہ کر لیتا۔ تمہاری حالت بھی بعینہٖ ایسی ہی تھی۔ لیکن یقین جانئے آپ میں ایک کمی ہے۔ تم دلی جذبات کی نمود سے قاصر ہو۔ یا بہ الفاظ دیگر تمہیں ایکٹ کرنا نہیں آتا۔ حالانکہ اس آرٹ کو حاصل کرنے کا یہ پہلا مرحلہ ہے"۔

"کیا آپ مجھے اس فن میں اپنا شاگرد بنا لینگے۔ واقعی میں اِس فن میں طفلِ نوآموز ہوں۔ خدارا آپ میری اس فن میں رہنمائی کیجئے"۔

لی روز یہ سُن کر کچھ دیر تک خاموش رہا۔ ایک مرتبہ اور اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اور کہا: "دوستوں کو الوداع کہنے کا موسم تقریباً گزر گیا ہے۔ البتہ میں تمہیں ٹریننگ دینے سے انکار نہیں کرتا۔ میرے اور بھی بہت سے شاگرد ہیں۔ جو اس وقت زیر تعلیم ہیں (بیاض دیکھکر) لیکن میں جمعرات اور جمعہ کے دن اس مطلب کے لئے صرف ایک گھنٹہ وقف کر سکونگا"۔ یہ کہکر لی روز نے اجازت طلب کی۔ میں نے اب شاگردانہ انداز سے اس کو سلام کیا۔ میں نے غور کیا۔ لی روز کے مطالبات بہت کڑے ہیں۔ اس نے روپیہ بٹورنے کا عجب ڈھنگ اختیار کر رکھا ہے۔ مگر مجھے اس سودے میں خسارہ نہیں۔ میں مقدور سے زیادہ ادا کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ آج میں دنیائے سٹیج پر لاثانی قابلیت کا مالک ہوں۔ خُدا نے چاہا۔ تو کل پلیٹ فارم پر بھی غیر فانی شہرت کا مالک تسلیم کیا جاؤنگا۔ تب مجھے اطمینانِ قلبی اور حقیقی مُسرّت نصیب ہوگی۔ ممکن ہے کہ لی روز کی ذرہ نوازی کے صدقہ میری دیرینہ آرزو پیکرِ تکمیل اختیار کرے"۔

دعوتِ اُلفت

(میاں غلام محمد صاحب زُلبان)

پھر آؤ محبّت کو حد سے بڑھائیں　　پھر آؤ کہ جورِ تغافل بھلائیں
ہوئیں فرطِ اُلفت سے جو جو خطائیں　　اب آغوشِ نسیاں میں اُنکو سلائیں
پھر آؤ کہ آئینہ بن جائے باطن　　پھر آؤ کہ دل سے کدورت مٹائیں
پھر آؤ کریں جشنِ شوق و تمنّا　　پھر آؤ کہ اُلفت کی رسمیں منائیں
پھر آؤ کہ چھیڑیں مسرّت کا نغمہ　　پھر آؤ محبّت کا بربط اُٹھائیں
پھر آؤ کہ تاریک ہے بزمِ اُلفت　　پھر آؤ کہ شمع محبّت جلائیں
پھر آؤ کرو دل کو نظروں سے بسمل　　پھر آؤ دکھاؤ وہ دلکش ادائیں
پھر آؤ کہ فرطِ محبّت سے ہم تم　　لپٹ کر مسرّت کے آنسو بہائیں
پھر آؤ کہ محکم ہو زنجیرِ اُلفت　　جو ٹوٹیں نہ ہرگز وہ کڑیاں ملائیں
پھر آؤ کہ باقی نہ ہو فرق کوئی　　بہم مل کے لفظِ دُوئی کو مٹائیں
پھر آؤ دکھاؤ وہ جادو نگاہی　　نگاہیں سرِ بزم فتنے اُٹھائیں
پھر آؤ کریں مل کے سیرِ گلستاں　　عنادل کو رازِ محبت بتائیں
پھر آؤ بھی چھوڑو یہ طرزِ تغافل　　پھر آؤ کہ ہم تم بھی کچھ کر دکھائیں

پھر آؤ محبت کی دُنیا میں رہنے لگیں
پھر آؤ کہ ہم تم یہ دُنیا بسائیں

ہیملٹ

(از صادق الخیری دہلوی)

کئی صدیاں گذریں ـــــ

ہونے کو تو یوں سینکڑوں واقعات ہوتے ہی ہیں مگر بادشاہ کی دفعتہً موت اور ملکہ جرٹیسیہ کی دوسری شادی نے تمام ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اضطراب اور بے چینی پھیلادی۔ ملکہ نے شادی تو خیر دو ماہ کے اندر ہی کی تھی لیکن غضب یہ کیا کہ شادی اپنے دیور یعنی مرحوم شوہر کے حقیقی بھائی سے کی جو کسی طرح بھی بادشاہ ہیملٹ کی ٹکر کا نہ تھا۔ جس وقت لوگوں نے یہ سنا حیرت سے انہوں نے اپنی انگلیاں دانتوں میں دبالیں اور ملکہ کے اس ذلیل فعل سے جس سے ناعاقبت اندیشی بھی ٹپکتی تھی۔ اُن کے دلوں میں ایک جذبۂ منافرت سا پیدا ہوگیا۔ بلکہ بعض لوگوں کا تو یہ بھی خیال تھا کہ ممکن ہے کلیب نے جو نہایت بدصورت، کریہہ المنظر، بدمزاج اور پست خیالات کا شخص تھا، محض اس خیال سے کہ جرٹیسیہ قبضے میں آجائے اور اُس سے شادی کرکے خود وارثِ سلطنت بن بیٹھے اپنے بدبخت بھائی ہیملٹ کو قتل کردیا ہو اور اس طرح اپنی شیطانی پیاس ایک بے گناہ کے خون سے بجھاکر اپنے معصوم بھتیجے ہیملٹ کو جو تخت کا جائز وارث و مالک تھا۔ اس کی ملکیت سے محروم کردیا ہو۔

ملکہ کا یہ فعل ناگوار تو ہر ایک کو گزرا مگر سب سے زیادہ اثر نوجوان شہزادے پر ہُوا جو اپنے باپ کو نہ صرف چاہتا تھا بلکہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ باپ کی موت کا اثر ایسا صدمۂ جانکاہ تھا جس سے اس کی جان پر آبنی اور اس پر وہ کچھ گزری جو گذر سکتی تھی۔ طرّہ یہ کہ ماں کے اس شرمناک فعل نے تو اُسے کہیں کا نہ رکھا۔ اس کے دل میں رہ رہ کر ایک ہوک سی اُٹھتی اور کسی طرح سکون مُیسّر نہ ہوتا۔ اُسے دُنیا تاریک معلوم ہوتی تھی جہاں اس کی روح ایک نامعلوم جگہ کھوگئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ رنج و الم کے سیاہ پہاڑ اور غموں کے ڈراؤنے بادل اُسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ چونکہ وہ حد درجے کا حساس اور خوددار تھا۔ اس کا نکھرا ہُوا چہرہ ننھا سا نکل آیا اور وہ حسین مکھڑا جو ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا اور جس سے مسرت ٹپکتی رہتی تھی، اب مرجھاکر رہ گیا۔ اس کا دل اب کسی چیز میں نہ لگتا تھا۔ قیمتی لباس، دلچسپ کُتب، تماشا ہی کھیل، غرض سب سے اس کو نفرت ہوگئی تھی اور اس کا دل دُنیا سے تنگ آگیا تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر طرف افسردگی چھائی ہوئی ہے، اور خزاں کے کسی ظالم جھونکے نے تمام ہرے بھرے، ہنستے، کھیلتے، ناچتے، سراہتے

پودوں کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ وہ دُنیا جو جرٹیرؔ اور کلیبؔ کے واسطے عشرت کدہ اور جائے عیش و آرام تھی اس کی نظروں میں خار سی کھٹکتی اور دل چاہتا کہ بے اختیار چیخے ——— اس کا دل شکستہ ہو چکا تھا!

محرومئ تخت کوئی ایسی چیز نہ تھی جس نے نوبت یہاں تک پہنچادی ہو' اگرچہ بذاتِ خود یہ بھی کوئی معمولی امر نہیں۔ کیونکہ وہ سلطنت کا جائز مالک اور بادشاہ کا اکلوتا بیٹا تھا' بلکہ جس چیز نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا وہ یہ تھی کہ ملکہ جرٹیرؔ یعنی اس کی ماں کو اپنے شوہر کی جدائی کا قطعاً ملال نہیں اور وہ اس کو اس قدر جلد بھول گئی۔ ہیملٹ وہ شوہر تھا جو ملکہ کو دل و جان سے چاہتا تھا اور دُنیا کی زبردست سے زبردست چیز سے بھی عزیز رکھتا تھا اور یہی نہیں بلکہ ملکہ خود بھی نہایت فرمانبردار بیوی معلوم ہوتی تھی اور اس کے ہر فعل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے شوہر پر پروانہ وار نثار ہے لیکن اب ——— صرف تھوڑے ہی عرصے میں (پورے دو ماہ بھی نہیں گذرے) عدّت پوری ہونے سے بیشتر ہی اس نے دوبارہ شادی کر لی اور وہ بھی کس سے؟ ہیملٹ کے چچا' اپنے مرحوم شوہر کے چھوٹے بھائی سے جو نامناسب اور خلافِ مذہب تھی' لیکن زیادہ تعجب اور حیرت' رنج اور غم اس کو اس بات کا تھا کہ ملکہ سے کچھ عرصہ صبر بھی نہیں ہو سکا اور ہیملٹ کی یاد دل سے اس قدر جلد بھُلادی۔ اس کے علاوہ یہ شخص کسی طرح بھی اس قابل نہ تھا کہ ملکہ کا رفیقِ حیات بن کر سلطنت پر حکومت کرتا۔ یہی وہ چیز تھی جو اسے دیمک کی طرح کھائے جارہی تھی۔

[illegible] نہانی اور ملکہ کی دوسری شادی کے بعد رعایا کا بہت سا حصّہ مرحوم بادشاہ کو بھول گیا [illegible] کی شادی پر جس روز کلیب نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی بہت سے لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا' رنگ رلیوں میں حصّہ لیا اور جشن منائے۔ اس طرح جب مسرت کا ہر طرف دور دورہ تھا ملکہ اور اس کے دوسرے شوہر کے [illegible] ایک بات کھٹکتی [illegible] وہ یہ تھی کہ اس وقت جبکہ ساری دُنیا مُسرّت کے سمندر بے پایاں میں غرق ہے [illegible] بالکل خوش نہیں معلوم ہوتا بلکہ شادی والے روز بھی وہ سیاہ ماتمی لباس پہن کر شریکِ محفل ہُوا۔ اُن دونوں [illegible] حتی الوسع کوشش کی کہ کسی طرح اس کے رنج کو بھُلا دیں مگر بے سُود! وہ اپنے باپ کی یاد میں مستغرق تھا اور [illegible] اسے بالکل بے خبر۔ اس کا بہترین لباس صرف سیاہ چغہ تھا۔ اور دلچسپی کی کل کائنات' باپ کی یاد [illegible] وہ ہر کسی دعوت یا جشن میں شریک نہ ہُوا۔ کیونکہ اس کے نزدیک وہ ایسے شرمناک مواقع تھے جن پر بجائے [illegible] ہونے کے ماتم کرنا چاہئے تھا۔

ایک اور خیال اس کے دل میں رہ رہ کر کھٹکتا تھا' اور وہ اس کے باپ کی [illegible] موت تھی۔ اس کا یقین تھا کہ وہ سانپ کے کاٹنے سے مرا ہے۔ منزل ہو چکا تھا۔ اُسے شک تھا کہ بادشاہ [illegible] اعلان جو کلیب نے کیا کہ ہیملٹ سانپ کے ڈسنے سے راہئ ملکِ عدم ہُوا غلط ہو اور وہ سیاہ سانپ جس نے حقیقتاً اس کے بے قصور

باپ کو ڈسا۔ یہی کلیب ہو جواب تخت پر کُنڈلی مارے بیٹھا ہے۔

آیا یہ واقعہ ہے یا محض اس کا خیال کیا خبر ملکہ کا بھی اس میں ہاتھ ہو اور اگر ہے تو کہاں تک اس کا یہ فعل صحیح تھا اور کس حد تک اس کی باتیں جائز تھیں" بس یہی وہ خیالات تھے جو ہر وقت اس کے دماغ میں بسے رہتے اور وہ اُنہیں سوچتا اور غور کرتا رہتا۔ وہ ان خیالات میں اس قدر غلطاں و پیچاں رہتا کہ وہ محو ہو جاتا اور کھو جاتا مگر اس کی تہ تک کسی طرح نہ پہنچتا۔

اِن دنوں ایک افواہ سرگرم تھی جو شہزادے ہیملٹ کے کانوں تک بھی پہنچی کہ متواتر دو تین رات سے ٹھیک آدھی رات کے وقت محل کی برجی فصیل پر ایک "بھوت" دکھائی دیتا ہے جو اس کے باپ بادشاہ ہملیت کا ہم شکل ہے۔ وہ وہی ذرہ بکتر اب بھی پہنے ہوتا ہے جو وہ اپنی موت سے پہلے اکثر پہنتا تھا۔ اس کے چہرے سے غم و غصہ کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور سر اور چہرے کے نورانی سفید بالوں سے ایک ہیبت سی ٹپکتی ہے وہ بالکل خاموش رہتا ہے۔ گویا رنج اور غصے نے اُسے گم سُم کر دیا ہو اور جب کبھی شہر پناہ کے محافظوں نے اس سے بولنے کی کوشش بھی کی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ پچھلی رات کو جب شب کا آخری حصہ ختم ہو رہا تھا اس نے اپنا سر اُٹھایا اور کچھ اس قسم کی حرکت کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کچھ بولنا چاہتا ہے۔ مگر مرغ سحر نے آمدِ صبح کا مژدہ سُنا دیا جس کے سُنتے ہی وہ بھوت فوراً نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

شہزادہ اسے صرف ایک مضحکہ خیز واہمہ سمجھ رہا تھا مگر جب اُس کے جگری دوست ہارشیو نے بھی اس سے اتفاق کیا تو اُسے ماننا پڑا اور اُسے یقین ہو گیا کہ وہ کوئی معمولی بھوت نہیں بلکہ اس کے باپ کی پاک روح ہے جو اس خود غرض دُنیا میں کسی کام سے آئی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اگرچہ وہ روح اب تک بالکل خاموش رہی مگر اُس سے ضرور بات کریگی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ آج رات کو محافظوں کے ساتھ وہ بھی اس مقدس روح کی زیارت کر کے اپنے دکھوں کو تسکین دیگا۔ اسی خیال میں مگن وہ آمدِ شب کا بے چینی اور بے صبری سے انتظار کرنے لگا۔

شب سیاہ اپنی زلفیں کھول چکی تھی اور ہیملٹ اپنے عزیز ترین دوست ہارشیو اور دوسرے ساتھی مورسٹ کے ساتھ چبوترے کے ایک طرف کھڑے ہو کر منتظر تھا کہ کب رات آدھی گُذرے اور کب اس کے باپ کی روح نظر آئے۔ چاندنی چھن چھن کر کھل رہی تھی اور اٹھلا اٹھلا کر ناچ رہی تھی اور سرما کی سرد ہوائیں سبز پتیوں کو چیرتی ہوئی سینوں میں گُھسی جاتی تھیں اور چونکہ آج سردی غیر معمولی طور پر زیادہ تھی تینوں دوست سردی کے متعلق باتیں کرنے لگے کہ ہارشیو یکبارگی حیرت زدہ ہو گیا اور بھوت کی طرف جو آہستہ آہستہ

آگے بڑھ رہا تھا، اشارہ کیا۔

ہملیٹ کو دیکھتے ہی ہملٹ پر سکتہ سا طاری ہوگیا اور خوف و حیرت نے اس کے جسم کو سُن سا کر دیا۔ نہ معلوم وہ (روح) وہاں کیوں آئی اور پھر آیا وہ کسی فعلِ مستحسن کے لئے آئی ہے یا کچھ نقصان پہنچانے کے لئے؟ اور کیا جبر وہ کوئی بھوت ہی ہو؟ تھوڑی دیر بعد وہ کچھ سنبھلا، ہوش و حواس درست کئے اور اس کو تکنے لگا۔ اس نے مقدس آیات پڑھیں کہ اگر وہ کوئی بھوت پریت ہو تو دُور ہو جائے مگر وہ اُسی طرح قائم رہی۔ اُسے یقین ہوگیا کہ وہ اس کے باپ کی روح ہے۔ اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مقدس روح اس کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی ہے جن سے شفقتِ پدرانہ ٹپکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایسا معلوم ہوا کہ وہ اُس سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔ اب پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا، وہ بے تاب ہوگیا اور دفعتہً چیخا "ابا!۔۔۔ بادشاہ!۔۔۔" پھر اس نے اُس سے پوچھا کہ آپ کی روح کیوں اپنی ہنجار دُنیا میں واپس آئی، کیا اُسے کسی ایسی چیز کی ضرورت ہے جو اس کو تسکین دے سکے؟

رُوح نے اُسے اشارے سے بتایا کہ وہ اُس سے کہیں تخلیہ میں باتیں کرنا چاہتی ہے۔ وہ آگے بڑھا مگر حارث اور موریٹ نے اُسے پکڑ لیا اور منع کیا کہ وہ اس کے پاس نہ جائے۔ ممکن ہے وہ بھوت ہی ہو اور اس کو کوئی نقصان پہنچا دے۔ بہت ممکن ہے وہ اُسے کسی گہرے سمندر میں پھینک دے یا پہاڑ کی بلندترین چوٹی پر پہنچ کر ایسی ڈراؤنی اور ہیبت ناک صورت اختیار کرے جس سے شہزادے کا مارے ڈر کے دم نکل جائے۔ لیکن انکی تمام کوششیں اکارت گئیں۔ کیونکہ ہملٹ کو اپنی جان کی قطعاً پروا نہ تھی اور رُوح کے متعلق سمجھتا تھا کہ وہ خود غیر فانی ہے۔ اس لئے اُسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔ اس میں نہ معلوم کہاں سے طاقت آگئی کہ وہ ایک شیر کی طرح دہاڑتا ہوا حارث اور موریٹ کے قبضے سے نکل کر روح کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

کچھ فاصلے پر جب وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ہر طرح تنہائی تھی تو روح نے خاموشی کو توڑا اور بتایا کہ وہ ہملٹ کے باپ ہیملیٹ کی روح ہے جو نہایت بے دردانہ طور پر قتل کر دیا گیا ہے اور پھر اس نے اس کا طریقہ بھی بتایا کہ کس طرح اس کے اپنے بھائی ہملٹ کے چچا کلیبسن نے اس کو اس اُمید پر قتل کیا کہ وہ ہملیٹ کی بجائے خود بادشاہ اور جیرلیبہ کا شوہر بن جائے۔ ہملٹ کا خیال درست نکلا اور وہ سُنتا رہا۔ روح ٹھہر کر بولی کہ حسبِ دستور ایک سہ پہر کو وہ اپنے باغ میں سو رہا تھا کہ اس کا دغا باز بھائی نہایت خاموشی سے آیا اور "سایئن" کا زہریلا عرق جو انسانی زندگی کے لئے سم قاتل ہے، اس کے کان میں نچوڑ دیا۔ یہ عرق دماغ سے لے کر پاؤں تک تمام جسم میں سیماب کی طرح چند ہی لمحات میں سرایت کر گیا جس سے تمام رگیں اور نسیں پھٹ گئیں۔ اور بادشاہ ہچکا بھی نہ کھا سکا۔ اور اس طرح پر بے گناہ ایسے جلاد، جفا کار، خود غرض اور

ظالم بھائی کے ہاتھوں اپنی زندگی، ملکہ اور حکومت سے جُدا کر دیا گیا۔

اس کے بعد روح نے ہملٹ سے قسم لی کہ اگر وہ اپنے باپ سے واقعی محبّت کرتا ہے تو قاتل سے اپنے باپ کا ضرور بدلہ لے اور اس نے ہملٹ سے رنج اور افسوس بھی ظاہر کیا کہ اسکی ماں انتقدرے بے وفا ثابت ہوئی اور اپنی عصمت اپنے شوہر کے قاتل کے حوالے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے شہزادے کو تنبیہ کر دی کہ بدلہ چاہے جس طریقے سے لے مگر خبردار! مقدس ماں کا بال بھی بیکا نہ ہونے پائے بلکہ اس کو خود اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اس کا ضمیر خود اس کو ملامت کریگا اور دل میں برچھیاں اور نیزے سے چھ کر اس کے دل کو چھلنی کر دینگے۔ ہاں بدمعاش چچا کو اس کے کرتوت کا ضرور مزا چکھا دیا جائے۔ ہملٹ نے وعدہ کیا کہ وہ روح کی ہر بات پر عمل کریگا اور روح ـــــ آناً فاناً غائب ہو گئی!

اس کے بعد جب ہملٹ تنہا رہ گیا تو اس نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ جو کچھ اس کے دل و دماغ میں ہے سب بھُول کر صرف روح کی باتیں اور جو کچھ اس نے کرنے کو کہا ہے اس کو یاد رکھیگا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اپنی گفتگو کی چند ضروری باتیں حارث کو بتائیں اور اپنے دونو ساتھیوں حارث و مورث کو سخت ہدایات کر دیں کہ کسی کو بھی اس راز کا علم نہ ہونا چاہئے جو آج کی رات واقع ہوا ہے۔

ــــــــ (۲) ــــــــ

چونکہ اس سے پیشتر کبھی اس قسم کے واقعات نہیں ہوئے اس لئے ہملٹ کے دل پر ایک دہشت سی بیٹھ گئی اس نے یہ سوچتے ہوئے کہ ایسا نہ ہو اس کے دل کی حالت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اور اگر اس کے چچا کو ذرا بھی شک ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف کوئی سازش کرنے والا ہے یا وہ اپنے باپ کی موت کے متعلق اُس سے کچھ بھی زیادہ جانتا ہے جتنا اُسے یقین دلایا گیا تھا تو خیالِ غالب ہے کہ کلیب اس پر نگاہ رکھنی شروع کر دے اس نے ایک نئی اور عجیب ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ آئندہ سے وہ اس طرح بنا کریگا گویا وہ پاگل اور دیوانہ ہے اور اس طرح جب اس کا چچا اُسے دیوانہ سمجھنے لگے گا تو وہ اس کی طرف سے قطعاً بے پروا ہو جائیگا اور اس کے دل میں یہ خیال آکر بھی نہیں پھٹکے گا کہ ہملٹ جیسا دیوانہ شخص کوئی ایسا کام کر سکتا ہے۔ جو اس کو نقصان پہنچا سکے۔ اس کے علاوہ اگر لوگوں کو اس کے پاگل پن کا یقین ہو گا تو اس کے دل و دماغ کا وہ تزلزل جو کبھی کبھی اس پر اختلاج و بے چینی کی کیفیت حقیقتاً پیدا کر دیتا ہے، اس مصنوعی دیوانگی کی وجہ سے چھپا رہیگا۔ اور کوئی اس کے افعال پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکیگا۔

چنانچہ اس وقت سے اس نے پاگل بننا شروع کر دیا، وہ ہر بات کا اُلٹا سلٹا جواب دے دیتا۔ جو کچھ کہتا وہ بے ڈھب اور جو کچھ وہ بکتا وہ مہمل اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کی گفتگو نہیں سمجھتا۔ زبان کی لکنت اور لڑکھڑاہٹ،

فضول باتوں پر چند لباس اور دوسری ضروری چیزوں سے لاپروائی وغیرہ نے اس کے دیوانہ ہونے کا لوگوں کو پورا یقین دلا دیا اور اس نے اس خبطی پن کو ایسی اچھی طرح نبھایا کہ ملکہ اور بادشاہ تک دونو فریب میں آ گئے اور چونکہ انہیں ہملیٹ کی روح کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔ اس لئے انہیں یہ شبہ تک نہیں ہوا کہ اس کا یہ جنون نتیجہ ہے اپنے باپ کی موت کے رنج کا بلکہ وہ سمجھے کہ اس کی یہ غمزدہ حالت شاید محبت کی وجہ سے ہو جس کے نوجوان اکثر شکار ہوتے ہیں۔

باپ کی موت سے پیشتر جب ہملٹ ہر طرح کے رنج و فکر سے آزاد تھا اور یہ جان لیوا غمناک حادثہ پیش نہ آیا تھا۔ وہ کلیبس کے مشیر خاص پاموس کی بیٹی صوفیہ کے دام محبت میں گرفتار تھا، جو اس وقت کی ملکۂ حسن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت نیک، سیدھی، سادی، شریف طبیعت اور ارضی حور تھی۔ ہملٹ نے ایک سچے محب کی طرح اُس سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا اور یقین دلایا تھا کہ وہ اُس سے ہمیشہ محبت کریگا۔ انتہاء محبت سے اس نے محبت کی انگشتری تک اُسے پیش کی تھی اور وہ معصوم و حسین صوفیہ ہملٹ پر پورا پورا اعتماد رکھتی تھی۔ اس نے محبت کا جواب محبت سے دیا تھا۔ اس وقت تک وہ دونو ایک دوسرے پر اس قدر نثار اور فدا تھے کہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان میں سے کون عاشق تھا اور کون محبوب لیکن رنج و الم کی یہ سیاہ بدلی جو گوشۂ پدری سے اُٹھ کر دل اور دماغ پر چھائی، ہملٹ کو اس قدر بد سے بدتر حالت میں پہنچا گئی کہ وہ اس جذبۂ انتقام میں اپنی بے قصور محبوبہ کو بھی بھول گیا اور دیوانگی کی وجہ سے جو وہ اپنے پر طاری کئے ہوئے تھا۔ لازماً اس کے ساتھ بھی بُرا سلوک کرنا پڑا مگر وہ بیچاری جس کے سینہ میں ایک شریف اور اُلفت سے بھرا ہوا دل تھا، اگر چاہتی تو اس بدسلوکی کا جواب اور بھی سختی سے دیتی لیکن اس کے قلب پر ہملٹ کی اس حالتِ زار نے ایک بجلی سی گرادی۔ وہ اس کے دل کو اُس بربط کی سی تشبیہ دیتی جس کے تار شکستہ ہوں اور جو اگرچہ خود نہایت شیریں نغمہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مگر اپنی خستہ حالی کی وجہ سے سخت اور کرخت آواز نکالیں۔ اُسے ہملٹ کی اس حالت پر ترس آیا اور دست بہ دُعا ہوئی کہ اے خدا میرے محبوب کا دل پھر اصلی حالت پر آ جائے۔

اس وقت اگرچہ ہملٹ کے دماغ میں "انتقام" جیسے خوفناک جذبے کا سودا سمایا ہوا تھا جس کا "محبت" جیسے بے لوث جذبے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں لیکن تب بھی کبھی کبھی اُسے اپنی محبوبہ کا خیال آ ہی جاتا اور ایک دفعہ دل سے مجبور، اُن چند لمحات میں جبکہ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کا سلوک صوفیہ کے ساتھ بالکل نامناسب ہے۔ اُسے ایک خط لکھا مگر چونکہ وہ اپنے آپ کو دیوانہ ثابت کرنا چاہتا تھا اور اس خیال سے کہ اس کے خط سے کہیں راز افشا نہ ہو جائے۔ اس نے اس قسم کے الفاظ اور باتیں لکھیں جن سے پاگل پن اور دیوانگی ظاہر ہوتی

تھی۔ جو کچھ اس نے لکھا وہ بتاتا تھا کہ اس کا دماغ صحیح نہیں۔ مگر اس سراسیمگی کے ساتھ ساتھ اسکی تحریر سے محبّت کی بُو آتی تھی اور کہیں کہیں تو اس قدر دلدوز پیرائے میں لکھا تھا جس سے بچاری صوفیہ کا دل بھر آیا اور اُسے یقین ہوگیا کہ اس غمزدہ حالت میں بھی اس کے دل کی گہرائی میں اگرچہ مدھم مگر جگر سوز چراغ محبت روشن ہے:۔

آسمان پر تارے نہیں بلکہ آگ پھیلائی جاتی ہے، سمندر میں پانی نہیں بلکہ وہ خاک سے اٹا ہوا ہے، سورج اب مغرب سے نکلنے لگا ہے۔ مجھے تجھ سے محبّت کے بدلہ نفرت ہے اور ایسی نفرت کہ دل چاہتا ہے۔ تجھے ہر وقت اپنی جیب میں رکھے پھروں۔۔۔" جیسے لایعنی فقرے مگر پُر معنی الفاظ ایک نسوانی غریب دل کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہیں۔

یہ خط اس نے اپنے باپ کو دیدیا جس نے ملکہ جرلیبہ اور بادشاہ کلیب کی خدمت میں پیش کردیا۔ خیال تو انکا پہلے بھی تھا۔ خط پڑھ کر ملکہ کے دل کی کلی کھل گئی۔ اور کلیب کی پیشانی کی شکن مٹ گئی۔ دونو کو پورا یقین ہوگیا کہ شہزادے کی اس حالت کا سبب صرف محبت ہے جس نے اُسے مجنوں جیسا دیوانہ اور فرہاد جیسا سودائی بنا رکھا ہے۔ جرلیبہ کی دلی خواہش تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو صوفیہ کو جو شہزادے کے لئے ہر طرح موزوں ہے، بہو بنا کر گھر لائے اور بیٹے کی پژمردگی دُور کرکے مسرت کے موتی بچھا ورکرے اور زندگی کی خوشگوار راہ میں بکھیر دے۔

لیکن ہملٹ کی یہ اندوہناک حالت ایسی نہ تھی جس کا اسقدر آسانی سے علاج ہوجاتا۔ باپ کی روح اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے معلوم ہوتی تھی۔ انتقام کی تحریک نے اس کے دل میں ایک مستقل بے چینی پیدا کردی۔ لیکن انتقام لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ملکہ ہمیشہ کلیب کے ساتھ رہتی اور اس کی اسے اجازت نہ تھی کہ ماں کے دل کو کسی طرح بھی چوٹ لگے۔ اس کے علاوہ کسی انسان کی جان لینی بذاتِ خود ہی بڑا مشکل کام ہے اور پھر ہملٹ جیسے نرم دل کے لئے! مگر پھر بھی باپ کا حکم اُسے ہر وقت پریشان رکھتا اور جوں جوں وقت گذرتا اُسے گناہوں کی سیاہ دیواریں ہر طرف سے اُٹھتی معلوم ہوتیں اور ایسا معلوم ہوتا کہ نافرمانی کی خوفناک بھیانک دیوی اُسے مُنہ پھاڑے گھور رہی ہے۔

آخر وہ انسان ہی تھا' اس کے دماغ میں خیالات آتے اور چلے جاتے لیکن مسلسل غور اور لگاتار انہماک نے اس کے ارادے کو متزلزل کردیا اور وہ پھر سوچنے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی بُھوت ہو جس میں شکل بدلنے کی طاقت ہے۔ چنانچہ اب اس نے فیصلہ کیا کہ اپنی ذاتی تحقیقات بھی کرے اور پھر اُس روح کے مطابق کام کیا جائے۔

انہی دنوں جبکہ اس کی یہ ناگفتہ بہ حالت اُسے شش و پنج اور شک و شبہ میں ڈالے ہوئے تھی۔ ایک سوز اس کے

پاس چند لوگ آئے جو کسی واقعے کو تمثیل کی صورت میں پیش کرنے کے ماہر تھے اور جن سے وہ پہلے بھی خوب واقف تھا۔ وہ انکی اداکاری سے بیحد دلچسپی رکھتا تھا خصوصًا ان میں سے ایک شخص نے تو ہملٹ کو اپنا دیوانہ بنا لیا تھا۔ وہ اُن لوگوں سے نہایت تپاک سے ملا اور اُسی شخص سے درخواست کی کہ وہی مکالمہ پھر سُنائے جس کے دُہرانے میں وہ مشتاق ہے۔

اس نے دُہرانا شروع کیا:ـــــ بادشاہ طیران کی دردناک موت شہر اور رعایا کی تباہی اور بربادی اور اس افرا تفری میں شاہ طیران ملکہ حکیبہ کی حسرتناک حالت سُنی تو (جبکہ وہ اُس سر پر جہاں تاج شاہی ضیا پاشی کرتا تھا ایک پھٹا سا کپڑا ڈالے، ننگے پاؤں اور اسی جسم پر جہاں شاہی لباس زینت دیتا تھا۔ ایک میلا سا چیتھڑا پہنے اپنی ساقہائے سیمیں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے گھبرائی ہوئی اور اپنے شوہر کی یاد میں اس کی دردناک موت پر خون کے آنسو بہاتی، رنج و غم میں ڈوبی اِدھر سے اُدھر پریشان حال خستہ صورت پھر رہی تھی) نہ صرف ہملٹ کے ساتھیوں کی آنکھوں سے سیلاب اشک بہا دیا بلکہ وہ شخص خود بھی شکستہ آواز میں ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا گلا خشک ہوگیا ہے اور رنج کے مارے آواز اس کا گلا پکڑ رہی ہے۔

یہ دیکھ کر ہملٹ اپنے دل میں بڑا نادم ہُوا کہ یہ شخص جس کا ملکہ حکیبہ سے قطعًا کوئی تعلق نہیں اور جس کی ہڈیاں تک پس پسا کر خاک ہو چکیں۔ اس کی حالت زار پر متاثر ہو اور میں جس کے دل پر باپ جیسی مشفق اور پاک ہستی کا صدمہ ہے۔ اس کا حکم بھی پورا نہ کر سکوں اور جذبۂ انتقام تیز ہو ہو کر سرد ہو جائے۔ اسی حالت میں جب وہ اداکار انکی اداکاری اور تماشبینوں پر اس کے زبردست اثر کے خیال میں محو تھا اس کو وہ واقعہ یاد آگیا۔ جبکہ تماشہ گاہ میں ایک قاتل نے انہی حالات میں جن میں اس نے قتل کیا تھا تماشے میں ایک قتل ہوتے دیکھا تو عین موقع پر وہ اس قدر مؤثر ہُوا کہ اپنے آپ کو بالکل بھُول کر اس نے اقرار جرم کر لیا۔ اِس خیال کے آتے ہی اس نے سوچا کہ اگر ایک ایسا کھیل تیار ہو جائے جو اِس کے باپ اور بادشاہ ہملیت کے قتل سے ملتا جلتا ہو تو وہ اس میں کلیب کو بلا کر اسکی حالت کا جائزہ لیگا اور یقینی طور پر پتہ چلا لیگا کہ آیا وہ قاتل ہے یا نہیں۔

چنانچہ اسی قسم کا ایک کھیل تیار کیا گیا اور اسی طریقے سے جیسا کہ "روح" نے بتایا تھا قتل دکھایا گیا اور جب کھیل مکمل ہوگیا تو اصلی تماشے کا وقت مقرر ہُوا جس میں جیرتیبہ اور کلیب دونو مدعو تھے۔

تماشے کی کہانی یہ تھی کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ ہے اور ایک سہ پہر کو جبکہ وہ حسب معمول اپنے باغ میں پڑا سویا ہوتا ہے۔ اس کا ایک قریبی عزیز چُپکے سے آکر بادشاہ کو عالم خواب میں بے خبر دیکھ کر اس کے کان میں زہریلا عرق ڈال دیتا ہے اور پھرـــــ تھوڑے ہی دنوں میں مرحوم بادشاہ کی بیوی کا دل موہ کر اُس سے فورًا ہی شادی کر لیتا ہے۔ تماشے میں بادشاہ کلیب معہ ملکہ جیرتیبہ و ارکین دربار موجود تھے مگر اُس جال سے جو اس پر پھیلایا جا رہا تھا

قطعاً ناواقف۔

ہملٹ کلیب کے قریب ہی بیٹھا تاکہ اس کے بدلتے ہوئے تیور پہچان لے۔ تماشہ شروع ہؤا:۔

ملکۂ سلطنت، بادشاہ کے آگے سر جھکائے اقرارِ محبت کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تمہارے پسینے کی جگہ میرا لہو بہے گا۔ تمہاری ادنےٰ سی تکلیف میری روح تڑپا دیگی۔ اگر خدانخواستہ نصیب دشمناں تمہاری آنکھ بند ہوگئی تو یہ جسم خاکی پھر کسی کی ملکیت نہ ہوگا اور میں ساری عمر تمہاری یاد میں جوگن بن کر جنگلوں میں اور وادیوں میں بسر کردونگی میرے پیارے شوہر! وہ عورت شریف کہلانے کی ہرگز بھی مستحق نہیں جو دوسری شادی کرے۔ کیونکہ ایسا وہی عورتیں کرتی ہیں جو اپنے پہلے شوہروں کو قتل کر دیتی ہیں۔۔۔۔"

ہملٹ نے دیکھا کہ کلیب کے چہرے کے رنگ بدلنے شروع ہو گئے اور یہ بات بادشاہ و ملکہ دونو کو نہایت ناگوار گذری۔ اور پھر اس کے بعد جب بادشاہ کے قریبی عزیز نے اُسے باغ میں سوتے ہوئے زہر دیا ——— تو اس موقع پر کیونکہ کلیب کے ناہنجار ہاتھ بالکل اسی طریقے پر قتل کر چکے تھے، اس کی طبیعت بگڑ گئی اور ایسا معلوم ہؤا کہ اس کا ضمیر نہ صرف اُسے ملامت کر رہا ہے بلکہ تیر اور نیزے جو اس کے سینے کو زخمی کئے دیتے ہیں۔ اس کا چہرہ اُتر گیا ——— ہملٹ نہایت انہماک کے ساتھ مطالعہ کر رہا تھا۔

بالآخر اُس سے نہ رہا گیا اور دفعتاً کسی بہانے سے تھیٹر سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بادشاہ کے جاتے ہی تماشہ بند کر دیا گیا اور ہملٹ نے حارث کے سامنے قسم کھائی کہ جو کچھ اُس "رُوح" نے کہا تھا حرف بحرف صحیح ہے اور وہ اب انتقام لے کر ہی رہے گا۔ بیشک کلیب اپنے بے گناہ بھائی کا قاتل ہے۔ لیکن پیشتر اس سے کہ وہ کوئی اور فیصلہ کرتا، چوبدار نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ملکۂ عالم آپ کو اسی وقت اپنے خاص کمرے میں بلاتی ہیں۔ لیکن اس کی تہ میں وہ ذات کام کر رہی تھی جو کلیب کے نام سے موسوم تھی۔ اس نے ملکہ سے کہا کہ وہ شہزادے کو بتا دے کہ اس کے اس فعل نے دونو کو بیحد تکلیف دی ہے۔ اس کے علاوہ اس خیال سے کہ مادرانہ شفقت سے مغلوب ہو کر ملکہ وہ تمام باتیں جو ہملٹ سے ہوں اور جن کا معلوم ہونا کلیب کے لئے نہایت ضروری ہو اُس سے نہ کہے، اُس نے پاموس کو جو اُس کشتی کی طرح تھا جو آسمان پر ٹکٹکی لگاتی ہے اور جو اس قسم کے معاملوں میں ماہر تھا بُلایا اور حکم دیا کہ کسی پردے کے پیچھے چھپ کر تمام گفتگو سُنکر ہمیں بتائے جسے پاموس نے نہایت خوشی سے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ہملٹ جب اپنی ماں کے پاس پہنچا تو اس نے گول مول باتوں میں اسکی حرکات کے متعلق باتیں کرتے ہوئے کہا "تمہاری اس حرکت نے تمہارے **باپ** کو سخت ناخوش کیا ہے (باپ سے اس کا مطلب کلیب تھا جو اس کی ماں کا شوہر ہونے کی وجہ سے اس کا بھی باپ ہؤا)

ہملٹ کو یہ سُنکر نہایت قلق ہؤا کہ اس کی ماں کلیب جیسے ذلیل شخص کو "باپ" جیسے مقدس اور عزیز نام سے

پکارے۔ اس نے کسی قدر ترش روئی سے کہا" اماں! تم نے میرے باپ (ہملیٹ) کی بالکل قدر نہ کی ہے"

"کیسا فضول جواب ہے"؟ ملکہ نے لاپروائی سے کہا۔

فضول؟ اماں یہ تمہارے سوال کا بالکل ٹھیک جواب ہے"! شہزادے نے گرم جوشی سے جواب دیا۔

تمہیں معلوم ہے تم اس وقت کس سے گفتگو کر رہے ہو"؟ جرتیہ نے ذرا سختی سے کہا۔

ہاں ہاں تم اپنے اس شوہر کے" جس سے تم نے کتنے ہی نباہ کے جھوٹے وعدے کئے" کلیب جیسے محسن کش بھائی کی بیوی ہو اور —— میری ماں۔ کاش! تم یہ نہ ہوتیں!" ہملٹ نے پلٹ کر جواب دیا (انتقام اور ماں کی محبت کے متضاد جذبات آپس میں متضاد تھے)۔

"اچھا اگر تمہارے یہی وطیرے ہیں تو میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔ اب وہ بات کرینگے جو تم سے زبردست ہیں۔ . . ." یہ کہہ کر وہ کلیب کو بھیجنے جانے والی تھی کہ ہملٹ نے اسے پکڑ لیا اور تنہا پاکر زبردستی بٹھا دیا تاکہ شاید اس کے سمجھانے سے وہ اپنے افعال پر نادم ہو۔

ملکہ سہم گئی اور یہ خیال کر کے کہ کہیں وہ جنون اور دیوانگی میں کوئی نامعقول حرکت نہ کر بیٹھے۔ خوف میں اس کی چیخ نکل گئی' اور —— پردوں کے پیچھے سے کوئی گھبرائی ہوئی آواز میں چیخا "مدد! مدد!" ہملٹ جو اس وقت جوش میں بھرا ہوا تھا' آواز سنکر یہ سمجھا کہ یہاں کلیب ہی چھپا ہوا ہے اور اس طرف لپکا۔ اس نے اپنی چمکدار تلوار جس کی ضیا پاش شعاعیں آنکھوں میں چکا چوند کر رہی تھیں نکال کر پردے کے پیچھے چھپے ہوئے شخص کے آناً فاناً کھیرے ککڑی کی طرح دو ٹکڑے کر دیئے مگر —— جب اس نے لاش کو باہر کھینچا تو وہ —— پاموس کی لاش! ملکہ جو مبہوت سی سہمی ہوئی بولی "تم نے کس قدر خوفناک اور خون آشام ——"!

ہملٹ فوراً ہی بول اٹھا "بیشک! مگر تمہارا فعل اس سے کہیں زیادہ شرمناک ہے۔ تم وہ ہو جس نے ایک بادشاہ کی جان لی اور پھر اس کے بھائی کے ساتھ شادی کی ——"

اگرچہ والدین کی لغزشوں پر بچوں کو نہایت نرمی' ادب اور فرمانبرداری سے معاملے کو یکسو کر دینا چاہیئے مگر کسی بڑے اور سنگین جرم پر ایک بیٹا اپنی حقیقی ماں سے سختی سے بھی پیش آسکتا ہے۔ اگر یہ سختی محض اس لئے ہو کہ وہ اس کو بری باتوں سے باز رکھے اور اس لئے نہیں کہ گستاخی اور نافرمانی سے انکے دلوں کو دکھائے۔

اب اس نیک شہزادے نے نہایت مؤثر الفاظ میں اس کے افعال پر تاسف ظاہر کیا کہ وہ اس کے باپ کو اس قدر جلد بھول گئی اور اپنے شوہر کے قاتل بھائی سے شادی کر لی۔ اس نے جو وعدے اپنے شوہر سے کئے تھے وہ سب باطل نکلے اور اس سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام عورتوں کی قسمیں جواریوں کی طرح جھوٹی ہوتی ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ مذہب بھی لفاظی کا اکھاڑہ اور دھوکہ و فریب کا چکر ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ

اس کے اس فعل سے تمام فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور مادرِ گیتی ایسی بیٹی جننے سے شرمسار ہے۔

ہملٹ اپنے جوش میں کہے جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ سامنے تصویروں پر پڑی اور اس نے وہ تصویریں اپنی ماں کو دکھائیں اور اُن دونو کا فرق جتایا ـــــ ایک تصویر اس کے مرحوم اور پہلے شوہر کی تھی۔ دوسری تصویر اس کے موجودہ اور دوسرے شوہر کی تھی۔

"میرے باپ کی تصویر! کس قدر نورانی چہرہ لئے ہے۔ صورت سے کس قدر رعب و داب برستا ہے۔ یہ مجسمۂ حسن و معصومیت ہے اور یہ! تمہارے اس شوہر کی تصویر ہے! کس قدر مکروہ! صورت سے پھٹکار برستی ہے..... " ہملٹ کی آواز بھرا گئی۔

ہملٹ کی اس تقریر سے جرٹیرڈ نے اپنی حالت پر غور کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ اس کی روح بالکل تاریک اور گناہوں سے گھری ہوئی ہے اور پھر ہملٹ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے شوہر کے قاتل کے ساتھ اس کی بیوی کی طرح رہ سکی۔ یہ قاتل وہ ہے جس نے ایک قزاق کی طرح دھوکے اور فریب سے اس کے تاج و تخت پر ڈاکہ زنی کی ـــــ وہ یہاں تک پہنچا ہی تھا کہ ہملیت کی روح ظاہر ہوئی۔ اس نے خوف و ہراس میں متعجب ہوکر اس سے وہاں آنے کی وجہ پوچھی جس کے جواب میں اس نے ہملٹ کو یاد دلایا کہ اُسے انتقام لینا ہے جس کا اس نے وعدہ کیا تھا اور جسے ہملٹ شاید بھول سا گیا تھا۔ اس نے اُسے اپنی ماں سے زیادہ گفتگو کرنے سے منع کیا کہ مبادا رنج و خوف سے اس کے قلب کی حرکت بند ہو جائے۔ اس کے بعد روح غائب ہوگئی ـــــ لیکن اُسے صرف ہملٹ ہی دیکھ سکا اور اگرچہ اس نے اشارہ کرکے دکھایا بھی مگر جرٹیرڈ نہ دیکھ سکی جو ڈر رہی تھی کہ نہ معلوم وہ کس سے گفتگو کر رہا ہے اور وہ سمجھی کہ پھر دیوانگی کا دورہ اُٹھا ہے۔ لیکن ہملٹ نے اس سے التجا کی کہ خدارا! مجھے دیوانہ سمجھ کر اپنے آپ کو خوش نہ کرو۔ میرے ہوش و حواس درست ہیں اور تمہارے ہی افعال نے میرے باپ کی روح کو اس زمین پر جو ایک بے گناہ کے خون سے رنگی ہے بُلایا ـــــ" اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ گڑگڑایا اور اُس سے درخواست کی کہ اپنے افعالِ گذشتہ سے توبہ کرے اور آئندہ سے علیحدہ رہنے کا تہیہ کرے اور وہ جب وہ دیکھے گا کہ اس کے دل میں اس کے باپ کی یاد موجود ہے تو وہ ایک فرمانبردار بیٹے کی طرح اپنی مقدس ماں کے سامنے دُعاؤں کے لئے اپنا سر جھکا دیگا۔ ملکہ کا دل اب بھر چکا تھا۔ وہ اپنے افعال پر نادم تھی اور انسان کی خدائی طاقت ضمیر کی صورت میں اُسے ملامت کر رہی تھی۔ وہ سمجھی اور سنبھلی ڈری اور توبہ کی اور شہزادے سے وعدہ کیا کہ وہ اس کی ہدایات کے مطابق عمل کریگی۔ اس کے بعد ملکہ وہاں سے چلی گئی۔ ملکہ کے جانے کے بعد شہزادے نے پاموس کی نعش کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ کیونکہ وہ اسکی محبوبہ حسین کا باپ تھا!

(۳)

پاموس کے قتل سے کلیب کو ایک بہانہ ہاتھ لگ گیا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ "خون کا بدلہ پھانسی" کے مطابق اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیتا مگر رعایا کا رنگ دیکھ کر، چونکہ ہملٹ نہایت ہر دلعزیز تھا اور یہ دیکھ کر کہ ملکہ شہزادے پر باوجود اس کے کہ وہ اس کے باپ کے ساتھ باوفا ثابت نہیں ہوئی فریفتہ ہے، مجبور تھا اور بے بس! وہ طیش کھا کر رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اس نے ایک اور چال چلی۔

یہ کہہ کر ممکن ہے رعایا پاموس کے قتل کا مطالبہ کرے اور قانوناً اس کی زندگی بھی خطرے میں ہے کلیب نے ملکہ سے مشورہ کیا کہ اگر اس کی زندگی عزیز ہے تو اسے کہیں باہر بھیج دینا چاہئیے۔ ملکہ نے اس سے اتفاق کیا اور ہملٹ کی خدمت کے لئے دو ملازم بھی ساتھ کر دیئے جو حقیقتاً بادشاہ کے قاصد تھے جن کے ذریعہ اس باجگزار والئے سلطنت کو حکم دیا گیا تھا کہ ہملٹ کو اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی قتل کر دیا جائے اور اس کی کوئی سنگین مگر جھوٹی وجہ بھی لکھ دی ——— جہاز روانہ ہو گیا!

آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر ہُو کا عالم، سنسان وقت، ہر طرف سناٹا چھایا ہوا، اوپر ہلکی طاؤسی ردائے آسمانی، نیچے سمندر کا نیلگوں پانی، جہاز سینۂ آب چیرتا ہوا اس طرف چلا جا رہا تھا جہاں کلیب کا خیال تھا۔ ہملٹ اپنی جان دینے جا رہا تھا۔ چاندنی لٹک چٹک کر مغنیۂ بحر سے کھیل رہی تھی اور ٹھنڈی ہوا تھکے ماندوں کو لوری دے رہی تھی۔ اِدھر تکان اُدھر لوری، ٹھنڈی ہوا اور سینۂ آب قاصدوں پر خواب کی دیوی کا سحر کام کر گیا اور وہ دونو نیند کی آغوش میں دُنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گئے۔ مگر ہملٹ کو نیند کہاں؟

دل میں ایک تذبذب سا پہلے ہی تھا، اب خیال یقین سے بدل گیا کہ ضرور اس میں کوئی سازش ہے ورنہ اس قدر سنگدل انسان قطعی رحم و ہمدردی کا حامل نہیں ہو سکتا۔ قاصدوں کی تلاشی لی تو چھپا ہوا ایک خط نکلا۔ پڑھا تو اپنی موت کا پیغام تھا۔ اُسے رنج بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ لیکن ہنسا اور نہایت ہوشیاری سے اپنی جگہ اُن دونو کا نام لکھ دیا۔ اور خط کو اس جگہ رکھ دیا۔ ابھی اس سے فارغ ہوا ہی تھا کہ بحری قزاقوں نے حملہ کر دیا۔ بھلا یہ بوسیدہ جہاز کہاں سے فولادی جگر لاتا کہ انکا مقابلہ کر سکتا، فوراً ہی جو کچھ تھا لُٹ گیا اور دونو قاصدوں کو لے کر اس طرف چل دیا جہاں موت کی بھیانک دیوی خوفناک منہ پھاڑے بیٹھی انکا انتظار کر رہی تھی۔

ادھر ہملٹ نے ننگی تلوار سے تن تنہا وہ جوہر شاہی دکھائے کہ قزاق بھی عش عش کرنے لگے اور یہ معلوم کر گئے کہ وہ شہزادہ ہے انہوں نے اِس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کہ شاید وہ انکو بادشاہ بننے کے بعد اس کا بدلہ دے اور قریب ہی کسی بندرگاہ پر بخیر و عافیت پہنچا دیا ——— اور ہملٹ وطن کو روانہ ہوا۔

ہملٹ ابھی قصر شاہی میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس نے دیکھا بہت سے لوگ جن میں کلاڈیس اور جرٹروڈ بھی شریک تھے شاہی قبرستان میں کسی کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں۔ مصیبت اکیلی نہیں آتی بلکہ رنج و غم ہر طرف سے انسان کو جکڑ دیتے ہیں۔ ابھی اپنی آفت سے چھٹکارا نہیں ملا تھا کہ اپنی محبوبہ صوفیہ کی موت کا حال معلوم کر کے ہملٹ سکتے کے عالم میں رہ گیا۔

صوفیہ ایک حور تھی جس پر خوبصورتی نثار ہوتی تھی اور ایک عورت تھی جس پر خجست قربان! وہ فرمانبردار تھی۔ اور معصوم۔ اس کا دل انسانیت اور ہمدردی سے لبریز تھا۔ باپ کا قتل وہ بھی اپنے چاہنے والے کے ہاتھوں۔ ایسی چیز نہ تھی جو اثر کئے بغیر رہتی۔ اس نے اس کا دماغ معطل کر دیا اور دل کی حالت دیوانوں کی سی کر دی۔ وہ کبھی باپ کی موت کا ماتم کرتی اور کبھی جنگل میں محبت کے ترانے گاتی پھرتی۔ اس کی درد ناک آواز اشجار کو بھی سُن کر دیتی اور دریا کا پانی بھی دیوانہ وار اُچھلنے لگتا۔ وہ کسی عورت کو دیکھتی تو روتی اور پھر ہنستی۔ وہ رستے میں پھول بکھیرتی جاتی اور باپ یا ہملٹ کی صدا اس کے نازک لبوں سے بہت دُور اور دیر تک نکلتی رہتی۔

ایک روز جبکہ آفتاب غروب ہو رہا تھا اور یہ معصوم ہستی اپنے ہاتھوں میں سُنبل و ریحان ہار سنگھار کے ڈنٹھلوں اور سبز پتیوں سے گندھے ہوئے ہار اور گلدستے لئے ایک شاہ بلوط کے درخت پر بیٹھی ہوئی محبت کے درد ناک نغمے الاپ رہی تھی کہ باپ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ وہ بے توجہی سے ہاتھ میں ہار لئے ایک کمزور سی ٹہنی پر جُھکی جو اس کا بوجھ نہ سہار سکی۔ اور وہ نیچے دریا میں گر پڑی جہاں شاہ بلوط اپنا سایہ کئے ہوئے تھا مگر اب بھی اپنی حالت سے ناآشنا۔ اُس نے ایک دفعہ پھر وہی درد ناک نغمے دریا اور درختوں کو سُنائے اور بھولے ہوئے افسانوں پر روئی —— اس کے کپڑے اب بھیگ کر بھاری ہو گئے تھے۔ اس لئے ..... مادرِ گیتی نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا ..... !

ہملٹ ایک طرف کھڑا ہُوا اس کی تدفین کو دیکھ رہا تھا۔ ملکہ جرٹروڈ غمناک آنکھوں سے اس کی قبر پر پھول چڑھا رہی تھی اور رُک رُک کر کہہ رہی تھی "پیاری بیٹی! مجھے کیا خبر تھی کہ یہ ہاتھ جو تجھے لباسِ عروسی پہنانے کے متمنی تھے۔ اِن پھولوں سے آراستہ کریں گے۔ کاش یہ آنکھیں تجھے اپنے پیارے بیٹے کی دلہن بنے ہوئے دیکھتیں ...... آہ! تو آج بجائے تختِ عروسی کے تاریک لحد کے آغوش میں جاتی ہے —— !"

صوفیہ کی نیک دلی، خدمت، محبت اور فرمانبرداری نے اپنے بھائی کو اپنا عاشقِ زار بنا رکھا تھا۔ اُس سے نہ رہا گیا اور اپنی بہن سے لپٹ گیا اور بے قابو ہو کر چلایا "کاش! مجھے موت آجائے اور لوگ مجھے بھی میری بہن کے ساتھ ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا دیں ——"

اب ہملٹ سے نہ رہا گیا وہ بے قابو اور بے قرار ہوگیا۔ محبت نے اُسے دیوانہ کر دیا اور اس طرف لپکا ــــ صوفیہ کے گلابی لبوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی ــــ!

لائرٹی جو انتہائے غم سے پاگل ہو رہا تھا اپنے باپ کے قاتل ہملٹ کو دیکھ کر جو اس کی پیاری بہن کی موت کا بھی باعث ہوا آپے سے باہر ہوگیا اور اس کا گلا پکڑ کر بھوکے شیر کی طرح اس پر جھپٹا مگر فوراً ہی لوگوں نے الگ کر دیا۔

تجہیز و تکفین کے بعد دلوں کی کیفیت لکھنی مشکل ہے۔ ہر شخص اپنے خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا۔ لائرٹی اور ہملٹ دونو صوفیہ کی درد انگیز اور حسرت ناک موت پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ بعد ازاں ہملٹ نے لائرٹی کی گستاخی کو معاف کر دیا اور وہ بھی صبر کر کے خاموش ہوگیا۔

دونو دوست ہو گئے ــــ!

کلیب پیچ و تاب کھا رہا تھا اب اس نے ایک اور چال چلی۔ تھوڑے دن گذر جانے کے بعد اس نے لائرٹی کو بلایا اور کہا کہ اُسے اپنے باپ کے خون کا بدلہ ضرور لینا چاہئے اور اس کے جذبات کو اُبھار کر اسے ایک ترکیب بھی بتائی کہ ایک دن شمشیر زنی کا مقابلہ مقرر کیا جائے اور لائرٹی زہر آلود تلوار سے ہملٹ کو قتل کر دے ..... وغیرہ۔ ایک روز جبکہ دونو دوست بیٹھے ہوئے تھے باتوں ہی باتوں میں لائرٹی نے شمشیر زنی کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا ہم کو بہت دن ہو گئے ہیں آؤ کسی دن ــــ ہملٹ بیچارہ فریب کے جال سے بالکل بے خبر راضی ہوگیا اور مقابلے کا دن مقرر ہوا۔

ہر طرف لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے اور چونکہ وہ دونو فن سپاہ گری کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے خیال آرائی ہو رہی تھی کہ نہ معلوم جیت کس کی ہو۔

ملکۂ جیریسہ اور دغا باز کلیب بھی موجود تھے۔ دستور کے موافق تلواریں بغیر دھار رکھی ہوئی استعمال ہونی چاہیئے تھیں۔ چنانچہ ہملٹ نے ایک معمولی تلوار اُٹھائی لیکن لائرٹی نے ہدایت کے موافق دھار رکھی ہوئی تلوار اُٹھائی جو زہر میں بجھی ہوئی تھی ــــ مقابلہ شروع ہوا۔

شروع شروع میں لائرٹی نے ہملٹ کو حملہ کرنے کا موقعہ دیا۔ اس جھوٹی جیت پر کلیب نے مصنوعی انتہائے مسرت کا نعرہ لگایا اور اس کی فتح کی دُعا مانگی۔ جوں جوں لمحات گذرتے گئے، لائرٹی کو جوش آتا گیا اور دفعتہً تلوار کا ہملٹ کے سینہ میں کاری زخم لگایا جو خلاف قانون تھا۔ اس سے ہملٹ کو بھی جوش آگیا اور طیش میں آکر اس کی زہر آلود تلوار اپنی تلوار سے بدل کر اُسی سے لائرٹی کے قلب پر

زبردست حملہ کیا ——— دفعتہً ملکہ چیخی ——— "زہر۔ زہر!"

بدمعاش کلیب نے یہ خیال کرکے کہ ممکن ہے لائرٹی چوک جائے اور ہملٹ داؤں سے نکل جائے۔ یہ تجویز کی کہ جب وہ جوش میں آکر پانی مانگے تو زہر ملاکر اس کا خاتمہ کردیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک گلاس میں زہر ملاکر رکھ دیا۔ پیاس کی شدت سے ملکہ نے جسے اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا، وہی زہر کا پانی پی لیا اور زہر ——— تمام جسم میں پھیل گیا......

ہملٹ رُکا اور سنبھلا اور کچھ شبہ کرتے ہوئے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تاکہ تحقیق کی جائے۔ مگر لائرٹی جو اب قریب المرگ تھا آگے بڑھا اور کہا "تحقیقات کرنے کی ضرورت نہیں۔ ملکہ نے وہ زہر پی لیا ہے جو تمہارے چچا نے تمہارے لئے رکھا تھا ———" اور تمام حال کہہ سُنایا کہ کلیب ہی کے ایما سے مقابلہ مقرر کیا گیا اور اس کی تلوار ایسے زہر میں بجھائی گئی جس کا کوئی علاج نہیں اور زخم کے آدھے گھنٹے بعد موت یقینی ہے۔ وہ آخری بار بولا "خدارا! مجھے معاف کردینا، میری زندگی اب ختم ہونے والی ہے۔ کیونکہ زہر اپنا کام کرچکا ہے اور ساتھ ہی تم بھی آدھے گھنٹے سے زیادہ نہ جی سکو گے ———"

اب سارا راز افشا ہوچکا تھا۔ ہملٹ نے لپک کر زہر آلود تلوار آدھی سے زیادہ کلیب کے سینے میں پار کردی اور اس طرح اپنا وعدہ پورا کردیا جو اس نے اپنے باپ کی روح سے کیا تھا ——— ہملٹ کا دوست ہارشیو آگے بڑھا کہ اُسی تلوار سے اپنا بھی خاتمہ کرلے مگر ہملٹ نے اُسے منع کیا اور درخواست کی کہ وہ ابھی زندہ رہے اور دُنیا کو انتقام اور محبت کی کہانی سُنادے۔

ہملٹ کی پاک زندگی عین عالم شباب میں یوں ختم ہوئی اور دغاباز کلیب اپنے کیفر کردار کو پہنچا ✤

جلسہ دیہات سدھار منعقدہ ۶ جنوری ۱۹۳۵ء

لالہ رام چندر صاحب بی اے ۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کرنال وسیکرٹری دیہات سدھار کمیٹی کرنال

یہ جلسہ زیر صدارت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع کرنال بمقام کوٹھی نہر موضع بڑتھل تحصیل کرنال منعقد ہوا جس میں چھ سو اشخاص شامل تھے ۔ مختلف محکمے کے ذمہ دار افسران نے حسب ذیل تقاریر کیں ۔

(۱) سول سرجن صاحب بہادر نے فرمایا ۔ کہ تندرستی سے بڑھ کر دُنیا میں اور کوئی شے نہیں ۔ اِسے قائم رکھنے کے لئے مناسب آگ ۔ پانی ۔ زمین اور ہوا کی ضرورت ہے ۔ آگ یا حرارت کا منبع سورج ہے ۔ حرارت عزیزی مناسب خوراک کھانے سے قائم رہتی ہے ۔ سورج سے ہی دُنیا روشن ہے اور روشنی کے حصول کے لئے دیہات والوں کو اپنے مکانوں میں روشندان اور دروازے بالمقابل رکھنے چاہئیں ۔ صاف ہوا بھی اسی وقت مل سکتی ہے جبکہ مکانوں میں روشندان اور کھڑکیاں ہوں ۔ پانی صاف اور اچھے کوئیں کا پینا چاہئے ۔ یاد رکھو اس مکان میں جہاں مویشی باندھے جاتے ہوں تمہیں صاف ہوا نہیں ملے گی ۔ کیونکہ ان کے سانس لینے سے ہوا گندی ہو جاتی ہے ۔

(۲) ہیلتھ افسر صاحب بہادر نے بتلایا کہ گذشتہ زمانے یعنی سکندر کی آمد کے وقت جس کو آج اڑھائی ہزار سال کا عرصہ ہو چکا ہے ہندوستان کے لوگ خوشحال تھے ۔ گاؤں صاف اور ستھرے تھے مگر اب گاؤں کا نظارہ قابل نفرت ہوتا ہے ۔ چاروں طرف کوڑیاں بکھری ہوئی ۔ گلیاں گندی ۔ گاؤں کے اندر اور باہر گندے پانی کے گڑھے ملینگے ۔ پس ہمیں اپنی گذشتہ عظمت کو واپس لانا چاہئے ۔ اس عظمت کو واپس لانے میں کچھ خرچ نہ ہوگا ۔ کوڑیاں گاؤں سے پچاس گز کے فاصلے پر گہرے گڑھے کھود کر ڈالی جائیں ۔ ہفتہ وار گلیوں کو صاف کرا دیا جایا کرے ۔ گندی نالیاں گاؤں کے باہر اور کسی گڑھے میں اپنی آلائش ڈالتی ہوں ۔ کوئیں کے آس پاس کوئی کھاد کا گڑھا نہ ہو ۔ کیونکہ اس طرح کھاد کا پانی رِس رِس کر کوئیں میں چلا جاتا ہے ۔ اور پانی گندہ ہو جاتا ہے ۔ ملیریا سے بچنے کے لئے مسہریوں کا استعمال کرنے اور مچھروں کو مارنے کے لئے تالابوں اور جوہڑوں میں خاص قسم کی مچھلی جو کہ ملیریا کے کرموں کو کھاتی ہے ۔ پالنے کے لئے لوگوں کو ہدایت کی ۔

(۳) ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب نے لوگوں کو بتلایا کہ ہمارا مطلب اس وقت اعلےٰ تعلیم سے نہیں بلکہ ابتدائی تعلیم سے ۔ کیونکہ آپ لوگ چھ سال سے گیارہ سال تک کی عمر کے بچوں سے کوئی امداد اپنے کام متعلقہ زراعت

وغیرہ میں نہیں لے سکتے۔ وہ اس عمر میں گلی کوچوں میں کوڑا کرکٹ اچھالتے رہتے ہیں اور زمینداروں کے بچّے حصہ شت پرائمری تک فیس سے معاف ہیں۔ اچھوت اور جرائم پیشہ اقوام کے بچّوں کو علاوہ معافی فیس کے سرکار سامان نو وخواند بھی مُفت مہیا کرتی ہے۔ اس لئے اگر اس وقت سے فائدہ نہ اُٹھایا گیا۔ تو یہ آپکا قصور ہوگا۔

(۴) ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب بہادر محکمۂ زراعت نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ذکر کیا کہ آپ کو یہاں بُلانے کا مُدعا یہ ہے کہ آپ کو بیدار کیا جائے۔ کہاوت مشہور تھی " اُتم کھیتی مدھم بیوپار وغیرہ"۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اب لوگوں نے اس مثل کو بھلا دیا ہے۔ کھیتی سے نفرت ہے۔ آپ کو چار باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) زمین کی تیاری خواہ ترقی دادہ آلات سے ہو خواہ دوسرے آلات سے۔

(۲) عمدہ بیج جیسے محکمۂ زراعت بڑی آزمائشوں اور تجربوں سے تیار کرتا ہے۔ بویا جائے تاکہ پیداوار اُمید سے زیادہ ہو۔

(۳) ایکھ کی پتی ضائع نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ جانوروں کے لئے نرم بستر ہے۔ کھاد میں اضافہ ہو۔

(۴) اس علاقے میں ایکھ کی فصل کاشت کی جائے۔ کیونکہ یہ بہ نسبت دوسری فصلوں کے منافع دینے والی جنس ہے۔

ٹوپ بورر (گنے کے کیڑے) کی بیماری کا لوگوں کو مشاہدہ کرایا اور اس بیماری کے نیست و نابود کرنے کے لئے گنے کی فصل کو ۱۵ فروری سے پہلے ختم کرنے کے لئے ہدایت کی۔

(۵) صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر محکمۂ زراعت نے ضلع کرنال کے زمینداروں کی سُستی کی خیالیں پیش کیں اور مغربی و وسطی پنجاب کے زمینداروں سے اُن کا مقابلہ کیا۔ گندم کی مختلف اقسام یعنی ۸ الف ۸ ع و ۹ الف ۵ ع و D9 کے وقت کاشت اور کس قسم کی زمین میں کونسی قسم عمدہ پیدا ہو سکتی ہے کا ذکر کیا۔

(۶) ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب وٹیرنری ڈیپارٹمنٹ نے فرمایا کہ مویشیوں کے اچھا ہونے سے ہی ہم میں بیماریوں سے بچنے کے لئے طاقت مقابلہ پیدا ہوگی۔ علم حاصل کرنے کے لئے دماغ اچھا بنے گا۔ اور زراعت کا کام عمدگی سے ہو سکے گا۔ نکمی نسل کے سانڈوں کے چھوڑنے کو ثواب نہیں بلکہ گناہ بتایا۔ مویشیوں کے تھانوں کو نرم اور صاف رکھنے کی تاکید کی۔ سخت تھان سے پیدا ہونے والی بیماری کا مفصل ذکر کیا۔ متعدی امراض سے جانوروں کے بچانے کے لئے مفید ہدایات دیں۔

(۷) انسپکٹر صاحب کواپریٹو سوسائٹیز نے زمیندار کو گورنمنٹ کی بھولی رعایا سے تشبیہ دی اور خرچ کو آمدنی سے کم کرنے کے لئے زور دیا۔ ساہوکار اور بنک کے قرضہ کا مقابلہ کرتے ہوئے بتلایا کہ ساہوکار کا قرضہ تین سال اور بنک کا قرضہ آٹھ سال میں دُگنا ہو جاتا ہے۔ بنک کے حسابات بھی ساہوکار کے حسابات سے زیادہ باقاعدہ ہوتے ہیں۔ گاؤں میں پنچایتوں کی ضرورت کا سامعین کو احساس کرایا گیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ

پنچایتیں اصل معاملے کو عدالتوں کی نسبت زیادہ جانتی ہیں ۔ لوگ متاثر ہوئے ۔

(۸) ملک محمد عمر اکرم ایم ۔ بی سکول پانی پت نے اشتمال اراضی کے فوائد چوری کے نقصانات بنک اور راجہ ہل کے فوائد سود کی خرابیاں صفائی کی ضرورت پر دیہاتی زبان اور اُردو میں خود ساختہ اشعار مختلف طرزوں میں گاکر سُنائے ۔ حاضرین نے دلچسپی ظاہر کی اور لُطف اُٹھایا ۔

(۹) سپرنٹنڈنٹ صاحب ویکسی نیشن نے دیہاتی زبان میں ایک نظم پڑھی جس میں چیچک کے متعلق لوگوں کے توہمات اور اس کے علاج کا ذکر تھا ۔ موضع پوپڑاں اور کٹھانہ تحصیل کیتھل جہاں ابھی حال میں ہی چیچک زور سے پھیلی تھی وہاں کے حالات کا مذکورہ نظم میں ذکر کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہر دو دیہات میں زمینداروں میں ہی بیماری زیادہ تھی ۔ کیونکہ اُن کے بچوں کے ٹیکہ نہیں لگوایا گیا تھا ۔ کمینوں میں بیماری قطعاً نہ تھی آخر پر جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے سب سے بیشتر لوگوں سے ہمدردی کا اظہار کیا ۔ کہ اس علاقے میں بارش بہت کم ہے ۔ جس کی وجہ سے فصلیں بھی اچھی نہیں ۔ میں خوش ہوں کہ اس علاقے کے لوگ محنتی ہیں ۔ عوام کو اُن مفید نکات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کی ۔ کہ جو مختلف محکمہ جات کے افسران نے مجمع کے روبرو پیش کئے تھے ۔ ہر ایک ذیلدار کے حلقے میں اشتمال اراضی سے استفادہ حاصل کئے ہوئے کم از کم ایک گاؤں بطور نمونہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ۔ مقدمہ بازی کے عظیم نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فصل کٹنے کے بعد فرض کرو کسی زمیندار کو اگر مقدمہ کی پیشی پر جانا پڑے اور زور کی بارش بعد میں ہو جائے ۔ تو اس طرح زمیندار کو سخت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے ۔ صاحب موصوف نے خاص طور پر چوتنگ نہر کے متعلق علاقے کے لوگوں کی تکلیف کو سُن کر اُسے محکمہ نہر کے افسران سے خط وکتابت کرنے کے بعد دُور کرنے کا اقرار فرمایا ۔ حاضرین نے شکریہ ادا کیا ۔ بعد میں جلسہ برخاست ہوا اور دیہاتیوں نے زراعتی نمائش کا جس میں مسٹن ہل ۔ راجہ ہل ۔ ہندوستان ہل ہار ہیرو ۔ پنجدنتہ ۔ ڈولز ۔ اوٹومیٹک ڈرل کے علاوہ سیم کا بیج ۔ گندم کی ترقی دادہ اقسام مثلاً ع ۵۱۸ و ع ۵۹۱ ، ۸ اے ، ۹ ڈی (ڈی) اور ع ۱۱ اور گنے کی اعلیٰ اقسام کے نمونے رکھے ہوئے تھے کا ملاحظہ کیا اور ہر ایک شے کے متعلق واقفیت حاصل کی ۔ ٭

سید اشفاق حسین صاحب رمزی ایم اے ۔ بی ٹی تحریر فرماتے ہیں

ریڈر کا اس نمبر موصول ہؤا واقعی حد کر دی ۔ ایسے روکھے پھیکے مضمون کو اس قدر دلآویزی سے پیش کرنا آپ ہی کا حصّہ تھا صوری محاسن پر دل کھول کر روپیہ بہایا گیا ہے ۔ خدا جزائے خیر دے ۔ مجھے تو آپ کی ہمت ادب اُردو اور صیغۂ تعلیم کی خدمت نے محوِ حیرت کر دیا ہے ۔

(مفصل پھر)

اعلیٰ حضرت شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ کا

سلور جوبلی فنڈ

حضور گورنر بہادر پنجاب کی اپیل اہل پنجاب سے

۶ مئی ۱۹۳۵ء کو ان تمام ممالک کے لوگوں کی طرف سے جو ہز میجسٹی کو اپنا حکمران تسلیم کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت ملک معظم کی تخت نشینی کی پچیسویں سالگرہ شکرگزاری اور مسرت کے ساتھ منائی جائے گی۔ پنجاب نے بار بار تاج کے ساتھ اپنی راستی وفاداری کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ اور جنگ عظیم کے دوران میں اس نے آدمیوں اور روپیہ سے جو امداد دی تھی اس کی یاد ابھی تک سب کے دلوں میں تازہ ہے۔ ہز میجسٹی ملک معظم کا دور حکمرانی صوبہ کی تاریخ میں نمایاں امتیاز کا حامل رہا ہے۔ اس عرصہ میں تمام پہلوؤں (اقتصادی۔ تعلیمی اور آئینی) میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ اور اس نے ثابت کر دیا ہے کہ یہاں کے لوگ ان وسیع ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے اہل ہیں جنہیں اب عطا کئے جانے کی تجویز کی گئی ہے۔ ہم اہل پنجاب کے نزدیک معقول وجوہ ہیں کہ ہم ان برکات کے لئے مسرت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کریں۔ جو ہمیں ہز میجسٹی کے دور حکومت میں حاصل ہوئی ہیں۔ اہل پنجاب اپنے خیالات کو سرعت کے ساتھ الفاظ میں اور پھر الفاظ کو افعال میں منتقل کرنے میں مشہور ہیں۔ اب ہمیں ایک موقع ملا ہے ہم اس وفاداری کو جو ہماری زبانوں پر ہے اور ہمارے دلوں میں ہے عملی صورت دیں۔

میں پنجاب کے تمام مردوں اور عورتوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ "ویٹر میجسٹیز سلور جوبلی فنڈ" کی نہایت فیاضی کے ساتھ امداد کریں۔ اس فنڈ کا مقصد جس کے لئے اعلےٰ حضرت ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے۔ پیشتر ازیں ہندوستان کے لوگوں کو ان اپیلوں میں واضح کر دیا گیا ہے۔ جو ہز ایکسیلنسی جناب وائسرائے بہادر اور ہر ایکسیلنسی کاؤنٹس آف ولنگڈن کی طرف سے جاری کی گئی تھیں۔ مختصر طور پر اس سے یہ مقصود ہے۔ کہ چار ہندوستانی اداروں کے کام کو توسیع دی جائے اور ان کی بنیادوں کو مستحکم و مضبوط بنایا جائے۔ جن سب کے اولین مقاصد یہ ہیں کہ بیماروں اور مصیبت زدوں کی امداد کی جائے اور وہ ادارے یہ ہیں۔ انڈین ریڈ کراس سوسائٹی۔ سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن (انڈین کونسل) کاؤنٹس آف ڈفرن فنڈ اور انڈین سولجرز بینولینٹ فنڈ۔ مصیبت زدگان کی ت... ازالہ میں حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی دلچسپی کا یہ ایک مزید ثبوت ہے۔ کہ ممدوحین نے انڈین سلور جوبلی فنڈ کی غرض و غائت کے لئے ان چار اداروں کو منتخب فرمایا ہے۔ جن سب کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مصائب اور امر... کو دور کرنے میں عملاً کوشاں رہتے ہیں۔ جو اکثر ان مصائب کا باعث ہوتی ہے +

انڈین ریڈ کراس سوسائٹی ان اشخاص کی امداد پر روپیہ۔ کارکنوں اور ضروری سامان کے ذریعہ کمربستہ رہتی ہے۔ جو آفات عظیمہ میں مبتلا ہوئے ہوں۔ چنانچہ پنجاب میں دریاؤں کی طغیانیوں اور بہار میں زلزلہ کی صورت میں مجلس مذکور اسی طریق پر عامل رہی۔ سوسائٹی مذکور ہمیشہ اس معاملہ میں غلطاں رہتی ہے کہ ان ہولنا... کے متعلق اصلاحی تدابیر اختیار کی جائیں۔ جن کا اس ملک کی عورتوں کو اکثر اوقات وضع حمل کے وقت سامنا کرنا پڑ...ے۔ اور تمام عمر کے بچوں کی

نگہداشت اور صحت کا انتظام ہو اور بڑی بڑی بیماریوں مثلاً ملیریا اور تپدق کی روک تھام کی جائے۔ غرضیکہ لوگوں کی صحت کا قریباً ہر پہلو سے خیال رکھا جائے۔ سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن جس کی امتیازی خصوصیت بیماروں اور زخمیوں کی تیمارداری اور ابتدائی امداد ہے۔ ریڈکراس کے ساتھ متحد العمل ہوکر کام کرتی ہے۔ اور کاونٹس آف ڈفرن فنڈ سے یہ مقصود ہے کہ زنانہ ڈاکٹروں اور دائیوں کی تعلیم و تربیت و بہم رسانی اور ہسپتالوں اور شفاخانوں کے قیام کا انتظام کیا جائے۔ اور عورتوں کے لئے عام طور پر طبی امداد مہیا کی جائے۔ انڈین سولجرز بینولینٹ فنڈ فوجی سپاہیوں کی بیوگان اور یتیم بچوں کو مصیبت اور ضرورت کے وقت مدد دینے کے لئے قائم ہے۔ ان خیراتی کاموں کا دائرہ عمل قابل استفادہ سرمایہ کی حد تک محدود ہے۔ اس سرگرمیوں کے صرف ایک پہلو کو لیجئے۔ قصبات اور دیہات میں بچہ اور زچہ کی سود بہبود کی توسیع کے لئے تقریباً غیر محدود مواقع موجود ہیں۔ اور خاص طور پر اسی سلسلہ میں امداد کی اشد ترین ضرورت ہے۔ جوبلی فنڈ کی بدولت یہ مفید سرگرمیاں نئے علاقوں میں بھی وسعت پذیر ہونگی۔ اور ان مقامات پر بھی امداد مہیا کی جا سکے گی۔ جہاں اس کی اشد ضرورت ہو میں انتہائی اعتماد کے ساتھ اہل پنجاب کی اس فنڈ کے اغراض و مقاصد کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ اس فنڈ میں چندہ دینے سے وہ نہ صرف اپنی وفاداری کا عملی ثبوت بہم پہنچائینگے۔ بلکہ وہ ایک بہت بڑے اور نیک کام میں بھی ممد و معاون ثابت ہونگے۔

چندہ کی ایک صوبائی فہرست کھول دی گئی ہے۔ اور اس کی شاخیں صوبہ کے تمام اضلاع میں قائم کی گئی ہیں۔ چندے براہ راست میجر آر۔ ٹی۔ لارنس۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ سی۔ آنریری خزانچی "ہز میجسٹیز سلور جوبلی فنڈ" (پنجاب برانچ) گورنمنٹ ہاؤس لاہور یا فنڈ مذکور کی کسی ڈسٹرکٹ برانچ کے سیکرٹری کو بھیجے جا سکتے ہیں۔

تمام چندے جو براہ راست صوبجاتی فنڈ کے آنریری خزانچی کو بھیجے جائیں گے۔ وہ خود انکی وصولی کی رسید بھیجیں گے اور جو چندے کسی ڈسٹرکٹ برانچ کو بھیجیں جائیں گے۔ انکی وصولی کے متعلق برانچ مذکور کے سیکرٹری یا خزانچی کی طرف سے اطلاع دی جائیگی مزید براں ایسے تمام چندوں کی وصولی کی اطلاع میری طرف سے ذاتی طور پر دی جائے گی۔ جو ۲۵۰ روپیہ یا اس سے زیادہ رقم کے ہوں فنڈ مذکور کی رفتار ترقی اور چندوں کی فہرست مقررہ اوقات پر صوبہ کے بڑے بڑے اخباروں میں شائع کی جائے گی۔ امپیریل بنک آف انڈیا فنڈ مذکور کا بینکر ہوگا۔ سلور جوبلی کو مقامی طور پر منانے کے اخراجات کے لئے چندہ کی کوئی علیحدہ فہرست نہیں کھولی گئی لیکن جو شخص خاص طور پر اس ضمن میں چندہ دینا چاہے اسے درخواست کیجاتی ہے کہ وہ فنڈ میں اپنے چندے کے ایک حصہ کو اس غرض کے لئے مخصوص کر دے۔ ان اضلاع میں جہاں فنڈ کا مخصوص کردہ حصہ سلور جوبلی کے مقامی طور پر منائے جانے کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہو۔ اضلاعی فنڈ میں کل جمع شدہ رقم کا زیادہ سے زیادہ دس فی صدی حصہ اس غرض کے لئے مخصوص کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت ملک معظم کی یہ صریح طور پر خواہش ہے کہ حضور ممدوح کی سلور جوبلی منانے کے لئے تمام غیر واجب اخراجات سے اجتناب کیا جائے۔ اس لئے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ کسی بہت بھاری رقم کی ضرورت ہوگی۔ اور جب سلور جوبلی کو مقامی طور پر منانے کے اخراجات وضع کر دیئے جائینگے۔ تو اس غرض کے لئے مخصوص کردہ رقوم سے جو فالتو روپیہ بچے گا۔ وہ سلور جوبلی فنڈ کی مد میں شامل کر دیا جائیگا۔

لاہور مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء

ہربرٹ ایمرسن

(۲)

لیڈی ایمرسن کی اپیل مستورات پنجاب سے

میں پنجاب کی تمام عورتوں سے اپیل کرنا چاہتی ہوں کہ وہ "ہز میجسٹیز سلور جوبلی فنڈ" کی صوبجاتی برانچ کو کامل طور پر کامیاب بنانے میں مدد دیں۔ میں جانتی ہوں کہ اس صوبہ کی عورتیں تاج کی ویسی ہی وفادار ہیں۔ جیسے کہ ان کے شوہر اور بھائی۔ اور وہ

اپنی وفاداری کو عملی شکل میں ظاہر کرنا چاہتی ہیں۔ وہ میری اس مسرت میں شریک ہونگی کہ جو روپیہ جمع ہوگا وہ زیادہ تر عورتوں کی تکالیف کو کم کرنے میں صرف ہوگا۔ جو کام اس وقت انڈین ریڈ کراس سوسائٹی کر رہی ہے وہ زیادہ تر زچاؤں کی سود و بہبود اور بچوں کی نگہداشت سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن روپیہ کی کمی کے باعث ابھی اس کام کی ابتدا ہی ہوئی ہے۔ روپیہ زیادہ ہونا ۔ تو صحت کے مرکز زیادہ ہو سکیں۔ ٹرینڈ دائیوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور بچوں کی صحت کا معیار زیادہ بلند ہو جائیگا۔ یہی صورت ... جان ایمبولنس ایسوسی ایشن اور کاونٹس آف ڈفرن فنڈ کی ہے۔ زیادہ سرمایہ ہونے پر بیماروں اور زخمیوں کی تیمار داری اور ابتدائی امداد کی عملی تعلیم صوبہ بھر میں پھیلائی جا سکتی ہے۔ زنانہ ڈاکٹروں اور دائیوں کی تعلیم کو وسعت دی جا سکتی ہے اور ان کی تعداد میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ نیز عورتوں اور بچوں کے طبی علاج کے متعلق بہتر سہولتیں مہیا کی جا سکتی ہیں۔ جتنا زیادہ روپیہ ہم جمع کر سکینگے اتنا ہی بیماروں اور مصیبت زدوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم میں سے بعض فنڈ کی تنظیم میں عملی حصہ لے سکتے ہیں۔ لاہور میں عورتوں کی ایک سب کمیٹی قائم ہو چکی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہر ضلع میں ایسی عورتیں مل جائینگی جو مقامی کمیٹیوں میں کام کرنے کی خواہشمند ہوں۔ بہت سے ایسے طریق ہیں۔ جن سے کارکن عورتیں تفریحات کی تنظیم اور چندہ کی فراہمی میں مدد دے سکتی ہیں۔ فنڈ میں چندہ دے کر سب مدد کر سکتی ہیں۔ حقیر سے حقیر رقم بھی شکریہ کے ساتھ وصول کی جائیگی۔ اب ہمارے لئے موقع ہے کہ ہم دکھا دیں کہ متحدہ کوشش سے کیا کچھ ہو سکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ پنجاب کی عورتیں اپنا فرض ادا کرینگی اور فیاضی کے ساتھ چندہ دینگی۔

گورنمنٹ ہاؤس   آئین ایمرسن

لاہور۔ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء

میرے مکرم و محترم جناب بابو جگدیش پرساد صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ یوپی اپنے ایک گرامی نامہ میں فرماتے ہیں کہ

جناب ماسٹر صاحب مکرمی بندہ زاد عنایتہ

بعد تسلیم و نیاز آنکہ۔ آپکا کارڈ مورخہ ۱۳ فروری مجھے آج دورے پر ملا میں ریڈ کراس نمبر کا مطالعہ کر چکا ہوں اور مجھے اس کے اظہار میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ نئے سال کے سالگرہ۔ سالانہ اور خاص نمبروں میں آپ کے ریڈ کراس نمبر کو ایک نمایاں خصوصیت حاصل ہے۔ اُس کا سرورق اُس کی تصویریں اور اُس کی لکھائی چھپائی سب انتہا سے زیادہ دلکش و دلفریب ہیں۔ مگر میں جس چیز کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ اُس کے مضامین کی خوبی۔ ریڈ کراس تحریک کی تاریخ۔ اُس کا مخصوص نشان۔ مذہب۔ اخلاق۔ اور قومی و بین الاقوام اتحاد پر اُس کا اثر۔ جملہ امور پر نہایت عرقریزی و کاوش سے مضامین لکھے گئے ہیں۔ صحت و تندرستی کے اصولوں کو ایسے دلچسپ و عام فہم طریقے پر بیان کیا گیا ہے کہ معمولی تعلیم و تربیت کا انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نظمیں آپ کے خاص نمبروں کی ہمیشہ بلند پایہ ہوتی ہیں۔ لیکن اس مرتبہ جوش صاحب نے اپنا پچھلا ریکارڈ مات کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ افسانے۔ ڈرامے اور مکالمے بیحد جاذب توجہ ہیں۔ دراصل شیخ محمد اسمٰعیل صاحب جنہوں نے رسالہ کو مرتب کیا ہے اور آپ جنہوں نے اس بیدردی سے آنا روپیہ صرف کیا ہے دونوں ارد خواں پبلک کی جانب سے سچے شکریے کے مستحق ہیں۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ اس شکریے کا اظہار محض زبانی نہ ہوگا بلکہ عملی طور پر ہوگا تاکہ آپ آئندہ یہ سلسلہ اسی سرگرمی سے جاری رکھ سکیں۔ زیادہ سلام و نیاز۔

(رقیمہ نیاز جگدیش پرساد ڈپٹی مجسٹریٹ)

پنجاب یونیورسٹی

۱۔ امتحان میٹریکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ کے مضامین کا ذریعہ تعلیم و امتحان ورنیکلرز۔

پیشتر ازیں ناظرین کرام کو اطلاع دی گئی تھی کہ پنجاب یونیورسٹی نے بھی آخر ترقی کی اس طرف قدم اُٹھایا ہے کہ امتحان میٹریکولیشن میں انگریزی کے سوا باقی تمام مضامین کا ذریعہ تعلیم و امتحان انگریزی کی بجائے ورنیکلرز (اُردو۔ ہندی اور پنجابی) ہوں۔ اور سال ۱۹۳۷ء کا امتحان اس قسم کا پہلا امتحان ہوگا۔ مگر بعد میں شومئی قسمت کے ماتحت مزید اطلاع آنے پر یہ خبر ناظرین تک پہنچائی گئی۔ کہ چونکہ گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کی بارگاہ سے اس اہم سوال کی منظوری کے احکام صدور نہیں ہوئے۔ لہذا یونیورسٹی سال ۱۹۳۷ء سے ایسا کرنے سے معذور ہوگی۔ ماہ دسمبر کے یونیورسٹی گزٹ میں اس سوال پر جو روشنی ڈالی گئی ہے بغرض اطلاع عامہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

یونیورسٹی کی سینٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۶ رمئی ۱۹۳۴ء میں اتفاق رائے سے سنڈیکیٹ کی اس سفارش کو منظور کیا جو اس نے سینٹ سے کی تھی کہ امتحان میٹریکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ میں ہر اُمیدوار کی حسب منشا اس کا ذریعہ و امتحان ماسوائے مضمون انگریزی ورنیکلر ہو۔ مزید قرار پایا کہ بشرط حصول منظوری گورنمنٹ پنجاب سال ۱۹۳۷ء کے امتحان میں اس سفارش کا عملدرآمد کیا جائے (یعنی سال ۱۹۳۵ء کی جماعت نہم کا ذریعہ تعلیم انگریزی کے سوا باقی تمام مضامین ریاضی۔ تاریخ جغرافیہ۔ سائنس۔ فزیالوجی۔ زراعت وغیرہ میں ورنیکلر قرار دیدیا جائے)۔

صاحب انڈر سیکرٹری بہادر گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) نے صاحب رجسٹرار یونیورسٹی کو آگاہ کیا (پیرا ۲۔ چٹھی نمبر ۷۵۶ جی ایس مورخہ ۶ راگست ۱۹۳۴ء کہ امتحان میٹریکولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ کے ذریعہ و امتحان کی تبدیلی پنجاب یونیورسٹی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کا ایک ضروری جزو ہے جس پر گورنمنٹ پنجاب فوری غور فرما رہی ہے۔ لہذا حکومت متوقع ہے کہ یونیورسٹی اس تبدیلی پر اسکے فوری احکام کے لئے اصرار نہ کریگی تاکہ اسے مذکرہ صدر رپورٹ کے باقی حصص پر بھی جو اس تبادلہ کے متعلق ہیں غور کرنیکا کافی وقفہ مل سکے۔

سنڈیکیٹ نے مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء کے اجلاس میں صاحب انڈر سیکرٹری کی مندرجہ بالا چٹھی پر غور کیا اور قرار دیا کہ یہ پیراگراف سینٹ کے روبرو بغرض آگہی پیش کیا جائے۔ چنانچہ ۸ ردسمبر ۱۹۳۴ء کو جب یہ پیراگراف سینٹ کے روبرو پیش ہوا۔ تو پروفیسر جودھ سنگھ صاحب نے تحریک کی اور رائے بہادر لالہ درگا داس صاحب نے تائید کی۔ کہ

گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ وہ تمام تحقیقاتی رپورٹ پر غور فرمانے کی بجائے اس سوال پر اولین توجہ مبذول فرمائے"۔ اس تحریک پر چونکہ کسی ممبر نے اعتراض نہ کیا۔ لہذا یہ قرار داد منظور کرلی گئی۔

لوٹ رہنمائے تعلیم۔ ظاہر ہے کہ اس اہم تبدیلی کا نفاذ گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کی توجہ کا محتاج ہے۔ (ایڈیٹر)

ڈاکٹر سر عبدالرحمان صاحب نائٹ خان بہادر بی اے۔ ایل ایل ڈی آف دہلی نے ۲۲۔ دسمبر ۱۹۳۴ء کانووکیشن کا ایڈریس دیا۔

مس ڈی ایم رائٹ بی اے فیکلٹی آف آرٹس کی ممبر ہوئی ہیں۔

سنڈیکیٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ سینٹ سے سفارش کی جائے کہ وہ مستورات کے لیڈی میکلیگن ٹریننگ کالج لاہور کو بی ٹی امتحان سال ۱۹۳۵ء کے لئے منظوری کا موقعہ دے۔

دہلی علوم مشرقی امتحانات کا سنٹر قرار دیا گیا ہے اور پاراچنار (صوبہ شمالی مغربی سرحدی) ایم ایس ایل سی امتحان کا سنٹر مقرر ہوا ہے۔

لاہور کے ہوسٹل میں مقیم طلبا کی صحت پر غور کرنے کے لئے مفصلہ ذیل اصحاب کی سب کمیٹی منظور ہوئی ہے جو خوراک۔ روشندان نالیوں گرد۔ اور مچھر دانیوں وغیرہ امورات کو ملحوظ رکھے گی۔

(۱) دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ صاحب ایم اے۔ ایم ایل سی
(۲) خان بہادر ڈاکٹر کے اے رحمان۔ او۔ بی۔ ای۔ ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ بی۔ ڈی پی ایچ یا ان کے کوئی نامزد
(۳) ڈاکٹر ایس کے دت بی اے ایم بی سی ایچ بی۔
(۴) ڈاکٹر وشوا ناتھ صاحب ایم اے ایف آر سی پی۔ ایم ڈی۔ بی ایس۔ ڈی پی ایچ۔
(۵) ڈاکٹر جی ایس چاولہ ایم بی۔ بی ایس (۶) لالہ بہادر ڈاکٹر مہاراج کرشن صاحب کپور (۷) صاحب رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی
کمیٹی اگر کوئی حسابات تیار ہونگے تو ملاحظہ کرے گی۔ خاص کر امراض دق پر زیادہ غور کرے گی۔

کنیا مہاودیالہ شہر جالندھر کو مستقل طور پر اجازت مل گئی ہے کہ وہ اپنی طالبات کو انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں بطور پرائیویٹ اُمیدوار بھیجتا رہے۔

یکم دسمبر ۱۹۳۴ء سے ۵۰ روپے ماہوار کا وظیفہ آنجہانی رائے بہادر پروفیسر شورام صاحب کیشپ بی اے ڈاکٹر آف سائنس ایف اے ایس بی۔ آئی ای ایس کے صاحبزادے مسٹر کیدار ناتھ کیشپ سٹوڈنٹ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کو ایک سال کے لئے دینا منظور ہوا ہے۔ یہ مفہوم ہے کہ اگر مجوزہ "کیشپ میموریل فنڈ" سے ضروری امداد نہ دی جاسکی تو اس وظیفہ کی تجدید پر غور ہوگا۔

سنڈیکیٹ نے قرار دیا ہے کہ مسٹر عبدالحق ایم ایس سی مرحوم یونیورسٹی ڈیمانسٹریٹر شعبہ آرگینک کیمسٹری کے والد بزرگوار کو ایک ہزار دوسو روپے یکمشت بطور امداد عطا کرے۔ یہ نوجوان لیبارٹری میں تجربات کرتے وقت جل گیا اور اس کی فوری موت واقع ہوگئی۔

پروفیسر جودھ سنگھ صاحب ایم اے ۹؍جنوری ۱۹۳۵ء سے دوبارہ اورنٹیل کالج کونسل کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔

چوہدری رحیم بخش صاحب اور ڈاکٹر جی ایس چاولہ کی میعاد بحیثیت موجودہ وزیٹران ہوسٹل میں تین ماہ کی ایزادی کی گئی ہے یعنی ۳۱؍مارچ ۱۹۳۵ء تک۔

ڈاکٹر رومیش چندر موزمدار ایم ایس سی ڈی فل۔ فزکس آنرز سکول کے شعبہ تھیمیکل فزکس کے یکم جنوری ۱۹۳۵ء سے تین سو روپیہ ماہوار پر لیکچرار مقرر ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر بنارسی داس صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی لیکچرار اورنٹیل لاہور کو طبی سند پر ایک ماہ کی رخصت نصف اوسط تنخواہ پر ملی نہ کہ نصف تنخواہ پر۔ جیسا ۱۸ اکتوبر کے گزٹ میں شائع ہوا۔

مسٹر رام پرشاد شرما ایم اے کو سردست دوسال کے لئے ایلفرڈ پٹیالہ سکالرشپ تاریخ حاضری سے عطا ہوا۔

مسٹر پنا لال ایم ایس سی کو سردست دوسال کے لئے رائے بہادر کنہیا لعل فزکس ریسرچ سٹوڈنٹ شپ مرحمت ہوئی۔

مسٹر ضیاء الحق ایم اے کو میکلوڈ عربک ریسرچ سٹوڈنٹ شپ اس شرط پر مرحمت ہوئی کہ اگر وہ قبل از وقت اسے ترک کردے تو تین ماہ کا وظیفہ واپس کرے۔ اگر نامبردہ اس شرط پر اسے منظور نہ کرے۔ تو یعنی دوسال کے خاتمہ سے پہلے مسٹر عبدالقیوم ایم اے کو یہ چانس دوسال کے لئے دیا جائے۔

مسٹر اللہ دتا کلرک ریکارڈ سیکشن کو ۲۶؍نومبر سے ۸؍دسمبر ۱۹۳۴ء تک کی اتفاقیہ رخصت ملی۔

مسٹر بال کرشن ملان ریسرچ سکالر اکنامکس کی میعاد سو روپیہ ماہانہ کی ۲۸؍فروری ۱۹۳۵ء تک ایزادی کی گئی۔

مسٹر عبدالمجید کو اجازت ملی کہ وہ اکتوبر سے دسمبر ۱۹۳۴ء تک کی سہ ماہی ریسرچ یونٹی کو بطور ریسرچ سکالر جاری رکھے اور ۱۲؍اکتوبر تاریخ منظوری تقرری سے پچاس روپیہ ماہوار پر باقی وقت ڈیمانسٹریٹر کے فرائض ادا کرے۔

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

مڈل سکول لوگرے ضلع سیالکوٹ ۱۲ار دسمبر ۱۹۳۴ء کی شام کو جناب پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع سیالکوٹ ۔ سردار ایشر سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے ہمراہ سالانہ معائنہ کے لئے تشریف لائے ۔ اس رات سکول کے طلبانے صفائی کی دیوی کا ڈرامہ دکھایا ۔ ملحقہ دیہات سے بہت لوگ شامل تھے ۔ پنڈت صاحب تمام وقت ڈرامہ میں موجود رہے ۔ سردار جگت سنگھ صاحب ماسٹر خالصہ ہائی سکول نے تاج دین طالبعلم جماعت ششم کو ایک روپیہ انعام دیا ۔ جس نے ڈرامہ میں اپنا پارٹ نہایت خوبی سے سرانجام دیا تھا ۔ خاتمہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے ڈرامہ کی غرض وغایت بیان کی ۔ پنڈت صاحب نے ڈرامہ کی بہت تعریف کی اور دیہات سدھار کا مطلب سمجھایا کہ کیوں کھاد کے گڑھوں روشندانوں ۔ تعلیم نسواں ۔ ورزش جسمانی ۔ دیہاتی پنچائتوں اور عمدہ بیج پر زور دیا جارہا ہے ۔ حاضرین آپ کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے ۔ دوسرے دن سکول کا سالانہ معائنہ ہوا جس کے دوران میں سید فتح علی شاہ صاحب اے ڈی آئی پسرور بھی تشریف لائے ۔ کبڈی اور والی بال کے میچ ہوئے ۔ سکول کی ڈرل سپلے فار آل اور دوڑیں دیکھ کر افسران معائنہ اور پبلک بہت خوش ہوئی ۔ دھوبی گھاٹ ۔ سکول کا کنواں ۔ باغیچہ ۔ نوٹس بورڈ ۔ رنگترے اور مالٹے کے درخت اور ان کی طلبا میں تقسیم دیکھ کر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بہت خوش ہوئے ۔

آخری اجلاس چار بجے شام کے صاحب موصوف کی صدارت میں ہوا ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے چار سالہ کارکردگی پر رپورٹ پڑھی ۔ صاحب ممدوح نے تمام مکالبات کا موزوں الفاظ میں اعتراف کیا ۔ سکول کے بچوں میں شیرینی تقسیم ہوئی ۔ (علی محمد)

میلہ ٹکڑی ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ ہر سال شری گورو نانک دیوجی کے جنم دن پر یہ میلہ نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے ۔ حسب دستور امسال بھی یہ میلہ جس شان سے ہوا الفاظ اس کے اظہار سے قاصر ہیں ۔ دیہات سدھار کے کام کے لئے جس قدر یہ میلہ اہم اور مفید ہو سکتا ہے اسی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ سے اس موقعہ پر دیہات سدھار اور فلاح عامہ کا کام ہوتا چلا آرہا ہے ۔ امسال خوش قسمتی سے سردار صاحب سردار موہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی سرپرستی میں اور میاں عبد الرشید صاحب اے ڈی آئی کی ہدایات بموجب جس شاندار طریق اور انتظام سے دیہات سدھار فلاح عامہ اور نمائش کا کام سرانجام دیا باید و شاید ۔

(۱) دیہات سدھار ۔ راگ پارٹیوں کا انتظام سردار ہردیال سنگھ صاحب اے ڈی آئی سکولز کے سپرد تھا ۔ ۱۹ر نومبر سے ۲۲ر نومبر تک سکولوں کے طلبانے اساتذہ کی رہنمائی اور سرکردگی میں دیہات سدھار پر چار کیا ۔ تعلیم ۔ صحت ۔ صفائی ۔ زراعت اور امداد باہمی کے گیت گائے ۔ اساتذہ نے ضرورت کے موافق لیکچر دیئے اور عوام کو مستفید کیا ۔ راگ پارٹیاں بالووال ننھیکے ۔ واربرٹن ۔ کمال پور ۔ قلعہ دھرم سنگھ بھبکھی ۔ جنڈیالہ پیرخاں ، ورجوہٹر کانہ منڈی سے آئی تھیں ۔ شیخ محمد ابراہیم ہیڈ ماسٹر پیرڈھی والہ نے دیہات سدھار اور تبلیغ کا کام نہایت وسیع پیمانہ پر تمام میلے میں کیا ۔

(۲) ڈرامے ۔ ۱۹ر نومبر کو جنڈیالہ شیرخاں کلب نے شریمتی منجری کا مشہور ڈرامہ سٹیج پر کیا ۔ جس کے دوران میں اصلاحی نظمیں پڑھی گئیں ۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس ۔ پادری ہنرک صاحب اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب کے علاوہ عام لوگ کثرت سے تشریف لائے ۔ ۲۰ر نومبر کو دی اٹل ڈرامیٹک کلب چوہڑ کانہ منڈی نے درس عبرت ڈرامہ دکھایا ۔ جس میں شراب نوشی

عیاشی وغیرہ کی برائیاں پبلک کے ذہن نشین کی گئیں۔ جملہ افسران ضلع کے علاوہ ہزارہا کی تعداد لوگ اس ڈرامہ کو دیکھنے کے لئے آئے۔ ڈراموں کے مفید اور عوام کے مستفید ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۲ نومبر کو ہزارہا لوگ سنئے ڈرامہ کی دریافت کو آئے۔ اگرچہ سرکس اور دوسرے کھیل تماشے وہاں موجود تھے مگر عوام کا جو اشتیاق ان ڈراموں سے تھا کسی اور چیز سے نہ تھا۔

(۳) **نمائش** کا افتتاح صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ۱۹ نومبر کو فرمایا۔ اس کے انچارج شیخ محمد ضمیر عالم صاحب اے ڈی آئی تھے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے وسیع برآمدہ کے آگے ایک بہت بڑا شامیانہ لگایا گیا۔ قناتوں سے حد بندی کرکے درمیان میں ایک شاندار دروازہ لگایا گیا جس کے چاروں طرف مختلف قسم کے چارٹ لگے ہوئے تھے۔ یہ کام ان شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(ا) **زنانہ کام** میں سلائی۔ کشیدہ کاری۔ سوزن کاری۔ جرابوں کا بننا۔ سویٹر بنانا۔ بوتلوں کے اندر پھول بنانا وغیرہ کام شامل تھے۔ زنانہ دستکاری کے نہایت نادر نمونے اس میں موجود تھے۔ مستورات کی کثیر تعداد روزانہ اس سے مستفید ہوتی رہی۔

(ب) **حفظان صحت**۔ ملیریا ہیضہ۔ طاعون۔ چیچک وغیرہ بیماریوں کے مصور اور دوسرے چارٹس۔ صاف اور گندے گھر کے نقشے۔ ماڈل اور نمونے۔ صاف اور گندے کوئیں کے نقشے اور ماڈل و نمونے۔ کھاد کا گڑھا۔ ٹٹی کا نمونہ علاوہ بریں زمین پر صاف گھر کا خاکہ تیار کیا گیا تھا۔ تاکہ شائقین اس کے مطابق گھر بنا سکیں۔

(ج) **زراعت**۔ سکولوں کے فارموں کے پیدا کردہ اجناس کے نمونے۔ زمینداروں کہاوتوں کے چارٹس۔ مختلف فصلوں کی بیماریوں کے چارٹس جس میں ان بیماریوں کے کیڑوں کی مختلف حالتیں بذریعہ تصاویر دکھائی گئی تھیں اور ساتھ ہی ان کے دفعیہ کی تدابیر بھی لکھی ہوئی تھیں فصلی اور دوسرے چوہے کی تصاویر اور ان کے مارنے کی تجاویز کے چارٹس۔

(د) **تعلیم**۔ تعلیمی چارٹ اور نقشہ جات کے علاوہ تصویری اسباق کی مشین۔ قدرتی نظاروں کا ماڈل جس میں دریا۔ پہاڑ۔ ندی۔ نالہ۔ آبشار۔ آتش فشاں پہاڑ۔ سمندر۔ لائٹ ہوس اور پہاڑی راستوں کا تصور دلانے کے لئے موجود تھے۔

(۴) **کھیلیں**۔ جن کا انتظام لالہ سجال چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کے سپرد تھا۔ تینوں دن والی بال اور کبڈی کے میچ ہوتے رہے۔ ہاکی میچ نہ ہو سکے۔ مختلف دوڑیں لمبی اور اونچی چھلانگ کے مقابلے ہوئے۔ دیہاتی لوگوں نے ان میں خوب حصہ لیا۔

(۵) **سکاوٹس**۔ خانقاہ ڈوگراں سے سکاوٹ انتظام کو آئے تھے اور خوب کام کیا۔ ریڈ کراس ہسپتال قائم کیا۔ ایک دفتر تحقیقات بنایا کہ عوام کی ہر گونہ امداد کی جاسکے۔ ننکانہ صاحب مڈل سکول کے سکاوٹس نے پبلک کی بہت اہم خدمت سرانجام دیں اور صفائی وغیرہ کا عملی کام بھی کرتے رہے۔

(۶) **بینڈ باجے**۔ خالصہ ہائی سکول سانگلہ اور مڈل سکول مانانوالہ سے آئے تھے اور نمائش سے باہر بجا کر حاضری سے خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

(۷) **لیڈی ہیلتھ وزیٹر** صاحبہ شیخوپورہ نے ۲۱ نومبر کو نمائش کے موقعہ پر مستورات کو اپنے زریں مشوروں سے مستفید کیا۔ آپ نے زچہ بچہ اور مستورات کی تمام تکالیف کے متعلق مبسوط لیکچر دیئے بہت سے بچوں کا جسمانی معائنہ کیا گیا۔ ان کا وزن اور ناپ لیا گیا۔ جن بچوں کی صحت اچھی تھی۔ ان کو انعامات دیئے گئے۔ بچوں کی عام نگہداشت کے متعلق ان کی ماؤں کو مفید مشورے بھی دیئے گئے۔ آپ نے زچہ بچہ اور حفظان صحت کی تصاویر مستورات کے پیش کرکے بہت سی مفید باتیں بتائیں۔ آپ کی موجودگی مستورات کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی اور وہ مستفید ہو گئیں۔

(۸) **اشتہارات**۔ تمام انگریزی مدارس کی جونیئر ریڈ کراس سوسائٹیوں نے مختلف عنوانوں پر تبلیغی و اصلاحی اشتہارات کئی ہزار کی تعداد میں طبع کرا کر بغرض تقسیم بھیجے تھے تاکہ زائرین کے درمیان تقسیم کئے جائیں اور انکو صحت صفائی۔ تعلیم۔ بری رسومات اور زراعت وغیرہ کے متعلق مفید ہدایات حاصل ہو جائیں۔ اسے شیخ محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر بیرمی والہ نے خوبی سے سرانجام دیا۔

(۹) جلسہ تقسیم انعامات زیر صدارت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شیخوپورہ ہوا۔ انعام کے پانے والوں کے علاوہ معززین علاقہ اور عوام کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ عمائدین میں سے صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ سردار بہادر سردار ہری سنگھ صاحب ریٹائرڈ آئی ای ایس۔ صاحب لال سرجن۔ سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور اے ڈی آئی صاحبان تشریف فرما تھے۔ دعائیہ نظم کے بعد اصلاحی گیت گائے گئے۔ میاں عبدالرشید صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے سالانہ رپورٹ پڑھی جس میں سال تمام میں اصلاحی کاموں کی تفصیل تھی اور چوہدری بلونت سنگھ صاحب تحصیلدار کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آپ کو فراہمی چندہ میں مدد دی اور اپنے ہر سہ ہمراہی اے ڈی آئی اصحاب کا شکریہ ادا کیا جو مختلف شعبوں میں امداد کا موجب ہوئے۔ چوہدری غلام محمد خان۔ رائے حسین خاں صاحب۔ رائے امیر خاں صاحب۔ پیر عنایت شاہ صاحب۔ لالہ بھگت رام صاحب بھائیہ اور لالہ بیج ناتھ صاحب بھلہ کا مالی امداد کے لئے شکریہ ادا کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور سٹاف مڈل سکول ننکانہ صاحب اور چوہدری سرائیمداس صاحب کا بھی شکریہ ادا ہوا۔ صاحب صدر نے ڈرامہ کلبوں۔ راگ پارٹیوں۔ جیتنے والی ٹیموں۔ عمدہ ایکٹروں اور بہترین گانے والوں اور نمائش میں بہترین اور عمدہ اشیاء بھیجنے والوں کو انعامات تقسیم کئے اور تمام کام کے متعلق اظہار خوشنودی کیا۔ عوام کو حصہ لینے اور اخراجات بہم پہنچانے کی تلقین کی۔

تمام کامیابی کا سہرا سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اور ان کے دست راست میاں محمد عبدالرشید صاحب اے ڈی آئی ننکانہ صاحب کے سر ہے کہ شبانہ روز کام کرکے نہایت تندہی سے دیہات سدھار اور نمائش کا کام سرانجام دیا۔

(سردار محمد خاں منجانب میاں محمد عبدالرشید صاحب اے ڈی آئی)

ڈسٹرکٹ بورڈ سکول پیناکھ ضلع گوجرانوالہ اس گاؤں کے تمام کتے دیوانے ہو گئے تھے جن کے کاٹنے سے چند آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ گاؤں کے لوگ اور طلباء از بہت خائف تھے۔ ریڈ کراس سوسائٹی نے جناب سید ریاض حسین صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر سے درخواست کی۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے مولوی محمد شفیع صاحب حلم سپرنٹنڈنٹ ویکسی نیشن کو حکم دیا اور انہوں نے موضع میں پہنچ کر تمام باؤلے کتوں میں حلوہ میں دوائی کھلا کر مروا دیا۔ اور تمام مردمان دیہہ اور سکول کے طلباء کے آڑے آکر ان کو عین وقت پر اس بلائے بے درماں سے بچایا خدائے برتر ہر دو اصحاب کو اجر عطا کرے۔

(سندرداس ہیڈ ماسٹر)

مڈل سکول سروعہ ضلع ہوشیارپور صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس حلقہ گڑھ شنکر کے حکم کے بموجب سکول کی بھجن منڈلی اور سکاؤٹ ٹروپ نے ماسٹر بشن سنگھ و ماسٹر شیر محمد خاں کی نگرانی میں ۱۷ و ۱۸ نومبر کو میلہ منڈی گڑھ شنکر میں قیام کیا۔ مختلف گیتوں سے عوام کو تعلیم کی اہمیت متعدی امراض کے بچاؤ اور صفائی کے فوائد بتائے۔ اشتمال اراضی اور بنکوں کے فوائد واضح کرکے رسومات قبیحہ کو دور کرنے میں ملک کی بہبودی کے راز ظاہر کئے۔ سکاؤٹس نے انتظام۔ صفائی۔ حفاظت مویشیاں کے علاوہ تقسیم انعامات کے وقت نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ماس ڈرل اور پول ڈرل کی تعجب خیز اکسر سائز ورزش کا شوق بڑھانے والی تھی۔ پرمیمنٹ بلڈنگ کے نئے شو خاص و عام کو محو کر رہے تھے اور بھی ہر ضرورت پر سکاؤٹس نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ چوہدری نور محمد صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی ساعی جمیلہ اور سٹاف کی متفقہ کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہ سب سردار چین سنگھ صاحب افسر علاقہ اور چوہدری محمد علی صاحب بی ٹی کی ہدایات کا موجب ہے۔

(شیر محمد خاں)

لوئر مڈل سکول کھلچیاں ضلع امرتسر سکول کے سٹاف کے علاوہ میاں وند۔ چھبل وڈی اور ویرووال کے تمام اُستاد انجمن معلمین میں شامل تھے جس کی صدارت کے فرائض چوہدری جلال الدین صاحب

اے ڈی آئی جنڈیالہ گورو نے سرانجام دیئے۔ مسٹر اے بی داس ای ڈی آئی فزیکل ٹریننگ نے بھی شمولیت فرمائی۔ اس اجلاس کا اصل غرض و مدعا تعداد طلبا کے سوال کا حل پوچھنا تھا یعنی فراہمی طلبا اور جماعت اول کے داخلہ۔ حاضری اور اس کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کی مشکلات پر عبور کیونکر ہو سکے اور ان تجاویز پر عمل درآمد کر کے سکول کے طلبا کی تعداد۔ حاضری اور تعلیمی حالت کو بہتر بنایا جائے۔

ایک بجے بعد دوپہر کے قریب ہر دو اصحاب تشریف لائے اور طلبا کی ماس ڈرل ملاحظہ کی۔ پی ٹی صاحب نے ورزش جسمانی کے متعلق مفید ہدایات دیں اور اس وقت میں جماعت کو گروپوں میں تقسیم کر کے چارٹ دیواروں پر آویزاں ہوئے۔ ہر سکول کا رنگ مقرر ہو تاکہ میچوں کے وقت تمیز ہو سکے۔ سکاؤٹنگ کو صحیح معنوں میں رواج دیا جائے۔ ورزش باقاعدہ ہوا کرے۔ جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ چھوٹے بچے جو کھیلوں کے شائق ہوتے ہیں سکول میں اپنا شوق پورا ہوتا دیکھ کر باقاعدہ حاضر ہوا کریں گے۔

صاحب صدر نے فراہمی طلبا اور موجودہ تعداد کو برقرار رکھنے کی ہدایات دیں۔ منشی سنگھ چند صاحب ہیڈ ماسٹر ناگوکے نے مدارس کی ہستی پر مضمون پڑھا اور زمانہ حال اور مستقبل کے مدرسین کی شخصیت۔ ذہنیت اور عزت کا مقابلہ کیا۔ پچھلے مدرسین کو لوگ گورو کی طرح مانتے تھے۔ اس راز کو سمجھایا اور آرزو کی کہ ہر ایک مدرس ان اوصاف سے متصف ہونا چاہئے۔ منشی محمد حسین صاحب ہیڈ ماسٹر بہور چھی راجپوتانہ نے اپنے مضمون میں مدرس میں بلحاظ گفتار۔ لباس۔ رفتار و کردار کون خوبیاں ہونی چاہئیں۔ حاضری روزانہ اور تعداد کو برقرار رکھنے کی تجاویز پیش کیں۔ محکمہ سے مدرسین کی بیجا سرپرستی کی آرزو کی۔ لازمی تعلیم ایکٹ پر ذرا سختی سے عمل کا مشورہ دیا۔ موجودہ کساد بازاری اور تنگدستی کی وجہ سے لوگ تعلیم سے متنفر ہو رہے ہیں۔ انہیں اپنے رسوخ اور پراپیگنڈا ورک سے تعلیم کے فوائد سے آگاہ کیا جائے۔ اور تعلیم سے رغبت دلائی جائے۔ منشی معراج الدین صاحب مڈل سکول چھلوڈی نے جماعت اول کے طلبا کی فراہمی اور تعلیمی ترقی میں پیش آنے والی مشکلات کا اعادہ کیا۔ اول جماعت کے مدرس کو خاص الاؤنس دیا جائے یا کسی اور طریق سے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ اپنے کام کو بخوشی سرانجام دے اور اس جماعت کا انچارج ہونا فخر کا موجب ہے۔ چوہدری صاحب نے فرضی کام کی مخالفت کی۔ موجودہ تعداد کو برقرار رکھا جائے۔ نیا داخلہ کیا جائے۔ جماعت اول کے مدرس کی حوصلہ افزائی کا یقین دلایا کہ محکمہ ہر طرح سے تیار رہے۔ ہر سکول میں باغیچہ ہو۔ ہندوستان یا پنجاب کا ماڈل زمین پر بنایا جائے۔ فراہمی طلبا کی بہت تجاویز بتائیں۔ ہر مدرس اپنے رسوخ سے نیا داخلہ کا کام شروع کرے۔ مدرس کا لباس سادہ مگر مہذبانہ ہو۔ ہر معائنہ پر ڈرل خاص دیکھی جائیگی۔ ہر قسم کے نقشہ جات آویزاں کر کے سکول کمروں کو سجایا جائے۔ (عبدالواحد)

شری آتما نند جین گرل سکول انبالہ شہر

۱۱ر نومبر کو گیان پنچمی کی تقریب میں مسز بی آر نڈن صاحبہ کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔ اور آپ نے گرل سکول کی طالبات کو انعامات تقسیم فرمائے۔

شام کے چھ بجے شری آتما نند جین بوائز سکولز کا جلسہ لالہ وشنو داس صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی صدارت میں ہوا۔ ماسٹر بشمبر دت نے ایک پُر مذاق قصیدہ آپ کی شان میں پڑھا۔ طلبا کے بعض مکالمے ڈرامہ۔ سگرٹ نوشی کے نقصانات پیش کئے۔ جس کا پبلک پر اچھا اثر ہوا۔ صاحب صدر نے اپنی عالمانہ تقریر میں طلبا کی حوصلہ افزائی کی اور اساتذہ کی کارگذاری کو سراہا۔ سکول سٹاف جس علمی بیداری کے لئے کوشاں ہے قابل داد ہے۔ طلبا کو سبق آموز نصائح کے بعد انعامات تقسیم فرمائے۔ لالہ رکھیب داس صاحب جین بی اے۔ ایل ایل بی وکیل منیجر سکولز نے آپ کا پبلک اور سٹاف کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ (سکرٹری)

گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر

۱۳ر نومبر کو ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں لالہ بالک رام صاحب سینیر انگلش ماسٹر نے میجک لینٹرن کے ذریعے سکول ہال میں لنڈن سے روما تک کے سفر پر ایک مفید لیکچر دیا جس سے طلبا بہت محظوظ ہوئے۔ آپ نے روما کا گرجا۔ جھیل اور سین پیسا کے مینار اور قدیمی عمارات کی تصاویر دکھائیں۔

جن کی صحت کے حالات نہایت دلچسپ طریق سے بیان کئے۔ جنوبی یورپ کی قدیم اور اعلےٰ کاریگری کے نمونے دکھائے گئے۔ لیکچرار نے موجودہ وسائل آمد و رفت کا گذشتہ ذرائع سے مواز کر کے ثابت کیا کہ جدید طریقوں سے کیونکر زیادہ مسافت کو کم وقت میں طے کیا جاتا ہے آپ کے لیکچر کا خاص پہلو ایک نامی تصویر تھی جو انگلستان اور آسٹریلیا کی ہوائی دوڑ تھی۔ میسرز سکاٹ اور کیبل بلیک کی ہمت و استقلال اور اعلےٰ استعداد کو اس سے دکھایا گیا۔ سردار ہزارہ سنگھ صاحب بی اے۔ بی ای ایس نے آسٹریلیا کی اس ہوائی دوڑ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا اور طلبا کو بتایا کہ اس فاصلہ کو ہر دو نوجوانوں نے اپنی جان کی پروا نہ کر کے بحری اور بری راستوں سے عبور کیا اور صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ کر پچاس ہزار پونڈ کا موعودہ انعام حاصل کیا۔ آپ نے اس سبق آموز لیکچر سے طلبا کو ترغیب دی کہ وہ بھی اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی طرح ہمت اور استقلال سے کام کریں۔ چونکہ سکول میں لڑکوں کی ہمت افزائی کے لئے مختلف تحاریک جاری ہیں۔ لہذا انکا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریک میں حصہ لے کر اپنے آپ کو ہمت اور استقلال کا مجسم بنائیں۔ (نامہ نگار)

ڈی بی مڈل سکول ملوٹ منڈی ضلع فیروزپور

انجمن معلمین سنٹر کا اجلاس سردار گنڈا سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ منشی کرپال سنگھ اوّل مدرس مدرسہ رام نگر کا سبق جماعت اوّل بوجہ ان کے تبادلہ کے نہ ہوسکا۔ منشی بستی لال نے صنعت و حرفت پر مضمون پڑھا۔ مولوی قمرالدین خاں نے اخباری دُنیا کی تازہ خبریں سُنائیں۔ لالہ جھنڈو رام صاحب بی اے ایس اے وی ہیڈماسٹر نے حاضرین کو دفتر صدر سے آمدہ احکام کی جلد تر تعمیل کرنے اور تمام کاغذات صدر کو بھیجنے والے وقت پر بھیجنے کی ہدایت کی۔ صاحب صدر نے ہدایات اور نصائح مناسب سے مستفید فرمایا یعنی

(۱) مدرسین کو اپنے اپنے مدارس میں کچھ نہ کچھ دستکاری کا شغل ضرور جاری کرنا چاہئے۔ مثلاً صابون سازی۔ جلد سازی انگریزی چارپائی بننا وغیرہ۔

(۲) آپ کو اپنا فرض دیانت داری نیک نیتی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دینا چاہئے۔ وقت کی پابندی نہایت لازمی ہے۔

(۳) بچوں کی سابقہ واقفیت سے کام لیا جائے اور معلوم سے نامعلوم کی طرف چلنا چاہئے۔

(۴) بچوں کو جسمانی سزا دینا بُری بات ہے۔ (۵) طلبا کو رٹا کر پڑھانا ان کی تعلیمی کمزوری کا موجب ہوتا ہے۔

(۶) تعداد طلبا اور حاضری طلبا کے بڑھانے کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ ۶ تا ۱۱ سال کے لڑکوں کی فہرست ہر وقت تیار رکھنی چاہئے۔ ترقی کے چارٹ پُر کرنے کا طریقہ سمجھایا مزید فرمایا کہ اگر کسی مدرسہ کی ترقی پندرہ فیصدی اور ہولڈنگ پاور ۲۸ فیصدی سے کم ہوگی تو سکول ناکامیاب سمجھا جائیگا۔ (ہیڈماسٹر)

ماڈل سکول گوپال پور ضلع سیالکوٹ

۱۶ ر نومبر کو جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بہمراہی پنڈت مرلی دھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس و مولوی عبدالرحمٰن صاحب اے ڈی آئی تشریف فرما ہوئے۔ طلبا اور مدرس بموجب پروگرام کام میں مصروف تھے۔ احاطہ اور عمارت سکول کی صفائی سے آپ بہت محظوظ ہوئے۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی فرمائش بموجب منشی جلال الدین صاحب ہیڈماسٹر نے فراہمی طلبا کے متعلق نمائشی شعبدات دکھائے جن سے صاحب بہادر بہت محظوظ ہوئے۔ مودگل منصوبہ کے مطابق جو سکول میں جاری ہے منشی نورالدین انچارج جماعت اول نے اپنی جماعت کو سبق پڑھایا جو بہت کامیاب تھا۔ سکول کی دیگر تحاریک جدیدہ مثل جونیئر ریڈکراس سوسائٹی کھاد کا گڑھا۔ نمونہ ٹی کمشنر صاحب بہادر اصلاح دیہات۔ سن ڈائل۔ واٹر کلاک۔ ریت گھڑی۔ ماڈل سکول اور گلزار کلب وغیرہ وغیرہ ملاحظہ فرما کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ چوہدری فضل احمد نمبردار صاحب بہادر کو گاؤں میں لے گئے۔ روشندان۔ کھاد کے گڑھے تربیت جسمانی کے ملاحظہ کے بعد جماعت اول اور سکول کے دیگر ریکارڈ بنظر غائر ملاحظہ فرمائے م

اور صفائی کے موٹو ملاحظہ کئے۔ اصلاح دیہات کے کام پر اظہار طمانیت کئے۔ آخر رسول پور تشریف لے جاتے ہوئے موضع نگرا کی صفائی (روشندان اور کھاد کے گڑھے) ملاحظہ فرما کر خورسندی ظاہر کی۔ لاگ بک میں درج فرمایا۔ ۱۶ نومبر کو سکول کا ملاحظہ کیا گیا۔ کام نہایت اعلےٰ ہو رہا ہے۔ اُستادوں کے صحیح طریقہ تعلیم نے مجھ پر بڑا اثر کیا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ وہ گرد نواح کی زندگی کو بہتر بنانے میں خاص حصہ لے رہے ہیں۔ (نور الدین)

مڈل سکول جمال پور ضلع حصار کے سردار بڈھا سنگھ صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ کی نگرانی میں ۲۴ اکتوبر لغایت ۳۱ اکتوبر کو فزیکل ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ تحصیل ہانسی و بھوانی سے ۳۴ مدرسین نے حصہ لیا جو روزانہ حمد باری کے بعد فزیکل ڈرل۔ مارچنگ۔ سکاؤٹنگ کی تعلیم کے علاوہ طلبا سکول کو گروپس میں تقسیم کر کے تربیت جسمانی کی ٹریننگ حاصل کرتے رہے۔ مولوی محمد سلیمان صاحب ہیڈ ماسٹر زیر تربیت مدرسین کو دعا۔ فیملی سسٹم۔ ملاحظہ صفائی ناخن زانت اور لباس کا عملی طور پر نمونہ دیگر کامیاب مدرس بنانے کی ہدایات دیتے رہے۔ چنانچہ اسی طرح تربیت حاصل کر کے پنڈت مہاراج نرائن صاحب رازدان ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی صدارت میں الوداعی جلسہ منعقد ہوا تھا کہ اسی روز صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی تشریف آوری کا مژدہ ملا۔ چنانچہ اس قلیل فرصت میں سب سامان درست کر کے صاحب بہادر کا استقبال پنڈت گنپت رائے صاحب اے ڈی آئی ہانسی نے ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیگر معززین کے ہمراہ نہایت خوبی سے کیا اور حضور کی صدارت میں پی ٹی صاحب نے زیر تربیت مدرسین کی فزیکل ڈرل۔ مارچنگ اور چند کھیلیں دکھائیں۔ جس پر انہیں چیرز دیئے گئے۔ سکول سکاؤٹس نے منشی کنہیا لعل صاحب کی نگرانی میں چند دلچسپ گروپس کھیل دکھائے۔ ان کا دیل کم بنانا اور صاحب بہادر کی شان میں قصیدہ مدحیہ پڑھنا خاص شان لئے تھا۔ صاحب بہادر اپنے دیگر سرکاری فرائض کی بجا آوری کی وجہ سے مجبوراً تشریف لے گئے اور اے ڈی آئی صاحب نے باقی فرائض صدارت سرانجام دیئے جاتے جاتے صاحب موصوف نے پی ٹی صاحب کے طریق ٹریننگ فزیکل اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے حسن انتظام اور صفائی وغیرہ امورات پر لاگ بک میں زرّیں خیالات اظہار فرمائے اور دوبارہ تشریف آوری کا وعدہ فرمایا۔ ان ۳۴ زیر تربیت مدرسین کے علاوہ بیرونجات مراکز بلیبالی دائرہ۔ بوانی کھیڑہ کے مدرسین بھی شامل ہوئے۔ محمد شفیع طالب علم نے حمد باری پڑھی۔ ممتاز علی نے صنعت و حرفت کی ضرورت اور ترقی پر مؤثر تقریر کی۔ حصہ پرائمری کے چند طلبا نے لطائف اور کہانیاں سُنا کر خراج تحسین حاصل کیا۔ صاحب صدر نے دیہات سدھار بموضوع "ہماری مفلسی" جامع و مدلل تقریر فرمائی جس سے متاثر ہو کر حاضرین نے اپنے سدھار کا تہیہ کیا۔ خاتمہ پر صاحب صدر نے ہیڈ ماسٹر صاحب کے حسن انتظام۔ رسوخ اور خوش اخلاقی کی داد دیتے ہوئے موجودہ ریفریشر کورس کے ضلع کے دیگر کورسوں سے ممتاز ثابت کیا۔ یعنی یہ پہلا ریفریشر کورس ہے جو اہالیان دیہہ کی خواہش پر قائم ہوا ہے۔ خوشی ہے کہ ٹیچرز کی رہائش و آسائش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ دوسری خصوصیت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا افتتاحی اور الوداعی پارٹی میں حصہ لینا ہے جو زیر تربیت مدرسین کے لئے پیغام دیئے گئے ہیں کہ فزیکل کام کا قیام اسی وقت تک ہے جب تک اسے باقاعدہ جاری رکھا جائے۔ اگر اپنے سکولوں میں پہنچ کر آپ اسے چھوڑ دینگے تو یہ آپ کو چھوڑ دیگا۔ سردار بڈھا سنگھ صاحب کا خاص شکریہ ہے کہ میرے سب ڈویژن میں آپ نے ایسا کامیاب کورس کر دکھایا۔ سردار صاحب نے مدرسین سے مخاطب ہوتے ہوئے ان کی توجہ جمال پور سکول کے حسن انتظام۔ ضبط باقاعدگی۔ سٹاف کی یک جہتی اور طلبا کا درخت لگانا اور پھول دار کیاریاں لگانا وغیرہ امورات پر دلا کر بتایا کہ یہ سکول میں آپ کی طرح بارانی علاقہ میں ہے۔ جس کے لئے کوئی خاص الاؤنس مقرر نہیں مگر محض ہیڈ ماسٹر صاحب کے دلی شوق اور حسن مذاق کا نتیجہ ہے کہ آپ ہر طرف سرسبز درخت اور پھولدار پودے دیکھتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہ سکول ایک زندہ مثال ہے۔ مجھے چونکہ ضلع بھر کے طلبا سے کام ہوتا ہے۔ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ اس سکول کے طالب علم فرمانبردار۔ مؤدب۔ نیک سیرت ہی نہیں بلکہ

اپنی مثال آپ ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ اس نمونہ کے سکول اور نمونہ کے سٹاف سے سبق سیکھ کر جائیں۔ اور جب تک آپ کا اپنا سکول اس شان کا سکول نہ بن جائے اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے سٹاف کا شکریہ واجبات سے ہے جنہوں نے ہمیں ہر طرح سے آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہردو افسران کا شکریہ ادا کیا کہ جو کچھ ہوا انکی عنایت سے ہوا۔ یہ ذرہ نوازی ان کے اخلاق حمیدہ کی زندہ شہادت ہے۔ اہالیان دیہہ کی طرف سے دفعدار عظیم اللہ خان نے صاحب صدر بی ٹی صاحب ہیڈ ماسٹر اور زیر تربیت مدرسین کا شکریہ ادا کیا۔ جن کی بدولت ہماری جنگی قوم اقوام کے بچوں کی فزیکل ٹریننگ عمل میں آئی۔ (تلارام)

گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر

میلہ منڈی مویشیاں کے موقعہ پر سکول کی انجمن دیہات سدھار نے نمایاں اور قابل ذکر خدمات سرانجام دیں۔ میلہ میں ہندو اور مسلمانوں کے لئے پانی پینے کی علیحدہ علیحدہ سبیلیں لگوائیں۔ سکاؤٹس پانی پلاتے رہے۔ روزانہ شام کو تین بجے سکول کی طرف سے دیہات سدھار کے پروگرام کے ماتحت جلسہ ہوتا تھا جس میں طلباء دلچسپ اور سبق آموز گانے سناتے رہے اور اساتذہ دیہاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مفید اور پُرمغز تقریریں کرتے رہے۔ جس سے لوگوں نے بہت فائدہ اٹھایا تقسیم انعامات کے روز بھی سکول نے بہت پُرجوش حصہ لیا۔ سکاؤٹس نے بڑی پھرتی سے ڈرل کی اور مختلف کھیل کھائے طلباء نے نظمیں اور گانے سنائے۔ میاں عبدالعزیز صاحب ایم اے بی ٹی نے رسومات قبیحہ اور انکے انسداد پر۔ لالہ برکت ناتھ صاحب بی اے بی ٹی سائنس ماسٹر نے کھاد پر نہایت مدلل اور مفید لیکچر دیئے جنہیں عوام نے بہت سبق آموز مانا۔ ان تمام خدمات کا سہرا چوہدری عزیز بخش صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کے سر ہے جنہوں نے کمال محنت اور جانفشانی سے اس پروگرام کو خود تیار کر کے کامیابی سے اسے عملی جامہ پہنایا۔ (سکرٹری)

مڈل سکول بھنہ تحصیل و ضلع انبالہ

صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع انبالہ کے احکام بموجب سنٹر مڈل سکول ہذا اور مدرسہ کیری کے طلباء حصہ لوئر مڈل و پرائمری کا ٹورنمنٹ ہوا۔ صاحب ممدوح نے سال گذشتہ تحصیلی ٹورنمنٹ کے رواج کو از سرنو وجود دیا۔ مگر سال حال کے انتظام کے موافق کم سن بچوں کی صحت کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ ہمارے اس ٹورنمنٹ میں جہاں بچوں نے نہایت خوشی سے حصہ لیا۔ وہاں اہل دیہات اور بچوں کے سرپرستوں اور بہی خواہوں نے بھی اپنا فرض خوب ادا کیا یعنی ٹورنمنٹ میں شامل ہو کر ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی۔ یہ امر موجب مسرت ہے کہ تمام کھیل نہایت خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوئے اور بھول کر بھی کسی قسم کی بدمزگی رونما نہ ہوئی۔ خواجہ محمد تقی صاحب بی ٹی کی دلچسپیاں قابل داد ہیں۔ آپ کی موجودگی مدرسین اور طلباء کے لئے باعث مسرت تھی۔ چوہدری کھیر سنگھ صاحب کپتان دیہاتی ٹیم نے ریفری کے فرائض نہایت خوشی اور خوبی سے ادا کئے جس کے لئے وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ سکول سکاؤٹس نے دوران ٹورنمنٹ میں حاضرین کی تواضع ٹھنڈے پانی سے کی۔ سردار رنجیت سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے ٹورنمنٹ کو باحسن وجوہ انجام پذیر کرنے کی خاطر جس سرگرمی اور دلچسپی کا اظہار کیا۔ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ ہی کی صدارت میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ اور آپ نے موقع کے مطابق نہایت موزوں تقریر کی اور صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا ان کی تعلیمی دلچسپیوں اور ہمدردانہ شفقتوں کے لئے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے سٹاف کے تعاون اور یک جہتی کو سراہا۔ حصہ لوئر مڈل کے انعامات رسہ کشی کبڈی ہائی جمپ فٹ بال گولہ اندازی۔ لانگ جمپ اور دوڑوں کے تھے اور حصہ پرائمری میں رسہ کشی۔ کبڈی۔ لانگ جمپ اور دوڑوں کے

(فتح سنگھ سیکرٹری ٹورنمنٹ)

نارووال ضلع سیالکوٹ میں فرسٹ ایڈ کلاس بالغان کا افتتاح

سینیر ریڈ کراس سوسائٹی نارووال کے زیر اہتمام ۱۰ ر نومبر کو چار بجے بعد دوپہر بصدارت رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر مدارس لاہور ڈویژن اس کلاس کی افتتاحی رسم ادا ہوئی۔ چوہدری بہاول خاں صاحب اے ڈی آئی مدارس نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور کلاس کے جاری کرنے کا مدعا ظاہر کیا۔ پنڈت مرلی دھر صاحب موودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے کلاس کے اجراء کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے اور دیہات میں اس کی ضرورت کی اہمیت حاضرین کے ذہن نشین کی۔ اس کی عدم واقفیت کے باعث ننھے ننھے امور جو خطرناک صورت اختیار کر لیتے ہیں مثالوں سے واضح کئے۔ بتایا کہ ضلع ہذا میں ابتدائی طبی تعلیم کو عام کرنے کے لئے ۱۲ سینیر اور ۱۶ جونیر منسٹر قائم کئے جائیں گے۔ تاکہ استاد اور طالب علم دیہاتیوں کی خدمت سرگرمی سے کر سکیں۔ ڈاکٹر عبد العزیز صاحب اسسٹنٹ سرجن نے کلاس کے سلیبس اور ٹائم ٹیبل بتاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اپنی سروس میں اس کلاس کو تعلیم دینے کا پہلا موقعہ ہے۔ مجھے فخر ہے کہ سررشتہ تعلیم کے ایک مایہ ناز افسر اس کی افتتاح فرما رہے ہیں۔ علاوہ بریں بشپ صاحب اور کینن صاحب ایسی مبارک ہستیاں شامل ہیں۔ لہذا ضرور کامیابی ہوگی۔ میں طالب علموں کو حتی المقدور زیادہ سے زیادہ واقفیت بہم پہنچانے کی کوشش کرونگا۔ جو پنسل اور نوٹ بک ہمراہ لایا کریں۔ باقی ضروری اشیاء سوسائٹی بہم پہنچائے گی۔ امتحان میں شامل ہونے کے لئے سات لیکچروں کی حاضری ضروری ہے۔ صاحب صدر نے کلاس کی اجرائے کی منظوری دیتے ہوئے فرمایا۔ محترم بشپ صاحب کینن صاحب و معزز حاضرین جلسہ:۔ خوشی کا مقام ہے کہ میں آج ایسی کلاس کے اجرائے کی رسم ادا کرنے لگا ہوں جس میں متعلقین کو اس قابل بنا دیا جائیگا کہ دیہات میں چھوٹے بڑے حادثات میں بوقت ضرورت پبلک کی خدمت کر سکیں۔ اس کورس میں بشپ صاحب اور کینن صاحب کی شمولیت نیک شگون ہے۔ کلاس کے اغراض و مقاصد ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب اور ان کے اسسٹنٹ چوہدری صاحب واضح کر چکے ہیں۔ کچھ عرصہ سے آپ کے ضلع میں تعلیمی کام کا چرچا ہو رہا ہے۔ کوئی تعلیمی تحریک ایسی نہیں جس میں آپ کا ضلع سب سے آگے نہ ہو۔ ایسی کلاس جاری کرنے کا فخر آپ کے ضلع کو ہی ہے کھیل کے میدان۔ فرسٹ ایڈ اور سکاؤٹنگ کے میدان میں آپ کا ضلع آگے ہی آگے قدم رکھتا ہے۔ چند روز ہوئے میں صاحب ڈائرکٹر بہادر سے ذکر کر رہا تھا کہ جو خوشی ضلع سیالکوٹ کے تعلیمی کام کے ہر شعبہ میں حاصل ہوتی ہے کسی اور ضلع میں نہیں ہوتی۔ اور حقیقتاً جس کام میں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ان کے مشیر تعلیم صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر اور عملہ تعلیم دلچسپی لینے لگ جائے۔ وہ کیوں باحسن وجوہ انجام پذیر نہ ہو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور ان کے اسسٹنٹ اصحاب اور اساتذہ بڑے جوش اور دلچسپی سے کام کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جہاں پنڈت مرلی دھر صاحب موودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر۔ چوہدری بہاول خاں صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر۔ بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی فار فزیکل ٹریننگ۔ مسٹر ایل ایم سرکار ہیڈ ماسٹر اور سردار اقبال سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر جیسے کارکن اور قابل بزرگوار موجود ہوں۔ وہاں کوئی وجہ نہیں کہ تعلیمی کام اس قدر کامیابی سے سرانجام نہ پائیں۔ میں بڑی خوشی کے ساتھ فرسٹ ایڈ کلاس کی اجازت دیتا ہوں اور متوقع ہوں کہ آٹھ ہفتہ کے بعد سب صاحبان جو اس کلاس میں شامل ہونگے۔ فخریہ یہ کہتے سنائی دینگے کہ ڈاکٹر عبد العزیز صاحب کے فاضلانہ لیکچروں نے ہمیں اس قابل بنا دیا کہ دیہات میں بوقت ضرورت صحیح معنوں میں پبلک کی کچھ خدمت کر سکیں گے۔ میں ہر دو ہیڈ ماسٹر صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کام میں امداد دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے دوست شیخ عبد السلام صاحب تحصیلدار کا جو اس تحصیل کے مالک ہیں بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پنڈت صاحب اور چوہدری صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ہر ایک تعلیمی کام میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ بعد میں شیخ عبد السلام صاحب بحیثیت صدر ریڈ کراس سوسائٹی نارووال۔ رائے بہادر صاحب صدر کا۔ بشپ بینرجی صاحب اور

(چوہدری بہاول خان) پنن چندو لال صاحب اور دیگر حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے تکلیف گوارا فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

ڈی بی مڈل سکول راجہ سانسی ضلع امرتسر

(۱) ۱۲ر نومبر لغایت ۱۸ر نومبر کو نہایت کامیاب ہفتہ بچگان محکمہ حفظان صحت امرتسر کی طرف سے منایا گیا۔ سکول ہذا کے مختلف کمروں میں انواع و اقسام کے حفظان صحت کی تحریک کے موافق لکڑی کے نمونے۔ کھلونے۔ صحت کے اصولوں کے چارٹ۔ زچگی کے متعلق ہدایات۔ رنگین تصاویر وغیرہ نہایت خوبی سے لگائے۔ احاطہ سکول میں ملیریا بخار کی وجوہات کی بابت مختلف نمونے دکھلائے گئے۔ نمائش ہر روز دس بجے صبح سے چار بجے شام تک کھلی رہتی اور ہزار ہا نفوس (مرد و زن) اس سے مستفید ہوئے بچوں کو لیڈی ہیلتھ وزیٹروں سے ملاحظہ کراتے وزن کراتے اور خوشی سے گھروں کو جاتے۔ سکول سکاوٹس مختلف خدمات بجالاتے رہے۔ طلبا جلوس کی صورت میں روزانہ گرد و نواح کے مختلف گاؤں میں گئے۔ رات کو سینما لاری کی تصاویر سے حاضرین کو محظوظ کرتے۔ ڈاکٹر صاحب اور ہیلتھ وزیٹران لوگوں کو صحت کے قائم رکھنے۔ بیماریوں کی روک تھام سے مطلع کرتے۔ ۱۷ر کو خاص قصبہ راجہ سانسی میں دوپہر کو طلبا کا جلوس نکالا گیا۔ اور انہوں نے مختلف گانے پبلک کو سنائے۔ رات کو ریڈیو کے ذریعے حاضرین کو بمبئی کلکتہ اور لاہور کے گانے سنائے گئے۔ سینما لاری سے متحرک تصاویر حفظان صحت و تاپ توڑ دکھائی گئیں۔ سردار ایس ایس سیٹھی ہیلتھ افسر نے اپنی کوشش سے اس قسم کا ہفتہ منانے کا انتظام کیا۔ طلبا نے صفائی کی دیوی نامی ڈرامہ نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔ ماسٹر ہیرالال مصنف ڈرامہ خود بھی کام کرتے رہے۔ آنریری لفٹننٹ سردار رگھبیر سنگھ صاحب او بی ای ہیلتھ آفیسر صاحب اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر صاحب محکمہ حفظان صحت اور دیگر افسران موجود تھے۔ ۱۸ر کو صاحب ڈپٹی کمشنر کی لیڈی صاحبہ نے خواتین کے جلسہ کی صدارت کی جس میں ہیلتھ وزیٹروں نے جملہ مستورات کو ایام حمل اور زچگی کی واقفیت اور بچے کی صحت قائم رکھنے کے اصول سمجھائے۔ اعلےٰ صحت کے بچوں کا انتخاب کیا گیا۔ لیڈی صاحبہ کی صدارت میں ایک عام جلسہ ہوا۔ جس میں افسران مندرجہ صدر کے علاوہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس حاجی محمد عظیم صاحب اے ڈی آئی اجنالہ۔ سردار کرتار سنگھ صاحب سیکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ امرتسر اور پنڈت رام ناتھ صاحب پرنسپل پی بی این ہائی سکول شامل تھے۔ سکول طلبا نے میوزیکل ڈرل اور کھیلیں دکھائیں۔ ہیلتھ افسر صاحب نے اغراض جلسہ واضح کئے۔ افسران تعلیم نے اپنے سٹاف اور سردار موہن سنگھ صاحب پوری بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی امداد کی تعریف کی۔ لیڈی صاحبہ نے مستحقین کو انعام تقسیم فرمائے اور عوام سے ایسے جلسوں سے مستفید ہونے کی اپیل کی۔ سردار صاحب کے خلف الرشید لال جی ہر اندر سنگھ صاحب نے لالہ ہیرالال جی کو ایک کپ عطا فرمایا۔ سردار رگھبیر سنگھ صاحب کی طرف سے صبح اور شام افسران کو پُرتکلف ٹی پارٹی دی گئی آپ کی بدولت راجہ سانسی میں اس قسم کی تحریکات کامیاب ہو رہی ہیں۔ اور وہ ایک نمونہ کا گاؤں بن رہا ہے۔

(۲) نقل ریمارکس آنریبل وزیر تعلیم صاحب:۔ میں ڈی بی مڈل سکول راجہ سانسی کا مورخہ ۲۹ر اگست ۱۹۳۴ء کو ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوا۔ یہ سکول ایک ترقی کناں حالت میں ہے۔ دستخط آنریبل وزیر صاحب تعلیم پنجاب (ہیڈ ماسٹر سکول)

سناتن دھرم ایجوکیشن بورڈ پشاور ٹورنمنٹ

۲۵ر بورڈ ہذا کے ٹورنمنٹ کے اختتام پیر خان صاحب پیر کریم بخش خاں صاحب انسپکٹر آف سکولز نے رائے بہادر سردار کانشی نند سناتن دھرم ہائی سکول پشاور کے احاطہ میں محکمہ تعلیم کے افسران۔ مقامی ہیڈ ماسٹر صاحبان اور رؤسائے شہر کی موجودگی میں انعامات تقسیم کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

بورڈ ہذا نے صوبہ سرحد کے تمام سناتن سکولوں کی تعلیمی حالت ضبط اور اخلاق قابل تعریف ہے نتائج امتحان شاندار ہیں ایجوکیشن بورڈ کے سرتاج مانا نرنجن س۔ گھ صاحب بیدی ممبر کونسل۔ پریزیڈنٹ بورڈ سناتن دھرم سکولوں کو اعلےٰ معراج پر

پڑھے جانے کی قابل تعریف خدمت کر رہے ہیں۔ جس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یہ بہتر ہوگا اگر ایجوکیشن بورڈ تمام سکولوں کا مالی معاملات میں بھی الحاق کرے۔ اس طرح سب سکول کامیابی سے ترقی کر سکیں گے۔ دیگر اقوام کو اس بورڈ کی تقلید کرنا چاہئے۔ اور ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ کو از سر نو جاری کرنا چاہئے۔ تاکہ طلبا میں کھیلوں کا شوق پیدا ہو۔ بورڈ کے زیر اہتمام چار ہائی سکول ایک مڈل سکول نو پرائمری سکول لڑکوں کے ۲ مڈل سکول اور ۹ پرائمری سکول لڑکیوں کے ہیں۔ میچ بڑی خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوئے ہیں۔ سناتن دھرم ہائی سکول نوشہرہ کھیلوں میں اول رہا۔ اور پشاور ہائی سکول ہاکی اور فٹ بال میں اور مردان ہائی سکول والی بال میں دوم رہے۔　　(گیان چند اسسٹنٹ جنرل سکرٹری)

رورل اپ لفٹ کمیٹی تنہانہ ضلع فیروز پور

۲۰ر دسمبر کو کمیٹی کا اجلاس ڈسی بی ہائی سکول تھانہ کی پلے گراؤنڈ میں خان علاؤالدین خاں صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم سب تحصیل تنہانہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں سکول سٹاف۔ طلبا سکول اور افسران محکمہ امداد باہمی۔ ہیلتھ صحت۔ ڈسپنسری کے علاوہ ذیلداران۔ نمبرداران و روٴسا اور شرفاء علاقہ بڑی تعداد میں جمع ہوئے۔

(۱) مختلف عنوانوں پر نظمیں پڑھی گئیں۔ گوربچن سنگھ جماعت دہم کو ہیڈ ماسٹر صاحب نے ۸ر اور سردار پرتاب سنگھ صاحب نے ایک روپیہ نقد انعام دیا۔

(۲) مولوی محمد عبدالعزیز صاحب کی نظم واضح و مشرح تھی۔ دیہات سدھار کی ہر تحریک پر کافی روشنی ڈالی گئی۔ کمیٹی نے آپ کو ایک دستار انعام دی۔

(۳) ڈرامے ہوئے۔ آغا احمد حسن خاں اور گوربخش سنگھ نے اپنے اپنے پارٹ خوبی سے ادا کئے۔ اس لئے ہر دو کو علے الترتیب ایک روپیہ اور ۸ر ہیڈ ماسٹر صاحب نے انعام دیئے۔

(۴) لالہ رام داس صاحب سائنس ماسٹر۔ ڈاکٹر صاحب انچارج ہسپتال۔ وٹیرنری اسسٹنٹ صاحب۔ وکیسی نیٹر صاحب سب انسپکٹر صاحب بنک نے اپنے اپنے محکموں کی بابت لیکچر دیئے۔ حاضرین بہت مستفید ہوئے۔

(۵) ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبران کا انتخاب کیا گیا۔ (۶) طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (۷) حاضرین کا شکریہ ادا کیا گیا۔

تمام کامیابی خان علاؤالدین خاں صاحب نائب تحصیلدار اور لالہ سری رام صاحب چوپڑہ ہیڈ ماسٹر کی دلچسپیوں پر منحصر ہے آپ کی دیہات سدھار کی کوشش قابل تحسین ہے۔

جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سے درخواست ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں۔　　(محمد سلیمان عاشق بی اے)

اے وی ہندو مڈل سکول کیتھل ضلع کرنال

۲ر جنوری کو سکول کھلتے ہی لالہ مدن گوپال صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل کی صدارت معززز منتظمان۔ ممبران سٹاف اور طلباء سکول کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ اتفاق رائے سے قرار پایا کہ

(۱) سکول کے متعلقین کا یہ مشترکہ اجلاس آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ منسٹر لوکل سلف گورنمنٹ پنجاب کے نائٹ (سر) بنائے جانے پر آنریبل موصوف کی خدمت میں بڑے ادب سے مبارک باد عرض کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کا شکر گذار ہے جس نے حق بحقدار رسید کے مقولہ کو اپنایا۔

(۲) اسکی نقل آنریبل سر ڈاکٹر گوکل چند صاحب کی خدمت میں چیف سیکرٹری صاحب گورنمنٹ پنجاب اور پریس میں ارسال کی جائے۔ دلشی رام ہیڈ ماسٹر رہنمائے تعلیم بڑے ادب سے آنریبل ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ منسٹر لوکل سلف گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں اس اعزاز کے حصول پر مبارکباد عرض کرتا ہے۔　ع　گر قبول افتد زہے عز و شرف۔　　(مسجد نوا)

رہتک میں سکاؤٹ ریلی ۵ جنوری کو تمام مقامی سکولوں کے سکاؤٹس نے بموجب ہدایات جناب چودھری دیپ سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع رہتک چودھری رام مہر صاحب اے ڈی آئی فار پی ٹی کی نگرانی میں بتقریب تشریف آوری آنریبل چیف جسٹس صاحب ہائی کورٹ پنجاب ممدوح کا خیر مقدم کیا۔ اور مسٹر ایم آر سچدیو۔ آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر بہادر کی فرمائش پر پولیس لائن کے نزدیک وسیع میدان میں آنریبل موصوف کے اعزاز میں شاندار سکاؤٹس ریلی ہوئی جس میں مقامی دیش سکول۔ جاٹ سکول۔ گوڑ برہمن سکول اور گورنمنٹ سکول کے سکاؤٹس نے جھنڈے کی سلامی کے بعد سکاؤٹ ڈرما اور اپنے دلچسپ کرتبوں سے صاحب ممدوح اور حاضرین کو محظوظ کیا۔ ضلع رہتک کے تمام مقامی افسران اس کارروائی کی دید کو رونق افروز تھے۔ معززین شہر اور پبلک کا بڑا بھاری مجمع تھا۔ آخیر میں بینڈ باجہ سے "خدا بادشاہ کو سلامت رکھے" کا گیت گایا گیا۔ (ایکے از ناظرین)

ڈی بی مڈل سکول موڑنڈہ ضلع انبالہ ۵ جنوری کو انجمن معلمین سنٹر کا ماہواری اجلاس سکول ہذا کی بجائے ڈی بی پرائمری سکول ڈھنگرالی تحصیل روپڑ میں لالہ رگھوناتھ سہائے صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر موڑنڈہ مڈل سکول منعقد ہوا۔ جس میں مدرسہ ڈھنگرالی کی جماعت اول کے طلبا کا تعلیمی مقابلہ۔ اُردو پڑھنا۔ لکھوال مدرسہ اور خوشخطی میں ہوا۔ جماعت چہارم کا امتحان زبانی حساب اور خوشخطی میں لیا گیا۔ ڈرل اور کینگ شو کا کام بھی دیکھا گیا جو ہر پہلو سے قابل تعریف تھا۔ دیہاتی ٹیموں کے مقابلے ہوئے اور فتحیاب ٹیموں کو انعامات دیئے گئے۔ حاضری خاصی۔ حاضرین بے حد محظوظ ہوئے۔ مفصل میں یہ پہلا سنٹر تھا جو خوب کامیاب ہوا۔ (وِدیا ساگر شرما)

انجمن معلمین سنٹر کورالی تحصیل کھرڑ چوہدری محمد مشتاق خاں صاحب اے ڈی آئی کھرڑ کی صدارت میں بشمولیت جملہ مدرسین سنٹر۔

میٹنگ کا پروگرام باحسن وجوہ ختم ہوتے پر صاحب صدر نے مندرجہ ذیل امور پر نہایت مدلل و مؤثر تقریر فرمائی۔

(۱) صفائی مکان مدرسہ صحن۔ حفاظت و ترتیب سامان مدرسہ (۲) فراہمی طلبا۔ (۳) یوم الوالدین۔ (۴) لازمی تعلیم کو کامیاب بنانے کی تجاویز۔ (۵) روزانہ حاضری اور فیلی سسٹم کو کامیاب بنانے کے وسائل۔ موجودہ زمانہ میں تعلیم کی غرض و غائت اور اس کے مطابق طلبا کا تیار کرنا (۶) طلبا میں ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت کا پیدا کرنا۔ مدرسین کا خود نمونہ دینا (۷) دیہات سدھار کے ڈرامے۔ نظمیں اور گیت وغیرہ متعلقہ رسومات بد۔ زیورات۔ شراب نوشی۔ حقہ نوشی۔ قرض کی خرابیاں اور مقدمہ بازی۔ (۸) مدرسین کی ذمہ واری زمیندار کی طرف (۹) کتب لائبریری اور ان کا استعمال۔ طلبا اور عوام الناس میں مطالعہ کا شوق پیدا کرنا (۱۰) تحریکات زمانہ۔ ریڈکراس۔ سکاؤٹنگ۔ انجمن امداد باہمی زمیندارہ بنک و استمال اراضی میں مدرسین و طلبا کی شرکت۔ (۱۱) سرکلرات احکامات کی فوری تعمیل (۱۲) رخصت ہائے اتفاقیہ اور انکا مناسب استعمال (۱۳) باغیچہ لگانا اور مدرسے کی اندرونی و بیرونی زیبائش۔

ہیڈ ماسٹر صاحب لوئر مڈل کورالی نے صاحب صدر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حاضرین سے ان ہدایات کے حامل ہونے کے لئے پُرزور اپیل کی۔ (درکھی رام شرما)

ڈی بی مڈل سکول شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ جناب سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے لالہ بحال چند صاحب اے ڈی آئی پی ٹی اور سردار ہردیال سنگھ صاحب اے ڈی آئی کے ہمراہ سالانہ معائنہ فرمایا۔ بینڈ باجہ کی سلامی اور مارچنگ کے بعد ماس ڈرل۔ سکاؤٹنگ۔ ڈائلنگ۔ گیت متعلقہ دیہات سدھار اور کمیونٹی ورک وغیرہ وغیرہ دیکھے اور بیحد محظوظ ہوئے۔ تعلیمی

حالت کے معائنے کے بعد جناب کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ حمد کے بعد گلہائے عقیدت مصنفہ سید اختر بخاری بچوں نے گائے۔ لالہ درگاناتھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے مختصر الفاظ میں سکول کی تعدادی ترقی کا ذکر کیا۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرما کر تعلیمی۔ انتظامی صحت صفائی اور دیگر تحاریک میں سکول کو ضلع کے سکولوں سے بہتر و برتر تسلیم کیا۔ جس کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب اور عملہ مستحق مبارکباد ہے۔ (سید سردار علی شاہ)

لوئر مڈل سکول پنیا کھ ضلع گوجرانوالہ کی عمارت سکول کا ایک کمرہ گزشتہ برسات میں گر گیا تھا اور مجبوراً طلبار کو باہر بیٹھنا پڑتا تھا۔ مالک زمین وہاں بلا ضرورت چار دیواری کھڑی کرنا چاہتا تھا۔ جس سے اہل مدرسہ کو تکلیف پہنچنے کا احتمال تھا۔ چنانچہ درخواست کرنے پر سینیر سب انسپکٹر صاحبان تھانہ قلعہ دیدار سنگھ کی فہمائش اور چوہدری افضل داد صاحب سفید پوش کے دخل پر مالک نے اپنا ارادہ بدل لیا جس سے اہل مدرسہ اس آنے والی تکلیف سے محفوظ ہو گئے اور ہر دو افسران پولیس کے شناخواں اور شاکر ہیں جن کی توجہ سے وہ تکلیف سے بچ گئے۔ (سندر داس)

لوئر مڈل سکول کوٹ فتوحی ضلع ہوشیارپور کا سالانہ معائنہ ۸ جنوری کو جناب لالہ مالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی علاقہ نے فرمایا جس سے فارغ ہو کر آپ کی صدارت میں یوم الدین منایا گیا جس میں طلبا کے والدین کے علاوہ ملحقہ دیہات کے معززین نے شمولیت فرمائی۔ ماسٹر کابل سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ اور حاضرین سے قابل ادخال طلباء کے داخلہ کی پُر زور استدعا کی۔ صاحب صدر نے دلچسپ پیرائے میں لازمی تعلیم۔ تعلیم نسواں۔ رسومات قبیحہ کا دور کرنا۔ صفائی کی کمیٹیاں بنانا۔ اشتمال اراضی و امداد باہمی قرضہ کے فوائد۔ کھاد کا گڑھوں میں محفوظ رکھنا۔ جدید آلات زراعت اجناس کا استعمال۔ فوائد ٹیکہ بالتشریح بتا کر حاضرین پر احسان عظیم کیا۔ معززین علاقہ کی طرف سے تیس روپے نقد کی شیرینی اور دیگر انعامی اشیاء تقسیم ہوئیں۔ (چمن سنگھ طالب)

نارمل سکول گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں حضور گورنر پنجاب کی تشریف آوری ۱۴ جنوری کو نارمل سکول میں ہز ایکسیلنسی نواب گورنر بہادر پنجاب تشریف فرما ہوئے۔ سکول میں دور جدید کا آغاز ہو چلا ہے اور اس کے ہر ایک شعبے میں نمایاں خصوصیت اور جدت جھلک دیتی ہے۔ باغیچے پر نظر دوڑائیے کھلے ہوئے پھولوں کے علاوہ پلاٹوں کی ترتیب اور بناوٹ میں بھی خاص دلکشی ہے۔ عجائب گھر اور اس کی نئی عجائبات کا اضافہ۔ چڑیا گھر کے گھریلو جانوروں کی جگہ۔ مرغی خانہ کی دلکش عمارت۔ نمونے کا گاؤں۔ نہر پنجاب کا ماڈل اور ہندوستان کے موڈل وغیرہ صدہا ایسی چیزیں ہیں جن کی موجودگی سکول کی زیبائش اور شہرت کو چار چاند لگاتے ہے۔ سکول کے رسالہ نور التعلیم کی زندگی میں تو انقلاب جدید آچکا ہے۔ غرض یہ سکول فی الحقیقت ایک پریم نگر ہے۔ حضور کی تشریف آوری ہر ایک شعبہ میں نئی جان ڈالنے کا موجب ہوئی۔ اور اس دن سکول اور اس کا ہر شعبہ پورے جوبن پر تھا۔ دس بج کر چالیس منٹ پر حضور انور تشریف فرما ہوئے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گوجرانوالہ۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس۔ رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے ڈویژنل انسپکٹر مدارس لاہور مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے انسپکٹر ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز پنجاب اور خان صاحب سید ریاض علی شاہ صاحب ہیلتھ آفیسر گوجرانوالہ نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ سکول کے اندرونی گیٹ پر حضرت یحییٰ صاحب ہیڈ ماسٹر نے آپ کا استقبال کیا۔ ہار پہنایا۔ سکول بینڈ نے سلامی اُتاری۔ سڑک کے دورویہ تمام طلبار حضور کے سلام کو کھڑے تھے۔ سکول عمارت کے قریب پہنچنے پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے قصیدہ پڑھا جو خاص طور پر اس موقعہ کے لئے موزوں کیا تھا۔ یہاں نواب گورنر بہادر کا فوٹو لیا گیا۔ اس وقت طلباء کمروں میں پہنچ چکے

تھے اور باقاعدہ تعلیم شروع تھی۔ حضور والا کمروں سے ہوتے ہوئے عجائب گھر میں تشریف لے گئے جس کی ہر چیز کو بغور دیکھا۔ وہاں سے نمونہ کے گاؤں نہر پانامہ اور ہندوستان کے ماڈل ملاحظہ فرمائے اور مرغی خانہ اور دستکاری کے کام کو ملاحظہ فرماتے ہوئے زراعتی نمائش کو دیکھا۔ زراعتی فارم کی سبزیاں اور فروٹ گارڈن کے پھل دیکھ کر آپ بہت محظوظ ہوئے۔ سبزیوں سے تیار ہوا ہوا ویل کم خاص جاذب نظر تھا۔ آخر نواب ممدوح پلے گراؤنڈ میں شامیانے میں تشریف فرما ہوئے اور طلبا کی ماس ڈرل جسمانی ورزشوں کے کرتبوں کو ملاحظہ فرمایا۔

ڈرل کے خاتمہ پر طلبا نے آپ کو چیرز دیئے جن کا جواب آپ نے (آپ کا شکریہ بہت بہت) انگریزی زبان میں فرمایا۔ خوشی کی بات ہے کہ سکول کے ہر شعبہ سے آپ مسرور ہوئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو اس اعلیٰ کارگذاری پر مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا۔ "میں آپ کے سکول سے بیحد خوش ہوا ہوں۔ افسوس وقت تھوڑا ہے کوشش کرونگا کہ پھر دوبارہ یہاں آؤں اور زیادہ وقت ٹھہر کر محظوظ ہوں۔"

خدا بادشاہ کو سلامت رکھے کے دلکش ترانے کے درمیان آپ کو الوداع کہا گیا۔ اس کامیابی کے لئے ہمارے مہربان۔ ہر دلعزیز ہیڈ ماسٹر صاحب حضرت عیینی صاحب قبلہ مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی بہترین کارگذاری اور اعلیٰ قابلیت کا ہر کہ و مہ ثنا خواں ہے۔ (عطا محمد کپوری)

پنجاب یونیورسٹی اور امتحان میٹریکولیشن سال ۱۹۳۴ء میں ریاضی کے پرچوں پر ممتحن اصحاب کی رائے

حساب الجبرا اور جیومیٹری کے پرچوں پر ممتحن اصحاب نے حسب ذیل آرائے کا اظہار کیا ہے جس کا مطالعہ معلمین و متعلمین کے لئے فایدہ سے خالی نہیں۔

(ا) حساب (۱) خطوط وحدانی کا استعمال طلبا کم جانتے ہیں (۲) قریبی پائی کے معنی غالباً کوئی بھی نہ سمجھا بلکہ بمشکل ایک آدھ فیصدی اُمیدوار صحیح مطلب کو پہنچے۔ باقیوں نے پائیاں اور انکی کسر کو برقرار رکھا۔

(ب) الجبرا (۱) طلبا اس مضمون پر کم توجہ دیتے ہیں (۲) پرچوں سے معلوم ہوا کہ اس مضمون کے اُستادوں نے بھی صرف اسی حصہ تک اپنی توجہ کو محدود رکھا جسے امتحان کے لئے مفید مانا۔ (۳) سوال نمبر ۲ میں مسئلہ باقی بہت کم اُمیدوار سمجھ سکے۔ اکثر اُمیدواران نے "حملے" کو (۱ + x) سے تقسیم کرکے "باقی" کو صفر مان لیا مگر تشریح سے قاصر رہے کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ (۴) عبارتی سوال نمبر ۱ اکثر اُمیدواروں نے حل نہ کیا۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتی کہ گذشتہ تین چار سالوں میں اس قسم کا کوئی سوال نہ دیا گیا جس سے یہ مان لیا گیا کہ ان کی ضرورت نہیں۔ یہ امر محتاج بیان نہیں رہا۔ کہ ہمارے سکولوں کی تعلیم پر امتحانی پرچوں کا کہاں تک خوفناک اثر پڑ رہا ہے۔

(ج) جیومیٹری۔ سال گذشتہ کی طرح تمام ممتحنوں کو اس سال بھی شکایت ہے کہ سمجھ کر کام کرنے پر گھوٹے کو ترجیح دی گئی ہے۔ حیرت ہے کہ دو سال کے عرصہ میں جیومیٹری کے چند مسائل ایسی اچھی طرح حل نہیں کرائے جا سکتے کہ ان کی امداد سے انکے متعلقہ آسان سوالات بآسانی حل ہو سکیں۔ یہ ہمارے طریق تعلیم کا قصور ہے جس میں فوری اصلاح ضروری ہے۔

ہیڈ ماسٹر صاحبان اور افسران معائنہ کا فرض ہے کہ اس امر کو خاص ملحوظ رکھیں کہ مدارس میں ریاضی کی تعلیم محض امتحان پاس کرنے کے لئے نہ دی جائے۔ بلکہ زیر تربیت طلبا کی ذہنی تربیت کے لئے۔ جیومیٹری میں مسائل کا زبانی یاد کر لینا نہایت بُرا ہے بلکہ اس مضمون میں وسعت مطالعہ پر مسائل کے ذہن نشین کرنے کو ترجیح دی جائے۔ اور انہیں نتائج کے اخذ کرنے میں استعمال کیا جائے۔

اگر ریاضی کا اُستاد روزانہ جیومیٹری کی نوٹ بکوں کو درست نہیں کر سکتا تو ہفتہ میں ایک دن ایسا ضرور کرے۔

عام غلطیاں سال حال میں یہ پائی گئی ہیں۔

(ا) عموماً سٹ سکوئروں کی مدد سے کھینچے گئے۔ گو سوال میں صاف ہدایت تھی کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اس طرح کام کرنے والے

اُمیدوار کوئی نمبر حاصل نہ کر سکے ۔

(ب) جس امر کو ثابت کرنا تھا اسے ہی ثبوت میں پیش کیا گیا ۔

(ج) مسئلے کا عکس ثابت کرتے وقت انہیں خیال نہیں رہتا کہ کیا ثابت کرنا ہے ؟

(د) شکلیں عام طور پر ناقص ۔ غلط اور بھدی ہوتی ہیں ۔

امتحانات جے وی و ایس وی مردانہ سال ۱۹۳۵ء

{سرکلر میمو نمبر ۲۷۷۵ ۲ منجانب صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب مقام لاہور مجریہ ۸ دسمبر ۱۹۳۴ء

جو دفتر صاحب ممدوح سے بذریعہ سی ایم نمبر ۹۴۹ مورخہ ۱۶ جنوری دفتر رہنمائے تعلیم میں ۱۷ جنوری کو موصول ہُوا مشتہر ہے کہ ہر دو امتحانات مذکورہ صدر مردانہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء سے شروع ہونگے (چونکہ درخواستوں کی ترسیل کا وقت گذر چکا ہے ۔ اس لئے اسے نظر انداز کیا جاتا ہے سمجھ لو) فیس داخلہ امتحان جے وی سکول کے زیر تربیت اُمیدواران اور ایسے اُمیدواران سے جنہیں صرف ایک مضمون کا امتحان دینا ہے ۔ دس روپے ہے ۔ اور پرائیویٹ اُمیدوار تمام امتحان دینے والے سے بارہ روپے ۔ ایس وی امتحان کی فیس داخلہ بدستور اول اُمیدواران سکول اور ایک مضمون کا امتحان دینے والے پرائیویٹ اُمیدواران سے بارہ روپے اور تمام مضامین کا امتحان دینے والے پرائیویٹ اشخاص سے پندرہ روپے ہے ۔ فیس داخلہ کا واپس کرنا یا اُمیدوار کا اگلے سال بلا ادائیگی امتحان دینا شرائط ذیل لئے ہے ۔ (ا) اس غرض کے لئے درخواست ڈویژنل انسپکٹر صاحب علاقہ کی معرفت دفتر صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب میں تاریخ آغاز امتحان سے پہلے پہنچے (ب) یہ درخواست کسی رجسٹرڈ میڈیکل گریجویٹ یا سب اسسٹنٹ سرجن کی مصدقہ ہو۔ اسسٹنٹ سرجن یا سب اسسٹنٹ سرجن خواہ کسی شفاخانہ کے انچارج ہوں یا پرائیویٹ پریکٹس کرنے والے ۔ (ج) فوتیدگی یا دل اُٹھا لینے کی صورت میں فیس واپس نہیں مل سکے گی یا محکمہ اس کی کمی حاضری کو باور نہ کرنے پر فیس کی واپسی ناممکن ہے ۔

ہاں اگر محکمہ کسی درخواست کو منظور کرنے سے انکار کرے تو فیس کی واپسی ممکن ہے ۔ یہ نامنظوری موجودہ قواعد کی پابندی یا تکمیل نہ کر سکنے کی صورت میں ہُوا کرتی ہے ۔

امتحان پاس کرنے کے لئے جے وی سند کے ہر ایک لازمی مضمون میں اور تمام لازمی مضامین کے مجموعہ میں چالیس فیصدی نمبروں کا حاصل کرنا ہے ۔ ورزش جسمانی کے نمبر بھی شامل ہونگے ۔ مگر اختیاری مضامین فارسی ہندی اور پنجابی میں چالیس فیصدی سے کم نمبر حاصل کرنے پر یہ نمبر شامل نہیں ہو سکینگے ۔ گو اُمیدواران مضامین میں کم نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے ناکامیاب نہ مانا جائیگا ۔ اگر وہ ان میں چالیس فیصدی یا اس سے زیادہ نمبر حاصل کر سکے تو وہ میزان میں جمع کر دیئے جائیں گے اور اس کی سند پر اس کامیابی کا ذکر کر دیا جائیگا ۔

ایس وی سند کی صورت میں ہر لازمی مضمون میں کم ازکم ۳۳ فیصدی مگر ان کے مجموعہ میں ۴۰ فیصدی جن میں جسمانی ورزش کے نمبر بھی محسوب کر دیئے جائینگے مگر فارسی ۔ ہندی اور پنجابی مضامین میں اور لائٹ اور شیڈ ڈرائنگ اور مینوئل ٹریننگ کلاس میں ۲۵ فیصدی سے کم نمبر حاصل کرنے پر انہیں مجموعہ میں شامل نہیں کیا جائیگا ۔ اگرچہ ان مضامین میں ناکام امتحان سے ناکام تصور نہ ہوگا ۔ ۲۵ یا ۲۵ سے زیادہ فیصدی نمبر حاصل کرنے پر ان مضامین کے نمبر بھی محسوب کئے جائیں گے اور سند کامیابی پر اس امر کا اظہار ہوگا ۔ بلیک بورڈ رائٹنگ اور ڈرائنگ سے مضامین میں فیل ہونے والا کمپارٹمنٹ میں رکھا جائیگا ۔ ۶۰ فیصدی یا اس سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والا اول درجہ میں رکھا جائیگا ۔

ایس وی سند کے امتحان میں ہر ایک اُمیدوار کو پاس ہونے کے لئے سائنس اور زراعت کے تحریری اور تقریری امتحان میں ۳۳ فیصدی نمبر

حاصل کرنے چاہئیں۔ تقریری امتحان کے پچاس نمبروں سے دس نمبر اس کام کے لئے مخصوص ہیں جو اُمیدواران نے دوران تربیت کئے۔

ہر اُمیدوار کو ورزش جسمانی کا امتحان دینا ہوگا جس کی ناکامی اُمیدوار کو سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے محروم نہ رکھے گی۔ اس مضمون کے حاصل کردہ نمبر اگر ایس وی میں ۳۳ فیصدی سے کم نہ ہوں اور جے وی میں ۴۰ فیصدی سے تو میزان میں جمع کر دیئے جائینگے۔

اگر کوئی اُمیدوار ایک لازمی مضمون میں فیل ہو جائے بشرطیکہ اس نے دیگر لازمی مضامین کے نمبروں کے میزان میں ۴۰ فیصدی نمبر حاصل کر لئے ہیں۔ تو وہ کسی اگلے امتحان میں شامل ہو سکتا ہے اور کامیاب ہونے کی صورت میں سند حاصل کر سکیگا۔ مگر کسی اُمیدوار کو اصل فیل ہونے والے امتحان سے چوتھے امتحان کے بعد اس رعایت سے مرعی نہ رکھا جائیگا۔ وقت کی یہ حدبندی ایک سے زیادہ مضامین میں فیل ہونے کی صورت پر عائد ہوگی۔ اور جونیر و سینیر سند کے اس قسم کے ناکام اُمیدواروں کو اس مضمون میں ضرور ۴۰ فیصدی نمبر حاصل کرنے چاہئیں۔

جو پرائیویٹ اُمیدوار سال ۱۹۳۳ء میں فیل ہوئے یا ان کے لئے ان مضامین اُردو۔ اشارات التعلیم۔ سائنس (تحریری و تقریری) میں علیحدہ پرچے امتحان کے آئینگے۔ باقی مضامین میں پرچے سب کے مشترکہ ہونگے۔ مگر تاریخ اور جیومیٹری الجبرا کے پرچے میں نئے اور پرانے سلیبس سے اور پرائیویٹ پُرانے سلیبس سے۔ تاریخ کے پرچہ میں دو سوال سوکس کے دیئے جائینگے جو پرائیویٹ اُمیدواروں کیلئے پُرانے سلیبس کے مطابق ہونگے۔ اور ہسٹری کے دو سوالوں کے مقابل ہونگے۔

تمام پرائیویٹ اُمیدوار مفصلہ ذیل چٹ جو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر یا صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی مصدقہ ہے۔ امتحان گاہ میں داخل ہوتے وقت پیش کریں۔

نمونہ چٹ (۱) اُمیدوار کا نام اور رول نمبر　(۲) اس کے والد بزرگوار کا نام　(۳) جائے رہائش　(۴) نشان برائے تمیز (حلیہ) (۵) دستخط اُمیدوار　(۶) دستخط تصدیق کنندہ افسر مع تاریخ۔　یہ ٹکٹ صاحب سپرنٹنڈنٹ امتحان کو داخل ہونے کی غرض سے دیئے جائیں گے۔ تصدیق کرنے والے افسر اپنی طمانیت کریں کہ اُمیدوار کے پاس رول نمبر موجود ہے جو سررشتہ کی طرف سے انکے لئے جاری کیا گیا ہے۔

ان امتحانات کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت صاحب رجسٹرار امتحانات محکمہ تعلیم پنجاب لاہور سے کی جائے۔

نقشہ تاریخ امتحان برائے دوسالہ ایس وی امیدواران

نام دن تاریخ	مضمون	وقت	نمبر
۱۷ ۴/۳۵ بدھ	(۱) پرچہ سکول کا نظم و نسق اور سکول کی حفظان صحت کی حالت	۷ سے ۱۰ بجے تک	۱۰۰
	(۲) فارسی یا ہندی	۱۰½ ″ ۱۲½ ″	۱۰۰
۱۸ ۴/۳۵ اتوار	(۱) حساب	۷ ″ ۹ ″	۵۰
	(۲) لائٹ اینڈ شیڈ ڈرائنگ	۹½ ″ ۱۲½ ″	۴۰
۲۳ ۴/۳۵ منگل	(۱) تاریخ	۷ ″ ۹ ″	۵۰
	(۲) علم طبیعیات و کیمیا	۱۰ ″ ۱۲ ″	۵۰
۲۴ ۴/۳۵ بدھ	(۱) جیومیٹری و الجبرا	۷ ″ ۹ ″	۵۰
	(۲) زراعت	۱۰ ″ ۱۲ ″	۵۰
۲۵ ۴/۳۵ جمعرات	(۱) جغرافیہ	۷ سے ۹ بجے تک	۵۰
	(۲) اُردو (کتابی لازمی حصہ الف)	۹½ ″ ۱۲½ ″	۵۰
۲۶ ۴/۳۵ جمعہ	(۱) اُردو (غیر لازمی حصہ) ب	۷ ″ ۹ ″	۵۰
	(۲) اُردو مضمون نویسی و گرامر	۹½ ″ ۱۲½ ″	۵۰
۲۷ ۴/۳۵ سنیچر	(۱) ٹیچنگ کے اصول و قواعد	۷ ″ ۱۰ ″	۱۰۰
	(۲) پنجابی	۱۰½ ″ ۱۲½ ″	۱۰۰
۲۹ ۴/۳۵ پیر	(۱) اصول و مشق دیہاتی اقتصادیات اور مقامی حفظان صحت		

۳۰؍ منگل ۔ عملی کام سائنس و زراعت　　نمبر ۵۰　　(۳) ہینڈ کرافٹ (دستی ہنر)　　نمبر

(۱) جسمانی ورزش　　۱۰۰　　(الف) خانگی کام

(۲) بلیک بورڈ ورک　　۲۰　　(ب) تعلیمی دستی ہنر　　۴۰

(۴) سبق　　۱۵۰

سکول اور پرائیویٹ اُمیدوار دونو کے لئے

	پہلا پرچہ			دوسرا پرچہ		
۱۷؍ اپریل	سکول منیجمنٹ	۲ گھنٹے	۱۰۰ نمبر	پرشین یا ہندی	۲ گھنٹے	۱۰۰ نمبر
۱۸؍ ″	حساب	″	۵۰ ″	لائٹ اینڈ شیڈ ڈرائنگ	۳ گھنٹے	۴۰ ″
۲۳ ″	تاریخ	″	۵۰ ″	علم طبعی	۲ ″	۵۰ ″
۲۴ ″	جیومیٹری و الجبرا	″	۵۰ ″	علم کیمیا	۲ ″	۵۰ ″
۲۵ ″	جغرافیہ	″	۵۰ ″	اُردو تحریری	۲½ ″	۱۰۰ ″
۲۷ ″	پنجابی	″	۱۰۰ ″			

(۱) جسمانی ورزش ۱۰۰ نمبر (۲) بلیک بورڈ ڈرائنگ ۵۰ نمبر

اُردو زبانی سُننا ½-۱۰ بجے سے شروع ہوگا ۲۵ نمبر (۳) خانگی کام ۱۵ ″ (۴) تعلیمی دستی ہنر ۲۵ ″

سائنس عملی امتحان ″ ″ ″ ″ ۵۰ ″ (۵) پریکٹس آف ٹیچنگ ۵۰ نمبر　یہ تمام امتحان ممتحن حسب... تحریری امتحان

جے وی سند کا مردانہ امتحان ۱۹۳۵ء

	پہلا پرچہ			دوسرا پرچہ		
۱۷؍ اپریل	تعلیم کے اصول	۳ گھنٹے	۱۰۰ نمبر	زبان کی تعلیم	ایک گھنٹہ	۵۰ نمبر
۱۸؍ ″	تحریری فارسی یا سنسکرت	۲ گھنٹے	۶۰ ″	قدرت کے سبق	۲ گھنٹے	۶۰ ″
۲۳؍ ″	حساب تقریری	آدھ گھنٹہ	۳۰ ″	حساب تحریری	۳ ″	۱۲۰ ″
۲۴؍ ″	جغرافیہ	دو گھنٹے	۱۰۰ ″	اُردو ہندی یا پنجابی اختیاری تحریری	۳ گھنٹے	۶۰ ″

۲۵؍ ″ اُردو ہندی یا پنجابی لازمی مضامین (تحریری) ۳ گھنٹے ۱۰۰ نمبر ۔ ۲۶؍ اپریل ۔ اُردو ہندی یا پنجابی لازمی کا زبانی امتحان ایک بجے شام شروع ہو ۵۰ نمبر

۲۷؍ ″ فارسی یا سنسکرت زبانی امتحان ایک بجے شام سے شروع ہو ۲۰ نمبر ۔ ۲۹؍ ″ اُردو ۔ ہندی یا پنجابی اختیاری کا زبانی ″ ″ ۲۰ نمبر

(۱) نیچر سٹڈی ۴۰ نمبر ۔ جسمانی ورزش ۵۰ نمبر ۔ پریکٹس آف ٹیچنگ ۵۰ نمبر ۔ یہ سہ رسلہ امتحان تحریری امتحانات سے پہلے یا بعد میں ممتحن...

سلور جوبلی فنڈ

محکمہ اطلاعات ۔ لاہور سلور جوبلی کمیٹی کا پہلا اجلاس ۱۲؍ جنوری کو گورنمنٹ ہاؤس میں ہوا ۔ کمیٹی مذکور کے عام اجلاس مسٹر امین مجیل صاحب کمشنر لاہور کے زیر صدارت ہوا کرینگے ۔ لیکن اس موقعہ پر ہز ایکسیلنسی حضور گورنر بہادر نے بہ نفس نفیس جلسہ مذکور کی صدارت فرمائی ۔ کمیٹی مذکور کے پیش نظر یہ کام ہوگا کہ

(۱) وہ لاہور میں سلور جوبلی کی تقریب منانے کا بندوبست کریگی ۔ یہ تقریب ۶؍ مئی اور اس کے بعد چند دن جاری رہے گی ۔

(۲) سلور جوبلی فنڈ کے لئے روپیہ فراہم کرنے کا انتظام کریگی ۔ سلور جوبلی کی تقاریب کے متعلق فی الحال مندرجہ ذیل عمل ہر تب کیا گیا ہے ۔

۶؍ مئی کو جملہ عبادت گاہوں میں رسم شکرانہ ۔ غربا کو خیرات اور کھانا اور رات کو چراغاں ۔

۷ رمئی کو منٹو پارک میں لوگوں کا عام میلہ - رات کو آتش بازی - ۸ رمئی کو لوگوں کا میلہ جاری رہے گا -

مسٹر ایس پرتاب ڈپٹی کمشنر لاہور کے زیر صدارت ایک سب کمیٹی مرتب کی گئی جو لوگوں کے میلہ کا انتظام کرے گی -

سلور جوبلی فنڈ کے سلسلہ میں کمیٹی نے روپیہ جمع کرنے کے مختلف طریقے سوچے - یہ قرار پایا کہ لاہور اور دیگر جملہ اضلاع میں چندہ کی فہرستیں کھولی جائیں - نیز معلوم ہوا کہ ہز ایکسیلنسی حضور گورنر بہادر پنجاب عنقریب اہل پنجاب کے نام فنڈ کے لئے اپیل شائع کرینگے مختلف سب کمیٹیاں مرتب کی گئیں جن میں سے مندرجہ ذیل زیادہ اہم ہیں -

(۱) کمیٹی متعلقہ نشر و اشاعت جس کے صدر خانصاحب شیخ فضل الٰہی صاحب ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات ہونگے۔

(۲) فلیگ ڈے (یوم علم) سب کمیٹی زیر صدارت آنریبل چیف جسٹس -

(۳) کمیٹی متعلقہ تفریحات زیر صدارت بشپ صاحب لاہور (۴) لیڈیز سب کمیٹی زیر صدارت مسز بائڈ -

جملہ سب کمیٹیوں کو اختیار رہے کہ وہ زائد ممبران کو شامل کر سکتی ہیں - بہت سا کام کرنا باقی ہے - اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حضور ملک معظم قیصر ہند کی جملہ وفادار رعایا کے واسطے مدد دینے کی گنجائش ہے -

کمیٹی کے صدر مسٹر مچل ہر قسم کی امداد حاصل کرنے کے لئے پر زور درخواست کرتے ہیں - خواہ وہ امداد افراد کی جانب سے ہو یا مجالس کی جانب سے۔

ورنیکلر مڈل سکول کڑوا تحصیل دہرہ ضلع کانگڑہ — ۲۰ دسمبر کو زیر صدارت جناب لالہ پربھو دیال صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کانگڑہ سکول ڈرامیٹک کلب نے دیہاتی رسومات قبیحہ پر ڈرامہ کیا - چار سو نفوس کی حاضری نے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھا - صاحب صدر نے ڈرامہ کا منشا بیان کرتے ہوئے رسومات بد کے دُور ہو جانے کی حاضرین کی خوش قسمتی مانا - نہ صرف زندگی سدھر جائیگی بلکہ مالی حالت بھی بہتر ہو جائے گی - دوسرے روز بعد جلسہ تقسیم انعامات میں طلبا نے دلچسپ کہانی اور چند مؤثر نظمیں سنائیں - پنڈت خوشی رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی تعلیمی حالت کے لئے یہ کافی ہوگا کہ سالانہ سکول ایک یا دو ہائی سکول سکالرشپ حاصل کرتا آیا ہے - اور دو تین مڈل سکول سکالرشپ بھی - سال ۳۴-۱۹۳۳ء کا زیر لٹ ۱۰۰٪ تمام مضامین میں سو فیصدی ایک لڑکے نے زمینداره ہائی سکول سکالرشپ حاصل کیا - جملہ تحاریک حاضرہ جاری ہیں - پبلک کی مہیا کی ہوئی اشیاء انعام میں دی گئیں - اور صاحب صدر نے سکول کی تعلیمی ترقی اور تحاریک حاضرہ پر انتہا خوشنودی فرمایا - پبلک کے رسوخ اور ذوق شوق کو سراہا - حاضرین اور طلباء سکول میں شیرینی تقسیم کی گئی - (دہری رام)

لوئر مڈل سکول بجھڑی ضلع کانگڑہ — ۱۴ر جنوری کو کنور ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی حلقہ ہمیر پور نے ۸ بجے شام بذریعہ میجک لینٹرن سکول کے ملحقہ دیہات کو مدعو کر کے حقہ نوشی شراب خوری اور قمار بازی کے نقصانات جتائے - دو سو آدمیوں کے مجمع نے تصاویر کو دیکھ کر اور ہر سہ امورات کو بُرے نتائج سُنا کر دل سے محسوس کیا کہ وہ کس قسم کی مضرت بخش نشی اشیاء کے گرویدہ ہیں - (نسینت رام)

ڈی بی مڈل سکول واکھ ضلع لودھیانہ — ۲۲ر جنوری کو جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب نے سکول کا معائنہ فرمایا - اساتذہ اور طلباء کو اپنے اپنے کام میں منہمک پاکر نہایت محظوظ ہوئے اور ہر جماعت میں تشریف لیجا کر تعداد طلباء - حاضری - صفائی - صحت اور چستی چالاکی وغیرہ کو نہایت عمدہ پاکر مسرور ہوئے - ماس ڈرل - باغیچہ سکول - مسٹر برین صاحب کی اصلاحات کے عملی نمونے ملاحظہ فرما کر لاگ بک میں رقم فرمایا

"سکول نہایت اچھا اور متعدد عمدہ تحاریک کا مخزن ہے۔ (برکت علی)

مڈل سکول ادھوالی ضلع گوجرانوالہ

۱۹ ارجنوری کو جناب شیخ رحیم بخش صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گوجرانوالہ اور بیدی شوسنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ بغرض سالانہ معائنہ تشریف لائے۔ طلبا کی ڈرل دیسی کھیلیں اور سکاوٹس کے کرتب ملاحظہ فرماکر متعلقہ استادوں کو تحسین و آفرین کہی۔ جماعت اول کا تعلیمی کام اور متعلقہ سامان و تربیت پر اظہار خوشنودی کیا۔ تعلیمی حالت تمام جماعتوں کی اچھی رہی۔ تقسیم انعامات کا جلسہ آپ کی صدارت میں ہوا۔ دعائیہ نظم کے بعد راگ پارٹی نے مختلف راگ گائے۔ سردار گورکھ سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ جس میں مختلف تحاریک کے اجرا و قیام اور دلچسپ اعداد وشمار اور قابل ذکر کوائف مندرج تھے۔ بیدی صاحب نے اور دیہاتیوں سے چند موٹی موٹی باتیں" کے موضوع پر سیر حاصل اور کارآمد لیکچر دیا۔ طلبا کو بھی مناسب ہدایات سے مالا مال کیا۔ انعامات تقسیم فرماکر صاحب صدر نے نہایت فاضلانہ خطبہ فرمایا۔ جو اہل دیہات کی فلاح وبہبود۔ فوائد تعلیم۔ اخلاق فاضلہ کے محاسن۔ رسومات وعادات بد کے تدارک پر مبنی تھا۔ طلبا اور حاضرین میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ (امرچند)

تحصیل ٹورنمینٹ ڈیرہ گوپی پور ضلع کانگڑہ

۵ ارجنوری لغایت ۷ ارجنوری۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول ڈیرہ گوپی پور ضلع کے ان مدارس سے ہے جو صحیح معنوں میں پبلک اور گورنمنٹ عالیہ کی منشا کو پورا کر رہے ہیں۔ کیا بلحاظ تعلیم اور کیا بلحاظ گیمز سکول ضلع کے مدارس سے خاص ممتاز ہے۔ اس کے گذشتہ ریکارڈ کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ سالانہ ایک دو مڈل سکول اور ایک دو ہائی سکول سکالرشپ حاصل کرتا آیا ہے۔ ورنیکلر فائنل کے رزلٹ قابل تحسین ہیں۔ جملہ تحاریک حاضرہ اعلےٰ پیمانے پر نشوونما پارہی ہیں جہاں سال ۱۹۳۳ئہ کے ڈسٹرکٹ ٹورنمینٹ میں سکول نے رسہ کشی کی ٹرافی اور دیگر انعامات حاصل کئے۔ وہاں سال حال میں تحصیل ٹورنمینٹ میں زیادہ اعزاز حاصل کیا۔ فٹ بال۔ والی بال۔ رسہ اور کبڈی کے فائنل میچ اسی سکول نے جیتے۔ کرکٹ اور ہاکی کی کھیلیں صرف مڈل سکول ڈیرہ میں ہی تھیں۔ انکا مقابلہ نہ ہوا۔ دوڑوں پول والٹ اور چھلانگوں میں سے کم وبیش دو دو انعامات ضرور حاصل کئے۔ گویا تمام رقوم انعام کی دو تہائی اس سکول کے حصے آئی جس کے لئے سردار سوہان سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر اور سٹاف مستحق مبارک باد ہے۔ (الشمیر چند مہاجن)

ورنیکلر مڈل سکول گھمان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

ماگھی کا میلہ پانچ چھ دن تک رہتا ہے ۱۳ ارجنوری کو تمام سٹاف نے بذریعہ تبلیغی پارٹی تمام میلہ میں گشت کرکے تماشائیوں پر منشیات کے نقصانات۔ مختلف بیماریوں کے پھیلنے اور انکی روک تھام کی ہدایت دیں اور تعلیم کے فوائد واضح کئے۔ رات کو سکول ڈرامیٹک کلب نے ناعاقبت اندیش آدمی کا ڈرامہ دکھایا۔ جو ۷ بجے شام سے شروع ہوکر ایک بجے رات (صبح) کو ختم ہوا۔ سینکڑوں تماشائی جمع تھے۔ دوسری رات کو ڈرامہ کا باقی حصہ معقول حاضری میں دکھایا گیا۔ دونو رات میں صفائی کی ضرورت۔ پلیگ۔ ملیریا اور ہیضہ کے روک تھام کی ہدایات اور فوائد تعلیم پر دلچسپ نظمیں گائی گئیں۔ مختصر لیکچر بھی ہوئے۔ باوا تارا سنگھ صاحب اے ڈی آئی بٹالہ ۱۶ ارکو تشریف لائے۔ آپ کے ارشادات بموجب ۱۷ ارکو وہی ڈرامہ از سر نو دکھایا گیا۔ باوجود سخت سردی بے شمار تعداد نے دلچسپی لی۔ لیکچروں، ورنظموں نے ڈرامہ کے دوران میں عجیب سماں باندھا۔ پنڈت داتارام صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے ڈرامہ کا نتیجہ نہایت واضح الفاظ میں حاضرین پر روشن کیا۔ (محمود علی)

لوئر مڈل سکول جاکھل منڈی ضلع حصار ۲۵ جنوری کو جناب چوہدری محمد علی صاحب انسپکٹر ورنیکلر سکولز سردار بابو سنگھ صاحب اے ڈی آئی علاقہ کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ تعداد طلبا۔ حاضری۔ صفائی اور ضبط پر اظہار امتنان فرمایا۔ سردار صاحب نے سکول جماعتوں کا معائنہ کیا اور حالت تعلیم۔ سکاؤٹنگ اور دیسی کھیلوں سے بیحد محظوظ ہوئے۔ لاگ بک میں عمدہ ریمارک درج فرما کر مدرسین کو انکی کامیابی پر مبارکباد دی۔ معائنہ کی خوشی میں سکول نے ایک یوم کی تعطیل منائی۔ (سید علی اکبر)

جلسہ دیہات سدھار ضلع کرنال ۱۳ جنوری کو مقام گوہلہ زیر صدارت خانصاحب خاں احمد حسن خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرنال۔ دیہات سے عام لوگ اور زمیندار خاص تعداد میں شامل ہوئے۔

(۱) صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع کرنال نے تعلیم کے متعلق مفید اور کارآمد ہدایات دیں۔ آپ نے فرمایا "افسوس ہے کہ آج گوہلہ خاص کے مدرسے کا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ جماعت اول و دوم میں حاضری ⅚ ہے جو مایوس کن ہے۔ گاؤں کا فرض ہے کہ وہ مدرس اور مدرسہ سے تعاون کرتے ہوئے مدرسہ کی رونق کو بڑھائیں۔ کوئی آدمی تعلیم کے بغیر انسان نہیں کہلا سکتا"۔ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اپنے بچے بغرض حصول تعلیم خود بخود سکول پہنچائیں۔ ہماری منشا نہیں کہ جہاں لازمی تعلیم کا اجرا ہے وہاں ضرور متعلقین پر مقدمے چلائیں اور جرمانے کرائیں جس سے آپ کو تکلیف ہو۔ بلکہ آپ خوشی سے بچوں کو سکول میں داخل کرائیں اور زیور علم سے مزین کرائیں۔

زمینداروں کے بچوں کی فیس حصہ پرائمری میں معاف ہے۔ کمین لوگوں کے بچوں کی بھی فیس معاف۔ کتابیں تختیاں اور رسامان مفت دیئے جانے کی تجویز ہے جرائم پیشہ اقوام کو پہلے ہی کافی سے زیادہ مراعات دی گئی ہیں۔ اب انہیں اچھا شہری بننے کا زریں موقعہ حاصل ہے۔ اگر آپ اعلیٰ تعلیم نہ دلائیں تو نہ سہی مگر کم از کم پرائمری تعلیم سے بھول کر بھی بچوں کو محروم نہ رکھیں۔

زراعت انسپکٹر صاحب نے اچھے بیج کے بونے اور ترقی دادہ آلات زراعت کے استعمال پر زور دیا۔ گندم کی مختلف اقسام کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بونے کے طریق پر روشنی ڈالی کھاد کے فائدے بتائے۔

ہیلتھ آفیسر صاحب نے گاؤں کی صفائی۔ کنوؤں کے منڈیروں کو اونچا اور پختہ بنانے اور اروڑیوں کو کنوؤں سے دور رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ اروڑیاں گاؤں سے کم از کم پچاس گز کے فاصلہ پر ہوں۔ گوبر گڑھوں میں رکھا جائے۔ مکانات کشادہ ہوں جن میں روشندان ضرور ہوں۔ اگلے ماہ دورہ کرنے اور صاف گاؤں کے نمبردار کو سند دلانے کا وعدہ کیا۔ بحالت ثانی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے برخلاف رپورٹ کرونگا۔ برسات میں مسہریوں کے استعمال کی ہدایت کی۔ اور فرمایا کہ مچھر دلدلوں کے انڈوں کو تباہ کرنے کے لئے خاص قسم کی مچھلیاں جوہڑوں اور تالابوں میں پالنا مفید ہوگا۔

محکمہ حیوانات کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مویشیوں کے بعض امراض اور ان کے علاج کا ذکر کیا۔ آپ نے ڈانڈے کے مرض پر روشنی ڈالی جو اس علاقہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس مرض میں ماتڈ پکا کر مریض مویشی کو کھلانے چاہئیں۔ پانی میں ٹھیکری گھول کر غرارے کرائے جائیں اور اسے تندرست جانور سے الگ رکھا جائے۔

لالہ مدن گوپال صاحب وکیل نے علاقہ بیلی میں ٹیوب ویل لگانے۔ پختہ سڑک بنانے کی درخواست کی اور کیتھل سب ڈویژن کے لئے ایک مزید زراعت انسپکٹر کی ضرورت محسوس کرائی۔

پنڈت لکشمی داس صاحب گرما پانی پت نے دیہات سدھار کے موضوع پر اردو نظم سنائی۔

ملک محمد عمر صاحب اکبرایم بی سکول پانی پت نے دیہات سدھار کی متعدد شقوں پر دیہاتیوں کو انکی زبان میں گیت اور بھجن سنائے۔

خاتمہ پر صاحب صدر نے فرمایا کہ تمام زمینداروں کو ان باتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ مویشیوں کی چوری سے باز رہنا چاہیئے۔ اطوار درست ہوں اور انہیں تسلی دی کہ تمہاری خواہشات کا لحاظ رکھتے ہوئے آزمائشی طور پر چند میل کا ایک ٹکڑا پختہ سڑک کا بنایا جائیگا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کی موجودہ حالت زیادہ بوجھ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ایک مزید زراعت انسپکٹر کی تقرری پر بھی ہمدردانہ غور ہوگا۔ اور ٹیوب ویل لگانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ استمال اراضی پر خاص زور دیا اور فواید بتلائے۔ دیہاتیوں سے اپنے لڑکے مدرسے میں بھیجنے تعلیم دلانے۔ عمدہ شہری بنانے کی اپیل کی۔ دستخط (لالہ رام چندر صاحب بی اے۔ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کرنال)

سررشتہ تعلیم ضلع شیخوپورہ

اعلےٰ دل و دماغ رکھنے والی شخصیتوں کا نظام عمل گوناگوں دلچسپیوں اور بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبودی سے مملو ہوتا ہے۔ انکی خودداری۔ ان کی بے تکلفی اور انکا ظریفانہ کلام مختلف النوع اسرار کا منکشف ہوتا ہے۔ انکے اندر کچھ ایسی سپرٹ بھری ہوتی ہے جو سہگل انگاری کے مجسموں میں بھی زندگی کی لہر پیدا کردیتی ہے اور دماغوں میں بھی بیداری کے جذبات مشتعل ہونے لگتے ہیں۔

خوش قسمتی سے سررشتہ تعلیم ضلع کے مالک سردار صاحب سردار موہن سنگھ صاحب ایسی ہی مبارک ہستیوں سے ہیں۔ آپ کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ کیونکہ صوبہ کی مشہور و معروف تعلیمی انسٹی ٹیوشن یعنی گورنمنٹ نورمل سکول گکھڑ جو ملک کی تعلیمی درسگاہوں کی صف میں اول درجہ حاصل کررہا ہے۔ آپ ہی کی ذات گرامی کا مرہون منت ہے اور اسے آپ سے وہی تعلق ہے جو علی گڑھ کالج کو سرسید مرحوم کی ذات سے۔

جب سے آپ نے ضلع ہذا کی تعلیمی عنان سنبھالی ہے کایا پلٹ کا نمونہ دکھائی دے رہا ہے۔ سررشتہ تعلیم کے ہر شعبہ میں وہ مفید انقلاب رونما کئے ہے جو تعلیم کو صحیح معنوں میں تعلیم کا مستحق بنا رہے ہیں۔ مختصراً آپ کے عہد میں ہر شعبہ کی ارتقائی کیفیت حسب ذیل ہے:۔

(۱) **سب ڈویژنل کانفرنسیں**۔ آپ کی تشریف آوری کا پہلا ظہور ان کانفرنسوں کا عالم وجود میں آنا ہے۔ جن میں ہیڈ ماسٹر صاحبان اول مدرسین اور انچارج مدرسین جماعت ہائے اول کی شمولیت لازمی ہے۔ سالانہ تعلیمی اعداد و شمار اور کوائف کا معائنہ کرنے کے بعد اپنی صدارتی تقریر میں آپ اپنے لائحہ عمل کی تشریح فرماتے ہیں جن سے ایسے جذبات دلوں میں مستقل ہوئے کہ ہر قسم کے اعلےٰ و ادنےٰ مدارس آپ کی آرزو دلی کے بر لانے میں منہمک نظر آرہے ہیں اور ضلع کے طول و عرض سے یہ صدا سنائی دے رہی ہے۔ کہ "حرکت میں برکت ہے"

(۲) **تعلیمی ترقی**۔ تعلیم کی حقیقی غرض و غایت کو پورا کرنے کے لئے آپ نے بذریعہ تقاریر و سرکلرات جو ہدایات دیں مدارس میں نئی زندگی کا موجب ہورہی ہیں۔ چنانچہ تعلیم کو صحیح معنوں میں مفید بنانے اور دنیاوی کاروبار سے وابستہ کرنے کے لئے طریقہ تعلیم میں اہم تبدیلی پیدا کی گئی ہے۔ ہر جماعت کی تعلیم پراجیکٹ میتھڈ سے ہورہی ہے۔ کیونکہ آپ کی رائے میں تعلیم ایسی ہو جس میں طلباء کی ٹانگیں ہاتھ اور دماغ کام کریں۔ اور جو تعلیم ان کے بغیر دی جاتی ہے وہ لغو اور ناکارہ ہے۔ آپ معائنہ میں طلباء کے تحریری کام۔ ترجمہ انشا پروری اور نقشہ کشی کو دیکھتے ہیں۔ تاریخ جغرافیہ کے واقعات اور سوالات اس طرح پوچھے جاتے ہیں جن کے جوابات بچوں کی ذہنی قابلیت اور قوت گویائی کے شاہد ہوں۔ چنانچہ اس مضمون میں سہگل انگاری کے خوگر مدرسین اب پیچ و تاب کھاتے نظر آرہے ہیں۔

(۳) **پروپیگنڈا ورک یا دیہات سدھار**۔ پنجاب کی سرزمین میں اس مبارک تحریک کے بانی آپ ہی ہیں۔ زمینداروں کی ترقی اور انکی اصلاح و بہبود کا جذبہ آپ کے دل میں فطرتی ہے۔ ملک کا یہ ضروری حصہ کئی عادات قبیحہ کا شکار ہے اور آپ نے انہیں قعر ذلت سے باہر نکالنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ چنانچہ اس امر کو ملحوظ رکھ کر راگ پارٹیوں۔ ڈرامیٹک کلبوں۔ ریڈ کراس سوسائٹیوں لیکچروں۔ تعلیمی میلوں۔ نمائش بچگان اور ویلیج گائیڈ کا کثرت سے اجرا کیا ہے۔ اور ہر موقعہ پر اہل دیہات کو دعوت دی جاتی ہے کہ مستفید ہوں

کئی مقامات کے تعلیمی مظاہروں میں دیہاتی لوگوں نے بڑے شوق کا اظہار کیا۔ رسہ کشی۔ کبڈی۔ والی بال۔ دوڑوں۔ چھلانگوں وغیرہ میں حصے لے کر انعامات بھی حاصل کئے۔ اولمپک ٹورنمنٹ کی ہئیت اور حیثیت ماسبق سے بہت بڑھا دی گئی ہے۔ اس میں دیہاتی کلبوں کو شمولیت کا موقعہ دیا اور ایسے مواقع پر اہل دیہات کو نقد انعامات دیکر حوصلہ افزائی فرما رہی ہے۔

(۴) تحریک سکاؤٹنگ ۔ یہ تحریک جو قریب المرگ ہو چکی تھی۔ آپ کے مسیحانفسی سے روبصحت ہی نہیں ہوئی بلکہ تازہ جان حاصل کر کے نئے جوش کا اظہار کر رہی ہے۔ اسے فروغ دینے کے لئے جوہڑ کانہ میں سکاؤٹ کیمپ اور جنڈیالہ شیرخاں میں کب کیمپ کا اہتمام کیا گیا۔ جہاں سکاؤٹ اور کب ماسٹران نے لالہ بحال چند صاحب اے ڈی آئی فزیکل ٹریننگ سے تربیت حاصل کی اب سکاؤٹ ٹروپ تازہ دم ہو کر رجسٹرڈ ہو رہے ہیں اور حسب ضرورت اپنی کیمپ زندگی کا پورا مظاہرہ دکھلاتے ہیں۔

(۵) مڈل سکول ٹورنمنٹ ۔ یہ تحریک قریب قریب معدوم ہو چکی تھی۔ مگر آپ نے اساتذہ تلامذہ اور پبلک میں ورزش جسمانی کا شوق پیدا کر کے اسے ازسرنو جاری فرمایا۔ چنانچہ گذشتہ دسمبر میں ضلع بھر کے مڈل مدارس کے تحصیل وار ٹورنمنٹ ہر تحصیل کے صدر مقام پر ہوئے اور انعامات سے مستحقین کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہر سکول میں والی بال۔ رقٹ بال۔ رسہ کشی۔ گولہ۔ ماس ڈرل۔ سیلف ارآل متحرک کہانی۔ ڈانسنگ۔ جرمن اکسرسائز وغیرہ جاری کی گئی ہیں۔ معائنہ پر ہر ایک چیز پر نگاہ غائر ڈالی جاتی ہے کہ متعلقین غافل نہ رہیں۔

(۶) سکولوں کے عجائب گھر ۔ اسی نئی تحریک کی رہنمائی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایسے مدرسے میں لڑکے کیوں آئیں۔ جہاں دلفریبی کا کوئی سامان نہ ہو۔ دیواریں اور صحن ہُو کا مقام ہوں۔ خارق العقل ذی روح ہستیوں کا مسکن معلوم ہو۔ اب ہر مدرسہ بذات خود عجائب گھر بن رہا ہے۔ ہر کمرے میں آرائش تعلیمی نقطۂ نگاہ سے تیار کئے ہوئے چارٹس آویزاں ہیں۔ خاص خاص مدرسوں میں نباتات اور حیوانات کی بیماریوں کے چارٹ۔ جانوروں کے ڈھانچے اور روزانہ استعمال کی اشیاء رکھی گئی ہیں۔ دیہات سدھار کے ماٹو مدرسہ کی بیرونی چاردیواری پر زینت بخش ہیں۔ آپ کسی موزوں مقام پر چڑیا گھر کھولنا چاہتے ہیں۔ جماعت اول کے کمرے خاص قابل دید بنائے گئے ہیں۔ ان میں تعلیمی چارٹ تعلیمی اور تفریحی مٹی۔ ٹین اور ربڑ کے کھلونے جنگلی اور گھریلو جانوروں سبزیوں اور پھلوں کے نمونے۔ مفید تصاویر۔ پراجیکٹ میتھڈ کے مطابق تعلیم دینے کے چارٹس باترتیب رکھے ہیں۔

(۷) صفائی اور باغیچے ۔ یہ شعبہ آپ کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ ہر مدرسہ میں حسب گنجائش باغیچہ لگایا گیا ہے۔ جو موسمی پھولوں سبزیوں سے آراستہ پیراستہ ہے۔ تعلیمی کمرے اور صحن مدارس صفائی میں آئینہ کا نمونہ ہیں۔ طلباء روزانہ نہا کر۔ مسواک کر کے آنکھوں میں سُرمہ ڈال کر صاف ستھرے لباس میں ملبوس آتے ہیں۔ مدرسہ میں شیشہ۔ صابن اور تولیہ موجود ہے۔ غلیظ بچوں کو مدرس اپنے روبرو صاف ستھرا کراتا ہے۔ آپ کتابیں رٹوانے اور حفظان صحت کے ازبر کرانے پر قانع نہیں بلکہ عملی طور پر بچوں کے دانت صاف چاہتے ہیں۔ منہ سے بدبو نہ آئے۔ آنکھیں میلی نہ ہوں اور عینک سے مستغنی ہوں جسم نحیف اور لباس کثیف نہ ہو۔

(۸) صنعتی تعلیم ۔ اس خیال سے کہ طالب علم تعلیم سے فارغ ہو کر آبائی پیشوں میں مشاغل ہو جائیں۔ آپ نے اس شعبہ کا رواج ضروری مانا ہے۔ چنانچہ مڈل مدارس میں مقامی حالات کے مطابق جلد سازی۔ صابون سازی۔ انگریزی۔ پارچات پر گلکاری اور کارپینٹری وغیرہ مصنوعات شروع کی ہیں۔

الغرض

آپ کی تشریف آوری ضلع کی تعلیمی۔ مجلسی۔ جسمانی۔ اخلاقی اور آرائشی کیفیت کو بے نظیر ارتقائی صورت دے رہی ہے۔ ضلع کے مدرسین اور باشندے آپ کے ممنون احسان ہیں اور ان سب کی دلی آرزو ہے کہ آپ کا سایہ عرصہ دراز تک ان کے سروں پر رہے۔

اسی ذیل میں تحصیل شاہدرہ میں آپ کے دست راست سردار تلسا سنگھ صاحب اے ڈی آپ کی ہدایات اور نظام عمل میں مستعدی سے

خاص ایزادی فرما رہے ہیں۔ جماعت اول سے چہارم تک اسی قسم کا نصاب تعلیم اور طریقہ نافذ کیا ہے کہ طلبا جماعت چہارم پاس کئے بغیر سکول نہ چھوڑیں اور جماعت چہارم پاس کردہ راہداری۔ خط پتر۔ ڈھال باش اور معاملہ اراضی کی پرچی لکھ پڑھ سکے۔ مختلف مقامات پر دیہات سدھار میلوں کا اہتمام کرکے اہل دیہات کی مجلسی ترقی و اصلاح میں خاص کوشش کی گئی ہے۔ (گیان چند)

خالصہ مڈل سکول چک نمبر ۲۹ جنوبی سرگودھا (۱) اہل علاقہ شہر سے دور ہونے کی وجہ سے نور علم سے خالی ہیں۔ انکی جہالت کی ناگفتہ بہ حالت محسوس کرتے ہوئے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے ایک پبلک لائبریری موسومہ بہ سردار کرم سنگھ ستورین لائبریری" کے اجرا کا تہیہ کیا۔ کہ اہل علاقہ کو مختلف مضامین کی مفید کتب مہیا کرکے ان میں تعلیمی شوق پیدا کیا جائے تاکہ وہ بھی نور علم سے منور ہو کر میدان ترقی میں گامزن ہو سکیں۔ چنانچہ شری گورو گوبند سنگھ صاحب مہاراج کے جنم دن کی تقریب پر سکول ہذا میں ڈاکٹر اندر سنگھ صاحب کی صدارت میں جلسہ منعقد کیا گیا جس میں علاقہ کے شرفا لفٹنٹ سردار کرتار سنگھ جی۔ شری مان مہنت بھگوان سنگھ جی نے شمولیت بخش کر جلسہ کو رونق دی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجوزہ لائبریری کے مقاصد اور موزیدہ پر پوری روشنی ڈالی۔ جس سے متاثر ہو کر چالیس اصحاب نے فہرست ممبران میں نام درج کرا کر حوصلہ افزائی کی۔ صاحب صدر نے لائبریری کی افتتاحی رسم ادا کی۔ یقین ہے کہ یہ تحریک مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ (اوتار سنگھ)

(۲) سال گذشتہ کی طرح امسال بھی طلبا سکول نے تحصیل ٹورنمنٹ میں نمایاں حصہ لیا۔ اور ہر کھیل میں چوٹی کے کھلاڑی ثابت ہوئے۔ اگر ٹیچ کا امتیازی کپ بدستور انہی کے حصے آیا۔ رسہ کشی اور فٹ بال میں انعامات حاصل کئے۔ دوڑوں میں بھی ممتاز رہے۔ سکول ہر پہلو سے ترقی کناں ہے۔ سردار رجودھ سنگھ صاحب بی اے آنرز ہیڈ ماسٹر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (اوتار سنگھ)

گورنمنٹ ہائی سکول جہلم ہز ایکسیلنسی نواب گورنر بہادر پنجاب ۸ ار جنوری کو شام کو سکول ہذا میں تشریف فرما ہوئے۔ لالہ بھگوانداس صاحب بی اے۔ پی ای ایس ہیڈ ماسٹر نے دروازہ پر آپ کا خیر مقدم کیا۔ سکول سکاؤٹس اور بینڈ نے سلامی دی۔ آپ نے سکول کی عمارت کا جو سر طرح ماٹوز اور جھنڈیوں سے آراستہ تھی ملاحظہ فرمایا۔ سکول گراؤنڈ میں طلبا کی ماس ڈرل اور سکاؤٹس کی مختلف دلچسپ کھیلیں یعنی سائیکل کے کرتب۔ جمناسٹک کے کرتب اور بالمقابل باکسنگ ملاحظہ فرمائیں جن سے آپ بے حد محظوظ ہوئے۔ سکول کی عمارت کی عمدگی۔ گراؤنڈز کی صفائی اور کھیلوں کی خوبی پر سکول و زیر تربیت میں اظہار خوشنودی فرمایا۔ (امام الدین)

ہر بھگوان میموریل ہائی سکول فیروزپور شہر ۲۷ ار جنوری کو صاحب ڈائرکٹر بہادر سر رشتہ تعلیم پنجاب نے سکول کا معائنہ فرما کر حسب ذیل ریمارک درج لاگ بک فرمائے" میں اس سکول کا معائنہ کرکے اور لالہ سدا نند صاحب ہیڈ ماسٹر سے اپنی واقفیت تروتازہ کرکے بہت خوش ہوا جنہوں نے اپنے آپ کو تعلیم کی خاطر فراخدلی سے وقف کیا ہوا ہے۔ سکول حسب معمول پھل پھول رہا ہے۔" (چیرنجی لعل)

مڈل سکول سیالبہ ضلع انبالہ انجمن معلمین سنٹر کا اجلاس مولوی خلیل الرحمن صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول خضر آباد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ تمام اساتذہ سکول و سنٹر نے لالہ نندلال صاحب ہیڈ ماسٹر سیالبہ سکول کی اہلیہ محترمہ کی بے وقت وفات حسرت آیات پر دلی رنج و ملال کا اظہار کیا اور خدائے برتر و بزرگ سے استدعا کی گئی کہ مرحومہ محترمہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا کرے۔ (مسلط سند شرما)

رہنمائے تعلیم اس سانحہ جانکاہ میں لالہ نندلال جی سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ (ایڈیٹر)

گنڈا سنگھ ہندو ہائی سکول سیالکوٹ — ۵ جنوری سنیچر کو ساڑھے تین بجے دوپہر کو سردار امر سنگھ جی میونسپل کمشنر سیالکوٹ خلف الرشید سردار صاحب سردار گنڈا سنگھ صاحب مینیجر سکول ہذا کا انتقال ہوگیا اتوار اور سوموار کو تعطیلات کی وجہ سے سکول بند تھا۔ لہذا ۸ جنوری کو منگل سکول کے اُستادوں اور طلباء نے ماتمی جلسہ منعقد کیا اور تمام حاضرین نے کھڑے ہوکر پرماتما سے پرارتھنا کی کہ مرحوم کی آتما کو شانتی بخشیں اور ان کے والد بزرگوار سردار صاحب سردار گنڈا سنگھ جی کو اس بے وقت اور نجدہ صدمہ کے برداشت کی طاقت دیں۔

سردار صاحب ایسے داتی۔ نیک اور فرشتہ سیرت بزرگ کو اپنے فرزند ارجمند کی بے وقت موت سے جو صدمہ ہُوا ہے تمام اہالیان شہر اسے محسوس کر رہے ہیں اور دلی ہمدردی کا ثبوت دینے کے لئے جوق در جوق ان کے ہاں ماتم پرسی کو آ رہے ہیں۔ (بھگوانداس فار ہیڈ ماسٹر)

رہنمائے تعلیم بھی اس مصیبت دہ واقعہ میں سردار گنڈا سنگھ صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (سپیدلیا)

گورنمنٹ سنٹرل اُردو سکول بھیمڑی ضلع تھانہ — سے زر دے خدا تو دل بھی کشادہ دے۔ نہایت فرحت اور مسرت سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ سکول ہذا میں ۲۷ رمضان کو جناب معلے القاب سیٹھ حاجی احمد صاحب محمد صاحب جی پی متوطن بھیمڑی حال بمبئی نے تشریف فرما کر طلبا سکول کو ستائیس قمیضیں مرحمت فرمائیں۔ قبل ازیں بھی ایک موقع پر آپ نے بچوں کی افطاری کے لئے معقول رقم عطا فرمائی تھی۔ اور آئندہ بھی نظر کرم و التفات مبذول فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ سال ماسبق میں بھی تین بار آپنے اس قسم کی دریادلی کا اظہار فرمایا تھا۔ اُمید کہ دیگر متمول بزرگوار بھی آپ کی تقلید فرماکر اسی طرح کی مثالیں قائم کرینگے کیونکہ بقول شخصے۔ ؎ دور دستاں را بہمت یاد کردن مشکل است　ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمرے افگند (محمد عمر صدر مدرس)

ڈی اے وی ہائی سکول پٹی ضلع لاہور — نقل ریمارکس ڈویژنل انسپکٹر صاحب مدارس لاہور جو آپنے سالانہ معائنہ سکول پر درج لاگ بک فرمائے:۔

بورڈنگ ہاؤس کے کمرے برآمدے اور صحن بالکل صاف ستھرے ہیں۔ رات کو لڑکوں کے پڑھنے کا انتظام نہایت ہی تسلی بخش ہے۔ ضبط اور انتظام مدرسہ تسلی بخش ہے۔ فیکلٹی میٹنگ باقاعدہ ہوتی رہتی ہیں۔ کارروائی باقاعدہ درج رجسٹر ہوتی ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اساتذہ کے کام کی جانچ پڑتال کی ڈائری مناسب اور موزوں طریق پر تیار کی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر بیحد خوشی ہوئی کہ صفائی اور باقاعدہ حاضری کی عزازی فیلڈین بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ جماعت اوّل کی تعلیم نہایت دلچسپ اور مؤثر طریق سے موجودہ تعلیمی اصولوں اور کھیلوں کے ذریعے دیجاتی ہے۔ یہ دیکھ کر مزید خوشی ہوئی۔ کہ جلد سازی۔ لفافے بنانا اور صابن سازی لڑکوں میں دلچسپی کا موجب بن رہی ہے۔ سال گذشتہ کا یونیورسٹی ریزلٹ نہایت شاندار تھا۔ $\frac{29}{30}$ یعنی ۹۷ فیصدی کامیاب ہوئے۔ اس تمام کارکردگی کے تحسین کے مستحق ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکا لائق محنتی سٹاف ہے۔ ورنیکلر فائنل کا نتیجہ بھی سو فیصدی تھا کیشو رام نے ۴۹۴ نمبر حاصل کرکے ہائی سکول سکالرشپ لیا۔ یہ کامیابی بھی شاندار ہے۔ مہنت رام نارائن صاحب سروانہ بی اے بی ٹی ایک لائق کارکن اور مدبر ہیڈ ماسٹر ہیں جن کی نگرانی میں سکول روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ جنہیں میں اس سال کے تعلیمی اور انتظامی کامیابی کی مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں۔　دستخط انگریزی　(وسندہ رام)

گورنمنٹ ہائی سکول روپڑ — باوا بلونت سنگھ جماعت نہم سکول ہذا ایک میل۔ نصف میل اور چوتھائی میل کی دوڑ میں اولمپک ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ انبالہ چھاؤنی میں شامل ہوا۔ جہاں سکولوں کے علاوہ ضلع بھر کے دوڑنے والے بھی مدعو تھے۔ متذکرہ صدر ہر سہ دوڑوں میں بلونت سنگھ مذکور اول رہا جس کے صلہ میں اسے تین تمغے اور تین سندیں صاحب پریزیڈنٹ نے نامبردہ کو ضلع بھر میں اول رہنے پر عطا کیں۔

لالہ منگو لال صاحب نے جب سے دوبارہ سکول کا چارج لیا ہے۔ سکول جسمانی تعلیمی اخلاقی پہلو میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ کا سایہ ہم پر دیر تک رہے۔ (سالک رام شرما)

تحصیل ٹورنمنٹ سمرالہ ضلع لودھیانہ

امسال اس ٹورنمنٹ کی کھیلیں۔ رسہ کشی۔ دوڑیں۔ کشتیاں۔ فٹ بال۔ والی بال۔ ہاکی۔ کرکٹ اور کبڈی باوا تارا سنگھ صاحب تحصیلدار سمرالہ کی صدارت اور نگرانی میں کھیلی گئیں۔ اس موقعہ پر خاص سمرالہ میں میلے کی طرح دھوم دھام رہی۔ باوا صاحب نے ٹورنمنٹ کو ہر طرح سے کامیاب بنانے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی جس کے ممبران میں سردار کپتان جگ پال سنگھ صاحب رئیس لدھڑاں۔ سردار نرائن سنگھ صاحب ذیلدار و جاگیردار سردار دلیپ سنگھ صاحب رئیس لدھڑاں و سب رجسٹرار سمرالہ اور سردار صاحب سردار ہرنام سنگھ صاحب آنریری مجسٹریٹ کے نام خاص قابل ذکر ہیں۔

نقدی کے علاوہ سردار نارائن سنگھ صاحب اور کپتان صاحب موصوف نے چاندی کے کپ بھی دیئے۔ دوسو روپے کے انعامات تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس میں اکثر ذیلدار اصحاب اور دیگر معززین نے چندے دیئے۔ لالہ منشی رام صاحب نائب تحصیلدار بھی صاحب صدر کے معاون اور دست راست ثابت ہوئے۔ چودھری کرتار سنگھ صاحب اے ڈی آئی۔ پنڈت دینا ناتھ صاحب بی ٹی۔ چودھری محمد اشرف صاحب انسپکٹر محکمہ کواپریشن اور دیگر افسران بھی خاص امداد کا موجب رہے۔ آخری دن جناب نواب سعید اللہ خاں صاحب ایم اے آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر بہادر بہمراہی دیوان گوکل چند صاحب افسر مال۔ مسٹر ہاروے پرنسپل گورنمنٹ کالج۔ سردار کپور سنگھ صاحب سینئر وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ اور سردار جوگندر سنگھ صاحب بی اے بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تشریف لائے۔ ٹورنمنٹ دیکھنے کے بعد دربار سجایا گیا جس میں مشاعرہ کا انتظام بھی تھا۔ ٹھاکر ستیہ پال سنگھ خلف ٹھاکر رام داس چوہان ساکن لودھیانہ شہر اور منشی فقیر محمد صاحب عابد ہیڈ ماسٹر بگلی کلاں نے خیر مقدم کے عنوان سے نظمیں پڑھیں جو خاص مقبول ہوئیں۔ دیگر شعراء نے بھی نظمیں سنائیں۔ منشی جیوا رام صاحب ڈرل ماسٹر کاگاناہو۔ باوا تارا سنگھ صاحب نے رپورٹ پڑھی۔ صاحب صدر نے بعد تقسیم انعامات دیہاتی لوگوں سے مخاطب ہو کر برجستہ تقریر کی اور تلقین کی کہ صحت کا خیال رکھنا جزو دین ہے اور تمام کارروائی پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے باوا تارا سنگھ صاحب کی ہمت و کوشش کی داد دی۔ (ٹھاکر ستیہ پال سنگھ)

ریفریشر کورس تحصیل سمرالہ

چودھری کرتار سنگھ صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی تحصیل سمرالہ حال ہی میں اکتوبر ۱۹۳۶ء کو اس عہدہ پر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ مختلف گورنمنٹ ہائی مدارس میں کام کرنے کی وجہ سے آپ مدرسین کی عملی مشکلات کو محسوس کرتے ہیں۔ سکولوں کے معائنہ پر نقائص نکال کر لاگ بک میں انکا اندراج آپ کا کام نہیں بلکہ پورا دن وہاں ٹھہر کر مدرسین کی ہر مشکلات میں ہاتھ بٹاتے ہیں اور ہر ایک مضمون خود پڑھا کر رہنمائی کرتے ہیں۔ چونکہ تعلیمی سال قریب الاختتام ہے اور آپ ہر سکول کا انفرادی طور پر ملاحظہ کر نہیں سکتے تھے۔ آپ نے تحصیل کے تمام ورنیکلر اول مدرسین اور ہیڈ ماسٹر صاحبان سیکنڈری مدارس کو تحصیل کے ہیڈکوارٹر میں بلا کر بطور ریفریشر کورس ٹریننگ دی تا کہ تھوڑے وقت میں سب کام متعلقین پر واضح ہو جائے۔ آپکی تشریف آوری سے پہلے سال گذشتہ کی نسبت تعداد طلباء میں کئی لڑکوں کی کمی تھی۔ مگر آپ نے شبانہ روز محنت اور عرقریزی سے بیٹ ایسے پسماندہ علاقہ میں کام کر کے نہ صرف سابقہ کمی پورا کر دی بلکہ ۲۷ طلبا کا معتدبہ اضافہ کر دیا۔ مدرسین کی کمی تنخواہ کو آپ دل سے محسوس کرتے ہیں۔ اور لائق مدرسین کی دل سے قدر فرماتے ہیں۔ آپ کا مقولہ ہے کہ اگر تعلیمی قابلیت کا لحاظ محکمہ تعلیم میں نہ رکھا جائیگا۔ تو اس کے قدردان کیا اگلے جہان سے آئیں گے۔ امتحان کے موقعہ پر وہ ٹیچر کی ذات اور طلبائے سکول پر پورا بھروسہ کرتے ہیں اور ہر سوال لکھ کر طلبا اور ٹیچروں کو مشکوک نظروں سے نہیں تاکتے جن سے کوئی پولیس مین ملزمان کو تاکا کرتا ہے۔ آپ ولایت اور امریکہ کے امتحانات کی فضیلت

جتنا کرنا یا کرتے ہیں کہ وہاں طلبا دوسرے لڑکے امداد حاصل کرنا اپنی توہین خیال کیا کرتے ہیں۔

زیر عنوان ریفریشر کورس میں جو جو ہدایات آپ نے ہر ایک مضمون کے پڑھانے۔ رجسٹروں کو مکمل کرنے اور ضبط قائم رکھنے کے متعلق دیں انکو بالتفصیل لکھنا کارے دارد کا مسئلہ ہے۔ ڈویژنل انسپکٹر صاحب جالندھر کی ہدایات کے مطابق سکولوں میں ٹٹیاں اور پیشاب خانے اور صحن مدرسہ میں پھل پھول لگانے اور قیمتی سسٹم جاری کرنے کے متعلق ہدایات دیں جیسا کہ مڈل سکول ڈہرو میں پہلے سے ہی رائج ہیں۔ املا۔ زبانی حساب اور جغرافیہ کے متعلق عملی سبق دیکر رہنمائی کی گئی۔ خطوط نویسی کا سبق آپ نے خود پڑھایا۔ چالیس پچاس بچے چٹھیات اور خطوط طلبا کے ہاتھ میں دے کر خاموشی مطالعہ کرایا گیا اور پھر امتحاناً ہر ایک کا مضمون سنا گیا اور طلبا کو ہدایت کی گئی۔ کہ وہ بھی فرداً فرداً اسی مضمون سے ملتا جلتا خط یا چٹھی تحریر کریں۔ دوران تربیت میں ہیڈ ماسٹر صاحب بلیبر وال مڈل سکول نے اکثر سوالات پوچھے جن کے شکوک کو نہایت استقلال سے رفع کیا گیا۔ مڈل سکول ڈہرو کے رجسٹرات کی عمدگی کا خاص اعتراف کیا گیا۔ مہاشہ کشمیری لال ہیڈ ماسٹر مڈل سکول ہیراں نے بھی اپنے اُن ذاتی تجربوں کو بیان کیا جن پر سکول کی کامیابی کا انحصار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایمانداری ایک زریں اصول ہے۔ اس کورس میں مہاشہ صاحب سیکرٹری اور ٹھاکر ستنیہ پال سنگھ صاحب نے اسسٹنٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور اتفاق رائے سے پاس ہوا کہ کارروائی مختصراً پریس میں اور اس کی مکمل نقل صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے حضور میں بھیجی جائے۔ (ٹھاکر ستنیہ پال سنگھ ادیب فاضل)

مڈل سکول شروعہ ضلع ہوشیارپور گڑھ شنکر کے تحصیلی ٹورنمنٹ میں سکول ہذا کی فٹ بال۔ والی بال۔ اگر ٹیچ کبڈی اور رسہ کشی کی ٹیموں نے حصہ لیا۔ اور سکول کے کھلاڑیوں نے اپنے استقلال اور تہذیب کا پورا ثبوت دیا۔ اگر ٹیچ کے تین میچوں میں حصہ لینا پڑا۔ مگر ہر میچ میں جس عمدگی اور کمال سے کامیابی حاصل کی اسے ظاہر کرنا آسان کام نہیں فائنل میچ قابل دید تھا۔ اور سکول ٹیم نے دو گول پر کامیابی حاصل کی۔ کبڈی میں بھی اوّل رہے۔ رسہ کشی میں دوسرا نمبر حاصل ہوا۔ فٹ بال کا انعام تو نہ مل سکا مگر کھلاڑیوں کے کرتب حاضرین پر واضح ہو گئے۔ ٹورنمنٹ میں سکول ٹیموں نے نرالی شان اور مستقل مزاجی سے کامیابی حاصل کی جس کے لئے چودھری نور محمد صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی عدیم المثال کوشش اور ان کے قابل سٹاف کی سعی بلیغ مبارکباد کے قابل ہے۔ (نذیر محمد خاں)

غلط فہمی مجھے فخر اور خوشی ہے کہ میرے ناظرین کو اپنے رہنمائے تعلیم سے اس قدر دلچسپی ہے کہ وہ اس کی اشاعت میں ذرا سی تاخیر کو بھی گوارا نہیں کرتے۔ اگر کسی نمبر کو دو چار دن کی دیر ہو جائے۔ تو مطالبہ کی ڈاک کا تانتا شروع ہو جاتا ہے۔ بالخصوص خاص نمبروں کی اشاعت میں جب دو چار یوم کی دیر ہو جاتی ہے۔ تو بعض کرمفرما آپے سے بھی باہر ہو جاتے ہیں اور اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ گویا میں نے عمداً ان کو خاص نمبر روانہ نہیں کیا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہوتا ہے کہ خاص نمبر جیسا کہ آپ بزرگوار بخوبی جانتے ہیں۔ کافی ضخیم ہونے کی وجہ سے وقت بھی چاہتا ہے میں تو ادھر خاص نمبر کی سج دھج اور اس کی طباعت کے فکر میں سرگرداں رہتا ہوں اور میرے مہربان اس غلط فہمی میں پھنس جاتے ہیں کہ میں عمداً ان کو رسالہ نہیں بھیجتا۔ (منیجر)

مڈل سکول واربرٹن ضلع شیخوپورہ ۱۲ جنوری کو جناب سردار صاحب سردار سوہن سنگھ صاحب بی اے ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع ہذا نے میاں عبدالرشید صاحب بی اے ڈی آئی ننکانہ صاحب اور لالہ سجا لچند صاحب اے ڈی آئی فاروق آباد کے ہمراہ سکول ہذا کا سالانہ معائنہ فرمایا۔ پبلک نے انگریزی باجے کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ سکاؤٹ ماسٹر اور سکاؤٹس نے سلامی دی۔ ریلوے سٹیشن سے سکول بلڈنگ تک سکول کے بچوں کا دو نہایت سدابہار گیت گانا۔ باجے کا بجنا اور سکول سیکنڈ ماسٹر صاحب کا حفظان صحت اور متعدی امراض پر لیکچر۔ آدمیوں کی کثیر التعداد ایک دلکش نظارہ دیتے تھے۔ سردار صاحب نے بعد معائنہ سکول کی تعلیمی حالت پر اظہار طمانیت کیا۔ کمروں کے اندر نوادر بھی جغرافیائی۔ حفظان صحت اور دستکاری کے چارٹس خصوصاً جماعت اول کے

میٹنڈی بچوں کے خوشنما چارٹس۔ باغیچہ میں پھل اور پھولدار پودے اور روشنوں پر گملوں کے اندر مختلف اقسام کے پھولوں کی سجاوٹ پر اظہار مسرت فرمایا طلبا کی ماس ڈرل۔ سپلے فار آل۔ سکاؤٹوں کی ورزش اور دیہاتی ٹیموں کے مقابلے مثلاً کبڈی۔ کشتی۔ والی بال۔ گتکا۔ جھنگڑا۔ لمبی اور اونچی چھلانگیں اور دیگر کھیلوں کو پسند فرمایا۔ تماشائیوں کا ہجوم اس موقعہ پر ایک اعجوبہ اور پُرلطف کیفیت دکھا رہا تھا۔ تقسیم انعامات کے جلسے کی صدارت فرماتے ہوئے آپ نے انعامات تقسیم فرمائے۔ سیکنڈ ماسٹر صاحب نے آپ کی شان اور دیگران افسران معائن کی مدح میں قصیدہ پڑھا۔ طلبا نے شرابی کا ڈرامہ ایسے عمدہ طور پر ادا کیا کہ حاضرین ہنسی کو ضبط نہ کر سکے۔ انعامات اور شیرینی کی تقسیم طلبا اور دیہاتی جیتنے والوں کو حسب مراتب دیئے گئے اور محمد رفیق جماعت اول کو اچھا جھنگڑا دکھانے پر آپ نے ایک روپیہ جیب خاص سے عطا کیا۔ آخیر میں آپ نے تعلیمی اور دیگر مختلف شعبہ جات پر جامع اور مؤثر تقریر فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ سکول ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے سٹاف کی یک جہتی سے واقعی نمونے کا سکول بنا ہوا ہے۔ اس کے قابل قدر اور دیرینہ سروس ہیڈ ماسٹر سردار سوہیل سنگھ صاحب کی محنت کی داد دی اور سکول کی روز افزوں ترقی اور کامیابی پر متعلقین کو مبارک باد

(میلا سنگھ)

مڈل سکول کول ضلع کرنال

پنڈت برہما نند صاحب ہیڈ ماسٹر نے ایسے وقت سکول کا چارج لیا۔ جبکہ انگریزی تعلیم یکم اپریل ۱۹۳۳ء سے بند ہو چکی تھی اور حصہ مڈل دبورڈنگ ہوس لڑکوں کے سرٹیفکیٹ لے جانے پر خالی ہو چکے تھے۔ مگر آپ نے اپنے برتاؤ سے اور حسن سلوک سے اس ناگفتہ بہ حالت پر جلد ہی قابو پا لیا۔ سٹاف سے برتاؤ ہمدردانہ طلبا سے سلوک پدرانہ جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے باقاعدہ کھیلوں کا کھلانا۔ طلبا کی پوشاک اور جسمانی صفائی کا ملاحظہ۔ منشیات کے نقصانات جتلا کر پرہیز کی ترغیب دلانا وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت تک تعداد میں ایک سو کا اضافہ ہو چکا ہے۔ اور جسمانی اخلاقی تعلیمی اور روحانی ہر پہلو میں نمایاں ترقی کا ظہور ہے۔ بورڈر بھی ۱۶ ہیں۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء کو صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے بعد ملاحظہ سکول لاگ بک میں درج فرمایا۔

صبح کے وقت جو دعا کی گئی خاص اثر میں ڈوبی ہوئی تھی اور ہر سننے والے کو متاثر کرتی تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ وہ لڑکوں میں قوت اور کام کی اہمیت کے مطابق سنجیدگی پیدا کر سکتے ہیں۔

اسی روز صاحب ممدوح کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ عمل میں آیا۔ پنڈت تلوک چند صاحب اے ڈی آئی علاقہ بھی موجود تھے۔ سربرآوردہ اشخاص دیہہ کے علاوہ اہل مضافات نے بھی شرکت فرمائی جو مدرسین سنٹر سکولز کے ہمراہ تھے۔ پرارتھنا کے بعد جگرام نے طالب علم کی زندگی اور جگت رام نے رسومات بد پر تقریر کی۔ دوارکا داس نے راگ میں تعلیم کے فواید بیان کئے۔ طلبا چہارم جماعت نے رشوت کی مذمت میں مکالمہ دکھایا۔ طلبا جماعت ہفتم وہشتم اور ششم وچہارم نے بیت بازی کی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرما کر فرمایا سکول کی ہر گونہ ترقی اور بہتر حالت سے مجھے خاص خوشی ہوئی۔ اپنے عہد میں ایسا سکول دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جو ہر لحاظ سے بہتر ہو۔ عزیز جگت رام کی تقریر نہایت لاجواب تھی۔ اُمید کہ یہ ہونہار بچہ بڑا ہو کر خوب ترقی کریگا اور اپنے خاندان کا نام روشن کریگا حاضرین میں شیرینی تقسیم ہوئی۔

(منتھو رام شرما)

لوئر مڈل سکول ٹکر ریاست رامپور بشہر ضلع شملہ

۱۲ نومبر کو مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے سکول کا معائنہ فرمایا دوران معائنہ میں آپنے مدرسین کی رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ہر شعبہ تعلیم میں خود نمونہ دیکر حوصلہ افزائی فرمائی۔ بعد معائنہ تعلیمی جسمانی ورزش کا معائنہ کیا اور خامیوں کے متعلق اظہار خیالات کیا۔ رات کو بورڈران نے منشی بشنومل سکنڈ ماسٹر اور پنڈت کیول رام کی نگرانی میں مختلف نظمیں گائیں۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے تعلیم کے فواید۔ وقت کی پابندی۔ فرض کی ادائیگی اور محنت سے نیکی حاصل انسانیت ہے جیسے موضوع پر ہدایات سے مالا مال کیا۔ پنڈت سنسار سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نے صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کیا۔ آپکی تعلیمی سرگرمی اور شوق کا اندازہ اسی امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ باوجود علالت طبع آپنے موقع پر تشریف لا کر ہمیں مرہون منت کیا۔ (بشنو مل)

ریویوز

دی گراموفون ریویو کلکتہ مسٹر یوسف بیگ خادم کی ادارت میں اکتوبر ۱۹۳۴ء سے عالم وجود میں آیا ہے۔ اس کا نام ہی اس کے تعارف کے لئے کافی ہے۔ کہ دور حاضرہ کی جدتوں اور دماغی کاوشوں سے متاثر ہو کر گراموفون اور اس کے ریکارڈوں وغیرہ ضروریات کے متعلق مضامین شائقین کی تفنن طبع کا موجب ہوا کریں اور آرٹسٹ حضرات اپنی سوانحعمریاں اور تصاویر شائع کرا سکیں۔ نیز جن باکمالوں کے ریکارڈ دیئے جائیں ان کی تصاویر بھی زیب اوراق ہوا کریں۔ تینوں نمبر اکتوبر نمبر۔ نومبر نمبر اور دسمبر ۱۹۳۴ء ہمارے پیش نظر ہیں اور اس امر کے شاہد ہیں کہ جن اغراض و مقاصد کو لے کر زیر ریویو معاصر عالم وجود میں آیا ہے انہیں نہایت خوبی سے ادا کر رہا ہے۔ مضامین نثر و نظم ہر مذاق کے باکمال مطالعہ فرما سکتے ہیں اور محظوظ ہو سکتے ہیں۔ اور اس فن کے باکمالوں کے دیدار سے مسرت اندوز ہو سکتے ہیں۔ نومبر اور دسمبر کے مدیر ابوالبرفیق صاحب ہیں۔ چندہ سالانہ دو روپے ششماہی سوا روپیہ قیمت فی پرچہ ۳ر۔ مقام اشاعت نمبر ۱۷ ذکریا اسٹریٹ کلکتہ۔ خط و کتابت منیجر صاحب رسالہ سے کی جائے۔

ہفتہ وار نگار خانہ لکھنؤ فلم پیپر ہے۔ اور فلمی دنیا کا نمائندہ ہے۔ ہر ماہ کی ۴-۱۲-۲۰-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ مسٹر اسعد انصاری اس کے منیجنگ اڈیٹر ہیں۔ فلمی دنیا کے شائقین سرپرستی فرمائیں۔ قیمت سالانہ تین روپے دفتر کا پتہ پارچہ والی گلی لکھنؤ اور اس پتہ پر تمام خط و کتابت کی جائے۔

ارمغان ادب اردو لالہ تارا چند صاحب باہل ہیڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول ڈب کلاں اپنے تجربہ اور قابلیت کی وجہ سے ورنیکلر دنیا میں کسی مزید تعارف کے محتاج ہیں۔ ورنیکلر فائنل امتحان متواتر کئی سالوں سے دلا رہے ہیں اور اس امتحان کی ضروریات سے نہایت باخبر ہیں۔ آپ نے تمام ورنیکلر مضامین پر اس قسم کی کتابیں لکھی ہیں۔ اردو زبان کا پرچہ اس امتحان کی جان ہے۔ لہذا آپ نے اس زبان میں اپنے سابقہ ذخیروں کی نظر ثانی فرما کر ارمغان ادب اردو کو نئے سرے سے شائع کیا ہے اور امیدواران کی ضروریات کو ہر طرح سے ملحوظ رکھ کر ان کے لئے کامیابی کی فضا ہموار قائم کر دی ہے۔ ہر قسم کے سوالات اس میں موجود ہیں۔ اور چونکہ یہ امتحان کسی مقررہ کتاب سے نہیں ہوتا۔ لہذا آپ کے پرچہ جات بہت معقول اور مفید ہیں۔ جو ٹکڑے نثر کے دیئے گئے ہیں۔ نہ صرف امتحان کی ضروریات پر ہی حاوی ہیں بلکہ بجائے خود نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ اسی طرح حصہ نظم بھی دلچسپ ہے۔ اور امیدواران کی معلومات کو بڑھانے کے ضامن اور اساتذہ کرام کے معاون ہیں۔ املا کے سوالات۔ محاورات۔ انشاپردازی وغیرہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر موزوں اور متعلقین کی رہنمائی کا موجب ہیں۔ ۱/ قیمت پر قابل مصنف سے مدرسہ ڈب کلاں براستہ شورکوٹ ضلع جھنگ مل سکتا ہے۔ کتاب کا نمونہ ۸ر کے ٹکٹ ملنے پر صرف ہیڈ ماسٹر صاحبان کو بھیجا جا سکتا ہے

وکٹری ڈائری الہ آباد ۱۹۳۵ء مسٹر رام نارائن لال صاحب کٹرہ روڈ الہ آباد کی اسم بامسمی وکٹری ڈائری بدستور نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہی ہے۔ وہی مضبوط جلد۔ کاغذ بدستور بڑھیا اور لائینوں والا سفید چکنا۔ آغاز اور انجام میں کئی مفید مطلب امورات کا مجموعہ جو فرصت کے لئے بہترین مطالعہ کی کتاب کا کام دیتا ہے۔ شائقین کی میزوں کا سنگار اور حساب رکھنے والے احباب کی جملہ ضروریات پر حاوی۔ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور ہم بڑے شوق اور خوشی سے اس کی سرپرستی اور خریداری پر توجہ دلاتے ہیں۔ قیمت ۱۲ر جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں محض برائے نام قیمت ہے۔ مسٹر رام نارائن لال کٹرہ روڈ الہ آباد سے طلب کی جائے۔

سری رام انجن

عام طور پر اشتہاری ادویہ واشیاء پر اعتبار کم ہوتا ہے۔ مگر خدا نے پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ بعض مشتہرین ایسے بھی موجود ہیں جن کے اشتہاری دعاوی پر اعتبار کرنا پڑتا ہے۔ اس دفعہ رہنما کے اس نمبر میں سری رام انجن کا اشتہار اشاعت کے لئے موصول ہؤا۔ میں نے حکیم صاحب کو لکھا کہ جب تک میں اس کا تجربہ نہ کرلوں تب تک اس اشتہار کی اشاعت منظور نہ کرونگا۔ چنانچہ حکیم سری رام صاحب دوساجھ نے مجھے ایک شیشی بھیجی جس کا میں نے خود استعمال کیا۔ کیونکہ میری آنکھوں میں عرصہ سے ککروں کی تکلیف رہتی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ حکیم صاحب نے اس دوا میں نہ معلوم کونسا جادو بھر دیا ہے۔ کہ دو ایک بار کے استعمال سے ہی مجھے کافی فایدہ معلوم ہونے لگا ہے یہ کوئی بناوٹ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے کہ واقعی سری رام انجن کی جس قدر تعریف اس کے موجد نے بیان کی ہے وہ من وعن درست ہے۔ حکیم صاحب کا دعوے بلا دلیل نہیں۔ بلکہ ان کے پاس سینکڑوں سرٹیفکیٹس ہیں۔ جن میں اکثر یہ لکھا ہے کہ اس انجن کے اگر دو چار قطرے بھی پانچ روپے میں مل جائیں تو بڑی خوش نصیبی ہے۔ میں ان کے دعاوی پر یقین کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ پرماتما حکیم صاحب کے ہاتھ میں اور بھی برکت وشفا دیں تاکہ وہ بیش از بیش ملک کی خدمت کرسکیں اور امراض چشم کی بڑھتی ہوئی رَو کو جلد از جلد دُور کرنے میں کامیاب ہوں۔

میری رائے میں ہر اُس شخص کو اس انجن کی ایک ایک شیشی ضرور خرید کر اپنے پاس رکھنی چاہئے۔ جو آنکھوں کی کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو۔

یہ انجن ہر مرض چشم کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ حکیم صاحب کا یہ بھی دعوے ہے۔ کہ اگر کسی صاحب کو فایدہ نہ ہو تو وہ اپنی قیمت واپس منگوا سکتا ہے۔ قیمت فی شیشی پانچ روپے (صہ) ہے۔ ضرورتمند اصحاب اس پتہ سے طلب کریں۔ مینیجر دفتر رسالہ حکمت طبی وشرطیہ شفاخانہ کائیں نور ضلع انبالہ

عربک کالج میگزین دہلی دسمبر نمبر

تقریباً ہر ایک کالج کا اپنا میگزین ہوتا ہے جس میں زیر تربیت نوجوان اساتذہ کرام (پروفیسران) کی زیر نگرانی ادارت کے فرائض ادا کرتے ہیں اور اپنی انشا پردازی کی مشق کرتے ہیں۔ عربک کالج دہلی کا میگزین چشم بددُور علامہ راشد الخیری صاحب کے نورنظر مسٹر صادق الخیری کے زور قلم سے وہ رنگ لئے ہے۔ جس کا ہر خوش نصیب علمی رسالہ خواہاں ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو حضرت راشد الخیری صاحب کے فرزند ارجمند سے دُنیائے ادب کی خدمت گذاری کی توقع ہر طرح سے جائز اور بجا توقع ہے بقول ع میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم چل کر اُردو کی خدمت بجالانا انہیں ورثہ پدری ملا ہے اور زیر ریویو میگزین اس امر کی شہادت ہے کہ آپ اپنے آپ کو ہر طرح سے اس خدمت گذاری کے اہل ثابت کرینگے۔ ع زچشم بددُرخ خوب تر خدا حافظ۔ اللہ برکت دے اور اس مذاق ادبی میں آئے دن ترقی آپ کے شامل حال رہے۔ آمین

نکہت دیال باغ۔ آگرہ

آگرہ اگر شہنشاہ اکبر اعظم کے وقت ہندوستان کا دارالخلافہ تھا۔ تو اب موجودہ وقت میں رادھا سوامی مت کے واجب الاحترام جانشین کے قیام کی وجہ سے اس مذہب کے پیروکاران اور مریدان با اخلاص کے لئے شاہان مغل کے دارالسلطنت سے بھی زیادہ وقعت لئے ہے۔ دیال باغ کا نام اس مذہب کے بانی کی یادگار ہے۔ پنڈت شیوناتھ صاحب کول گوالیاری نے اپنی عقیدت کے اظہار میں جو آپ کو رادھا سوامی دیال مہاراج اور انکے محترم جانشینوں سے ہے۔ دیال باغ کے فیض بخش عالم وعالمیان کرشموں کا اظہار مختلف مواقع پر جن نظموں سے کیا ہے انکا مجموعہ دیال باغ کی نکہت کے نام سے پریمی بھائیوں کے پریم بھاؤ

کو بڑھانے اور سرد دبستان یا ددہا نیدن کے مقولہ کو اپنانے کے اظہار میں کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اپنے پریم کے دریا کو کوزہ میں بند کر دکھایا ہے۔ ہر ایک نظم کا ایک ایک لفظ آپ کے پریم بھاؤ کا بدیہی ثبوت ہے اور اپنے واجب التعظیم گورو صاحبان سے آپ کی عقیدت نمایاں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ نکہت دیال باغ آپ کے ہم خیال پروانوں کے دلوں میں جوش عقیدت کی وہی مستی پیدا کرے جو آپ کے دل میں پیدا ہو کر آپ کو دیال باغ کا صحیح معنوں میں فریفتہ بنائے ہوئے ہے۔ عام شائقین بھی اس کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہو کر آپ کے پوتر جذبات دلی کی قدر کر سکتے ہیں۔ ریویو تحریر کرتے وقت ہمارے پیش نظر محاسن کلام نہیں بلکہ وہ جوش عقیدت ہے جو ناظم کے دل میں بحیثیت مرید صادق جلوہ افروز ہے جس سے ہم بیحد مسرت اندوز ہوئے ہیں۔ یہ نسخہ ۶ر قیمت پر کرشل اسٹور دیال باغ آگرہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

آسان تختہ تعلیم القرآن موجودہ کیلنڈروں کی صورت میں یہ تختہ تیار کیا گیا ہے۔ کہ شائقین اپنے مطالعہ کے کمرہ میں لٹکا کر وقتاً فوقتاً اسے مطالعہ کر کے مستفید ہوں اور جہاں عربی علم کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ وہاں اپنے کلام پاک کی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہو سکیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہایت معقول طریق پر مشکلات کا اظہار ہوا ہے اور نہایت عمدگی سے رہنمائی کی گئی ہے۔ ہماری رائے میں ہر مسلم مرد و زن کا فرض ہے کہ یہ آسان تختہ جو صرف ۹ پائی کے ٹکٹ کی ترسیل پر مل سکتا ہے۔ حاصل کرے اور اس سے فیض یاب ہو۔ خان بہادر اے عبد الکریم صاحب مالک کریم بیڑی فیکٹری اپریس منڈی مدراس سے صرف محصول ڈاک ۹ پائی ترسیل کرنے پر مفت مل سکتا ہے۔

عالم نسواں کا بہترین مصور مجلہ لیلےٰ لاہور معزز معاصر رسالہ نیرنگ خیال لاہور ادبی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس کے معزز مدیر حکیم یوسف حسن صاحب نے زمانہ کی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے عالم نسواں کی ادبی خدمت گذاری کے لئے زیر ریویو رسالہ کو "لیلےٰ" کے نام سے پیش کیا ہے۔ جس کی مدیرہ اعزازی محترمہ وزیر بیگم صاحبہ ضیا ادیب فاضل لاہور ہیں اور خود حکیم صاحب موصوف سید فرید جعفری کے ہمراہ ادارت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ نئے سال ۱۹۳۵ء سے لیلےٰ کا وجود فیض آمود اس خدمت گذاری کے لئے ظہور پذیر ہوا ہے۔ اور اس کے پہلے نمبر سے ہی ترشح ہو رہا ہے کہ لیلےٰ جس خدمت کا بیڑا اٹھائے ہے اس میں بفضلہ کامیابی اس کے شامل حال ہو گی۔ اور ہم اس نو مولود کو ادبی دنیا میں پیش کر کے تعلیم نسواں کے سرپرستوں اور شائقین سے اس کی سرپرستی کی پُر زور سفارش کرتے ہیں۔ پہلے صفحہ پر ہی معزز ایڈیٹر صاحب کے قلم سے جو تمہیدی مضمون شائع ہوا ہے لیلےٰ کی ضروریات اور اس کی خدمت گذاری کے دستور العمل اور قواعد پر خاص روشنی ڈال رہا ہے اس کے مطالعہ سے ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ جس جذبۂ خدمت گذاری کو لے کر یہ نو مولود عالم وجود میں آیا ہے کامیابی اس کے شامل حال ہو گی اور وہ دن دور نہیں کہ اپنی قسم کے ممتاز رسائل میں محسوب ہو کر محبوب القلوب کا خطاب پائے۔ چندہ سالانہ چار روپے اور فی پرچہ ۵ر خریداری کا پتہ منیجر رسالہ لیلےٰ۔ دفتر نیرنگ خیال لاہور۔

دی سکالرس کمپنین یعنی رفیق طلباء۔ سالانہ چندہ ۱۲ر انگریزی میں طلبا کی لیاقت کے موافق مضامین اور ضروری خبریں لئے ہوتا ہے۔ ایک صفحہ رومن حروف میں بھی ہے۔ شائقین مستفید ہوں مسٹر ایم آر گوڑ بی اے اس کے مدیر ہیں اور صوبہ پنجاب کے نوجوان ہیں۔ مسز رام لال سوری اینڈ سنز انار کلی لاہور سے خرید سکتے ہیں یا براہ راست منیجر صاحب دی سکالرس کمپنین دریبہ کلاں دہلی سے منگا سکتے ہیں۔

نوٹ - خط و کتابت کے لئے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل سے معاف فرمائیں۔

پنجاب یونیورسٹی

I سال ۱۹۳۵ء کے لئے مفصلہ ذیل اصحاب سنڈیکیٹ کے ممبر۔ان فیکلٹیوں کی طرف سے منتخب ہوئے ہیں جو ان کے نام کے سامنے درج ہیں :-

۱۔ لالہ منوہر لال صاحب ایم اے ایم ایل سی بیرسٹرایٹ لا	اورنٹیل ٹریننگ فیکلٹی
۲۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم۔ اے	
۳۔ پروفیسر جودھ سنگھ صاحب ایم اے	
۴۔ خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے آئی ای ایس	
۵۔ دی آنریبل مسٹر جسٹس ٹیک چند ایم اے ایل ایل بی	آرٹس فیکلٹی
۶۔ ریورنیڈ ڈاکٹر ای ڈی لوکس ایم اے ڈی ڈی پی ایچ ڈی	
۷۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا	
۸۔ لفٹنٹ کرنل ایچ۔ایل۔او گیرٹ صاحب ایم اے آئی ای ایس	
۹۔ پروفیسر ایچ بی ڈینکلف صاحب ایم اے ڈاکٹر آف سائنس ایف آئی ایس آئی ای ایس	سائنس فیکلٹی
۱۰۔ پروفیسر جی میتھائی صاحب ایم اے ڈاکٹر سائنس۔ایف آر ایس ای۔آئی ای ایس	
۱۱۔ ایم افضل حسین صاحب ایم اے۔ایم ایس سی۔آئی۔اے ایس	
۱۲۔ رائے بہادر لالہ درگا داس صاحب بی اے ایل ایل بی	لا فیکلٹی
۱۳۔ لالہ جگن ناتھ صاحب اگروال ایم اے ایل ایل بی	
۱۴۔ لفٹنٹ کرنل جے جے ہارپرنیلسن صاحب او بی ای ایم سی۔آئی ایم ایس	میڈیسن فیکلٹی
۱۵۔ ڈاکٹر کے اے رحمان صاحب او بی ای۔کے۔بی۔ایم بی۔سی ایچ بی۔ڈی۔بی ایچ	

سنڈیکیٹ کے چیرمین بلحاظ عہدہ صاحب وائس چانسلر ہوتے ہیں اور صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب بلحاظ عہدہ اس کے ممبر ہوتے ہیں ۔

II سال ۱۹۳۵ء کے لئے مفصلہ ذیل بزرگوار سکول بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ان فیکلٹیوں کی طرف سے جو ان کے نام کے بالمقابل درج ہے :-

۱۔ لالہ مکند لال صاحب پوری ایم۔اے ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لا	آرٹس فیکلٹی

۲۔ بخشی رام رتن صاحب بی۔ اے بی ٹی
۳۔ ایم محمد شفیع صاحب ایم اے
۴۔ سردار صاحب باوا اودھم سنگھ صاحب بی ایس سی بی ٹی
} آرٹس فیکلٹی

۵۔ دیوان آنند کمار صاحب ایم اے
۶۔ خواجہ دل محمد صاحب ایم اے
} سائنس فیکلٹی

۷۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب ایم۔ اے ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا
۸۔ رائے بہادر مسٹر من موہن ایم۔ اے
} اورئینٹل فیکلٹی

۹۔ مس ایل ای تھامس صاحبہ بی ایس سی
۱۰۔ ڈبلیو ایچ ایف آرمسٹرنگ صاحب ایم اے ایف ایس سی۔ آئی ای ایس
۱۱۔ خان بہادر سید مقبول شاہ صاحب ریٹائرڈ آئی ای ایس
} گورنمنٹ کے نامزدگان

صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بلحاظ عہدہ اس بورڈ کے چیرمین ہیں ۔

III آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون نائٹ ایم اے بیرسٹرایٹ لا وزیر تعلیم پنجاب لا فیکلٹی کی بجائے اورئینٹل فیکلٹی میں نامزد

IV سنڈیکیٹ نے میجر ڈی۔ بی تھاپر آئی ایم ایس کی فیاضانہ پیشکش کو بطیب خاطر منظور فرمایا ہے۔ جو میجر موصوف نے اپنے پتا دیوان بہادر کنج بہاری صاحب تھاپر او بی۔ ای کی یادگار میں پولیٹیکل سائنس کے امتحان ایم اے میں اول رہنے والے نو کو طلائی تمغہ دینے کیلئے پیش کی ہے آپ نے سنڈیکیٹ کے فیصلہ کے مطابق اس غرض کیلئے دو ہزار روپیہ نقد جمع کرا دیا ہے ۔

بی اے کے امتحان میں پولیٹیکل سائنس کے مضمون میں اول رہنے والے نوجوان کو نقرئی تمغہ دیئے جانے کی درخواست منظور نہیں ہوئی ۔

یونیورسٹی نے اپنے ماتحت لاہور کالجوں کے لئے پراکٹوریل سسٹم کی تعمیل میں مفصلہ ذیل قواعد تجویز کئے ہیں :۔

۱۔ ہر ایک کالج ایک پراکٹر اور بشرط ضرورت ایک یا دو پرو۔ پراکٹر مقرر کریں جس کا فرض اولین کالج کے باہر کالج طلبا کے چال چلن کی نگہداشت ہے ۔ اور یونیورسٹی اور کالج قواعد کی خلاف ورزی کرنیوالے طلبا کی وائس چانسلر صاحب سے رپورٹ کرنا۔

۲۔ ان عہدہ داران (پراکٹر پرو پراکٹر) کے نام یونیورسٹی شائع کریگی اور ہر ایک کو بوقت ضرورت استعمال کرنے کیلئے یونیورسٹی کی طرف سے ایک بیج (نشان) دیا جائیگا ۔

۳۔ یونیورسٹی سے ملحقہ تمام کالجوں کے سٹوڈنٹس کا فرض ہے کہ مطالبہ ہونے پر اپنا صحیح نام اور رجسٹر نمبر پراکٹر اور پرو پراکٹر کو دیں ۔

۴۔ ہر ایک طالب علم کو اپنے کالج کا کوئی خصوصی نشان پہننا ہوگا یعنی بلیزر۔ ٹائی یا بیج۔ اور ۹ بجے شام کے بعد اس کا استعمال ضروری ہوگا۔ یا شناخت کا کارڈ بھی اس امر کے لئے سہولت بخش نشان ثابت ہو سکیں گے ۔

۵۔ ہوسٹل کا ہر ایک فرد لازمی طور پر ۹ بجے شام اپنے ہوسٹل میں موجود ہو۔ یا اس کے پاس ہوسٹل سے باہر رہنے کی اجازت تحریری

موجود ہو جس پر اس کا رجسٹرڈ نمبر اور وجہ غیر حاضری درج ہو۔

۶۔ کوئی طالب علم ۱/۲ ۹ بجے شام کے بعد کسی جلسہ یا دعوت میں شریک نہ ہو سکیگا۔

۷۔ یونیورسٹی حکام کے انتظام کے بغیر کوئی اجلاس منعقد ہو تو اس میں کسی طالب علم کو حصہ لینے کی اجازت نہیں۔

نوٹ:۔ لاہور میں مقیم طلبا جو ہوسٹل میں فروکش نہیں کے والدین اور سرپرستوں سے توقع کی جاتی ہے کہ ان قواعد کی پابندی سے کالج حکام سے تعاون کا ثبوت دیں۔

۲۳ر جنوری ۱۹۳۵ء کے اجلاس کے قرارداد کے بموجب جس میں ڈین آف یونیورسٹی ایجوکیشن کو اختیارات دئے گئے تھے کہ وہ کوئی سکیٹی نامزد کرے جو یونیورسٹی کے ماتحت کالجوں کی تعلیمی نگرانی کر سکے ڈین صاحب ممدوح نے مفصلہ ذیل ممبران کی کمیٹی تجویز کی ہے۔

۱۔ ڈین آف یونیورسٹی ایجوکیشن

۲۔ پرنسپل ایس۔ کے دتا بی اے۔ ایم بی۔ سی ایچ بی۔

۳۔ پروفیسر جے ایف بروس صاحب ایم۔ اے

۴۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے

۵۔ پروفیسر ایل سی جین ایم اے ایل ایل بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی سائنس۔

۶۔ پروفیسر جی سی چیٹرجی ایم اے آئی ای ایس۔

یہ بھی قرار پایا۔ کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے جغرافیہ کے ڈیپارٹمنٹ کے اعلےٰ مہتمم کو مدعو کیا جائے کہ وہ یونیورسٹی کے ماتحت جغرافیہ کی تعلیم کے لئے مناسب ہدایات سے مالا مال کرے۔

سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس مورخہ ۲۵ر جنوری ۱۹۳۵ء میں صاحب انڈر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب (وزارت تعلیم) کی چٹھی کے مضمون پر غور کیا جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ گورنمنٹ کی رائے میں سینٹ کی سفارشات میٹرکولیشن اینڈ سکول لیونگ سرٹیفکیٹ امتحان میں ذریعہ تعلیم و امتحان کی تبدیلی پر سردست جداگانہ غور کرنا مناسب نہ ہوگا۔

سال ۱۹۳۶ء کا امتحان میٹرکولیشن و سکول لیونگ سرٹیفکیٹ سابقہ ریگولیشنوں کے مطابق ہوگا اور نئے قواعد کا اطلاق جو صفحہ ۱۲۲ - ۱۳۳ کیلنڈر پر درج ہیں امتحان ۱۹۳۷ء سے ہوگا۔ لڑکیوں کو اجازت ہے کہ امتحان میٹرکولیشن میں ریاضی کی بجائے حساب اور خانگی کفایت کو انتخاب کریں۔

ہری پور ہزارہ امتحان ایم ایس ایل سی کا سنٹر قرار دیا گیا ہے اور مردان میں سائنس کا عملی امتحان ہوا کریگا۔

لائل پور بی۔ اے کے امتحان کا سنٹر منظور ہوا ہے

مفصلہ ذیل اصحاب میٹرکولیشن کورسوں کو جو ان کے محاذ میں درج ہیں تیار کرینگے:۔

۱۔ پروفیسر محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی		نصاب فارسی		۲۔ ایم محمود شیرانی صاحب		نصاب اردو

ڈاکٹر ایس گھوش باٹنیکل لیبارٹیری کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے ہیں۔ اور ڈاکٹر ایچ چودھری یونیورسٹی ٹیچنگ ان باٹنی کے ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ مقرر ہوئے ہیں ۔

امتحان ایم ایس ایل سی کے نتائج کے روسے مفصلہ ذیل امیدواران نے یونیورسٹی اور پرنس البرٹ وکٹر وظائف حاصل کئے :۔

نمبر شمار	رول نمبر	نام امیدوار	نمبر حاصل کردہ	سکول	وظیفہ کی قسم و مالیت	کس کالج میں داخل ہوا
۱	۱۲۲۲۱	بلراج ورمانی	۷۲۰	ڈی اے ایس ہائی سکول لائلپور	الفرڈ نابھہ جبیند سکالرشپ مالیتی	گورنمنٹ کالج لائلپور
۲	۳۳۴۱	جھنڈا سنگھ سندھو	۷۱۴	سنٹرل موڈل سکول لاہور	یونیورسٹی وظیفہ -/۱۸	ایف سی کالج لاہور
۳	۱۰۰۹۹	ریاض الحسن	۷۱۴	گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر	″	اسلامیہ کالج لاہور
۴	۳۵۳۹	جے دیو ورما	۷۱۱	ڈی اے وی ″ ″ لاہور	″	ڈی اے وی کالج لاہور
۵	۳۳۶۴	امام علی یزدانی	۷۰۵	سنٹرل موڈل سکول ″	″	گورنمنٹ کالج لاہور
۶	۳۵۲۳	ایم۔ آر۔ جین	۶۹۵	ڈی اے وی ″ ″	″	″
۷	۲۲۰۲	نجم الدین	۶۸۹	سیکریڈ ہرٹ ″	″	کینارڈ کالج لاہور
۸	۵۷۹۹	پریتم سنگھ	۶۸۰	جی جی ایس خالصہ سکول سرہالی	″	خالصہ کالج امرتسر
۹	۸۸۰۹	وید پرکاش مرواہ	۶۸۶	ڈی آروی کالج ہوشیارپور	″	ڈی آروی کالج ہوشیارپور
۱۰	۱۱۶۵۸	بال کرشن چندرا	۶۸۵	آریہ ہائی سکول لدھیانہ	″	″ ″ ″ لاہور
۱۱	۸۱۸۷	شمبھو دیال شرما	۶۸۴	اہیر ″ ″ ریواڑی	″	″
۱۲	۱۲۲۲۲	برکت رام	۶۸۰	ڈی اے ایس ″ لائلپور	″	″
۱۳	۱۷۲۴۱	دریام سنگھ	۶۸۰	خالصہ ہائی سکول کوئٹہ	″	گارڈن کالج راولپنڈی
۱۴	۳۵۲۳	سرداری لعل	۶۷۹	ڈی اے وی ″ لاہور	″	گورنمنٹ کالج لاہور
۱۵	۹۴۱۰	سمندر لال کھورانہ	۶۷۹	کے جی سی ہندو ہائی سکول جھنگ	″	″ ″ جھنگ
۱۶	۶۱۹۹	رادھا کشن جیٹھی	۶۷۵	ایم۔ بی۔ ہائی سکول ابوہر	″	ڈی آروی کالج لاہور
۱۷	۱۰۴۹۵	دیش راج جین	۶۷۵	ایس ڈی اے ایس ہائی سکول امرتسر	″	″ ″ جالندھر
۱۸	۵۳۵۷	رام سنگھ	۶۷۴	خالصہ کالج سکول امرتسر	″	خالصہ کالج امرتسر
۱۹	۹۰۲۱	رام پرکاش آری	۶۷۴	خالصہ ہائی سکول مالی پور	″	گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیارپور
۲۰	۱۴۶۴۵	قاضی محمد لطیف	۶۷۳	گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ	″	″ کالج لائلپور
۲۱	۸۰۲۹	بلاش چند	۶۷۱	گورنمنٹ کاربنیشن ہائی سکول گوجرانوالہ	″	ڈی اے وی کالج لاہور

نمبر شمار	رول نمبر	نام امیدوار	نمبر حاصل کردہ	سکول	وظیفہ کی قسم و مالیت	کس کالج میں داخل ہوا
۲۲	۱۲۸۰۵	منگل سین نگراٹھ	۶۷۰	ڈی اے وی ہائی سکول منٹگمری	//	گورنمنٹ کالج لاہور
۲۳	۴۹۴۰	جوتی رام	۶۶۹	پبلک ہندو ہائی سکول ڈیرہ	//	ڈی اے وی کالج //
۲۴	۶۳۷۲	انیچ سی کنور	۶۶۹	ہر بھگوان میموریل // فیروزپور	//	//
۲۵	۹۸۴۹	شانتی لال	۶۶۸	گورنمنٹ ہائی // جہلم	//	ایس ڈی کالج لاہور
۲۶	۳۴۷۳	بی آر گوئیل	۶۶۷	ڈی اے وی // لاہور	//	گورنمنٹ کالج لاہور
۲۷	۱۲۷۹۹	لابھ چند	۶۶۷	// // // منٹگمری	//	//
۲۸	۱۰۸۹۶	گیہر سنگھ ردھاوا	۶۶۶	ایس ڈی اے ایس // جالندھر	//	گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہوشیارپور
۲۹	۱۲۳۷۳	کوشل پتی سونی	۶۶۶	ایس ڈی ہائی // لائل پور	//	ایس ڈی کالج لاہور
۳۰	۱۴۳۳۳	نانک چند جندال	۶۶۶	ڈی بی ہائی // ماہم	//	//
۳۱	۱۴۶۹۵	پریم ناتھ کپور	۶۶۵	کے آر اے ایس بھیرہ	//	ڈی اے وی کالج لاہور
۳۲	۶۷۴۸	سورج پرکاش کپور	۶۶۴	گورو کل گوجرانوالہ	//	//
۳۳	۱۲۴۶۴	غلام محی الدین نوری	۶۶۳	ڈی-بی موروثی پور	//	اسلامیہ کالج لاہور
۳۴	۳۵۳۰	ہربنس لال ورما	۶۶۲	ڈی اے وی لاہور	//	گورنمنٹ کالج لاہور
۳۵	۸۳۵۲	موتی رام بنسل	۶۶۲	سی اے وی حصار	//	ڈی اے وی کالج لاہور
۳۶	۹۱۷۴	شاہ محمد	۶۶۲	گورنمنٹ ٹانڈہ اُڑمڑ	//	رندھیر کالج کپورتھلہ
۳۷	۱۰۵۰۱	رام پرکاش سہگل	۶۶۲	ایس ڈی اے ایس جالندھر	//	ڈی اے وی کالج جالندھر
۳۸	۳۴۰۳	بنائے کمار رجناچاریہ	۶۶۱	ڈی اے وی لاہور	//	ایس ڈی کالج لاہور
۳۹	۱۴۸۲۹	کرشن پرکاش کھنہ	۶۶۱	ڈی اے وی کالج راولپنڈی	//	دیال سنگھ کالج لاہور
۴۰	۱۳۹۴۴	گوربخش سنگھ کوہلی	۶۶۱	خالصہ //	//	ڈی اے وی کالج راولپنڈی
۴۱	۱۲۴۷۶	غلام علی	۶۶۰	ڈی بی موروثی پور	//	ایس ای کالج بہاولپور
۴۲	۱۰۵۶۲	نیتانند شرما	۶۵۲	ایس ڈی اے ایس جالندھر	پرنس البرٹ وکٹر پٹیالہ بشرط داخلہ [illegible]	ڈی اے وی کالج جالندھر
۴۳	۳۵۲۵	بلدیو راج دید	۶۵۲	ڈی اے وی سکول لاہور	//	// // // لاہور

گریجویٹوں کی طرف سے فیلوز:۔ رائے بہادر لالہ درگا داس اور پروفیسر گلشن رائے کی کامیابی۔ اس سال انتخابات میں جس قدر ووٹ دیئے گئے پنجاب یونیورسٹی کی گذشتہ تاریخ میں کسی سال اس قدر ووٹ نہیں ڈالے گئے۔ تقریباً اسی فیصدی گریجویٹ ووٹ

ڈالنے کو موجود تھے۔ آج کے انتخابات کے نتیجہ کے طور رائے بہادر لالہ درگا داس صاحب اور پروفیسر گلشن رائے صاحب دوبارہ کامیاب ہوئے۔ علاوہ بریں رائے بہادر لالہ کنور سین صاحب اور لالہ سائیں داس صاحب سابق پرنسپل ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور بھی منتخب ہوئے۔ پرنسپل سیوا رام صاحب سوری آف پرنس آف ویلز کالج جموں اور پروفیسر روچی رام صاحب ساہنی سابق منتخب شدگان کامیاب نہ ہو سکے ؛

ہندوستان کے انٹر یونیورسٹی بورڈ کے فیصلے:۔ پرائمری اور پوسٹ گریجوایٹ کلاسوں میں مخلوط تعلیم کی حمایت

بورڈ متذکرہ صدر نے تین دن کی بحث و تمحیص کے بعد مفصلہ ذیل اہم ریزولیوشن پاس کئے:۔

۱۔ پرائمری اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے لیکن سیکنڈری اور انٹرمیڈیٹ انسٹی ٹیوشنوں میں ہر دو کے لئے علیحدہ علیحدہ تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے ؛

۲۔ چونکہ مختلف صوبوں میں تعلیمی حالات مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف یونیورسٹیوں میں پروفیسروں کا تبادلہ ناممکن ہے

۳۔ ہر ایک صوبے میں فزیکل ٹریننگ انسٹی ٹیوشن قائم کی جائے۔ انٹرمیڈیٹ اور بی اے میں فوجی تعلیم کا خیر مقدم کیا گیا

۴۔ جرنلزم کا ڈپلومہ دئے جانے کی بھی حمایت کی گئی۔ بشرطیکہ عملی تعلیم دی جا سکے۔

اگلے سال بورڈ کا اجلاس علی گڈھ میں ہوگا۔ مدراس یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر آرتھل سیلر پریذیڈنٹ اور پروفیسر واڈیا سیکرٹری منتخب ہوئے ؛

گورنمنٹ دوبارہ جاری کرنے کو تیار نہیں

ہوسٹلوں کے سپرنٹنڈنٹوں کا الاؤنس:۔ پنجاب کونسل میں ایک سوال کے جواب میں کہ آیا یہ امر واقعہ ہے۔ کہ دو سال ہوئے قلت سرمایہ کے باعث تمام سرکاری تعلیمی اداروں کے سپرنٹنڈوں کے الاؤنس بند کر دئے گئے تھے۔ کیا حکومت بورڈنگ ہاؤسوں کے سپرنٹنڈنٹ صاحبان کو ان کے فرائض کی اہمیت کے پیش نظر دوبارہ الاؤنس دینا شروع کر دیگی؟ آنریبل وزیر تعلیم نے بیان کیا کہ سپرنٹنڈنٹوں کو کوئی خاص تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ انہیں صرف قریبی کوارٹر مہیا کئے جاتے تھے۔ اور جہاں کوارٹر نہ دئے جائیں۔ وہاں کچھ الاؤنس دیا جاتا تھا جو تنخواہ کے دس فیصدی سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر قلت سرمایہ کی وجہ سے حکومت کو افسوس ہے کہ وہ بورڈنگ ہوسٹلوں کے سپرنٹنڈنٹوں کو خاص تنخواہیں دینے کے سوال پر غور نہیں کر سکتی ؛

اغراض و مقاصد جن کیلئے سلور جوبلی فنڈ صوبوں میں وقف ہوگا

ہز ایکسیلنسی جناب وائسرائے بہادر کی اپیل مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء میں اعلان کیا گیا تھا کہ ہز میجسٹی کی منظوری سے ہندوستان میں ملک معظم و ملکہ معظمہ کا سلور جوبلی فنڈ خیراتی نوعیت کے چار خاص اداروں کے لئے وقف ہوگا۔ ان میں سے تین ادارے یعنی انڈین ریڈ کراس سوسائٹی۔ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن اور ہندوستان میں عورتوں کو عورتوں کے ذریعہ طبی امداد مہیا کرنے کے لئے نیشنل ایسوسی ایشن (کاونٹیس آف ڈفرن فنڈ) علاج معالجہ اور صحت کے متعلق امداد بہم پہنچانے کی صحیح غرض کے لئے کام کر رہے ہیں۔ یہ تین ادارے صحت اور سود و بہبود کے ایک ایسے ہندوستان گیر گروہ پر مشتمل ہیں۔ جن کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ اور جو بہت عرصہ سے قائم ہیں اور جن کا انتظام بہت باقاعدہ ہے۔ اس لئے یہ ادارے ملک معظم و ملکہ معظمہ کے سلور جوبلی فنڈ جیسی ایک آل انڈیا اپیل اور آل انڈیا میموریل سے مستفید ہونے کے لئے خاص طور پر مستحق ہیں۔

وقتاً فوقتاً عرضداشتیں گذاری گئی ہیں کہ یہ جماعتیں صوبہ کے دور افتادہ اضلاع کے لوگوں کو غالباً بہت زیادہ متاثر نہیں کر سکیں گی۔ جہاں ان کی قدر و قیمت کا عام طور پر علم نہیں ہو سکتا اور اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس روپیہ کا بیشتر حصہ جو کسی خاص مقام سے فراہم ہو کسی مقامی ہسپتال کی توسیع و ترقی یا اسی مقام پر کسی نئے ہسپتال کے قیام جیسے اغراض پر صرف ہوگا۔ تو صوبہ کے لوگ زیادہ فیاضی سے کام لیں گے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال صورت حالات کے متعلق کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ مقامی طبی اداروں کو امداد دینے کے لئے مذکورہ بالا تینوں خاص اداروں کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔

ان تینوں اداروں کے ضوابط کے مطابق ان کی صوبجاتی اور مقامی برانچوں کو کسی ایسی رقم پر جو انہیں سلور جوبلی فنڈ سے وصول ہو آزادانہ طور پر نگرانی حاصل ہوگی۔ اور انہیں اپنے آئین کے ماتحت اختیارات حاصل ہیں کہ وہ ان اغراض کی تکمیل کے لئے جن کے لئے یہ ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ ایسے طریق استعمال کریں جو وہ مناسب خیال کریں۔

مقامی ہسپتالوں کی توسیع و ترقی یا جدید مقامی ہسپتالوں کا قیام یقینی طور پر ان اغراض میں شامل ہے اور چونکہ عام طور پر مختلف صوبوں کے گورنر صاحبان ان اداروں کی صوبائی برانچوں اور نیز سلور جوبلی فنڈ کی صوبائی کمیٹیوں کے سرپرست یا صدر ہیں۔ اس لئے یہ توقع کرنے کی ہر وجہ موجود ہے کہ طبی یا حفظان صحت سے متعلقہ مقامی اداروں کو اس فنڈ سے حصہ رسدی پورا فائدہ پہنچیگا۔

اس وقت اس امر کی تشریح بالعموم ناقابل عمل ہے کہ کسی خاص مقام کو کونسا خاص فائدہ حاصل ہوگا۔ مثلاً کسی موجودہ ہسپتال میں کسی نئی عمارت کا اضافہ یا ایکس رے کے سامان کا انتظام۔

بیشتر صورتوں میں ایسے معاملات صرف اس وقت فیصل ہو سکتے ہیں جب یہ معلوم ہو جائے کہ فنڈ کی مجموعی فراہم شدہ رقم کتنی ہوگی اور ہر صوبہ یا صوبہ کے ہر ڈویژن یا ضلع میں خرچ کیلئے کتنا روپیہ قابل استفادہ ہوگا۔ لیکن اس امر کے متعلق کسی بحث و تمحیص کی گنجائش نہیں کہ ہر ایک روپیہ جو اس فنڈ میں دیا جائیگا وہ ہندوستان کے لوگوں کی آسائش صحت اور مسرت میں اضافہ کرنے کیلئے خرچ کیا جائیگا۔

(محکمہ اطلاعات)

بقیہ مختلف نوٹ اور کارروائیاں

سناتن دھرم ہائی سکول لاہور ہر سال وائی۔ ایم۔ سی۔ اے لاہور کے زیر اہتمام اس کے ہال میں لاہور کے تمام سکولوں کے طلباء کا تقریری مقابلہ ہوا کرتا ہے۔ جس کے لئے ایک شیلڈ انعام دی جاتی ہے۔ اس سکول ہذا کے دو طالب علم جماعت نہم شامل مقابلہ ہوئے۔ چنانچہ مختلف سکولوں کے طلباء کے مقابلہ کے بعد منصف صاحبان نے سناتن سکول کے طلباء کو ہی شیلڈ کا مستحق قرار دیا۔ علاوہ بریں اچھی تقریر کرنے کے اوّل و دوم ہر دو انعامات بھی انہی دو لڑکوں کو دیئے گئے اور ان دونو طالب علموں نے باقی طلباء سے اتنے زیادہ نمبر حاصل کئے کہ منصف صاحبان نے یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ اعزازی طور پر کسی دوسرے سکول کا ذکر ہی کیا جائے۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان سکولوں کے لڑکوں کی تقریر کا معیار ہمارے لڑکوں سے بہت نیچے تھا۔ (روشن لال آنرہیڈ)

رورل کمیونٹی کونسل کرنال کا دیہات سدھار جلسہ تحصیل تھانیسر کا اجلاس لاڈوہ مقام پر زیر صدارت عالیجناب خان احمد حسن خان صاحب ایم اے ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع کرنال ۲ جنوری کو منعقد ہوا۔ مختلف محاکم کے افسران بدستور اول شامل ہوئے جن میں سے ڈپٹی رجسٹرار صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار صاحبان محکمہ کو اپریٹو۔ ہیلتھ آفیسر صاحب ضلع۔ اکسٹرا اسسٹنٹ صاحب اے ڈی آئی تحصیل تھانیسر۔ ویٹرنری اسسٹنٹ صاحب مقامی شفاخانہ حیوانات۔ صاحب افسر مال بہادر ضلع۔ چودھری بنس گوپال صاحب وکیل کرنال اور ڈاکٹر صاحب انچارج سول ہسپتال لاڈوہ رونق بخش تھے۔ بارہ بجے تک تقریباً دو ہزار کی حاضری قرب و جوار کے دیہات کی ہو گئی۔ زراعت میں ترقی کرنے کے لئے افسر محکمہ نے ترقی دادہ ہل اور دیگر آلات کی کشاورزی۔ عمدہ بیج۔ اچھی کھاد اور فصلوں کے ہیر پھیر کے فائدے سمجھائے۔ ہیلتھ آفیسر صاحب نے حاضرین کو دیہات کی صفائی۔ کھاد کے گڑھے۔ تازہ ہوا۔ صاف پانی۔ مکانوں میں روشندانوں کی ضرورت پر متوجہ کیا۔ متعدی امراض کے حفظ ماتقدم اور دفعیہ کے طریق واضح کئے۔ اے ڈی آئی صاحب علاقہ نے پرائمری تعلیم پر بحث کرتے ہوئے حاضرین کو تعلیم کے معاشرتی اخلاقی اور سیاسی فوائد اپنی مختصر مگر جامع تقریر میں سمجھائے اور انہیں مدرسوں کو مرکز توجہ بنانے کی تلقین کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ضروریات زمانہ متقاضی ہیں کہ اولاد کو بہتر سے بہترین بنانے کے لئے تعلیم ہی وہ ہتھیار ہے جس سے مشکلات پر عبور حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ نے اعداد و شمار سے بتلایا کہ گو موجودہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب لالہ رام چند صاحب سندھوانی بی اے۔ بی ای ایس کی مساعی جمیلہ سے تحصیل ہذا کے اکثر مدارس میں طلباء کی تعداد دوچند ہو گئی ہے تاہم قابل ادخال کی بڑی تعداد ابھی سکولوں سے باہر ہے اور جب تک اہل دیہہ افسران تعلیم کا ہاتھ نہ بٹائیں گے یکمل کامیابی بدستور ادھوری رہے گی۔ اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب کو اپریٹو سوسائٹی نے معقول منطقی دلائل سے امداد باہمی کی برکات کو ثابت کرتے ہوئے سلیس زبان میں سمجھایا کہ جب تک زمیندار اپنی مشکلات پر قابو حاصل نہ کریں گے اس وقت تک انہیں امن و چین حاصل نہیں ہو سکتا۔ استمال اراضی کی ضرورت و اہمیت بھی بڑی خوش اسلوبی سے سمجھائی گئی۔ مقامی ویٹرنری اسسٹنٹ صاحب نے اچھی نسل کے مویشی پیدا کرنے کے وسائل اور مویشیوں کے عام و بائی امراض کی روک تھام علاج اور انسداد پر روشنی ڈالی۔ چودھری بنس گوپال صاحب وکیل نے حاضرین کو مذموم اور فضول رسومات کے ترک کرنے حصول تعلیم سے اپنے اخلاق درست کرنے مقدمہ بازی سے پرہیز کرنے اور دیگر عام اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے کی پُر زور اپیل کی جسے حاضرین نے پورے غور سے سُنا۔ پنڈت بشمبر داس صاحب نے خالص علاقہ کی زبان میں اپنی شاعری سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ مڈل سکول لاڈوہ کے چند بچوں نے مناسب موقعہ پر دیہات سدھار کے چند گیت نہایت خوبی سے گائے۔ جن سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

معزز صاحب صدر نے مختلف تقریروں پر تبصرہ فرماتے ہوئے حاضرین کی توجہ تعلیم کی ترقی اور درستی اخلاق کی طرف مبذول کی اور تمام تقریروں کی روشنی ڈالتے ہوئے ہر ایک سے مستفیض ہونے کی تلقین فرمائی۔ چودھری بنس گوپال صاحب نے زمینداران علاقہ کی طرف سے صاحب صدر اور دیگر افسران کا شکریہ ادا کیا۔

(دستخط) لالہ رام چند صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر و سیکرٹری رورل کمیونٹی کونسل کرنال

رورل اپ لفٹ کمیٹی تنہانہ ضلع فیروزپور — ۱۳ر جنوری کو کمیٹی ہذا کا اجلاس زیر صدارت خانصاحب خان علاء الدین صاحب مجسٹریٹ احاطہ تحصیل میں منعقد ہوا۔ جس میں سکول طلبا۔ لالہ ارجنداس صاحب اور گیانی دلیپ سنگھ نے نہایت میٹھے راگ گائے۔ ڈرامے دکھائے۔ مکالمے سنائے۔ جسم لباس گھربار اور گاؤں کو صاف رکھنے کے گر سمجھائے۔ منشیات سے جو جو خواریاں اور گندہ رہنے کی بیماریوں کو بالتفصیل بتایا اور صحت کے قیام کی صورتیں سمجھائی گئیں۔ سردار مونا سنگھ صاحب رئیس دوہلہ نے تعلیم یافتہ دایہ کی اشد ضرورت جتلائی۔ مکان میں روشندانوں کی ضرورت۔ گھربار کی صفائی وغیرہ پر زور دیا۔ سردار پرتاب سنگھ صاحب ایکس سپرنٹنڈنٹ نیلا بھون نے کھاد رکھنے کا طریق اور گاؤں کی صفائی کا طریق واضح کیا۔ سردار مہندر سنگھ صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ نے حیوانات کی حفاظت پر لیکچر دیا۔ منشی لال چند صاحب نے بچوں کو زیور نہ پہنانے پر زور دیا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب عاشق بی اے نے مذہب اور صفائی پر تقریر کی۔ سید عبدالعزیز صاحب عزیز نے عالی شان کسان کی نظم سنائی۔ صاحب صدر نے تمام اصحاب کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین کو ان ہدایات سے مستفید ہونے کی تائید کی۔ (سری رام چوپڑا)

گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر اور اصلاح دیہات کا کام — چھاؤنی جالندھر کے متصل موضع ننگل میں ملک غلام نبی صاحب بی اے۔ بی ٹی۔ خان غفور اللہ خاں صاحب لودھی۔ سید فضل محمد صاحب فضا منشی فاضل۔ مولوی عزیز الدین احمد صاحب عظامی۔ ماسٹر نذیر احمد صاحب فزیکل ٹریننگ سپروائزر مدرسین سکول اصلاح دیہات کی غرض سے گئے۔ جسے جناب گیانی صاحب کی معیت میں سرانجام دیا گیا۔ اہالیان دہ نے بڑی گرم جوشی سے پارٹی کا خیر مقدم کیا اور سردار گوردت سنگھ صاحب رئیس نے خاص جگہ پر انتظام کر کے اہالیان دیہہ کو فراہم کیا۔ ملک غلام نبی صاحب نے تعلیم نسواں کی ضرورت اور اہمیت پر پنجابی زبان میں لیکچر دیا۔ خان صاحب نے زمین کی چکبندی کے فوائد سے آگاہ کیا۔ سید فضا صاحب نے زمینداروں کی بدحالی رسوم قبیحہ اور اس کے انسداد پر روشنی ڈالی۔ پی ٹی صاحب نے کھاد کی اہمیت واضح کی۔ حاضرین نے تمام باتوں کو پورے غور اور ذوق شوق سے سنا۔ سردار گوردت سنگھ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حقہ نوشی زمینداروں کی تباہی اور شادی مرگ کے مواقع پر مصارف بیجا کو قطعی بند کر دیا ہے۔ گاؤں کی صفائی قابل تعریف تھی۔ سکول ہذا میں لالہ شنکر لال صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کے زیر ہدایات ہفتہ وار اس قسم کے پروگرام پر اساتذہ کرام بڑی گرمجوشی سے کار فرما ہیں جس کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب مستحق مبارکباد ہیں۔ (نامہ نگار)

مڈل سکول بروالہ سیداں تحصیل و ضلع حصار — ۲۶، ۲۷ر جنوری کو اے ڈی آئی صاحب حلقہ حصار ۲ کی سرپرستی میں علاقہ کے مڈل اسکول کا ٹورنمنٹ ہوا۔ جس میں مڈل سکول بڈلاڈہ۔ ٹوہانہ۔ لاندھڑی۔ بابڑہ نے حصہ لیا۔ دو روزہ کارروائی نہایت پرلطف اور دلکش تھی۔ میلہ سا معلوم دیتا تھا۔ والی بال اور ڈرگ رچ کی پارٹیوں سے بڈلاڈہ مڈل سکول بازی لے گیا۔ رسہ کشی اور کبڈی میں ٹوہانہ مڈل سکول اول رہا۔ فٹ بال میچ سکول ہذا کی ٹیم نے جیتا۔ فائنل میچ نہایت جوش سے کھیلا گیا۔ جناب سید ارمان علی صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی حصار کی شمولیت متعلقین کی خورسندی کا موجب ہوئی۔ پنڈت شمبھو دیال صاحب بی اے بی ٹی نے رپورٹ پڑھی۔ پنڈت مہاراج نرائن صاحب رازدان ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کے طفیل یہ تحریک از سر نو عالم وجود میں آئی ہے۔

(شادی رام گیم انچارج و ملک محمد خاں ہیڈ ماسٹر)

انجمن صلیب احمر پنجاب کی

گذشتہ دس سال کی کارگذاری پر ایک نظر

ہز ایکسیلنسی حضور وائسرائے بہادر نے سلور جوبلی فنڈ کے لئے چندہ کی اپیل کی ہے۔ اور اس چندہ کی رقوم ان چار آل انڈیا اداروں کے مصارف میں شامل کی جائینگی۔ جو بیماروں اور حاجتمندوں کی امداد اور عوام کے مصائب و تکالیف کے ازالہ میں فیاضانہ حیثیت سے تیار رہتے ہیں۔ ان چار اداروں میں انجمن صلیب احمر کی شاخ پنجاب بھی شامل ہے۔ جو بہت مفید کام کر رہی ہے۔ انجمن مذکور کے لائحہ عمل میں مصیبت زدہ انسانوں کے لئے نیکی اور بھلائی کے کس قدر عظیم امکانات مضمر ہیں۔ اس کارِ خیر پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے۔ جو اس نے گذشتہ دس سال کے زمانہ میں پانچ دریاؤں کی سرزمین میں سرانجام دیا ہے۔ عوام کی واقفیت کے لئے انجمن مذکور کی کارگذاری کی مجمل سی کیفیت پیش کی جاتی ہے۔

اضلاعی شاخیں — انڈین ریڈ کراس سوسائٹی کی پنجاب پراونشل شاخ کے ماتحت ۲۸ ضلاعی شاخیں ہیں۔ جن کے سینئر ممبروں کی تعداد ۱۲۴۴۶ اور جونیئر ممبروں کی تعداد ۲۱۰۴۲۱ ہے۔

بیمار اور مریض سپاہیوں کی خبر گیری — سوسائٹی مذکور نے سینی ٹوریم (صحت گاہوں) میں مریضوں کو بھیج کر علاج کا انتظام کرنے اور ۲۰۷ بیمار اور مریض سپاہیوں کے لئے ادویہ اور ضروری طبی سامان کی بہم رسانی پر تیرہ ہزار روپیہ صرف کیا ہے۔

تپدق کا انسداد — سوسائٹی نے تپدق کے انسداد کے لئے ایک ہمہ گیر مہم جاری کر رکھی ہے۔ جس پر ۸۱۵۹ روپے خرچ ہو چکا ہے۔ یہ روپیہ صوبہ بھر میں تپ دق کے مریضوں کی مردم شماری اور خاص شہر لاہور میں تپدق کے لئے ایک شفاخانے کے قیام اور سارے صوبہ میں اس موذی مرض کے انسداد اور ابتدائی علاج کے متعلق عوام کو واقفیت بہم پہنچانے کے لئے پراپیگنڈہ پر صرف ہوا ہے۔

دایہ گری اور بچہ کی نگہداشت — اس وقت پنجاب میں ۵۷ دایہ گری اور بہبودی اطفال کے مرکز قائم ہیں۔ جن میں سے ۲۴ مرکزوں کو انجمن صلیب احمر سے براہِ راست مدد ملتی ہے۔ اور باقیوں کو معتدبہ امدادی عطیے دیئے جاتے ہیں۔ گذشتہ دس سال میں انجمن کے مصارف اس ضمن میں ۴۲ ہزار تک پہنچ چکے ہیں۔ محکمۂ صحت پنجاب نے دایہ گری اور بہبودی اطفال کا جو خاص شعبہ قائم کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ انجمن مذکور گہری شرکت عمل سے کام لیتی ہے۔ اور اس شعبہ کے متعلق جو سارے صوبہ کے لئے نہایت اہم ہے۔ جو کام بھی ہو رہا ہے۔ اس کا انتظام مستعد اور قابل ہاتھوں میں ہے۔ انجمن مذکور کی امداد کا اعتراف محکمہ صحت عامہ کی تازہ ترین رپورٹ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔ "سنین ماسبق کی طرح انڈین ریڈ کراس سوسائٹی کی پنجاب پراونشل برانچ نے اپنا دستِ تعاون دراز کیا۔ اور از راہِ فیاضی ۱۶۸۵۴ کی رقم خطیر صوبہ کے مراکزِ صحت میں تقسیم کرنے اور دیہات میں دائیوں کی تربیت کا انتظام کرنے کے لئے منظور کی۔ یہ امدادی عطیہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کے بغیر اس قدر نمایاں کامیابی کا حصول ممکن نہ تھا۔ اس کارِ خیر میں ہر کارکن پراونشل ریڈ کراس سوسائٹی کا مرہونِ منت ہے۔"

دیگر سرگرمیاں گزشتہ دس سال میں انجمن مذکور نے فوجی اور سول ہسپتالوں کے لئے بالترتیب ۳۲۵۶۴ روپیہ اور ۱۳۰۷ روپیہ دیئے ہیں۔ تاکہ وہاں مریضوں کے لئے سہولت و آرام کا سامان بہم پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ انجمن مذکور کا سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کے ساتھ گہرا اشتراک عمل رہا ہے۔ اور اس نے صوبہ کے مختلف حصوں میں ایمبولینس کی مزید سرگرمیوں کے خرچ کو پورا کرنے کی غرض سے ۱۲۵۲۵ روپے کی رقم دی ہے۔ صحت عامہ کے متعلق جو کام ہو رہا ہے۔ اسے ترقی دینے کے لئے اس انجمن نے ۸۴ ہزار روپے کے قریب دیا اور دیہاتی علاقوں میں صحت و خوشحالی کے حصول کا نصب العین اسکی سرگرمیوں کی بدولت کامیابی کے بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ محکمہ صحت عامہ معترف ہے کہ انجمن مذکور نے صحت کے متعلق پراپیگنڈا میں نمایاں حصہ لیا۔ صوبہ میں اس وقت ۴۷۱۴ جونیئر ریڈکراس سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔ انکا قیام زیادہ تر صوبجاتی شاخ پر منحصر ہے۔ گذشتہ دس سال میں ان سوسائٹیوں کو ۱۱۹۰۰۰ روپیہ سے زائد کی مدد مل چکی ہے۔ اسکے علاوہ افزائش صحت کے متعلق جو مقابلے جونیئر ریڈکراس سوسائٹیوں کے زیر اہتمام ہوتے ہیں ان میں انعام دینے کے لئے ۳۶ سو روپیہ مزید دیا گیا۔ جونیئر ریڈکراس سوسائٹیوں نے ۷ لاکھ کے قریب روپیہ جمع کیا جس میں سے ۶ لاکھ روپیہ صحت کی تحریکوں اور عام خدمت گزاری میں صرف ہو چکا ہے۔ سوسائٹی نے سیلاب زدوں کی امداد پر ۲۸۸۷۶۹ روپے اور زلزلہ زدوں کی مدد کے لئے دو ہزار روپے صرف کئے۔ مزید براں ضلاعی شاخوں نے مقامی حیثیت سے ۱۴۶۲۲ روپیہ جمع کئے۔ اور انہیں سیلاب زدگان کی اعانت پر خرچ کیا۔ سوسائٹی نے بہار و آسام کی مصیبت زدہ لوگوں کی بھی امداد کی۔ اس طرح ۱۹۲۴ء سے لیکر ۱۹۳۴ء تک سوسائٹی مذکور ۹۶۸۴۷۰ روپیہ صرف کر چکی ہے۔

آئندہ کے لئے لائحہ عمل آئندہ کے متعلق سوسائٹی مذکور کا دائرہ کار اگر محدود ہو سکتا ہے۔ تو مزید آمدنی کی ضرورت سے متذکرہ بالا عنوانات کے ماتحت جو کام سوسائٹی نے سرانجام دیا۔ اس میں مزید اضافہ کی گنجائش تھی۔ جو اسی صورت میں پوری ہو سکتی تھی۔ اگر سوسائٹی کا سرمایہ اجازت دیتا۔ صوبہ میں تپدق کے انسداد۔ جونیئر ریڈکراس۔ دایہ گری اور فلاح و بہبود اطفال اور صحت عامہ کی ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اور وہ اپنی تکمیل کے لئے مخیر اصحاب کی فیاضیوں کی محتاج ہیں۔ ہز ایکسیلنسی حضور وائسرائے بہادر نے سلور جوبلی فنڈ کے لئے جو اپیل فرمائی ہے وہ نہایت فیاضانہ سلوک کی مستحق ہے۔ کیونکہ اس سرمایہ سے ہندوستان کی اپنی آبادی کے بیمار اور مریض و مفلس اور حاجتمند لوگوں ہی کی گرانقدر امداد کا انتظام کیا جائیگا۔

سلور جوبلی کی تقریبات۔ شالامار باغ لاہور میں مینا بازار

اعلیٰ حضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں بروز چہارشنبہ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۵ء کو صبح آٹھ بجے سے شام کے آٹھ بجے تک شالامار باغ میں ایک مینا بازار (عورتوں کا میلہ) منعقد ہوگا۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا۔ عورتوں کے لئے دو آنہ اور بچوں کے لئے ایک آنہ۔ پردہ کا مکمل انتظام ہوگا۔ شالامار باغ میں عورتوں کی دوکانوں کے لئے جگہ سب کمیٹی کی طرف سے فروخت کی جائینگی۔ جو عورتیں دوکانیں لگانا چاہیں انہیں چاہیئے کہ وہ ۱۵ مارچ سے پہلے مسز لطیف راوی روڈ۔ لاہور یا مسز قلندر علی ۳۶ فیروزپور روڈ لاہور کے نام درخواستیں بھیجیں۔

بیگووالہ سنٹر دیہاتی ٹورنمنٹ ۱۱ فروری کو سنٹر ہذا کے دیہاتی ٹورنمنٹ میں جناب پنڈت مرلیدھر صاحب مودگل ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بہمراہی بخشی سنسار چند صاحب اے ڈی آئی کارپی تشریف لائے۔ دن بھر بونداباندی کے باوجود تماشائیوں کی تعداد پانچہزار کے قریب تھی۔ ٹریک کے اردگرد خوانچہ فروش اور حلوائی جمع تھے۔ ٹیموں نے پنڈت جی کی آمد پر گولے چھوڑے۔ پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے۔ کبڈی اور رسہ کشی کے میچ ہوئے۔ اوّل الذکر میں والی اور موخر الذکر میں بھاڈسے چک اوّل رہا۔ انعامات کے جلسہ میں پنڈت تلسی رام ہیڈ ماسٹر نے صحت کے قیام اور تحصیل علم پر حاضرین کی توجہ دلاتے ہوئے

رپورٹ مدرسہ پڑھی اور بتایا کہ سکول کی رسہ کشی ٹیم دہ سال سے ضلع میں اول ہے اور نورمل سکول گکھڑ میں بھی جہاں ضلع گوجرانوالہ کی کئی ٹیمیں جمع تھیں اول رہی ہے۔ فتح اور کامیابی دراصل بخشی صاحب کی ہے جن کی ہمدردی اور گہری دلچسپی قابل داد ہے۔ پچھلے سال ایک پختہ دروازہ بھائی نرم سنگھ صاحب اور پانچ تختے سمنٹیڈ کے لالہ فتح چند صاحب نے عطا کئے۔ مزرت چاہ بھائی ایشر سنگھ جی نے کرادی امسال ۵۰۰ اینٹ سردار صاحب اور پانچ سو اینٹ ہی لالہ نہال چند صاحب ساہوکار نے پیپل کے چبوترے اور کھاد کے گڑھے کے لئے دیئے اور ماڈل بھی ان سے تیار ہونگے۔ زلزلہ زدگان کے چندہ میں اٹھاسی روپے ایک آنہ چندہ بھیجا۔ علاقہ افسر جناب سردار ایشر سنگھ صاحب کی رہنمائی نہایت قابل شکریہ ہے۔ روسائے قصبہ و علاقہ کا بھی شکریہ ادا کیا جس کی تہ میں صاحب صدر کی تشریف آوری کام کر رہی ہے۔
چودھری خوشی محمد صاحب نے تعلیم اور سیالکوٹ نامی نظم پڑھی۔ تعلیم دیہات سدھار اور دیگر تحاریک میں ترقی کو آپ کی دلچسپی کا نتیجہ ثابت کیا گیا۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے۔ آپ نے پنجابی زبان میں لیکچر دیا۔ آپ کے اعزاز میں بڑی معقول ٹی پارٹی سردار اندر سنگھ صاحب لینڈ لارڈ فتح گڑھ نے دی جس میں چالیس سے زیادہ اصحاب شامل ہوئے۔　(غلام رسول)

کنٹونمنٹ بورڈ سکول نمبر ۱ لاہور چھاؤنی

(۱) سکول ہذا جو پہلے ہائی سکول کے ساتھ ملحق تھا۔ جولائی ۱۹۳۱ء سے اس کا نظم و نسق چھاؤنی لاہور کے بورڈ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔
اس وقت سکول طلبا کی تعداد سوا دوسو کے قریب تھی اور پانچ اُستاد کام کرتے تھے۔ گذشتہ ساڑھے تین سال سے یہ سکول چودھری ہنسراج صاحب ہیڈ ٹیچر کی زیر نگرانی خوب ترقی کر رہا ہے۔ افسران محکمہ کے ریمارکس شاہد حال ہیں۔ حال ہی میں ۱۵ فروری ۱۹۳۵ء کو اس کا سالانہ معائنہ شیخ غلام محی الدین صاحب اے ڈی آئی علاقہ نے کیا۔ آپ سکول کا کام دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے اور لاگ بک میں تحریر فرمایا۔

میں یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوا ہوں کہ سکول کی تعداد اور اوسط حاضری میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ آج کی حاضری ۲۹۹/۳۲۰ اچھی ہے۔ ضبط مدرسہ نہایت اعلےٰ ہے۔ اُستاد صاحبان طلبا کی تعلیم و تربیت صفائی اور خوشخطی کی طرف میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے نہایت تندہی سے کام کر رہے ہیں۔ یہ سکول چودھری ہنسراج صاحب ہیڈ ٹیچر کی نگرانی میں ہر پہلو سے رو بہ ترقی ہے۔ اس وقت سکول میں سات استاد کام کر رہے ہیں۔ ابھی ایک ٹیچر کی اور ضرورت ہے۔ کنٹونمنٹ بورڈ کو اپنے فنڈ میں سے کچھ مڈل سکول سکالرشپ وقف کرنے چاہئیں۔ استاتذہ کی سندات پر سرٹیفکیٹ دی ریمارک اور ہیڈ ٹیچر صاحب کو گڈ۔ سکول کی اس ترقی کا سہرا اس کے قابل اور بیدار مغز سپرنٹنڈنٹ لالہ مہر چند صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کنٹونمنٹ ہائی سکول لاہور چھاؤنی اور علاقہ اے ڈی آئی کے سر پر ہے۔ جو اپنی مفید ہدایات سے وقتاً فوقتاً مدرسین کی رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ چوہدری ہنسراج صاحب بھی (جو اپنے حسن اخلاق اور ہمدردانہ رویہ سے اپنے سٹاف اور طلبا میں ہر دلعزیز ہیں) سکول کی بہتری اور بہبودی میں کوشاں رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ سکول اس سے بھی زیادہ ترقی کرے۔ (منوہر لال شرما)

(۲) سکول ہذا کا اجلاس معلمین سپیشل اجلاس ۱۱ جنوری کو لالہ امرناتھ صاحب کپور کی صدارت میں ہوا اور قرار پایا کہ

(۱) سکول سٹاف کا یہ خاص اجلاس چودھری ہنسراج صاحب ہیڈ ٹیچر کی خدمت میں انکے ہاں فرزند ارجمند تولد ہونے کی خوشی میں مبارکباد پیش کرتا ہوا دعا گو ہے کہ پرماتما عزیز کی عمر دراز کرے اور والدین اس کی مرادیں دیکھیں۔

(۲) سکول سٹاف چودھری ہنسراج صاحب موصوف اور ربیدی نارا سنگھ صاحب ہیڈ ٹیچر توپخانہ سکول کی خدمت میں انہیں سینا گریڈ ملنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوا داعی ہے کہ ہر دو اصحاب اپنے حسن سلوک حسن انتظام حسن اخلاق اور حسن کارکردگی سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کا موجب ہوں۔　(منوہر لال شرما)

مبارک باد

ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ ضلع تھانہ کی ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کی میٹنگ میں نئے ممبران کی کثرت رائے سے جناب خان صاحب اکبر صاحب دیو کر آئندہ تین سال کے لئے ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ ہذا کی زندہ شہادت ملتی ہے۔ اس اعزاز کے حصول پر ضلع

سے جگہ جگہ جلسے اور پارٹیاں ہو رہی ہیں۔ مگر میں صرف دعائے خیر پر اکتفا کرتا ہوں کہ رب العزت آپ کو اس سے بھی اعلےٰ مراتب پر فائز کرے اور اپنے فرائض میں کامیابی عطا فرمائے۔

ایک آرزو - چونکہ آپ کے ماتحت عملہ سکول بورڈ ہے اس لئے آپ سکولوں پر اور بالخصوص اُردو مدارس پر توجہ خاص مبذول فرما کر تمام شکائتیں رفع کرنے کا انتظام کریں۔

(۲) جناب محمد عظیم صاحب کنوداری کو حسن خدمات کے صلے میں گورنمنٹ کی طرف سے خان صاحب کا خطاب عطا ہونے پر بندہ تہ دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔ (منشی محمد عثمان عثمانی ہیڈ ماسٹر چاندکو)

رہنمائے تعلیم بھی ہر دو اصحاب ممدوح الصدر کی خدمت میں اس اعزاز کے حصول پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔ (مسیح پوا)

ورنیکلر مڈل سکول گھنوڑی کلاں ریاست پٹیالہ کی ۲۷ پوہ سمت ۱۹۹۱ بکرمی عالیجناب سردار قاضی عبدالعزیز صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع سنام کی صدارت میں صاحب ممدوح الصدر کے نبیرۂ ارجمند تولد ہونے کی خوشی میں جلسہ مبارکباد منعقد ہوا۔ معززین کے علاوہ مضافات کے برگزیدہ اصحاب بھی شامل ہوئے۔ دعائیہ نظم کے بعد طلبا نے خود ساختہ نظمیں پڑھیں۔ منشی نرنجن سنگھ فورتھ ماسٹر نے پنجابی نظم میں صاحب صدر کی قابلیت حسن انتظام اور ماتحت پروری کے جذبہ کو سراہا اور مثالوں سے ظاہر کیا کہ آپ جہاں جہاں تشریف فرما ہوئے۔ اپنی ذاتی شرافت اور حسن سلوک سے ماتحتوں کو گرویدہ بنائے رکھا۔ سب نے مل کر مولود مسعود کی درازی عمر کے لئے دعا کی۔ منشی ہری کرشن اور ڈاکٹر چھجو رام رنگیلا نے یکے بعد دیگرے مبارکبادی کی نظمیں گائیں۔ لالہ موہن لال صاحب ہیڈ ماسٹر اور منشی ریاض محمد تھرڈ ماسٹر نے تقریر کرتے ہوئے مولود مسعود کی درازی عمر اور مال و دولت سے حصہ وافر کی دعا کی۔ صاحب صدر نے انعامات تقسیم کر کے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور تعلیم کی ضرورت اور فائدے بیان کئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف سے شیرینی تقسیم ہوئی اور مبارکبادی کا ریزولیوشن پاس ہوا۔ (ریاض محمد)

رہنمائے تعلیم بھی جناب قاضی صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہے۔ (مسیح پوا)

شری آتما جین ہائی سکول انبالہ شہر کی ۲۴ فروری کو بارہ بجے تقسیم انعامات کا جلسہ زیر صدارت عالیجناب آنریبل ملک سر فیروز خاں صاحب نون ایم اے بیرسٹر ایٹ لاء وزیر تعلیم پنجاب منعقد ہوا۔ آنریبل ممدوح سردار دیوا سنگھ صاحب ایم اے انسپکٹر مدارس انبالہ ڈویژن کے ہمراہ عین وقت پر تشریف فرما ہوئے۔ مسٹر بی آر ٹنڈن آئی سی ایس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع ان سے پہلے موقع پر تشریف فرما تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں شرفا و رؤسا انبالہ شہر و چھاؤنی شریک جلسہ ہوئے۔ لوکل سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان بھی تشریف لائے تھے۔ بارش کی وجہ سے جسمانی کرتب خاطر خواہ نہ ہو سکے۔ بایں ہمہ طلبا کی ڈرل اور چستی چالاکی قابل تعریف تھی۔ ہال خوب سجا ہوا تھا۔ معزز صدر جلسہ۔ جناب انسپکٹر صاحب۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور شریمتی لیکھ وتی جی ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب مسند پر رونق افروز تھیں۔

نمو کار منتر کے بعد بھجن اور تقریریں ہوئیں۔ بھگت ربیداس جی اور چھترپتی سیواجی کے مختصر ڈراموں سے پبلک کو محظوظ کیا گیا۔ لڑکوں کے گانے اور ایکٹنگ بہت پسند ہوئے اور اچھے پارٹ کرنے والوں کو پبلک سے تین تمغے عطا ہوئے اور ایک نقرئی کپ لالہ بسنت لال مکند رام جین بنکرز اینڈ جیولرز انبالہ شہر کی طرف سے جسمانی کرتبوں میں نمایاں کام کرنے والے گروپ کو پیش ہوا۔ جسے محترم صدر نے اپنے نام نامی سے منسوب کئے جانے کی اجازت دی۔ حضور کی تشریف آوری کی خوشی میں لالہ جی سکھ لال پیارے لال صاحبان رئیس مرچنٹس انبالہ شہر نے پندرہ روپے طلبا کی مٹھائی کے لئے عطا کئے۔ جناب صدر نے انعامات تقسیم فرمائے اور اپنی تقریر میں سٹاف کے کام کو خوب سراہا اور حسن کارکردگی پر لالہ چھبیل رام صاحب ہیڈ ماسٹر کو مبارکباد دی۔ مینجنگ کمیٹی کو یقین دلایا گیا کہ سٹاف عمدگی سے کام کر رہا ہے۔ نتائج امتحانات بھی اچھے ہیں۔ سٹاف کو کام کا صلہ ملنا چاہئے۔ اور انکی محنت کی داد دینی چاہئے۔ طلبا کے سالانہ ڈاکٹری معائنہ کے انتظام کی ہدایت ہوئی۔ مزید فرمایا کہ ہندو مسلم طلبا کو مل کر رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (راجیداس گپتا)

ریویو

دی ٹاکنگ پکچر ریکارڈ کمپنی کلکتہ

کمپنی مذکور کی طرف سے ہمارے پاس چند ریکارڈ بغرض ریویو موصول ہوئے ہیں۔ ہم نے انکو اپنے ہاں سُنا اور خوب سُنا۔ بچے تو انہیں سُن سُن کر لٹو ہوئے جاتے ہیں۔ یہی نہیں کہ ہمارے ہاں ہی ان ریکارڈوں کو سُنا گیا بلکہ ہمارے اکثر رشتہ داروں نے ان کو پسند کیا اور اپنے ہاں کی تقاریب میں لے جاکر اپنے سب بھائی بندوں کو سُناکر انہیں محظوظ کیا۔ اس کمپنی کا خاصہ یہ ہے کہ ہر مذاق کے ریکارڈ جاری کرتی ہے۔ اور اس بات سے ہمیں خوشی ہے کہ اداکاروں اور شعرائے کرام کے کلام اور گانے والے کا انتخاب لاجواب ہوتا ہے۔

کمپنی مذکور نے ایک ماہوار رسالہ زیر سرپرستی خسرو سخن ہارون محمد صاحب انصاف جو رہنمائے تعلیم کے دیرینہ کرم فرما و مربی ہیں۔ بنام "گراموفون ریویو" بھی جاری کر رکھا ہے۔ جس میں نہایت عمدگی کے ساتھ مضامین نثر و نظم شائع کئے جا رہے ہیں۔ تصاویر نے رسالہ کو چار چاند لگا رکھے ہیں۔ کمپنی مذکور کا یہ اقدام قابل تحسین و مبارکباد ہے۔ اُردو زبان میں موسیقی اور ارباب طرب پر روشنی ڈالنے والا آج تک کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا تھا۔ ہمارے دوست حضرت خادم نے (جو کمپنی مذکور کے صیغہ لٹریچر کے روح رواں ہیں) اس کی کو پورا کر دکھایا ہے۔

گراموفون ریویو کی نسبت اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ ریویو درج کیا گیا ہے۔ ناظرین ملاحظہ کر کے محظوظ ہو سکتے ہیں۔

ہمارے پاس مندرجہ ذیل دو قسم کے ریکارڈ پہنچے ہیں (۱) شہنشاہی ریکارڈ (۲) دل رُبا ریکارڈ۔ دیکھئے ان کے نام کس قدر دلکش اور دل رُبا ہیں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ ان ریکارڈوں کی اہمیت کیا ہے۔ منگوایئے سُنئے اور محظوظ ہوجئے۔

ان میں ایک ریکارڈ میلادی (شہیدی ریکارڈ) بھی ہے۔ جسے سُنکر آپ ضرور محظوظ ہونگے۔ بالخصوص مسلمان بھائی توحید اور رسالت کی تبلیغ کی خاطر اسے ضرور پسند کرینگے۔ کیونکہ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی الہامی تقریر اس ریکارڈ پر لائی گئی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس تقریر میں نہایت ضروری امور کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان بھائی اس ریکارڈ کو منگوائے سُنے اور احباب کو بطور تحفہ پیش کرے۔ محبانِ اہل بیت کے لئے اس ریکارڈ کا اپنے گھروں میں رکھنا سُننا اور عوام کو سُنانا خوشی کا موجب ہوگا۔

اس کمپنی نے نہایت دلچسپ اور مزیدار مذاحیہ ریکارڈ بھی جاری کئے ہیں جن کو سُنکر طبیعت بشاش ہوتی ہے بلکہ روتوں کو ہنسانا اِنکا کام ہے۔

دلچسپ و دلکش ڈراموں کی اشاعت بھی اس کمپنی نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ حال ہی میں **شہنشاہی ڈرامیٹک پارٹی** نے **پرتھوی راج چوہان** کا ڈرامہ پانچ ریکارڈوں پر بڑی جان فشانی کے ساتھ ادا کر کے عوام کی دلجوئی کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ اسی طرح **دل ربا ڈرامیٹک پارٹی** نے اپنا پہلا شاہکار ڈرامہ یہودی کی لڑکی اصلی چار ڈبل سائیڈڈ سبز لیبل والے دس انچ کے ریکارڈوں پر جاری کیا ہے۔ جن کو سُنکر طبیعت خوب مسرت اندوز ہوتی ہے۔ غرضیکہ کمپنی مذکور نے تفریح طبع کا سامان نہایت فراخ دلی سے پیدا کر رکھا ہے۔ ہم شائقین ضرورت سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ کمپنی مذکور کے چند ریکارڈ خرید کر ضرور حظ اُٹھائیں۔

میلادی ریکارڈ نمبر K.H.N.1 قیمت بجائے چار روپے (للعہ) کے دو روپے بارہ آنہ (۲؎۱۲)

ڈرامہ پرتھوی راج چوہان پانچ ریکارڈوں کا مکمل سٹ نمبر این اے ۹۰۱ سے این اے ۹۰۵ تک قیمت فی سٹ ۱۳؎

ڈرامہ دلربا عرف یہودی کی لڑکی اصلی چار ریکارڈوں کا مکمل سٹ نمبر این جے ۲۰۴۷ سے این جے ۲۰۴۰ تک ۱۲؎

خط و کتابت اور درخواست کرنیکا پتہ۔ **دی ٹاکنگ پکچر کمپنی ۱۹ اذکریا اسٹریٹ کلکتہ**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

دور جدید

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

قیمت فی پرچہ

ششماہی چندہ ۳ روپے

سالانہ چندہ ۵ روپے

قواعد و ضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ پانچ روپے (۵ـہ) ششماہی تین روپے (۳ـہ) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸/ کے ٹکٹ آنے پر ارسال ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدمِ تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہوا کرتے ہیں، جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹکل مضامین ہرگز درجِ رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحبان کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدبران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوشؔ ملسیانی کے نام ہونی چاہیئے اور دیگر امور و ترسیلِ زر کے متعلق مینیجر کے نام ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹	عـــہ ۲۷	مـہ ۵۰	لـہ ۹۰
نصف صفحہ	صہ ۵	عـہ ۱۵	عـــہ ۲۷	مـہ ۵۰
چوتھائی صفحہ	سے ۳	لعہ ۹	عـہ ۱۵	عـــہ ۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ

اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے

مینیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

(بابت ماہ مئی ۱۹۳۵ء)

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد ۳۰ | نمبر ۵

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی۔ادبی۔اخلاقی۔طبی۔تاریخی۔زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔بی ٹی۔ایم۔او جی۔اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیارام سچدیو منشی فاضل | جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ منیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ پانچ روپے (للعہ)

ششماہی تین روپے (سے)

فی پرچہ آٹھ آنہ (۸/)

فہرست مضامین

کیا فرماتے ہیں؟

جناب آرگنائزنگ سیکرٹری صاحب انڈین ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب پراونشل برانچ

رہنمائے تعلیم کے ریڈ کراس نمبر کی نسبت

رہنمائے تعلیم کے سپیشل ریڈ کراس نمبر کو ایسی عمدگی سے شائع کرنے پر میری مبارکباد قبول فرمائیے یہ نمبر کیا ہے صوبہ بھر میں ریڈ کراس اور اس کی سرگرمیوں کا مخزن ہے کہانیوں کا مجموعہ خاص دلکش اور تحسین و آفرین کے قابل ہے۔ میری رائے میں یہ سپیشل نمبر ریڈ کراس تحریک کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ میں اس سرگرمی میں آپ کی کامیابی کا متمنی ہوں۔ میرے خیال میں اگر صوبہ بھر کی جونیئر ریڈ کراس سوسائٹیاں اسے خریدینگی تو بہت حد تک مستفید و مستفیض ہو سکیں گی۔

محترمہ مس نورا ہل آرگنائزنگ سیکرٹری انڈین ریڈ کراس سوسائٹی ہیڈ کوارٹرز نیو دہلی کی رائے گرامی

(رہنمائے تعلیم کا ریڈ کراس نمبر ملاحظہ کرنے کے بعد)

آپ کے رسالہ کا سپیشل ریڈ کراس نمبر ابھی ابھی میرے ملاحظہ سے گذرا ہے بلاشک و شبہ آپ نے ریڈ کراس سوسائٹی کی تحریک کے متعلق نہایت مفید لٹریچر پیش کیا ہے۔ اور نہایت خوبی سے اس تحریک کی وکالت کی ہے۔ اس اہم خدمت گذاری پر میں آپ کو مبارکباد عرض کرتی ہوں +

بہارِ سخن

(از ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی)

عشق میں مجھ کو بگڑ کر اب سنورنا آگیا
ہوگیا ناکام لیکن کام کرنا آگیا

یہ اگر سچ ہے کہ مجھ کو عشق کرنا آگیا
تو سمجھ لو روز جینا روز مرنا آگیا

اب گذر سکتی نہیں راحت سے میری زندگی
مشق کرتے کرتے اُن کو ظلم کرنا آگیا

ورطۂ دریائے غم نے اس طرح غوطے دیئے
ڈوبنا پھر ڈوب کر مجھ کو اُبھرنا آگیا

اکتسابِ عیش کیسا مختصر سی عمر میں
بس یہی حاصل تھا جینے کا کہ مرنا آگیا

چند خوں آلودہ آنسو جذبِ دامن ہوگئے
پیکرِ سادہ میں غم کو رنگ بھرنا آگیا

سادگی ہی قہر ڈھانے کے لئے کچھ کم نہ تھی
دیکھئے اب کیا ہو ظالم کو سنورنا آگیا

رفتہ رفتہ عشق میں سب اس کے خوگر ہوگئے
اہلِ غم کو غم اُٹھا کر غم نہ کرنا آگیا

اور باتوں کی مجھے اُلفت میں کیا اُمید تھی
کم سے کم یہ تو ہوا بے موت مرنا آگیا

میں نکالوں بھی تو اب اِس کا نکلنا ہے محال
ناوکِ دِل دوز کو دِل میں ٹھہرنا آگیا

کثرتِ آزار و غم نے ضبط کی تعلیم دی
جبر کے باعث سے دِل کو صبر کرنا آگیا

کچھ توہم کچھ توقع کچھ الم کچھ انبساط
عشق کرکے مجھ کو جینا اور مرنا آگیا

اشک آنکھوں تک پہنچ کر دِل میں پھر کر بس گئے
یوں سمجھ میں چڑھتے دریا کا اُترنا آگیا

عذر و حیلہ تک نشاط و عیش کی اُمید تھی
لیکن اُن کو صاف اب انکار کرنا آگیا

رہ گذر سے عشق کی میں آج تک گذرا نہیں
کس طرح کہدوں مجھے جی سے گذرنا آگیا

حُسن کی نخوت نے پہنچایا اُڑ کر عرش تک
اب تو پریوں کا بھی تم کو پر کترنا آگیا

بحرِ ذوق و شوق میں یہ بھی غنیمت جانیئے
نوح کو طوفان اُٹھا کر غرق کرنا آگیا

حُسنِ اِصلاح

(۲۳)

(دیکھا مجھے . قلب مجھے) اس زمین میں ہمارے کرم فرما جناب ولیؔ گوالیاری کا مطلع اور ایک شعر گزشتہ قسط میں شریکِ مضمون ہو چکا ہے۔ غزل مذکور کے چند شعر اور ملاحظہ فرمائیے۔

ولی ؎ کیا کیا گزر گئی دلِ مضطر پہ ہم قفس
صیاد نے چمن سے کیا جب جدا مجھے

اصلاح ؎ کیا کچھ گزر گئی دلِ آشفتہ حال پر
صیاد نے چمن سے کیا جب جدا مجھے

چمن سے جدا ہونے کے بعد کسی ہم قفس سے خطاب کرنا اصولِ بلاغت کے خلاف تھا۔ اس لئے لفظ (ہم قفس) خارج ہو گیا۔ (کیا کیا) سے تفصیل عددی مفہوم ہوتی ہے اور (کیا کچھ) سے نوعیت یا ماہیت اور مؤخر الذکر ہی کا یہ موقع ہے۔

ولی ؎ ٹھہرو کہ نورِ صبح میں جی بھر کے دیکھ لوں
کیا جانے پھر نصیب ہو کب دیکھنا مجھے

اصلاح ؎ ٹھہرو کہ اور بھی تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں
کیا جانے پھر نصیب ہو کب دیکھنا مجھے

صبح کی قیدِ زمانی کو دور کر دینے سے مضمون میں عمومیت آگئی۔

ولی ؎ لاکھوں نگاہیں پڑ گئیں میری نگاہ پر
کم بخت شوقِ دید نے رسوا کیا مجھے

اصلاح ؎ لاکھوں نگاہیں اٹھتی ہیں میری نگاہ پر
کم بخت شوقِ دید نے رسوا کیا مجھے

مصرعِ اولیٰ کے فعل ماضی کی جگہ فعل حال رکھ دینے سے رسوائی میں اضافہ ہو گیا یہ موقع نگاہ پڑنے کا نہیں بلکہ نگاہ اٹھنے کا ہے۔

جناب ولیؔ کی ایک اور غزل ہے (شکار تھا۔ استوار تھا) چند شعر حاضر کئے جاتے ہیں۔

ولی ؎ دیکھا اثر یہ ہم نے وفا کا فنا کے بعد
آیا مری لحد پہ تو کچھ شرمسار تھا

اصلاح ؎ دیکھا اثر یہ ہم نے وفا کا فنا کے بعد
آیا کبھی لحد پہ تو وہ شرمسار تھا

جناب ولیؔ کے شعر میں دو خرابیاں تھیں (۱) مصرعِ ثانی کے فعل (آیا) کا فاعل غائب تھا۔ (۲) شعر زیرِ نظر عیبِ شتر گربہ کا حامل تھا کیونکہ مصرعِ اولیٰ میں لفظ (ہم) آیا تھا۔ اور مصرعِ ثانی میں لفظ (مری) صرف کیا گیا تھا۔

ولی ؎ اخفائے واقعاتِ محبت نہ کر سکے
میرے خلاف گو انہیں غصہ ہزار تھا

اصلاح ؎ اِفشائے واقعاتِ محبت نہ کر سکے — میرے خلاف گو اُنہیں غصہ ہزار تھا

ہمارا خیال ہے کہ ولی اللہ خاں صاحب نے اپنے مصرع ثانی کے لفظ (گو) پر غور نہیں فرمایا ورنہ جناب موصوف اپنے مصرع اُولیٰ میں (اِخفا) استعمال نہ فرماتے جس طرح جناب وؔلی نے مضمون نظم فرمایا ہے گو وہ بھی ایک صورت سے درست ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں معشوق کی شرافت پر حرف آتا ہے۔

ولی ؎ آپ آ گئے تو ہاں یہ چمن ہو گیا چمن — بے آپ کے چمن چمنِ بے بہار تھا

اصلاح ؎ آپ آ گئے تو دل کا چمن ہو گیا چمن — بے آپ کے چمن چمنِ بے بہار تھا

جناب وؔلی کے شعر میں لفظ (ہاں) بے کار تھا۔ اِس لئے کم کر دیا گیا۔ اصلاح کے بعد چمن کی نوعیت بدل گئی اور شعر میں معقول معنویت پیدا ہو گئی۔

ولی ؎ وقتِ بلا ہے وہ کہ فضائے بہار میں — بادل برس رہے تھے کوئی اشکبار تھا

اصلاح ؎ اللہ رے جوشِ غم کہ فضائے بہار میں — بادل برس رہے تھے کوئی اشکبار تھا

جناب وؔلی نے اشکباری کی معقول توجیہہ نہیں کی تھی اِسی لئے مصرعوں میں ربط کم تھا۔ اصلاح سے یہ عیب رفع ہو گیا۔ حضرت ناخدائے سخن مدظلہ نے لفظ (جوش) رکھ کر مصرع اُولیٰ کو بلیغ بنا دیا۔

اپنے وعدے کے بموجب جناب فیاؔض و جناب وؔلی کی اصلاحات کو شریکِ مضمون کرنے کے بعد اب ہم جناب منشی جان محمد صاحب انوؔر مقیم گوالیار کے اصلاحی اشعار کو معرضِ بحث میں لانا چاہتے ہیں لیکن ہمارا فرض ہے کہ حضرت انوؔر کی اصلاحات کو مرتب کرنے سے پہلے اپنے کرم فرماؤں یعنی حضرت فیاض (جناب منشی مل فیاض الدین احمد خاں صاحب) اور حضرت وؔلی (جناب منشی ولی اللہ خاں صاحب) کا شکریہ ادا کریں کہ ہمارے مضمون کے لئے ہر دو صاحبان نے اپنا کلام فصاحت التیام عنایت فرمایا۔

ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین رہنمائے تعلیم سے حضرت انوؔر کا تعارف ہو جائے۔ جناب موصوف کا آبائی وطن ضلع پرتاب گڈھ صوبہ اودھ ہے۔ حضرت انوؔر کے بزرگ بہ سلسلہ روزگار ریاست گوالیار میں وارد ہوئے اور مستقل طور پر بود و باش اختیار کر لی لیکن خاندانی تعلقات اب تک وطن قدیم سے وابستہ ہیں۔ زمانہ تعلیم ہی سے جناب انوؔر کو شعر و سخن کا ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اور ایک مدت تک بغیر اُستاد کے مشقِ سخن جاری رہی پھر آپ نے اپنے کرم فرما جناب حافظ نور بخش صاحب مشتاق جلیسری سے رجوع کیا اور کچھ مدت کے بعد خود حافظ مشتاق صاحب کے اصرار سے ہمارے عنایت فرما جناب انوؔر نے عالی جناب افتخار الشعراء حضرت مضطر خیر آبادی مرحوم کے رو برو زانوئے تلمذ تہ کیا لیکن گردشِ روزگار نے بہت جلد یہ سلسلہ منقطع کر دیا یعنی حضرت مضطر نے انتقال فرمایا جناب انوؔر کو مشورۂ سخن کا احساس ہو رہا تھا۔ کہ حسنِ اتفاق سے

قبلہ حضرت نوح مدظلّہ ایک تقریب میں گوالیار تشریف لے گئے۔ ہمارے کرم فرما نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت موصوف کی شاگردی کا شرف حاصل فرمایا اور اب تک جناب انور حضرت نوح مدظلّہ کے فیض توجہ سے کامیاب ہیں حضرت انور کیسا فرماتے ہیں اس کے متعلق ہم کیا کہیں ہمارے عنایت فرما کا کلام حاضر ہوتا ہے۔ اس سے ناظرین کو جناب موصوف کی استعداد سخن کا اندازہ ہو جائے گا۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ عالی جناب "محقق علامۂ عصر رستم الشعراء خدائے سخن عروضیٔ کامل الفن صدر اعظم مولینا محمد حبیب السبحان المتخلص بحضرت صابر الہ آبادی" نے جناب انور کی طبیعت کے جوہر لطیف کو دریافت فرما کر "مشاعرۂ ادیب اردو دلکرا خانہ منشیان" لشکر گوالیار کا جنرل سکریٹری آپ کو بنایا ہے۔

جب راقم الحروف نے اپنے اِس مضمون کے لئے حضرت انور سے اُن کی اصلاحات طلب کیں تو انہوں نے بہ کمال مہربانی بہت جلد اپنے کلام مع اصلاح حضرت نوح مدظلّہ سے کم ترین کو نوازا۔ جناب انور کی عنایت کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ اگر اتنی توجہ دیگر شاگردانِ حضرت نوح مدظلّہ مبذول فرماتے تو اس مُسلسل مضمون کی کُل اقساط راقم سطور کے حسبِ خواہش مُرتب ہوتیں۔

جب ہمارے کرم فرما نے اپنا اصلاحی کلام لطف فرمایا تو عالی جناب حضرت صابر مدظلّہ نے اُس کے ساتھ ایک پرورش نامہ بہ کمالِ لطف و عنایت تحریر فرمایا کہ "جلد از جلد اس کام کو شروع کر دیں۔" حضرت صابر کا نوازش نامہ مرقومہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۳ء اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور جناب موصوف سے ہم شرمندہ ہیں کہ جناب انور کا کلام شریکِ مضمون کرنے میں اتنی تاخیر ہوئی۔ پہلے کسی قسط میں ہم اپنی اِس طور کی مجبوریوں کا ذکر کر کے اپنے احباب سے معذرت خواہ ہو چکے ہیں۔ لیکن حضرت صابر مدظلّہ سے دوبارہ ہم معافی چاہتے ہیں۔
اب ہمارے کرم فرما جناب انور کا کلام ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

انور۔　پھر تجھ پہ فدا ہو جان مری پھر مجھ پہ کرم قاتل کر دے
　　پھر تیغِ نگاہِ ناز چلا پھر آ کے مجھے بسمل کر دے

اندازِ بیاں سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق اپنے قاتل یعنی معشوق سے خطاب کر رہا ہے۔ اس صورت میں لفظ (آ کے) بے کار بلکہ خلاف موقع ہے۔ حضرت نوح مدظلّہ نے لفظ مذکور کو کم کر دیا۔ اصلاح کے بعد مصرع ثانی حسب ذیل ہو گیا۔　ع　پھر تیغِ نگاہِ ناز چلا پھر آج مجھے بسمل کر دے

انور۔　یا پاؤں کو دے طاقت کہ چلیں اب جلد سرِ منزل پہنچیں
　　یا تھک کے جہاں ہم بیٹھ رہیں یارب تو وہی منزل کر دے

اس شعر کے بھی مصرع ثانی میں صرف ایک لفظ بدلا گیا۔ بعد اصلاح۔　ع

یا تھک کے جہاں ہم بیٹھ رہیں یارب تو وہیں منزل کر دے

وجہِ اصلاح ظاہر ہے کہ (جہاں) کے ساتھ (وہیں) مناسب ہے نہ کہ (وہی)

انور ؎ سنتے ہو مجھ سے حالِ دلِ بے قرار کیا — میں غم کی داستاں کہوں بار بار کیا

اصلاح ؎ وہ پوچھتے ہیں حالِ دلِ بے قرار کیا — میں غم کی داستاں کہوں بار بار کیا

مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ پرسش کرنے والا ستم ظریفی کے طور پر پرسشِ غم کر رہا ہے اس صورت میں اُس کی دلچسپی کا اظہار محض (سُننے) سے اس قدر نہیں ہو سکتا جس قدر کہ (پوچھنے) سے کیوں کہ طوعاً کرہاً بھی سُننا ممکن ہے۔

انور ؎ پھر ہو گئے قفس میں مرے داغ دل ہرے — پھر ہے چمن میں آمدِ فصلِ بہار کیا

اصلاح ؎ پھر ہو گئے قفس میں مرے داغ دل ہرے — پھر آگئی چمن میں الٰہی بہار کیا

جنابِ انور کے مصرع ثانی کے معنی قدرے مشتبہ تھے اس لئے شعر زیرِ نظر حضرت نوح مدظلہٗ کے رنگ سے ہٹا ہوا تھا۔ اصلاح سے اشتباہ دُور ہو گیا۔

انور ؎ جب اُن سے یہ کہا ترا بیمار مر گیا — بولے وہ مر گیا تو مرا اختیار کیا

اصلاح ؎ جب اُس سے یہ کہا ترے بیمار مر گئے — بولا وہ مر گئے تو مرا اختیار کیا

مذکورۂ بالا اصلاح کو سمجھنے کے لئے اُمور ذیل پر غور کرنا مناسب ہے۔

اوّل۔ (مر گیا) اور (کیا) ہم قافیہ لفظ تھے۔ حضرت فصیح العصر مدظلہٗ اس صورت کو پسند نہیں فرماتے۔

دوم۔ جناب انور نے اپنے مصرع اُولیٰ میں (اُن) اور (ترا) کو ایک ساتھ استعمال کیا تھا۔ شترگربہ نہ سہی پھر بھی یہ بُرا معلوم ہوتا تھا۔

سوم۔ (بیمار) کو بہ صیغۂ جمع لانے سے مضمون میں ترقی پیدا ہو گئی۔ انشاء اللہ آئندہ قسط سب کی سب حضرت انور کے کلام پر شامل ہو گی۔ (عابد مسیح عابد بی۔ اے)

مکرمی حضرت ناصر لکھنوی یُوں لکھتے ہیں؟

آپ کی کامیاب اولوالعزمانہ کوششیں قابل داد اور لائق تبریک ہیں میں نہیں سمجھتا کہ جوبلی نمبر اور فسانہ نمبر کی موجودگی میں آپ کو اتنا شاندار ضخیم اور جاذب نظر مجموعہ شائع کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ شاید اب آپ فنا فی الرسالہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور خاص نمبر شائع کرنیکا شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے جب تو آپ اپنی مالی حالت پر نظر نہیں کرتے ریڈ گراس سے تو عوام کو کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہو سکتی اسلئے آپ اسکی اشاعت سے فسانہ نمبر سے بھی زیادہ زیر بار رہینگے کاش ریڈ کراس اور تعلیم و تعلم سے دلچسپی رکھنے والا حلقہ جسکے لئے آپ نے یہ قربانی گوارا فرمائی ہے۔ آپ کی کچھ مدد کر سکتے +

ریڈ کراس نمبر

کے متعلق مخدومی مربی تاج الشعرا حضرت قبلہ نوح صاحب ناروی اپنے ایک گرامی نامہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں

ماسٹر جگت سنگھ صاحب صورت میں تو بوڑھے مگر ماشاء اللہ طبیعت کے جوان ہیں ان کو جو سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے۔ جوبلی نمبر نکالا تو اسی شان کا فسانہ نمبر چھپوایا تو لاجواب ریڈ کراس نمبر دیکھا تو وہ بھی بے نظیر روپیہ پیسہ کو یہ ہاتھ کا میل سمجھتے ہیں۔ خرچ کے موقع پر ان کا ہاتھ کبھی نہیں رکتا یہ بغیر نفع کی امید کے ہزاروں روپیہ اپنے رسالہ رہنمائے تعلیم کے لئے خرچ کر ڈالتے ہیں مضمون نگاروں سے تقاضا کر کر کے مضامین منگوانا مشاہیر سے خط بھیج بھیج کر نظمیں غزلیں لکھوانی تصویروں کا حاصل کرنا سب کو اپنے موقع سے سجانا۔ پروف کا دیکھنا۔ صحیح کرنا چھپنے کے بعد بعض اوقات رسالے کو رجسٹری کے ذریعہ سے بھیجنا یہ آسان باتیں نہیں بار بار نقصان اٹھانے میں انسان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ ہمت چھوٹ جاتی ہے مگر یہ ہیں کہ متعدد بار زیر بار ہو کر بھی اسی طرح ثابت قدم نظر آتے ہیں یعنی ان کے دل پر ذرا بھی مالی خساروں کا احساس نہیں۔ یہ میں جانتا ہوں کہ اب تک دفتر میں جوبلی نمبر اور فسانہ نمبر کی بہت سی کاپیاں موجود ہیں جو فروخت نہیں ہوئیں مگر انہوں نے اس پر بھی ریڈ کراس نمبر نکال ہی دیا۔

ریڈ کراس ایک خاص اور خشک موضوع ہے اس میں دل کشی پیدا کرنی سہل نہیں لیکن شروع سے آخر تک دیکھے جلیئے ہر نظم اور ہر نثر میں جاذبیت فرد ملے گی۔ یہ ممکن نہیں جس مضمون کو پڑھنا شروع کیجئے بغیر ختم کئے ہوئے اسے چھوڑ دینے کو جی چاہے۔ تصویریں قریب قریب سب معزز حضرات کی ہیں۔ درحقیقت اس نمبر میں ان لوگوں کی تصویروں کا ہونا ضروری تھا۔

اس رسالہ کا سالانہ پانچ روپیہ ہے اور اسی رقم میں ہر خریدار کو خاص نمبر بھی دیئے جاتے ہیں جو سال وار کے متعلق ہوتے ہیں۔ ریڈ کراس نمبر ۵۰۰ صفحوں پر ختم ہوا ہے علیحدہ اسکی قیمت شائد دو روپیہ ہے جو اسکی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ سال کے بارہ پرچوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح سردار صاحب اس قلیل سالانہ میں اتنا بہترین ادب کا ذخیرہ خریداروں کو نذر کرتے ہیں۔

اول تو ان معاملات میں سردار صاحب ہی خود ایک بلا ہیں۔ پھر اس بلا میں ایک قیامت ...

شامل ہے وہ برادر مکرم جناب جوش ملسیانی کی ذات گرامی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر انکی توجہ خاص شامل حال نہ رہتی تو یہ ترقی ناممکن تھی۔ نظم کا انتخاب اشعار کی جانچ پرکھ غزلوں کی دیکھ بھال یہ خوب کرتے ہیں۔ میں نظموں کو خاص طور سے دیکھتا ہوں اور خوبیٔ قسمت سے اگر انکی کوئی نظم یا غزل نظر آجاتی ہے تو بیحد لطف اندوز ہوتا ہوں۔ حضرت داغ دہلوی کے ممتاز شاگردوں میں انکا دم بھی بہت غنیمت ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں شاد و آباد رکھے۔

معزز ہمعصر رسالہ ساقی دہلی اپنے مارچ نمبر میں یُوں رقمطراز ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

رہنمائے تعلیم لاہور کا ریڈ کراس نمبر ماسٹر گلبت سنگھ صاحب اُن گنتی کے چند لوگوں میں سے ہیں جو اپنا قیمتی وقت اور بیشمار روپیہ صرف کرکے عمدہ سے عمدہ رسالے شائع کرتے ہیں۔ آپکی اعلیٰ حوصلگی تو اسی سے ظاہر ہے کہ پورے تیئس سال سے رہنمائے تعلیم نہایت پابندیٔ وقت اور دیانتداری سے شائع کر رہے ہیں۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ آپکے رہنمائے تعلیم کا "جوبلی نمبر" شائع کرکے صحافت اُردو میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔ کیونکہ اس قدر ضخیم رسالہ آجتک ہندوستان میں شائع نہیں ہوا۔ اسکے بعد آپکا دوسرا کارنامہ رہنمائے تعلیم کے "افسانہ نمبر" کی صورت میں ظاہر ہوا اور اسے دیکھ کر ماسٹر صاحب کی ہمت اور اُنکے ایثار کا ہر شخص کو معترف ہونا پڑا۔ اب تیسرا کارنامہ رہنمائے تعلیم کا "ریڈ کراس نمبر" ہے۔ جو مفید اور بکارآمد مضامین کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کا ہر اُس شخص کے پاس موجود ہونا ضروری ہے جو اس روشن زمانہ میں روشن خیال کہلانے کا مستحق ہے۔ لائق ایڈیٹر کو اس خاص نمبر کے لئے مضامین فراہم کرنے میں حیرت انگیز کامیابی ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کامیابی کسی اور کے بس کی بات بھی نہیں تھی۔ اِس خاص نمبر کی خوبیاں اسکے سرورق ہی سے شروع ہوجاتی ہیں جو چار رنگ کا ہے اور "ریڈ کراس نمبر" کے لئے اس سے بہتر اور موزوں سرورق اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ "ریڈ کراس سوسائٹی" کے اغراض و مقاصد اور اس کے کارہائے نمایاں پر بہترین مضامین صرف اِسی خاص نمبر میں آپ کو ملیں گے۔ مضامین میں بھی اسکا اہتمام کیا گیا ہے کہ عام فہم اور سلیس ہوں تاکہ اسکولوں کے بچے بھی اس مفید سوسائٹی اور اس کے متعلقات سے بخوبی واقف ہوجائیں۔ "ریڈ کراس نمبر" مشتمل ہے تین حصوں پر۔ پہلے حصے میں "ریڈ کراس سوسائٹی کی تاریخ"۔ "ریڈ کراس سوسائٹی کا اشاعتی کام"۔ "ریڈ کراس اور جاپان"۔ "ریڈ کراس سوسائٹی کے اغراض و مقاصد"۔ "ریڈ کراس سوسائٹی کا میدانِ عمل" جیسے مضامین شامل ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوسائٹی کیا ہے؟ کیا کام کر رہی ہے؟ اور ہمیں اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ دوسرے حصے میں حفظانِ صحت کے بلند پایہ مضامین ہیں۔ مثلاً "ہر موسم کے لئے طبی ہدایات"۔ "عورتیں اور گھریلو علاج"۔ "نرسنگ اینڈ ہیلتھ کلب"۔ "زچہ اور بچہ"۔ "حفظ ما تقدم"۔ "وٹامین" وغیرہ۔ حصہ سوم میں ریڈ کراس کے متعلق دلچسپ و مزاحیہ افسانے، ڈرامے وغیرہ ہیں۔ مثلاً "دو فرشتے انسانی لباس میں"۔ "صفایا"۔ "چوہے"۔ "حکیم جی"۔ "ملیریا کا مریض"۔

تمباکو نوشی ۔ وغیرہ ۔ ضخامت ۔۔ وہ ضخیم سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے ۔ مگر قیمت صرف دو روپے (عہ) رکھی گئی ہے جسے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ ع　　نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز

نوٹ ۔ اس حوصلہ افزائی کے لئے میں محترم بھائی غفار احمد صاحب کا تہ دل سے ممنون ہوں ۔ **جگت سنگھ**

مکرمی بھائی عبدالحمید صاحب تسلیم بی اے ریڈکراس نمبر کے مطالعہ سے متاثر ہو کر یوں فرماتے ہیں

ہندوستان بھر کے جرائد میں رسالہ رہنمائے تعلیم نے جو حیرت انگیز کامیابی و بے مثل ہر دلعزیزی حاصل کی ہے اُس کا اندازہ صرف اُس کے جوبلی نمبر، فسانہ نمبر اور ریڈکراس نمبر کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر اس کا ریڈکراس نمبر ہے جو واقعی ریڈکراس کی انسائیکلوپیڈیا ہے ۔ میں بلاخوف تردید اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ کہ اس دیدہ زیب نمبر کے نکالنے سے کارکنان رسالہ کے مدنظر کوئی تجارتی غرض نہیں ہے ۔ بلکہ ان کا مطمح نظر عوام کو محض اس مفید عالمگیر تحریک سے رُوشناس کرانا اور ان میں اخوت انسانی کا جذبہ پیدا کرنا ہے ۔ جن صوری و معنوی خوبیوں سے یہ شاہکار مرصع ہے ۔ وہ صحافتی دُنیا میں نادر و کمیاب ہیں ۔ ضرورت ہے کہ ہم اس رُوح پرور لٹریچر کی نشر و اشاعت میں محترم سردار جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر کا ہاتھ بٹائیں ۔ اور ثواب دارین حاصل کریں ۔

میاں غلام محمد صاحب رنگین اپنے ایک کارڈ میں یُوں رقم طراز ہیں :-

میں حیران ہوں کہ باوجود ہزاروں روپیہ کی زیرباری کے جناب کی اُردو علم ادب کی خدمت گزاری کی دلچسپیاں کس طرح دن بدن بڑھ رہی ہیں ۔ آخر جناب کا مدعا کیا ہے اور آپ اس ادبی خدمت سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ تجارتی لحاظ سے تو آپ ہزاروں روپیوں کے زیر بار ہو گئے ہیں پھر ریڈکراس نمبر ایسا شاندار شائع کیا ہے کہ ایک زمانہ اسے دیکھ کر عش عش کر رہا ہے ۔ کاش وہ حضرات جو بازاری اور عُریاں تصاویر سے مصور رسالوں پر اپنا قیمتی پیسہ بیدردی سے خرچ کرتے ہیں ۔ ان انمول و بے بہا جواہرات کے ڈھیروں کو خرید کر اپنی کمائی کو سپھل کریں ۔

مکرمی لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے ۔ بی ٹی اپنے ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ

اس کے مطالعہ کرنے سے آپکی محنت و کاوش و بے دریغ خرچ کی ضرور داد دینی پڑتی ہے ۔ ایسی کساد بازاری کے زمانہ میں ادبی عیاشی پر یوں روپیہ صرف کرنا آپ جیسے اولوالعزم اور بے جگر حضرات کا ہی کام ہو سکتا ہے ۔ واقعی ریڈکراس تحریک کے متعلق واقفیت بہم پہنچانے میں آپنے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔ اس کا معلوماتی حصہ سچ مچ ریڈکراس کی مکمل ترین انسائیکلوپیڈیا ہے اور اس پر میں جناب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

خوشخبری

احباب کے متواتر تقاضوں کی وجہ سے آخر مجھے ماننا پڑا کہ سلور جوبلی نمبر بھی نکالنا چاہئیے۔ گو اس کے لئے نہ تو میری تیاری ہے نہ وقت کافی ہے کہ میں اس مبارک تقریب پر اپنے رسالہ کا کوئی خاص نمبر نکال سکوں! مگر معزز و محترم دوستوں کی خوشنودیٔ مزاج کی خاطر اتنا کچھ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ کہ اگر نمبر نہ سہی تو ایک چھوٹی سی نمبری ہی نکال کر اپنی وفاداری کا اظہار کر دوں؟

ویسے آپ متواتر دیکھ رہے ہیں کہ دو تین ماہ سے میرے رسالہ میں بالخصوص زیر مطالعہ نمبر میں سلور جوبلی کے متعلق جس قدر مسالا شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی آپ کو کسی دوسرے رسالہ میں نہیں ملے گا۔ کیونکہ میں **سلور جوبلی** کی خوشی میں اپنی عقیدتمندی اور وفاداری کے جذبات نہایت دلچسپی کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ لہذا عرض ہے کہ اب **سلور جوبلی نمبر** کے لئے مضامین نثر و نظم جلد از جلد بھیجدیں تاکہ میں احباب کی خواہش کو پورا کر سکوں! مضامین کی نوعیت ظاہر ہے کہ کس قسم کے ہونے چاہئیں پس اگر آپ کے مضامین وقت پر پہنچ گئے تو رہنمائے تعلیم کسی شدید حالت میں اپنا فرض بجالانے کی کوشش کریگا۔ ورنہ اللہ اللہ خیر سلا۔

آپ کا حقیقی خادم **جگت سنگھ**

دیکھئے

میرے محترم بزرگ جناب مولنا ذوالفقار علی خانصاحب گوہر رام پور سے ریڈر اس نمبر کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں

ماشاءاللہ ریڈر اس نمبر بہت اچھا ہے۔ نہایت مبسوط لٹریچر ایک جگہ مہیا ہو گیا ہے۔ تمام سوسائیٹیوں و دیہات سدھار انجمنوں پر آپنے بڑا احسان کیا ہے۔ مدارس کے لئے بھی آسانی ہو گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں خدمت سے محرومی کو اب محسوس کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ (دستخط مولنا گوہر صاحب)

انڈین ریڈکراس سوسائٹی (پنجاب برانچ)
کی
سرگرمیاں

ایک زمانہ تھا کہ بزرگانِ قوم وملت کو حکامِ وقت کی توجہ خدمتِ خلق کی طرف مبذول کرانے میں طرح طرح کی کوششیں کرنی پڑتی تھیں اور بہت سی ترغیب وتحریص کے بعد انہیں اس کام پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ کیونکہ جس کام میں حکومت کا ہاتھ نہ ہو۔ اُس کا پروان چڑھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ کہیں سبق آموز حکایات اور واقعات سنا کر اُن کے قلوب میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جاتا۔ کہیں مؤثر اشعار سنا کر اُن کی بے اعتنا طبائع کو اس طرف مائل کیا جاتا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا بیشتر حصہ حکامِ وقت کی اصلاح کے لئے ہی خاص ہے۔ کہیں وہ تواضع کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں

؎ تواضع زگردن فرازاں نکوست		گدا گر تواضع کند خوئے اوست

کہیں خدمتِ خلق کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

؎ طریقت بجز خدمتِ خلق نیست		بہ تسبیح وسجادہ و دلق نیست

غرض اس قسم کی بیشمار کوششیں ہیں، جو بنی نوع انسان کے ہمدردوں نے اس سلسلہ میں کی ہیں۔

مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسی تکالیف سے دوچار نہیں کیا گیا۔ ہمارا زمانہ اس سے بالکل جداگانہ خصوصیت رکھتا ہے۔ ہمارے حکامِ وقت بے حد رحم دل اور ہمدردِ خلائق ہیں۔ وہ آئے دن ہماری فلاح وبہبود کے لئے طرح طرح کی کوششیں فرماتے رہتے ہیں۔ ہماری جہالت اور غفلت شعاری کے دفعیہ کے لئے پوری جدوجہد فرماتے ہیں۔ چنانچہ ریڈ کراس سوسائٹی جو بلا لحاظ مذہب وملت تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ اُس کی پنجاب برانچ کے پریذیڈنٹ ہمارے نواب گورنر صاحب بہادر ہیں اور اُس کے وائس پریزیڈنٹ جناب ملک سر فیروز خاں صاحب نون ایم اے وزیرِ تعلیم (پنجاب) ہیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے حاکم کس قدر ہماری فلاح وبہبود کے خواہاں ہیں۔ صاحبانِ ممدوح وقتاً فوقتاً جلسے کرتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت صرف کرکے ہماری بھلائی اور بہتری کی تجاویز پر غور فرماتے ہیں۔ بااثر اپیلیں کرکے مصیبت کے وقت ہماری تکالیف کا سدباب کرتے ہیں۔ وبائی امراض کے پھیلنے پر ہمیں ہر ممکن امداد بہم پہنچانے کے ذرائع مہیا فرماتے ہیں۔ غرض ہر مشکل میں ہماری مشکل کشائی کے لئے جدوجہد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ صاحبانِ ممدوح نے ریڈ کراس سوسائٹی کے دفتر کی باگ ڈور چودھری بشیر احمد خاں صاحب جیسی قابل ہستی کے ہاتھوں میں دے رکھی ہے۔ جن کی لیاقت اور حسنِ انتظام کی قابلیت محتاجِ بیان نہیں۔ آپ خدمتِ خلق کے کاموں میں غایت درجہ کی دلچسپی لیتے ہیں۔ آئے دن

صحت عامہ کے متعلق واقفیت بہم پہنچانے کے لیے جو مختلف پمفلٹ شائع ہوتے رہتے ہیں، وہ انہی کی مساعی جمیلہ کے نتائج ہیں۔ آپ ایک دردبھرا دل رکھتے ہیں۔ اور ایک نکتہ رس اور معاملہ فہم دماغ کے مالک ہیں۔ ان کے پروپیگنڈا کا اثر ہے کہ صوبہ کے اعلیٰ پایہ کے علمی رسائل اس تحریک کے مدح خواں نظر آ رہے ہیں۔ بہت سے رسائل اپنے ریڈ کراس نمبر نکال چکے ہیں۔ جن میں سے رسالہ "رہنمائے تعلیم" لاہور کا "ریڈ کراس نمبر" اپنی جامعیت کے لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس رسالہ کے پروپرائٹر ماسٹر جگت سنگھ صاحب نے نہایت فراخدلی سے روپیہ خرچ کر کے اس نمبر کو صحیح معنوں میں ریڈ کراس انسائیکلوپیڈیا بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کوشش میں وُہ پورے طور پر کامیاب ہُوئے ہیں۔ اِن کی مساعی کو ہز ایکسیلینسی نواب گورنر بہادر نے کمال استحسان کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اپنے دست خاص سے اُن کو سند مرحمت فرمائی ہے۔ اگر اس قسم کے رسائل کی کماحقہٗ حوصلہ افزائی ہوتی رہی، تو اُمید ہے۔ اس تحریک کو مقبول عام بنانے میں یہ رسائل بہت کچھ سوسائٹی کا ہاتھ بٹائیں گے۔ اور اس طرح وہ لوگ بھی سوسایٹی کی سرگرمیوں سے فائدہ اُٹھا سکیں گے، جو فی الحال اس کے اغراض و مقاصد سے بالکل ناآشنا ہیں۔
سوسائٹی اگرچہ خلق خدا کی بہتری کے لیئے بہت سے کام کر چکی ہے۔ مگر فی الحال اس کے کام کا میدان بہت وسیع ہے۔ روپے کی کمی کے باعث بہت سی مفید تجاویز ہیں۔ جن کو سوسائٹی تاحال عملی جامہ نہیں پہنا سکی۔
ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہم سوسائٹی کے ساتھ پورا پورا تعاون نہیں کر رہے اور اپنے فوائد کو خود پس پشت ڈال رہے ہیں۔ اگر ریڈ کراس سوسائٹی سے پُورا پورا تعاون کیا جائے اور دل کھول کر اس کی مالی امداد میں حصّہ لیا جائے۔ تو سوسایٹی بیش از بیش ہماری بہتری اور بھلائی کے امور سرانجام دے سکتی ہے۔ اعلیحضرت حضور شہنشاہ معظم کا جشن جوبلی سوسایٹی کی امداد کے لیئے ایک مبارک و مسعود موقع ہے۔ کیونکہ حضور ممدوح نے ازراہِ رعایا نوازی اس امر کی اجازت فرمادی ہے کہ جوبلی کی مبارک تقریب پر رعایا کی فلاح و بہبود کے لیئے ایک فنڈ قائم کیا جائے۔ جس کا نام "دی میجسٹیز سلور جوبلی فنڈ" رکھا جائے۔
اس فنڈ کا روپیہ ریڈ کراس سوسائٹی اور اسی قسم کے اداروں کو دیا جائیگا۔ جو دن رات ہماری بہتری اور بھلائی کے کاموں میں کوشاں ہیں۔ اس لیئے اس فنڈ میں ہمیں جی کھول کر حصّہ لینا چاہیئے۔ یہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ہے۔ کیونکہ جیسا نواب گورنر بہادر پنجاب نے اپنی اپیل میں فرمایا ہے۔ اس سے ایک تو ملک معظم کی وفاداری کا عملی ثبوت پہنچایا جا سکتا ہے اور دوسرے اپنی ہی بہتری اور بھلائی میں حصّہ لیا جا سکتا ہے۔

راقم سید محمد صدیق شاہ۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل

جذباتِ عبرت

(ماسٹر تبارک علی صاحب عبرتؔ صدیقی بریلوی)

مدعا پائیں گے ترکِ مدعائے دل سے ہم — ڈوب کر خود آشنا ہو جائینگے ساحل سے ہم
محوِ حیرت میں گذر کر پردہ حائل سے ہم — آشنا رہکر ہوئے نا آشنا حاصل سے ہم
دِل کے مٹتے ہی ہر اک پردہ نظر سے اُٹھ گیا — خاک ہونا تھا کہ ہم آغوش تھے حاصل سے ہم
مست و بیخود کر گئی ہے نکہت گیسوئے دوست — ہوش کی دُنیا میں آئینگے بڑی مشکل سے ہم
داغِ دل۔ سوزِ جگر۔ جوشِ الم۔ دردِ فراق — دیکھ تو لے کر چلے ہیں کیا تری محفل سے ہم
بیخودی جستجو میں ہے کسے یہ امتیاز — بڑھ گئے منزل سے یا کچھ دور ہیں منزل سے ہم
جلوہ آرائی تو خود ہے بے حجابی کی دلیل — کیوں کریں عرضِ تمنا پردۂ حائل سے ہم
ناخدا دشمن تلاطم آفریں ہر موجِ بحر — ہو چکے بس ہو چکے اب آشنا ساحل سے ہم
آستاں بردوش اندازِ نگاہِ شوق ہے — ہو گئے آزاد اب تو کوششِ حاصل سے ہم
ہر تخیل حاصلِ سعیٔ رفو ہے عشق میں — زخمِ دل سیتے ہیں تارِ پردۂ حائل سے ہم
امتیازِ ہوش تک ہر جستجو ناکام تھی — جب بڑھے آگے تو ہم آغوش تھے منزل سے ہم
ہے نظر کے سامنے رعنائی بزمِ ازل — آشنا اب تک ہیں لطفِ ساقیٔ محفل سے ہم

اب تو ہر جلوہ نظر کے سامنے ہے بے حجاب
آشنا عبرتؔ ہیں رازِ پردۂ حائل سے ہم

اللہ اللہ بہار کا یہ جوش

(جناب سید دل محمد صاحب فضاؔ)

دل ہے مینائے بادۂ سرجوش — ہر نفس ہے اک آتشِ خاموش
یہ فضا اور یہ بہار کا جوش — دلِ وارفتہ آچکا اب ہوش
اف رے اندازِ چشم عشوہ فروش — جیسے ہو جام بادۂ سرجوش
کس توقع پہ قصدِ طور کرے دل — ہو گئے جب کلیم ہی بیہوش
بس گیا آج بوئے گل سے قفس — آئی موجِ صبا چمن بر دوش
سامنے ہے وہ چشمِ عشوہ طراز — کیوں نہ دیوانہ ہو دلِ پرجوش
جانتا ہوں مآل کاوشِ دل — پھونک دیگی یہ آتشِ خاموش
نگہ شوق ہے یہ کیا عالم — ہوش میں ہوں مگر نہیں کچھ ہوش
لگ گئی آگ آتشِ گل سے — اللہ اللہ بہار کا یہ جوش
دل ہے بیگانۂ غمِ ہستی — ہوں ازل ہی سے وقفِ نوشانوش

مسکراتا ہو جیسے کوئی فضاؔ
گل ہیں یا شاہدانِ عشوہ فروش

ڈاک خانہ کے نئے ٹکٹ

وائسرائے ہند کی جانب سے اعلان ہوا تھا کہ سلور جوبلی کے موقع پر آدھ آنہ۔ تین پیسہ۔ ایک آنہ۔ اڑھائی آنہ۔ ساڑھے تین آنہ۔ آٹھ آنہ اور ایک روپیہ کے جوبلی ٹکٹ جاری کئے جائینگے۔ اب یہ اعلان کیا گیا ہے کہ یہ ٹکٹ ۶ مئی سے تمام ڈاک خانوں میں فروخت ہونگے۔




اعلیحضرت شہنشاہ معظم
کی
تخت نشینی کی پچیسویں ۲۵ سالگرہ
خدمت خلق کا زرین موقع

ع - چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

حضور ملک معظم قیصر ہند و ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی پچیس سالہ حکومت کی یادگار میں ماہ مئی ۱۹۳۵ء میں سلور جوبلی منائی جائیگی۔ اور برٹش راج کے مداح اور عقیدتمند اپنی عقیدت کا اظہار کئی مختلف طریقوں سے کرینگے حضور وائسرائے بہادر کشور ہند کی اپیل جو جوبلی فنڈ کیلئے شائع ہوئی ہے۔ وہ اور حضور ممدوح کی تائید میں ہز ایکسلنسی نواب گورنر بہادر پنجاب اور جنابہ محترمہ لیڈی ایمرسن صاحبہ کی طرف سے جو اپیلیں شائع ہوئی ہیں اس امر کا مظہر ہیں کہ جوبلی فنڈ کا روپیہ تمام و کمال ان اداروں میں صرف ہوگا جو براہ راست ہندوستانیوں کی بہتری اور بہبودی کے ضامن ہونگے۔ چنانچہ ہمیں عطیہ لایزال کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ ہمیں خدمت خلق کا ایک زرین موقع نصیب ہوا جس سے ہم ایک پنتھ دو کاج کے مقولہ کو پورا کرینگے یعنی شہنشاہ سے اظہار عقیدت اور اپنی بہتری۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ تعلیم و تعلم سے تعلق رکھنے والے اصحاب جن میں معلمین و متعلمین کی کثیر تعداد شامل ہے اس موقع کو غنیمت تصور کر کے جوبلی فنڈ کیلئے دل کھول کر چندہ جمع کریں۔ اور جوبلی فنڈ کیلئے عوام الناس کو اس طریق سے تحریک کریں کہ وہ اس زرین موقع میں اپنی بساط سے بڑھ کر دلی شوق کا اظہار کریں تاکہ یہ مفید عام فنڈ سلور جوبلی کی مستقل یادگار قائم کر سکے جس کا وجود صرف اہل ہند اور اہل ہند کی ہی بہتری کے لئے ہوگا۔

(سپہدیوا)

سلور جوبلی فنڈ اور مفید خلائق ادارے

اعلیحضرت شہنشاہ معظم کی تخت نشینی کی پچیسویں سالگرہ ۶ مئی ۱۹۳۵ء کو قلمرو برطانیہ کے طول و عرض میں جذبات مسرت و شادمانی کے ساتھ منائی جائے گی۔ اعلیحضرت نے از راہ الطاف خسروانہ اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ اس مبارک و مسعود تقریب کی یاد میں رعایا کے فلاح و بہبود کے لئے ایک فنڈ قائم کیا جائے جس کا نام "ہز میجسٹیز سلور جوبلی فنڈ" رکھا جائے۔ اس فنڈ سے مقصود یہ ہے کہ ان چار ہندوستانی اداروں کے کام کو وسعت دی جائے اور ان کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم بنایا جائے۔ جو اس وسیع ملک کے اندر بیماروں اور مصیبت زدوں کی تکالیف اور مصائب کے ازالہ میں مصروف ہیں اور وہ ادارے یہ ہیں:-

(۱) انڈین ریڈکراس سوسائٹی۔

(۲) سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن (انڈین کونسل)

(۳) کاؤنٹس آف ڈفرن فنڈ

(۴) انڈین آرمی بنیولینٹ فنڈ

یہ چاروں ادارے ہندوستان کے اندر بنی نوع انسان کی خدمت بلالحاظ مذہب وملت انجام دے رہے ہیں۔ اور تسلیم کرلیا گیا ہے۔ کہ سلور فنڈ کا مصرف اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ ان اداروں کی آبیاری کی جائے۔ ذیل میں ان ہر چہار اداروں کے اغراض ومقاصد اور ان کی کارکردگی کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔

انڈین ریڈکراس سوسائٹی

انڈین ریڈکراس سوسائٹی بروئے ایکٹ ۱۵ انسنہ ۱۹۲۰ء لیجسلیٹو اسمبلی مارچ سنہ ۱۹۲۰ء میں قائم کی گئی تھی۔ اور وہ بین الاقوامی ریڈکراس لیگ کی ایک ممتاز رکن ہے۔ اس کا سرمائی صدر مقام دہلی اور گرمائی صدر مقام شملہ ہے۔ اس کی شاخیں تمام صوبوں اور بہت سی ریاستوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی سرگرمیوں کی مختصر کیفیت یہ ہے:۔

(۱) بیماروں اور مصیبت زدوں کے دکھ درد کا ازالہ

(۲) وبائی امراض کے انسداد کے لئے فوری تدابیر۔

(۳) صحت عامہ کے متعلق واقفیت کی بہم رسانی۔

(۴) زچہ اور بچہ کی حفاظت و نگہداشت۔

(۵) زلزلہ۔ سیلاب اور قحط کے مصیبت زدوں کی امداد۔

(۶) بین الاقوامی دوستی کے لئے جونیئر ریڈکراس جماعتوں کی تنظیم و ترتیب۔

(۷) شفاخانوں میں بیماروں کے لئے سامان آرائش کی بہم رسانی۔

(۸) بنی نوع انسان کی سوشل خدمت بلالحاظ مذہب وملت ورنگ

انڈین ریڈکراس کے ماتحت ۲۳ صوبائی اور ریاستی شاخیں ہیں جن کے ماتحت ۱۵۱۔ ضلعی شاخیں لوگوں کے دکھ درد کو کم کرنے میں مصروف ہیں ۱۹۳۳ء کے اخیر میں اس کے جملہ ممبروں کی تعداد ۱۴۴۱ ۲۶۵ تھی اور اب اس میں اور بھی اضافہ ہو چکا ہے۔

انڈین ریڈکراس کی پنجاب پراونشل شاخ کے ماتحت ۲۸ ضلعی شاخیں ہیں جن کے سینئر ممبروں کی تعداد ۸۰۶۵

اور جونیئر ممبروں کی تعداد ۲۱۲۲۲۹ ہے۔

پنجاب کی ریڈکراس سوسائٹی اب تک مختلف صحت گاہوں میں مریضوں کے قیام و علاج پر ۳۱ ہزار روپیہ صرف کر چکی ہے۔ صوبہ میں تپدق کے مریضوں کی مردم شماری۔ لاہور میں تپدق کے شفاخانہ کے قیام اور اس موذی مرض کے انسداد اور ابتدائی علاج کے متعلق لوگوں کو واقف بنانے پر ۸۰ ہزار ۱۵۹ روپیہ خرچ کر چکی ہے۔

پنجاب کے ۷۵ دایہ گری اور بہبود اطفال کے مرکزوں میں سے ۲۴ مرکز محض سوسائٹی مذکور کے روپیہ سے چل رہے ہیں اور باقی ماندہ مرکزوں کی بھی سوسائٹی مدد کرتی رہتی ہے۔ اور ۳۴ سب سنٹر ہیں۔ گذشتہ دس برسوں میں اس مدعا کے لئے سوسائٹی نے ۳۴ ہزار روپیہ خرچ کیا ہے۔

محکمہ صحت پنجاب نے اس سلسلہ میں جو شعبہ قائم کر رکھا ہے سوسائٹی نے اس کی ۱۶ ہزار ۴۰۵ روپیہ سے مدد کی۔

سول اور فوجی شفاخانوں کو سوسائٹی نے گذشتہ دس برسوں میں علی الترتیب ۳۲ ہزار ۵۶۴ روپے اور ۳۰ ہزار ۷۱۳ روپے دئے۔ سوسائٹی کا سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اس نے صوبہ کے مختلف حصوں میں ایمبولنس کی سرگرمیوں کی تکمیل کے لئے ۱۲ ہزار ۵۳۵ روپے کی رقم دی ہے۔

صحت عامہ کے کام پر سوسائٹی اب تک ۴۸ ہزار روپیہ صرف کر چکی ہے۔ اور صوبہ کی ۴ ہزار ۷۴۴ جونیئر ریڈکراس سوسائٹیوں کو گذشتہ دس سال میں وہ ایک لاکھ ۱۵ ہزار روپیہ کی امداد دے چکی ہے۔ جونیئر ریڈکراس کے افزائش صحت کے انعامی مقابلوں کے لئے ۳ ہزار ۴ سو روپیہ سوسائٹی نے دیا۔ خود جونیئر ریڈکراس سوسائٹیوں نے ۷ لاکھ روپیہ اغراض صحت وغیرہ کے لئے فراہم کیا۔ اور اس میں سے ۶ لاکھ روپیہ ان اغراض پر صرف کیا جس میں سے تقریباً دو لاکھ روپیہ غریب طلبہ کی فیسوں پر صرف ہوا۔ اس موقعہ پر یہ پوچھنا بیجا نہ ہوگا کہ کیا ہندوستان بھر میں کوئی ایسی انجمن یا سوسائٹی ہے جس نے اتنے عرصہ میں مفلس طلبہ کی فیسوں وغیرہ پر اتنی خطیر رقم صرف کی ہو؟

سوسائٹی نے سیلاب زدوں کی امداد پر ۳۸۵۷۶۹ روپیہ اور زلزلہ زدگان کی امداد پر ۲ ہزار روپیہ خرچ کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ملک بھر میں کوئی اور مجلس بھی ہے جس نے سیلاب و زلزلہ کے مصیبت زدوں کی تکلیفوں کو رفع کرنے کے لئے اتنی وسیع مالی امداد دی ہو۔ غرضیکہ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۴ء تک سوسائٹی مذکور ۹ لاکھ ۶۸ ہزار ۷۰۰ روپیہ ازالہ امراض و مصائب میں صرف کر چکی ہے اور اگر اسکے پاس کافی روپیہ موجود ہو تو وہ اپنی مفید سرگرمیوں کو اور بھی وسعت دے سکتی ہے۔

سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن

سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن کی امتیازی خصوصیت بیماروں اور زخمیوں کی تیمارداری اور ابتدائی امداد (فسٹ ایڈ) ہے۔ ہز میجسٹی ملک معظم آرڈر آف سینٹ جان کے ساورن ہیڈ (شاہی افسر اعلیٰ) ہیں۔ ہندوستان کی شاخ ایسوسی ایشن مذکور نے

بھی ہندوستان میں اپنے ٹھوس اور خاموش کام کی وجہ سے نمایاں امتیاز حاصل کیا ہے۔ ہندوستان کے وسیع ملک میں جہاں ہزاروں میں طب یا دایہ گری کی امداد میسّر نہیں آسکتی۔ ایسوسی ایشن اپنا دستِ اعانت شوق اور محبت سے بڑھاتی ہے۔ اُس نے جابجا ابتدائی امداد کی تعلیم کا انتظام کر رکھا ہے جس سے مردوں۔ عورتوں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو ضرب۔ چوٹ۔ زخم وغیرہ کے فوری علاج اور گھروں میں بیماروں کی تیمارداری کا ابتدائی طریقہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اس مدعا کیلئے جماعتیں ایک مدت سے جاری ہیں۔ اور حال میں لڑکیوں کیلئے بچے کی نگہداشت اور خبرگیری کا مضمون نصاب میں شامل کیا گیا ہے جو جملہ مراکز میں سکھایا جاتا ہے۔

فسٹ ایڈ اور تیمارداری کے طریقوں کی تعلیم کی اہمیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب خدانخواستہ آپ کے کسی عزیز کو کوئی حادثہ پیش آئے یا وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے۔ اور آپ اپنے آپ کو اُس کی مدد کے ناقابل پاکر مغموم و بے بس ایک طرف کھڑے ہوں۔ اسلئے کہ آپ نہیں جانتے کہ اسکی تکلیف کو کیونکر رفع کیا جاسکتا اور اُسکی زندگی کو کیونکر بچایا جاسکتا ہے۔ ایمبولنس کی تعلیم آپ کو اس قابل بنا دے گی کہ آپ جسمانی تکالیف کے وقت اپنے بھائیوں کی مدد کر سکیں۔ ان کو دکھ اور درد سے محفوظ رکھ سکیں اور بیماری میں انکی تیمارداری کر سکیں ۔

ایسوسی ایشن اپنے مقرر کردہ مرکزوں کے ذریعہ سکولوں۔ کالجوں۔ ریلوے ملازموں۔ کان کنوں۔ فوجیوں۔ کارخانوں۔ ملوں اور کلبوں وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ہر ایسی جماعت کیلئے جو چند افراد کو یکجا جمع کر سکے لیکچروں اور امتحانوں کا انتظام کرتی ہے گذشتہ دس سال کے وقفہ میں ایسوسی ایشن کے کام نے پنجاب میں خاص اہمیت حاصل کر لی ہے ایسوسی ایشن نے اس دوران میں ۶۹ ہزار ۸۱ روپے فراہم اور ۹۱ ہزار ۷۶۶ روپیہ خرچ کیا۔ ایسوسی ایشن کے اس وقت ۴۸ مرکز ہیں جنکے ممبروں کی کل تعداد ۹۶۰۱ ہے۔ اس عرصہ میں صوبہ کے تمام حصوں میں ۵۰۰۶۰ افراد کو جن میں ریلوے۔ پولیس۔ جیل۔ جرائم پیشہ اقوام کے افراد۔ سکول کے لڑکے اور لڑکیاں اور مقامی ایسوسی ایشنوں کے ارکان بھی شامل ہیں ایمبولنس مضامین کی تعلیم دی گئی ۔

ایمبولنس کے کام کی تعلیم و تربیت کو فروغ دینے کی غرض سے مردوں اور عورتوں کیلئے صوبائی مقابلے لاہور میں ہر سال منعقد کئے جاتے ہیں اور دو مواقع پر آل انڈیا ایمبولنس مقابلوں کا بھی صوبہ ہذا میں انتظام کیا گیا۔ تربیت یافتہ کارکنوں نے صوبہ بھر میں میلوں اور دوسرے جلسوں میں اپنے حافظ فرائض کے ادا کرکے ہر طرح کی امداد دی۔ ہڑپہ کے ریلوے تصادم میں ایمبولنس کے کارکنوں نے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ کانگڑہ۔ جالندھر۔ امرتسر اور گورداسپور کی ضلاعی شاخوں نے ملیریا کے دنوں میں جادو کی لالٹینوں کے ذریعہ لیکچر دئے اور کونین و پمفلٹ مفت تقسیم کئے ۔

سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن کی سرگرمیاں اس قدر مفید اور کارآمد سمجھی گئی ہیں کہ صوبہ کے ہر حصہ میں اُس کی تعلیم کی توسیع کی بیش از بیش ضرورت بھی جا رہی ہے جس کی تکمیل سرمایہ کے ناکافی ہونے کی وجہ سے صرف جزوی طور پر ہی ہو سکتی ہے اگر آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہو جائے تو ایسوسی ایشن کی پراونشل شاخ اپنی سرگرمیوں کو بہت وسعت دے سکتی ہے ۔

کاؤنٹس آف ڈفرن فنڈ

لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند کی اہلیہ محترمہ کاؤنٹس آف ڈفرن نے یہ فنڈ ۱۸۸۵ء میں جاری کیا تھا۔ فنڈ مذکور کے مقاصد دوگونہ ہیں یعنی طبی تعلیم اور طبی امداد۔ اول الذکر مقصد میں عورتوں کیلئے زنانہ ڈاکٹروں۔ ہاسپیٹل اسسٹنٹوں۔ نرسوں اور دائیوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق انتظامات شامل ہیں اور آخر الذکر مقصد میں زنانہ ڈاکٹروں کی زیر نگرانی زنانہ ہسپتالوں کا قیام موجودہ زنانہ شفاخانوں میں زنانہ وارڈ اور لیڈی ڈاکٹروں کا انتظام اور زنانہ ہسپتالوں اور پرائیویٹ گھروں میں تعلیمیافتہ زنانہ نرسوں اور دائیوں کی بہم رسانی شامل ہیں۔ اس وقت فنڈ مذکور کی ایک شاخ انگلستان میں اور ۱۲ شاخیں ہندوستان میں قائم ہیں یہ تمام ادارے اور شاخیں خواتین ہند میں طبی امداد کی توسیع و ترقی کے لئے حتی الامکان کوشاں ہیں۔ ان اداروں کے مقاصد اس قدر وسیع اور انکے ارادے اس قدر شاندار ہیں کہ انکی تکمیل کیلئے بیشمار روپیہ درکار ہے لیکن افسوس ہے کہ قلت سرمایہ کی وجہ سے ان کی سرگرمیاں ایک بڑی حد تک محدود رہی ہیں۔

فنڈ مذکور کی پنجاب برانچ بھی جس کا قیام مرکزی ادارہ کے ساتھ ہی عمل میں آیا تھا پوری سرگرمی اور اخلاص کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں اس نے زنانہ ڈاکٹروں کی بہم رسانی میں اپنے مقدور بھر کمال کر دکھایا ہے۔ باوجود قلت سرمایہ کے اس نے ہمیشہ زنانہ ڈاکٹروں اور نرس دائیوں کی تعلیم میں مستقل امداد دی ہے۔ اس کی بدولت بہت سے زنانہ ہسپتالوں کی بنیادیں مضبوط ہوگئی ہیں جنکو اگر فنڈ مذکور سے امداد نہ ملتی تو وہ مدت کے بند ہو چکے ہوتے۔ لیڈی ایچیسن ہاسپٹل لاہور سے طبقہ نسواں اور بالخصوص پردہ نشین خواتین خاص طور پر مستفید ہو رہی ہیں اور اسکے قیام و استحکام کیلئے فنڈ مذکور سے باقاعدہ طور پر مالی مدد دی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر فنڈ مذکور کو قلت سرمایہ کی شکایت نہ رہے اور پبلک اسکی طرف زیادہ فیاضی سے متوجہ ہو تو صوبہ کے طبقہ نسواں کی نہایت گرانقدر طبی خدمات انجام دے سکتا ہے۔

انڈین آرمی بنیولنٹ فنڈ

یہ فنڈ ستمبر ۱۹۲۳ء میں ہندوستانی فوج کے سابق مصافی یا غیر مصافی افراد اور متوفی سپاہیوں کے ان لواحقین کو زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے قائم کیا گیا تھا جنکو کسی دوسرے فوجی امدادی سرمایہ سے مدد نہیں مل سکتی تھی۔ ہندوستانی فوج کیلئے اس سرمایۂ اعانت کا انحصار ان کفالتوں کے سود پر ہے جو خاص اسی قسم کی اغراض کیلئے خریدی گئی تھیں اور جو اسی نوع کے امدادی کاموں کیلئے وقف ہیں۔ خود گورنمنٹ بھی اس فنڈ میں ہر سال ۶ ہزار ۵۰۰ روپیہ عطا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انڈین سولجرز بورڈ کی طرف سے ہر چھ مہینے کے بعد ۸ ہزار کی رقم فنڈ مذکور میں شامل کی جاتی ہے۔

انڈین آرمی بنیولنٹ فنڈ کے نتائج عظیمہ کا کچھ اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سے یہ فنڈ قائم ہوا ہے ۱۳ لاکھ سے

زائد روپیہ مصافی اور غیر مصافی فوجیوں اور متوفی سپاہیوں کے لواحقین میں تقسیم کیا جا چکا ہے جس کا بیشتر حصہ پنجابی سپاہیوں اور ان کے لواحقین کے حصہ میں آیا ہے۔ فنڈ مذکور کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ ہندوستانی فوج کی مختلف رجمنٹیں بھی اس کو امداد دیتی رہتی ہیں۔ فوجی حلقوں میں اسکو ایک بے بہا نعمت خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ فنڈ قائم نہ ہوتا۔ تو مستحق امداد فوجیوں اور انکے لواحقین کو کس قدر تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا۔

گذارش

ان اداروں کے مختصر حالات سے یہ واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ عمل میں ہندوستانی پبلک کی کس قدر اہم اور عظیم الشان خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اُن کا دائرہ خدمت آبادی کے کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں۔ بلکہ اُن سے ہر درجہ و رتبہ کے مرد۔ عورتیں اور بچے مختلف پیرایوں میں مستفید ہو رہے ہیں۔ بیماروں، زخمیوں۔ کمزوروں۔ لاچاروں معذور الخدمت فوجیوں اور اُن کے لواحقوں۔ زچاؤں اور نوزائیدہ بچوں۔ زلزلہ سیلاب اور وباؤں کے مصیبت زدوں کی طبی امداد و حفاظت اور اس مدعا کیلیے شفاخانوں۔ درسگاہوں اور دیگر اداروں کا قیام و استحکام ایسی باتیں ہیں۔ کہ ان سے بڑھ کر کوئی چیز آپکے مال و دولت اور خیرات کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ اور آپ تسلیم کریں گے کہ اعلیحضرت شہنشاہ معظم کی سلور جوبلی کی تقریب سعید کو بہترین طریق پر منانے کی اس سے بہتر اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ان اداروں کی جی کھولکر مدد کیجائے جو مختلف طبقات رعایا کی متذکرہ صدر خدمات نہایت اخلاص اور سرگرمی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ "حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ کے سلور جوبلی فنڈ" کی امداد حقیقت میں انہی اداروں کی امداد ہے اسلئے اس فنڈ میں جو روپیہ موصول ہوگا۔ اس سے انہی خیر خلائق اداروں کو تقویت دیکر اُن کے کاموں کو وسعت دیجائیگی پس آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ خود اپنا دست اعانت فنڈ مذکور کی طرف فیاضی سے بڑھائیں۔ اور اپنے عزیزوں۔ دوستوں اور شناساؤں کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ جیسا کہ حضور گورنر بہادر پنجاب نے اپنی اپیل میں فرمایا ہے کہ اس فنڈ میں چندہ دینے سے آپ نہ صرف اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دینگے۔ بلکہ ایک بہت بڑے اور نیک کام میں امداد و اعانت کی مسرتوں سے بہرہ اندوز ہونگے :۔

جوبلی فنڈ کے لئے چندہ کی فہرست کھول دی گئی ہے اور صوبہ کے تمام اضلاع میں اس کی وصولی کا انتظام کیا گیا ہے۔ چندے براہ راست میجر آر۔ ٹی۔ لارنس۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ سی آنریری خزانچی "ہز میجسٹیز سلور جوبلی فنڈ" (پنجاب برانچ) گورنمنٹ ہاؤس لاہور یا فنڈ مذکور کی کسی ڈسٹرکٹ برانچ کے سکرٹری کو بھیجے جا سکتے ہیں۔ ہر چندہ کی رسید دی جائے گی :۔

مختصر افسانہ نویسی

(از شیخ خادم محی الدین صاحب ایم اے ڈی لیکچرار گورنمنٹ کالج لائل پور)

بیسویں صدی کے علم ادب کی نمایاں خصوصیت تین اصناف ادب میں پائی جاتی ہے۔ یعنی (۱) ناٹک (۲) فن ادارت اور (۳) مختصر افسانے۔

آخرالذکر کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ مسٹر پوکوک کے قول کے بموجب "اگر وہ تمام مختصر افسانے جو سالانہ لکھے جاتے ہیں۔ ایک سیدھے خط پر قطار باندھ کر رکھ دیئے جائیں تو وہ لندن کے بازار فلیٹ سٹریٹ سے مریخ سیارے تک جا پہنچیں۔"

فی زمانہ مختصر افسانہ کا لکھنا بجائے خود ایک فن قرار دیا گیا ہے۔ اور اس فن پر بھی اب ایک ضخیم مواد کتابی صورت میں پیدا ہو گیا ہے۔

مختصر افسانوں کی ہستی انگریزی قصوں تک ہی محدود نہیں رہی۔ بلکہ وہ ہر زبان میں کم و بیش رُونما ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اب اُردو ہندی اور پنجابی میں بھی کوئی رسالہ اُٹھا کر دیکھئے۔ افسانے اس کی ایک نمایاں اور امتیازی ہستی ہیں۔ اُردو کے اخبارات کی فروخت کا ماز یہ ہے کہ کم و بیش ہر اخبار کا دفتر اپنی ایک جداگانہ سنڈے ایڈیشن افسانوں کی نکالتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہذب انسان کو اس صنفِ ادب کے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔

مختصر افسانہ کیا چیز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ علم ادب کی ایک ایسی صورت ہے جس کا مقصد ہمارے محسوسات اور جذبات کو اُبھارنا ہے۔ کوئی افسانہ مکمل نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ وہ ہمیں مسرت، سکون، شادمانی اور تسلی سے لبریز نہ کر دے یا وہ حسرت، رنج، قہقہہ، غصہ، ہمدردی اور محبت کے جذبات قارئین کے دل میں پیدا نہ کرے۔

مختصر قصہ نویس، اس فن کی خاص قیود کے پابند ہوتے ہیں۔ قصے کی بناوٹ کے اصولوں سے واقف ہوتے ہیں۔ رومانیت اور اصلیت کے معانی کو سمجھتے ہیں۔ سرشتِ انسانی سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ ورنہ اس کے بغیر قصے کی وہ رنگ آمیزی جس پر اصلیت کا دھوکا ہو پیدا نہیں ہو سکتی۔

قصہ نویسی کے موٹے موٹے اصول یہ ہیں۔ کہ اوّل ہر افسانہ کسی نہ کسی مقصد کے ماتحت لکھا جاتا ہے۔

اور وہ مقصد ہمیشہ ایک فرد واحد دو یا زیادہ سے زیادہ تین افسانوں سے تعلق رکھتا ہے برخلاف اس کے ناول میں ہمیشہ اس سے زیادہ آدمیوں کی سرگزشت کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس مقصد میں تو کسی مہم کا سر کرنا ہوتا ہے۔ یا کسی شخص کے ساتھ کوئی جد وجہد کرنی ہوتی ہے۔ یا کسی کام سے باز رکھنا متصور ہوتا ہے۔ یا اسے کسی کام پر مجبور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا دشمن کو زک دینے اور اس پر غالب آنے کا خیال درپیش ہوتا ہے۔ غرض مقصد کے بغیر کوئی قصہ نہ ہونا چاہئے۔

دوسرا ضروری اصول یہ ہے کہ ہر قصے میں واقعات کی ایک نہ ایک زنجیر ہوتی ہے۔ جسے اصطلاح میں پلاٹ کہا جاتا ہے۔ قصے کی کامیابی اس کے پلاٹ کی ندرت، پیچیدگی، دلچسپی اور ترتیب پر مبنی ہے۔ یہاں تک کہ بعض قصص محض پلاٹ کے قصے ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اگر پلاٹ کی ترتیب میں واقعات کا لحاظ ایسے طور سے رکھا گیا ہو کہ وہ بعید از قیاس بھی معلوم نہ ہوں۔ اور دلچسپی کا عنصر بھی ان میں موجود ہو۔ تو یہ قصے کی کامیابی ہے۔ مؤثر پلاٹ کے لئے افسانہ نویس کے روزنامچے میں خیالات اور واقعاتِ نادرہ یا روزمرہ کا ایک باقاعدہ اندراج ہونا ضروری ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ہمیں واقعاتِ حاضرہ کا مشاہدہ ہی کافی ہے۔ بشرطیکہ ہم نے اپنے دماغ کو افسانہ کے فیشن پر کام کرنا سکھ لیا ہو۔ اس کے لئے تھوڑی سی تربیت بکار ہے۔ پلاٹ ڈھونڈنے کے لئے بہت سے ماخذ موجود ہیں۔ مثلاً مقامات۔ تذکرے۔ خونخوار حیوانات تواریخ۔ موٹر۔ ریل۔ کلب۔ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ۔ خواب۔ عجیب وغریب لباس۔ سرائے۔ ہوٹل۔ سنسان میدان۔ اغلاط۔ ہنسی مذاق۔ اخبارات۔ باغ۔ جواہرات۔ بازار۔ کتب خانے۔ اقوال۔ ساحلِ سمندر دکانات۔ گھوڑ دوڑ۔ سفرنامے۔ وصیت نامے وغیرہ۔ غرض دنیا کا ہر واقعہ اور مشاہدہ افسانے کی غرض سے توڑ مروڑ کر مرتب کیا جاسکتا ہے۔

دیکھا جائے تو اخباری دنیا میں روزمرہ ہمیں جرائم۔ اسرار۔ رپورٹ۔ اور مضامین کا ایک انبار دستیاب ہوسکتا ہے۔ جسے ہم قصے کا پلاٹ بنا سکتے ہیں۔

پلاٹ ہمیشہ نادر ہونا چاہئے۔ اس میں نازک مواقع کا خاص لحاظ ضروری ہے۔ تا آنکہ تمام ایسے واقعات ایک مسلسل زنجیر بن جائیں۔ اور بالآخر ایک ایسے بلند مقام پر ختم ہوں۔ جسے اصطلاح میں قصے کی چوٹی کہا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اگر پلاٹ میں اگر کوئی خفیہ معاملہ پنہاں ہے۔ تو وہ چوٹی پر پہنچنے کے بعد آہستہ آہستہ طشت از بام ہونا چاہئے۔ تاکہ پڑھنے والے کے دل میں طمانیت موجزن ہو۔

قصے کی چوٹی، پلاٹ کا آخری سرا ہوتا ہے۔ جو افسانے کے جسم کا ایک ضروری جزو ہے۔ اس کے بعد انجام میں قصے کا نشیب ہوتا ہے۔ ابتدا میں یا تو کوئی واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یا کسی فضا کا ذکر ہوتا ہے۔

یا کسی شخص کے کردار کا اشارہ ہوتا ہے۔ قصّے کے آغاز۔ انجام اور درمیانی حصّے یعنی جسم میں دلچسپی کا عنصر لگاتار موجود رہنا چاہیئے۔ ورنہ پڑھنے والا اس سے مسرور نہیں ہوگا۔

افسانے کا تیسرا اصول کردار نگاری ہے۔ زن ومرد کے افعال کا روزانہ مشاہدہ ان کے کردار کو بخوبی واضح کردے سکتا ہے۔ ہر کیرکٹر یعنی فردِ قصہ کو مؤثر بنانے کی کوشش ضروری ہے۔ ہمارے علم ادب میں ایسے افراد قصہ اب تک ہمارے ذہن میں گھوم رہے ہیں۔ گویا وہ اصلی زن ومرد ہو گزرے ہیں۔ مثلاً فسانہ آزاد میں خوجی۔ توبتہ النصوح میں مرزا ظاہر دار بیگ۔ مراۃ العروس میں اصغری خانم اور اکبری خانم۔ کردار نگاری کا رازیہی ہے کہ قصہ نویس زن ومرد کی گفتگو اور ان کی حرکات کو نہایت غور سے دیکھتا ہے۔ اور خود ان لوگوں کے ساتھ بات چیت میں شریک ہوتا ہے۔ انگریزی ناول نویس ڈکنز بسا اوقات کوچوانوں۔ ہوٹل کے ملازموں اور اسی قبیل کے کم رتبہ لوگوں میں بلا تکلف ملتا جلتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج انگریزی ادب میں ڈکنز کے افرادِ قصہ لوگوں کے دماغوں میں زندہ موجود ہیں۔

کردار نگاری کو مؤثر بنانے کے لئے انسانی سرشت کا عمیق مطالعہ ضروری ہے۔ اور اگر علم النفس سے قدرے واقفیت ہو تو اور بھی مفید ہے۔

مندرجہ بالا اصولوں کے علاوہ افسانہ نویسی کے لئے ایک اور ضروری قابلیت بکار ہے۔ اور وہ ہے زبان پر قدرت یعنی جس زبان میں قصہ لکھا جائے۔ اس کا پورا ملکہ ہو۔ بعض لوگوں کے پاس قصّے کا پلاٹ تو موجود ہوتا ہے۔ لیکن اپنے خیالات کا اظہار کرنا نہیں جانتے۔ برعکس اس کے بعض کو زبان پر پورا ملکہ ہوتا ہے۔ لیکن انہیں پلاٹ کے خیالات نہیں سوجھتے یا وہ انہیں مرتب کرکے پیش نہیں کرسکتے۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ جب ایک فرد قصہ یا ایک واقعہ پیش کرنیکے لئے موجود ہو تو اس کا تعلق کسی دوسرے فرد یا واقعہ کے ساتھ ایسے طریق سے قائم کرنا چاہئے کہ دونو میں ایک قسم کی مزاحمت پیدا ہو۔ اصطلاح میں اس عمل کا نام قصّے کی پیچیدگی ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص اپنی محبوبہ سے محبت کرتا ہے اور یہ بیان کیا جائے کہ اس سے اس کی شادی ہو جاتی ہے تو قصّے کی دلچسپی کہاں رہی؟ ایسی صورت یہ محض ایک تذکرہ کہلائیگا۔ اغراضِ قصہ کے لئے ضروری ہوگا کہ ایسے شخص کے راستے میں رکاوٹیں حائل ہوں جنہیں وہ اپنی مردانگی کے بل پڑیا اور واقعات اور توتوں کی مدد سے اپنے راستے سے دُور کرے۔ ان مشکلات کو پیش کرنا اور انہیں حل کرنا قصہ نویس کا کام ہے۔

مندرجہ بالا اصولوں کے علاوہ بعض اور ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق افسانہ نویسی سے ہے۔ مثلاً قصہ میں گفتگو کا عنصر مقامی زبان کا استعمال اقسام افسانہ (مثلاً عشقیہ کرداری سراغ رسانی مزاحیہ پُراسرار کارنامے وغیرہ) افسانے میں تمثیلی (یعنی ناٹک کا) عنصر۔ غرض ایک فن کی حیثیت سے افسانہ نویسی میں بہت سی مشکلات اور پیچیدگیاں ہیں جن کا علم اس فن کی مشق ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے ؎

جذباتِ رازؔ احسنی

(از حضرت قبلہ رازؔ احسنی سہسوانی مدظلہٗ)

تابعِ گردشِ ایام ہُوا جاتا ہے
آدمی ہم صفتِ جام ہُوا جاتا ہے

خوفِ گلچیں سے مرا کام ہُوا جاتا ہے
آشیانہ بھی مجھے دام ہُوا جاتا ہے

آنکھ ملتے ہی مرا کام ہُوا جاتا ہے
یعنی آغاز ہی انجام ہُوا جاتا ہے

بند کرتے ہیں لحد میں مرے احباب مجھے
سدِ بابِ غم و آلام ہُوا جاتا ہے

دردِ دل ہے متوجہ رگ و پے کی جانب
پہلے مخصوص تھا اب عام ہُوا جاتا ہے

موت کے بعد ہو پھر کچھ بھی قیامت برپا
ہم کو فی الحال تو آرام ہُوا جاتا ہے

آئی ہے شامِ الم صبحِ قیامت بن کر
اختتامِ سحر و شام ہُوا جاتا ہے

مختصر یہ ہے کہ جاتی ہے مری جانِ حزیں
قصۂ کوتاہ مرا کام ہُوا جاتا ہے

ہائے اُس پیکرِ تمکین و حیا کی مشکل
پردے پردے میں جو بدنام ہُوا جاتا ہے

بے حجابی ترے جلووں کی جو ظاہر کر دوں
منظرِ طور ابھی عام ہُوا جاتا ہے

رازؔ اُس بُت کی خوشامد سے نہیں کچھ حاصل
کہیں اِن باتوں سے وہ رام ہُوا جاتا ہے

متروک الفاظ

(از خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی)

زبان کا تحفظ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جن الفاظ کو فصحائے حال ترک کرتے جاتے ہیں۔ اُن کو تمام شعرا اپنے اپنے کلام سے خارج کرتے جائیں۔ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مضافات لکھنؤ کی شاعری اس واسطے ترقی پذیر نہیں ہوتی کہ اہل لکھنؤ پسند نہیں کرتے کہ وہ لوگ متروکاتِ حال سے بیخبر ہیں اور بعض واقف بھی ہوتے جاتے ہیں تو بھی ہٹ دھرمی سے اساتذہ قدیم کی مثال پیش کرکے اپنی جان بچاجاتے ہیں۔ اس تساہلی سے انکا کلام بےمزہ اور بےنمک ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا یہ دستور تھا کہ جب سرِ مشاعرہ کوئی اُنکو ٹوکتا اور متروک الفاظ سے اجتناب کی ہدایت کرتا تو وہ قدیم پارینہ یعنے اساتذۂ قدیم کی مثال پیش کرکے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرتے۔ اب جاننا چاہیئے کہ متروکات کیوں قائم کئے جاتے ہیں۔ جب کسی لفظ کو ثقیل یا غلط یا بہ اعتبار استعمال کم استعمال سمجھ کر لوگ ترک کرتے جاتے ہیں اور اُس کا استعمال کم ہوتے ہوتے عام کی زبان سے خارج ہوجاتا ہے تو اساتذہ شعرا اس کو ترک کردیتے ہیں۔ بعض محاورے بھی ترک ہوجاتے ہیں۔ حقیقت میں زبانِ اُردو اس قدر جلد جلد ترمیم قبول کررہی ہے جس کا علم تمام شعرائے ہند کو مشکل سے ہو سکتا ہے۔ امیرؔ۔ داغؔ۔ جلالؔ اور تسلیمؔ کے وقت کے بہت سے الفاظ اور بہت سے محاورے ترک ہوچکے اور ترک ہوتے جاتے ہیں جس کی خبر عام شعراء کو نہیں ہوتی۔ اِس فن میں ایک مختصر کتاب اصلاحِ زبان اُردو تالیف کرکے چھپوا چکا ہوں۔ لیکن وہ تمام متروکات پر حاوی اور جامع نہیں ہے۔ ایسی کتاب کی شعرا کے لئے بہت ضرورت ہے۔ اگر وقت ملا تو میں ضرور اس کی تکمیل کرونگا۔ بعض متروکات کا ذکر اِس وقت کرتا ہوں اور اُن الفاظ کا ذکر کیا جائیگا جو اپنے محل کے خلاف استعمال ہوگئے ہیں مع بیان تعقید لفظی وغیرہ۔ ابھی تھوڑا زمانہ ہوا کہ لوگ علامتِ اضافت کو محذوف کرکے اس طرح کلام کرتے تھے۔ اِس فکر کو کیا کہئے اُس ہاتھ کو کیا کہیئے جیسے شعر کہاں جاتا ہے۔ اپنی فکر سے اِس چشم کا مضمون ہے۔ یقین ہے صید ہو ڈالا ہے۔ گھوڑا ہم نے آہو پر اس میں اِس چشم کا مضمون ہے اب اس قسم کے جملے لوگوں کی زبان سے خارج ہوگئے ہیں اس طرح بولتے ہیں۔ اسکی چشم کا مضمون۔ اسی طرح اسکی فکر کو کیا کہئے اس کے

شعر

نہیں ہے ایک طرح سب طرف سے دل روشن ۔۔۔ اندھیرا رہتا ہے پائے چراغ کے نزدیک

ایسے موقع پر نزدیک نہیں بولتے نیچے کہنا چاہئے۔

ہوں وہ جانباز میں آیا تو پئے استقبال تیر ترکش سے چلا میان سے خنجر باہر
ایسے موقع پر خنجر باہر نہیں بولتے' خنجر نکلا کہنا چاہئے۔ شعر
یہ ہم جلیس یہ ہمدم ہیں بزمِ ہستی تک لحد میں کوئی کسی کا شریک حال نہیں
ہم جلیس غلط ہے' جلیس ہم نشیں کو کہتے ہیں۔ شعر
حشر کرنے کو کہتے ہو اچھا بعد کیا ہوگا پھر قیامت کے
دوسرے مصرع میں تعقید لفظی ہے۔ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔
مصرع پھر قیامت کے بعد کیا ہوگا شعر
روسیہ دشمن کا یوں پاپوش سے بیجے فگار جیسے سلہٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا
فارسی ترکیب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب موصوف پہلے آتا ہے تو اُسے اضافت ضرور ہوتی ہے جیسے لب سُرخ' برگِ سبز اور ایسی اضافت کا فک ناجائز ہے۔ اس لئے روئے سیاہِ دشمن کہنا چاہئے۔ یا دشمن کا روئے سیاہ کہیں قدما ایسی ترکیب جائز رکھتے تھے' اب احتیاط کی جاتی ہے۔ شعر
بھاگو نہ مجھ کو دیکھ کے بے اختیار دُور لے کود کاں ابھی تو ہے فصلِ بہار دُور
فارسی جمع کو قدما بے عطف و اضافت لکھتے تھے۔ آجکل ناجائز ہے۔ شعر
پئے گلگشت جو وہ طفلِ دبستاں ہو جائے بوستاں دفترِ اوراق پریشاں ہو جائے
گلگشت ہو جانا محاورہ نہیں' نہ پئے گلگشت ہو جانا بولتے ہیں۔ بلکہ پئے گلگشت جانا' پئے گلگشت آنا مستعمل ہے۔ احتیاط چاہئے۔ شعر
زلزلہ میں ہے زمینِ لحدی آٹھ پہر مر کے بھی چین میسر نہیں بیتابی سے
زمین لحدی کی ترکیب غلط ہے' زمین لحد' یا لحدی زمین کہہ سکتے ہیں۔ مغربی ہند میں ایک صورت استعمال اور بھی ناجائز رائج ہو چلی ہے۔ یعنی دو عربی الفاظ کے درمیان میں جب ترکیب واقع ہوتی ہے تو قاعدہ یہی چاہتا ہے کہ الف لام اضافہ کیا جائے۔ جیسے شفاالملک ملک الشعرا لیکن لوگوں نے اسی ترکیب کو بے فک اضافت سے بولنا شروع کیا ہے۔ نظام دین نور دین عزیز دین یہ صورت بھی خلافِ فصاحت ہے' مشرقی ہند میں نشہ اُترنا کو نشہ پھٹنا بولتے ہیں۔ یہ بھی خلافِ محاورہ ہے۔ قدموں پر گرنے کو قدم پر گرنا بولتے ہیں۔ وہاں کا لفظ بغیر عطف و اضافت لوگ لکھ جاتے ہیں جیسے وہاں پر حسینوں کے آیا کلام۔ یہ صورت استعمال غلط ہے۔ ایسے موقع پر دہن بولنا چاہئے یا ترکیب فارسی جیسے دہانِ شیریں یا شیریں دہان وغیرہ وغیرہ' بعض لوگ خندیدگی کو خندگی بولتے ہیں یہ بھی غلط ہے +

غزل

از نواب عزیز یار جنگ بہادر (عزیزؔ)

نہیں عہد تیرے وفا ہونے والے
یہ ہیں حرفِ مُدغم جدا ہونے والے

تمہیں سے شکایت ہے مجھ کو تمہیں سے
تمہیں بے سبب ہو خفا ہونے والے

یہ دو دن کی ہے میرے انکے جدائی
ملینگے دوبارہ جُدا ہونے والے

وجودِ عناصر قفس ہے الٰہی!
پھنسے ہیں اسی میں رہا ہونے والے

یہی دو ستم کش ہیں دل بھی جگر بھی
شہیدِ خدنگِ ادا ہونے والے

رہینگے مرے دل میں ارمان میرے
زباں سے نہیں وہ ادا ہونے والے

سزاوارِ بخشش وہی لوگ نکلے؟
پشیمان روزِ جزا ہونے والے

نگاہیں تمہاری ہوں یا میری آہیں؟
یہ ناوک نہیں ہیں خطا ہونے والے

بتوں کی محبت میں اللہ جانے
ابھی اور صدمے ہیں کیا ہونے والے

وہ کیا جانیں رسمِ وفاو محبت
ذرا کی ذرا میں خفا ہونے والے

مرا ذکر آیا تو ہنس کر وہ بولے
بہت دیکھے ایسے فدا ہونے والے

دیارِ عدم میں نمائش سے حاصل؟
خودی کو مٹا دے فنا ہونے والے

گرہ انکے دل کی ہو یا میرے دل کی
یہ عقدے ہیں مشکل سے وا ہونے والے

ہمیں تھے محبت میں کیا اک ہمیں تھے
گرفتار دامِ بلا ہونے والے

عزیزؔ اعتبارِ محبت ہو کیونکر؟
ہوا خواہ بھی ہیں ہوا ہونے والے

شہد

(حکیم عیش امروہوی طبیب اعلیٰ صیغہ یونانی وویدک ۔ بڑا دواخانہ ۔ رنگون)

مٹھاس انسان کی طاقت و توانائی کے انجن کو چلانے میں کوئلے کا کام دیتی ہے۔ عضلات کی پرورش اور ان کی تقویت مٹھاس اور شیرینی ہی کے ذمے ہے۔ مگر مٹھاس مٹھاس میں بھی فرق ہے۔ کوئی مٹھاس گھٹیا ہے۔ جسم کے لئے مفید ہونے کے ساتھ کچھ ضرر اور نقصان بھی لئے ہوئے ہے۔ اور کوئی مٹھاس بڑھیا ہے۔ اور کوئی ایسی بڑھیا کہ فایدہ ہی فایدہ اور شفا ہی شفا ہے۔ مگر اس کے استعمال کو نہ جاننا یا اس میں غلطی کرنا مضرت و نقصان کا سبب ہو جاتا ہے۔

مجھے یہاں شہد کے عظیم الشان منافع کی طرف اس عام توجہ کو مبذول کرنا ہے۔ جسے یورپ کی پیٹنٹ (PATENT) دواؤں نے اپنی طرف ملتفت کر رکھا ہے۔ شہد تندرستی اور بیماری دونو حالتوں میں فایدہ مند ہے۔ شہد کے فائدوں کو سمجھانے کے لئے بالاختصار پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ مٹھاس یا شیرینی جسم کے اندر کس کام آتی ہے۔ ہمارے کھانے پینے کی اکثر چیزوں میں شکر موجود ہوتی ہے۔ گیہوں اور چاول جو ہم سب کی روزانہ غذا ہے ان میں بھی شکر ہے۔ ایسی غذاؤں کو غذائے نشائیہ یعنے نشاستے والی غذا کہتے ہیں۔ ایسی غذاؤں میں جو مٹھاس ہوتی ہے وہ معدے سے آنتوں میں پہنچتے ہوئے اور وہاں جذب ہوتے ہوئے شکر انگوری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر یہ شکر انگوری جگر میں ایک اور قسم کی شکر بن جاتی ہے۔ جس کا نام شکر کبدی ہے (GLYCOGEN) یہ شکر جو جگر میں بنتی رہتی ہے۔ جگر ہی میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ اور وہاں سے خون کے ایک ہزار حصے میں اس کا ایک یا ڈیڑھ حصہ بر فعل جگر کے ذریعے ملتا رہتا ہے۔ خون میں سے اسے عضلات یعنے گوشت کے اڈے جذب کرتے رہتے ہیں۔ وہاں سے یہ پانی یعنے پسینہ اور ہوا یعنے سانس بن بن کر نکلتی اور اڑتی رہتی ہے۔ ورزش۔ دوڑ دھوپ۔ اندرونی جوش۔ غیظ و غضب اور ہیجان کے بعد خون میں شکر کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس وقت جگر اس کی متناسب مقدار سے بھی زیادہ اس میں ملانے لگتا ہے۔ اس لئے کہ ایسی حالتوں میں اس کا خرچ بڑھ جاتا ہے۔ یعنے حرارت اور قوت زیادہ صرف ہونے لگتی ہے۔

(۱) پس شکر کا پہلا کام تو یہ ہے کہ یہ جسم میں حرارت و قوت پیدا کرتی ہے۔

(۲) اگر ضرورت سے زائد جسم کے اندر آجائے تو جگر میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور عضلات میں بھی کچھ اس کا ذخیرہ رہتا ہے۔ اگر جگر اور عضلات دونو جگہ کے گودام اٹ جائیں۔ اور شکر کے جمع ہونے کے لئے جگہ نہ رہے تو پھر شکر چربی میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ اور جسم موٹا پڑنے لگتا ہے۔ عضلات سے جب کام لیا جائے تو ان میں

اُس معمولی حالت سے جب محنت نہ کی جا رہی ہو۔ ساڑھے تین گُنی شکّر زیادہ کھپتی ہے۔

بہر حال ہمارے جسم کے اندر خواہ ہم خاموش پڑے ہوں یا سو رہے ہوں۔ کام برابر جاری رہتا ہے۔ خون دوڑتا رہتا ہے۔ غذا ہضم ہوتی رہتی ہے۔ غدود کی رطوبتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ غرضکہ زندگی کا کارخانہ جب سے کُھلتا ہے۔ موت وارد ہونے تک لمحے بھر کو بھی بند نہیں ہوتا۔ اور اس کارخانے کے کام کرنے والوں کی پرورش اور طاقت وقوّت کا ایک بڑا ذریعہ اور اُن میں گرمی و حرارت قائم رکھنے کا ایک بڑا سبب یہی شکّر ہے۔ اِس لئے قدرت نے کھانے پینے کی زیادہ تر چیزوں میں شکّر مِلا رکھی ہے۔

ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ شکّر شکّر میں بھی فرق ہے۔ شہد میں جو مٹھاس اور شکّر ہے۔ وہ بہت ہی اعلےٰ قسم کی ہے۔ شہد کی مکھیاں جب نباتات کے پھول پتوں سے رس چوستی ہیں تو وہ اُن کے معدے میں جاکر ایک خاص قسم کی شکّر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ گو اس میں شکّر نیشکری اور شکّر انگوری ایسی شیرینیوں کے اجزا بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ مرکّب شکّر تمام شیرینیوں سے اعلےٰ اور بڑی خوبیوں کی حامل ہوتی ہے۔ علاوہ بریں شہد میں نباتات کے وہ تازگی بخش جوہر بھی موجود ہوتے ہیں۔ جنہیں حیاتیں یا وٹامن کہا جاتا ہے۔ یہی شہد کو دوسری تمام شیرینیوں پر فوقیت بخشتے ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ شیرینی ہمارے جسم خصوصاً گوشت کی حرارت و قوّت کے لئے ضروری چیز ہے۔ تو ہمیں بہترین شیرینی استعمال کرنی چاہیئے۔ تاکہ جسم کا وہ سب سے اعلےٰ مضغۂ گوشت جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ یعنی دِل جسے کسی وقت بھی کام سے فرصت نہیں ہوتی۔ اور جس کو سب عضلات سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اپنی مرغوب غذا یعنے شیرینی میں سے بہتر و برتر شیرینی حاصل کر سکے۔ شدید ضعفِ قلب میں جب جسم سُوکھتا جاتا تھا۔ اور پرورش جسمانی میں بُری طرح فتور واقع ہو رہا تھا۔ شہد کے مناسب استعمال سے دل کی چال دُرست ہونے لگی۔ اور رفتہ رفتہ یہ قبر تک پہنچے ہوئے لوگ عضلات و اعصاب میں طاقت آ جانے سے واپس آ گئے۔ اور خوب ہٹے کٹے موٹے تازے ہو کر زندگی گزارنے لگے۔ ایسے گھرانوں میں جہاں ہارٹ فیلیور (HEART FAILURE) یعنے دل کی قوت قبل از وقت تمام ہو جانے کی شکایت چلی آتی ہو۔ شہد کی مناسب مقدار استعمال کرانا بہت کارآمد ثابت ہوا ہے۔ اکثر یہ استعمال ان گھرانوں سے ایسی شکایات کا سدِّ باب کر دیتا ہے۔

ابھی حال کا تجربہ ہے کہ پھیپھڑے کے ورم میں جسے نمونیا کہتے ہیں۔ ایک سیر شہد بیماری کے دوران مختلف صورتوں سے استعمال کرایا گیا۔ جو پتلی غذا دی جاتی وہ شہد ہی سے میٹھی کی جاتی۔ دواؤں میں بھی [illegible] دیا جاتا۔

نتیجہ یہ ہوًا کہ بیماری بہت جلد رفع ہو گئی۔ جب بلغم بہت چپکتا ہوًا ہو تو شہد اسے درست کرنے میں بے مثل ہے۔ کئی قسم کے بخاروں میں جب بیمار کو دُودھ یا شوربا ہی دیا جاتا ہے۔ تو شکر کا جسمانی ذخیرہ جلد ختم ہو جانے سے دوسرے مُہلک امراض اس ضُعف یا نقاہت کی حالت میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس وقت بھی شہد کا استعمال خاص طور سے فایدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ نیز ایسے تمام شدید امراض میں جن میں کہ دل کی قوت کے تمام ہو جانے (ہارٹ فیل ہونے) کا ڈر ہو۔ شہد قوتِ قلب کو بحال رکھنے اور اس کی روک تھام میں اچھا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

شہد میں جو مٹھاس ہے۔ وہ تمام مٹھاسوں سے زیادہ جلد جسم میں جذب ہونے کی قابلیت رکھتی ہے۔ کیونکہ قناہ ہاضمہ سے گزرتے ہوئے شہد میں تخمیر نہیں پیدا ہوتی۔ اس خاصیت کے سبب یہ بچوں کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ دُبلے اور کمزور رہتے ہوں۔

تپ دق میں بھی مناسب طریق سے اس کو استعمال کرنا مفید ثابت ہوتا ہے۔ سِل میں شکر یا چینی مُضر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے سِل کی کھانسی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ مگر شہد اکثر مفید ثابت ہوتا ہے۔ بچوں کی کھانسی میں صرف شہد چٹانے ہی سے اکثر فایدہ ہو جایا کرتا ہے۔

یونانی اطبّا کا وہ طریق علاج جو مرضِ فالج میں زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ آج کل کی تفتیش و تحقیق کی روشنی میں نہایت دانشمندانہ نظر آتا ہے۔ یعنے اطبّا مریضِ فالج کو سات یا نو روز تک ماءالعسل شہد اور پانی ایک خاص حد تک جوش دیکر استعمال کراتے ہیں۔ یہ دوا کا کام بھی کرتا ہے۔ اور غذا کا بھی قبض کو رفع اور رطوباتِ دماغیہ کا تنقیہ کر دیتا ہے۔ نیز اس سے عضلات و اعصاب کی پرورش بھی ہوتی رہتی ہے۔

تحقیقات نے فالج کے تین اسباب قرار دیئے ہیں۔

(۱) امتلاءِ عروق دماغ کے سبب کسی رگ کا پھٹ جانا۔ اور جریانِ خون ہونا۔

(۲) عروق دماغی سے آب خون تراوش پا جانے سے خون کا تسدّد یا سدّہ بن جانا۔ جسے سدّہ سکتیہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) تخثرالدم فی الاوعیہ یعنے دماغ کی کسی رگ میں خون کا لوتھڑا بن جانا۔ ہر ایک سبب اپنی علامات سے بہ آسانی پہچانا جاتا ہے۔ کیونکہ شہد سدّوں کو کھولنے والا اور بالخاصہ ملطف اور جلا کرنے والا ہے۔ اس لئے تسدّد اور تخثر دونو حالتوں میں مفید ہے۔ کیونکہ یہ جاذب اثر بھی کرتا ہے۔ اس لئے دماغی جریانِ خون اگر فالج کا سبب ہو۔ تو بھی فایدہ مند ہے۔ تلیین کے باعث اس علاج میں مُسہل و

حقنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔

شہد بہت قدیم زمانے سے دواءً استعمال ہوتا چلا آتا ہے۔ اور تمام الہامی کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ ابوالطب بقراط نے بھی اس کو دواءً استعمال کیا ہے۔ بقراط کی پیدائش سنہ ۴۶۰ قبل مسیح میں ہوئی ہے۔

قرآن شریف اور حدیث میں شہد کو شفا فرمایا ہے۔ جالینوس جو فن طب کے آٹھ اماموں میں سے ایک اور آخری امام ہے۔ (م سنہ ۲۰۰ء) کہتا ہے کہ اکثر امراض کے علاج میں شہد سے بہتر کوئی دوا نہیں اہل عرب شہد کو ملائی اور مکھن میں ملا کر استعمال کرتے رہے ہیں۔

شہد کے اقسام

جس قسم کے پھولوں کا رس مکھیاں چوستی ہیں۔ اسی قسم کا شہد بنتا اور اس کے افعال و خواص میں بھی اسی لحاظ سے جزوی فرق ہوتا ہے۔

جس طرح بعض آدمی بھنگڑ اور چرسی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض جگہوں کی مکھیاں بھی زہریلے پھول چوسنے کی عادی بن جاتی ہیں۔ مگر یہ شاذو نادر ہوتا ہے۔ طرابزون میں زہریلا شہد دیکھا گیا ہے۔

گاڑھا۔ نیم شفاف۔ ہلکا زردی مائل یا کسی قدر بھورا سیال (جو رکھنے سے بتدریج غیر شفاف ہو جاتا ہے) خوشبو والا اچھا شہد سمجھا جاتا ہے۔

موسم گرما کا شہد بہتر ہوتا ہے۔ اور موسم بہار کا اس سے بھی بڑھیا۔ ڈنگارے کے شہد سے چھوٹے چھتے کا شہد اچھا ہوتا ہے۔

عرب میں طائف کا شہد مشہور ہے +

دل نمبر

کی تیاری زور شور سے شروع ہے۔ اُمید ہے کہ میرے ناظرین کرام جلد اس نمبر کے دیدار سے مسرت اندوز ہونگے اور میں اپنے فرض سے سبکدوش!

مگر

جن دوستوں نے بموجب اعلان مندرجہ رسالہ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ اضافے کی رقوم دفتر رسالہ ہذا میں ارسال نہیں کیں۔ وہ جلد مرحمت کر دیں۔ ورنہ دل نمبر عہ کا انکی خدمت میں بذریعہ وی۔ پی روانہ ہوگا۔ اور باقی اصحاب کے نام پیڈ صورت میں۔ (مینیجر)

کلامِ نکہت

(جناب نکہت انصاری بدایونی)

اب کھلے گا طلسمِ زیست کا راز　　روح کرتی ہے جسم سے پرواز
چشمِ بینا کوئی کرے تو باز　　جلوہ فرما ہے وہ بصد انداز
راز رہتا ہے معرفت کا راز　　عقل کیا اور اس کی کیا پرواز!
ٹوٹتی ہے اُمیدِ آزادی　　ختم ہوتی ہے طاقتِ پرواز
کاروانِ حواس لوٹ لیا　　اُف ترے التفات کا انداز
موت سے پیشتر نہیں کھلتا　　رازِ ہستی ہے کس بلا کا راز
خود بخود سر جہاں بھی جھک جائے　　ہے وہی ان کا آستانۂ ناز
پلٹ آتی ہے خود ہی بن کے جواب　　گنبدِ عشق سے مری آواز
وہ کجا اور حسنِ دہر کجا　　اصل ہے اصل اور مجاز مجاز
پڑ رہی ہے جہاں میں ہلچل　　نالۂ ہجر تیری عمر دراز
خرمنِ ضبط اب خدا حافظ　　دل سے آئی وہ "آہ" کی آواز

نکہت اندازِ خامشی تیرا
فاش کر دے نہ عاشقی کا راز

اُردو گریمر کی ابتدائی تعلیم

(پنڈت درگا پرشاد صاحب جوشی بھولتھ)

کہا جاتا ہے کہ "کسی زبان کے سیکھنے کے لئے اُس زبان کی گرامر کا جاننا ضروری ہے"۔ مگر یہ مقولہ بہت حد تک درست نہیں۔ کیونکہ زبان پہلے بنتی ہے اور اُس کے قواعد بعد میں اخذ کئے جاتے ہیں۔ خصوصاً مادری زبان کی آموخت کے لئے تو اس کی چنداں ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ عوام اُردو زبان کی گرامر سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی بلاتامل صحیح اُردو بول سکتے ہیں۔ البتہ ایک منتہی کے لئے زباندانی کی تکمیل کی غرض سے زبان کے قواعد سے واقف ہونا ضروری ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ ابتدائی جماعات میں اُردو گرامر کیوں پڑھائی جاتی ہے؟ مذکورہ بالا صداقت کے اظہار کے بعد بھی اُن متوقع فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو ابتدائی جماعات میں اُردو گرامر کی تعلیم (بالواسطہ یا بلاواسطہ) سے اُردو زباندانی کی تزئین و ترقی کے لئے مقصود ہیں۔ مگر باعتبار نتائج و طرز تعلیم اِن فوائد کو اولین درجہ حاصل نہیں۔ کیونکہ اُردو گرامر کی بلاواسطہ تعلیم کے اثرات سکولوں کی چار دیواری تک ہی محدود رہتے ہیں۔ جو سکول چھوڑنے کے بعد بچوں کے دماغ سے فوراً زائل ہو جاتے ہیں۔ اُس سے باعتبار نتائج اُردو گرامر کی تعلیم کا شاید سب سے بڑا فایدہ جسے موجودہ صورت میں اوّلین درجہ حاصل ہے۔ غیر زبان کی آموخت کا ذریعہ ہونا ہے۔ کیونکہ چوتھے اور پانچویں درجوں کے طلباء کے ذہن اگرچہ اس خشک مضمون کے منطقیانہ مسائل کی تفہیم کا بارگراں اُٹھانے کے ناقابل ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ اُنہیں اگلے درجوں میں غیر زبان کی آموخت لازمی ہے۔ اس لئے چار و ناچار اُنہیں اس مکتب ارسطو میں زانوئے شاگردی تہ کرنا ہی پڑتا ہے۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ بچہ شروع شروع میں بالترتیب بولنا پڑھنا اور لکھنا سیکھتا ہے اور پھر چوتھی جماعت میں گرامر کی تعلیم شروع کی جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بچہ چوتھی جماعت سے پہلے تقریر اور تحریر کے ذریعے خیالات کے ظاہر کرنے کی قدرے مشق رکھتا ہے۔ جس پر کہ گرامر کی بُنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بڑا نقص یہ ہے کہ مبتدیوں کے سامنے اسے اُردو زبان سے علیحدہ ایک، کتاب کی صورت میں پیش کر کے ایسا ناخوشگوار منظر پیش کیا جاتا ہے کہ جیسے ایک شیر خوار بچے کو اُسکی

مادرِ مہربان کی گود سے جُدا کردیا جائے۔ اسی بلاواسطہ تعلیم کا یہ اثر ہے کہ گرامر کے خشک مسائل بچوں کو ہوا دکھائی دیتے ہیں اور وہ اُس کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ جس کا ظاہری نتیجہ سکولوں میں گرامر کی قریباً لاعلمی کی صورت میں عیاں ہیں۔ مزید برآں رائج الوقت ابتدائی اُردو گرامر کی کتب کی ترتیب و تشکیل میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ ان کی تصنیف و تالیف میں صرف اس بات کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ کہ بچوں کو کیا کچھ بتانا مطلوب ہے۔ اُنہیں دلچسپی اور جدت پیدا کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ ابتدائی اُردو گریمر کی مرّوجہ کتب میں جتنی کہ مطالعہ میں آئی ہیں کم و بیش مندرجہ ذیل نقائص پائے جاتے ہیں۔ اِن نقائص کے بیان کرنے سے پیشتر یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ اس نکتہ چینی سے میری غرض نہ تو کتب ہائے مذکورہ کے مصنفین پر طعن ہے اور نہ اظہار لیاقت۔ بلکہ اصلاحی جذبے سے متاثر ہوکر میں نے بادلِ ناخواستہ اس ناخوشگوار فرض کی ادائیگی کو اپنے ذمہ لیا ہے۔

(۱) اسباق کو بچوں کی دلچسپ زندگی اور اُن کی گذشتہ واقفیت سے وابستہ نہیں کیا گیا۔

(۲) کسی بھی سبق سے پہلے اُس کی ضرورت محسوس نہیں کرائی گئی۔

(۳) بعض جگہ تصوّر دلانے سے پہلے اصطلاحات بیان کردی گئی تھی۔

(۴) اسباق میں دلچسپی اور جدّت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

ان نقائص کی تصدیق کے لئے اس وقت میرے سامنے لالہ تیجرام صاحب ایم اے کی تصنیف کردہ ابتدائی اُردو گریمر ہے۔ جو اس وقت ریاست کپورتھلہ کے سکولوں میں رائج ہے۔ چونکہ ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب کی منظور کردہ ہے۔ اس لئے اُمید ہے کہ علاقہ انگریزی کے سکولوں میں بھی پڑھائی جاتی ہوگی۔

نقص مذکورہ ضمن نمبرا اس کے ہر ایک سبق سے عیاں ہے مثلاً سبق ۱ "جملہ کے تصوّر میں" ابتدائیوں کی ہے۔ کہ ایک لڑکا مدرسے سے آکر اپنی ماں سے کہتا ہے کہ اماں جی کھانے کے لئے روٹی دو" خیال فرمایئے یہ تمہید ایک ایسے مضمون کے پہلے سبق کی ہے۔ جو مبتدیوں کے سامنے بلاواسطہ طور پر پہلے دن پیش کیا جاتا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ایک انوکھی داستان روکھے بیان میں شروع کردی گئی ہے۔ بچہ بچارا کیا سمجھے کہ یہ کیا بھان متی کا تماشہ کھیلا جا رہا ہے۔ بعد میں کہیں جاکر پتہ چلتا ہے۔ کہ جملہ کی تعریف ہمارے دماغ میں گھسیڑنی مطلوب تھی۔ جملہ کی تعریف بیان کرنے کے بعد بھی توضیح نہیں کی کہ جملہ کس درد کی دوا ہوتا ہے۔ غلط جملہ اتنا بھدّا اور خلافِ قدرت ہے کہ نہ کبھی کسی کو بولتے سُنا اور شاید نہ کبھی سُننے میں آئے بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ "دو کے لئے کھانے روٹی اماں جی" ایسی مثال سوائے پریشانی کے اور کیا اثر پیدا کرسکتی ہے۔

ایسا ہی جملے کے دو بڑے اجزاء میں بلا ضرورت محسوس کرائے تصوّر دلانے کی جلدی کی ہے۔ اور بڑی ضرورت جو عام بول چال میں درکار ہے ذہن نشین نہیں کرائی گئی۔ کہ مسند الیہ جملہ میں پہلے آتا ہے اور مسند بعد میں تاکہ طلباء اتنا ہی سمجھ لیتے کہ ہم نے کچھ سیکھا ہے۔ اور فقرات بنانے میں اس سے امداد لینے کے قابل ہو جاتے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی سبق میں بھی معلوم سے نامعلوم کی طرف رجوع کرنے کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی سبق سے پہلے اُس کی ضرورت محسوس کرائی گئی ہے چھوٹے بچّوں کا دماغ ایسی واقفیت کو غذائے بلا رغبت کی مانند ہرگز قبول نہیں کر سکتا جس کی کہ وہ ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں۔ جدید طرز تعلیم میں ضرورت ہی تمہید تعلیم ہے" کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن کتاب مذکور میں اس اصول سے بے طرح استغناء برتا گیا ہے۔

بعض جگہ اس میں اصطلاحات تصوّر سے پہلے بیان کر دی گئی ہیں۔ مثلاً کلمہ اور اُس کی تین قسمیں" کے بیان کے آخیر پر بتایا گیا ہے۔ کہ اسم فعل اور حرف کلمے کی تین قسمیں ہیں۔ اب ہم ان کو بیان کرینگے" چوتھی جماعت کے بچّوں خصوصاً گرامر کے ابجد خواں مبتدیوں کے لئے کس قدر پریشان کُن طرز ہے۔

اِس نقص کی تصدیق کے لئے کہ اس میں جدّت اور دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ تمام کتاب کی ورق گردانی کر جائیں۔ کہیں بھی اس کی تکذیب میں کوئی عذر نہ پائینگے۔ بلکہ بعض اسباق غیر دلچسپ اور ثقیل نظر آئینگے۔ چنانچہ ضمیر کا بیان اس قدر طویل اور ثقیل ہے کہ بلائے بے درماں سے کم نہیں۔ کاش! کہ مصنّف کے دل میں بچّوں کے لئے جذبۂ ہمدردی ہوتا۔ کیونکہ یہ بیان خیالات پریشان کا ایک دفتر ہے۔ جس میں صرف اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اس ضمن میں بچّوں کو کیا کچھ بتانا مطلوب ہے نہ یہ کہ کیونکر بتایا جا سکتا ہے بخوف طوالت اُسکے طویل اقتباسات کا نمونہ پیش کرنے سے دانستہ گریز کیا گیا ہے۔ ضرورتمند اصحاب کتاب مذکور میں ضمیر کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض کتاب مذکور کے مطالعہ سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ گرامر کے ابجد خواں ننھوں کے لئے نہیں لکھی گئی۔ اور اس صورت میں جبکہ یہ کتاب اور گرامر کے مبتدیوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے مطلوبہ فوائد کے حصول کی توقع لاحاصل ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی غیر ضروری نہ ہوگا کہ ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں اُردو قواعد کی رائج ہیں اُن میں عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے۔ چونکہ اُردو خالص ہندی زبان ہے۔ جس کا شمار کہ آریاوی زبانوں میں ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان کا تعلق سامی السنہ سے ہے۔ اسی لئے اُردو زبان کی صرف و نحو لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اُردو اگرچہ ایک جدید زبان ہے اور اُس میں فارسی عربی سنسکرت انگریزی وغیرہ کئی ایک زبانوں کے الفاظ کثرت سے شامل ہیں مگر اپنی ذاتی خصوصیات کے باعث اس کی اُفتاد اِن زبانوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس کی صرف و نحو کو عربی زبان کے قواعد سے اُسی قدر

مغائرت ہے جتنی کہ سنسکرت اور انگریزی زبانوں کے قواعد سے۔ اسی لئے اردو زبان کی گرامر لکھتے ہوئے اُسکی خصوصیات کو ہی مدنظر رکھنا چاہئے۔ نہ محض کسی زبان کی تقلید میں اصول و قواعد کے نام سے اُس پر زبردستی بوجھ ڈالا جائے۔ خوشی کا مقام ہے کہ بہی خواہانِ اُردو کی توجہ اب اس طرف مبذول ہو رہی ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن کا تصنیف کردہ قواعد اُردو ایسی ہی تحقیقِ حسنہ کا نتیجہ ہے۔ یہ ابتدا ہے۔ جو ایک روشن اور شاندار انعام کا پیش خیمہ ہے۔ جس کا خیر مقدم ہر بہی خواہِ زبان پر فرض ہے۔ خیر یہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ لیکن میری غرض صرف اُردو گرامر کی ابتدائی تعلیم کا مناسب اہتمام ہے۔ جیسا کہ پیچھے عرض کر آیا ہوں۔ گرامر کے خشک مسائل چوتھی اور پانچویں جماعات کے طلبار کے ذہن پر ایک بے جا بار ہیں جس پر اُن کی بلاواسطہ تعلیم مزید پریشانی کا موجب ثابت ہو رہی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے اس مضمون سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ ابتدائی جماعات میں انگریزی فارسی وغیرہ غیر زبانوں کی آموخت کے لئے گرامر کی تعلیم دی جانی ضروری ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم کا اہتمام ان جماعات میں ایسی موزوں شکل میں ہونا چاہئے۔ جس سے نقائص مذکورہ کا سدِباب ہو سکے جس کے لئے بچوں کے ہاتھوں میں اس مضمون کی علیحدہ کوئی ایسی کتاب دینا واجب نہ ہوگا۔ جو بالکل اجنبیت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ بلکہ مناسب ہے کہ اس کے اسباق کو دلچسپ کہانیوں کی صورت میں پیش کیا جائے۔ جسے بچے اُردو ریڈر کی شکل میں پڑھیں۔ یہ مختصر مگر دلچسپ اور مربوط کہانیاں علت و معلول کے سلسلے میں منضبط ہونی چاہئیں۔ تاکہ بچوں کی طبیعتیں اس مضمون سے مانوس ہو سکیں۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے جس کی موزونیت معلوم؟ نمونہ کے طور پر اس قبیل کی ایک کہانی بھی لکھے دیتا ہوں:۔

ساتویں کہانی

متعلق فعل

ماسٹر صاحب نے اجیت سے کہا کہ اجیت! تم تختہ سیاہ پر دو ایسے جملے لکھو جن میں اسم صفت آئیں۔
اُس نے تختہ سیاہ پر یہ دو جملے لکھے:۔

(۱) میٹھا آم لاؤ۔ (۲) نذیر تیز دوڑتا ہے۔

ماسٹر صاحب دوسرے جملے کو دیکھ کر ہنسے اور پوچھا کہ بھلا اجیت! ہمارے اسی دوسرے جملے میں صفت کونسی ہے۔

اجیت۔ جناب! تیز صفت ہے [illegible]

رشید جھٹ بول اُٹھا کہ نہیں جناب! نذیر موصوف کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ جملے میں موصوف تو صفت کے بعد آتا ہے نہ کہ پہلے اور پھر تیز نذیر کی صفت بھی نہیں۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ واقعی اس جملہ میں تیز صفت نہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق نذیر سے کچھ نہیں۔ بلکہ دوڑتا ہے۔ فعل سے ہے۔ اس بات کو بخوبی سمجھنے کے لئے ان مثالوں پر غور کرو:-

(۱) ہرن تیز بھاگتا ہے (۲) موہن خوب ہنسا (۳) رشید شوق سے پڑھتا ہے (۴) بادل زور سے گرجا (۵) بچہ پلنگ پر سوتا ہے (۶) اجیت دروازے میں کھڑا ہے۔

اِن جملوں میں روشن لفظوں 'تیز۔ خوب' شوق سے' زور سے۔ پلنگ پر۔ دروازے میں پر غور کرو۔ دیکھو ان لفظوں کا تعلق اسموں سے کچھ نہیں بلکہ فعلوں سے ہے۔ مثلاً پہلے جملے کا تعلق ہرن سے کچھ نہیں۔ البتہ بھاگتا ہے۔ فعل سے ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہرن کیسا بھاگتا ہے۔ اس لئے اسے متعلق فعل یعنی فعل سے تعلق رکھنے والا کہتے ہیں۔

خوب' شوق سے' زور سے' پلنگ پر' دروازے میں سب متعلق فعل ہیں۔

بچو! اب تم بخوبی سمجھ گئے ہوگے کہ اجیت کے دوسرے جملے میں تیز صفت نہیں بلکہ متعلق فعل ہے یاد رکھو:-

متعلق وہ کلمہ ہے۔ جو فعل کے ساتھ تعلق رکھے۔

دُہراؤ

(۱) ان جملوں میں سے متعلق فعل چُنو۔

(۱) گیہوں سستا بکتا ہے۔ (۲) چمپا خوشخط لکھتی ہے۔ (۳) باز تیز اُڑتا ہے۔ (۴) مور آہستہ چلتا ہے۔ (۵) کبوتر درخت پر بیٹھا ہے۔ (۶) شیر جنگل میں رہتا ہے۔

(۲) چھ ایسے جملے بناؤ جن میں یہ متعلق فعل آئیں:-

سویرے۔ مہنگا۔ جلدی سے۔ پانی۔ بازار میں۔ کرسی پر۔

کیفیات

مجھے آج جن پر پشیمانیاں ہیں اِسی دِل کی دو چار نادانیاں ہیں

نہ پوچھو! خدارا! مری داستاں ہیں پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں!

[illegible] اچھلی

مرزا داغ مرحوم کے کلام کا رندانہ عنصر

حضرت ادیب لدھیانوی

شاعری کا دارومدار تمامتر جذبات پر ہے۔ شعر کی وجہ تخلیق اور مقصدِ تخلیق ایک ہی ہے۔ یعنی اشتعالِ جذبات دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ شعر شاعر کے جذبات کے مشتعل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سامعین کے جذبات کو مشتعل کرنے کے کام آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاعر ہمیشہ اس قسم کے خیالات فکر میں لاتا ہے جس سے عام جذبات برانگیختہ ہوں۔ کامیاب شاعر کی نشانی یہی ہے کہ اُس کے اشعار سُن کر سامعین پر اثر ہو۔ چنانچہ ہر زمانہ کے شاعروں نے مختلف النوع مضامین کے علاوہ ایک مضمون "رندی" بھی زیرِ فکر رکھا ہے۔ اور اس میں نکتہ سنجی اور قادر الکلامی کے وہ وہ جوہر دکھائے ہیں کہ سُننے والا عش عش کر اُٹھتا ہے۔ مجھے یہاں مرزا داغ مرحوم کے رندانہ کلام پر کچھ لکھنا ہے۔

آپ اپنے وقت کے مستند اور مشہور شاعر ہوئے ہیں۔ آپ کے کلام کی خصوصیت۔ برجستگی۔ فصاحت اور سلاستِ زبان ہے۔ یوں تو آپ مثنوی اور قصیدہ بھی کہتے تھے۔ لیکن در اصل غزلیات ہی آپ کے معراجِ کمال کی دلیل ہیں۔ آپ بھی بعض دیگر شعرا کی طرح صوفی شاعر تھے۔ مگر رندانہ طرز اس طرح سے نباہی ہے کہ کمال کر دیا ہے۔ آپ اس طرز میں حکیم عمر خیام سے کسی طرح پیچھے نہیں ہاں فرق ہے تو اتنا ہے کہ وہ فارسی میں کہتے تھے۔ اور یہ اُردو میں۔ ملاحظہ ہو:۔

کیا نیچرل شعر ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان شراب کے نشہ میں نہ کہنی باتیں کہہ جاتا ہے اور چالاک لوگ جب کسی سے کوئی راز دریافت کرنا چاہتے ہیں تو یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ فی الواقعی شاعر نے ایک حقیقت بیان کی ہے لکھا ہے ؎ کہدی ہے اُن سے نشہ میں سب دل کی آرزو ... اِک ساغرِ شراب نے رسوا کیا مجھے

"پیرِ خرابات" سے مخاطب ہو کر ایک دیرینہ سال قدح خوار کی طرح اپنے بیشمار تجربات کی بنا پر کس فخر سے کہتے ہیں۔ ؎

رنگ مَے دیکھ کے ہم صاف بتا دیتے ہیں ... یہ پُرانی ہے یہ اے پیرِ خرابات نئی

اور پھر ایک شعر میں تو غضب کر دیا ہے۔ میخانہ کا منظر کن مختصر مگر جامع الفاظ میں کھینچا ہے چھوٹی سی بحر میں اتنا وسیع خیال۔ کیا خوب ؎ میکدہ میں عجب تماشا ہے ... چار بیٹھے ہیں چار پھرتے ہیں

ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ جیسے کہیں وعظ ہو رہا تھا۔ کوئی پُرانا میخوار بھی بیٹھا تھا۔ پہلے تو وہ کچھ دیر بیٹھا

سُنتا رہا مگر آخر اُٹھ کھڑا ہُوا اور چلا گیا - مرزا مرحوم کہتے ہیں کہ گیا تو کیا کہتا گیا؟ شعر قابل داد ہے - ؎

کوئی بزمِ وعظ سے کہتا گیا　　ایسے جلسے بے شراب اچھے نہیں

مندرجہ بالا شعر کے دوسرے مصرع میں تو فصاحتِ بیان اور سلاستِ زبان ختم ہو گئی ہے کس بے تکلفی سے کہا ہے "ایسے جلسے بے شراب اچھے نہیں"۔

ایک جگہ دُنیا کے مصنوعی پارساؤں کا پردہ فاش کرتے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اکثر لوگ دُنیا کی نظروں میں پارسا ہوتے ہیں مگر اُنکی پارسائی محض ایک آڑ ہوتی ہے ملاحظہ ہو - ؎

جاتے تھے مُنہ چھپائے ہوئے میکدہ کو ہم　　آتے ہوئے اُدھر سے کئی پارسا ملے

ایک عجیب نظریہ سے اپنی صفائی کا بیان دیتے ہیں - شاعرانہ اصطلاحات میں اس کو شوخیٔ خیال کہتے ہیں - ؎

پیرِ مُغاں کی دل شکنی کا رہا خیال　　داخل ہُوا ہوں تو بسے پہلے ثواب میں

پیر مغاں سے کس مؤثر پیرایہ میں میخانہ کا دروازہ کھلا رکھنے کی استدعا کرتے ہیں - اور دروازہ بند ہو جانے سے کس "نقصانِ عظیم" کا خدشہ بیان کرتے ہیں - کیا اچھوتا خیال باندھا ہے ؎

مقبول نہ ہونگی کسی مے کش کی دعائیں　　میخانہ کا دروازہ نہ کر پیرِ مغاں بند

ایک جگہ بتایا ہے کہ ماہ رمضان کو آتا دیکھ کر ایک رند کو کیا فکر لاحق ہوتی ہے - چنانچہ شعر ہے ؎

یہ بجا کہ منع ہوگا رمضاں میں آب و دانہ　　یہ غضب کہ تیس دن تک نہ پئیں شراب ہرگز

اس قافیہ سے اس غزل میں ایک اور شعر قابل داد ہے - ؎

اگر آپ مول لیتے تو تمیزِ نشہ ہوتی　　ملے مُفت کی جو زاہد وہ نہیں شراب ہرگز

زاہد سے خطاب کر کے آپنے بہت سے رندانہ شعر لکھے ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل شعر میں جذبات کو برانگیختہ کرنے کی کسقدر کوشش کی ہے - لکھا ہے - ؎ لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد!　ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

ایک شعر میں زاہد کی غلط فہمی کا کس خوبصورتی سے ازالہ کیا ہے - نزاکتِ خیال قابل داد ہے ؎

سمجھتا ہے تو داغؔ کو رند زاہد!　　مگر رند اِس کو ولی جانتے ہیں

ایک اور شعر میں بھی یہی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ انسان کو کسی کے ظاہر پر نہ جانا چاہئے بلکہ باطن دیکھنا چاہئے - ؎ داغِ مے کو نہ دیکھ اے زاہد!　دل تو ہے پاک رند مشرب کا

اسی قسم کا ایک بیان مرقومہ ذیل شعر میں بھی ہے - ؎

عاقبت پاک ہے میخوار کی سُن لے زاہد　　یہ تو میخانے سے اللہ کے گھر جائیگا

ایک جگہ زاہد کو قائل کرنے اور مے نوشی کے متعلق اُس کی رائے لینے کی کوشش کی ہے - لکھا ہے - ؎ قسم ہے تجھ کو زاہد کیا کرے گر آنکھ سے دیکھے　چھلکنا ساغرِ مے کا چھکنا بادہ خواروں کا

اس کے بعد مقطع ملاحظہ ہوں۔ کس کس عجیب انداز سے رندانہ مضمون رقم کیا ہے۔ ایک جگہ تائب طبیعت کو مے کشی کی طرف ترغیب دی ہے۔ ؎ داغ بے مے ہے یہ ساغر ہے کہاں کی توبہ پی خدا کے لئے اے مرد خدا تھوڑی سی

مرقومہ ذیل شعر میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے۔ ؎

بیٹھا ہے اعتکاف میں کیا داغ روزہ دار اے کاش میکدہ کو یہ مرد خدا چلے

اس شعر میں اپنی زود اثر بد پرہیز کا ذکر کیا ہے۔ اور اُس کا جو خمیازہ اُٹھانا پڑا اُس کا بیان بھی ساتھ ہی کیا ہے۔ ؎

ایک چلو میں بہت داغ بہک اُٹھتے تھے آج سُنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے

ایک جگہ اپنی سرمستی کی داستان دہرائی ہے۔ ؎

میخانہ ہے اور داغ ہے اور نشۂ مے ہے سوتا ہے رکھے خشتِ خم بادہ سرہانے

ایک جگہ لکھا ہے۔ ؎

بہکتے نہ تھے داغ یوں گفتگو میں مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

ایک واقعہ قلمبند کیا ہے۔ عجیب انداز ہے۔ کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میخانے کے نزدیک ہی ایک مسجد بھی تھی۔ ہم میخانے کی طرف جاتے تو ہر کوئی پوچھتا کہ "حضرت ادھر کہاں" اور ہم کہہ دیتے یہی مسجد تک۔ شعر ملاحظہ ہو۔ ؎

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں

ساقی سے خطاب کر کے بھی بہت شعر کہے ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ ؎

زاہدِ صد سالہ آیا میکدہ میں بھول کر لا شراب کہنہ ساقی اس پرانے کے لئے

"زاہد صد سالہ" "شراب کہنہ" اور "پرانا" کی معنوی مناسبت قابل صد تحسین ہے۔

اپنی بے صبری کا اظہار کن زوردار الفاظ میں کیا ہے۔ شعر ہے ؎

پیونگا آج ساقی سیر ہو کر بلا سے پھر شراب آئے نہ آئے

ایک مطلع میں خوب لطیف خیال باندھا ہے۔ تخیل کے لحاظ سے بڑے پایہ کا شعر ہے۔ ؎

روح کس مست کی پیاسی گئی میخانے سے مے اُڑی جاتی ہے ساقی ترے پیمانے سے

شراب کے جوش سے کیا کام لیا ہے سبحان اللہ۔ اس ضمن میں اور مختلف اشعار ملاحظہ ہوں۔ ؎

چور ہو جاؤں مگر جاؤں نہ میخانے سے عہد شیشے سے تو پیمان ہے پیمانے سے

میکدہ میں ہو گئے چپ چاپ کیوں آج کچھ مستِ شراب اچھے نہیں

نہیں ہے ہوش سے خالی ہماری بیہوشی ۔۔۔ کہ بےخودی میں گرے بھی جو ہم تو ساغر پر
کبھی تو صلح بھی ہو جائے زہد و مستی میں ۔۔۔ الٰہی شیخ بھی میخوار ہو مغاں کی طرح

الغرض ہر شعر میں اچھوتا مضمون مرقوم ہے۔ اور اُس پر نرالا اسلوب بیان سونے پر سہاگے کا کام کر رہا ہے۔ مرزا مرحوم مقطع میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ آپ کی تمام غزلیات کے مقطع آپ کی شوخ اور رنگین طبیعت کے بہترین مظہر ہیں۔ انشاءاللہ بشرط زندگی آئندہ کسی صحبت میں نذرِ قارئین کرونگا +

مَیں اُس دُنیا میں رہتا ہُوں

(پنڈت آنند جیت صاحب شرما ماچھرہ ضلع میرٹھ)

(۱)

جس دیس میں گُل کا نام نہیں ۔۔۔ بھونرے کا جہاں کچھ کام نہیں
ہنسی کی نہیں آواز کہیں ۔۔۔ عشرت کا نہیں ہے ساز کہیں
ہے بحر تلاطم خیز جہاں ۔۔۔ ملتا ہی نہیں ساحل کا نشاں
ہر سمت خزاں کا منظر ہے ۔۔۔ جو گھر ہے مصیبت کا گھر ہے
میں اُس دُنیا میں رہتا ہوں

(۲)

ہمدردی آنسو بن بن کر ۔۔۔ کرتی ہے جہاں آنکھوں میں گھر
مفقود جہاں ہیں شام و سحر ۔۔۔ قربان دِلِ شاعر جس پر
کرنوں کے نہیں کھلتے غنچے ۔۔۔ چھائے ہیں ظلمت کے پردے
پُرہول بلائیں آتی ہیں ۔۔۔ وحشت کی گھٹائیں آتی ہیں
مَیں اُس دُنیا میں رہتا ہوں

انمول جواہرات

الف سے یائے معروف تک بنائے گئے ہیں

ا	۱	اللہ تعالےٰ کو ہمیشہ یاد کرو۔
	۲	اخبارات کے پڑھنے سے خیالات بڑھتے ہیں۔
	۳	اُستاد کی مار ماں باپ کے پیار سے بہتر ہے۔
	۴	اِملی کا درخت بونے سے آم کا درخت پیدا نہیں ہوتا۔
ب	۵	بُروں کی صحبت سے دُور رہو۔
	۶	بے علم آدمی دولت کے زوال کا موجب ہے۔
	۷	بڑوں کی خطا کو چھپایا کرو۔ اور چھوٹوں کی خطا کو معاف کرو۔
پ	۸	پست ہمت آدمی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔
	۹	پاؤں کو ہمیشہ صاف کیا کرو۔
	۱۰	پیاسوں کو پانی پلانا ثواب کا کام ہے۔
ت	۱۱	تقدیر پر بھروسہ کر کے تدبیر کو نہ چھوڑو۔
	۱۲	تعلیم کا مقصد تہذیب و تمدن ہے۔
	۱۳	تیرنا بھی ایک ہُنر ہے۔
ٹ	۱۴	ٹھگ بازی کسی کو پسند نہیں۔
	۱۵	ٹکٹ خرید کر ریل میں سوار ہونا چاہئیے ورنہ بے عزتی ہونے کا خوف ہے۔
	۱۶	ٹھٹھا مخول کرنا بے ادبی میں شامل ہے۔
ث	۱۷	ثواب نیک کاموں کا نتیجہ ہے۔
	۱۸	ثابت قدمی سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔
ج	۱۹	جماعت میں ایک کے ساتھ پیار و محبت سے رہو۔
	۲۰	جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔
چ	۲۱	چھوٹی چیزوں کو حقیر مت سمجھو۔
	۲۲	چاند پر خاک پھینکنے سے وہ میلا نہیں ہوتا۔
	۲۳	چٹوری زبان دولت کا زیان ہے۔
ح	۲۴	حق بات سب کو پسند ہے۔
	۲۵	حرص حریص کی قاتل ہے۔
خ	۲۶	خود پسندی ذِلّت سے خالی نہیں۔
	۲۷	خوفِ خدا دل کو مُنوّر کر دیتا ہے۔
د	۲۸	دوست وہی ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے۔
	۲۹	دُنیا فنا کا گھر ہے۔
	۳۰	دوسروں کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کرو۔
ڈ	۳۱	ڈر اور خوف ہمیشہ خدا کا ہی کرنا چاہئیے۔
	۳۲	ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے
ذ	۳۳	ذرا سی بات پر لڑنا جھگڑنا بے وقوفی ہے۔
	۳۴	ذوق و شوق سے وعظ سُننا بھی ایک فرض ہے۔
ر	۳۵	روزانہ غسل کیا کرو۔
	۳۶	راستے میں اگر کوئی اپنے سے بڑے لوگ مل جائیں تو اُنہیں سلام کرو۔
	۳۷	روپیہ جلدی سے خرچ ہوتا ہے مگر آنا مشکل سے ہے۔

ڑ	۳۸	ڑ کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتی۔
ز	۳۹	زیادہ زور سے کبھی مت بولو۔
	۴۰	زرخیز زمین عمدہ کاشت کی علامت ہے۔
	۴۱	زمین پر ہمیشہ نیچے دیکھ کر چلو۔
ژ	۴۲	ژاژ (بیہودہ باتیں) ہرگز نہ کرو۔
	۴۳	ژالہ۔ اولے (گڑا) کو کہتے ہیں۔ اس کے گرتے وقت ہرگز باہر نہ نکلو۔
س	۴۴	سچی بات سب کو پسند ہے۔
	۴۵	سبق کو محنت اور کوشش سے یاد کیا کرو۔
	۴۶	سختی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ سختی برائیاں پیدا کرتی ہے۔
ش	۴۷	شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔
	۴۸	شیر میں نمک ملانے سے پھٹ جاتا ہے۔
	۴۹	شریر لڑکوں سے بچو۔
ص	۵۰	صبر کا انجام ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔
	۵۱	صرف خدا پر بھروسہ رکھو لیکن اپنی کوشش اور محنت کو نہ چھوڑو۔
	۵۲	صنعت و حرفت سیکھا کرو۔
	۵۳	صبح اُٹھنا باعث سعادت ہے۔
ض	۵۴	ضروریات کو بڑھانے سے تکلیف اور گھٹانے سے آرام ملتا ہے۔
	۵۵	ضیافت میں جاکر مذاق نہ اُڑایا کرو۔
	۵۶	ضرورت کے وقت بولنا بہت ٹھیک ہے۔
ط	۵۷	طالب علم وہ ہے جو اپنا سبق کوشش سے یاد کرتا ہے۔
	۵۸	طریقہ ایسا اختیار کرو کہ تم اوروں میں خوش و خرم رہ سکو۔
	۵۹	طعنہ زنی کسی پر نہ کیا کرو۔
ظ	۶۰	ظلم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔
	۶۱	ظالم کو کبھی آرام نہیں۔
ع	۶۲	عداوت اور نفرت کسی شخص کے خلاف نہ رکھو۔
	۶۳	علم ایک بے بہا خزانہ ہے۔
	۶۴	عیش و آرام میں نہ پھنسو۔
غ	۶۵	غرور اور تکبر سے پرہیز کرو۔
	۶۶	غریب آدمیوں کو تھوڑا سا نقصان بھی بہت ہے۔
	۶۷	غریبوں اور مسکینوں کو خیرات دو۔
	۶۸	غیبت سے بڑھکر اور کوئی گناہ نہیں۔
ف	۶۹	فضول خرچی کے عادی نہ بنو۔
	۷۰	فنا و بقا خدا کے ہاتھ ہے۔
	۷۱	فقیروں پر احسان کیا کرو۔
ق	۷۲	قرض ایک بُری بلا ہے۔
	۷۳	قول سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔
ک	۷۴	کوشش کرنے سے بگڑا کام بن جاتا ہے۔
	۷۵	کبھی کسی سے مت لڑو۔
	۷۶	کسی کو گالی نہ دو۔
گ	۷۷	گناہوں سے توبہ کرو۔
	۷۸	گذرے ہوئے وقت کا افسوس کرنا فضول ہے۔
	۷۹	گلدستۂ اطفال کے پڑھنے سے معلومات زیادہ ہوتے ہیں۔
ل	۸۰	لالچ سے انسان کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔

	۸۱	لازم ہے کہ بڑوں کی عزت کرو۔
م	۸۲	محنت سے عزت اور اتفاق میں برکت ہے۔
	۸۳	ماں باپ اور اُستاد کی عزت کرو۔
	۸۴	مدرسے میں لڑکوں سے محبت رکھو۔
	۸۵	مہربانی سے ملنا کھانا کھلانے سے اچھا ہے۔
ن	۸۶	نیک کام کرو۔ بدی سے ڈرو۔
	۸۷	نیک بخت لڑکا سب کو پیارا معلوم ہوتا ہے۔
	۸۸	ننگے پاؤں رات کو باہر نہ جاؤ۔
و	۸۹	وقت کی قدر کرو۔ کیونکہ وقت بھی ایک دولت ہے۔
	۹۰	وعدہ خلافی سے بچو۔
	۹۱	ورزش کرنے سے صحت اچھی رہتی ہے۔
	۹۲	وعظ اور نصیحت کی باتیں سُنا کرو۔
ہ	۹۳	ہنسی میں مذاق نہ اُڑاؤ۔
	۹۴	ہزار نیکی کو ایک عیب چھپا دیتا ہے۔
	۹۵	ہر روز کو عمر کا آخری دن تصور کرو۔
	۹۶	ہر ایک کام میں سادگی اختیار کرو۔
	۹۷	ہوشیاری سے کامیابی اور کاہلی سے ناکامی ہوتی ہے۔
	۹۸	یار و مددگار کا احسان کبھی نہ بھولو۔
	۹۹	یادِ خدا کو دل سے نہ بھلاؤ۔
	۱۰۰	یاد رکھو کہ تم اِن تمام باتوں پر عمل کرو گے تو تم سے خدا بھی خوش ہوگا اور دُنیا میں بھی لوگ تمہاری عزت کریں گے۔

از ایچ۔ آئی۔ مومن اُردو سکول ٹیچر
شہر ہُبلی

اخلاق حمیدہ

تو اگر خوددار ہے خوش خُلق ہو — ناپسند آئے تو ہر انسان کو
حلم و نرمی سے جو تجھ کو پیار ہے — وصف استقلال بھی درکار ہے
خواہش توقیر میں اے نیک بخت — سیکھ لے تو سب امورِ تاج و تخت
ہے تہوّر کا اگر سرمایہ دار — سیکھ لے اوصاف عجز و انکسار
مہربانی کا اگر کچھ ہے خیال — راست بازی کو نہ چھوڑ اے خوش خصال
تجھ کو رہتا ہے اگر خوفِ مآل — دل میں اطمینان کا بھی رکھ خیال
تو خلوصِ باطنی کے ساتھ ساتھ — دامنِ ہمت سے کھینچ اپنا نہ ہاتھ
تو اگر پرہیزگاری میں ہے فرد — تو شجاعت بھی دکھا اے نیک مرد
جو سُناتے ہیں تجھے تو دل سے سُن — سائل خستہ خدا کو ایک جان

(از غلام محی الدین حسن خاں نواب سائل دہلوی)

گذشتہ سے پیوستہ

سیاحتِ مُلکِ ہند

(۵)

(سردار خورسند بہادر سیّاح ایم اے - ایم - او - ایل)

از انجا عازم جے پور شدم - در ترن چند ساعت خواب کردم - نیم شب در استاسیون جے پور رسیدم - از ترن فرود آمدم - حمال را گفتم - مرا کاروان سرائے کہ نزد باشد - ببر - او صندوقچہ بر سر برداشتہ پیش پیش رفت ومن دُنبالش رفتم - بدرِ کاروانسرا رسیدم - دربستہ بُود - دربان را فریاد کردم کہ برخیز - در را واکُن لاکن جواب ندارد - باز در زدم - بالآخر از اندروں صدا آمد کہ اینجا جا نیست - بجائے دیگر برو - متملقانہ گُفتم بابا! من بایں شہر بلد نیستم حالا ایں وقت کجا بروم - عاقبت سُخن ہائے تملق آمیز من برش کارگر اُفتاد و با چشم نیم خواب از رختِ خواب برخاستہ در تاریکی بہ پُشتِ درِ کلاں آمد و بایں جُملہ "مسافراں ہم ایں نصفِ شب دِق مے کنند" درِ کاروان سرا را با طراق وطروق واکرد - من داخل سرا شدم - دیدم کہ در صحنِ سرا ہر جا حصیر انداختہ مسافراں روئے آنہا دراز کشیدہ اند من ہم بیک گوشہ حصیرے پہن کردہ خُفتم و تا طلوعِ آفتاب بیدار نہ شدم - عاقبت الامر از خواب برخاستم - دست و رُو شُستہ برائے دیدن شہر میاں بستم تنہا بُودم و تنہا سیر کردن لُطف ندارد - ازیں جہت دو سہ دیگر مسافر کہ برائے گشت و گذار آمدہ بودند - ہمراہِ خود بُردم -

شہر از استاسیون یک کروہ دُور است - خیابان از استاسیون تا شہر پُختہ - راست وکشادہ است - در ہر دو جانبِ خیابان پیادہ رَوہا است - در داخلِ شہر بطرزِ قدیم درِ کلاں ہست - انجا قراول کشیک مے کشید - از در چند گام پیش بطرفِ راست مکتبے دیدم کہ برائے بچگان زمینداران کلاں و رؤساء بُومی بود - خواستم کہ ایں را بینم - رفیقاں را گفتم کہ بیائید - شمارا مکتب نشان مے دہم - بتوسطِ زینۂ سنگی بالا رفتہ داخلِ اُطاقِ سرمدیر مکتب بے درنگ شُدم - او برہنہ سر بر صندلی نشستہ بُود و میز پیشِ خود گذاشتہ چیزے مے نوشت - ہمیں کہ صدائے پائے من بہ گوشش رسید از جائے خود پرید - دست بہم دادہ با احترامِ تمام بہ صندلی ہا نشانید - بعد از احوال پُرسی عرض نمودم - مے خواہم کہ مکتب را بینم - او مرا در ہر اُطاق بُرد - من چند سوالات از بچہ ہا پُرسیدم - بعض از ایشاں ترسیدہ و برخے با تمکنت جوابہائے غلط یا

صحیح دادند۔ میانِ شاگرداں یکے بچۂ خورد ترکہ بُود کہ دستار منقش بطرز راجپوتی دور سر خود پیچیدہ شملۂ دراز گذاشتہ بُود۔ موجب کششِ التفاتِ من شد۔ ازو پُرسیدم کہ تو کیستی؟ گفت۔ راجپوت ہستم پُرسیدم کہ کارِ راجپوتاں چیست؟ گفت۔ تیغ زنی و با اعدائے مُلک و قوم جنگ کردن۔ گفتم۔ تو کارِ عسکری یاد داری؟ باآواز بلند گفت بلے۔ ہر روز وقتیکہ از مکتب مرخص مے شوم۔ راست خانہ مے روم۔ آنجا پدر مرا مے گوید۔ بچم! از مکتب کارِ قلم یاد گرفتہ آمدی۔ حالا کارِ شمشیر ہم یاد بگیر۔ سخنہائے آں بچۂ شجاع لُطف و حیرتم افزود۔ او را در کنار گرفتہ چند پندہا دادم و دل شاد شدہ از مکتب بیروں آمدم۔

شہرِ جے پور خیلے خوش نما۔ دلربا و زیبا در دامنِ کوہِ کوچک واقع است۔ آوردہ اند کہ دو صد سال شدہ باشد کہ راجہ جے سنگھ سوائی دامنِ کوہ را خوش کردہ اساسِ ایں شہر گذاشت۔ بناہا چہ دولتی و اعیانی۔ چہ از رعیت ہمہ از سنگ ہائے سُرخ تراشیدہ ساختہ شدہ است۔ ہمہ مردم دو طبقہ و سہ طبقہ عمارت کردہ اند۔ ایں شہر سہ کروہ طول دارد۔ خیابان ایں قدر وسیع۔ کشادہ و پاکیزہ است کہ در ہیچ شہر خیابان ایں قدر وُسعت۔ پہن و پاکیزگی ندارد۔ کُوچہا و خیابان ہائے شہر جے پور مستقیم۔ بے پیچ و خم است۔ بفاصلۂ ہر نیم کروہ چہار سُو است کہ اینجا از ہر سُو چہار خیابان متصل مے شود۔ درمیانِ ہر چہار سُو یک جائے مرتفع مُستدیر از سنگ ہا ساختہ اند۔ ایں شہر متعدد بازار ہا دارد و آنہا ازیں قرار است۔ چاندنی پول بازار۔ کشن پول بازار۔ گنگوری بازار۔ ترپولیا بازار۔ چاندنی بازار۔ رام گنج بازار۔ و مانک بازار وغیرہ۔ قصرہا۔ کاخ ہا و ارک ہا خیلے دیدنی است۔ موزہ و باغ وحش موسوم بہ رام باغ مثل موزہ و باغ وحش کلکتہ خیلے تعریف دارد۔ اینجا رصد خانہ ہم است کہ بحکم مہاراجہ سوائی مادھو سنگھ دوئم منجم شہرۂ آفاق گوکل چند بھون کہ دقایق حذاقت در فنِ نجوم۔ ملکہ در علم ہیئت و تحصیلی و مہارت در رفتارِ کواکب داشت۔ در سن یک ہزار و نہ صد و یک میلادی با مساعدت دو سہ دیگر مُنجمان ایں را بنا کرد۔ عمارت رصد خیلے عالی و قشنگ است۔ الحاصل ایں شہر ایں قدر خوبرو است کہ سیاحانِ عالم اغلاً در ہندوستان مثل ایں شہر دیگر نشان نمے دہند۔ دریں شہر مرداں در کندہ کاری۔ حجاری۔ نقاشی۔ چوب بری سنگ تراشی و منبت کاری مثلِ اہل آگرہ و کشمیر عدیل ندارند۔

ایں بُوم بسببِ افراطِ رخام۔ مرمر سفید و سیاہ و سنگ ہائے سُرخ شہرتِ تمام دارد۔ در ہندوستان کسیکہ مے خواہد کہ از سنگ و مرمر عمارتِ خود بسازد۔ او سنگ ہا از اینجا مے خرد۔ اینجا فرقۂ راجپوتاں کہ آنہا مین مے نامند۔ در وسط و اطراف و اکناف ولایت بکثرت یافت مے شود۔ مے گویند کہ شش صد سال شدہ باشد کہ ایں فرقہ بر سرِ اقتدار بُود و عنانِ حکمرانی ایں ولایت بدستِ آں فرقہ بُود۔ از شہر

بجے پور بفاصلہ چہار کروہ قلعۂ قدیم بر سر پشتۂ رفیع واقع است۔ اینجا روایتاً از قوم میمن پنجاہ عسکری بطور محافظ و نگہبان مے باشند۔ مے گویند کہ اندرونِ ایں قلعہ زر و جواہر۔ گوہر۔ زیور۔ نقرہ و طلا بایں افراط است کہ از حساب بیروں است۔ ہیچ کس خواہ از خانوادۂ شاہی باشد۔ نمے تواند۔ اندرون ایں قلعہ داخل شود غیر از راجہ۔ لاکن او را ہم چشم بستہ مے برند۔ نمے دانم کہ دریں چہ قدر صداقت است۔ من ایں قدر گفتن مے توانم کہ ایں ولایت گنج ہائے فراواں دارد۔ زیرا کہ چوں شاہانِ مغلیہ در ہندوستان حکم فرما بودند۔ ہمہ راجگان و زمینداران کلاں ہند با سلاطینِ مغلیہ ہم نبرد بودند بجز راجگانِ ایں ولایت کہ با سلاطین چغتائیہ خویشی و قرابت داشتند۔ ازیں رُو گنج ہائے شاں از دستِ قشونِ قاہرۂ شاہانِ مغلیہ مصئون و محفوظ ماند۔ در آواخر شہر بر کوہ چشمہ ایست کہ "بہ گلتہ" نامیدہ مے شود۔ آب ایں چشمہ از بالائی دہ ذرع در حوض سنگی کہ خیلے عمیق است مے اُفتد۔ آبش خیلے شیریں۔ خُنک و ہاضم است۔ دریں حوض غیر از ہندو کسے دیگر نمے تواند غسل کند۔ بہ لب ایں حوض عمارتِ خشتی ہم است۔ در نواحیِ ایں چشمہ جنگل ہائے انبوہ بکثرت است۔ ایں جا شیر۔ پلنگ و دیگر درندگان کثیر التعداد یافت مے شوند۔ من رفیقاں را گفتم بیائید کہ اندرون جنگل بگردیم و قدرت را تماشا کنیم۔ ایشاں تن در دادند۔ تا نیم کروہ رفتیم۔ ناگہاں از پُشتِ بُوتۂ خاردار صدائے مہیب بگوشِ ما رسید۔ از ہولِ جاں ما ہمہ برجائے خُشک ماندیم۔ رنگہا پرید۔ زہرہا درید۔ چرا کہ ہیچ اسلحہ نداشتیم غیر از چوب خشک۔ ایشاں بمن رُو کردہ بالکنت حرف ہا زدند و گفتند کہ شما مارا بہ کُشتن دادید۔ ما از تماشائے چنیں قدرت باز آمدیم۔ الآں پس برویم۔ وگرنہ ہمگی ما لقمۂ شیر اجل مے شویم۔ اگرچہ من ہم ترسیدہ بُودم اما باز پیشِ ہمراہانِ چناں اظہارِ شجاعت نمودم کہ گوئی ہیچ بیم و ہراس ندارم۔ عاقبت ایشانرا جرأت دادہ گفتم۔ برادران! تدبیرے دارم اگر شما برآں عمل پیرا بشوید۔ ازیں ہلاکت رستگاری مے یابیم وگرنہ ما در معرضِ خطر ہستیم۔ آناں بیک زبان گفتند۔ بگوئید۔ زُود بگوئید۔ واللہ حالا کشتہ مے شویم۔ گفتم شما یک جا رقص کنید۔ دست ہا بزنید۔ پا ہا بزنید بکوبید۔ شیر از غلغلہ و ہیاہوے گریزد۔ آناں ہماں طور کردند۔ من ہم باآوازِ بلند تکبیر بگفتم۔ مگر اریدکہ بردد۔ ایں قدر فریاد کشیدم کہ پردہ ہائے گوشِ چرخ مے درید۔ بالآخر ازیں ہلہلہ و ولولۂ غریبی درندہ زیر بوتۂ خزید و پس ازاں از وے ہیچ نشان معلوم نہ شد۔ اما جان سلامت بُردیم دواں دواں در "مندر ہنومان" کہ از گلتہ یک کروہ دُور بُود۔ آمدیم ہمراہانِ من پیشِ بُت ہنومان ایستادند و بہ خشوع و خضوع دست بستہ التماس نمودند کہ یا ربّ النوع! دریں مصیبت تو فریادِ غریباں رسیدی۔ دستگیری کردی و ازیں ورطہ خلاصی دادی وگرنہ آب و دانۂ ایں دُنیا ما نہ بود۔ من ہم بسوئے دیگر دوزانو بر فرش نشستم و خدا را سپاس گفتہ ...

گفتند کہ مثلِ تو دوسہ دیگر سیّاح در دنیا باشند ہمہ دُنیا حالا ختم بشود۔ تو کہ نہ زن داری نہ فرزند۔ تنہا ہستی۔ ہر جا کہ مے خواہی بگردی۔ لاکن ما عیال داریم۔ اگر ما اینجا در غربت بمیریم بکرا غم و اماندگانِ ما خواہد بُود۔ الان بہتر است از ہماں راہ کہ آمدیم برگردیم۔ من گفتم۔ بابا! ایں راہ کہ پیش است۔ نزدیک تر است۔ بالآخر آناں ناچار و عاجز گشتہ ہمراہِ من شدند۔ و ما صحیح و سالم بمنزلِ خود رسیدیم۔

ہمیں کہ من برائے رفعِ خستگی پائے خود را دراز کشیدم خواب مرا بُردہ بُود۔ اما رفیقانِ من از سببِ تصویرِ ہول و ہراس کہ پیشِ چشمانِ شاں متحرک بُود۔ ہمہ شب بیدار ماندند۔ صبح زُود برخاستم از شست و شو فارغ شدہ قدرے ناہار خوردم۔ حالا خواستم کہ "قلعہ امبیر" را بینم۔ لاکن کسے بے اجازہ "قلعۂ امبیر" را دیدن نمے تواند۔ ازیں جہت پیشِ حاکم رفتم و از و اجازہ گرفتم۔ در شکرا بہ کردہ رُو براہ نہادم۔ "امبیر" از جے پور پنج کردہ دُور است۔ اوّل شہر جے پور اینجا بُود۔ حالا ہم یک قریہ و چہار دیوارِ شہرِ قدیم در حالتِ شکستہ دیدہ مے شود۔ "قلعۂ امبیر" بر تپۂ مرتفع واقع است۔ یک عسکری بدستِ خود شمشیر گرفتہ دمِ در کلاں کشیک مے کشید۔ داخلِ قلعہ شدم۔ اندرونِ قلعہ دیر سیت در آنکہ "بُتِ دیوی سلاجی" گذاشتہ اند۔ اینجا پرستندۂ دیر بنگالی است من از و دربابِ "دیوی سلاجی" پرسیدم۔ پرستندۂ دیر گُفت کہ راجہ مان سنگھ بر یکے از راجگانِ ہند یورش آوردہ غالب آمد۔ ایں بُت از مُلکش اینجا آوردہ بُود و ازاں روز خدمتِ پرستشِ "دیوی سلاجی" بہ خانوادۂ من تفویض کردہ شدہ است۔ پس ازاں من برائے دیدنِ قصرِ شاہی کہ راجہ مان سنگھ بنا فرمودہ بُود۔ رفتم۔ اندرونِ قلعہ بر بدنۂ دیوارہائے آں ریزہ ہائے کاشی و شیشہ نشاندہ و نصب کردہ شدہ است۔ اگر کسے بطرفِ آں ریزہ ہا بیند ہزارہا عکس نمایاں مے شود۔ ہمیں راجہ مان سنگھ بُود کہ از کمکش شاہانِ سلسلۂ مُغلیہ قوت گرفتہ بُودند۔ چوں راجہ مان سنگھ کابل را مسخر نمودہ افغاناں را مطیع کردہ بُود و بہ منصبِ نائب الحکومت سرافراز شدہ۔ آں وقت از در و دیوارِ کابل صدائے "آمد اٹاریب سکۂ شجاعت بنامِ تو است"۔ یکے از مؤرخین ہند ہم بہ شوخی در تاریخ خود نوشت ببینید۔ "خورشِ ماش و نخود چہ طور بر گوشت غالب آمد" اما حیف کہ از سبب عدمِ تعاون با مہارانا پرتاب والئ چتور شیرازۂ شانِ راجپوتی گسیخت۔ الحاصل من قلعۂ راجہ سنگھ دیدہ پس بجے پور آمدم۔

مملکتِ جے پور در شمال غربِ ہند واقع است۔ ایں خیلے وسعت دارد۔ زمین حاصل خیز است۔ دخلش سالیانہ از دہ ملیون زائد است۔ نامِ حکمران کنونیٔ ایں ولایت راجہ مان سنگھ است کہ عمرش قریب بہ بست و ہفت سال است خیلے ذہین ذکی و مردم شناس است۔ دریں دیار دو دیگر بُوم است کہ بنامہائے "سیکری و کھیتری" موسوم مے شود۔ مداخلِ آنہا دوازدہ لک روپیہ سالیانہ است۔ ایں ہر دو مطیع دیارِ صد سال

لیکن میں اِس دُنیا کو تین زبردست حکیم دے جاؤنگا۔ تاکہ وہ میری کمی کو پورا کردیں۔

(۳) سب سے اوّل خوراک ہے جو قوتِ ہاضمہ کے مطابق تیار ہو اور کھائی جائے۔ اِس سے بے پروائی برت کر انسان اپنا ذائقہ خراب کریگا اور خاص امراض کا شکار ہو جائیگا۔

(۴) ورزش کرو۔ اور قدرت تمہیں کامل تندرستی عطا کریگی۔ اپنی روح اور دل کو تسکین دینے کیلئے تم ورزش کو اپنا ڈاکٹر بناؤ۔

(۵) تیسرا حکیم پانی ہے جو مختلف اشکال میں ہمیں نظر آتا ہے۔ لیکن برسات کے قطروں اور شبنم کی صورت میں وہ بہتر ہوتا ہے۔ جبکہ وہ لاتعداد درختوں۔ پودوں اور پھولوں کو زندگی بخشتا ہے۔ اِسی طرح ہمیں بھی امراض سے بچاکر زندگی بخشے گا۔

(۶) اُس حکیم کے دوست نے نہایت رنج وغم کے ساتھ اِن تینوں حکیموں کے ساتھ دم توڑتے ہوئے حکیم کو آخری سلام کیا۔ اور اُس نے اپنی زندگی اِن تینوں ڈاکٹروں یعنی خوراک۔ ورزش اور پانی خصوصاً شبنم کے زیرِ علاج رہ کر خوش وخرم بسر کی۔

کہاں مَیں کہاں وُہ مسرّت کی باتیں

(از میاں غلام محمدؐ صاحب رنگینؔ سمندر)

ہیں مرغوب ہم کو محبّت کی باتیں　　سُناتے ہو کیوں یہ کدورت کی باتیں
نہ بھولینگی آغازِ اُلفت کی باتیں　　وہ باتوں کی حسرت وہ حسرت کی باتیں
تڑپتا تھا دل اور مچلتے تھے آنسو　　سناؤں میں کیا وقتِ رخصت کی باتیں
بہاروں کی باتیں اسیرِ قفس سے　　کہاں مَیں کہاں وہ مسرت کی باتیں
گریباں میں اک تار باقی نہ چھوڑا　　بتاؤں میں کیا دستِ وحشت کی باتیں

کسی سے نہیں شکوہ ناکامیوں کا
فقط ہیں یہ رنگینؔ قسمت کی باتیں

نیویارک اپنے بچّوں کے لئے کیا کرتا ہے

(جناب لالہ کرشن چندر صاحب ملھن بی اے۔ بی ٹی)

بچے آج سو سال سے پیشتر کی نسبت سوسائٹی کا کہیں زیادہ ضروری جزو سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کے لئے سکول میں تعلیم حاصل کرنا بے شک ایک نہایت ضروری کام ہے۔ لیکن اِس سے بھی زیادہ ضروری وہ مختلف قسم کی تربیت ہے جس کے ذریعے سے بچّے اچھی طرح نشو ونما پا سوسائٹی کا ایک مضبوط ترین حصہ بنتا ہے۔ آج تہذیب یافتہ ممالک کو اپنے بچوں کی روحانی۔ جسمانی۔ اور دماغی نشو ونما کا پہلے زمانہ کی نسبت بہت زیادہ فکر ہے۔ ان ممالک کے لوگ محسوس کرنے لگے ہیں۔ کہ آج سے چند سال بعد ان بچوں کے ہاتھ میں قوم کی عنان حکومت نے جانا ہے اور اگر اُنہیں اچھے شہری بننے کے موقع عہدِ طفلی میں ملے ہونگے تو وہ اپنے آپ کو اچھا شہری ثابت کرینگے ورنہ سوسائٹی کے لئے ایک بوجھ ثابت ہونگے۔ اس لئے امریکہ کے بڑے بڑے شہروں مثلاً بوسٹن۔ شیکاگو۔ نیویارک وغیرہ شہروں کی بلدیات نے اِس بات کو سمجھ لیا ہے کہ اگر ان بلدیات کی حدود کے اندر رہائش کرنے والے بچّوں نے اچھے شہری بننا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ان بچّوں کے جسم اور دماغ کی اچھی طرح سے نشو ونما ہو۔ اور اُنکی باقاعدہ دیکھ بھال کی جائے۔ انہیں اچھی خوراک دی جائے۔ اچھی پوشش مہیا کرنے کا سامان ہو۔ انہیں کھُلے اور ہوادار مکانوں میں رکھا جائے۔ اور پھر اچھی طرح سے تعلیم دی جائے۔ بہت سی حالتوں میں ان بچّوں کے والدین یا تو بالکل جاہل مطلق ہوتے ہیں یا نہایت غریب۔ اس لئے یہ سب کام میونسپلٹی کو خود ہی سرانجام دینے پڑتے ہیں۔

شہر نیویارک میں چونکہ ایسے نو وارد لوگوں کی ایک بڑی تعداد جو یورپ سے ترکِ وطن کرکے آئے ہوئے ہیں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اس لئے اِس شہر کو خاص طور پر مشکلات پیش آتی رہتی ہیں لیکن پھر بھی اس بلدیہ نے نہایت ایثار۔ فیاضی اور سرگرمی سے اِن مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

میونسپلٹی کا محکمہ تعلیم اس بلدیہ کا محکمہ تعلیم ایسا اعلےٰ ہے کہ بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں تو اس نے معجزہ ہی دکھایا ہے۔ بہت سے بچّوں کو محکمہ کے ملازم گندے اور تاریک گھروں سے جہاں انہیں اچھی خوراک کا ملنا ناممکنات سے ہے۔ نکال کر ایسے مقامات پر لے جاتے ہیں کہ جہاں اُنہیں عمدہ خوراک کھلے اور ہوادار مکانات اور پہننے کے لئے اچھے کپڑے مہیا کئے جاتے ہیں۔

چونکہ عام طور پر اِن بچّوں کے والدین یورپ کے مختلف ممالک سے آتے ہیں جہاں انگریزی زبان نہیں

تو بولی جاتی ہے اور نہ سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے یہ بچے بھی اِس زبان سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ لیکن چند سال میں جب وہ سکول کی پڑھائی ختم کرتے ہیں تو اُن میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔ انہوں نے انگریزی زبان اچھی طرح سے سیکھ لی ہوتی ہے۔ ان میں صفائی کی عادت نے اچھی طرح سے گھر کرلیا ہوتا ہے۔ پھر اپنے لئے ملک کے متعلق کافی علم حاصل کرلیا ہوتا ہے۔ اور ان نونہالوں کو اپنی علمیت۔ اپنے اساتذہ کرام اور اپنے نئے ملک پر سچا طور پر فخر ہوتا ہے۔

یہ پبلک سکول اپنی استعداد کے مطابق ہر ممکن ذریعہ اس امر کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ یہ بچے جوان ہوکر ریاستہائے متحدہ کے عمدہ شہری بنیں۔ علاوہ پڑھنے لکھنے اور حساب سیکھنے کے لڑکوں کو بڑھئی کا کام اور لڑکیوں کو سینا پرونا۔ اور کھانا پکانا وغیرہ سکھایا جاتا ہے۔ ان بچوں کو thanic طرز کی ورزشیں کرائی جاتی ہیں۔ اور ان کے لئے ورزش گھر بھی بنے ہیں تاکہ اِن کے جسم مضبوط ترین بن جائیں سکول سے ملحقہ ڈاکٹر اور نرسیں اکثر اوقات اِن کے دانت۔ آنکھ۔ ناک اور گلے کا معائنہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر کسی اعضاء میں کوئی نقص پیدا ہو تو اُس کا باقاعدہ علاج کرتے ہیں۔

بہت سے بچوں کو ہائی سکول میں جانے سے پہلے کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر لڑکا زیادہ حوصلہ مند ہے تو اُن دنوں میں ہی وہ شام کے وقت ہائی سکول کی جماعتوں میں داخل ہوسکتا ہے۔ ہائی سکول سے اوپر اعلےٰ تعلیم کے لئے دو کالج ہیں۔ اِن میں سے ایک لڑکیوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور دوسرا لڑکوں کے لئے۔ ان کالجوں میں کتابیں مُفت دی جاتی ہیں۔ اور فیس بالکل معاف ہوتی ہے۔

تاکہ بچوں کے والدین کو مندرجہ بالا خوبیوں کا احساس ہو سکول کے اُستاد اِن والدین سے ملتے اور اُن کا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ اس مطلب کے لئے انجمن والدین قائم ہیں۔ ان انجمنوں کے اجلاس میں والدین اور اُستاد بچوں کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ اور بچوں کی پرورش کے تمام اعلےٰ اور مناسب طریقوں کے متعلق بحث وغیرہ کرتے ہیں۔ بعض والدین جاہل مطلق ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ڈاکٹروں اور نرسوں کی گفتگو کو غور سے سُنیں۔

اِن سکولوں کے ساتھ ایک اور انجمن بھی ملحق ہے۔ اُس انجمن کو little LITTLE mothers league کے نام سے پکارتے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہُوا ہے کہ بعض اوقات جاہل مطلق والدین پر بطور خود اُستادوں یا ڈاکٹروں کی گفتگو کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ان بچوں کی چودہ یا پندرہ سال کی کوئی بڑی بہن ہو تو اُس پر فوراً اثر ہوتا ہے۔ اِس لئے اِن سکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی بڑی بہنوں کو اِس انجمن کا ممبر بنایا جاتا ہے۔ پھر اُن کے ذریعے والدین کو زیر اثر کرنا زیادہ آسان ہوجاتا ہے۔ موسم گرما میں ہر ایک

سکول میں ہفتہ میں ایک بار اِس انجمن کے ممبران کو نرسیں اور ڈاکٹر لیکچر دیتے ہیں - ان لیکچروں میں بتایا جاتا ہے کہ بچوں کے لئے اعلےٰ ترین خوراک کونسی ہے؟ اور اِس خوراک کو کیونکر تیار کیا جانا چاہیئے؟ بچوں کی دُودھ کی بوتلیں کیسے صاف سُتھری رکھی جا سکتی ہیں؟ بچوں کی پوشاک کیسی ہونی چاہیئے؟ پھر تازہ ہوا کے فوائد انہیں اچھی طرح ذہن نشین کروائے جاتے ہیں - بلا شک وشبہ یہ چھوٹی بچیاں اِن باتوں کو بڑے غور سے سُنتی ہیں اور عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتی ہیں - انجمن کی ہر ایک ممبر ایک بلّا یعنی Badge اپنے کوٹ کے اوپر لگاتی ہے - انجمن کی پریزیڈنٹ کا بلّا امتیازی طور پر سُنہری ہوتا ہے - اور اِس سُنہری نشان کو بڑی عزت ووقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے - تمام پبلک ہسپتال اور سکولوں سے ڈاکٹر اور نرسیں ملحق ہیں - جو مختلف غریب گھروں کا دورہ کرتی ہیں - اور اکثر بچوں کے ماں باپ اِن ڈاکٹروں اور نرسوں کے بڑے ہی شکرگزار ہوتے ہیں - لیکن بعض ایسی مائیں بھی ہوتی ہیں جو بالکل جاہل اور بیوقوف ہوتی ہیں - اور اس لئے ڈاکٹروں اور نرسوں کی ہدایات کی کچھ بھی پروا نہیں کرتیں -

بیمار بچوں کے لئے سمندر کے کنارے گھر

بعض اوقات کسی بیمار بچے کی زندگی بچانے کے لئے یہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے گھر سے کچھ مدّت کے لئے باہر لے جایا جائے - چنانچہ ایسے بدقسمت، غریب اور بیمار بچوں کے لئے نیویارک کے نزدیک مقام نیو ڈارپ New Dorp پر ہسپتال اور رہائش کے لئے ہوادار مکانات بنے ہیں - ایک ایسے گھر کا نام Sea Breeze House یعنی سمندری ہوائی گھر ہے - یہ گھر جزیرہ کونی (Coney Island) پر تعمیر کیا گیا ہے - اِس گھر میں ان ننھے ننھے بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد رکھی گئی ہے - جو بچپن میں ہی نامراد مرضِ تپ دق کا شکار ہو گئے ہوں - یہاں اِن بچوں کو صحتِ کلی حاصل کرنے کا اور زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے کا ایک اور موقعہ دیا جاتا ہے -

اِس ہوا گھر میں بچے سارا دن کُھلی ہوا میں گذارتے ہیں - حتےٰ کہ یہاں اِن کی تعلیم بھی باہر شامیانوں کے نیچے ہی ہوتی ہے - اگر موسم میں خنکی زیادہ ہو تو پڑھائی کا وقت کم کر دیا جاتا ہے - یوں بھی ان بیمار بچوں کی پڑھائی کا وقت تندرست بچوں کے مقابلہ میں کم ہی رکھا جاتا ہے -

لیکن باوجود اِن بیمار بچوں کی اتنی غور و پرداخت کے سب کو سمندر کے کنارے کُھلی ہوا میں لے جانا مُشکل ہی نہیں بلکہ بالکل ناممکن ہے - اس لئے شہر کے عین وسط میں جہاں کہیں سکول واقع ہیں سکولوں کی چھتوں پر خیمہ جات نصب کر کے باقی ماندہ بچوں کو کُھلی ہوا میں رکھا جاتا ہے -

مریض بچے ہر صبح ٹھیک ۹ بجے ان کیمپوں میں آ جاتے ہیں اور انہیں آتے ہی دُودھ کا ایک گلاس

جس میں کچے انڈے کی زردی پھینٹ کر ملائی ہوتی ہے پلایا جاتا ہے۔ پھر اِن کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ دوپہر کے وقت سادہ غذا کا طاقت اور صحت بخش کھانا دیا جاتا ہے اور شام کے وقت پھر دودھ کا گلاس اور انڈا دیا جاتا ہے۔ ٹھیک پانچ بجے تمام کو کیمپ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن گھر کی گندی فضا دن بھر کے اثر کو ضائع نہیں کر سکتی۔ بچے کے گھر چلے جانے پر بھی ڈاکٹر اور نرسیں خاص طور پر جا کر دیکھتی ہیں کہ اِن مریض بچوں کو سب سے زیادہ اچھی اور ہوادار جگہ ملے۔ انہیں دو کوارٹ دودھ اور تیس انڈے روزانہ بلدیہ کے گودام سے مفت لینے کا ٹکٹ ملا ہوتا ہے۔

نیویارک کی بلدیہ کا یہ دوسرا دانشمندانہ طریقہ اپنے شہر کے بیمار بچوں کی صحت کے لئے ہے۔

کھلی ہوا میں کھیلنے کے میدان

اگرچہ ان غریب والدین کے بیمار بچوں کی مدد کرنا ایک بہت ہمدردانہ اور دانشمندانہ فعل ہے۔ تاہم قوم کی اصلی اُمیدیں تناور اور تندرست شہریوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ نیویارک میونسپلٹی کو اِس بات کا بڑا احساس ہے۔ اور اُس نے اِس امر کی کوشش کی ہے کہ بلدیہ کی حدود کے اندر رہائش کرنے والے بچے نہ صرف تندرست ہی ہوں بلکہ توانا جسیم اور خوش مزاج بھی ہوں۔ چنانچہ ان بچوں کے لئے اُس نے کھلی ہوا میں کھیلنے کے میدان۔ عالیشان مکانوں کی چھتوں پر باغیچے۔ نہانے کے حوض۔ ورزش کرنے کے لئے ورزش گاہیں اور اکھاڑے بڑی معقول تعداد میں مہیا کئے ہیں۔ اور اِن خوبصورت اور تندرست بچوں کو مختلف قسم کی ورزشیں، تیرنا اور مختلف کھیلیں سکھانے کے لئے خوش خلق اور زندہ دل مرد اور عورتیں ملازم رکھے ہیں۔ کیونکہ بدقسمتی سے بہت سے بچوں کو تو مختلف کھیلوں کے قاعدے بھی نہیں آتے۔ ان غریب بچوں میں کام کرنے والے چھتوں پر باغیچوں کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ نیویارک میں تمام نئے سکول اب بنانے ہی اِس طرز سے جاتے ہیں کہ ہر ایک سکول کی چھت پر باغیچہ لگایا جا سکے۔ چھت کے اِرد گرد خاردار تاروں کا جنگلہ لگا دیا جاتا ہے۔ تاکہ کوئی بچہ گرنے نہ پائے۔ یہاں طلباء بعض کھیلیں مثلاً باسکٹ بال بیس بال اور ٹینس بال وغیرہ کھیلتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے نرسوں کی حفاظت میں یہاں خوبصورت پھولوں کے درمیان تمام دن کھیلتے رہتے ہیں اور بڑے ہی خوش رہتے ہیں۔ چنانچہ تمام بچوں کے چہرے گلاب کے پھولوں کی طرح سُرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔

پبلک کھیل کے میدان

ان کے علاوہ کھلی ہوا میں کھیل کے میدان ہیں۔ یہاں بچوں کے لئے چھوٹے بڑے ہوئے ہیں۔ ٹینس کھیلنے کے کورٹ بھی ہیں۔ چونکہ بچے ریت میں کھیل کر بھی بہت خوش ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں ریت کے بھی کئی ڈھیر لگائے گئے ہیں

وہاں بچّے خوب مٹی اچھالتے ہیں اور کھیلتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچّوں اور بڑے بڑے لڑکوں کے لئے بھی سامان تفریح موجود ہیں۔ اور یہ تفریح گاہیں شہر کے بڑے بڑے کوچوں اور بازاروں کے شور و غوغا سے بالکل علیحدہ ہوتی ہیں

عوام کے لئے گھاس کی پارکوں کے فائدہ کو ٹھیک طور پر اب محسوس کیا جا رہا ہے۔ اس لئے موسم بہار اور موسم گرما کے شروع میں سکول کے طلباء کو سیر کرانے کے لئے اِن پارکوں میں لے جایا جاتا ہے۔ اور وہاں جاکر بچّوں کو مختلف اقوام کے دیہاتی ناچ دِکھلائے جاتے ہیں۔ مختلف اقوام میں ناچ مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ناچ سکھانے والے اُستاد بڑے بڑے سکولوں میں جاکر یہ مختلف قسم کے ناچ اُن بچّوں کے سامنے ناچتے ہیں کہ جو اُن کے ماں باپ۔ دادا اور دادی ناچا کرتے تھے۔ اگر کوئی ناچ روسی دیہاتی زندگی کا ہوتا ہے تو دوسرا پولینڈ کی دیہاتی زندگی کا۔ ان بچّوں میں کثرت تعداد چونکہ ایسے بچّوں کی ہوتی ہے کہ جو یورپ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اپنے والدین کے ساتھ ترکِ وطن کر کے امریکہ میں آئے تھے۔ اس لئے اُنکے اصلی وطن کے ناچوں کو اُن کے سامنے ناچ کر دکھانے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ بچّے یہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ بالکل ہی ایک اجنبی فضا میں آگئے ہیں بلکہ اُنہیں اُن کی پُرانی فضا میں ہی رکھا جاتا ہے۔ پبلک پارکوں میں بھی کئی قسم کی کھیلیں کی جاتی ہیں اور اُن نووارد بچوں کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کیا جاتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ محسوس کرتے اور فخر کرنے لگتے ہیں۔ کہ وہ ایک بڑے عالیشان اور زبردست ملک کے شہری ہیں۔

دریائے ہڈسن کے گھاٹ ناچ وغیرہ دریائے ہڈسن کے کنارے بھی دکھائے اور سکھائے جاتے ہیں۔ دریا کے ساتھ ساتھ بہت سے مقامات پر گھاٹ کھلی ہوا میں بنے ہیں۔ یہ گھاٹ مئی سے ستمبر تک کھلے رہتے ہیں۔ ہر گھاٹ پر ہر شام آٹھ بجے سے دس بجے تک گانا ہوتا ہے۔

عوام کے لئے نہانے کے حوض گرمی کے ایام میں بلدیہ کی طرف سے ٹھنڈے اور صاف پانی کے متعدد حوض اِس امر کے لئے بنے ہیں کہ لڑکے اور لڑکیاں وہاں نہائیں۔ تیریں اور خوب چھلانگیں لگائیں۔ اِن حوضوں کے ساتھ اُستاد بھی مقرر ہیں۔ جو اِن لڑکے اور لڑکیوں کو تیرنا وغیرہ سکھاتے ہیں۔ اور اِس طرح بچّے کھیل کھیل میں صفائی کی قدر سیکھ جاتے ہیں۔

مختلف لائبریریاں مندرجہ بالا مختلف امور سے ناظرین اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ شہر نیویارک اپنے آئندہ شہریوں کی جسمانی تربیت کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے۔ لیکن وہ اُن کی دماغی تربیت کے لئے کیا کرتا ہے لگے ہاتھوں وہ بھی سُن لو جب سکول کی تعلیم ختم ہو جاتی ہے۔ تو عوام کی تعلیم

مختلف لائبریریوں کے ذریعہ شروع ہوتی ہے۔ نیویارک کی تمام لائبریریوں کے ساتھ بچوں کے پڑھنے کے لئے جدا کمرے ہیں۔ جہاں کثیر مقدار میں میزیں اور کرسیاں پڑی ہیں۔ ان لائبریریوں سے اکثر میں ہفتہ میں ایک دفعہ بچوں کو کہانی سنانے کا وقت ہوتا ہے۔ اور ایک قابل آدمی جس کا کہانی سنانے کا طریقہ بچوں کو کشش کرنے والا ہوتا ہے۔ وقت مقررہ پر انہیں کہانیاں سناتا ہے۔ بچے نہایت خوش ہو کر ان کہانیوں کو سنتے ہیں۔ ان کہانیوں کو بھی دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ اول وہ کہانیاں جو چھوٹے بچے پسند کرتے ہیں۔ دوسرے شجاعت اور دلاوری کی کہانیاں جو بڑی عمر کے لڑکوں کے دلپسند ہیں۔ اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ کہانی سنانے والا کہانی کا ایک حصہ سنا کر کہہ دیتا ہے کہ اگر باقی کہانی کا شوق ہے۔ تو لائبریری میں فلاں فلاں کتاب پڑھ لی جائے گویا اس طریقے سے کتابیں پڑھنے کا شوق بچوں کے دل میں پیدا کیا جاتا ہے۔ حب الوطنی کی کہانیوں کی کتابیں خاص طور پر پسند کی جاتی ہیں۔ اور لائبریری میں جتنی جلدیں واشنگٹن اور لنکن کی سوانح عمری کی ہوتی ہیں۔ وہ عام طور پر پھٹی پرانی حالت میں ہی رہتی ہیں۔ کیونکہ ان دو محب الوطن عظیم ہستیوں کی کہانیاں خاص طور پر بچے بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن بچے خواہ پڑھنے کے کتنے ہی مشتاق ہوں کوئی بچہ کسی کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ جب تک کہ اس کے ہاتھ خاص طور پر صاف ستھرے نہ ہوں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سیوارڈ پارک لائبریری Seward Park Library میں بعض اوقات پندرہ سو طلباء ایک وقت میں مطالعہ کے لئے آجاتے ہیں۔ پہلے وہ میزوں کے سامنے ہاتھ آگے کی طرف نکال کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب معائنہ کنندہ انہیں صفائی کے نقطۂ نظر سے تسلی بخش قرار دیدیتا ہے۔ تب کہیں انہیں کتابیں چھونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ نووارد کو پہلے دن ایک وعدہ پر دستخط کرنے پڑتے ہیں۔ جس کے یہ الفاظ ہوتے ہیں۔

"When I write my name in this book I promise to take good care of the book I use and to obey the rules.

یعنی اپنا نام لکھتے وقت میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کتاب کو استعمال کرتے وقت اس کی اچھی طرح حفاظت کرونگا۔

پس اس طرح سے کہانیوں کا لطف اور صفائی کا سبق پہلو بہ پہلو لیا جاتا ہے۔

ضروری اطلاع جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئیں۔ بغیر اس کے کوئی صاحب جواب کی توقع نہ رکھیں۔ منیجر رسالہ ہذا

حسنِ طلب

(پنڈت رلارام صاحب رتن منشی فاضل)

پھر جبیں کو ہے آستاں کی طلب　　خاک کو پھر ہے آسماں کی طلب
کوئی دیکھے تو انتہائے وفا　　خاک ہوکر ہے آستاں کی طلب
ایک راحت ہے خانہ ویرانی　　اُٹھ گئی دِل سے آشیاں کی طلب
پھر تصوّر کے لے رہا ہُوں مزے　　ہر نظر کو ہے آستاں کی طلب
وائے قسمت بہار آتے ہی　　برق کو پھر ہے آشیاں کی طلب
خدشۂ برق و خطرۂ صیّاد　　کیا کرے کوئی آشیاں کی طلب
سیرِ گُلشن کا اب دماغ کہاں　　دِل میں ہے جلوۂ نہاں کی طلب
پائی تسکیں قفس کے گوشے میں　　مٹ چکی دِل سے گلستاں کی طلب
سامنے ہے وہ جلوۂ مستوُر　　دیکھئے چشمِ راز داں کی طلب
دِل بیخود ہے سب سے بیگانہ　　ہوش تک کھوئے کارواں کی طلب
عشق کی سختیاں معاذ اللہ　　دِل کو ہے مرگِ ناگہاں کی طلب

مٹ چکا آشیاں رتن لیکن
نہ مٹی خاکِ آشیاں کی طلب

نوٹ۔ خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل سے معاف فرمائیں۔ مینیجر

دولا پہلوان

ڈھائی سال میں ۱۶۴ نامی پہلوانوں کو شکست

امریکہ میں ایک پنجابی پہلوان کے کارنامے

(از جناب (خواجہ) فیض محمد صاحب فیضؔ لدھیانوی منشی فاضل)

مندرجہ ذیل مضمون میں فاضل مضمون نگار نے اس بات کو واضح کیا ہے۔ کہ ایک صحیح او رتندرست انسان جو ہمیشہ حفظانِ صحت اور ورزش کے اصولوں پر کاربند رہتا ہو۔ اپنی صحت وتندرستی کی بدولت عزت وشہرت کے مدارج کو کس سرعت رفتاری کے ساتھ طے کر سکتا ہے۔

چونکہ ریڈ کراس سوسائٹی کے اغراض ومقاصد میں حفظانِ صحت اور ورزش کے اصولوں کی نشر واشاعت بھی شامل ہے اس لئے ہم اس مضمون کو ریڈ کراس نمبر میں شائع کرنا چاہتا تھا۔ مگر عدم گنجائش کی وجہ ایسا نہ کر سکے۔ لہذا اس نمبر میں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اسے

اخبار بین حضرات کو بخوبی معلوم ہوگا۔ کہ پنجاب کے مشہور ومعروف نوجوان دولا پہلوان پچھلے دنوں امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے تقریباً دو سال چار ماہ وہاں قیام کیا۔ اس دوران میں امریکہ کے مختلف بڑے بڑے شہروں میں آپ نے ۱۶۴ نامی پہلوانوں کو مجمعِ عام میں شکست دی۔ اپنی شہ زوری کا سکہ بٹھلاتے ہوئے آپ نے وہاں جو غیر فانی شہرت اور لازوال ناموری حاصل کی ہے۔ اُس کی یاد وہاں کی تاریخ میں ابد تک قائم رہیگی۔

مس میو نے اپنی رسوائے عالم کتاب "مدر انڈیا" میں ہندوستان کی مختلف کمزوریاں پیش کرتے ہوئے انہیں کمزوری کا طعنہ بھی دیا ہے۔ لیکن دولا پہلوان کی شہ زوریوں کے کرشمے دیکھ کر مس میو کی بہنوں نے جس طریق سے دل کھول کر آپ کو داد کمال دی ہے اُس نے مس میو کی دونوں آنکھیں کھول دی ہونگی؛

مادرِ ہند کے یہ قابلِ فخر فرزند جولائی ۱۹۳۳ء کے اوائل میں خیروعافیت کے ساتھ امریکہ سے واپس آگئے تھے اور آجکل اپنی سسرال میں بمقام لدھیانہ مقیم ہیں۔ میں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔ دورانِ گفتگو میں آپ نے وہاں کے جو حالات سنائے ہیں۔ وہ اس قدر دلچسپ ہیں۔ کہ اُن کو پڑھ کر ناظرین یقیناً بہت مسرور ہونگے! ور انکی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ اس رستم صفت نوجوان کی شہزوری کے کارناموں کا ذکر کرنے سے پیشتر مناسب معلوم

ہوتا ہے۔ کہ آپ کے ابتدائی حالات بھی اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے جائیں۔
آپ سرزمین پنجاب کے ایک معمولی قصبے گڑھ شنکر میں پیدا ہوئے۔ جو ضلع ہوشیارپور میں واقع ہے۔ سن ولادت ۱۹۰۳ء ہے گویا اس وقت آپ کی عمر تیئیس سال کے لگ بھگ ہے۔ اسی قصبہ میں تربیت پائی جب اٹھارہ سال کی عمر ہوئی اور سن بلوغ کو پہنچے۔ تو جالندھر کے شہرہ آفاق پہلوان استاد غلام حسین خاں عرف بیسنے خاں رئیس سے فن پہلوانی میں شرف تلمذ حاصل کیا اور باقاعدہ کشتی لڑنے کا ہنر سیکھتے رہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے مصداق آپ کی شہرت بجلی کی طرح ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ اور آپ کا جوڑ ملک کے نامی گرامی پہلوانوں سے ہونے لگا۔ آپ نے چوٹی کے نوجوانوں سے اکثر دنگل لڑے شکست و فتح سے قطع نظر آپ نے اُن میں ایسے ایسے بے نظیر کرتب دکھائے۔ کہ اہل نظر کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔
پایانِ کار ۱۹۳۱ء میں آپ امریکہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے برادر بزرگ جناب فضلا پہلوان بھی تھے۔ ترجمانی کیلئے آپ نے اپنے قصبے کے ایک قابل نوجوان مسٹر کرتار سنگھ بی اے کو اپنی معیت میں لے لیا تھا۔ جو وہاں جا کر آپ کے منیجر بھی رہے آپ کا بیان ہے کہ وہاں کے باشندوں نے اِن حضرات کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور اکثر لوگ مہمان نوازی بھی نہایت خاطر سے کرتے رہے۔ وہاں کے باشندے نہایت زندہ دل اور فراخ حوصلہ ہیں اور کسی کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ نہایت خوش و خرم ہیں! ور آزادی کے ساتھ زندگی کے ایام بسر کرتے ہیں۔ آپ نے وہاں جا کر جن جن نامی پہلوانوں کو شکست دی ہے ان کی کل تعداد ۱۶۴ ہے۔ طوالت کے خوف سے ان میں چند ایک چیدہ چیدہ کشتیوں کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے:۔
(۱) سان فرانسسکو کے مقام پر پیٹرسن پہلوان کو جو ٹیپالہ میں گاماں پہلوان۔ سے لڑ چکا ہے۔ ۲۳ منٹ کے اندر زمین پر چت گرا دیا۔
(۲) سویڈن ناروے کے نامی پہلوان ٹور جان سن کو ۳۵ منٹ کے اندر شکست دیکر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔
(۳) سٹاک ٹاؤن میں جہاں سکھوں کا مشہور عظیم الشان گوردوارہ ہے۔ ٹیٹ کاکس پہلوان کو ۲۰ منٹ کے اندر پچھاڑ کر اُس کی چھاتی پر سواری کی۔ اس دنگل میں سید حسین لیڈر۔ ولبھ بھائی پٹیل اور مبل ہند سروجنی نیڈو بھی موجود تھیں۔ ان گرامی قدر بزرگوں نے مجمع عام میں اپنے ہندوستانی پہلوان کی نسبت جو ہنگامہ خیز اور جذبات انگیز تقریریں کیں۔ اُن کا ایک ایک حرف امریکہ کے اخبارات میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے انہوں نے فرمایا کہ اس میوکی بہنیں اُسے جا کر بتائیں کہ دیکھو! ایک ہندوستانی نوجوان اپنی شہزوری کے بل پر کس طرح اُس کے نامی گرامی پہلوانوں کو چند منٹوں میں پچھاڑ کر چھاتی پر سوار ہو جاتا ہے۔ اس لاجواب دنگل میں مذکورہ بالا اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے ہندوستانی لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے اپنے وطنی جذبات

کے زیر اثر آپ کو شاباش دی۔ اور کہا۔ کہ آپ نے آج ہمارے ملک کی لاج رکھ لی ہے۔ آپ کا جلوس نکالا گیا موٹر میں بٹھا کر آپ کے گلے میں اس قدر پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ کہ کچھ نہ پوچھئے۔ بہت سے امریکن رؤساء نے آپ کو انعامات دیکر نوازا ۔

(۴) فری برگ میں بنگیریا کے نامی گرامی پہلوان لوزنیفس کو جو وہاں کا رستم کہلاتا تھا۔ ۲۰ منٹ کے اندر چت گرا دیا۔ سکھوں نے اس کشتی کیلئے منت مانی تھی۔ کہ اگر دولا پہلوان اس پہلوان کو گرا ئیگا تو ہم خدا کی راہ میں حلوا تقسیم کرینگے چنانچہ جب آپ ظفریاب ہوگئے تو انہوں نے حسب وعدہ پچاس ڈالر کی رقم سے کڑاہ پرشاد بنایا اور تقسیم کیا نیز آپ کے گوردوارہ کیجانب سے خاص مہر کے ساتھ ایک دستاویز بھی دی جسمیں بہت سی تعریف آمیز باتیں درج ہیں ۔

(۵) شکاگو کے مقام پر یک آولڈسن نامی پہلوان سے کشتی ہوئی۔ جو وہاں کی کسی ریاست کا داشتہ پہلوان تھا۔ آپ نے اُس کو بھی بغیر کسی قسم کی جد و جہد کے فی الفور چند منٹوں کے اندر پچھاڑ کر اس کی چھاتی پر سواری کی۔ آپ کی کامیابی کا زیادہ تر راز اس امر میں پوشیدہ ہے۔ کہ وہاں کے پہلوان ہندوستانی داؤ پیچ سے بہت کم آشنا ہیں لیکن "مکہ بازی" میں مہارت تام رکھتے ہیں۔

(۶) نیویارک میں بروک لین کے مشہور پہلوان مکھا نز کو چند منٹوں میں پچھاڑا۔ اس دنگل میں بھی بہت سے ہندوستانی لوگ موجود تھے جنکی جانیں دولا کے ساتھ ساتھ لڑ رہی تھیں۔ آپ جب کشتی جیت کر ہندوستانی رسم کے مطابق دنگل میں چکر لگانے لگے تو وہاں کی عورتیں جو مردوں کے ہمراہ تماشائی کی حیثیت سے مجمع میں موجود ہوتی تھیں آپ کو شاباش کہتی تھیں ۔

(۷) کنیڈا میں سٹینگل لوس پہلوان سے جس کے پاس رستم دنیا ہونے کی ایک زریں پیٹی موجود ہے کشتی ہوئی۔ واضح رہے۔ کہ جس طرح ہمارے ہندوستان میں دنگل کے انعقاد سے پیشتر ٹھیکیداروں سے معاوضہ کا تصفیہ ہو جاتا ہے اسیطرح دولا پہلوان وہاں کے ٹھیکیداروں سے رقم کا فیصلہ پہلے ہی چکا لیتا تھا۔ تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ہاں تو اس پہلوان سے متواتر ڈیڑھ گھنٹے تک کشتی ہوتی رہی۔ آپ نے اُس کی بہت بُری گت بنائی۔ کئی بار اُس کو نیچے گرایا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کے اکھاڑوں میں ہماری طرح مٹی نہیں ہوتی۔ بلکہ روئی کے نرم اور ملائم گدے ڈالے جاتے ہیں۔ جن پر گرنے سے کوئی چوٹ نہیں لگتی۔ دولا پہلوان کا اپنا بیان ہے۔ کہ جتنی دیر تک اُسکو اس پہلوان سے لڑنا پڑا اُتنا وقت کسی اور پہلوان نے نہیں لیا۔ کافی دیر لڑتے رہنے کے باعث سٹینگل لوس تو حواس باختہ ہو چکا تھا مگر ہمارا ہندوستانی شیر برابر اپنا دم خم دکھاتا رہا۔ لیکن چونکہ وہاں کے باشندے اُس پہلوان کے طرفدار تھے اس لئے منصفوں نے شکست تسلیم نہیں کی۔ پھر بھی انصاف پسند لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ دولا پہلوان کو ایک طرح کی فتح نصیب ہوئی ہے وہاں کے آزاد نویس اخبارات نے بھی اعتراف کیا ہے۔ کہ دولا پہلوان نے سٹینگل لوس کی خوب گت بنائی تھی۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اُسے پردیسی ہونے کے باعث بے انصافی کا شکار ہونا پڑا اس کے

میں آپ نے جو ہنر دکھائے۔ اُن سے خوش ہو کر کنیڈا کے اعلےٰ افسر نے آپ کو ایک زرّین پیٹی دی۔ جو قیمت میں اسی پیٹی کے برابر ہے جو سٹینگل لوس کو مل چکی ہے۔ یہ پیٹی اس وقت بھی دولا پہلوان کے پاس موجود ہے اور میں نے خود دیکھی ہے۔

(۸) جمیلا وانس نامی رستم کو آپ نے خود چیلنج کیا لیکن اُس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا۔ کہ میں داؤ پیچ کی لڑائی تو نہیں لڑ سکتا۔ البتہ "سکہ بازی" اور "بار برداری" کے مقابلہ کیلئے ہر وقت آمادہ ہوں۔ یہ پہلوان کشتی کے نام سے اس قدر ہراساں تھا کہ جس شہر میں دولا پہلوان کی آمد کی خبر سنتا پہلے ہی سے اُس شہر کو چھوڑ کر اگلے شہر میں بھاگ جاتا تھا۔

الغرض آپ نے اسی طریق سے کل ۱۶۲ دنگل لڑے اور سب میں آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ واپسی پر آپ نے جاپان میں بھی چند ایک کشتیاں لڑیں۔ اور دو جرمنی پہلوانوں کو شکست دی۔ مختصر یوں سمجھئے۔ کہ بڑی بڑی کشتیوں کے علاوہ آپ نے سنگھئی میں دو پہلوانوں کو پچھاڑا۔ ہانگ کانگ میں ایک پہلوان کو چت گرایا۔ دو پہلوان ایشیا کے گرائے۔ دو پہلوان سیلون کے گرائے اور دو پہلوانوں کو ملایا میں منہ کی کھانی پڑی۔ بہت سے پہلوانوں کے نام تک آپ کو یاد نہیں رہے۔ خدا کی کچھ ایسی مہربانی تھی کہ جس طرف آپ تشریف لے جاتے تھے فتح اور کامرانی بڑھ کر آپکے پاؤں چومتی تھی میکسیکو میں جس وقت آپ نے ایک دفعہ لنگوٹ باندھ کر یکے بعد دیگرے کسی توقف کے بغیر چار نامی پہلوانوں کو پچھاڑا ہے تو تمام تماشائی انگشت بدنداں تھے۔ آپ جب وہاں سے رخصت ہوئے ہیں تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو مجبور کیا۔ کہ آپ اب اپنے وطن کو واپس جائیں۔ بلکہ یہیں ہمیشہ کے لئے سکونت اختیار کر لیں۔ لیکن چونکہ آپکے دل میں اپنے وطن کی محبت موجزن تھی اس لئے آپ اپنے برادر بزرگ اور مسٹر کرتار سنگھ بی اے کی ہمراہی میں مراجعت فرمائے ہند ہو گئے۔ ساحل پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کو الوداع کہنے کیلئے آئے۔ جب آپ کا جہاز روانہ ہوا ہے تو ہر شخص کی زبان سے "see again" کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

میں نے امریکہ کے بعض اخبارات بھی دیکھے ہیں۔ جو آپکے پاس موجود ہیں۔ اُن میں پورا پورا صفحہ آپکے لئے وقف کیا گیا ہے ہر ایک اخبار نے آپکے متعدد فوٹو چھاپتے ہوئے آپ کی حد تعریف کی ہے اور آپ کو "ٹائیگر" کے جرأت آموز خطاب سے یاد کیا ہے۔ تقریباً مندرجہ ذیل مفہوم کا مضمون ہر اخبار میں موجود ہے:-

"دولا ہندوستان کا ایک نامی گرامی پہلوان ہے۔ جو اپنے حریف کو اسطرح اچھالتا ہے جس طرح شیر اپنے شکار کو اُچھالا کرتا ہے"۔

ہر ایک دنگل کی عکسی تصویر آپ کے پاس موجود ہے۔ جن میں سے دو تصویریں "رہنمائے تعلیم کے ریڈ کراس نمبر" میں ناظرین کرام کی ضیافت طبع کیلئے دی گئی ہیں :-

شاگردانِ حضرت نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی

(۲۰)

(از خسروِ سخن ہارون صاحب انصافؔ سیکرٹری بازار ٹینٹس ایسوسی ایشن رنگون برما)

جناب مہدی حسن صاحب احسنؔ لکھنوی جناب شوقؔ لکھنوی کے نواسے ہیں۔ اپنے کلام میں جناب داغؔ دہلوی سے مشورۂ سخن لے چکے ہیں۔ بمبئی میں ان کا قیام سالہا سال رہ چکا ہے۔ ڈرامہ اور ناول لکھنے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ پہلوانِ سخن مولانا نجم الدین ثاقبؔ بدایونی شاگرد حضرتِ داغؔ دہلوی کی صدارت میں شہر بمبئی میں بہت سے مشاعرے ہو چکے ہیں۔ اُن مشاعروں میں جناب احسنؔ لکھنوی کو غزل پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ کاظم حسین صاحب ہدفؔ لکھنوی کی ادارت اور جناب ثاقبؔ بدایونی کی نگرانی میں شہر بمبئی سے ماہوار رسالۂ غنچۂ جاوید" نکلتا تھا۔ مذکورہ رسالے میں کلامِ احسنؔ لکھنوی شائع ہوا کرتا تھا۔ آج کل حضرتِ احسنؔ کا قیام اپنے وطن لکھنؤ میں ہے۔

حضرتِ نواب فصیح الملک داغؔ دہلوی تاجدارِ دکن میر محبوب علی خاں آصفؔ کے اُستاد تھے کئی شعرائے کرام اِس نیت سے بھی حضرتِ داغ دہلوی کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہو جاتے تھے کہ ریاست حیدر آباد میں کسی عہدے پر مامور ہو جائینگے۔ لیکن جب اُمید برآتی نظر نہ آتی تھی تو وہ لوگ حضرتِ داغؔ سے منحرف ہو جاتے تھے۔ اخباروں میں حضرت کے خلاف مضامین لکھ کر حضرت کو بد نام کرنے کی کوششیں بھی کی جاتی تھیں۔ کلامِ داغؔ پر سر سے پا اعتراضات بھی ہوا کرتے تھے۔ "شحنۂ ہند۔ اور پروانہ"۔ میرٹھ میں مخالفین کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کی زندگی میں حضرت کی وفات کی خبر شائع کر دی گئی۔ اسی کا نام خدا واسطے کی دشمنی ہے۔ جن جن لوگوں نے اِس پروپیگنڈے میں حصہ لیا اُن سے دُنیائے شاعری بخوبی واقف ہے اُن حضرات کے نام ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

لالہ سری رام دہلوی نے شعرائے ماضی و حال کا تذکرہ آٹھ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ چار جلدیں "خمخانۂ جاوید" نام سے شائع ہو گئیں۔ پھر کیا تھا شعرائے لکھنؤ۔ امروہہ گورکھپور عظیم آباد نے اخباروں میں لالہ صاحب موصوف کو بد نام کرنے کے لئے کئی مضامین لکھے۔ بہت کچھ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن کچھ نہ ہوا۔ آفتاب پر اگر کوئی خاک ڈالے تو اسی کے مُنہ پر گرے گی۔ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک۔ لالہ صاحب موصوف کی زندگی

اگر وفا کرتی تو اب تک "خم خانۂ جاوید" کی آٹھ جلدیں شائع ہو جاتیں۔ اور ہندوستان کے تمام شعرا کے حالات بھی دُنیائے شاعری میں بطور یادگار رہتے۔

اب ناظرین رہنمائے تعلیم کلامِ احسن لکھنوی ملاحظہ فرمائیں۔

از مہدی حسن صاحب احسن لکھنوی ڈرامٹسٹ شاگردِ حضرت نواب فصیح الملک داغ دہلوی

دل کی وحشت نہ گئی خاک میں مل جانے سے
آندھیاں اُٹھنے لگی ہیں مرے ویرانے سے

روز کرتا ہوں درستیٔ شکستِ توبہ
لے کے ٹوٹے ہوئے ساغر ترے مے خانے سے

جام کے دورِ تسلسل سے ہے دُنیا قائم
چرخ نے سیکھی ہے گردش مرے پیمانے سے

مِل نہ جائے کوئی رستے میں خدا کا بندہ
مُنہ لپیٹے ہوئے نکلا ہوں صنم خانے سے

ہوتی جاتی ہیں بہت وصل کی راتیں کوتاہ
آسماں دَور بدل لے مرے پیمانے سے

میرے ہرجائی جو کعبے میں پکاروں تجھ کو
آئے لبیک کی آواز صنم خانے سے

پردۂ رازِ حقیقت جو اُٹھا دوں احسن
شورِ تکبیر ہو پیدا ابھی بُت خانے سے

اقوالِ بزرگاں

(۱) دانا آدمی کو ایک اشارہ کافی ہے۔
(۲) زبان دراز کے سامنے بھلے آدمی کو خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔
(۳) عزت جب ہی ہے کہ صبر کیا جائے۔
(۴) مُصیبت کے وقت کوئی ساتھ نہیں دیتا۔
(۵) ہمیشہ مغرور پریشان ہوتا ہے۔
(۶) بزرگوں کے کام بھی اکثر اچھے ہوتے ہیں۔
(۷) آمدنی کے وقت سخاوت کر کے ثواب آخرت کما لو۔
(۸) غریب آدمی کو امیرانہ مزاج نہ رکھنا چاہیئے۔
(۹) جو غرور کریگا وہی ذلّت اُٹھائیگا۔
(۱۰) مصیبت کی قدر مصیبت زدہ جانتا ہے۔
(۱۱) ضرورت کے وقت ادنےٰ آدمی کی بھی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔
(۱۲) وطن میں انسان کی قدر نہیں ہوتی۔ اپنوں کی نسبت غیروں کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔

(از ایچ۔ آئی۔ مومن۔ اُردو سکول ٹیچر شہر بُبلی)

کمشنر اصلاحِ دیہات کا لیکچر

مسٹر ایف - ایل - برین کمشنر اصلاح دیہات نے گورنمنٹ کالج لاہور میں لفٹنٹ کرنل ایچ - ایل - اوگریڈی پرنسپل کے زیر صدارت "ہندوستانی گاؤں کی از سرِ نو تعمیر" پر ایک پُر از معلومات اور دلچسپ لیکچر دیا جو آلہ نشر الصوت کے ذریعہ جملہ کالجوں میں سُنا گیا - آپ نے فرمایا کہ اگرچہ اصلاح دیہات کا کام کچھ مدت سے ممالک غیر اور ہندوستان میں خاموشی سے ہو رہا ہے - اور پنجاب میں بھی کچھ عرصہ سے جاری ہے - تاہم موجودہ اقتصادی کساد بازاری نے لوگوں کی توجہ بیش از بیش اس طرف مائل کر دی ہے - دُنیا نے اب تسلیم کر لیا ہے کہ انسانی نسل کا مرکز شہر نہیں بلکہ گاؤں ہے - اس لئے ہندوستان میں جہاں ۹۰ فیصدی آبادی دیہاتی اور زراعتی ہے - گاؤں کو کیونکر نظر انداز کیا جا سکتا ہے -

مسٹر برین نے فرمایا - کہ ہندوستان کی زندگی زراعت پر موقوف ہے جبکہ دُنیا کے دیگر ممالک کساد بازاری سے جنگ کر رہے ہیں - پنجاب کے لوگ گورنمنٹ پر آسرا لگائے بیٹھے ہیں - دیہاتیوں نے اپنے خرچ میں تھوڑی سی کمی کی ہے - لیکن مقدمہ بازی اور شراب نوشی وغیرہ بدستور جاری ہے - ایک متوسط درجہ کا دیہاتی اپنی اصلاح کا خیال نہیں رکھتا - لیکن جو لوگ اپنی مدد نہیں کرتے انکی نہ خدا مدد کرتا ہے - نہ گورنمنٹ - پنجابی دیہاتی کے موجودہ طریقے فضول اور خلاف اصول صحت ہیں اور اُسے انجام کار اُن میں اصلاح کرنی ہی پڑے گی -

مسٹر برین کی رائے میں موجودہ کساد بازاری کے دو پہلو بڑے اچھے ہیں دیہاتی بات سُننے اور نصیحت پر عمل پیرا ہونے کو تیار ہے جس کی وجہ سے وہ ایک بڑی حد تک اپنی حالت کو سنبھال سکتا ہے - جب تک تقدیر کی روح جاری رہی دیہاتیوں میں فضول خرچی بھی رہی - قحط اور وباؤں میں تقدیر پر بہت بھروسہ کیا جاتا تھا - لیکن اب یہ بات نہیں - پلیگ - ہیضہ - چیچک - ملیریا کا انسداد ممکن ہے اور تنظیم اور محنت سے ممکن ہے - بیماری کے لئے دوائیں موجود ہیں اور آب و ہوا کے لئے نہریں کنوئیں انجن - بجلی وغیرہ موجود ہیں - پنجاب کا دیہاتی اب قدرت پر قابو رکھ سکتا ہے - بے شبہ زلزلے - سیلاب وغیرہ اُس کے بس کی باتیں نہیں - لیکن معمولی خرابیاں ضرور رفع کر سکتا ہے - تقدیر پر شاکر رہنے کا نتیجہ فضول خرچی اور مزید قرضہ لینے کی صورت میں نکلا - لیکن اب اُس کے پاس بہت سے مشاغل ہیں - مثلاً کھیل - لائبریریاں - کتابیں - اخبار - لاسلکی جن کو وہ اختیار کر سکتا ہے اور زیورات پر روپیہ

صرف کرنے کی بجائے وہ اپنا روپیہ سیونگ بینک۔ کو اپریٹو بینک وغیرہ میں لگاکر بالکل جدید آدمی بن سکتا ہے۔

مسٹر برین کو پختہ یقین ہے کہ اگر دیہاتی گورنمنٹ کے کہنے پر چلے اور کاشت کاری کے اچھے طریقے اچھی زندگی اختیار کرے تو وہ موجودہ کساد بازاری میں بھی بخوبی گذارہ کر سکتا ہے۔ نیز کہ وہ جب تک انہی کاشتکاری کے طریقوں کو ازسر نو منتظم نہیں کریگا۔ اور کساد بازاری سے جنگ نہیں کریگا خوشحالی اُس کو کبھی دوبارہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ مسٹر برین کو اس بات کا بھی یقین ہے کہ گورنمنٹ اور طلباء دونو اس بارہ میں دیہاتیوں کو بہت کچھ سکھا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پنجاب ایک زراعتی صوبہ ہے اور دیہات کی خوشحالی پر شہروں کی خوشحالی منحصر ہے۔ اس کے علاوہ صحت کفایت شعاری بہتر کاروبار بہتر زندگی کے لحاظ بھی شہر اور دیہات آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ پس شہریوں کو دیہاتیوں کے مسائل میں پوری دلچسپی لینی چاہئے۔

مسٹر برین نے فرمایا۔ کہ ہمیں چار اصولوں پر عمل کرنا چاہئے۔ (۱) پیداوار کو ترقی دی جائے۔ (۲) اخراجات کو کم کیا جائے (۳) صحت کو مضبوط کیا جائے۔ (۴) زندگی کے معیار کو بلند کیا جائے۔ معیار زیست سے بلند کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کی جائے۔ بلکہ یہ ہے کہ اپنے اوقات فرصت اپنے وقت اور روپیہ کا بہتر استعمال کیا جائے۔

چونکہ گھر اور تربیت میں عورت کا زبردست ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لئے لازم آتا ہے کہ عورت کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ جس کے بغیر گاؤں کبھی مستقل ترقی نہیں کر سکتا۔

آپ نے اصلاح دیہات کے ان تمام اصولوں کی دلچسپ تشریح و توضیح کی اور اس سلسلہ میں نہایت قابل قدر نصائح کیں۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے دیہات کی کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔

(محکمہ اطلاعات)

قطعہ

اُس پرندے کی طرح دنیا میں رہنا چاہیے
جو کہ نازک شاخ پر
چہچہاتا ہے خوشی سے
جھولتی ہے شاخ لیکن خوف کچھ اسکو نہیں
گر نہیں سکتا کہ ہیں موجود اُڑنے کو پر

(محروم)

اقتباسات

(از لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی)

یوپی کے ساڑھے لاکھ بچوں میں سے صرف بارہ لاکھ تعلیم پاتے ہیں

ڈسٹرکٹ بورڈوں کی ایجوکیشنل کمیٹیوں کی کانفرنس کی افتتاح کرتے ہوئے آنریبل وزیر تعلیم سر جے پی سری واستو نے یہ کہا۔ کہ یوپی میں ورنیکولر زبانوں کی پوری تعلیم نہیں دی جاتی۔ کانفرنس میں تجاویز طلب کی گئی ہیں۔ کہ کس طرح دیہات میں تعلیم کی اشاعت عام ہو سکتی ہے۔ دیہات میں تعلیم کی کمی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یوپی میں تئیس لاکھ لڑکے اور تقریباً اتنی ہی لڑکیاں ۶ سال سے لے کر گیارہ سال کی عمر کی ہیں۔ مگر ان میں سے گیارہ لاکھ لڑکے اور ڈیڑھ لاکھ لڑکیاں سکولوں میں جاتی ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا۔ کہ یوپی میں ہی تعلیم کا اتنا برا حال نہیں ہے۔ بلکہ ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی تعلیم کا ایسا ہی حال ہے۔ تعلیم کی اشاعت کے متعلق آپ نے کہا کہ ہر ایک گاؤں میں پرائمری سکول کھولنے چاہئیں۔ اس سے لڑکے ان سکولوں میں داخل ہو کر آسانی سے تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ مگر اس وقت حکومت ضرورت کے مطابق روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ لہذا جو کچھ بھی ملتا۔ اس سے کام چلانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ (سدھار جالندھر)

۱۹۳۴ء میں کلکتہ یونیورسٹی کی لیڈی گریجوایٹس

کلکتہ یونیورسٹی کی بائیس طالبات نے اس سال بی اے کا امتحان آنرز کے ساتھ پاس کیا ہے۔ اور ان میں سے پندرہ طالبات نے انگریزی میں آنرز حاصل کی ہے۔ جن میں سے ایک فرسٹ کلاس فرسٹ یعنی اول درجہ میں پاس ہو کر اول رہی ہے۔ ایک نے سنسکرت زبان میں سیکنڈ کلاس آنرز حاصل کی ہے۔ اور ایک نے فارسی زبان میں۔ ایک نے فرانسیسی زبان میں۔ دو نے تاریخ میں۔ اور ایک نے فلاسفی میں آنرز حاصل کی ہے۔

سکاٹش چرچ کالج کی شریمتی سجاتا رائے نے فرسٹ کلاس میں انگریزی میں آنرز حاصل کی ہے۔ ایک مسلم خاتون شائستہ اختر بانو نے انگریزی زبان میں بی اے کی آنرز سیکنڈ کلاس میں حاصل کی ہے۔ شریمتی کملا چٹوپادھیا جو بوجہ اپنی پولٹیکل سرگرمیوں کے ہجلی کیمپ میں نظر بند ہے مضمون اقتصادیات میں آنرز حاصل کر کے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ (ماڈرن ریویو)

صداقت کی موت شروع میں خدا نے صداقت کو پیدا کیا۔ کہ جب تک تو بولتی رہے گی دُنیا گلزار بنی رہیگی اور اُس کی بہار کبھی خزاں کا مُنہ نہ دیکھے گی۔ ہزاروں برسوں تک صداقت اپنے حلق کی کامل قوت سے اور اپنی فطرت کی پوری رفتار و رغبت سے بولتی رہی۔ اِس کی آواز نیلے آسمان کے تلے گونجتی رہی۔ اور اِس کے سایہ میں کائنات کے بیٹے امن و امان۔ خوشی و خورمی اور بے دامی کی زندگیاں بسر کرتے رہے۔ شیطان دنیا پر قابض ہونے کے لئے بار بار تیار ہو کر آتا۔ لیکن صداقت کی بلند آہنگیاں اُسے ہر مرتبہ اندھی تاریکی کی طرف دھکیل دیتی تھیں۔ اور اُن کے سامنے ٹھہرنے کی طاقت اُس میں نہ تھی۔ آخر شیطان سونے کا ایک ٹکڑہ لے آیا۔ اور اُسے صداقت کے مُنہ پر پھیلا دیا۔ اب صداقت دیکھتی تھی پر بولتی نہ تھی۔ یہ اُس کی موت تھی۔ کیونکہ خدا نے کہا تھا۔ کہ صداقت کی زندگی اُس کے بولنے میں ہے۔ اور اُس کی زبان بندی اُس کی موت ہے۔

صداقت کی زبان بندی اور اُس کی موت کے ساتھ ہی جنت جہنم میں تبدیل ہو گئی۔ اور کائنات کے بیٹے گناہ کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ شیطان کی پہلی فتح تھی۔ اِس کے بعد دُنیا کو ایک دن کے لئے بھی اطمینان میسّر نہیں ہُوا۔

ٹاٹا آئرن ورکس جمشید پور مندرجہ ذیل چند اعداد وشمار ہندوستان کے اِس سب سے بڑے کارخانے کے متعلق ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہونگے۔

(۱) کمپنی کا جمشید پور میں یہ کارخانہ سلطنت برطانیہ کے تمام لوہے کے کارخانوں سے بڑا ہے۔

(۲) ہر روز سولہ ریل گاڑیاں اس کے کارخانوں کے لئے خام اشیا لاتی ہیں۔

(۳) اور ہر روز گیارہ ریل گاڑیاں کمپنی کا تیار شدہ مال ہندوستان کے مختلف اضلاع کو لے جاتی ہیں۔

(۴) ہر سال بنگال۔ ناگپور۔ ریلوے کی آمدنی کا مال و اسباب جتنے کا کرایہ ٹاٹا کمپنی ادا کرتی ہے۔

(۵) کمپنی کا سرمایہ ہندوستان کے مختلف صوبہ جات مثلاً آسام۔ بنگال۔ بہار۔ بمبئی۔ برما۔ صوبجات متوسط پنجاب۔ صوبجات متحدہ اور دیسی ریاستوں سے مہیا کیا گیا ہے۔

(۶) تقریباً بیس ہزار آدمی اِس کمپنی کے مختلف کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔

جمہوریت مدرسہ

(از سید سعد صاحب جعفری الزنبیی دل مچھلی شہری)

جمہوریت یا (R E P U B L I C) اُس طرز حکومت کو کہتے ہیں جس میں خود عوام قوانین وغیرہ بنائیں اور اُس پر عمل کریں۔ اسی طرح مدرسوں میں جمہوریت قائم کی جاسکتی ہیں۔ طلبا خود قانون بنائیں اور اس پر عمل کریں جبرم کرنے والے کو اس کی سزا دیں۔ یہ قانون سب کے باہم مشورے سے بنائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یا کوئی جرم کرتا ہے تو سب کی رائے سے اگر سزا کی ضرورت ہو تو مناسب سزا دی جاتی ہے۔ انگلستان و امریکہ میں یہ قاعدہ دو تین مدرسوں میں جاری ہے۔ اور دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ فن تعلیم کے ماہرین نے اس قاعدہ کو بہت پسند کیا ہے۔

یورپ کی جنگ عظیم نے لوگوں کو اِس بات پر توجہ دلائی کہ وہ حکومت کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ہر تعلیم یافتہ مجلس میں اِس بات کا چرچا رہتا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر رعیت کو حکومت میں دخل نہیں ہوتا تو وہ حکام کی غلطیوں پر نکتہ چینی نہیں کر سکتی۔ اِس کا نتیجہ دونو کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ جنگ عظیم اسی لئے برپا ہوئی تھی، یعنی حقوق قومی کی حفاظت کے لئے جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہر قوم آزاد و خود مختار ہوجائے۔ اور کسی شخص کے ظلم کا شکار نہ ہو سکے۔

آپ کو یہ خوب معلوم ہے کہ بغیر سیکھے حکومت تو یک طرف آپ کے لئے معمولی کھیلوں میں جلد مہارت حاصل کرنا بھی مشکل ہے۔ اور جب تک خوب اچھی طرح مہارت حاصل نہ کی جائے۔ تو جو مشق کی جائے وہ بھی زیادہ قائم نہیں رہتی۔ اس لئے جن ملکوں کو جمہوری اختیارات حاصل ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہاں کی حکومت اچھی ہو۔ کیوں؟ اِس لئے کہ رعایا کی کثیر تعداد طرز حکومت سے واقف نہیں ہوتی یا قابل اور خاص ہمدرد وطن کا انتخاب نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے کہ جب تک کسی ملک کے باشندے کاروبار سلطنت اور قوانین ملک پر مکمل طور پر عمل پیرا نہ ہوں۔ تو وہ خود مختاری حکومت کے قابل نہیں ہو سکتے۔

بزرگوں کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ بچے جو چاہیں کر گزرتے ہیں، لیکن کیا والدین یا سرپرست اِس الزام سے بری ہو سکتے ہیں۔ نہیں! میں تو یہ کہونگا کہ بچے تو موم کی ناک ہیں جس نے جدھر چاہا اُدھر پھیر دیا۔ جب اُن کی ٹھیک طور پر تربیت ہی نہ ہوگی تو وہ بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔ اور ان غریبوں کا اس میں قصور ہی کیا؟

جس طرح سلطنت کا خود مختار بادشاہ ہوتا ہے اُس کے جو جی میں آئے کر سکتا ہے۔ اسی طرح مدرسہ کا اُستاد ہے۔ جو جی میں آتا ہے۔ کر سکتا ہے اور رعیت کو حرف گیری کا حق مطلق حاصل نہیں ہوتا۔ اگر حاکم کسی قدر سخت ہے تو انتظام ٹھیک رہتا ہے، اور اگر ذرا نرم ہوتا ہے تو انتظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا اُمور پر غور کرنے کے بعد ایک امریکن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بچّوں کو کیوں نہ ابتدا ہی سے جمہوریت کی تعلیم کی جائے۔ چنانچہ جب اُس نے بزرگوں اور قدامت پرستوں سے بیان کیا تو وہ ہنسے اور کہا "میاں ہوش کی دوا کرو" لیکن اُس نے استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو تین مدرسوں کے منتظمین نے اُس کی رائے سے اتفاق کیا اور مدرسوں میں جب طلباء سے شخص مذکور کے خیالات ظاہر کئے گئے، تو طلبا نے اس کا پُر اشتیاق خیر مقدم کیا۔ چنانچہ قوانین بنائے گئے۔ نمائندوں کے انتخاب ہوئے اور جمہوریت مدرسہ کے اصولوں کے ماتحت کام شروع کر دیا۔ اِس تجویز کے مخالفین کے خیالات کے برخلاف مدرسوں میں دن بدن تعلیمی ترقیاں ہوتی گئیں۔ ایک مدرسے میں ایک رئیس یا صدر۔ ایک پولیس افسر۔ ایک جج۔ ایک افسر صحت۔ انتخاب کیا گیا۔ قوانین اور قواعد بنائے گئے۔ ایک مجلس شوریٰ یا کونسل قائم ہوئی۔ اور جو کثیر تعداد سے رائے پاس ہوئی۔ وہی قانون ہوتا اور سب نے مل کر حلف کیا کہ وہ ان پر ضرور عمل کرینگے۔ اس حکومت کو وہ تمام چھوٹے چھوٹے حقوق حاصل تھے۔ جو ایسے پیمانے پر حکام سلطنت کو حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً ڈسکوں، دیواروں، کپڑوں کی صفائی وغیرہ کھیل کے میدان کا انتظام، نقل، جھوٹ، فساد مدرسہ سے غیر حاضری وغیرہ۔

جمہوریت مدرسہ میں سزائیں بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں بعض سزائیں ایسی ہوتی ہیں جو تمام طلباء کے سامنے دی جاتی ہیں۔ یہ عموماً اس قسم کی سزا ہے جو نظام مدرسہ کے خلاف ہو اور جن سے مدرسہ کے نام پر دھبہ آتا ہو۔ مثلاً جھوٹ، نقل، میدان کھیل میں فساد وغیرہ وغیرہ۔

اور بعض حالات میں مجرم کو ایک خاص مدت کے لئے میدان کھیل میں شامل ہونے سے روک دیا جاتا ہے۔ اور اکثر مجرم کو تمام طلبا کے سامنے معافی مانگنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے اور کسی چیز کے نقصان کرنے پر اسکی تلافی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور رائے دینے کے حقوق بھی چھین لئے جاتے ہیں اور بعض اوقات طلبائے مدرسہ کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ وہ مجرم سے گفتگو ترک کر دیں۔ اور یہ بہت سخت سزا سمجھی جاتی ہے۔ جہاں کہیں یہ تجربہ کیا گیا ہے۔ وہاں ہر اعتبار سے نہایت کامیابی ہوئی ہے۔ چونکہ قانون خود طلبائے مدرسہ کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اُن پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور جو کوئی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تو تمام طلبائے مدرسہ اُس کو بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل طریقے سے بڑے بڑے مدرسوں میں یہ عمل بخوبی انجام دیا جا سکتا ہے۔ جہاں طلباء کی تعداد زیادہ ہو۔ وہاں سب کا ایک جگہ جمع ہو کر کسی

امر کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ایسے مدرسوں میں ہر ایک جماعت کو علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے نمائندے انتخاب کرنے پڑتے ہیں۔ اور جماعت کے طلباء دو یا تین ممبر کونسل چنتے ہیں۔ اور یہی طلباء جو چنے جاتے ہیں سب لڑکوں کی رائے سے باخود قانون بناتے ہیں۔ تمام مدرسے کا ایک صدر یا رئیس، ایک پولیس افسر ہوتا ہے لیکن بڑے مدرسوں میں کئی جج، کئی افسران پولیس وافسران صحت اور انسپکٹر وغیرہ ہوتے ہیں۔ انہیں اکثر صدر یا رئیس جمہوریت یا خود طلبائے جماعت یا مدرسہ چنتے ہیں۔ لیکن اُن کے فرائض ہر حالت میں یکساں ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے مدرسوں میں ایک قومی وکیل بھی ہوتا ہے۔ جب طالب علم پر الزام لگایا جاتا ہے تو وہ عدالت میں اُس کی طرف سے بحث کرتا ہے۔ اور اُس کی صفائی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اب بحث اس بات پر ہے کہ معلمین مدرسہ کے اختیارات کہاں تک رہتے ہیں۔ اور کہاں تک معاملات مدرسہ میں دخل رہتا ہے۔ معلمین مدرسہ کے اختیارات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلے وہ خود سب انتظام کرتے تھے۔ اب وہ طلبا کی معرفت کراتے ہیں۔

پہلے تو وہ جمہوریت مدرسہ کے قانون کو منظور کرتا ہے۔ اور بعض اوقات اُن میں یہ بھی شامل رہتا ہے معلم کو ضروریات وقتی کے لحاظ سے قوانین میں مداخلت کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ آئین خود طلبائے مدرسہ یا جماعت بناتے ہیں۔ اس لئے اُنہیں قوانین پر عمل کرنا گراں نہیں گزرتا ہے۔ وہ اندازِ حکومت، کثرتِ رائے، افسری ماتحتی، فن قانون سازی وغیرہ سے واقف ہو جاتے ہیں جمہوریت مدرسہ کا اصول دُنیا میں کافی مقبول ہو رہا ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ، جاپان، جنوبی افریقہ، جنوبی امریکہ وغیرہ کو اس میں شرف اولیت حاصل ہے۔ لیکن کسی قدر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے پیارے وطن ہندوستان میں یہ طریقہ رواج پذیر نہیں۔ اور نہ والدین یا انسپکٹر صاحبان مدرسہ وغیرہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اگر کسی مدرسے کی ایک جماعت میں جمہوریت قائم کی جاتی ہے۔ اور ایک اُستاد اُس جماعت کے طلبا کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے۔ اور جمہوریت مدرسہ کے قوانین وغیرہ بنواتا تو تمام مدرسے کے اُستاد اُس اُستاد کو بدنام کرنے کے لئے مجلس قائم کرتے ہیں۔ اور طلبائے جماعت کے منتخب ممبران کو جرمانہ کی دھمکی دیکر جمہوریت ختم کر دیتے ہیں۔ یہ ہے ہمارے ہندوستان کا حال۔ تو آپ خود ہی بتائیں کہ ہندوستان کے مدرسوں میں کس طرح جمہوریت قائم ہو سکتی ہے؟۔

سیر سرحد

(لالہ کرشن چندر صاحب ملہن بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر جمشیر)

بیٹے کشتی میں بیٹھے بیٹھے تین چار دفعہ پانی کے کئی چلّو پیئے۔ لیکن پھر بھی طبیعت سیر نہ ہوئی۔ جب اندھیرا ہونے کے قریب آیا۔ تو ہم نے کشتی چھوڑ دی۔ اور ماڑی انڈس کے اسٹیشن پر واپس آئے۔ تقریباً ساری پارٹی واپس آ چکی تھی۔ مقامی دوکاندار کے پاس جو کچھ بھی کھانے کا سامان تھا۔ آن واحد میں ختم ہو گیا۔ گورکھا پلٹن کے جمعدار سے اجازت حاصل کر کے پلٹن کے دوکاندار سے کھانا کھایا۔ ماڑی انڈس اور کالا باغ کی تاریخی حیثیت اتنی ہی ہے کہ ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ ابدالی ہندوستان پر حملہ کرتے ہوئے اِس مقام سے گذرا تھا۔ اور پھر ۱۸۲۳ء میں شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ اُن کے جرنیل دیوان ساون مل صاحب نے بڑے عدل اور انصاف سے اِس علاقہ پر حکومت کی تھی۔ اُن کا نام آج بھی زبان زد خلائق ہے۔

رات کے آٹھ بجے کے قریب جنڈ کو جانے والی گاڑی کے ساتھ ہماری بوگیاں لگا دی گئیں۔ اس رات اتنا شور و شر نہیں ہوا۔ اغلباً اِس کی وجہ یہی تھی۔ کہ چونکہ پہلی رات نہیں سوئے تھے۔ علاوہ براں تمام دِن کی تھکاوٹ۔ پس داؤد خیل کے سٹیشن پر گاڑی پہنچنے کے بعد سب بیہوش سے ہو گئے۔ جنڈ کو جاتے ہوئے گاڑی راستہ میں کالا چٹا پہاڑ کے درمیان سے گذری۔ راستہ میں بعض سُرنگیں بھی آئیں۔ اسے کالا چٹا پہاڑ اس لئے کہتے ہیں کہ چونکہ اس کی ایک جانب بالکل سیاہ اور بنجر ہے۔ درخت نام کو بھی نہیں اور دوسری جانب سفید پتھر کا پہاڑ ہے اور اِس پر جنڈ۔ کریر۔ پھلاہی وغیرہ کے درخت ہیں۔ ممکن ہے کہ ان درختوں کے نام پر ہی جنڈ کا نام پڑا ہو۔ ہماری بوگیاں جنڈ کے سٹیشن پر کاٹ دی گئیں اور وہاں تین گھنٹے کے قریب ٹھہری رہیں۔ لیکن ہمیں اُس وقت ہوش آیا۔ جب علی الصبح گاڑی کوہاٹ کے نزدیک پہنچی۔

کوہاٹ کا سٹیشن بڑا صاف ستھرا اور خوبصورت سٹیشن ہے۔ جس وقت گاڑی کوہاٹ پہنچی ابھی اندھیرا ہی تھا۔ اس لئے شہر اور چھاؤنی میں بجلی کی روشنی دُور سے عجب بہار دکھا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دیوالی کی رات ہو۔ شہر کو دُور سے دیکھتے ہی ۱۹۲۴ء کا روح فرسا سانحہ یاد آ گیا۔ کہ جب ہزاروں کی تعداد میں خلق خدا مذہبی تعصب کا شکار ہو کر موت کے گھاٹ اُتاری گئی تھی۔ اِس کا ذکر

آگے چل کر کرونگا۔ سٹیشن پر پہنچتے ہی رائے صاحب نے بستر وغیرہ باندھنے کی ہدایات دیدیں۔ چونکہ یہاں ریل کی بجائے بذریعہ لاری پشاور جانا تھا۔ اس لئے چھ عدد لاری کا پہلے ہی سے انتظام تھا۔ رائے صاحب بڑے منتظم ہیں۔ ہر ایک لاری میں خود بخود اپنی حسب منشا بیٹھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ انہوں نے پہلے مختلف لاریوں کو مختلف کالجوں کے طلبا میں بانٹا۔ پھر ہر ایک کی حاضری لی گئی۔ تب کہیں لاریوں میں بیٹھنے کی اجازت ملی۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضبط میں فرق آئے۔ ۱۵۰ آدمیوں کا انتظام کیسے؟ کالجوں کے طلبا عام طور پر لاابالی طبیعت کے ہوتے ہیں۔ اور شور و شر کرنے میں پیش پیش۔ چنانچہ ان لاریوں کے معاملہ میں بھی ایک صاحب کو ایسی ہی پیش قدمی کرنے کی وجہ رائے صاحب ممدوح کی سخت ڈانٹ سہنی پڑی۔ اسباب لادنے کے بعد سب اپنی اپنی مقررہ لاریوں میں بیٹھ گئے۔ پہلے ہمیں کوہاٹ کے دو چشموں کی سیر کرائی گئی۔ ایک چشمہ فوجی چھاؤنی کے لئے مخصوص ہے۔ اور دوسرا شہر کی آبادی کے لئے۔ ان چشموں کو دیکھ کر بھی خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ ایک بہت بڑے سیاہ فام پہاڑ کے عین دامن میں یہ چشمے واقع ہیں۔ اِس پہاڑ پر نہ تو کوئی درخت ہے۔ اور نہ کوئی ندی نالہ۔ ماسوائے سیاہ پتھروں کے کچھ بھی نہیں۔ لیکن پھر بھی اُس مالک کی قدرت کا ملہ ملاحظہ ہو کہ لاکھوں ٹن صاف وشفاف اور پینے کے لائق پانی اِس پہاڑ کے نیچے سے نکلتا چلا آتا ہے۔ نامعلوم ان چشموں کا منبع کہاں ہے۔ فوجی چشمہ کے اوپر فوجی سپاہیوں کے پہرے کے لئے مضبوط جگہ بنی ہے جس کی ہر دیوار میں بندوقوں سے فائر کرنے کے سوراخ ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ چونکہ علاقہ غیر جس میں آفریدی لوگ آباد ہیں بالکل نزدیک ہے۔ اس لئے چشمہ کی حفاظت کے لئے ایسی مضبوط جگہ بنائی گئی ہے۔ یہ چشمے قصبہ کوہاٹ سے ڈیڑھ میل پر واقع ہیں۔ پانی کو نلوں کے ذریعہ شہر اور چھاؤنی میں لایا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ دو تین چشمے شہر کے بالکل نزدیک ہیں۔ سنہ ۱۹۲۴ء کے ہندو مسلم فساد کے بعد ان چشموں کو دونو قوموں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ اب ہندو مسلمانوں کے چشموں پر نہیں جا سکتے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے چشموں پر جانا منع ہے۔ اسی طرح ہندو مسلم مستورات کے نہانے کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ حلقہ جات بنے ہوئے ہیں۔ اور اِس مقام پر دو سپاہیوں کا ہر دم پہرہ رہتا ہے۔ جن کا کام ایک مذہب کی مستورات کو دوسرے مذہب کی مستورات کے حلقہ جات میں جانے سے روکنا ہے۔

اللہ اللہ! ہندوستان کی کتنی بدقسمتی ہے کہ اس کے یہ نونہال جنہوں نے ایک ہی ماحول میں پرورش پائی۔ ایک ہی پانی۔ اور یکساں قسم کا اناج کھایا۔ صرف دو مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے کے سبب ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوئے ہیں۔ ایسی حالت کو دیکھ کر ہی ہندوستان کے ایک شاعر نے

کہا تھا۔ ے

شبنم نہیں براد ر قطرے جو یہ بہے ہیں ہندوستاں کی حالت پر لوٹے رو رہے ہیں

چونکہ کھانے کا انتظام فرانٹیر ہندو ہوٹل میں تھا۔ اس لئے ہماری لاریاں ہوٹل کے سامنے کھڑی کردی گئیں۔ اور ہم سب شہر کی سیر کو نکل گئے۔ شہر کا ایک بازار بڑا خوبصورت اور بارونق ہے۔ بازاروں میں دنبے کا گوشت بکثرت بک رہا تھا۔ چکلی دار دُم والے دُنبے کا گوشت سردیوں کا من بھاتا کھاجا ہے اور در اصل ہوتا بھی بڑا لذیذ ہے۔ بازار میں چمڑے کی خوبصورت چپلیاں۔ خشک میوے مثلاً چلغوزہ۔ بادام۔ پستہ۔ کشمش۔ لنگیاں اور کلاہ بکثرت بک رہے تھے۔ بازار سے ہوتے ہوئے ہم نے کچھ اُن مکانوں کو بھی دیکھا جو ۱۹۲۴ء کے خونیں واقع کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں ایک خفیف سے معاملہ پر ہندو مسلمانوں میں وہ سر پھٹول ہوئی اور ایسا قتل و غارت کا بازار گرم ہُوا کہ تمام ہندوستان تھرّا اُٹھا۔ بوڑھے۔ بچے اور عورتیں قتل کی گئیں۔ انسانی ہمدردی۔ رحمدلی۔ ہمسائیگی کے جذبات کو بالکل بھلا دیا گیا۔ مکانات جلا ڈالے گئے اور اُن میں سے چند اب بھی موجود ہیں۔ اِن مکانات کو دیکھ کر اور جذبۂ حیوانیت کا تصوّر کرتے ہوئے حضرت جوش ملیح آبادی کے چند اشعار جو انہوں نے ۱۹۳۱ء کے کانپور کے ہندو مسلم فساد سے متاثر ہو کر لکھے تھے یاد آگئے۔

اِن ہندو مسلم بھیڑیوں کو حضرت جوش یوں مخاطب کرکے اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں۔

اے روسیہ۔ بے حیا۔ وحشی کمینے بدگماں اے جبینِ ارض کے داغ اے دُنی ہندوستاں

تجھ کو عورت نے جنا ہے جھوٹ ہے یہ اولیں آدمی کی نسل سے اور تو نہیں ہرگز نہیں

تیغ بر آں! اور عورت کا گلا! کیوں بدصفات چھوٹ جائیں تیری نبضیں ٹوٹ جائیں تیرے ہات

تو نے اے بُزدل لگائی ہے گھروں میں جن سے آگ کیا انہیں ہاتھوں میں لیگا رخشِ آزادی کی باگ

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ اِس خونیں واقع کے دس سال گذر جانے پر بھی شہر پر اثر باقی ہے عام طور پر لوگوں کی زبان پشتو ہے۔ لیکن ہندو لوگ اپنے گھروں میں پنجابی بولتے ہیں۔ تاریخی لحاظ سے کوہاٹ کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ شہر ۱۸۴۹ء میں بسنا شروع ہُوا۔ سکھوں نے بھی یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اب اُس کی جگہ انگریزوں نے ایک بہت مضبوط قلعہ بنایا ہے۔ بابر کبھی اس مقام سے ہو کر گزرا تھا۔ ۱۸۰۹ء میں مسٹر الفنسٹن کابل کو جاتے ہوئے اِس شہر سے گذرا تھا پہلے یہ شہر چشموں کے نزدیک آباد تھا۔ لیکن اب اُس سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بنا ہُوا ہے۔

(باقی دارد)

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے!!!

ذیل میں ریڈکراس نمبر کے متعلق چند دوستوں کے خطوط پیش کرتا ہوں جنہوں نے ازراہِ تلطف مجھ خادم کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور جن کی اس بے غرضانہ سرپرستی کا میں دل سے ممنون ہوں۔ خادم جگت سنگھ

(۱) مشفقی بھائی فوق سبزواری صاحب نے تو اپنا دل کھول کر رکھدیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

آپ کا ہر رسالہ بزبان حال آپکی علم نوازی و ادب دوستی کی داد دے رہا ہے۔ آپکے مذاق سلیم کا یہی کیا کم ثبوت ہے کہ ایک مدت دراز سے رہنمائے تعلیم اس وقت تک علم و ادب کی ترقی کے لئے مژدہ جانفزا ہے۔ پھر اسپر خاص نمبروں کا اضافہ ایک قابل قدر خدمت ہے میں ضرور اپنے جذبات سے متاثر ہوکر ریڈکراس نمبر کے لئے کچھ لکھنا مگر بیماری کی پریشانیوں اور معالجوں کی ہدایتوں نے اس قدر پژمردہ کردیا کہ خدا کی پناہ! ورنہ یہ قطعی ناممکن تھا کہ کم ازکم آپ جیسی قابل قدر ہستی کی محبت و محنت کا شکریہ ضبط تحریر میں بھی نہ لایا جاسکے۔ مجھے خود تسلیم ہے کہ میری طویل خاموشی ناقابل معافی ہے۔ مگر بھائی کیا کروں سخت مجبور تھا۔ اُمید ہے کہ آپکی بزرگانہ محبت اس یاد فراموشی کے بدترین الزام کو میری ذات سے ہٹاتے ہوئے مجھے محسن کشی کے خطاب سے یاد نہ کریگی۔ آپ خود جانتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ ہزاروں بکھیڑے ہیں۔ کسی کو کسی کی شکایت کا موقع نہیں۔ مقدرات کا کسی کو علم نہیں۔ جبر کی دنیا میں اختیار کا خواب غیر ممکن ہے۔ ؎

تعینات کی مجبوریاں ارے توبہ نظر کچھ آتا نہیں لاکھ دیکھتا ہوں میں

جناب ابر صاحب سے ایک انتظار کے بعد ریڈکراس نمبر کیا ملا۔ بھائی میں تو عجیب کشمکش میں پڑگیا یعنی میں آپکی محبت کا شکریہ ادا کروں یا اس محنت کا جس کا نتیجہ اس وقت بھی میرے پیش نظر ہے۔ ماسٹر صاحب اس کا فیصلہ میری قوت سے باہر ہے۔

بقول شخصے ؎ کس پر کروں نثار میں دنیا کے آرزو دل بھی مجھے عزیز ہے تم بھی مجھے عزیز

درحقیقت مجھے یہ اُمید نہیں تھی کہ ریڈکراس نمبر اس آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا۔ سبحان اللہ کس حسن انتخاب کے ساتھ مضامین فراہم کئے گئے ہیں۔ ایک ایک مضمون اپنی جگہ پر بے پناہ ہے۔ نظمیں اس قدر دلکش پیرائے میں ادا کی گئی ہیں کہ اپنا جواب نہیں رکھتی ہیں۔ واقعی یہ آپکی محبت کا اثر ہے جو ایسے خشک اور ٹھوس مضامین آج عام جذبات سے لبریز نظر آتے ہیں۔ میرے خیال سے یہ ریڈکراس نمبر اس قابل ہے کہ جہاں گھروں میں گنجینۂ طب یا مخزن الحکمت وغیرہ موجود ہوں وہاں ایک جلد اس بے بہا ریڈکراس نمبر کی بھی ہونی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس پرچہ میں علاوہ اور تمام خوبیوں کے ایک خاص بات یہ ہے کہ جملہ امراض متعدی کی ابتدا انتہا اس خوبصورتی کے ساتھ دکھائی گئی ہے کہ بے پڑھا بھی اپنی حفظ صحت کے متعلق تھوڑا بہت سمجھ سکتا ہے اور اس پر کاربند ہوکر اپنی زندگی کا لطف اُٹھا سکتا ہے۔ واللہ کمال کردیا اچھا خاصہ علم طب اور اصول صحت کا خلاصہ بنا دیا ہے۔ بڑی بیدردی ہے اگر ریڈکراس سوسائٹی آپکی داد نہ دے کیونکہ اس کو گھر بیٹھے ایک بیش بہا انسائیکلو پیڈیا مل گئی۔ خدا اس ریڈکراس

نمبر کو مقبول عام کرے۔ کوئی کچھ کہے مگر میں یہی کہے جاؤنگا کہ ع رسالہ تو نہیں ہے اک قرابادینِ اعظم ہے"

یوں تو ہزاروں ریڈکراس نمبر شائع ہوئے ہونگے اور ہونے والے ہونگے مگر اس شان کا نمبر دُنیائے ادب میں مشکل سے نظر آئیگا۔ جس کا واحد نتیجہ آپ کی علم نوازی ہے۔ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آپ علم و ادب کی ترقی کے لئے ہمہ وقت سینہ سپر رہتے ہیں اور اپنی ہر امکانی کوشش سے بغیر چار چاند لگائے باز نہیں آتے۔ اس میدان میں آپنے زر و مال کو کوڑیوں کی طرح بارہا لٹایا ہے مگر اپنے ارادے کی مستحکم بنیاد کو کبھی ہلنے تک نہیں دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا نام گرامی علم والوں کی زبانوں پر رہتا ہے۔ اور دلدادگانِ علم و ادب چاروں طرف سے مبارکبادی کے پھول آپ پر نچھاور کرتے ہیں۔ کارکنانِ رہنمائے تعلیم اور خاص کر اس نمبر کے قابل صد تحسین ہیں جن کی ترتیب مضامین بذات خود دلکشی پیدا کر رہی ہے۔ کارٹون اور تصاویر بھی کافی سے زیادہ ریڈکراس نمبر کے موضوع پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ بہرحال کہاں تک تعریف کی جائے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ نمبر تعریف سے بھی بالاتر ہے۔

(۲) میرے محترم دوست ماسٹر تبارک علی صاحب عبرت اپنے ایک مکرمت نامہ میں اپنے دلی جذبات کو یوں پیش کرتے ہیں

قبل اس کے کہ ریڈکراس نمبر کی دلکشی اور اس کے مضامین کی نوعیت۔ بلندی اور ترتیب مضامین پر اظہار خیال کروں اور اسکی کامیابی و ہردلعزیزی پر جناب کی خدمت میں ہدیۂ مبارکباد پیش کروں۔ میرا دل مجبور کرتا ہے کہ جناب کے اخلاق و خلوص پر بھی روشنی ڈالوں۔ فی الحقیقت یہ جناب کے وسیع اخلاق اور محبت کا سبب ہے کہ وہ ہر شخص جس کی نظر سے ایک مرتبہ بھی رہنمائے تعلیم گذرتا ہے نہایت خلوص و دلجمعی کے ساتھ اس کی خدمت کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی ناچیز خدمات و ناکام کوشش کارکنانِ رسالہ کی نظر میں کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھتے ہوئے شکریہ کی بھی مستحق نہ ہوں۔ تاہم وہ اپنی ہمدردی کا ثبوت دینے میں حتے الوسع کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ ریڈکراس نمبر دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ جناب کی محنت اور جانفشانی کی کیا داد دی جائے۔ فی الواقع اسکی تعریف کرنا گویا آفتاب کو آئینہ دکھانا ہے۔ ایسے ایسے لاجواب مضامین کا فراہم کر لینا آپ ہی کا حصہ ہے تقریب قریب پانسو صفحہ کی کتاب جس کا ہر مضمون ہر ایک افسانہ و ڈرامہ ہر ایک نظم ریڈکراس کے متعلق دلچسپ۔ مفید اور کارآمد ذخیرہ میرے خیال سے ریڈکراس نمبر ایک ایسی مفید کتاب ہو گئی کہ جس کی ایک کاپی اگر ہر گھر میں موجود ہو تو بیماری کوسوں دور رہے۔ بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ ریڈکراس نمبر کیا ایک مکمل ڈاکٹر ہے۔ سرورق جاذب نظر۔ ترتیب مضامین نہایت موزوں و مناسب۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ فوٹو دلکش جو دیکھتا ہے آپ کی محنت اور ہمت پر ہزار آفرین کرتا ہے۔ اگر آپ سچ پوچھتے ہیں اور حق بجانب کہلواتے ہیں تو حضرت! میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جوبلی نمبر۔ فسانہ نمبر۔ ریڈکراس نمبر آپ کے وہ لاجواب عدیم المثال کارنامے ہیں کہ جن کی نظیر دُنیائے رسائل تا دورِ حیاتِ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ میں اور میرے احباب جناب کی خدمت میں ریڈکراس نمبر کی کامیابی و ہردلعزیزی پر ہدیۂ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

عمرت دراز باد کہ تا دورِ مشتری　　ما از تو برخوریم و تو از عمر برخوری

(۳) نمبر ملاحظہ کرنیکے بعد مکرمی سید عروج صاحب بدایوں سے تحریر فرماتے ہیں کہ

ہندوستان کے ان موقر و مقتدر جرائد میں جو بفضلہ آج کسی نوعیت کے تعارف و ستائش کے محتاج نہیں ہیں اور دنیائے ادب میں ایک خاص شہرت کے مالک ہیں۔ رسالہ "رہنمائے تعلیم" ایک ممتاز ہستی رکھتا ہے۔

میں اس سوال کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہ رسالہ کا "خاص نمبر" نکالنے کا محرک کون ہے اور اس کے دل میں اس ایجاد کا خیال کن وجوہ کے ماتحت پیدا ہوا۔ یہ عرض کرنے کی جرأت کرونگا کہ دنیائے رسائل میں اب خاص نمبروں کی اشاعت کا رواج عالمگیر ہوتا جارہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ رسائل و اخبارات سے دلچسپی رکھنے والے ہر سال سینکڑوں "سالگرہ نمبر" "سالانہ نمبر" "خاص نمبر" اور "عید نمبر" وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مگر یقین فرمایئے کہ اکثر و بیشتر میں سوائے خوشنما و نظر فریب سرورق۔ چند عریاں و اخلاق سوز تصاویر۔ ادویائے مقوی و مبہی کے اشتہارات اور بھرتی کے منثور و منظوم مضامین کے اور کچھ نہیں ہوتا لیکن ع

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

ہند میں ہنوز چند ادب کے ایسے دیوانے بھی ہیں جو دور حاضرہ میں جبکہ رفتہ رفتہ مشاغل فنون لطیفہ اور مذاق سلیم کا فقدان عام ہوتا جارہا ہے۔ بڑی خاموشی سے اپنی مساعی جمیلہ کے ذریعہ اُردو ادب کو فلک الافلاک پہنچانے میں کوشاں ہیں اور انکی ہر بے لوث کوشش سعی مشکور کے مرادف ہوتی ہے ان لوگوں کی فہرست میں پہلا نام جو جلی حروف میں لکھا ہُوا نظر سے گذرتا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ وہ میرے مکرم و معظم جناب سردار جگت سنگھ صاحب مدظلہ کا اسم گرامی ہے اور خاص نمبروں کی اشاعت کے لحاظ سے "رہنمائے تعلیم" فقید النظیر ہے اور اس اعتبار سے اس کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ صاحب موصوف نے "جوبلی نمبر" جو ۵۰۰ صفحات و تقریباً سو دو رنگی و سہ رنگی تصاویر پر مشتمل تھا شائع کرکے اپنے ہمعصروں پر ثابت کردیا کہ اس ادبی عجائبات کے البم کا عدیل و نظیر پیش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے یعنی آپنے قارئین رسالہ کے روبرو صحیح معنوں میں کوزہ میں دریا کو بھر کر پیش کیا اور ملک کے علمی و ادبی حلقوں میں ہلچل مچادی۔

اس پر ہی قناعت نہیں کی بلکہ اس کے بعد ۵۰۰ صفحات کا "فسانہ نمبر" شائع کیا جو تصاویر نادرہ سے مزین تھا اور جس میں ہندوستان کے قریب قریب تمام بلند پایہ ادبا کے شاہکار شامل ہیں۔ میں اس حقیقت صحیحہ کے اعلان و اعتراف کی جرأت چاہتا ہوں کہ اُردو صحافت کی تاریخ میں ایسا خاص نمبر لوگوں کی نظروں سے نہیں گذرا ہوگا۔ اور نہ مستقبل قریب میں کسی دوسرے رسالہ سے کوئی اُمید کی جاسکتی ہے۔

اس سال آپنے اپنی الوالعزم وحدت پسند طبیعت اور فیاض فطرت کے ماتحت سال نو کی خوشی میں ایک مہتم بالشان "ریڈ کراس نمبر" شائع فرمایا ہے جس کی ضخامت علاوہ مصور سرورق اور تصاویر کے ۵۰۰ صفحات ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ سائز کلاں کاغذ عمدہ، اکثر اوراق رنگین، کارٹون، کتابت و طباعت دلکش و دیدہ زیب اور قیمت صرف عہ فی کاپی ہے۔ مگر سالانہ خریداروں کو صرف عہ میں روانہ کیا جاتا ہے۔ بلا مبالغہ یہ نمبر "ریڈ کراس سوسائٹی" کی ایک مختصر مگر جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس میں اس خشک موضوع پر جملہ ادیبوں اور مشاہیر اہل قلم حضرات کے دلچسپ و بہترین مضامین تین حصص میں شامل اشاعت ہوئے ہیں۔ منظومات کا انتخاب ابوالفصاحت حضرت قبلہ جوش ملسیانی کا رہین منت ہے

جس کی چاشنی ہر حصے میں کم و بیش پائی جاتی ہے۔ اور جو از اول تا آخر مدح و تعریف سے بالاتر ہے۔ مضامین نثر کے منتخب نیز اس خاص نمبر کی تدوین اور ترتیب کے ذمہ دار ملک کے نامور فرزند مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدیر عروج ہیں۔

یوں تو نمبر مذکور کا ہر مضمون توصیف سے مستغنی ہے مگر پہلے اور دوسرے حصے میں میرے نقطہ نظر سے جہاں تک تلاش و تحقیق کا تعلق ہے قبلہ جناب محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کے مضامین پُر از معلومات ہیں اور آپ کی وسعت مطالعہ پر دال ــــ اسی سلسلہ میں پروفیسر جناب نور الحسن صاحب۔ حضرت روشن نکودری۔ جناب ملہن صاحب وٹنڈن صاحب وغیرہ کے اسمائے گرامی پیش نہ کرنا ایک ناقابل معافی فروگذاشت ہوگی۔

تیسرے حصہ میں جناب خنجر صاحب لکھنوی۔ حضرت قبلہ ابر احسنی گنوری۔ محبی نکہت صاحب بدایونی جناب بسمل صاحب۔ حضرت کوثر چاندپوری نیز جناب عرش ملسیانی کے افسانے مجھے بیحد پسند آئے ــــ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ڈراموں میں کامیابی کا سہرا حضرت مولانا ابر گنوری و جناب راز سہسوانی یعنی خواجہ تاشگان نیز جناب فوق صاحب سبزواری و جناب مولانا رمزی صاحب کے سر رہا۔

فی الحقیقت یہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ اگر ہم محسنِ ادب جناب سردار جگت سنگھ صاحب منیجنگ و پرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم کی خدمت میں انکے اس جذبہ پرحس کے ماتحت وہ خاص نمبروں کی اشاعت میں دریا دلی سے رقم خطیر صرف فرماتے ہیں اور ایثار سے کام لیتے ہیں۔ ہدیۂ تشکر و امتنان نہ پیش کریں۔ صاحب موصوف کو اردو ادب سے جو شغف ہے وہ قابل صد رشک ہے۔

ساتھ ہی ہمیں حضرت جوش ملسیانی مدفیضہ مدیر شعبہ ادبیات کی اُن خدمات جلیلہ کا بھی بصمیم قلب اعتراف کرنا چاہیئے جو وہ رسالہ کے معیار میں چار چاند لگانے کے لئے فرما رہے ہیں۔

یہ خبر وحشت اثر پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ چرخ تعلیم کا تابندہ ستارہ یعنی "رہنمائے تعلیم" مالی مشکلات میں گرفتار ہے۔ اگر جملہ قارئین کرام اس کی توسیع اشاعت میں کوشاں ہو کر کم از کم دو دو نئے سالانہ خریدار بہم پہنچا دیں تو پرچہ باسانی تمام آفات سے مامون و مصئون رہ سکتا ہے ــــ دعا گو ہوں، کہ یہ نمبر ملک میں اسی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے جس کا یہ اپنی صوری و معنوی خوبیوں کے اعتبار سے مستحق ہے۔

ان تمام حضرات کا جو نہ صرف ذوق سلیم کے دلدادہ ہیں بلکہ اُردوئے معلی کی بقا کے خواہشمند ہیں یہ فرض ہے کہ وہ اس گرانقدر نمبر کو خرید کر اس کے محاسن سے متمتع ہوں اور منیجر صاحب رسالہ ہذا کے استقلال، ہمت، دریا دلی اور ایثار کی داد دیں۔ مضمون کچھ طویل ہو گیا ہے۔ لہذا اب مجھ کو پابند رسم اختصار ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس دعا پر اپنے تبصرہ کو ختم کرتا ہوں۔ ؎

تِرا اُٹھان ترقی کرے قیامت کی　　　تِرا شباب بڑھے عمرِ جاوداں کی طرح

اطلاع عام } کلام ربانی کے لئے جو رعایت مسلمانوں اور ہندو غریب طلبا کو دی گئی تھی۔ وہ بند کی جاتی ہے۔ کیونکہ دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہو چکا ہے۔ تیسرا ایڈیشن شائع ہونے پر پھر رعایت دی جائیگی۔ کوئی صاحب ٹکٹ نہ بھیجیں۔　**بی۔ این بیجل بانس کا پھاٹک بنارس شہر**

بیگار

(از جناب ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی سابق ایڈیٹر اکبر الہ آباد)

"مہاراج! اس پہلے تو مورا جی جرا کھراب ہے ماف کر دیو" (اس وقت میرا جی خراب ہے معاف کر دو) یہ کہہ کر بڈھا جگنا کراہنے لگا۔ مہاراج رام اوتار تھے تو چار روپے کے پیادہ۔ لیکن مزاج انکا زمینداروں سے بھی بڑھا ہُوا تھا۔ انکو جگنا کے حال زار پر کچھ بھی رحم نہ آیا۔ بگڑ کر بولے۔ "میں اس وقت تیری بات نہ مانوں گا۔ اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو سیدھے سیدھے میرے ساتھ ضلع تک چل وہیں کارندہ صاحب سے فریاد کر لینا۔

جگنا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے پھر کہا۔ "آج تو مورے حال پر دیا کرو کوئی اور بیگاری پکڑ لو"

"نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا آج تیری باری ہے تجھ کو چلنا پڑیگا"

جگنا کی عورت بیکی ایک طرف بیٹھی مونج کوٹ رہی تھی۔ اس نے مونگری ہاتھ سے رکھ دی اور بولی "انکا تو کال سے بڑے جور کا بکھار چڑھا ہے چلیو نہیں سکتا" (انہیں کل سے بخار چڑھا ہے چل بھی نہیں سکتے)۔

مہاراج اپنی "وہ بندی" لاٹھی سے زمین کریدتے ہوئے گرجے "شیطان تو کیوں ٹرٹر کر رہی ہے؟

جگنا نے بات بڑھتی دیکھ کر اپنی عورت کو ڈانٹ بتائی اور مہاراج سے کہا۔ مہارد کی بات کا تم تنکو کھیال نہ کرو۔ رام دے مورے مادہ تنکو جور ہوت تو میں جرور چلبتوں" (عورت کی بات کا تم ذرا بھی خیال نہ کرو۔ رام کی قسم اگر مجھ میں ذرا بھی طاقت ہوتی تو ضرور چلتا)۔

ٹھیک اسی وقت جگنا کا لڑکا مصریا گھر میں گھسا۔ پڑھا نہ لکھا بالکل اکھڑ۔ پورے چھ فٹ کا قد کسرتی بدن شباب کا عالم۔ مہاراج کی باتیں سنکر اس کو غصہ آگیا اور بول اُٹھا۔ "دیکھت تو ہو کہ بابا کا جی کھراب ہے ایسا جلم تو نہ چاہی"۔

مصریا کی یہ مجال کہ وہ پیادہ سے زبان لڑائے (چمار کی یہ ہمت کہ وہ مہاراج کو آنکھیں دکھائے) میکی کی بات ہی سے مہاراج کا مزاج بگڑا ہُوا تھا۔ مصریا کی باتوں نے انکے بدن میں آگ لگادی انہیں آؤ دیکھا نہ تاؤ چمرودا جوتا اُتار مصریا کے سر پر جما دیا۔ اس گڑبڑی میں مہاراج کی لاٹھی انکے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ مصریا نے اپنا سر بچانا چاہا۔ اتفاق سے لاٹھی اچٹ کر مہاراج کے سر پر لگ گئی۔ بس اب کیا تھا مہاراج نے مصریا کو مارتے مارتے بیدم کر دیا جب تھک گئے تو گالیاں دیتے ہوئے ضلع کو واپس ہوئے۔ لیکن جاتے

وقت یہ دھمکی بھی دیتے گئے ۔ دیکھ تو سہی آج دیوان جی سے کہہ کے تم لوگوں کو قید نہ کرا دیا تو میرا نام رام اوتار نہیں"۔

مہاراج چلے گئے تو اب پڑوسیوں نے آکر جگنا کو گھیر لیا۔ "کیا ہوا مہاراج کیوں بگڑ گئے"؟ جگنا تو خاموش رہا۔ لیکن میکی خوب چیخی چلائی سب لوگوں نے زبانی ہمدردی سے کام لیا۔ اس سے زیادہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ زمیندار کے پیادہ اور ایک نیچ اسامی کا معاملہ تھا۔ اگر ساتھ دیتے تو ان کا بھی وہی حال ہوتا جو مصریا کا ہوا تھا۔ ایسے واقعات تو گاؤں میں روز ہی ہوا کرتے ہیں۔ جب پڑوسیوں سے میدان صاف ہو گیا۔ تو میکی نے جگنا سے کہا "اب کا ہوئی"۔ (اب کیا ہو گا)۔

مصریا بیچ ہی میں بول اُٹھا "ہوئی کا رجیا وہ دکھ دیہیں تو ڈپٹی صاحب کے جا کر پھر یاد کریہوں (فریاد کروں گا) سرکاری عملداری (عملداری) ہیں ایسا نہیں ہو سکتا جب سے میں لال گنج مان کسان سبھا دیکھ آئیو ہوں اب کوؤ سے نہیں ڈریتوں۔

جگنا نے سر کھجلاتے ہوئے کہا "ہاں ہاں تیں بڑا سورما ہے۔ چپ نہیں بیٹھا جاتا مہاراج رسیلے کے گئے ہیں اب جو کچھ نہ ہوئے وہ تھوڑا ہے"۔

(۲)

برسات ختم ہو گئی تھی۔ شروع جاڑے کا مہینہ تھا۔ تالابوں کا پانی خشک ہو چلا تھا۔ کنول کا پھولنا کم ہو گیا تھا صبح کے وقت زمین شبنم سے بھیگنے لگی تھی۔ شام کو گاؤں کے اوپر دھواں منڈلانے لگا تھا۔ صبح کا وقت تھا بھرری سے کانپتے ہوئے غریب دیہاتی لڑکے سورج دیوتا سے باہر نکلنے کی التجا کر رہے تھے۔ ایک ساتھ بچے چلا اُٹھے۔ "اللہ میاں لگام کرو بدری سہلام کرو"۔ پنگھٹ پر گاؤں کی البیلی عورتیں جمع ہو گئی تھیں۔ پانی بھرنے کے لئے نہیں بلکہ ہنسی مذاق کرنے کے لئے کوئی کلسہ کو کوئیں میں ڈالے اپنی پوپلی ساس کی نقل کر رہی تھی کوئی اپنی سکھی سے دیدے۔ مٹکا مٹکا کر راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی۔ بوڑھی عورتیں اپنے پوتوں کو گود میں لئے دروازہ پر کھڑی اپنی بہوؤں کو کوس رہی تھیں کہ اتنی دیر ہو گئی۔ اب تک کنوئیں سے نہیں لوٹیں پنگھٹ کے سرے پر ریکھ کے کھیت کے اُس طرف وہ خوشنما گھریلوں کا ایک کچا مگر نفیس مکان تھا۔ گاؤں والے اس کو "چلہ" (ضلع) کہتے تھے۔ اسی موضع میں بہدین کے کارندہ لالہ سالگ رام رہتے تھے۔

"بہدین" ضلع مرزا پور کا ایک غیر معروف گاؤں ہے۔ اس گاؤں کے زمیندار کنور دلیپ سنگھ شہر مرزا پور میں رہتے تھے۔ انہیں اپنے عیش و آرام سے کام تھا۔ کبھی بھولے بسرے بھی بہدین نہ جاتے تھے۔ لالہ سالگ رام انئے باپ کے وقت کے کارندہ تھے۔ اسی وجہ سے کنور صاحب کو لالہ جی پر بڑا اعتبار تھا۔ کبھی کنور صاحب کو ایک بیگار کی بھی ضرورت ہوتی تو لالہ جی دس بیگار بھیج دیتے۔ فصل، سماکم، حامن، کیتھل اناج

اور بھوسہ کی گاڑیاں بھی پہنچا دیتے۔کنور صاحب لنتے ہی میں خوش ہو جاتے۔یہیں میں پٹی داری کا بھی جھگڑا نہ تھا۔کل گاؤں کے بلا شرکت غیرے لالہ جی ہی مالک تھے۔تنخواہ تو کل بارہ روپیہ تھی۔لیکن اوپر کی آمدنی سے مالامال تھے۔اضافہ لگان اور بیدخلی سے وہ اسامیوں کا خون چوس لیتے تھے۔جہاں کہیں کسی اسامی نے نذرانہ دینے میں کچھ حیلہ کیا۔انہوں نے لگان بڑھا دیا۔مہاراج رام اوتار اور سمیا پاسی انکے دو سر چڑھے پیادہ تھے۔یہ ڈال ڈال تھے تو وہ پات پات جس وقت مہاراج رام اوتار مصریا چمار کو پیٹ پاٹ کر ضلع پر واپس ہوئے تو اس وقت لالہ سالگ رام الاڈ کے سامنے ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے آگ تاپ رہے تھے۔کبھی کبھی جمعبندی کی ورق گردانی بھی کر دیتے تھے۔انکے قریب ہی زمین پر دینو چودھری اور منشی جمال الدین بیٹھے ہوئے تھے۔ان سے کچھ دور پر سمیا پاسی بھی گانجے کا دم لگا رہا تھا۔

مہاراج کو دیکھ کر لالہ جی نے پوچھا۔"مہاراج بڑی دیر لگائی۔کہاں رہے کیا کوئی بیگار نہیں ملا۔ڈپٹی صاحب کے ڈیرہ پر اگر دو گھنٹے کے اندر گھاس نہ پہنچی تو مصیبت آجائیگی۔

گاؤں والے اپنی اصطلاح میں کارندہ صاحب کو "دیوان جی" کہتے تھے۔مہاراج نے ہانپتے ہوئے جواب دیا دیوان جی اب گاؤں میں رہنا نہ ہوگا؟

کیوں؟ کیوں؟ خیر تو ہے"؟

"جب چمار بھی اکڑنے لگے تو اب کیسے کام چلے گا۔میں آج صبح اٹھتے ہی جگنا چمار کو بلانے گیا تو وہ بہانہ کرنے لگا۔میری طبیعت خراب ہے۔میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔کہ اس کا لڑکا مصریا آگیا وہ مجھ سے لڑ پڑا۔مجھے غصہ تو بہت آیا مگر میں آپ کا خیال کر کے چپ ہو رہا۔نہیں تو مارتے مارتے اس کا دم نکال لیتا۔

دینو چودھری بول اٹھے "مہاراج! مصریا کو تم ایسا ویسا نہ سمجھو وہ تو کسان سبھا میں بھی جاتا ہے۔بڑا پاجی ہے"۔

منشی جمال الدین کیوں خاموش رہتے۔کارندہ اور پیادوں کی خوشامد ہی سے تو گاؤں میں عزت ہے کہنے لگے دریں چہ شک واللہ ان چماروں کی ذات ہی اس قابل ہے کہ بیٹھے اٹھتے انکی خبر لی جائے ورنہ انکا مزاج درست نہیں رہتا۔

سمیا پاسی بھلا کیوں سب سے پیچھے رہتا۔ایک مرتبہ اس کی بکری جگنا کے کھیت میں چلی گئی تھی تو مصریا نے خوب خبر لی تھی۔اس کا بدلہ لینے کا تو یہی موقعہ تھا۔چلم کو ایک طرف زمین پر رکھ کر بولا "مہاراج بڑی چوک ہوئی ہمو کا اپنے ساتھ لے چلیتو تو میں مصریا کی ہیکڑی بھلائے دینتھ۔دیوان جی حکم ہو تو جاکر چماروں

کو ابھی پکڑ لاؤں۔

دیوان جی نے سر ہلا کر کہا "ہاں ہاں یہ پوچھتا کیا ہے ابھی جا کر دونو کو پکڑ لاؤ"۔

مہاراج نے کہا "میں بھی جاتا ہوں"۔

دونو پیادے کندھوں پر لاٹھی رکھے جھومتے جھامتے جگنا کی منڈیا پر پہنچے۔ میکی کہیں سے ہلدی مانگ لائی تھی۔ اس کو پیس کر مصریا کے بدن پر لگا رہی تھی۔ جگنا ایک طرف پوال پر پڑا ہوا پھٹی پرانی کتھری اوڑھے کراہ رہا تھا۔

سمیا نے پکارا۔ ابے او جگنا! چل تو کا دیوان جی بلاوت ہیں۔

اس مرتبہ جگنا کی آہ و زاری نے کچھ کام نہ دیا مصریا اور جگنا کو دونو پیادے کشاں کشاں ضلع کی طرف لے چلے۔ پیچھے پیچھے میکی بھی سنگٹا دیوی کی منتیں مانتی ہوتی روانہ ہوئی۔ گاؤں کے تماشائی بھی ساتھ ہوئے۔ جب یہ سارا قافلہ ضلع پر پہنچا تو تماشائی باہر ہی رہ گئے۔ احاطے کے اندر جانے کی ہمت نہ تھی کہ گہ چھوڑ تماشہ جائے۔ ناحق چوٹ جلاہا کھائے"۔ والی مثل سے وہ لوگ بخوبی واقف تھے۔

(۳)

آجکل حاکم پرگنہ دورے پر تھے۔ بہدیں کے قریب ہی ایک باغ میں انکا خیمہ لگا ہوا تھا۔ چونکہ ڈپٹی صاحب حال ہی میں تبدیل ہو کر ہوئے تھے۔ ہر شخص انکو خوش کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ پرانے ڈپٹی صاحب سے تو لالہ سالگ رام کی خوب جان پہچان تھی۔ لیکن نئے ڈپٹی صاحب سے ناواقف تھے پھر بھی انکو اطمینان تھا۔ کہ پیشکار صاحب تو میرے پرانے دوست ہیں۔ چنانچہ پیشکار صاحب نے جب کہلا بھیجا کہ بیگار کی ضرورت ہے تو اس کا انتظام فوراً کر دیا لیکن احتیاطاً ایک اور بیگار لانے کو مہاراج کو حکم دیا مگر آج غصہ ان "سرکشوں" پر نکال ڈالا اور چلا کر بولے کیوں بے نالائقو اب تم لوگوں کی یہ ہمت ہو گئی ہے کہ مہاراج سے جھگڑا کرنے لگے۔ دیکھو تو سہی اب میں تمہاری کیا گت بناتا ہوں۔

جگنا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ہجور میں تو میں تو مہاراج سے بس اتنے کہوں کہ مو کا لکھار ہے بس اتنی مان یہ رسیائے گئیں مصریا کو مارن لاگیں۔

مہاراج نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "ابے جھوٹ کیوں بولتا ہے"۔

دیوان جی کو اپنا بدن دکھاتے ہوئے مصریا نے دبی زبان سے کہا سرکار خود دیکھ لیں"۔

بڑے آدمیوں میں ایک خاص صفت ہوتی ہے کہ جس بات کا وہ پہلے سے فیصلہ کر لیتے ہیں پھر اس کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ رام اوتار برہمن اور مصریا و جگنا چمار تھے انکا مقابلہ

ہی کیا تھا۔ ایک شریف برہمن کے سامنے نیچوں کی کون سُنتا ہے۔ اس وقت دیوان جی کے سامنے نیکی اور بدی میں جنگ ہو رہی تھی۔ ایک طرف فرض دوسری طرف غرض ایک طرف رعایت دوسری طرف انصاف ایک طرف دُنیا دوسری طرف دین کا خیال تھا۔ لیکن دیوان جی کا دل تو چھل کپٹ فریب و ریا کاری سے تو سیاہ ہو چکا تھا۔ خود غرضی دولت ثروت نے انکی آنکھوں میں پٹی باندھ دی تھی اور کانوں میں روئی دیدی تھی۔ ایسی حالت میں انسان سُنتا ہے مگر نہیں سُنتا۔ دیکھتا ہے مگر نہیں دیکھتا۔ دیوان جی نے سوچا کہ اگر وہ چماروں کا ساتھ دینگے تو جگ ہنسائی ہوگی۔ مہاراج کا علاقہ بھر میں اثر ہے۔ وہ بڑی بدنامی کرائینگے۔ بالائی آمدنی کا ذریعہ بھی جاتا رہیگا۔ یہی سب کچھ سوچ کر انہوں نے قصداً انصاف کا خون کیا۔ انہوں نے اشاروں اشاروں میں ہی سبھا پاسی کو اپنا فیصلہ دیدیا۔ اور بڈھے جگنا اور مصریا پر مار پڑنے لگی ان کی آہ و بکا سے تمام ضلع گونج اُٹھا۔ نرم دل اس جگہ سے ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔ مگر دوسروں کے بل پر اکڑنے والے مونچھوں پر تاؤ دینے لگے۔ بیکس "سرکار کی دہائی" دینے لگی۔ ٹھیک اسی وقت باہر کچھ شور ہؤا۔ "ڈپٹی صاحب آگئے"۔ "ڈپٹی صاحب آگئے"۔

سبھا نے ہاتھ روک لیا۔ لالہ جی دھوتی سنبھالتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ مہاراج کے مُنہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ جگنا ایک طرف بیہوش پڑا ہؤا تھا۔ اس کے زیادہ چوٹ لگی تھی۔ مصریا طاقتور تھا۔ اتنی مار کھانے پر بھی وہ چُپ چاپ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

دیوان جی نے پہلے بڑے ادب سے ڈپٹی صاحب کو اور پھر اپنے پُرانے دوست پیشکار صاحب کو جھک کر سلام کیا۔ ڈپٹی صاحب کو تو خوف و ڈر سے لیکن پیشکار صاحب کو اپنا مددگار سمجھ کر آخر انہیں کے لئے تو یہ مُفت کی بیگار کی تھی کیا اب وہ دیوان جی کی مدد نہ کرینگے۔

ڈپٹی جینتی پرشاد بڑے نیک دل اور منصف مزاج تھے۔ آجکل اس صفت کے حاکم مشکل سے ملتے ہیں لیکن اس زمانے میں بھی کوئی ہر ایک کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ جہاں ڈپٹی صاحب سے سارا علاقہ خوش تھا وہاں ایسے لوگ بھی تھے جو ان سے ناراض تھے۔ ان کی منصف مزاجی سے پیشکار اردلی غرضکہ سارا عملہ نالاں رہتا تھا۔ پُرانے ڈپٹی صاحب کے زمانے میں اہلکاروں کی چاندی تھی۔ لیکن اب سُوکھی تنخواہ میں انکا گذر مشکل سے ہوتا تھا۔ ڈپٹی صاحب کی نظر میں امیر غریب سب مساوی تھے۔ شریف پرور ہوتے ہوئے غریب پرور بھی تھے۔ جگنا اور مصریا کے حال زار پر انکو رحم آگیا۔ ان کی تجربہ کار نظروں نے سب کچھ معلوم کر لیا۔ ظالم اور مظلوم کی حالت پوشیدہ نہ رہ سکی۔ حاکم پرگنہ کے زمانہ قیام میں بہدین میں یہ اندھیر کھاتہ! ایسا ظلم! انکے خواب و خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ ڈپٹی صاحب نے دیوان جی سے مخاطب

ہو کر پوچھا کیا آپ ہی اس گاؤں کے کارندہ ہیں؟ دیوان جی نے خوشامدانہ لہجہ میں جواب دیا "جی حضور"۔
ڈپٹی صاحب نے چماروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان لوگوں نے کونسا ایسا قصور کیا تھا کہ جسکی وجہ سے آپ کو قانون ہاتھ میں لینا پڑا۔

اب تو دیوان جی کی گھگھی بندھ گئی۔ گھبرا کر پیشکار صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ پہلے بھی کبھی دیوان جی نے کسی اسامی کو پٹوایا تھا۔ جس پر اس نے ڈپٹی صاحب سے جا کر فریاد کی تھی لیکن پیشکار صاحب کی عنایت سے دیوان جی کو کچھ نہ ہوا تھا بلکہ الٹا اسامی کو تین ماہ کے لئے جیل جانا پڑا تھا۔ لیکن آج خلاف معمول پیشکار صاحب کی آنکھوں سے بجائے ہمدردی کے نفرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ دیوان جی کو "بسوہ" کے بجائے "بیگھہ" "کاشت" کو "غیر کاشت" "موروثی" کو "غیر موروثی" بنا دینے کا خوب تجربہ تھا۔ لیکن وہ اس سے بالکل ناواقف تھے۔ کہ اہلکار حاکم پرگنہ کے اشاروں پر ناچتے ہیں جس رنگ میں اپنے حاکم کو دیکھتے ہیں اسی میں وہ خود بھی رنگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر کام ہی نہیں چل سکتا۔ ڈپٹی صاحب کی نگاہیں پھری دیکھ کر بھلا پیشکار کب سفارش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے دیوان جی کو بحر خیال میں غوطے کھاتے دیکھ کر ڈپٹی صاحب نے مکرر دریافت کیا تو دیوان جی نے کہا "حضور ان چماروں نے آج میرے پیادے کی جو ذات کا برہمن ہے بڑی ہتک کی ہے۔

ڈپٹی صاحب نے مسکرا کر کہا۔ "ان چماروں نے"۔

ڈپٹی صاحب کو مسکراتے دیکھ کر دیوان جی بھی پھول گئے بقول سائیں تلسی داس جس طرح سوکھے تال تلیاں برساتی پانی پا کر آپے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح کم ظرف آدمی بھی ذرا سی بات پر اترانے لگتا ہے دیوان جی نے اپنے خاص لہجہ میں جواب دیا "حضور ان چماروں کو غریب نہ سمجھیں۔ بڑے موٹے اسامی ہیں۔ انکی سرکشی تو گاؤں بھر میں مشہور ہے۔ آپ ہی لوگوں کا اقبال ہے کہ میں انکو دبائے رہتا ہوں ورنہ یہ لوگ تو ہمارا گاؤں میں رہنا دشوار کر دیں۔ حضور آپ یہاں ابھی نئے نئے آئے ہیں۔ آپ ان لوگوں سے واقف نہیں ہیں۔

ڈپٹی صاحب کا لہجہ بدل گیا۔ انہوں نے کہا۔ "یہ سب کچھ صحیح ہے مگر آپ کو یہ کس نے اختیار دیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو کوئی سزا دیں۔ اگر انکے خلاف آپ کو کوئی شکایت تھی تو آپ قانونی کارروائی کر سکتے تھے۔ آخر ہم لوگ کس واسطے ہیں۔ یہ کہہ کر ڈپٹی صاحب نے مصریا کا حال پوچھا وہ خوف بھری نظروں سے دیوان جی کی طرف دیکھنے لگا جس کا مطلب یہ تھا کہ بتانے کو تو میں سب کچھ بتا دوں مگر آپ کے جانے کے بعد میری جو گت بنے گی اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

ڈپٹی صاحب اس کا مطلب سمجھ گئے۔ انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا "تم کچھ خوف نہ کرو۔ اب دیوان جی تمہارا کچھ کر نہیں سکتے" لیکن مصریا اب بھی خاموش تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نہیں کہہ سکتا تھا۔ آخر کار اس مشکل کو اس کی ماں

میکی نے ڈپٹی صاحب کے سامنے آکر حل کر دیا۔ عورت کا دل نازک ہوتا ہے۔ جوان بیٹے اور بڈھے شوہر کی مصیبت کو دیکھ کر وہ کیسے خاموش رہ سکتی تھی۔ جب اس کا کوئی ہمدرد نہ تھا وہ چپ تھی۔ اب وہ ڈپٹی صاحب کو ہمدرد پاکر بھلا اس موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتی وہ روتی ہوئی ڈپٹی صاحب کے پاؤں پر گر پڑی "دہائی ہے سرکار کی"۔

ڈپٹی صاحب جلدی سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اس خیال سے نہیں کہ میکی چمارن ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خوشامد انصاف کا خون کر دیتی ہے۔

میکی نے ساری سرگذشت شروع سے آخر تک سنا دی اب انصاف کی باری آئی۔ دیوان جی مہاراج رام اوتار اور سمیا پاسی کے بیانات قلمبند کئے گئے۔ منشی جمال الدین اور چودھری دتو موقع کے گواہ بتائے گئے۔ ڈپٹی صاحب نے میکی سے کہا۔ تمہارے لڑکے اور شوہر کو ڈاکٹری معائنہ کے لئے مرزا پور جانا ہوگا۔ میکی جوش انتقام میں پاگل ہو رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "جو حکم ہو"۔

(۴)

سول سرجن نے مصریا کو ضرب خفیف اور رجگنا کو ضرب شدید کا سرٹیفکیٹ دیا اب پولیس کی کارروائی شروع ہوئی داروغہ جی مع اپنے چند نفر کانسٹبلان کے بہدیں میں رونق افروز ہوئے ضلع میں سب کچھ تھا۔ گھوڑے کے سامنے گھاس ڈال دی گئی۔ دودھ کے گھڑے آگئے۔ خوان نعمت بچھ گیا۔ تر لقمے اڑنے لگے جنہیں گھر میں سوکھی روٹی بھی مشکل سے ملتی تھی وہ پوری کچوری حلوہ وغیرہ پر ناک بھوں چڑھانے لگے۔ دماغ زمین سے آسمان پر پہنچا۔ ان سب تکلفات یا "حقوق" سے فراغت پاکر داروغہ جی نے تفتیش شروع کی۔

اڑوس پڑوس میں پکڑ دھکڑ ہونے لگی۔ کسی کو ڈرایا کسی کو دھمکایا۔ حاکم پرگنہ کے حکم سے اس مقدمہ کی بنیاد پڑی تھی۔ انکا ڈیرہ بھی بہدیں ہی کے قریب لگا ہوا تھا۔ اس وجہ سے داروغہ جی کو زیادہ پاؤں پھیلانے کا موقع نہ ملا۔ پھر بھی انہوں نے اپنا کچھ بھلا کر ہی لیا۔ شہادت کافی سے زیادہ مل گئی۔ اور داروغہ جی نے اپنی تفتیش مکمل کر کے ڈپٹی جینتی پرشاد کے ہاں دیوان سالگ رام مہاراج رام اوتار اور سمیا پاسی کا چالان کر دیا کہ ان لوگوں نے مصریا اور رجگنا چمار کو حبس بیجا میں رکھ کر اذیت پہنچائی ہے۔

اس کی خبر بہدیں کا تو کیا ذکر تمام جگہ دور دور پھیل گئی۔ کنور صاحب کو تو عیش ونشاط سے کام تھا۔ معمولی مقدمہ سے انکی روح فنا ہوتی تھی۔ بدنامی کے خیال سے لوگوں کے کہنے سننے سے ضمانت، دیگر ملزموں کو رہائی دلائی۔ اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہ کر سکے۔ ڈپٹی صاحب کے پاس جاکر سفارش کرنے کی جرأت نہ ہو سکی مرزا پور واپس جاکر انہوں نے ایک وکیل پیروی کے لئے بھیجدیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ملا۔ دیوان جی اور مہاراج نے وکیل صاحب کے سامنے رو رو کر کہا "وکیل صاحب جس طرح بنے ہماری عزت بچائیے۔ روپے پیسے کی فکر

فکر نہ کریں ہم آپ کو خوش کر دینگے۔

وکیل صاحب مقدمہ کے حالات سے واقف ہو چکے تھے۔ انہوں نے جواب دیا "مقدمہ بہت سنگین ہے۔ کامیابی کی کم اُمید ہے"۔ یہ سُنتے ہی مہاراج اور دیوان جی کے چہروں پر اُداسی چھا گئی۔ دیوان جی نے اداس ہوکر کہا "تو کیا اب ہماری عزت کسی طرح نہیں بچ سکتی"۔

وکیل صاحب نے جواب دیا "بس ایک ترکیب ہے"۔

سوکھے دھانوں میں پانی پڑ گیا۔ سب ہم زبان ہوکر بولے "وہ کیا"۔

وکیل صاحب "تم لوگ قانون سے کسی طرح نہیں بچ سکتے البتہ جگنا ڈپٹی صاحب سے کہدے کہ اس کو تم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں تو بہت ممکن ہے کہ ڈپٹی صاحب مقدمہ خارج کر دیں۔

ترکیب تو بہت معقول تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ جگنا سے جاکر کون استدعا کرے۔ مصریا اور جگنا کی بے عزتی کرکے کوئی کس مُنہ سے سفارش کی درخواست کر سکتا تھا۔ ایک بات اور تھی وہ یہ کہ مہاراج یا دیوان جی چماروں کے سامنے جاکر اپنا مُنہ کس طرح اُٹھا سکتے نتیجہ یہ ہُوا کہ وکیل صاحب کی رائے پر کوئی عمل کرنے کے واسطے تیار نہ ہُوا۔ دیوان جی کا بھدیں میں اپنا کوئی عزیز نہ تھا جو انکے غم میں شریک ہوتا۔ ایک دُور کے رشتہ دار کو غازی پور سے بُلایا تھا لیکن اس نے کورا جواب بھیجدیا کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ مہاراج کا گھر بھدیں ہی میں تھا۔ مہاراجن کے سوا اس کا کوئی دوسرا اس دُنیا میں کوئی ساتھی نہ تھا سیمبا پاسی کا کُنبہ بڑا تھا۔ لیکن اُس کی بساط ہی کیا تھی۔ وہ تو دیوان جی اور مہاراج کے ہاتھوں میں کھلونا تھا۔

جب وکیل صاحب کے پاس سے مہاراج گھر پہنچے تو مہاراجن نے پوچھا سب کُشل (خیریت) ہے۔

مہاراج نے اُداس ہوکر جو کچھ وکیل صاحب نے کہا تھا کہہ دیا۔

"مقدمہ کب ہوگا"؟ "کل سویرے ۱۱ بجے"۔

مہاراجن کا کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ انہوں نے کہا کہ میں جگنی سے جاکر کہونگی وہ میری بات ضرور مانے گی۔ نہیں نہیں تم ان چماروں کے یہاں ہرگز نہ جانا۔ میں یہ بے عزتی ہرگز نہیں برداشت کر سکتا کہ تم چماروں کی خوشامد کرو۔ اس سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ مہاراجن چُپ ہوگئیں اور مہاراج گھر سے باہر چلے گئے۔

دن ڈوب رہا تھا۔ مویشی چراگاہوں سے واپس ہو رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو دُنیا کی فکروں سے آزاد ہیں کوئی مٹی کے گھروندے بناکر کھیل رہا تھا۔ کوئی گُلی ڈنڈے سے اپنا دل بہلا رہا تھا۔ مہاراجن نے جلدی جلدی اپنا قدم بڑھایا وہ جگنی سے ملنے جا رہی تھی۔ پہلے تو اس نے بھی سوچا کہ چماروں کی

خوشامد سے مرجانا ہی اچھا ہے۔ لیکن جب مہاراج پر آنے والی مصیبت کا خیال ہُوا تو انکا دل کانپ گیا شوہر کی محبت میں وہ اس بے عزتی کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔

جس وقت مہاراجن میکی کے یہاں پہنچیں اس وقت مصریا۔ جگنا باہر گئے ہوئے تھے۔ میکی اکیلی اپنی منڈیا میں گگنی کا بھات پکا رہی تھی۔ مہاراجن کو دیکھ کر اس کا دماغ عرش پر پہنچ گیا۔ دل میں خوشی کے جذبات اُٹھنے لگے وہ سوچنے لگی او ہو مہاراجن میری خوشامد کو آئی ہیں۔ اب انکا غرور کدھر گیا۔ کاش اس وقت مصریا یا جگنا ہوتے۔ کاش تمام گاؤں والے ہوتے اور دیکھتے کہ مہاراجن ایک نیچ چمارن کے یہاں آئی ہیں۔

یہ پہلا انتقام تھا۔ میکی نے اپنی طبیعت کو سنبھال کر کہا۔ دھن ہے مہاراجن گریبن کی منڈیا میں آج کیسے آگئیں۔ جملہ طعنہ آمیز تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو مہاراجن میکی کی خوب خبر لیتیں لیکن آج بگڑنے کا موقع نہ تھا۔

مہاراجن نے کہا۔ میکی"۔

میکی مہاراجن کی طرف غور سے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر تک مہاراجن چُپ رہیں وہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ایک طرف وہ مہاراجن کی خودداری اور خاندانی وقار انکو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ ایک چمارن سے کوئی درخواست کریں۔ دوسری طرف مہاراج کی عزت کا سوال تھا۔ انکو سزا ہو گئی وہ قید ہو گئے۔ تو کیا اس میں مہاراجن کی بے عزتی نہ ہوگی۔ آخر مہاراجن نے رُک رُک کر کہا تم سے بھیک مانگنے آئی ہوں۔ اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہ کہہ سکیں۔ مُنہ ڈھانپ کر رونے لگیں۔

میکی کانپ اُٹھی۔ مہاراجن اور ایک نیچ چمارن سے بھیک مانگنے آئی ہیں۔ رام رام میکی کے کانوں میں یہی صدا گونجنے لگی۔ میں تم سے بھیک مانگنے آئی ہوں۔ میکی گنوار اور جاہل ہوتے ہوئے بھی اتنی بیوقوف نہ تھی کہ وہ مہاراجن کا مطلب نہ سمجھتی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے سر پر انتقام کا بھوت سوار تھا۔ لیکن مہاراجن کے حال پر اس کو دیا آگئی۔ وہ عورت تھی۔ عورت کے جذبات کو خوب جانتی تھی مہاراجن کے درد آمیز لہجے نے اسکو پگھلا دیا۔ اس کے سر سے انتقام کا بھوت اُتر گیا۔ میکی کا بھی تو یہی مقصد تھا کہ دشمنوں کا سر نیچا ہو۔ دشمن خود اپنی زبان سے شکست کا اقرار کرے۔ یہی سچی فتح ہے۔ میکی نے کہا مہاراجن گسئیاں نہیں بنائے راکھیں۔ ہم ہمترے حکم سے باہر نہ ہوئے۔

مہاراجن کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ انہوں نے جوش مسرت سے میکی کا ہاتھ تھام لیا۔ اور کہا۔ ڈپٹی صاحب سے کہلا دو کہ مقدمہ اُٹھا لیں"۔ یہ کہکر مہاراجن نے ایک پوٹلی جسکو کہ وہ کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھیں نکال کر میکی کے پاؤں پر رکھدی۔ اس کے اندر کچھ روپے تھے اور مہاراجن کے زیورات بھی تھے لیکن

سخت اصرار کرنے پر بھی میکی نے لینے سے انکار کیا۔ آج مہاراجن کو بھی معلوم ہو گیا کہ شرافت کسی کو ورثہ میں نہیں ملتی۔ یہ لعل بے بہا کبھی اونچے محلوں کو روشن کرتا ہے تو کبھی پھوس کی جھونپڑی کو بھی درخشاں کرتا ہے۔ میکی کے اطمینان دلانے پر مہاراجن خوش خوش گھر واپس ہوئیں۔

(۵)

آج ڈپٹی جینتی پرشاد کی عدالت میں کافی رونق تھی وہ لوگ جو عدالت سے دُور بھاگتے تھے۔ انہوں نے بھی آج پُرانے کپڑوں کو دھو دھلا کر زیب تن کیا ہے۔ خوب سنبھال سنبھال کر پگڑی باندھی اور عدالت جا پہنچے جن کو اندر جگہ نہ ملی وہ باہر ہی کھڑے رہے مگر مقدمہ کی کارروائی سُننے کی کوشش میں لگے تھے۔ تماشائی ٹوٹے پڑتے تھے۔ وقت مقررہ پر ڈپٹی صاحب تشریف لائے۔ چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ لوگ سانس لیتے مگر رُک رُک کر کہ کہیں آواز نہ نکل جائے۔ اور چپراسی عدالت سے باہر کر دے۔ دیوان سالگ رام۔ مہاراج، رام اوتار سمیاپاسی ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے تھے۔ ملزموں کے اُداس چہرے کی طرف سب کی نظر تھی۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہونے والی تھی۔ کہ جگنا نے ہاتھ جوڑ کر ڈپٹی صاحب سے کہا حضور ہمکا کچھ شکایت نہیں ہے۔ مقدمہ اُٹھالیں۔

سب نے حیرت سے جگنا کو دیکھا۔ اس کے چہرے سے بجائے خوف یا ڈر کے استقلال ٹپک رہا تھا۔

ملزموں نے احسان مند نگاہوں سے جگنا کی طرف دیکھا۔ اُن نگاہوں میں معذرت کا پیغام پوشیدہ تھا۔

ڈپٹی صاحب نے سوچا کہ شاید جگنا کو رشوت دی گئی ہے یا اس پر کسی نے زور ڈالا ہے۔ انہوں نے کہا جگنا خوب سمجھ لے تجھے کسی نے ڈرایا دھمکایا تو نہیں ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو صاف صاف کہدے تجھے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

جگنا نے جواب دیا، حضور ہم پر کسی نے دباؤ نہیں ڈالا۔ ہم کھسی سے چاہت ہی کہ حضور مقدمہ خارج کر دیں اب کچھ کہنا سُننا فضول تھا۔ ڈپٹی صاحب انصاف پسند ہوتے ہوئے شریف پرور بھی تھے وہ صلح و صفائی کی کارروائی میں کچھ اعتراض نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ ملزموں کی کافی بے عزتی ہو چکی مصر یا جگنا کو گاؤں میں رہنا ہے۔ "دریا میں رہکر مگر سے بیر" بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے ملزموں سے مخاطب ہو کر کہا۔ دیکھو اب کبھی بیگار نہ لینا۔ اسامیوں پر سختی نہ کرنا۔ میل جول سے جو کام نکلتا ہے وہ ظلم سے کبھی نہیں نکلتا۔ اپنی حماقت کا تم لوگوں کو کافی سبق مل چکا ہے۔ جگنا کی شرافت نے تم لوگوں کا سر نیچا کر دیا۔ مجھے اُمید ہے کہ تم لوگ اب آئندہ احتیاط سے کام لوگے۔

اتنا کہہ کر ڈپٹی صاحب نے مقدمہ خارج کر دیا۔ عدالت سے باہر نکل کر گاؤں والے دیوان او مہاراج

کو مبارک باد دینے کے لئے دوڑے لیکن اُن لوگوں کو اس کی کوئی پروا نہ تھی - دونوں نے بھیڑ سے نکل کر جگنا کو آواز دی "جگن بابا"

جگنا کو آجتک کسی نے "جگن بابا" نہیں کہہ کر پکارا تھا وہ فرط خوشی سے بیتاب ہوگیا - دوڑکر دیوان جی کا پیر چھُو لیا - مہاراج کے قدموں پر مصریا نے سر جھکا دیا - اس وقت مہاراج کو اس بات کا بالکل خیال نہ تھا کہ چماروں نے انکے پاؤں کو کیوں چھُوا - اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے - یہ آنسو خوشی کے تھے - نفرت کا یا حقارت کا ان میں کوئی نشان نہ تھا - اس وقت نیچ یا اونچ کا سوال نہ تھا - یہ پریم ملاپ تھا - سمیا پاسی کے ساتھ ہی تمام لوگ چلا اُٹھے -

"جگن بابا کی جے"

کہتی ہے ہم کو خلق خدا غائبانہ کیا

رہنمائے تعلیم کا ریڈ کراس نمبر رسالہ رہنمائے تعلیم محکمہ تعلیم کا ایک پُرانا اور شاندار رسالہ ہے - اور ایک عرصہ سے محکمہ تعلیم کی خدمات انجام دے رہا ہے - حال ہی میں اس رسالہ کا ایک نہایت شاندار نمبر "ریڈ کراس" کے نام سے شائع ہوا ہے - جس میں ریڈ کراس کی تحریک کے مختلف پہلوؤں پر نہایت مؤثر مضامین درج کئے گئے ہیں - اس خاص نمبر میں نہایت بہترین نظمیں اور چھوٹی چھوٹی کہانیاں بھی درج کی گئی ہیں - ماسٹر جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر اس نمبر کو ہر طرح سے کامیاب بنانے میں مبارک باد کے مستحق ہیں - ہم ریڈ کراس سوسائٹی سے پُرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس نمبر کی کافی کاپیاں خرید کر لوگوں میں تقسیم کرے - علاوہ بریں دیگر شائقین علم بھی اس نمبر کو خرید کر اپنی معلومات میں بہترین اضافہ کر سکتے ہیں - مینیجر رہنمائے تعلیم لاہور سے مل سکتا ہے - حجم ۵۰۰ صفحہ باتصویر - قیمت فی جلد عہ (راجپوت گزٹ)

(نوٹ مینیجر) رہنمائے تعلیم کے خریدار سے رعایتی قیمت عہ لی جاتی ہے - یعنے سال ۱۹۳۵ء کے جملہ پرچے مع ریڈ کراس نمبر صرف ۱۲ میں دئے جائینگے -

---

اطلاع ضروری جن اصحاب نے بموجب اعلان مندرجہ رسالہ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ اضافہ کی رقوم ابھی تک مرحمت نہیں کیں وہ اب ضرور بھیجدیں - دیر کا ہیکو کی جارہی ہے جبکہ ریڈ کراس نمبر بھی انکی خدمت میں پہنچ چکا ہے - مجھے بار بار طلب کرتے ہوئے شرم آتی ہے - جگت سنگھ

نہایت ضروری اطلاع

جن اصحاب کا چندہ مارچ ۱۹۳۵ء تک وصول تھا۔ میں نے انکی خدمت میں ریڈ کراس نمبر سالانہ چندہ بابت ۳۶-۱۹۳۵ء) وصولی کی غرض سے قبل از وقت وی پی کردیا تھا۔ اس لئے کہ ریڈ کراس نمبر کا بذریعہ رجسٹرڈ پارسل بھیجنا ضروری تھا۔ اور پھر اپریل نمبر کے وی پی کے لئے بھی ۳ ؍ کا خرچ ہونا لازمی تھا (یعنے ڈبل خرچ سے بچنے کے لئے ایسا کیا تھا) چنانچہ میرے بہت سے محترم احباب نے وہ وی پی وصول کر لئے اور مجھ احقر کو سرفراز فرمایا۔ مگر بعض دوستوں نے وی پی اس لئے واپس کر دیئے کہ انکا حساب اپریل سے چلتا ہے قبل از وقت وی پی پہنچنے سے وہ حیران سے رہ گئے اور وی پی واپس کر دیا گیا۔

اب چونکہ اپریل شروع ہے میں نے رسالہ اپریل اُن جملہ وی پی واپس کرنے والے دوستوں کے نام بر اُمید منظوری روانہ کر دیا ہے۔ مگر انکے ریڈ کراس نمبر دفتر میں بمد امانت محفوظ رکھے ہیں۔ اگر وہ اصحاب اپنے اپنے چندے بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تو میں رقم وصول ہوتے ہی ریڈ کراس نمبر انکی خدمت میں بھیجدونگا۔ اگر کسی وجہ سے وہ صاحبان اپریل ۱۹۳۵ء سے مارچ ۱۹۳۶ء تک کا چندہ نہ بھیج سکیں۔ تو ریڈ کراس نمبر کا اضافہ ایک ایک روپیہ فوراً بھیجدیں۔ تاکہ انکے حصہ کا ریڈ کراس نمبر انکی خدمت میں پہنچ جائے یا بصورت دیگر رسالہ مئی + ریڈ کراس نمبر کا اکٹھا وی پی کردوں؟ جواب جلدی دیں۔

خادم جگت سنگھ

عمداً نہیں بھیجا گیا

ریڈ کراس نمبر ان جملہ اصحاب کی خدمت میں عمداً نہیں بھیجا گیا جن کے ذمہ دو دو سال کے چندے بقایا چلے آرہے ہیں۔ باوجود دیکر کئی بار یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ مگر وہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مہربانی کر کے بقایا چندے جلد بھیجدیں تاکہ میری محنت اکارت نہ جائے۔ انکے نمبر خریداری حسب ذیل ہیں۔

۷۲۵۱ مدرنا پلی۔ ۲۲۹۴ جلگاؤں۔ $\frac{۸۷۹۰}{۸۷۹۱}$ آسکا۔ ۸۶۹۵ ڈیرہ گوپی پور۔ ۸۶۴۳ کوٹلی۔ ۸۶۴۴ ٹوالہ۔ ۸۵۶۴ بملی پٹم۔ ۸۴۱۵ نام پلی۔ ۱۰۲۹۷ امرگڑھ۔ ۱۰۰۹۱ کلیان ورگ۔ ۹۶۴۳ سفیدوں۔ ۹۳۳۸ بابا بکالہ۔ ۹۳۰۹ عیسےٰ خیل۔ ۸۸۹۸ پونہ ۲۔ ۹۴۶ ارپونڈ فورد۔ ۱۲۰۱۱ پنڈی بھٹیاں۔ ۱۱۷۸۵ کلوزنڈ سٹریل سکول۔ ۱۱۴۹۵ کلانور۔ ۱۱۴۶۸ بھمبیر۔ ۱۲۰۱۳ کلاسوالہ۔ ۱۳۰۷۷ انبالہ کنٹ۔ ۱۳۱۳۲ الہ آباد۔ ۱۳۲۰۱ لیہ۔ ۱۳۴۱۲ سمندری۔ ۱۳۴۰۱ رزولے۔ ۱۳۲۵۷ پنڈی عمرا۔ ۱۳۲۵۵ تاراگڑھ۔ ۱۳۵۴۶ دمیلی۔ ۱۳۴۹۸ فریدکوٹ۔ ۱۳۴۶۵ کلکام۔ ۱۳۸۰۹ امرسہ (دکن) ۱۳۸۴۶ کاکا پورا (کشمیر) ۱۳۲۳۰ گلگت۔

میرے اسکول کا افسانہ

(از منشی پوکھر داس صاحب ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول تاجہ بیرو الا)

قریباً ڈھائی سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ کہ میں تحصیل چنیوٹ کے تاریک گوشے میں جہاں ابھی تک تہذیب کی منور کرنیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ ایک لوئر مڈل اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہونے کی حیثیت سے مقیم ہوں۔ یہ علاقہ تہذیب و تمدن میں صوبہ بھر میں سب سے پیچھے ہے۔ اس علاقے کے باشندے بد مذاق۔ بدمزاج اور بڑے وحشی خو ہیں۔ زبان نہایت بگڑی ہوئی۔ من گھڑت مہمل الفاظ کی بھرمار۔ گویا یوں کہنا چاہئے کہ ایک نووارد کے لئے اچھی خاصی پشتو ہے

میری تعیناتی کا آغاز ہی تھا۔ کہ حلقہ کے انسپکٹر صاحب بغرض معائنہ تشریف لائے۔ رجسٹروں کی دیکھ بھال کی۔ رجسٹر حاضری پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈالی۔ رجسٹر میں تھے کل بیس طلبا کے نام درج۔ جن میں سے گیارہ لڑکے حاضر اور نو غائب۔ انسپکٹر صاحب نے قلتِ طلبا کی بنا پر مجھے وہ جھاڑ سنائی کہ توبہ ہی بھلی۔ اور میں نے نوواردی کے آڑ میں پناہ لی۔ موجودہ طلبا سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تین طالب علم اُس گاؤں کے ہیں جس میں اسکول ہے۔ اور آٹھ ایک دوسرے گاؤں کے ہیں جو قریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور بقایا غیر حاضر طلبا گرد و نواح کی بستیوں کے ہیں۔ جو صرف آج نہیں بلکہ عموماً غائب بھی رہا کرتے ہیں۔ اور سابقہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے محض اس غرض سے نام خارج نہیں فرمائے کہ طلبا کی تعداد میں کمی واقع ہو جائے لیکن سابق ہیڈ ماسٹر صاحب سے کسی نے یہ نہ پوچھا کہ لوئر مڈل اسکول اور صرف نو لڑکوں کے نام زائد درج فرمانے پر ہی اکتفا کیوں فرمائی؟ آخر اس میں ہرج ہی کیا تھا۔ اگر چالیس پچاس طلبا کے نام اور بھی فرضی درج کرتے جاتے۔ میرا بھی چھٹکارا ہوتا۔ بہرکیف یہ تھی سکول کی حالت اور پہلا معائنہ جس پر کہ مجھ کو وہ جھاڑ سنائی گئی جو کبھی میرے خواب میں بھی نہ آئی تھی۔ معائنہ کے بعد میں شکر بجا لایا کہ آئی بلا سر سے ٹل گئی۔ ممنون ہوں جناب انسپکٹر صاحب کا کہ ڈانٹ پر ہی اکتفا فرمائی اور دھینگا مشتی تک نوبت نہ پہنچائی۔ شکر ہے اور لاکھ لاکھ شکر ہے اُس پرماتما کا جس نے مجھ کو صحیح و سلامت رکھ لیا۔ اور انسپکٹر صاحب کو صبر و ضبط پر مجبور کر دیا۔ البتہ جاتے جاتے مجھے اتنا زبانی ضرور ارشاد فرما گئے۔ کہ اگلے معائنہ تک کم از کم چالیس طلبا کی روزانہ حاضری دکھائی جائے ورنہ سکول توڑ دیا جائیگا۔

مرتا کیا نہ کرتا۔ میرے بھی کان کھلے۔ اپنا دقیانوسی رویہ چھوڑنا پڑا۔ میرے اس خیال کی تردید ہو گئی کہ چھ گھنٹے سکول میں کام کرنا ہے۔ اور پھر آزاد کہلانا ہے۔ یعنی گھر میں لیٹے رہنا ہے۔ اب ہوش آئی اور معلوم ہوا کہ روٹی کما کر کھانے کیلئے کچھ محنت بھی درکار ہے۔ اب سمجھے کہ لڑکوں کو سکول میں بھیجنا اور تعلیم دلوانا صرف والدین کا ہی فرض نہیں بلکہ اُس فرض میں ہمارا بھی حصہ ہے۔

میرا پرانا ٹائم ٹیبل جس میں بار بار آرام کرنا۔ کھانا کھانا۔ مطالعہ کرنا نظر آتا تھا۔ اب اس طرح مرتب کیا گیا تھا۔
(۱) ٹائم پیس کے الارم کو اپنے لخت جگر کی چیخ پکار کے برابر خیال کرنا اور اٹھ کھڑے ہونا (۲) جلدی جلدی غسل کرنا۔ (۳) کپڑے تبدیل کرنا (۴) چھڑی سنبھالنا (۵) گھر سے باہر نکل جانا۔ اور گرد و نواح کی بستیوں میں فراہمی طلباء کی غرض سے مارے مارے پھرنا (۶) سکول ٹائم سے آدھ گھنٹہ پہلے گھر پہنچ کر کھانا کھانا (۷) وقت پر سکول پہنچنا

(۸) چھٹی دیکر گھر آنا۔ لیکن بانے تک ہی دیگر خانگی ضروریات دریافت کرکے پھر قریب قریب کی بستیوں کی گلیوں میں پھرنا۔ صاحب اولاد حضرات کے اسمائے گرامی دریافت کرکے انہیں تعلیم کی طرف راغب کرنے کی بے سود کوشش کرنا۔ اور شام کو ناکام واپس آتے آتے یہ مصرعہ گنگنانے لگتا۔ ع پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

دن ڈوبے گھر کا کنڈا کھٹکھٹانا۔ روٹی کھانا۔ اور لیٹ رہنا۔ لیکن سونا نہیں۔ بلکہ مستقبل کے لئے لیٹے لیٹے سوچنا اور خوب سوچنا۔

(۹) گھڑی کو چابی دینا (۱۰) سو جانا۔

لیکن باوجود اتنی مشقت کے بھی کوئی کامیابی کی صورت نظر نہ آتی تھی بقول غالب ؎

کوئی اُمید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

بچوں کے والدین میری بات پر کان تک نہ دھرتے بلکہ کبھی کبھی تنگ آکر کرخت آواز اور سخت نامہذبانہ لہجے میں جواب دیتے کہ اگر ہم نے بچے سکول میں داخل کرادیں تو کیا ہمارے گھر کے کام تو آکر کیا کرے گا۔ میں ایسے سخت جوابات سُن کر حوصلے ہار دیتا بچوں کا یہ حال تھا کہ مجھے دیکھ کر منشی آیا منشی آیا کا شور مچاتے ہوئے بھاگ جاتے۔ نامعلوم بچوں کو کس نے اس غلط فہمی میں ڈال رکھا تھا کہ منشی ہوّا ہے۔ منشی اُس بلا کا نام ہے جس کے منہ میں آکر کوئی بچ نہیں سکتا۔

میں انکو اپنے پھندے میں لانے کے لئے لاکھ کوشش کرتا۔ بہتیرا بہلاتا پھسلاتا لیکن سب بے سُود۔ میں جتنا اُن سے پیار کرنے کی کوشش کرتا وہ اُتنا ہی مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور ایسے بدظن ہو گئے تھے کہ پاس تک نہ پھٹکتے تھے۔

اس کو میری خوش بختی کہئے یا سکول کی خوش نصیبی کہ مجھے ایک نوعمر زمیندار لڑکے سے ملاقات کا موقع ملا۔ باتوں باتوں میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس سکول کے سب سے پہلے طالب علم ہیں۔ جو داخل ہوئے تھے۔ اور سب سے پہلے طالب علم تھے جنہوں نے اپنے سنٹر کا ریکارڈ بیٹ کیا تھا۔ اور آج کل تعلیم سے فارغ ہوکر گھر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ معلوم کرکے کہ اس سکول کے سابق طالب علم ہیں خیال کیا کہ ان کو ضرور اس سکول سے ہمدردی ہوگی۔ لہٰذا اپنی ناکامیابی کا رونا انکے روبرو مؤثر پیرایہ میں رو دیا۔

یہ تھے بڑے خوش مزاج۔ اور نیک طبع۔ انکو میرے حالِ زار پر رحم آیا۔ اور فرمایا کہ ہماری بستی کے تو غالباً تمام کے تمام نونہال مدرسے میں داخل ہیں اور نام گن سُنائے۔ تو مجھے معلوم ہُوا کہ یہ وہی آٹھ دس طالب علم ہیں جو بلاناغہ سکول میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ اور دلچسپی سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میں نے مزید امداد کے لئے عرض کیا کہ میرا اس بے بسی کی حالت میں ہاتھ بٹائیں۔

لہٰذا انہوں نے چلتے چلتے مجھ سے اتنا وعدہ فرمایا کہ کل چھٹی کے بعد گاؤں میں تشریف لے آنا میں جناب کے ہمراہ گرد ونواح کی بستیوں میں پوری پوری کوشش کرونگا۔

اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ میں نے دوسرے دن معمول سے پہلے اسکول میں چھٹی کردی۔ اور گاؤں کے طلباء کے ہمراہ چلا آیا۔ راستے میں جو طلباء سے میری بات چیت ہوئی مجھے اتنی واقفیت ہوگئی کہ میرے کرم فرما جنہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ معزز، سنجرا زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ میاں غلام محمد نام ہے۔ گرد ونواح میں اچھا رسوخ ہے تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے دیہاتی جاہل انکی بہت قدر کرتے ہیں۔ اور بڑے ہر دلعزیز ہیں۔ تعلیم کے متعلق تو مجھے پوری واقفیت نہ ہوسکی۔ البتہ اتنا ہی پتہ چلا کہ اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں تعلیم پانے کے بعد کچھ عرصہ جھنگ میں تحصیل علم کی غرض سے رہے ہیں۔ خیر مجھے تو اُن کی تعلیم سے کوئی خاص غرض بھی نہ تھی۔

زیادہ کریدنے کی ضرورت خیال نہ کی۔ نیز۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بچوں کو اتنی زیادہ واقفیت بھی نہیں ہے۔ بہرکیف ہم گاؤں میں پہنچے۔ طلباء نے میری رہنمائی کی اور مجھے اُس بیٹھک تک پہنچا دیا جہاں وہ تشریف فرما تھے۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے تکیے

سامنے میز رکھی تھی اور مطالعہ میں غرق تھے۔ میں آداب بجالایا۔ وہ بڑے تپاک سے ملے۔ بڑی عزت کی۔ کتاب بند کردی۔ مجھے بٹھایا گیا بلڈنگ کی عمارت بالکل مختصر سی تھی۔ چاروں طرف الماریوں میں کتابیں قرینے سے رکھی ہوئی تھیں۔ جس سے مجھے یقین ہو کہ یہ اُن کا لائبریری روم ہے۔

تھوڑی دیر تک تو ہم اُسی لائبریری روم میں ہی بیٹھے گپیں ہانکتے رہے۔ پھر کمرے کو قفل لگایا۔ اور ایک بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے وہ بستی کے نمبردار سے ملے۔ اور اپنے خاص دیہاتی لہجے میں اُن سے کچھ بات چیت کی۔ جو میں پوری طرح نہ سمجھ سکا۔ البتہ بچوں اور تعلیم کے لفظ کو بار بار دہرانے سے مجھے اتنا علم ہوگیا کہ اسکول کے متعلق اور تعلیم کے فوائد پر بحث کی جارہی ہے۔

قریباً پون گھنٹے تک ہم وہاں بیٹھے رہے۔ پھر دوسری بستی میں گئے۔ وہاں بھی انہوں نے وہی پہلا رویہ اور طرزِ گفتگو اختیار کیا۔ شام ہونے لگی تو ہم گھر واپس آگئے۔

دوسرے دن نو دس لڑکے پہلے اور آٹھ آدمی اپنے نورِ چشموں کی اُنگلیاں پکڑے احاطۂ اسکول میں پائے گئے۔ غرضکہ چار پانچ بستیوں میں اسی طرح چکر لگانے کے بعد اسکول میں ۵۴ طلباء کی تعداد ہوگئی۔ اور چالیس اکتالیس روزانہ حاضری رہنے لگی۔ اِس وقت پچاس سے بھی کچھ اوپر روزانہ حاضری رہتی ہے۔ اسکول اچھے پیمانے پر چل رہا ہے۔ اور ایک برانچ ایک نزدیک کے گاؤں میں کھلی ہوئی ہے۔ جہاں تیس کے قریب روزانہ حاضری رہتی ہے۔ اعلےٰ افسر بہت خوش ہیں۔

میں اپنے ہم پیشہ دیہاتی معلمین کو یہ مؤدبانہ نصیحت کرونگا۔ کہ اگر اُن کو اپنے مدرسے کی کامیابی مطلوب ہو تو سب سے پہلے علاقہ کے کسی بارسوخ خواندہ آدمی سے خوشگوار تعلقات قائم کریں۔ تاکہ اُس کی امداد سے سکول کو کامیاب ثابت کرسکیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میرے سکرمفرما میاں غلام محمد صاحب ہنجرا پچھلے دنوں تک تو میری نظروں میں صرف ایک خوش مزاج اور تعلیم کے حامی کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن ایک دعوت کے بعد جو میری طرف سے اپنے تمام احباب کو دی گئی تھی۔ اب اُن کی حیثیت کچھ بلند تر ثابت ہوئی۔

معاملہ یوں ہے کہ جب دعوت کے بعد تمام حضرات رخصت ہوگئے تو میں اور میاں غلام محمد وہاں ابھی بیٹھے اسکول کی کامیابی کے متعلق بات چیت کررہے تھے۔ شام ہوگئی۔ وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ میں نے گھر جاکر کھانا کھایا۔ جب مطالعہ کے لئے پھر اپنے دعوتی کمرے میں آیا۔ لمپ روشن کیا تو میز پر ایک اچھی خاصی موٹی کاپی نظر آئی۔ میں نے اُس کی ورق گردانی شروع کی تو معلوم ہوا کہ یہ میرے محترم غلام محمد صاحب کا قلمی بیاض ہے۔ اور وہ شاعر ہیں۔ غزلیات کے مقطعوں سے معلوم ہوا کہ جناب رنگین تخلص کرتے ہیں۔

لیکن میں سخت حیران ہوا اُن کا کلام پڑھنے کے بعد کہ ایسے بدمزاق علاقے کے رہنے والے۔ زمینداری پیشہ۔ ایسی بگڑی ہوئی زبان والے علاقہ کی سکونت۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر اور ایسی ستھری زبان۔ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی اور ایسے پاکیزہ خیالات میں نے چند اشعار اپنی خاص نوٹ بک میں نوٹ کرلئے۔ جن میں سے چند ایک احباب کی ضیافت طبع کے لئے کسی اور موقعہ پر نذرِ ناظرین کرونگا۔

ضروری اطلاع } (۱) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئیں۔ بغیر اس کے کوئی صاحب جواب کی توقع نہ رکھیں۔

(۲) خط و کتابت میں چٹ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا جائے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت ہرگز نہ سُنی جائیگی۔　　(منیجر)

ملک معظم اور ملکہ معظمہ کا سلور جوبلی فنڈ

انڈین ریڈ کراس سوسائٹی سینٹ جان ایمبولینس (انڈین کونسل) کاونٹس آف ڈفرن فنڈ اور انڈین سولجرز بینولینٹ فنڈ کی امداد کے سلسلہ میں

عظیم الشان لکی بیگ

جو ۷ مئی ۱۹۳۵ء کو تین بجے بعد دوپہر منٹو پارک (متصل پرانا قلعہ لاہور) میں منعقد ہوگا۔

اعلیٰحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کے سلور جوبلی فنڈ کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی غرض سے تجویز کی گئی ہے کہ ایک عظیم الشان لکی بیگ منعقد کیا جائے۔ یہ انہی پہلوؤں پر منعقد کیا جائیگا جیسا کہ کلکتہ کے ہسپتالوں کے لئے لیڈی منٹو نے ۱۹۰۷ء میں لیڈی ولنگڈن نے ۱۹۱۶ء میں اور لیڈی منزو نے ۱۹۱۷ء میں لکی بیگ کا نہایت کامیابی کے ساتھ انتظام کیا تھا۔

آپ سب نے ہز ایکسیلنسی کونٹس آف ولنگڈن کی وہ اپیل پڑھی ہے جو آپ نے ہندوستان کے والیان ریاست اور لوگوں کے نام جاری کی ہے۔ اس اپیل میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ فنڈ زیادہ تر ملک بھر میں ہسپتالوں اور شفاخانوں میں عورتوں بچوں اور حاجتمند اشخاص کی امداد کے لئے وقف ہوگا۔ اس کار خیر کی تکمیل کے لئے یہ لازمی ہے کہ کثیر رقوم فراہم کی جائیں اور جملہ طبقات کی طرف سے وسیع اور پرتپاک تائید و حمایت کی توقع کی جاتی ہے اور اُمید ہے کہ لکی بیگ جسے بھرنے کے لئے آپ سے تعاون کی درخواست کی جاتی ہے۔ ایک عدیم النظیر کامیابی ثابت ہوگا۔

کیا آپ نہایت فیاضی کے ساتھ ہمیں کوئی انعام ارسال کرینگے؟ آپ کی مرسلہ چیز کی نوعیت کچھ بھی ہو اور خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو اسے نہایت شکریہ کے ساتھ وصول کیا جائیگا۔ کیونکہ اُمید کی جاتی ہے کہ ہم ٹکٹ نکالنے کے دن یہ اعلان کر سکینگے کہ تحائف کی تعداد اتنی کافی ہے کہ سب کو انعام ملے اور کوئی خالی نہ رہ جائے۔ آپ کا جی چاہے تو موٹر کار بھیجئے یا بائیسکل۔ وائرلیس سیٹ یا گراموفون۔ ٹی سٹ۔ سوٹوں کے کپڑے۔ سامان آرائش۔ ساڑھیاں۔ الارم ٹائم پیس۔ فرنیچر کا سامان۔ گڑیاں وغیرہ غرضکہ جو چیز بھی آپ چاہیں بھیج دیں۔ وہ شکریہ کے ساتھ وصول کی جاسکے گی۔ تمام چیزیں لکی بیگ میں رکھی جائینگی۔

چونکہ لکی بیگ کی تیاری میں بہت زیادہ محنت صرف ہوگی۔ اس لئے درخواست کی جاتی ہے کہ انعامات جتنی جلدی ممکن ہو روانہ کئے جائیں۔ انعامات حسب ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

ایس پرتاپ۔ اسکوائر۔ آئی۔سی۔ایس۔چیرمین لکی بیگ سب کمیٹی۔ ڈپٹی کمشنر لاہور
لکی بیگ کے لئے جملہ تحائف کی وصولی کی باقاعدہ طور پر اطلاع دی جائیگی۔ انعامات اور انعامات دینے والے اصحاب کی ایک مکمل فہرست مناسب وقت پر شائع کی جائیگی۔

انعام حاصل کرنے کے لئے ایک ٹکٹ کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ جو سپرنٹنڈنٹ دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر اور مندرجہ ذیل اصحاب اور دوکانوں سے مل سکیں گے۔

سردار صاحب سردار نرندر سنگھ سٹی مجسٹریٹ
ایم۔ غلام محی الدین ایڈوکیٹ لاہور
لفٹننٹ پی۔ ایس۔ سودھ بنس
رائے بہادر بند اسرن
رائے بہادر لالہ بالک رام
مسٹر بسرا
مسٹر ایل چمن۔ بار ایٹ لا۔ آنریری سیکرٹری
سردار بہادر ڈاکٹر کرتار سنگھ کیمسٹ۔ مال روڈ

میسرز سمتھ اینڈ کیمبل
میسرز جین اینڈ ایلرٹن
میسرز بھولا رام اینڈ سنز
سورینگ ریسٹورینٹ
پنجاب کلب
لاہور جمخانہ
ہرٹ انسٹی ٹیوٹ

لکی بیگ کے متعلق تمام خط وکتابت مسٹر ایل چمن۔ ۱۰ ہائی کورٹ چیمبرز لاہور کے نام پر کرنی چاہئے۔

(محکمہ اطلاعات)

اعلیٰحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں یادگاری تمغہ

اعلیٰحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کے دور حکومت کی پچیسویں سالگرہ منانے کے سلسلہ میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک تمغہ تیار کیا جائے جو عوام کو قیمتاً مل سکیگا۔ تمغہ کے دو سائز ہونگے۔ بڑے تمغے کا قطر $2\frac{1}{4}$ انچ ہوگا اور وہ لندن کی شاہی ٹکسال میں معیاری چاندی کا بنایا جائیگا۔ عوام کو یہ ایک چمڑے کے کیس میں پندرہ روپیہ فی تمغہ کے حساب سے مل سکیگا۔ چھوٹے تمغے کا قطر $1\frac{1}{4}$ انچ ہوگا۔ اور وہ کلکتہ کی ٹکسال میں نفیس چاندی کا بنایا جائیگا۔ عوام کو یہ ایک روپیہ بارہ آنہ فی تمغہ کے حساب سے مل سکیگا۔

ہندوستان میں فروخت کی غرض سے ان دونو تمغوں کی تقسیم کے طریق کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جملہ فرمائشیں خواہ وہ خرید کرنے والے افراد کی طرف سے ہوں یا تاجروں کی طرف سے براہ راست کلکتہ کی ٹکسال کے نام بھیجی جائیں جہاں خریداروں کو براہ راست بصیغہ وی۔پی تمغے ارسال کئے جائینگے۔

مذکورہ بالا قیمتوں میں پیکنگ کا خرچ شامل ہے۔ لیکن ڈاک کا خرچ شامل نہیں۔ افراد اور تاجروں کو یہ تمغے اپریل کو اور اس کے بعد دستیاب ہو سکینگے۔ تھوک مال خرید کرنے والوں کو تاجرانہ کٹوتی دی جائیگی۔ اور اس کے متعلق جملہ تفاصیل ماسٹر آف دی منٹ کلکتہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

توقع ہے کہ تمغوں کے لئے بہت بھاری مانگ ہوگی۔ اس غرض سے کہ کلکتہ کی ٹکسال مانگ پوری کر سکے۔ یہ لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تمغوں کے لئے جلد فرمائش بھیجی جائیں۔

کاونٹس آف ڈفرن فنڈ پنجاب برانچ

گذشتہ پچاس سال سے کاونٹس آف ڈفرن فنڈ پنجاب میں عورتوں کی ان کی ہم جنسوں کے ذریعہ بھی امداد کے کام میں نہایت سرگرمی سے امداد کر رہا ہے۔ فی الحقیقت یہ حسن اتفاق ہے کہ فنڈ مذکور کی جوبلی اور اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی ایک ہی سال میں منعقد ہو رہی ہیں۔ اور توقع ہے کہ موخرالذکر سرمایہ سے اس فنڈ کی کافی کمزور مالی حالت کو درست کیا جائیگا۔ فنڈ مذکور سے متعدد اداروں کو زنانہ ڈاکٹروں اور نرسوں کے ذریعہ عورتوں کو طبی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے مالی امداد ملتی رہی ہے۔ اور اس سے قریباً ایک سو ڈاکٹروں اور نرسوں کی ٹریننگ کے لئے وظیفے دیئے گئے ہیں۔ غریب مریضوں کو ان کے اپنے مکانوں میں جاکر خدمت کرنے کے لئے نرسوں کو اور طبی کتابوں کو اُردو اور ہندی میں ترجمہ کرنے کے لئے ڈاکٹروں کو فنڈ مذکور سے عطیات دیئے گئے۔ پنجاب کے ان اداروں میں جنہیں ڈفرن کی طرف سے امدادی عطیئے دیئے جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

لیڈی لائل ہوم۔ لاہور۔ این ہاسپٹل شاہجیبں کے ساتھ ایک خاص ڈفرن بلاک ملحق ہے۔ لیڈی ایچیسن ہاسپٹل لاہور۔ پنجاب زنانہ میڈیکل سکول لدھیانہ۔ جھنگ۔ مگھیانہ۔ گجرات۔ کرنال۔ شاہ آباد۔ ڈیرہ غازیخاں۔ مظفر گڑھ۔ راولپنڈی اور لائل پور کے ہسپتالوں میں زنانہ شعبہ جات۔ زنانہ میڈیکل سٹوڈنٹ ہوم لاہور۔ سی۔ ایم۔ ایس ہاسپٹل ڈیرہ غازیخاں۔ زنانہ مشن ہاسپٹل کہوٹا۔ لیڈی پاپہم ینگ کیرادان ڈسپنسری۔ گوجرخاں (ضلع راولپنڈی) میونسپل زنانہ ہاسپٹل میانوالی۔ سینٹ اینڈ ریوز مشن ہاسپٹل راولپنڈی۔ کیتھرائن مشن ہاسپٹل راولپنڈی۔ فلڈیلفیا مشن ہاسپٹل انبالہ شہر۔ فرانسس نیوٹن ہاسپٹل فیروزپور۔

مذکورہ بالا امور سے یہ ظاہر ہو گیا ہوگا کہ صوبہ میں عورتوں کے لئے طبی امداد مہیا کرنے میں ڈفرن فنڈ سے بہت مدد ملی ہے۔ لیکن اب تک جو کام کیا گیا ہے اس سے یہ وسیع مسئلہ بمشکل جزوی طور پر حل ہوا ہے۔ چاروں طرف سے آواز آرہی ہے کہ عورتوں کے لئے طبی علاج و معالجہ کے متعلق انتظامات صورت حالات کے پیش نظر بہت ناکافی ہیں۔ زچہ اور بچہ کی سود و بہبود کا کام ابھی تک غیر مکتفی ہے۔

ڈفرن فنڈ ایسوسی ایشن اس امر کی بہت خواہاں ہے کہ اپنی سرگرمیوں کے دائرہ کو وسیع کرے۔ لیکن قلت سرمایہ کے باعث لازمی طور پر یہ محدود ہو گیا ہے۔ عام بیداری اور ترقی تعلیم کی وجہ سے زیادہ زنانہ ہسپتالوں کی مانگ بڑھ گئی ہے۔ اب سوال صرف موجودہ اداروں کے قیام تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ نئے اداروں کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ عام ہسپتالوں کے ساتھ ملحقہ زنانہ وارڈوں کی مدد کرنے اور ان میں مزید عملہ تعینات کرنے کی ضرورت ہے۔ ۔۔۔ کے موجودہ مراکز نہایت قابلیت کے ساتھ قائم رکھنے ہیں۔ تاکہ زچہ اور بچہ کی سود و بہبود کے کام کو ترقی دی جائے۔ نئے رقبوں میں جہاں یہ مفید کام جاری نہیں کیا گیا۔ جدید ہسپتال کھولنے کی ضرورت ہے غریب اور مستحق طالبات۔ نرسوں اور نرس دائیوں کی امداد کے لئے عطیات درکار ہیں۔ ان تمام چیزوں کے لئے روپیہ چاہیئے۔ لیکن قلت سرمایہ کے باعث ایسوسی ایشن مذکور کے کام میں اس حد تک رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے کہ نئی اور بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے سے قطع نظر موجودہ ضروریات کو پورا کرنا ہی قریباً ناممکن ہو گیا ہے۔

اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کا سلور جوبلی فنڈ جس سے ڈفرن ایسوسی ایشن جائز طور پر فایدہ اُٹھانے کی اُمید رکھتی ہے۔ نہایت ہی بروقت موقع پر ایسوسی ایشن کے لئے ممد ثابت ہوگا۔ اگر خوش قسمتی سے ایسوسی ایشن کو کافی روپیہ مل گیا تو عورتوں کو طبی امداد مہیا کرنے کے کام میں جس کے ساتھ ہندوستان اور اس کی آئندہ نسلوں کا مستقبل وابستہ ہے اس کی سرگرمیاں بہت وسیع ہو جائینگی۔

انڈین آرمی بنیولینٹ فنڈ

پنجاب کے حصہ میں ۱۰۳۴۸ روپیہ آیا

انڈین آرمی بنیولینٹ فنڈ ستمبر ۱۹۲۷ء میں اس مقصد سے قائم کیا تھا۔ کہ ہندوستانی فوج کے سابق معافی یا غیر معافی افراد اور متوفی ہندوستانی فوجی سپاہیوں کے ایسے لواحقین کی تکالیف کو دور کیا جائے جن کو کسی دوسرے فوجی امدادی سرمایہ سے مدد نہیں مل سکتی۔ فنڈ مذکور سے ہر سال جو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ وہ دو ششماہی اقساط میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اس کا ایک معتدبہ حصہ پنجابی سپاہیوں اور ان کے لواحقین کو ملتا ہے۔ جو رقم عرصہ مختتمہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کو بطور ششماہی قسط تقسیم کی گئی۔ اس میں سے پنجاب کے حصہ میں ۱۰۳۴۸ روپیہ آیا۔ اس کے بالمقابل گذشتہ ششماہی قسط کے موقع پر ۹۳۲۸ روپیہ ملا تھا۔ گویا پنجاب کے حصہ میں ۱۰۲۰ روپیہ کا اضافہ ہُوا۔

سلور جوبلی فلیگ ڈے (یوم علم)

لاہور کے سکاوٹوں اور سکاوٹوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ عظیم الشان فلیگ ڈے (یوم علم) کے لئے اپنے آپکو تیار رکھیں۔ جو اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی کی تقاریب کے سلسلہ میں منعقد ہوگا۔ لاہور کے ہر مرد و زن و بچہ سے ہماری گذارش ہے کہ وہ اس دن ایک فلیگ لگائیں اور ہوائے سکاوٹوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے مسکراتے ہوئے چہروں سے فلیگوں کی فروخت میں امداد دیں۔ ابھی تک کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ لیکن اب ان کالموں کا غور سے مطالعہ کریں۔ آپ کو اس کے متعلق سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ اس دوران میں جہانتک آپ سے ہوسکے آپ جوبلی کی تقاریب میں دلچسپی پیدا کریں۔ فلیگ ڈے اور دیگر تفریحات کے متعلق جن کے بارہ میں انتظام کیا جا رہا ہے۔ آپ اپنے دوستوں سے بات چیت کریں اور اگر آپ کو اس کے متعلق کسی قسم کا شبہ ہو کہ ان تمام چیزوں کا کیا مطلب ہے۔ تو آپ پنجاب بوائے سکاوٹس ایسوسی ایشن کے صوبجاتی ہیڈکوارٹر یا محکمہ اطلاعات پنجاب لاہور سے استفسار کریں۔ جہاں سے آپ کو تمام معلومات حاصل ہو جائیگی۔ (محکمہ اطلاعات)

پنجاب بوائے سکاؤٹس اور اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی

پنجاب کے بوائے سکاؤٹ اعلیٰحضرت ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی کی تقاریب کے سلسلہ میں تیاری میں مصروف ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس مبارک موقع پر نمایاں حصہ لینگے۔ صوبجاتی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے جو عام سکیم مختلف ضلاع کے نام جاری کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دور دراز اور وقت طلب سفر اختیار کرنے کے بعد صوبہ کے تمام حصوں سے سکاؤٹ صوبہ کے صدر مقام میں جمع ہونگے۔ اور اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کو اپنا پیغام وفاداری پہنچانے کے لئے جن کی ذات والاصفات کے ساتھ ان کے جذبات نہایت عقیدت مندانہ ہیں۔ ایک عظیم الشان "ریلی" (اجتماع) میں حصہ لینگے۔

یہ پیغام ہز ایکسیلنسی سر ہربرٹ ایمرسن چیف سکاؤٹ پنجاب کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ اور بعد ازاں انگلستان کو بذریعہ ہوائی جہاز روانہ کیا جائیگا۔ تاکہ یہ ان تمام پیغامات وفاداری کے پہنچنے کے وقت مل جائے جو سلطنت برطانیہ کے دوسرے حصوں سے بھیجے جائینگے۔

پچاس ہزار پنجاب سکاؤٹ تقریب سعید میں حصہ لینگے

لاہور میں تقاریب جوبلی کے سلسلہ میں زائد از ایک ہزار سکاؤٹ حصہ لینگے اور چالیس ہزار سے زیادہ بلوادی سکاؤٹ مقامی اور اضلاعی اجتماعوں میں شریک ہونگے جو تقاریب کے دوران میں منعقد کئے جائینگے۔ لاہور میں ایک ہزار منتخب سکاؤٹ سلور جوبلی کے میلہ کے موقع پر کھیلوں کا مظاہرہ کرینگے۔ اور سکاؤٹوں کے کرتب دکھائینگے۔ اور دو ہزار چھوٹے اور بڑے سکاؤٹ یوم علم کے موقع پر اپنی پوری وردیوں کے ساتھ نوجوانوں کا ایک جلوس نکالینگے۔

بوائے سکاؤٹوں کی مختلف مقامی جماعتوں اور ڈویژنل کمشنروں کے لئے یہ امر باعث تعریف ہے کہ ابھی سے بہت دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ اور صوبہ میں ہر ایک سکاؤٹ نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس عجیب و غریب نظارہ کی انتظار کر رہا ہے جو سکاؤٹوں کی طرف سے دکھایا جائیگا اور اس مسرت بخش وقت کا منتظر ہے جو اسے تقاریب کے دوران میں حاصل ہوگا۔ سکاؤٹوں کا تبسم مشہور ہے اور وفاداری کے جذبہ سے معمور پچاس ہزار مسکراتے اور ہنستے ہوئے چہرے نے الواقعی میلہ کی کامیابی کو عدیم النظیر بنادینگے۔ اور مسرت اور خوش مذاقی کا ایسا سامان مہیا کرینگے جسے دیکھنے کا صوبہ کو شاذو نادر ہی موقع ملا ہے۔ (محکمہ اطلاعات)

نوٹس

گورنمنٹ ہائی سکول قصور کے دفتر میں ان نارمل پاس مدرسین کی بھی سندیں موجود ہیں جو سکول ہذا کے شعبہ نارمل سے ۱۹۲۹ء و ۱۹۳۰ء میں پاس ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض وصول کر چکے ہیں۔ باقی خود آکر لے جائیں یا سوا چار آنے کے ٹکٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک منگوالیں۔ دستخط جناب ہیڈ ماسٹر صاحب گورنمنٹ ہائی سکول قصور

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

خاص مضمون نگار اصحاب کے لئے — آپ سے بعض بزرگوار اپنے مضامین اور کارروائیاں ارسال کرتے ہوئے سادہ لفافہ میں مضمون کو کھلا رکھ کر ٹکٹ نو پائی چسپاں کر کے بذریعہ پیکٹ ارسال فرماتے ہیں - ایک آدھ مثالیں تو چھ پائی ٹکٹ کی بھی دیکھنے میں آئی ہیں - یہ دونو طریق درحقیقت قواعد ڈاکخانہ جات کے برخلاف ہیں - پیکٹ ہیں - پیکٹ میں مطبوعہ مسالا یا سفید کاغذ کتابیں وغیرہ ارسال ہو سکتی ہیں - اور نئے قواعد کے رو سے پہلے پانچ تولہ کے لئے نو پائی اور زاید وزن کی صورت میں ہر پانچ تولہ کے لئے چھ پائی ہے - یہ دونو سروں سے کھلا ہونا چاہیئے - اور کوئی پرائیویٹ تحریر اس کے اندر نہ ہو - لفافہ چھ ماشہ وزن کے لئے ایک آنہ اور اڑھائی تولہ وزن کے لئے دو آنہ ہے - مہربانی کر کے کاغذات کی ترسیل میں ضروری احتیاط کو ہاتھ سے جانے نہ دیا کریں - تاکہ بیرنگ ہونے کا احتمال نہ رہے اور فیمابین دفتر رہنمائے تعلیم یا آپ میں سے کسی ایک کو نقصان برداشت کرنا نہ پڑے - (سیکریٹری)

سررشتہ تعلیم پنجاب کے اور دو رتن کم ہو گئے — مارچ نمبر میں رائے بہادر پروفیسر شیو رام صاحب کیشپ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور شمس العلما ابو الفصاحت قاضی میر محمد شاہ صاحب رضوانی ریٹائرڈ پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور و لائل پور کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس ہوا تھا - اس نمبر میں بھی بدستور دو اور بزرگواروں کی رحلت کے ذکر بد اثر سے ناظرین کو ملول کرنے کا فرض مجبوراً ادا کرنا پڑا ہے - یعنی

(۱) **جناب لالہ شیو دیال صاحب سیٹھ ایم اے پنشنر انسپکٹر مدارس پنجاب** میں آپ نے ۵ فروری ۱۹۳۵ء کو ۷۴ سال کی عمر میں نمونیا کی مرض سے رحلت فرمائی - آپ نہایت خاموش کارکن تھے - اور سررشتہ تعلیم پنجاب کے ماتحت جس عہدہ پر رہے متعلقین اور افسران بالادست کی نظروں میں برابر قابل عزت و احترام رہے - آپ ہی بزرگوار تھے جو مسٹر آر - نیج (پہلے ڈائرکٹر جنرل تعلیمات ہند) کے اسسٹنٹ مقرر ہوئے تھے - گویا ہندوستان بھر میں اس وقت اس فرض کو انجام دینے کے لئے آپ سے بہتر کوئی بزرگوار حکام کی نظروں میں نہ جچ سکا - پنشن لے کر بھی آپ نے تعلیم اور تعلیمی کاموں کو بدستور اپنائے رکھا اور آخیر دم تک دیال سنگھ ہائی سکول ٹرسٹ کے آنریری سیکرٹری کے فرائض سر انجام دیتے رہے - اور اس ٹرسٹ کے معزز ممبران کے دوش بدوش صوبہ کی تعلیمی خدمات سر انجام دیں - ہماری دلی آرزو ہے کہ آپ کو آواگون کے مراحل سے نجات ملے اور آپ بیکنٹھ باشی ہوں - آپ کے نور نظروں سے اس واقعہ میں رہنمائے تعلیم کو دلی ہمدردی ہے -

(۲) **جناب لالہ اندر بھان صاحب بی اے - بی ٹی ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن ملتان** - جو فروری کے ہی مہینے کے آخیری ہفتے میں ہم سے جدا ہوئے ہیں - نہایت نیک اور سرگرم افسر تھے - اور اعلیٰ ٹیچر و انسپکٹر کی خوبیوں کے مالک تھے - دعا ہے کہ مالک کل آپ کو بھی آواگون کے مراحل سے نجات دیکر بیکنٹھ باشی کریں اور آپ کے اعزہ و اقارب کو صبر جمیل کی طاقت عطا کریں جن سے، اس سانحہ جانکاہ میں رہنمائے تعلیم اور اس کے کارکنان کو دلی ہمدردی ہے - (سیکریٹری)

سری گورو نانک مڈل سکول مٹھا ٹوانہ ضلع شاہ پور — پچھلے سال کی طرح سال حال میں بھی سکول ہذا نے تحصیل ٹورنمنٹ خوشاب میں اپنی روایات سابقہ کو برقرار رکھا اور تین دن متواتر گھنٹوں کے مقابلے کے بعد فٹ بال کپ حاصل کیا - تعلیمی ترقی کے ساتھ جسمانی بھی نیک شگون ہے جس کے لئے ماسٹر ... صاحب اشک انچارج اور سکول سٹاف مبارکباد کے مستحق ہیں - (ہیڈ ماسٹر صاحب)

ورنیکلر مڈل سکول بھریڑی ضلع کانگڑہ

۳۱ر جنوری کو سالانہ معائنہ جناب لالہ پربھو دیال صاحب بی اے آنرز بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نے کنور ملاپ چند صاحب اے ڈی آئی تحصیل ہمیر پور کے ہمراہ فرمایا حاضری ۹۱ فیصدی تھی۔ آپ نے تشریف لاتے ہی سکول کی ڈرل سکاؤٹنگ اور کیننگ کا ملاحظہ فرمایا۔ سکول کی تعلیمی حالت کو خاطر خواہ پاکر اظہار خوشنودی فرمایا اور جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت فرمائی:۔

طلبا کی پرارتھنا کے بعد تمام جماعتوں کے چیدہ طلبا نے راگ۔ کہانیاں۔ مضامین۔ لطائف وظرائف۔ مکالمے اور لیکچر سنائے۔ جن کی خوش الحانی اور خوبی بیان سے آپ بیحد محظوظ ہوئے۔ اور انعامات تقسیم فرمائے۔ لالہ نتھو رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے رپورٹ پڑھی۔ صاحب صدر نے سنسکرت کا ایک شلوک پڑھ کر اس کی تشریح نہایت عام فہم اور مؤثر پیرائے میں کی جس کا مفہوم انسانی فرائض اور ان کی تکمیل تھا۔ جسے طلبا نے دلچسپی سے سنا۔ کنور صاحب نے ضروریات حاضرہ کے مطابق ایک عالمانہ اور ساحرانہ تقریر کی۔ اور حاضرین کو مستفید فرمایا۔ طلبا میں شیرینی تقسیم ہوئی۔

(بھگت سنگھ کنور)

سب ڈویژن پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کی کانفرنس

جو ۲۳ر فروری کو زیر صدارت جناب سردار رام سنگھ صاحب اے ڈی آئی سکولز پٹھانکوٹ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر منعقد ہوئی۔ آپ نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ میں جملہ مدرسین سب ڈویژن کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس ڈویژن میں سال گذشتہ کی نسبت ۱۴۴ طلباء کی بیشی ہوئی ہے۔ اب اس سے آگے بڑھنا چاہئے۔ نیا داخلہ تو ہو نہیں سکتا البتہ پرانے خارج شدہ طلبا کی فہرستیں تیار کر کے انہیں دوبارہ داخل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہر طرح سے احتیاط رکھی جائے کہ کوئی مستحق طالب علم تعلیم سے بے بہرہ نہ رہے اور تمام مستحق طلباء کو داخل مدرسہ کر کے نہایت ہمدردی اور شوق سے تعلیم دی جائے تاکہ آپکا سلوک عملاً جائز امداد کی جائے۔ اور اس وجہ سے اسے پیچھے نہ رہنے دیا جائے۔ آپ نے اپنی تقریر کے ضمن میں اول مدرسین کی توجہ دلائی کہ جس طرح از جس جگہ ممکن ہو طلبا کے داخلہ میں امداد کی جائے۔ اور اپنے سب ڈویژن کا خیال ملحوظ رہے۔ آخیر مارچ تک تعداد طلبا برقرار رکھی جائے اوسط حاضری کا خاص خیال رہے۔ کیونکہ ہر مدرسہ کی تعلیمی حالت کا دارومدار اوسط حاضری پر ہے۔ برانچوں کی تعداد کو بھی شامل کر لیا جائے تاکہ ان کی تعداد درہ نہ جائے۔ بعض مقامات پر ایسی غلطی پائی گئی ہے۔ بنڈر کے ہیڈ ماسٹر صاحبان اس امر کی خاص پڑتال کر لیا کریں۔ جن سکولوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔ وہ خاص محتاط رہیں۔ کام ٹھوس اور پائیدار ہو۔ اور آپ کا سب ڈویژن ضلع بھر میں نمایاں کام دکھائے چند نقشوں کی مرتبیاں لکھوائی گئیں جن کی تکمیل کی تاکید کی گئی۔ مزید براں ضابطہ تعلیم پنجاب گیارھویں ایڈیشن باب چہارم دفعہ ۱۱۲ صفحہ ۴۴ سُنا کر واضح طور پر بتایا کہ ضرورت کے وقت کسی غیر سند یافتہ حکیم یا ڈاکٹر کو سکول نہ بلایا جائے۔ اور نہ ہی انہیں اپنی خود ساختہ ادویات فروخت کرنے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ کسی ناتجربہ کار سے بچوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ علاوہ بریں آپ نے آرزو ظاہر کی کہ چونکہ توت کی لکڑی سپورٹس کے سامان پر بہت صرف ہو رہی ہے۔ اس لئے اس کے درختوں میں آئے دن کمی واقع ہو رہی ہے۔ حالانکہ اس کے پتوں پر ریشم کے کیڑوں کا بہت حد تک انحصار ہے۔ ایسے بہتر درخت کی نسل بڑھانا آپ فرض مانیں۔ مدرسین نے آپ کی اس فرمائش پر لبیک کہا اور ۲۶ر فروری کے دن اس امر کے لئے مقرر کئے کہ توت کے درختوں کو لگایا جائے۔ چونکہ موسم ہے کوشش کی جائے کہ جتنے زیادہ درخت لگ سکیں۔ کیونکہ اگر بعض نہ لگ سکیں گے تو تعداد محض برائے نام نہ رہ جائے۔ سوجان پور اور کٹھلور سکول میں اس کی پود لگانے کا حکم ہوا۔ صحت جسمانی کو بحال رکھنے کے لئے صاحب صدر نے ہر قسم کے سکولوں کے مقابلوں کا ذکر کیا جن میں جیتنے والے انعام کے مستحق ہوں۔ چنانچہ قرار پایا کہ حصہ اپر مڈل میں والی بال۔ لمبی چھلانگ۔ ایک چوتھائی اور آدھ میل کی دوڑ۔ گولہ پھینکنا

رسہ کشی کے مقابلے۔ لوئر مڈل اور پرائمری سکولوں میں ۲۰-۲۲ گز دوڑ رکشتی، لمبی چھلانگ اور کبڈی کے مقابلے ہوں۔ اور اپر مڈل سکولوں کی طرح لوئر مڈل سکولوں کے لئے کپ پبلک سے حاصل کئے جائیں۔ چند مدرسین نے ایسا کرنے کے وعدے کئے۔

صنعت و حرفت کے عملی کام کی نمائش کا ذکر ہوا۔ اور مدرسین کو ادھر متوجہ ہونے کا موقعہ دیا گیا۔ اسی طرح باغیچوں اور گملوں کی نمائش بھی قرار پائی۔ پہلے یہ نمائش سنٹر وار اور پھر سب ڈویژن علےٰ ہذا القیاس آخیر میں ضلع بھر کی ہوا کریگی۔ لائبریری کتب کی حالت کا ذکر ہوا۔ اور ان کی عمدگی کا مطالبہ ہوا۔ جن جن مدارس میں جلدبندی کی جاتی ہے وہ اپنے اپنے نمونے بھیجیں کہ ان کتابوں کی جلدبندی ان سے کرائی جا سکے۔ اور وہ بھی اجرت کما سکیں۔ شاہ پور کنڈھی اور گھروٹ سکول کے طلبا کی تیار کردہ فائلوں کو سب نے پسند کیا۔ اور ان سکولوں کے اول مدرسین کے کام کی داد دی۔

صاحب صدر نے فرمایا کہ انسپکٹر صاحب امداد باہمی نے اول الذکر سکول کو سو فائلوں کی تیاری کا آرڈر دیا ہے۔ مدرسین بھی بشرط ضرورت ان سے ہی منگائیں۔ مزید فرمایا کہ جماعت اول۔ چہارم اور ششم کا تعلیمی امتحان بہ نسبت سابق قدرے مشکل ہوگا۔ آپ لوگ خوب تیاری کریں اور سب ڈویژن کو پیچھے نہ رہنے دیں۔ جماعت اول میں طلبا دو حرفی اور سہ حرفی مرکبات بطور املا لکھ سکیں۔ جمع تفریق کے زبانی سوالات بذریعہ مقرون اشیاء نکال سکیں۔ چھوٹی چھوٹی کہانیاں زبانی سنا سکیں۔ خوشی کی بات ہے کہ آپکے زیر سایہ سب ڈویژن ہر شعبہ میں ترقی کناں ہے۔ (خیالی رام ہیڈ ماسٹر مڈل سکول نروٹ سرہ)

سناتن دھرم ہائی سکول گجرات (پنجاب)

۲۳ فروری کو رائے بہادر پنڈت وراث چند صاحب ایم اے ڈی ایم کی صدارت میں تقسیم انعامات کا جلسہ سکول ہال میں منعقد ہوا۔ ساڑھے بجے شام کو صاحب صدر تشریف فرما ہوئے۔ جن کا استقبال پرتپاک طور پر سکول بینڈ کے ساتھ کیا گیا۔ ہال معززین سے بھرا تھا۔ طلبا نے خیر مقدم کیا۔ دعائیہ نظم نہایت خوبی سے ادا ہوئی۔ سکول کی لوئر مڈل برانچ نے پلیگ کے میلہ کے فوائد پر ڈرامہ دکھایا۔ جس کی خوبیوں سے متاثر ہو کر صاحب صدر اور پبلک تعریف کئے بغیر نہ رہ سکی۔ لالہ کرپا رام صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر نے جلسہ کی نوعیت اور اس کے فوائد پر جامع تقریر کی۔ طلبا کی کھیلوں اور رپلے فار آل کے سبق بخش پروگرام کو واضح کیا۔ اور تجویز پیش کی کہ یہ انعامات طلبا کو انکے جرمانے سے ہی ادا ہوا کریں۔ اس کی ایک کاپی افسران بالا دست کو ارسال کرنی قرار پائی۔ صاحب صدر نے بعد تقسیم انعامات سکول کی ہردلعزیزی احسن خدمت گذاری اور اس کے نتائج وغیرہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے اسے ڈویژن بھر میں کامیاب سکول بتایا جس کی تعلیمی ترقی جسمانی تعلیم اور نظم و نسق تعریف سے مستغنی ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی سرگرمیوں کو سکول کی بہتری اور کامیابی کا واحد طریق بتایا۔

مڈل سکول سرسنگھ ضلع لاہور

مولوی کریم بخش صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں انجمن معلمین سنٹر ہذا کے اجلاس منعقدہ ۲۳ فروری میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہو کر قرار پایا کہ اس کی ایک نقل صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لاہور ڈی آئی صاحب قصور اور رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کی خدمت میں بھیجی جائے۔

ریزولیوشن نمبرا ایڈیٹر صاحب دور جدید کی توجہ کے لئے۔

(۱) انجمن ہذا دور جدید ہفتہ وار مجریہ ۱۶ فروری صفحہ ۳ محکمہ تعلیم پر عائد کردہ اتہامات پر اظہار کشیدگی کرتی ہے اور اس غلط اقدام کار کو بنظر حقارت دیکھتی ہے۔

(۲) اخبار مذکورہ نام دینے والے ماہر تعلیم کا نام ظاہر کرے اور اسے واضح کردے کہ اگر وہ غلط اور ناجائز الزامات سے محکمہ کو کھلونا سمجھ کر بگاڑنے کی کوشش کریگا تو خود ذمہ دار ہوگا۔

(۳) اخبار ہذا مورخہ ۱۶ فروری کی سطور عنوان غلط ابتدائے کار صفحہ ۳ فقرہ محکمہ کی آخری حد۔ کی تنسیخ عمل میں لائے اور بذریعہ اشاعت اس کا باقاعدہ اعلان کرے

(۴) لکھا جائے کہ وہ خاص شکایات کے واسطے محکمہ سے استدعا کرے اور تمام محکمہ کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش سے پرہیز کرے۔

(۵) افسران محکمہ تعلیم سے التماس کی جائے کہ وہ اس قسم کے اخبارات کا اجرا سکولوں میں ممنوع قرار دیں جو محکمہ کی آخری حد تک بھی ناجائز حملہ کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

(۶) ضلع لاہور کی باقی انجمن معلمین بھی اپنے ننگ و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے اس کے خلاف تردیدی آواز کسنے سے دریغ نہ کریں۔ اور افسران بالا پر حقیقت حال کا انکشاف کریں۔

(۷) اُمید ہے کہ رسالہ رہنمائے تعلیم کما حقہٗ اس معاملہ میں محکمہ تعلیم سے حق وفاداری ظاہر کریگا۔ اور ہر ممکن طریق سے اس کی عزت و آبرو کا حامی ثابت ہوگا۔　　(ایم سردار علی)

ریزولیوشن نمبر ۲۔ آمد جانفزا پر خیر مقدم اور مبارک باد

شیخ صفدر علی صاحب بی اے بی ٹی پی ای ایس سابق ڈسٹرکٹ انسپکٹر لاہور کے تبادلہ دہلی پر احباب کچھ ششدر ہو کر رہ گئے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ خوش قسمتی پر جلد ناز کا موقع ملا۔ اور

میر خورشید الحسن صاحب بی اے بی ٹی جالندھر سے لنکے جانشین ہو کر آئے۔ آپ بہت شریف۔ نیک۔ حمدل۔ ماتحت پرور اور منتظم افسر ہیں۔ لاہور اپنے صدر مقام پر جیسے مُدبر۔ کارکُن اور ہر دلعزیز افسر کی ضرورت تھی۔ افسرانِ بالا کے انتخاب نے اسے بوجہ احسن پورا کر دکھایا۔

جب سے آپ نے ضلع کی باگ ڈور ہاتھ میں لی ہے ضلع ہر شعبہ میں مدارج ترقی پر قدم آگے بڑھا رہا ہے۔ ماتحت عملہ آپ سے بیحد مانوس ہے پبلک تعلیمی سرگرمیوں پر خورسند ہے۔ آپ ہر ممکن طریق سے مدرسین کی فلاح و بہبود۔ خوشحالی اور فارغ البالی میں ساعی ہیں۔

انجمن ہذا ضلع کے تمام مدرسین کو اس خوش قسمتی پر مبارک باد دیتی ہے۔ آپ کی ذات والا صفات سے توقع ہے کہ تخفیف کے سلسلہ میں بھی محکمہ کو کوئی معقول مشورہ دیکر مدرسین کی کما حقہٗ اعانت و دستگیری فرمائینگے۔ آپ کی رقیق القلبی زیادہ عرصہ تک غریب مدرسین کو تخفیف کے کلہاڑہ سے مجروح ہوتا دیکھنا گوارا نہ فرمائیگی۔ آپ ہماری ماہتاج کے انسداد کے لئے بھی حتی الوسع تنخواہوں کی باقاعدگی کے امر کو ملحوظ خاطر فرماتے رہیں گے۔

میں انجمن ہذا کی طرف سے ہر ایسی جالندھر کمیونٹی کے ساتھ جو تاحال بذریعہ رسائل و جرائد آپ کی شاندار کارگزاریوں کا اظہار کرکے محبت و عقیدت کا اظہار کر رہی ہے۔ اظہار ہمدردی و دلجوئی کرتا ہوں اور آپ کی قابل تعریف شاندار سنہری کارگذاریوں کا اعادہ و اعتراف کرکے انجمن کی طرف سے افسران سررشتہ تعلیم سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ ضلع لاہور کے مدرسین کو آپ کے زیر سایہ تادیر فیضیاب ہونے کا موقع بخشیں گے۔ اور آپ کی گراں بہا خدمات کے صلہ میں پی ای ایس کا درجہ عطا فرما کر حوصلہ افزائی اور قدر آشنائی فرمائیں گے۔

(خاکسار سردار علی سیکرٹری)

نوٹ رہنمائے تعلیم لاہور۔ انجمن معلمین سنٹرل مڈل سکول سرسنگھ ضلع لاہور کے ریزولیوشن کو شائع کر دیا گیا بہتر ہوتا کہ وہ اس صفحۂ اللہ اخبار کی کارروائی بجنسہٖ یا اس کی کاپی ہم تک پہنچا دیتے تاکہ ناظرین اس سے آگاہ ہو کر آپ کے ریزولیوشن کی داد دے سکتے۔ اور رہنمائے تعلیم بھی مناسب نوٹس لے سکتا۔　　(ایڈیٹر)

لوئر مڈل سکول جلاڑی ضلع کانگڑہ } ۲۵ فروری کو یوم والدین بابو نتھو رام صاحب گورکھا بی اے بی ٹی۔ اے ڈی آئی مدارس حلقہ نادوں کی صدارت میں منایا گیا۔ طلبا نے پرارتھنا کرائی۔ ٹھاکر پرتاپ سنگھ صاحب ینغنر جیلہ۔ ڈاکٹر امرناتھ صاحب انچارج ڈسپنسری نادوں۔ ٹھاکر تیر سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر ددھیال اور منشی کرم چند صاحب ٹیچر بلاڑی نے بالترتیب لازمی تعلیم اور اس کے فوائد صحت و صفائی۔ اغراض و مقاصد۔ یوم والدین اور دیہات سدھار پر نہایت برجستہ اور مؤثر لیکچر دیئے۔ طلبا نے دیہات سدھار بھجن گائے۔ ڈرامہ اور نظم و لطیفے سُنا کر حاضرین پر نہایت اچھا اثر ڈالا۔ مندرجہ ذیل اصحاب لازمی تعلیم کے ممبر منتخب ہوئے۔ میاں نارائن سنگھ صاحب نمبردار و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ ٹھاکر پرتاپ سنگھ صاحب رئیس۔ میاں گوردھن سنگھ صاحب نمبردار۔ ٹھاکر کانشی رام صاحب نمبردار۔ پٹواری حلقہ مٹ۔ طلبا میں انعامات اور شیرینی ہوئی۔ ستائیس روپے بارہ آنے چندہ جمع ہوا۔ اور چندہ دہندگان کا شکریہ ادا کیا گیا۔ (مُرلی دھر)

مڈل سکول اسمٰعیل آباد تحصیل تھانیسر ضلع کرنال } ۲۷ فروری کو سردار بابو سنگھ صاحب ڈی آئی ایس کرنال بہمراہی سید مصطفےٰ نقوی صاحب اے ڈی آئی علاقہ سالانہ معائنہ کی تقریب سے تشریف فرما ہوئے۔ رات کو طلبا سکول نے بہادر سکاؤٹ کا ڈرامہ کیا۔ دوسرے روز معائنہ ہوا۔ تعلیمی حالت کھیل سکاؤٹنگ ربط ضبط مدرسہ پر طمانیت بخش اظہار فرمایا۔ طلبا کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ طلبا کے مضامین دیہات سدھار نظموں اور لطائف کی داد دی۔ جلسہ معلمین کی صدارت فرما کر پروگرام کے خاتمہ پر اپنی نیک و مؤثر نصائح اور مفید تجاویز مثلاً تعداد طلبا بڑھانے حاضری قائم رکھنے تعلیم بہتر کرنے۔ دیہاتی صنعت کاری کو ترقی دینے وغیرہ سے مدرسین کی رہنمائی فرمائی۔ رات کو پھر طلبا نے سکاؤٹ بہادر کا بقایا ڈرامہ دکھایا۔ (درکھی رام)

مڈل سکول راجہ سانسی ضلع امرتسر } ۲۵ فروری کو مسز اے میکفر کوہر صاحبہ اہلیہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع امرتسر کی صدارت یوم والدین منایا گیا۔ اور تقسیم انعامات کی تقریب عمل میں آئی۔ آنریری لفٹننٹ سردار رگھبیر سنگھ صاحب او بی ای۔ ٹی لا زرس صاحب ڈی آئی ایس مسٹر اے بی داس اے ڈی آئی پی ٹی۔ پنڈت رام ناتھ صاحب ایم پی ای تحصیلدار صاحب اجنالہ۔ صاحب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز اور ماسٹر سنت سنگھ صاحب ٹمپرنس فیڈریشن رونق افروز تھے۔ علاقہ کے لوگ اور مقامی اوسط کا اجتماع عظیم جلسہ میں شریک ہوا۔ ایک عمدہ اور مختصر پروگرام تجویز ہوا جس میں فزیکل ڈسپلے۔ انواع و اقسام کے استقبالیہ اور دیگر راگ نظمیں۔ انگریزی اور اردو مکالمے۔ ڈرامے اور نظمیں۔ مدرسین کے لیکچرز شامل تھے اور موقع کے موافق نہایت مؤثر اور دلکش ثابت ہوئے۔ سردار موہن سنگھ پوری ہیڈ ماسٹر نے سالانہ رپورٹ جو سکول کے ترقی کُن حالات کی تفصیلات لئے تھی سُنائی اور سکول کے ہائی بنائے جانے کی اپیل حاضرین اور محترمہ صدر سے کی۔ محترمہ صدر نے انعامات تقسیم فرمائے اور صاحب ڈپٹی کمشنر نے مختصر الفاظ میں حاضرین کو سکول سٹاف طلبا کی ایزادی اور سکول کی بہبودی و ترقی قائم رکھنے کے لئے بدستور تعاون کی ہدایت کی۔ حضور ملک معظم قیصر ہند۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور محترمہ صدر کے لئے چیرز دیئے گئے۔ سردار صاحب کو کوٹھی طلبا رجماعت ہشتم ممبران سٹاف اور افسران معائن و دیگر اصحاب کا فوٹو لیا گیا۔ (بھگت سنگھ)

مڈل سکول جاکھولی ضلع رہتک } ۲۶ فروری کو قصبہ ہذا میں سکول کے طلبا اور مدرسین نے بہترین صاحب کا دربار" نامی ڈرامہ سٹیج کیا۔ جس میں دیہات کی صفائی۔ شراب اور بھنگ نوشی کے

نقصان بڑھاپے کی شادی وغیرہ نظارے دکھائے گئے۔ بُری رسومات اور عادات کے نقصان بھی واضح کئے گئے۔ حاضری دو تین ہزار تھی اور سب متاثر ہوئے۔ (گنگا رام)

ڈی بی مڈل سکول ڈچکوٹ ضلع لائل پور ۲۸ر فروری کو سردار پال سنگھ صاحب ایم اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ممبران سٹاف مڈل و پرائمری۔ مدرسین سنٹر اور طلبا کا غیر معمولی اجلاس ہوا۔ اور پاس ہوا کہ یہ اجلاس لالہ اندر بھان صاحب بی اے۔ بی ای ایس ڈپٹی انسپکٹر سکولز ملتان ڈویژن کی بے وقت رحلت پر ان کے پسماندگان سے ہمدردی اور افسوس کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خداوند تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے کہ اس صدمہ کو برداشت کر سکیں۔

مزید قرار پایا کہ نقل رسالہ رہنمائے تعلیم اور لائل پور اخبار کو بھیجی جائے۔ (سید شریف الحسن گیلانی)

اینگلو ورنیکلر مڈل سکول رائی ریاست باگھل ضلع شملہ ۲۶، ۲۷ر فروری کو مسٹر ایس ایف ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شملہ نے سالانہ معائنہ فرمایا۔ ۲۶ر کی شام کو گرل سکول ہال میں میجک لینٹرن سلائڈ دکھانے کا انتظام کیا گیا۔ آٹھ بجے شام کو آپ کی آمد پر ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ معزز حاضرین میں لالہ خان چند صاحب وزیر ریاست اور دیگر افسران و اہلکاران ریاست شامل تھے۔ صاحب ممدوح نے اول گراموفون ریکارڈ سے اُپدیش کیا۔ پھر میجک لینٹرن سے شراب خوری کی بُری عادات کے نقصان واضح کئے اور ایک پُر معنی و جامع تقریر کی اور واضح کیا کہ اِن بُری رسومات سے ملک کس طرح نقصان اُٹھا رہا ہے۔ ریاست کی طرف سے منشی درگا سنگھ صاحب افسر مال نے صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ خاتمہ پر گراموفون نے گاڈ سیو دی کنگ کا قومی ترانہ گایا۔ سب نے کھڑے ہو کر دعا میں حصہ لیا۔ (گردھاری لال ہیڈ ماسٹر)

گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر کی دیہاتی اصلاح میں سرگرمیاں سکول ہیں مئی ۱۹۳۴ء سے دیہات کی اصلاح کا کام زیر نگرانی جناب لالہ شنکر لعل صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر شروع کیا گیا ہے۔ اس مختصر اور قلیل عرصہ میں اساتذہ نے جس سرعت اور سرگرمی سے کام کیا ہے قابل تحسین ہے چنانچہ ۱۲ و ۱۳ر مارچ کو مسٹر براؤن ایم اے آئی سی ایس کمشنر دیہات سدھار نے سکول کے متعلق دیہات پل۔ صفائی وغیرہ امورات کا ملاحظہ کیا جس سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور انکے معاونین کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں کی داد دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میں لالہ شنکر لعل صاحب ہیڈ ماسٹر اور ان کے قابل ممبران سٹاف کے حسن انتظام اور کارہائے نمایاں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ لالہ صاحب موصوف مستحق مبارک باد ہیں"۔ فی الحقیقت جب سے آپنے سکول کا چارج لیا ہے سکول اور اس کا ماحول مختلف شعبہ جات میں فوری اور حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے۔ اور ڈویژن بھر میں اپنی نوعیت اور خصوصیت کے لحاظ سے نمونہ کی ایک ممتاز درسگاہ بن چکا ہے۔ جہاں نہ صرف پُرانی روایات کو بدستور قائم رکھا گیا ہے بلکہ طلبا اور پبلک کے رفاہ اور بہبودی کے لئے بہترین تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ اور یہ سب ہیڈ ماسٹر صاحب کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ (نامہ نگار)

سناتن دھرم ہائی سکول لاہور ۵ر مارچ کو سالانہ جلسہ تقسیم انعامات ۴ بجے شام کو آنریبل جسٹس مہادیو وشنو بھڈے آئی سی ایس جج ہائی کورٹ پنجاب کی صدارت میں بڑی تزک و احتشام سے منعقد ہوا شہر کے معززین اور طلبا کے والدین کی کثیر تعداد نے شمولیت فرمائی جن میں سے رائے بہادر کنور سین صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس جموں و کشمیر۔ رائے بہادر لالہ بندا سرن صاحب۔ دیوان بہادر دیوان کرشن کشور صاحب رئیس اعظم۔ لالہ جگن ناتھ صاحب اگروال

ایم ایل اے ۔ رائے بہادر لالہ **رام جوایا** صاحب ۔ رائے صاحب لالہ **سوہن لعل** صاحب پروفیسر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور رائے صاحب لالہ **رگھو ناتھ سہائے** صاحب ۔ مسٹر **پی این اموِلک** پرنسپل سناتن دھرم کالج ۔ پنڈت **ہیمراج** صاحب ایم اے پرنسپل دیال سنگھ کالج ۔ رائے صاحب لالہ **بھگوان داس صاحب** ۔ پروفیسر **گنگا رام صاحب** کوہلی ایم اے قابل ذکر ہیں ۔ کارروائی منوہر بھجنوں سے شروع ہوئی ۔ سکول سرکس کے ممبران نے اپنے بے مثال جسمانی کرتب دکھائے ۔ ڈرل اور اس کی کھیلیں اعلےٰ پایہ کی تھیں ۔ سکول طلبا کی فصیح و بلیغ تقریریں ۔ مختصر ڈرامے ۔ مذاقیہ پارٹ اور جسمانی کارنامے دل خوش کن تھے ۔ وقتاً فوقتاً سکول بینڈ بھی اپنا پارٹ خوبی سے ادا کرتا رہا ۔ سکول کے روح رواں فاضل ہیڈ ماسٹر پنڈت **نرسنگھ لال جی** نے رپورٹ پڑھی ۔ سکول کی بڑھتی تعداد کے ذکر کے لئے صاحب ڈویژنل انسپکٹر لاہور کے ریمارکس کافی سے زیادہ شہادت تھے ۔ یہ امر موجب مسرت ہے کہ سناتن دھرم ہائی سکول لاہور شبانہ روز ترقی کناں ہے ۔ تعداد طلبا اس قدر بڑھ گئی ہے کہ میں اسے لاہور کی سب سے بڑی تعلیم گاہ قرار دیتا ہوں جو سال کے آخر میں ۳۵۶۴ ہے ۔ شمالی ہندوستان کی کسی درسگاہ کی دامن تربیت میں اتنی تعداد نہیں ۔ دس سال کے عرصہ میں طلبا کی تعداد میں اڑھائی سو فیصدی اضافہ ہوا ہے ۔ اس شاندار کامیابی کے لئے سناتن دھرم کے سچے سیوک پنڈت **نرسنگھ لال** صاحب ہیڈ ماسٹر تمام سناتن دھرم دنیا کی مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ اس بڑھتی تعداد کی حیرت انگیز ترقی کے ساتھ جسمانی ورزش اور دھارمک تعلیم کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے ۔ سکول کے نتائج بہت اچھے اور حوصلہ افزا ہیں اور یہ وہ کامیابی ہے جس کے لئے یہ انسٹی ٹیوشن دوسرے ہائی سکولوں کے لئے قابل تقلید ہے ۔ سکول میں ۸۰ فرق ہیں اور ۱۰۳ استاد ۔ اگر باقی سکولوں کی طرح ضابطہ تعلیم کے قواعد کے برخلاف فیس کی شرح گھٹا دی جائے تو یہ تعداد باسانی چھ ہزار ہو سکتی ہے ۔ دوران سال میں چار نئے وسیع کمرے تعمیر کرائے گئے ۔ ایک بجلی سے چلنے والا کنواں بھی لگایا گیا ہے ۔ جو موسم گرما میں بچوں کی ضرورت کے لئے کافی سے زیادہ معاون ہے ۔ سکول مینجنگ کمیٹی نے دو اور کمروں کی تعمیر کی منظوری دی ہے ۔ سال رواں میں ساڑھے تین سو کرسیاں ڈیڑھ سو میزیں اور بجلی کے پنکھے ۔ دو ہزار سے زیادہ رقم خرچ کر کے مہیا کئے ہیں ۔ سکول نتائج خاص تسلی بخش ۱۲۵/۱۷۳ پچھلے انٹرنس کے امتحان میں پاس ہوئے ۔ ایک ہائی سکول سکالر شپ اور ایک مڈل سکول سکالرشپ بھی ہمارے حصے میں آیا ۔ مذہبی تعلیم سناتن دھرم کے بنیادی اصولوں کی سکول کی امتیازی خصوصیت ہے جس کے ساتھ مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی بھی تعلیم دیجاتی ہے ۔ سناتن دھرم ایجوکیشنل بورڈ پنجاب کے ماتحت دھرم سکھشا کے امتحانات دلائے جاتے ہیں جن کے نتائج کا انتظار ہے ۔ لائبریری معقول پیمانے پر روزانہ ہفتہ وار اخبار اور معقول رسالے مہیا کئے جاتے ہیں ۔ بورڈنگ ہاؤس معقول شے ہے ۔ جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ اخلاقی اور مذہبی تعلیم بھی دیجاتی ہے ۔ سکول اوقات کے بعد قابل لڑکے ایک طرف اور کمزور لڑکے دوسری طرف اساتذہ کی نگرانی میں کام کرتے ہیں ۔ جسمانی ترقی خاص ملحوظ رہتی ہے ۔ رگھبر دیال ٹورنمنٹ میں سکول بچوں نے بیڈمنٹن اور بینڈ کے کپ حاصل کئے ۔ دنیاوی تعلیم کے علاوہ کئی دیگر مشاغل بھی ہیں مثلاً لٹریری کلب ۔ وائی ایم سی اے کے تقریری مقابلہ میں ہمارے دو لڑکے اول اور دوم رہے اور انکو کپ ملا ۔ سکول سکاؤٹس نے آل انڈیا نمائش میں کئی انعامات حاصل کئے ۔ حال ہی میں شعبہ صنعت و حرفت جاری ہوا ہے ۔ جہاں کئی صنعتی چیزیں بنتی اور فروغ پاتی ہیں ۔ صاحب صدر نے مستحق طلبا کو انعامات تقسیم فرمائے اور فرمایا کہ گو سکول کا نام کئی دنوں سے سن رکھا تھا ۔ مگر جو کچھ آج دیکھا ہے اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ اپنی شہرت کا سو فیصدی مستحق ہے ۔ یہ امر کہ سکول کی تعداد باقی تمام سکولوں سے بڑھ کر ہے ۔ نہایت مسرت بخش ہے اور سکول طلبا کی ہر گونہ ترقی کا خواہاں اور دلدادہ ہے ۔ اسکی صنعتی نمائش ۔ سے میں بہت محظوظ ہوا ہوں ۔ اس قسم کی تعلیم کی خاص ضرورت ہے افسوس کہ بہت سکول ایسے ہیں جو مذہبی تعلیم سے محروم ہیں ۔ حالانکہ آجکل مذہبی اور اخلاقی تعلیم کی اشد ضرورت ہے ۔ میں بچوں کے والدین سے بزور سفارش کرونگا کہ اپنے بچوں کی تعلیم میں ایسے سکولوں کو ترجیح دیا کریں ۔ ایسی نمایاں کامیابی کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب ہر طرح سے مبارکباد

کے قابل ہیں۔ لالہ جگن ناتھ صاحب اگروال سیکرٹری کالج منیجنگ کمیٹی نے صاحب صدر کے شکریہ کے اظہار میں مختصر مگر جامع تقریر کی اور ان مشکلات پر روشنی ڈالی جن کا مقابلہ منیجنگ کمیٹی کو کرنا پڑا۔ سکول تاریخ مختصراً بیان کی اور صاحب صدر کی اس تکلیف فرمائی کا دلی شکریہ ادا کیا۔ (دینا ناتھ کوہلی)

نوٹ رہنمائے تعلیم۔ فارسی مثال ہے ع کار ہر مرد و مرد ہر کارے۔ سناتن دھرم سکول لاہور کے نامی اور محترم ہیڈ ماسٹر پنڈت نرسنگھ لال صاحب پر صادق آتی ہے جن کے زیر سایہ سکول میں کایا پلٹ کا نقشہ دکھائی دے رہا ہے۔ تعداد طلبا میں ایسی شاندار اور نمایاں بڑھوتری ہی آپکی سرگرمی کی کافی شہادت تھی مگر یہ دیکھ کر کہ اس قدر تعداد کو کس خوبی سے ڈسپلن کے ماتحت دُنیاوی دھارمک اور جسمانی تعلیم کے ساتھ روزی کمانے کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ساڑھے تین ہزار سے زیادہ طلبا کو ترقی کی اس شاہراہ پر چلانے کے لئے پنڈت جی کس قدر محنت سے کام لیتے ہونگے اور اس عظیم ذمہ واری سے کیونکر عہدہ برآ ہوتے ہونگے؟ خاص غور طلب اور حل طلب معاہے جس کا جواب وہ اپنے کارناموں سے آپ ہی دے رہے ہیں۔ رہنمائے تعلیم کی دلی آرزو ہے کہ آپ کو اپنے ارادوں میں بیش از بیش کامیابی حاصل ہوا ور سناتن دھرم ہائی سکول آپکے زیر سایہ اسی طرح کامیابی کی شاہراہ پر گامزن رہکر صوبہ کی بہترین اولین انسٹی ٹیوشن بنا رہے اور اسکے ملک اور قوم کے بہترین جانشین ثابت ہوں۔ (ایڈیٹر)

شہر ہبلی خطہ کرناٹک جنوبی قسمت میں جلسۂ مبارکباد — ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کو عالی جناب آنریبل سر شاہ نواز خاں صاحب بھٹو وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ بمبئی کی تشریف آوری پر ممدوح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرنے کے لئے تین مقامی جلسے ہوئے۔

پہلا جلسہ۔ حکام لوکل بورڈ کی جانب سے۔ دوسرا جلسہ میونسپل ہال میں زیر صدارت سردار **محبوب علی خانصاحب** ایم ایل سی پریزیڈنٹ اور تیسرا جلسہ پریزیڈنٹ صاحب انجمن اسلامیہ شہر ہبلی کی زیر نگرانی گنیش بیلیجہ تھیٹر میں تمام مسلمانان ہبلی کی موجودگی میں منعقد ہوا۔ جس میں جناب عبدالصمد صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کرناٹک کالج دھارواڑ نے مسلمانان ہبلی کی بہتری و ترقی پر پُرزور و جوشیلی تقریر کی۔ سید نور اللہ صاحب بی اے ایم ای ڈی بارایٹ لا ایجوکیشنل کمشنر قسمت جنوبی و جناب ایم آر وسیر محمدن ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر قسمت جنوبی۔ جناب آر ایچ گوردا والے بی اے ایل ایل بی وکیل و جناب ایس اے پیرزادے بی اے ایل ایل بی کے علاوہ کئی اور معزز بزرگوار بھی شامل جلسہ تھے۔ ان اجلاسوں میں اُردو پرائمری مدارس کے طلبا نے خوش آمدید کا ترانہ گایا۔ اور سردار محبوب علی خاں صاحب اور دیگر رؤسا نے آنریبل موصوف کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ ہیڈ ماسٹر جناب حمن صاحب کرسیوران اجلاس میں بہت کوشاں رہے اور مسلمانان ہبلی انکے بہت ممنون ہیں۔ (ایچ اے مومن)

آنکھوں کی سلائیاں — رہنمائے تعلیم کے کرمفرما پنڈت شیو ناتھ صاحب کول شاکر اللہ گنج۔ شکر گڑھ ضلع گورداسپور سے رقمطراز ہیں۔ کہ میری آنکھ میں کیٹر یکٹ ہو گیا تھا جس کا اپریشن کرایا۔ ایک سال بموجب ہدایت معالج مختلف ادویات اور لوشن آنکھوں میں ڈالتا رہا۔ مگر اطمینان نہ ہوا۔ خوش قسمتی سے اسی اثنا میں ایک آنکھوں کے ماہر سے آنکھ کی سلائی کا نسخہ دستیاب ہوا۔ چنانچہ چند سلائیاں تیار کر کے استعمال کیں اور بہت مفید ثابت ہوئیں۔ پہلی ادویات اور لوشنوں کو بالائے طاق رکھدیا اور تجربے کے لئے چند اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی ان سلائیوں سے تندرست کیا اور وہی سلائیاں چند ڈاکٹر صاحبان کو دیں۔ انہوں نے امراض چشم کے مبتلا مریضوں پر انہیں آزمایا اور مفید پا کر اپنے تجربہ کا نچوڑ تحریری طور پر دیا۔ یہ سلائیاں مختلف ادویات جڑی بوٹی اور پھولوں کے عرق سے بنائی جاتی ہیں۔ روزانہ تین مرتبہ دوپہر اور شام کو سلائی آنکھ میں پھیر لینی چاہئے۔ ایک سلائی دو تین ماہ کے لئے کافی ہے۔ چار سلائیوں کا ایک پیکٹ استعمال کرنے سے پورا فائدہ ہو جاتا ہے۔ اس پیکٹ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ ضرورت مند اصحاب پتہ مندرجہ صدر سے پنڈت شیو ناتھ صاحب کول پنشنر سے طلب فرما سکتے ہیں۔

مبارکباد جناب ملک غلام رسول صاحب شوق ایم اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ڈویژن راولپنڈی کی رخصت کے سلسلے میں جناب ملک محمد حسین صاحب ایم اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شاہ پور قائمقام ڈپٹی انسپکٹر مدارس، اور جناب سردار گنگا سنگھ صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شاہ پور قائمقام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہوئے ہیں۔ آپ کے کئی مدح خوانوں منجملہ ذیل مدارس نے مبارکباد کے ریزولیوشن پاس کئے ہیں۔ اور آرزومند ہیں کہ آپ ہر دو بزرگوار جلد از جلد ان مناصب جلیلہ پر مستقل ہوں اور اپنے ماتحت مدرسین کی بہتری اور سرپرستی کے فرائض حسنہ کو بدستور ہمدردی اور نیک ذاتی سے سرانجام دیتے رہیں۔ (۱) ڈسٹرکٹ بورڈ سکول چک نمبر ۲۹ جنوبی (۲) خالصہ مڈل سکول چک نمبر ۲۹ جنوبی (۳) سری گورونانک مڈل سکول مٹھا ٹوانہ ضلع شاہ پور۔ سکول کی مینیجنگ کمیٹی بھی اس قرارداد میں سٹاف سکول کے ہمراہ ہیں اور ملک صاحب کی بے غرض اور سچی خدمات کی معترف ہے۔

انجمن معلمین سنٹر ڈھاڈو کلاں ضلع ہوشیار پور جناب لالہ بالک رام صاحب گپتا بی اے بی ٹی اے ڈی آئی مدارس حلقہ نمبر ۳ کی صدارت میں ہر دو سنٹروں کے اول مدرسین شامل ہوئے جس کا پروگرام نہایت کامیابی اور مؤثر طریق سے ختم ہوجانے پر صاحب موصوف نے مفصلہ ذیل پر اظہار خیالات فرمایا۔ (۱) آمدہ سرکلرات دفتر صاحب ڈویژنل انسپکٹر مدارس جالندھر و صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہوشیار پور (۲) دوامی طلبا (۳) روزانہ حاضری اور فیملی سسٹم کو کامیاب بنانے کے وسائل (۴) مکانات مدرسہ اور رجسٹرات کی صفائی [illegible]

اجلاس مدرسین سنٹر بسی کلاں ضلع ہوشیار پور جناب لالہ بالک رام صاحب گپتا کی صدارت میں سنٹر بجواڑہ اور بسی کلاں کے ہیڈ ماسٹر اصحاب حاضر ہوئے۔ آپ نے عالیجناب ڈویژنل انسپکٹر صاحب جالندھر ڈویژن کے سرکلر متعلقہ طفل شماری اور طریق پُر کرنے نقشہ جات کا نمونہ بتایا انشا پردازی کے چارٹ اور گرافس کی تیاری بمنشا سرکلرات سابقہ کا طریق بھی بتایا۔ طلباء جماعت اول کے داخلہ کی ہدایات۔ کہ اپریل مئی اور جون کے مہینوں میں داخلہ پر زور دیا جائے کہ اختتام سال پر طلباء ترقی حاصل کرسکیں۔ تعلیم کو اعلےٰ اور بہتر بنانے پر خاص زور دیا۔ (بسنت رام)

محکمانہ سندات امتحان جے وی سال ۱۹۲۹و۱۹۳۰ء بیکار ہیں منشی گوپی چند ادیب عالم ٹیچر [illegible] میموریل برانچ سکول نمبر ۲ فیروز پور شہر شاکی ہیں کہ انہوں نے نارمل سکول فیروز پور سے جے وی سند کا امتحان پاس کیا۔ مگر آج تک انہیں محکمانہ سند کامیابی امتحان نہیں ملی جس پر انکی کارگذاری کا اندراج لازمی تھا۔ وہ اور ان کے تمام ہم جماعت اس دقت کا سامنا کر رہے ہیں۔ جو سرٹیفکیٹ کے موجود نہ ہونے سے سالانہ امتحان پر رونما ہوا کرتی ہے۔ وہ آرزومند ہیں کہ جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور انکے سشرخاص صاحب رجسٹرار بہادر امتحانات محکمہ اس طرف فوری توجہ مبذول کریں اور تمام امیدواروں کو انکی سندات عطا کرکے انکی طمانیت خاطر کا موجب ہوں۔

ایم بی سکول پانی پت ۲۴ جنوری کی سہ پہر کو عالی جناب مسٹر آر سینڈرسن صاحب بہادر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب، سکول ہذا میں رونق افروز ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب، اور سکاؤٹس نے مدرسہ کے دروازہ پر استقبال کیا۔ موٹر سے اتر کر جب آپ احاطہ سکول میں رونق افروز ہوئے پنڈت بشمبر داس صاحب مدرس نے ایک مدحیہ قصیدہ جو شیشہ دار چوکٹے میں نصب تھا صاحب ممدوح کی نذر کیا جسے جناب نے بہت پسند فرمایا۔ سکول عمارت اور کمروں کا ملاحظہ فرماکر سکول کی فضا اور دلکشائی پر اظہار خوشنودی کیا۔ سکاؤٹس نے اپنے کرتب دکھائے۔

اور بالکہ ناظم ممدوح کی تعریف ہی گائی۔ مدرسہ کے حالات خاص کا اضافہ تعداد طلبا اور حاضری سے آپ بہت خوش ہوئے۔ اور بہت دیر تک اٹینڈنیس بورڈ کے سامنے کھڑے رہکر تعریف کرتے رہے۔ اور اظہار مسرت فرماتے ہوئے آپ تشریف لے گئے۔ (نذیر حسین)

ٹیچرز ایسوسی ایشن ورنیکلر مڈل سکول باڑیاں کلاں ضلع ہوشیار پور

۲۶ر جنوری کو سنٹر ماہل پور باڑیاں کلاں کا مشترکہ اجلاس لالہ مالک رام صاحب گپتا اے ڈی آئی حلقہ بجرم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ سابقہ کارروائی کے سُنانے کے بعد دیہات سدہار کے راگ گائے گئے۔ منشی امیرالدین نائب مدرس نے کھیل کے طور پر خوشخطی کا سبق پڑھایا جو بڑا دلچسپ تھا۔ آپنے طفل شماری ملحقہ دیہات سکول کا خاکہ اور اس خاکہ کا جغرافیہ سے تعلق۔ لڑکوں کی روزانہ صفائی رکھنے کے ریکارڈ کا نمونہ بتایا۔ علاوہ بریں فیملی سسٹم کا اجرا اور ذہنی پیمائش پر بھی اظہار خیالات ہوا۔ سکول کی صفائی اور زراعتی باغیچہ کی رونق جاذب نظر تھی۔ (موہن سنگھ)

ڈی بی پرائمری سکول کالک ضلع لودھیانہ

۳۰ر جنوری کو عالیجناب باوا برکت سنگھ صاحب بی اے ایس ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن نے بہمراہی چودھری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی حلقہ شرقی لودھیانہ سکول ہذا کا بلا اطلاع معائنہ فرمایا۔ باوجود سخت بارش مکان مدرسہ صاف ستھرا تھا اور مدرسین اپنے فرائض ادا کر رہے تھے۔ صحن و باغیچہ پھولوں سے آراستہ تھا۔ سلیبس ٹائم ٹیبل وغیرہ ضروری نقشہ جات اپنی اپنی جگہ پر آویزاں تھے۔ صاحب ممدوح ضبط مدرسہ صفائی اور تعلیمی حالت سے بیحد محظوظ ہوئے۔ لازمی تعلیم کے تمام رجسٹرات اور کاغذات کا بغور ملاحظہ فرمایا سردار جودھ سنگھ صاحب افسر لازمی بوقت معائنہ حاضر تھے اور آپ نے ان سے تبادلہ خیالات فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر پاکر ممبران کمیٹی لازمی تعلیم سکول میں پہنچ گئے۔ باوا صاحب نے اول جماعت کے مدرس کو تعلیم بچگان کو کھیل سے مربوط کیا جائے کے طریق سے باخبر کیا۔ لاگ بک میں حوصلہ افزا ریمارکس درج فرمائے۔ سکول کی تعلیمی اور تعداد طلبا کے رو سے تسلی بخش ثابت ہوا جس کے لئے چودھری صاحب افسر علاقہ قابل مبارکباد ہیں۔ (پنڈت لیکھرام)

لوئر مڈل سکول پوہیر ضلع انبالہ

۲۹ر جنوری کی عین بارش میں جناب باوا برکت سنگھ صاحب بی اے ایس ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر ڈویژن چوہدری احمد خاں صاحب بی اے بی ٹی اے ڈی آئی حلقہ شرقی لودھیانہ سکول میں رونق افروز ہوئے۔ باقاعدہ تعلیمی کام شروع تھا۔ سکول کی صفائی۔ قابل ادخال بچوں کے گراف اور باقی فہرستیں دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ جونیئر ریڈ کراس کی اشیاء۔ باغیچہ سکول وغیرہ امورات قابل خورسندی ہوئے۔ تعلیمی کام میں سابقہ معائنہ کے تمام نقائص کو دور پاکر بہت تحسین و آفرین فرمائی۔ مدرسین کے تمام سوالات کا جواب نہایت خوش خلقی اور عنایت بزرگانہ سے دیا۔ (دھرم چند)

الگوں خورد ضلع لاہور میں رورل سائنس ٹریننگ کورس

۳۱ر جنوری۔ جناب لالہ لچھمن داس صاحب ڈپٹی انسپکٹر رورل سائنس بہمراہی مسٹر ڈبلیو اے مالک اے ڈی آئی علاقہ قصور تشریف لائے۔ سکول ہذا میں سنگلہ۔ بلکی خورد سکول کے ہیڈ ماسٹر اور چیدہ چیدہ اساتذہ بموجب حکم حاضر تھے۔ مفصلہ ذیل کارروائی عمل میں آئی جناب لالہ صاحب نے فرمایا کہ

(۱) جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بدایہ سرکلر عام مدارس میں باغیچہ کی ذیل میں کثرت سرعت کے ساتھ نمایاں ترقی کرنے پر اظہار مسرت فرماتے ہیں۔ اس ترقی اور کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے آپنے ہوشیار پور۔ جالندھر اور کرنال وغیرہ اضلاع کی قابل ستائش کارگذاری کا تذکرہ کرکے بچوں کی الیکٹرک سکیم کے ذریعے گھروں میں پھولوں کا شوق اور روشنی پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور ڈویژن قصور کے مدارس میں اس شعبہ میں نمایاں کامیابی پر افسر انچارج مسٹر مالک کو مبارکباد دی۔

(۲) مفید گملے اور گملوں کی بجائے نکات خرچ کے لئے ٹوٹے برتنوں - پیپوں اور پالیشیوں وغیرہ کا استعمال بتایا - عمدہ کھاد - کھاد تیار کرنے کے طریق اور پتیوں کی کھاد کے لئے ۰ × ۰ × ۴ فٹ گڑھے کھودنے - شاخیں اور پتے ڈالنے اور خاص احتیاطیں کرنے کے بعد تین ماہ نکالنے پر نہری مٹی کی مقدار خاص کی آمیزش کو بہترین ترکیب سے مستفید فرمایا۔

(۳) بیج - پودے لگانے کے لئے موسم اور مناسب اوقات و حالات - باریک چھرنے دار فوارہ کا استعمال مختلف اقسام کے موٹے بیجوں کا خندق میں بونا - بیجوں کا متواتر تین سال تک کاشت کرنے سے خراب ہونا - اور پود کا سنٹر سکولوں میں متداول کر کے پھولوں کا ذخیرہ بڑھانا وغیرہ مفید امورات ذہن نشین کئے۔

(۴) موسم سرما کے پھول نیٹی لائینم - سٹاریا - کارن فلاور - فلاکس - ورِبینا - پینیری - سورج مکھی - نکیسہ کلا کیا - کیڈی لفٹ - ڈیزی - ایفن ڈیزی - گل خیرا - ہوک ہولی - سویٹ پی - کینڈا - کاسموس - موسم گرما کے پھول (جون جولائی) کاسموس - گل کلف - بالسم - زینیا - پلور چولا کا سورج مکھی وغیرہ اور دائمی پھول گلاب - چنبہ - عشق پیچاں وغیرہ لگانے کی ہدایات فرمائیں۔

(۵) درختوں کا ذخیرہ پیدا کرنے کے لئے بیج اور قلم دونو طریق - فراش - توت - شیشم اور نیم کا بذریعہ قلم لگانا - دھوپ بارش اور دیمک سے محفوظ رکھنے کے لئے پتوں وغیرہ کی چھتری تیار کرنا اور درخت توت کا بوجب رپورٹ گورنمنٹ پنجاب کم دستیاب ہونا - سیالکوٹ وزیر آباد میں اس کی لکڑی کو بطور سامان کھیل استعمال کرنا اور سکولوں میں کثرت بویا جانے پر خاص توجہ دلائی - پھر سبز باغ پر گفتگو ہونے کے بعد لوئر مڈل مدارس میں ابتدائی سائنس کے اجرا کی اپیل کی - اور اپنے پھول کی تبلیغ کا رجحان یہ سبق - تجربتہً مدرل باتیں کی طرف دلا کر محکمہ دیہات سدھار کی جد و جہد شاندار صورت میں رونما کرنے کی تلقین فرمائی۔

(۶) علاقہ انچارج مسٹر سالک نے ٹریننگ کورس رورل سائنس کے مدرسین خاص کے استفادہ و مفاد پر جناب لالہ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور محکمہ سے مقررہ نصاب موصول ہونے پر لوئر مڈل حصہ میں اجراء کا یقین دلایا - یوم الشجر منانے کے لئے ۷ ار فروری کا دن مقرر ہوا - عام دیسی جعلی حکیموں اور ڈاکٹروں کی سکول میں مداخلت روکنے اور ادویات کے استعمال کی ممانعت کے لئے سند صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کے خاص سرکلر کا حوالہ دیا گیا - معافی فیس کی چند شرائط بیان کیں - بعض رسیدوں پر دستخط اور تاریخ وصولی احتیاط سے درج کرنے کی تلقین ہوئی زمین دوز سنڈاس کا ذکر چھیڑ کر انہیں عام مدارس کے ماحول کی مکدر فضا کو صاحب کمشنر بہادر دیہات سدھار کی ہدایات کے مطابق خوشگوار بنانے کی ترغیب دی - سالک صاحب کی عنایات و نوازشات کے اعتراف کے بعد منشی محمد شفیع صاحب ہیڈ ماسٹر نیچر لوئر مڈل سکول الگوں خورد کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا ہوا۔ (ایم سردار علی)

لوئر مڈل سکول ڈھول کوٹ ضلع لودھیانہ

۲۰ر جنوری - جناب سردار برکت سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس جالندھر نے بہمراہی چودھری احمد خاں صاحب اے ڈی آئی علاقہ سرسری موائنہ فرمایا - رجسٹرات کی پڑتال عمل میں آئی - باوجود کثرت باراں مکان خوب صاف تھا - طلبا اعلیٰ لباس میں ملبوس تھے صحن اور باغیچہ پھولوں سے آراستہ تھے - حاضری قابل اطمینان سیلبس وغیرہ خوشخط لکھے ہوئے تھے - ضبط مدرسہ اور تعلیمی حالت پر دل خوش کن ریمارک درج فرمائے - (تلسی رام)

مزید صدمہ

پنڈت نانک چند صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول را جوند کی اہلیہ محترمہ ۱۹۳۲ء میں زنانہ مدرسہ کول میں تعینات ہو کر آئیں - آپ کا بچہ چند دن آرام سے رہا - مگر ناگہاں علیل ہو کر آناً فاناً موت کا لقمہ ہوگیا - پروردگار عالم نے دوسرا بچہ عطا کیا مگر ۲۵ر جنوری کو مشیت ایزدی سے وہ بھی چھ ماہ کا ہو کر چل بسا اور آپ کو مزید صدمہ پہنچا - دعا ہے کہ خدائے لایزال مرحوم اور معصوم بچوں کو جنت نصیب کرے اور لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت بخشیں۔ (ستھو رام شرما)

رہنمائے تعلیم پنڈت نانک چند صاحب سے اس رنجیدہ واقعہ پر دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

اعلیحضرت ملک معظم و ملکہ معظمہ کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں مختلف تقاریب

سلور جوبلی کے سلسلہ میں جو تقاریب منعقد ہونگی ان کے متعلق پورے زور شور سے کام ہو رہا ہے اور چندہ فراہم کرنے اور عوام کو تفریح کا سامان مہیا کرنے کے لئے جو تجاویز مرتب کی جائینگی ان کے لئے مختلف کمیٹیاں مقرر کی گئی ہیں۔ حال ہی میں مسٹر آر۔ سینڈرسن ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے ایک کمیٹی قائم کی ہے۔ صاحب موصوف اس تقریب سعید پر سکول کے لڑکوں اور لڑکیوں کو تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ تعلیمی کمیٹی کے صدر رائے بہادر مسٹر من موہن ڈویژنل انسپکٹر مدارس ہیں۔ کمیٹی مذکور کے جلسہ میں متعدد نئی تجاویز پیش کی گئیں۔ اگر ان میں سے چند تجاویز کو بھی عملی صورت دی گئی تو پنجاب کے سکولوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کافی تفریح کا سامان مہیا ہو جائیگا۔ ڈرامے۔ تقسیم انعامات۔ مٹھائی وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو سکول کے بچوں کے لئے نہایت دلچسپی کا باعث ہونگی اور جو مستعدی کمیٹی سے ارکان کی طرف سے کھلائی جا رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتظامات مکمل ہونگے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ سلور جوبلی ایک ایسا مبارک موقع ہے جو انتہائی مسرت کے ساتھ منائے جانے کے قابل ہے۔ اور اگر سکولوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو خوشی حاصل ہوئی۔ تو اس سے تمام تقاریب کا معیار بلند ہو جائیگا۔ اور ہر شخص یہ محسوس کریگا کہ وہ خود ان تقاریب میں حصہ لے رہا ہے۔

فلیگ ڈے کمیٹی کی بھی اپنی تجاویز ہیں۔ ستر ہزار فلیگ صرف لاہور کے لئے منگوائے گئے ہیں اور کچھ لاکھ فلیگ دوسرے شہروں اور ضلعوں کو بھیجے جائینگے۔ فلیگ ڈے کمیٹی کی یہ کوشش ہوگی کہ تقاریب پر روپیہ صرف کرنے کے چندہ جمع کیا جائے۔ نوجوان سکاوٹوں کا ایک جلوس بھی نکالا جائیگا اور اس ضمن میں لاہور کے سکول اور سکاوٹ نمایاں حصہ لینگے۔ اس جلوس میں تمام سلطنت برطانیہ کے نوجوانوں کا مظاہرہ پیش کیا جائیگا۔ نوجوان سکاوٹ مختلف قسم کی وردیاں پہنے ہوئے ہونگے۔ جلوس میں ٹانگے۔ بیل گاڑیاں اور سائکلیں ہونگی جس سے جلوس ایک کارنیوال کی شکل اختیار کرلیگا۔

فلیگ ڈے کی تقریب کے اس حصہ کا پنجاب بوائے سکاوٹس ایسوسی ایشن کی طرف سے انتظام کیا جا رہا ہے اور ہزاروں طلباء میں ابھی سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک بڑے بینڈ باجہ کا بھی انتظام کیا جائیگا۔

ان اصحاب سے بھی جن کے پاس موٹر گاڑیاں ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ ایک خاص ڈسک تیار کیا گیا ہے جس کی قیمت دو روپیہ مقرر کی گئی ہے۔ امید ہے کہ ہر ایک موٹر رکھنے والا شخص ایک ڈسک خریدیگا۔ اور اسے اپنی موٹر پر آویزاں کریگا۔ فوجی "ٹیٹو" جو ۲۲ اور ۲۳ راپریل کو دکھایا جائیگا۔ ایک نہایت ہی شاندار مظاہرہ ہوگا۔

مزید براں بوائے سکاوٹ اس عظیم الشان میلہ کی تیاری میں بھی مصروف ہیں جو ۷ر اور ۸ر مئی کو لاہور شہر میں منعقد ہوگا۔ میلہ کمیٹی کی تجاویز نہایت اعلےٰ پیمانہ پر مرتب کی گئی ہیں اور اُمید ہے کہ اس میں تین چار لاکھ آدمی شامل ہونگے۔ مختلف قسم کی کھیلیں دکھائی جائینگی اور جسمانی اور ورزشی کرتب۔ آتشبازی اور کشتیوں وغیرہ کا انتظام بھی کیا جائیگا۔

تاہم کوئی ایسی تقریب جو محض تماشے کی حیثیت رکھتی ہو مستقل طور پر مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔ لہذا جنرل کمیٹی کا خیال ہے کہ شہنشاہ معظم کی یادگار کے لئے ایک مستقل میموریل قائم کیا جائے۔ یہ بہت جلد عملی صورت اختیار کرے گی اور اس امداد سے قطع نظر جو سینٹ جان ایمبولینس اور ریڈ کراس سوسائٹی کو اس مفید کام کے لئے ملے گی جس کے صلہ میں وہ تمام دُنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں۔ ایک اور مستقل میموریل کا قیام بہت حد تک اس سرمایہ پر منحصر ہوگا۔ جو اہل پنجاب کی طرف سے دیا جائیگا۔

سلور جوبلی فنڈ اور مقامی مفادات

بعض اوقات ان خدشات کا اظہار ہوتا ہے کہ آیا اس روپیہ کا بیشتر حصہ جو صوبجات حکومتوں اور ریاستوں کی طرف سے سلور جوبلی فنڈ میں دیا جائیگا۔ فی الواقعی ان مقامات کے فائدہ کے لئے استعمال کیا جائیگا جہاں سے روپیہ دیا گیا ہو۔ ہز ایکسیلنسی جناب وائسرائے بہادر کی پہلی اپیل مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء میں بیان کیا گیا تھا کہ ایسے چندوں کا "معتدبہ حصہ" مقامی اخراجات کے لئے واپس کیا جائیگا اور اب یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اگرچہ ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر صورت میں تناسب کی کیا مقدار ہو گی۔ تاہم یہ حصہ کل چندہ کی ۷۰ فیصدی سے کم نہیں ہوگا۔

اس سے مقامی چندہ دینے والوں کو اطمینان ہو جانا چاہیئے اور انہیں یقین حاصل ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے روپیہ سے کچھ فائدہ ضرور اٹھائینگے اور انہیں اپنی فیاضی کے عوض ٹھوس فوائد حاصل ہونگے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فنڈ مذکور کی صوبائی کمیٹیاں جب وہ ضروری خیال کریں۔ ان مفید خلائق اداروں کی شرکت سے جن کے لئے فنڈ مذکور وقف ہوگا۔ کسی خاص مقام سے فراہم شدہ روپیہ کے قابل واپسی حصہ کو کسی خاص مقصد کے لئے خرچ کرنے کے متعلق تدابیر اختیار کرینگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ مقصد اپیل مذکور میں بیان کردہ اغراض (یعنی ہندوستان میں مصیبت اور تکلیف کو رفع کرنے) میں شامل ہو۔

ریویوز

شہنشاہی و دل ربا ریکارڈ عالی جناب ہاشم یوسف پٹیل سورتی رئیس رنگون منیجنگ پارٹنر دی ٹاکنگ پکچر ریکارڈ کمپنی ۱۹ زکریا اسٹریٹ کلکتہ نے ہمیں شہنشاہی ریکارڈ و دل ربا ریکارڈ برغرض ریویو ارسال فرمائے ہیں جن کے نمبر حسب ذیل ہیں۔

قیمت شہنشاہی ریکارڈ دس انچ سرخ لیبل تین روپیہ آٹھ آنے۔ نیلے لیبل دو روپیہ بارہ آنے
″ ″ ″ ″ ۱۲ ″ ″ ۵ روپے ″ دو روپے بارہ آنے

اسپیشل لیبل ع (KHN) دو روپیہ بارہ آنے

ماسٹر ممتاز (دہلوی)

NB 323 { نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں۔ / ہمیں عشق اس کا تو رنج نہیں۔

NB 326 { کہا اہل نظر نے خوش نما ہے کس قدر سہرا۔ / تمہیں نوشاہ یہ سہرا مبارک ہو۔

مس راج منی بائی بنارس

N 638 { یہ دل داریاں بھی دل آزاریاں ہیں۔ / تیرے در پر خلش درد جگر۔

مسٹر امیر اور مس مینا (پنجابی زبان میں ہیر رانجھا مکالمہ)

NA 635 { ہیر رانجھا حصہ اول / ″ ″ دوم

دل ربا ریکارڈ قیمت دو روپے بارہ آنہ

ماسٹر فیاض دہلوی

NJ 2043 { وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا۔ / نگاہیں پھیر لیں محو جمال کر کے۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

KHN 1 { میلادی (شہیدی) تقریر حصہ اول / ″ ″ ″ ″ دوم

ع۱ { مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کو ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ انکی انشا پردازی کا لوہا ساری دنیا مانتی ہے انہیں تقریر کرتے ہوئے اگر آپ نے نہ سنا ہو تو ریکارڈ ع۱ کا آج ہی خریدیئے۔ قیمت پہلے سے کم کر دی گئی ہے۔ یہ ریکارڈ اب تو گھر گھر بجتا ہے۔ لوگ شوق سے سنتے ہیں۔ اس تقریر کا اثر سننے والے کے دل پر ہوتا ہے۔ اور خوب خوب ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب قبلہ کی یہ تقریر کی تقریر اور دعا کی دعا ہے۔

ماہ محرم میں اس ریکارڈ کو خصوصاً لوگ سنیں گے اور سننے میں کار ثواب بھی ہے۔ اس ریکارڈ پر خواجہ صاحب موصوف کی تصویر بھی ہے۔ اپنے شہر کے ریکارڈ ڈیلر سے طلب کریں ورنہ ختم ہو جائیگا۔ قیمت فی عدد دو روپیہ بارہ آنے

۳۲۳ این بی { ماسٹر ممتاز دہلوی بہت بہترین قوال ہیں۔ انکی آواز سریلی ہے۔ فن موسیقی پر انہیں اچھا عبور حاصل ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ شہنشاہی ریکارڈ کمپنی نے اپنے ذریعہ سے اپنے ریکارڈوں میں معمولی قافیہ پیمائی کرنے والے شعرا کا کلام نہیں بھرا۔ بلکہ چوٹی کے استادوں کا روح پرور کلام بھرا ہے۔ جسے قوالوں نے خوب خوب ادا کیا ہے۔ ان ریکارڈوں کی مانگ جگہ جگہ ہے۔ نکاس پر نکاس ہوتا چلا جارہا ہے۔ اپنے شہر کے ریکارڈ ڈیلر سے طلب کریں۔ قیمت فی عدد تین روپیہ آٹھ آنہ /

۶۳۸ این اے { مس راج منی بائی شہر بنارس کی مشہور طائفہ ہے۔ ان کی آواز پیاری پیاری ہے۔ سننے والوں کے دل کو تسخیر کرتی ہے۔ سچ ہے موسیقی میں جادو کا اثر ہے۔ اس ریکارڈ میں حضرت جگر مرادآبادی شاگرد جناب داغؔ دہلوی کی غزل ادا کی گئی ہے۔ پیاری پیاری آواز اور پیارا پیارا کلام ہے۔ بار بار سننے کو جی چاہتا ہے۔ جلد خریدیئے قیمت فی ریکارڈ دو روپیہ بارہ آنے

نمبر ۶۳۵ این اے } مسٹر امیرا اور مس مینل نے پنجابی زبان میں ہیر رانجھا کا مکالمہ اس ریکارڈ میں ادا کیا ہے۔ جسے سُن کر دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے۔ اس ریکارڈ کو پنجابی حضرات آج تک سنتے تھے اور لطف اُٹھاتے رہے۔ لیکن اب تو ہندوستانی اصحاب بھی اس سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ یہ ریکارڈ ہر لحاظ سے اچھا اور بہترین ہے۔ پنجابی حضرات اسے ضرور خریدیں۔ قیمت باوجود ان خوبیوں کے صرف دو روپیہ بارہ آنے (۲/۱۲) ہے۔ اپنے ہاں کے ریکارڈ ڈیلر کی دوکان پر ملے گا۔

دل ربا ریکارڈ

نمبر ۲۰۴۳ این جے } ماسٹر فیاض دہلوی نے اُستادِ جہاں نواب فصیح الملک داغ دہلوی اور فصاحت جنگ جلیل مانک پوری کی غزل کو اس ریکارڈ میں کچھ اس انداز سے ادا کیا ہے کہ بار بار سُننے پر بھی سیری نہیں ہوتی۔ گانے کی طرز بھی دل کش ہے۔ آواز سُریلی ہونے کی وجہ سے ایک ایک شعر دل پر تیر کا کام کرتا ہے۔ یہ ریکارڈ بہت سستے ہیں۔ ہر جگہ ملتے ہیں۔ قیمت فی عدد دو روپیہ بارہ آنے (۲/۱۲)

نوٹ۔ دوسری ریکارڈ کمپنیوں کے مقابلہ میں دل ربا ریکارڈ اور شہنشاہی ریکارڈ کمپنی کے ریکارڈ بے مثل اور مضبوط ہیں۔ روزانہ استعمال کرنے پر ان کی آواز میں فرق نہیں آتا۔ اور پلیٹ خراب نہیں ہوتی۔ شہنشاہی سوئیاں استعمال کرنے پر یہ ریکارڈ اور بھی دیرپا واقع ہونگے۔ شہنشاہی ریکارڈ اور دل ربا ریکارڈ میں ان مایۂ ناز شعرائے کرام کا روح پرور کلام خصوصاً بھرا جاتا ہے۔ نواب فصیح الملک داغ دہلوی۔ تاج الشعراء حضرت نوح ناروی۔ خسرو سخن حضرت الطاف فصاحت جنگ جلیل۔ راقم الدولہ ظہیر دہلوی۔ جناب امیر مینائی۔ ریاض و مضطر خیرآبادی۔ نواب سائل و حضرت بیخود دہلوی۔ سیماب اکبرآبادی۔ جلال لکھنوی۔ حالی پانی پتی۔ تسلیم لکھنوی۔ رفیق الملک قادم۔ سلیم۔ کامل۔ عارف رنگونی۔ خنجر۔ انجم دہلوی۔ عیش۔ مے کش لکھنوی۔ اختر اجمیری۔ دل کش عدنی۔ جمیل سورتی۔ زخمیم تندیالی۔ الیاس برنی۔ ذکی۔ حامی حیدرآبادی۔ مسرور قنوجی۔ نفیس بلندشہری۔ سلیم بنگلوری۔ بسمل الہ آبادی۔ شاکر بریلوی وغیرہ۔

مذکور کمپنی اپنے ریکارڈوں میں ڈرامہ اور ہر طرح اور ہر زبان کا مذاق بھی بھرتی ہے۔　(ایڈیٹر)

کرکٹ کے اسرار } کرکٹ کھیل کو جو ہر دلعزیزی پہلے حاصل تھی۔ اس میں والی بال اگر یچ وغیرہ کھیلوں نے کچھ کمی کر دی تھی مگر اب یہ کھیل از سرِ نو ہر دلعزیز ہو رہی ہے۔ اور بخلاف سابق اب اس کے شائق زیادہ دکھائی دے رہے ہیں۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے کی تائید میں کرکٹ کے اسرار نامی کتاب شائقین کے ارمانوں کو پورا کرنے کے لئے حاضر ہو رہی ہے۔ جو اس عالمگیر کھیل کی ضرورت اور اہمیت کی ہی نمائندگی نہیں کرتی بلکہ اس کے تمام اسرار سے متعلقین کو آگاہی بخشتی ہے۔ طرزِ تحریر نہایت دلچسپ اور شستہ۔ تمام نکات ضروری پر حاوی اور ہر قسم کی آگہی لئے ہے۔ متعلقین اور عام شائقین کو ضرور قدر کرنا چاہئے۔ اور اس کے قابل مصنف مسٹر فردوسی رحمانی کی محنت کی عملی داد دینا چاہئے۔ کتاب کا مطالعہ ایک مشتاق فن کو مشہور کھلاڑی اور کامیاب انسان بنانے کا ضامن ہے۔ ۱۰/ قیمت پر دی سٹوڈنٹس لٹریچر پبلشنگ سوسائٹی فیروزپور سے طلب کی جائے۔

گھریلو علاج و دستکاری } میسرز گپت برادرس منڈی دھنورہ (یوپی) کی طرف سے نہ صرف تعلیمی و ادبی کتب ہی شائع ہوتی ہیں۔ بلکہ طبی کتب بھی نہایت جانفشانی سے شائع کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس مندرجہ بالا کتب خانہ کی طرف سے گھریلو علاج و دستکاری نام کی ایک چھوٹی سی مجلد کتاب بغرض ریویو موصول ہوئی ہے چونکہ مدرسین کے لئے بھی علم طب سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مندرجہ بالا کتاب ہر مدرس اپنے پاس رکھ کر اس کے مفید و نادر نسخہ جات سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام مواد جمع کر دیا گیا ہے جس کی ضرورت عوام کو روزانہ پڑتی ہے۔ اس میں ہلو عورت

بچوں اور بوڑھوں کے سر سے لیکر پاؤں تک کی بیماریوں کے نسخہ جات درج کئے گئے ہیں اور لطف یہ کہ تمام نسخے تجربہ شدہ ہیں۔ اور نہایت مفید وکار آمد اس کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل میں ہر قسم کے درد وامراض سر۔ کان چشم۔ ناک۔ منہ۔ حلق۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ وغیرہ کے نسخے درج ہیں۔ **باب دوم** میں امراض شکم۔ جلدی بخار وچیچک۔ پیشاب وغیرہ۔ **باب سوم** میں زہریلے جانوروں کا کاٹنا۔ زہروں نشوں کا اُتار وغیرہ۔ **باب چہارم** میں امراض بچگان از ہر قسم۔ امراض زنانہ وغیرہ کا حال درج ہے۔ **باب پنجم** میں پیٹنٹ وتجارتی ادویات۔ تیل اور صابون۔ روغن و پالش اور ہر قسم کی سیاہی وغیرہ بنانا وانکی تجارت سے فائدہ اُٹھانا وغیرہ بتایا گیا ہے۔

غرضیکہ پبلشرز نے دریا کو کوزہ میں بند کر رکھا ہے۔ ناظرین اپنے استعمال کے لئے ضرور ایک ایک کاپی منگوا کر اپنے پاس رکھیں۔ قیمت صرف ۸ر ہے۔ گو یہ قیمت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر جو مفید مواد اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے وہ سینکڑوں روپوں سے بھی زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے۔ گپتا برادرس پبلشرس اینڈ بک سیلرس منڈی دھنورہ (مراد آباد) یوپی۔

فارسی ترجمہ آموز } ایم غلام محی الدین مائل ادیب عالم (دار العلوم پنجاب) ایڈیٹر سٹوڈنٹس میگزین پنجابی مجلہ۔ انبالہ چھاؤنی نے تیار کیا ہوا ہے۔ فارسی گرامر کے مشہور قواعد دیکر چند محاورات کا ترجمہ کیا ہے۔ مشکل الفاظ کا ترجمہ بھی حروف تہجی کے رو سے دیا ہے۔ خاص ضرب الامثالوں کا ترجمہ دیکر غلط فقروں کی تصحیح کا طریق دکھایا گیا ہے۔ بعد میں یونیورسٹی امتحان کے صرف ایک سال کا پرچہ ترجمہ کرنے کو دیا ہے۔ ضرورت تھی کہ مشقیں زیادہ ہوتیں اور طلبا اچھی طرح فائدہ اُٹھاتے۔ ۵ر قیمت اس مختصر رسالہ کی بہت زیادہ ہے۔ ملنے کا پتہ اوپر درج ہو چکا ہے۔

کسر کا حصہ } ریاضی کے مشہور اُستاد اور رہنمائے تعلیم کے گلدستہ ریاضی کے نہایت سرگرم سرپرست پنڈت کلول چند شرما ناظرین رسالہ کے لئے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ریاضی سے آپ کو جو دلی لگاؤ ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ چوتھی اور پانچویں جماعت کے لئے آپ نے زیر ریویو کسر کا حصہ عرصہ ہوا تیار کیا تھا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ جو گذشتہ ایڈیشن سے کئی حالتوں میں ممتاز اور سابقہ تمام خوبیوں کے علاوہ کئی نئی مشقی مثالوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جوابات نہایت درست اور سوالات خاص موزون۔ طرز بیان بہت دلچسپ اور ہر دو جماعتوں کی ضروریات پر ہر طرح سے حاوی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ جس طالب علم کو حساب میں کسور عام کا قاعدہ نہیں آتا۔ اسے حساب کا علم مکمل طور پر نہیں آسکتا۔ جناب۔ کے موجودہ تعلیمی سلیبس میں فی الحقیقت کسور عام کو وہ اہمیت حاصل نہیں جو پہلے حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن ریاضی کے مضمون میں فیل شدگان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اور جس دلچسپی کا ضامن یہ علم تھا وہ بچوں کے دلوں سے کافور ہو رہی ہے۔ پنڈت صاحب کی یہ تصنیف اس کمی کو بہت حد تک پورا کریگی۔ اور ہمارا یقین ہے کہ اگر اس کتاب کو ہر دو جماعتوں میں ٹھیک طور پر پڑھایا جائے۔ تو طلبا کے دل میں نہ صرف کسور عام کا قاعدہ مناسب جگہ لے لیگا بلکہ وہ بجائے خود علم حساب کے دلدادہ اور شیدائی ہو جائینگے۔ غرض کسر کا حصہ ہر طرح سے اساتذہ کی سرپرستی کا مستحق ہے اور اس سے طلباء زیر تربیت کو محروم رکھنا حقیقتاً ان پر ظلم کرنا ہے۔ طباعت کتابت اور کاغذ عمدہ۔ ۳ر قیمت پر میسرز عشق لال گپتا اینڈ کمپنی انبالہ چھاؤنی سے طلب فرمایئے۔ زیادہ خریداری پر معقول کمیشن مل سکیگا

رہنمائے انجکشن } موجودہ ڈاکٹری علاج دوائی پلانے کی بجائے جسم کے کسی خاص حصہ سے دوائی اندر داخل کرنے کو ترجیح دے رہا ہے تاکہ دوائی زیادہ اثر کرے۔ اور مریض کو کسی قسم کی کراہت پیتے وقت یا تلخی محسوس کر کے بدمزگی رونما نہ ہو۔ ڈاکٹر ایم اے ممتاز نے اس رہنمائے کے ذریعے متعلقین کی ہی رہنمائی نہیں کی بلکہ دُنیائے طبابت میں بھی سہولت پیدا کرنے کا ذریعہ مہیا کیا ہے۔ ہر قسم کے انجکشن سے باخبر ہو سکتی ہے۔ یہ نسخہ ۱۲ر پر کتب خانہ طب، جدید میو روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔

بچوں کا اخبار

گلدستۂ اطفال

(اسسٹنٹ ایڈیٹر مسٹر پریم چند سپاٹوی)

جلد ۱۶ | بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء | نمبر ۴

عزیز بچو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا جوبلی نمبر نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۸ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ عُمدہ کہانیوں۔ لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بے حد خوش ہونگے ؞

ملنے کا پتہ

مینجر رہنمائے تعلیم۔ رام گلی نمبر ۵۵ لاہور

دلچسپ معلومات

ایک عجیب و غریب بندر۔ کلکتہ کے قریب ایک گاؤں میں کسی فوجی کے پاس ایک بندر ہے جو گھر کے تمام کام کرتا ہے۔ گھر پر پہرہ دیتا ہے مویشیوں کو گھاس کھلاتا ہے کھیتی باڑی کرتا ہے اور بچوں کو کھیل کھلاتا ہے۔ بچے اس کا ناچ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غیر شخص اس کے مالک کو گھورے تو وہ اس کی جان لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

ایک نئی قسم کی ریل گاڑی۔ لنڈن میں ایک نئی قسم کی ٹرین تیار کی گئی ہے جس کے ڈبوں میں دھول اور دھوئیں کی کہیں بھی گنجائش نہیں اب لنڈن کے ریلوے منتظم لوگوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ سب ریلوے لائینوں پر اس قسم کی ٹرین چلادیں گے۔ ان ٹرینوں میں کثیف ہوا بھی داخل نہیں ہوسکتی۔ ایک اور خوبی یہ ہے کہ گرمی کے دنوں میں ٹھنڈی اور سردیوں میں گرم ہوا آتی ہے۔ چہ خوب!

گاجر نہایت مفید چیز ہے جہاں اس کا استعمال دل کو تقویت دیتا ہے۔ وہاں شب کوری (اندھراتا) کے لئے بھی بہت مفید ہے۔

سائنس کی ترقی دیکھئے۔ اس کی مدد سے ایک اس قسم کا آلہ تیار کیا گیا ہے جس سے بہرے سن سکتے ہیں اور گونگے بول سکتے ہیں یہ عجیب وغریب آلہ لنڈن کی میڈیکل نمائش میں دکھایا گیا ہے۔

آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ آدمی تو بھلا ہوائی جہازوں میں پرواز کرتے ہی تھے اب ہاتھی بھی ہوائی جہازوں میں سوار کئے جا رہے ہیں کہتے ہیں نیویارک سے سنٹ لوئیس تک ایک ہاتھی کے بچے کو جس کی عمرہ ماہ کے قریب تھی ہوائی جہاز میں لے جایا گیا۔ اس کا وزن ۱۱۱ سیر ہے اور اُس نے اتنی جگہ گھیری جتنی چھ آدمی گھیرتے ہیں۔

لطیفے

(۱) ایک آدمی نے کسی سے پوچھا کہ آپ اپنے بیٹے کو وکالت کیوں پڑھاتے ہیں۔ کیا کوئی اور پیشہ دُنیا میں نہیں رہا اس نے کہا اور کیا کروں اُسے بچپن سے باتیں بنانے کا مرض ہے۔

(۲) ایک کسان۔ (دوسرے کسان سے) تمہارا بیل بیمار ہوا تھا تو تم نے اُسے کیا دیا تھا؟

دوسرا کسان۔ میں نے اُسے تارپین کا تیل دیا تھا۔ پوچھنے والے کسان نے بھی اپنے بیل کو آدھ پاؤ تارپین کا تیل پلادیا۔ اور بیل مرگیا۔ دوسرے دن اُس نے اپنے دوست سے ذکر کیا اور کہا میرا بیل تو مرگیا۔

دوسرا کسان۔ میرا بیل بھی تو مرہی گیا تھا۔

بچّوں کی رُباعیاں

(جناب محمود اسرائیلی صاحب)

خُدا ایک ہے

خالق جو خُدا نخواستہ دو ہوتے | لڑ بھڑ کے وہ خود اپنی خُدائی کھوتے
اور آتا کہیں نظامِ عالم میں فرق | جَو اُگتے اگر کسان گیہوں بوتے

روز نہاؤ

برتن دھوتے ہو جب کھانا پکاتے ہو تُم | دھوتے ہو رکابی کو بھی جب کھاتے ہو تُم
کیا جسم پہ جمتے ہی نہیں گرد و غبار؟ | پھر کیوں نہیں ہر روز نہاتے ہو تم

اُجلے کپڑے پہنو

کپڑے نئے خُوب شاد ہو کر پہنو | ایسا نہ ہو منہہ بنا کے رو کر پہنو
روزانہ دُھلے ہوئے ہوں کپڑے تن پر | مقدُور (طاقت) نہ ہو تو آپ دھو کر پہنو

سگریٹ اور پان نہ استعمال کرو

سگریٹ بیڑی کو منہہ لگانا نہ کبھی | جب تک کمسن (کم عمر) ہو پان کھانا نہ کبھی
نشّہ کے بہُت قریب ہے تمباکو | سُن لو کہ قریب اِسکے جانا نہ کبھی

ہم آواز الفاظ

اِس قدر باغ میں ہے غنچۂ گُل کی کثرت
کہ ہُوا بادِ صبا کا بھی گزر نا مشکل

یہ امر روز روشن کی طرح روشن ہے کہ آج کل محکمہ تعلیم کے بیدار مغز افسران کی توجہ اُردو علم ادب پر مبذول ہو رہی ہے۔ اور حتے الوسع اُس کی اصلاح اور تہذیب میں سعی بلیغ (پوری کوشش) عمل میں آ رہی ہے۔ کیونکہ یہی زبان ہے جو اس مُلک کے لئے مایۂ ناز (قابلِ فخر) مُلکی زبان قرار دی جا سکتی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

ہے زبان ایک اور چار مزے
اِس کی ہر بات میں ہزار مزے

عام طور پر طلبا محض اُن الفاظ کو جو فرہنگ میں مسلسل دیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ازبر کر لیتے ہیں. مگر ہم آواز الفاظ کے معنے نہیں بتا سکتے۔ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ ظاہرا طور پر اُن کی آواز ایک نیز اُن کے معنوں میں چنداں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ مگر حقیقت میں اُن کی کتابت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ طلبا کے لئے ایسے الفاظ کے معنوں کا جاننا ازبس ضروری ہے۔ لہذا طلبا کی رہنمائی کے لئے الفاظ ذیل زیب رقم کرتا ہوا اُمید کرتا ہوں کہ طلبا مستفید ہونگے۔

ساتھ ہی یہ بھی تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جو لوگ علم و حکومت کے سبب سے تعظیم و ادب کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ تمام معاملات میں اپنی رائے کے صحیح ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اپنے میں سہو و خطا ہونے کا احتمال نہیں کرتے۔ انہیں خیال ہوتا ہے کہ بڑے آدمیوں کے سامنے چھوٹوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر نہیں کسی چیز کی اصلیت وہی شخص جان سکتا ہے جس سے وہ چیز متعلق ہے۔ نیز بمصداق شخصے "چراغ سے چراغ جلتا ہے"۔ فیض پہنچانے والے سے ہی فیض پہنچتا ہے ہر کہ و مہ اس کا اہل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

آم - پھل
ارض - زمین
ارب - گنتی کا پیمانہ
امارت - امیری
ارضی - زمینی
آثار - نشانی
بحر - سمندر
بشر - آدمی
باغ وہ مقام جہاں میوہ دار درخت بکثرت ہوں
باد - ہوا
بیباق - فیصلہ کرنا
باٹ - راہ تکنا
بالا - واسطہ
تاک - بیل انگور داؤ - گھات
ثمر - پھل
جبر - سختی
جریب - ...لکڑی کی بڑی پیمائش
جوہر - کمال
حزم - احتیاط
بعض - کوئی
صدا - آواز
کتب - جمع کتاب
صلاح - مشورہ
کسرت - ورزش

عام - بکثرت ہر کس و ناکس
عرض - چوڑائی
عرب - ملک کا نام
عمارت - مکان
عرضی - درخواست
آثار - بنیادیں
بہر - لئے
بسر - گزرنا
باگ - لگام کی رسی
بعد - پیچھے
بیباک - منہ پھٹ
باٹ - بٹ
پالا - سردی
طاق - ماہر
شمر - یزید کی فوج کا سپہ سالار
زبر - تالاب
جریب - عصا، چوب
جوہر - عطر نچوڑ
ہضم - پچانا
باز - پرند کا نام
سدا - ہمیشہ
قطب - ستارہ کا نام
سلاح - ہتھیار
کثرت - زیادتی

صورت - شکل
ہجر - جدائی
عصر - زمانہ، ظہر کے بعد کی نماز
صفر - چاند کے مہینے کا نام
عمل - کام
عزم - ارادہ
خضر - نام پیغمبر
معیت - ساتھ
عاری - بیکار
غل - شور
ضرب - چوٹ
نظر - بینائی
قلب - دل
جست - کودنا چھلانگ
ہالہ - مالگذاری
قمر - چاند
کھانا - طعام
خال - تل سیاہ داغ
سد - دیوار
مامور - مقرر
سواد - بیرونی حصہ
قناعت - صبر
شک - شبہ
غرض - مطلب

سورت - بندرگاہ کا نام
حجر - پتھر
عسر - تنگی
سفر - فاصلہ
امل - اُمید
عظم - بڑی لڑائی
خزر - جھیل کا نام
میّت - لاش
آری - بڑھئی کا اوزار
گُل - پھول
ضرب - حساب کا قاعدہ
نذر - بھینٹ
کلب - انجمن
جست - دھات
ہالا وہ چکر جو چاند کے گرد دکھائی دیتا ہے
کمر - پیٹھ
خانہ - گھر
کھال - چمڑہ
صد - ۱۰۰
معمور - بھرا ہوا - آباد
سواد - مزہ
قنات - پردہ
شق - پھٹ جانا
گرج - بادل کی آواز

عار - شرم	آر - اوزار موچی	خوار - ذلیل	خار - کانٹا
صلہ - بدلہ	سِلا - سینا	عِجل - گائے کا بچھڑا	عجل - عرب کا ایک قبیلہ
صندلی - کرسی	صندلی - چندن کی	شاذ - نادر جو خلاف قاعدہ ہو	ساز - سامان
شاخ - ٹہنی	ساکھ - عزت	مَن - وزن ۴۰ سیر	مِن - دل
شاق - مشکل - دشوار کام		نس - رگ	نص - عید کرنا باریکی کرنا
مربع - جیومیٹری کی شکل	مربہ - کھانے کی چیز	صحنک - آٹا گوندھنے کا برتن	سحنک
نصب - گاڑنا	نسب - خاندان	عَزل - بیکاری	ازل - جس کا شروع نہ ہوا نادی
معرکہ - لڑائی	مارکہ - تیار شدہ	ضلیل - گمراہ	ذلیل - بے عزت
لَوح - تختی	لَوہ - لوہا	قول - بات	کول - زمانہ قدیم کی قوم تحصیل کیتھل کا گاؤں
فصل - فاصلہ	فصل - موسم	قاری - پڑھنے والا	کاری - گہرا
منبر - خطبہ پڑھنے کی جگہ	ممبر - رکن	خلاع - جمع خلعت کی	خلا - خالی
دست - ہاتھ	دشت - جنگل	علم - جھنڈا نشان	الم - رنج
قصر - محل	کسر - کمی	خطا - قصور	خطا - مقام جہاں مشک عُمدہ ہوتی ہے
سینا - سلائی کرنا	سینہ - چھاتی	آن - عزت	آن - دیر
راز - بھید	راج - معمار	تواں - طاقت	تواں - سکہ التمش۔ ہے تواں کا خریدا ہوا تھا
عقل - سمجھ	اقل - کم	اعلیٰ - بڑا	آلہ - اوزار
ماہ - مہینا	ماہ - چاند	صواب -	ثواب -
رانا - راجپوت راجہ	رعنا - چالاک	مصنوعی بناوٹی	مثنوی - نظم کی قسم
سرسر - سرسراہٹ	صرصر - تند	ایال - بال	عیال - کنبہ بال بچے
قلق - رنج	کلک - قلم	ساہل - ساتول	ساحل - کنارہ

گلدستہ اطفال ریڈرز نمبر

اس میں چھوٹے بچوں کی دلچسپی کا ہر طرح کا سامان موجود ہے۔ دلچسپ اور مزیدار کہانیاں۔ ڈرامے اور مکالمے درج ہیں۔ خوبصورت تصاویر اور نہایت دلچسپ و رنگدار نظمیں ہیں۔ جن کے پڑھنے سے بچوں کی طبیعت بشاش اور خوش ہوتی ہے۔ بچوں کی صحت برقرار رکھنے اُن کی عادات سدھارنے اخلاق کو بلند کرنے بزرگوں کا ادب کرنے کی خُو ڈالنے والی کہانیاں اور نظمیں نہایت دلخوش کن طریقے سے درج کی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۲؍ ایک کاپی کے لئے ۲؍ کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

ملنے کا پتہ۔ مینیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور رام گلی۔

اپنی اصل کو نہ بھولو

سلطان محمود کے پاس ایاز نامی ایک غلام تھا۔ جو بہت عقلمند۔ لائق اور محنتی تھا۔ اسلئے بادشاہ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ اور اسے آئے دن دربار سے انعام ملا کرتے تھے۔ ایاز کا یہ مرتبہ دیکھ کر اور غلام اس سے بہت جلا کرتے۔

ایاز کا دستور تھا کہ دربار میں جانے سے پہلے ہر روز ایاز کوٹھڑی میں جاتا۔ اور کچھ دیر اکیلا وہاں ٹھہرتا۔ پھر کوٹھڑی کو بند کر دیتا اور دربار میں چلا جاتا۔

بادشاہی غلاموں کو جب ایاز کی یہ عادت معلوم ہوئی تو انھوں نے خیال کیا کہ ضرور ایاز نے بادشاہی جواہرات چُرا کر اس کوٹھڑی میں رکھے ہیں۔ اور ہر روز انہیں دیکھنے جاتا ہے۔

یہ خیال اِن کے دلوں میں ایسا جاگزیں (بیٹھا) ہوا کہ انھوں نے موقع پاکر ایک دن سلطان محمود سے اس کا ذکر کر ہی دیا۔

سلطان نے یہ خبر سنتے ہی اپنے وزیر کو حکم دیا کہ اسی وقت ایاز کے مکان پر جاؤ۔ اور اُس کوٹھڑی کو کھلوا کر جو کچھ اُس میں ہو یہاں لے آؤ اور ایاز کو بھی اس کے ساتھ حاضر کرو۔ وزیر جھٹ کچھ سپاہی ساتھ لے کر ایاز کے ہاں گیا۔ کوٹھڑی کھلوائی اُس میں ایک صندوق اور ایک بڑا سا آئینہ رکھا تھا۔ صندوق کو تالا لگا ہوا تھا۔ وزیر یہ دونوں چیزیں اُٹھوا کر دربار میں لے آیا۔ اور ایاز بھی ساتھ ہی حاضر ہوا۔ جب سلطان نے صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ تو ایاز نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ جہاں پناہ اس کو نہ کھلوائیں میرے عیب ڈھکے رہنے دیں۔

سلطان نے کہا۔ نہیں میں اسے ضرور کھلوا کر دیکھوں گا۔ میں نے سُنا ہے کہ تم نے ہمارے جواہرات چُرا کر اس میں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ایاز نے صندوق کی کُنجی وزیر کو دی

وزیر نے صندوق کھولا۔ اندر سے ایک چھوٹی سی گٹھڑی اور ایک ٹوٹی سی لکڑی نکلی۔ گٹھڑی جو کھولی تو اس میں پھٹا ہوا ایک گاڑھے کا کرتا۔ اور ایک میلی سی گزی کی ٹوپی۔ ایک ذلیل سا پاجامہ۔ جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک پرانی سی جوتی کا جوڑا تھا۔

سلطان نے ایاز کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ کیا ہے۔ ایاز نے ہاتھ باندھ کر عرض کی حضور یہ وہی لباس ہے۔ جسے پہنے ہوئے غلام حضور کی غلامی میں داخل ہوا تھا۔

میں نے یہ لباس اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ کہیں عزت پاکر اپنی پہلی حالت کو بھول نہ جاؤں۔ صبح کو جس وقت دربار میں حاضر ہوتا ہوں تو لباس کو پہن کر تھوڑی دیر آئینے کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہوں کہ اپنی اصلی حالت کو نہ بھول جاؤں۔ اور میرے دل میں گھمنڈ نہ آجائے۔

یہ سن کر تمام درباری بے ساختہ کہہ اٹھے۔ ایاز شاباش تم نے غرور سے بچنے کا بہت اچھا ڈھنگ نکالا۔

سلطان محمود ایاز کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنا دوشالہ اتار کر ایاز پر ڈال دیا۔ اور جن غلاموں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ ان کو یہ سزا دی کہ دربار میں ان کا آنا بند کر دیا۔ (ماخوذ) (مسعود احمد خاں ششم (سی))

لطیفہ ایک لڑکا رو رو کر آسمان سر پر اٹھا رہا تھا۔ ایک پیرمرد نے ازراہ شفقت پوچھا۔ بچہ کیوں روتے ہو؟

لڑکا۔ (بسورتے ہوئے) بالمکند میرے انگور چھین کر لے گیا۔

پیرمرد۔ تو پھر کیا ہوا۔ اتنی سی بات پر روتے ہو؟

لڑکا۔ جناب وہ میرے انگور تھے میں خود باغ سے چرا کر لایا تھا +

جونیر ریڈ کراس

حفظانِ صحت کے بارہ قاعدے

(۱) روزانہ غُسل کیا کرو۔ اور کھانے سے پیشتر ناخُن دھویا کرو۔

(۲) روزانہ صبح اور شام دانتوں کو برش سے صاف کرو۔ کھانا کھانے سے پیشتر اور بعد کھانے کے صاف پانی سے کلی کرو جس سے مُنہ کا اندرونی حصہ خاص کر دانت صاف ہو جائیں اور خوراک کا کوئی حصہ مُنہ میں باقی نہ رہے۔

(۳) روزانہ کھیل کے لئے باہر جانا چاہئیے۔

(۴) تازہ پھل اور میوہ جات جی بھر کر کھاؤ۔ کھانا مُنہ میں اچھی طرح سے چبایا کرو۔

(۵) روزانہ کھڑکیاں کھُلے رکھ کر حسب ضرورت نیند کرنا اور ناک سے دم لینا چاہئیے۔

(۶) روزانہ علی الصّباح کو چاہئیے حاجات ضروریہ سے فارغ ہونا۔

(۷) کھانے کے درمیان تازہ دُودھ پیو۔ کھانے کے بعد اور دو کھانوں کے درمیان صاف پانی پینا چاہئیے۔

(۸) بیٹھتے یا اُٹھتے وقت جسم سیدھا رکھنا چاہئیے

(۹) ہر جگہ بار بار مت تھوکو۔

(۱۰) کھانستے چھینکتے یا ناک صاف کرتے وقت دستی یا کاغذ کا استعمال کرنا چاہئیے۔

(۱۱) ہر تین سال کے بعد ٹیکہ کرا لینا چاہئیے۔

(۱۲) ماہوار اپنا وزن کر لینا چاہئیے اور سال بھر میں دو بار قد ناپ لینا چاہئیے اور اُن کی باقاعدہ یادداشت رکھنی چاہئیے۔

شیخ اے ایم منڈا سیکنڈ ٹیچر۔ باگلکوٹ۔

لطیفہ ایک زمیندار نے لڑکوں کو فٹ بال کھیلتے دیکھا تو بڑی حیرت سے کہنے لگا۔ واہ رے انگریزا! تُو نے تو گھنڈوں کو بھی ہوا میں اُچھال دیا۔ (دھنی رام شرما)

لالچ

(۱)

ننھو ابھی کمسن ہی تھا کہ اُس کا والد اس جہانِ فانی سے رحلت (فوت) کر گیا۔ اب بچارے ننھو کو بہت مشکل درپیش آئی۔ چونکہ گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا اور جو تھا وہ پہلے ہی بوڑھے باپ کی بیماری پر خرچ ہو چکا تھا۔ زمین تھی وہ بھی قرضخواہ ساہوکار کی نذر ہو چکی تھی۔ لیکن پھر بھی اس لالچی ساہوکار کا دل نہ بھرا۔ ننھو کی جو اس وقت حالت تھی وہ نہایت ہی قابلِ رحم تھی۔ گھر کے تمام برتن ایک ایک کر کے بک گئے تھے صرف اس کے پاس ایک گائے باقی رہ گئی جو اُس کو بہت پیاری تھی جب اس کے پاس کچھ نہ رہا تو لاچار گائے کو بھی فروخت کرنے کے لئے چل پڑا۔ ابھی وہ آدھے راستے میں ہی تھا کہ ایک بوڑھا جو کہ دیکھنے میں خدا پرست معلوم ہوتا تھا۔ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور ننھو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ بیٹا تم اس گائے کو کہاں لئے جا رہے ہو۔ ننھو نے اپنی تمام سرگزشت سُنا دی۔ بوڑھے نے اپنی بغل سے ایک بوتل نکال کر اس کو دی اور کہا بیٹا اس گائے کو واپس اپنے گھر جا کر باندھ دو۔ اور یہ بوتل اپنے ہمراہ لیتے جاؤ۔ اس کی خاصیت یہ ہے۔ کہ چونکا کی ہوئی جگہ پر اس کو اوندھا رکھ دینا۔ اور بوتل کو اپنا کام کرنے کے لئے حکم کرنا۔

یہ کہہ کر خدا پرست بوڑھا وہاں سے غائب ہو گیا۔

(۲)

دوسرے روز صبح ہی خوشی خوشی ننھو نے اپنے گھر ایک جگہ چونکا دیکر بوتل کو اوندھا رکھ دیا اور بوتل کو اس خدا پرست بوڑھے کے کہنے کے موافق حکم کیا۔ "بوتل اپنا کام کر" اور خود قدرت الٰہی کا ملاحظہ کرنے لگا۔

حکم پاتے ہی بوتل میں سے دو خوبصورت نوجوان اپنے ہاتھوں میں سونے چاندی کے تھالوں میں قسم قسم کی مٹھائی و دیگر لذیذ طعام وغیرہ اُٹھائے ہوئے نکلے اور اس جگہ رکھ کر بوتل میں غائب ہو گئے۔ نتھو یہ دیکھ کر جامے میں پھولا نہ سمایا۔ جلدی اِن تھالوں کو اُٹھا کر اپنے بچوں میں تقسیم کر کے خود بھی چونکہ کئی روز سے بھوکا تھا پیٹ بھر کر کھایا . . . . . بوجہ اس بوتل کے نتھو اب ایک امیرانہ حیثیت میں تھا۔ اور اپنا گزارہ بخوبی چلا سکتا تھا۔ اس کے محلہ داروں نے خیال کیا کہ کچھ دن ہوئے کہ نتھو کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ لیکن اب یہ کیونکہ ایسا امیرانہ گذارہ چلا رہا ہے جو کہ ہم بھی نہیں رکھتے۔ اس لئے نتھو پر حسد کی نظر کرتے ہوئے اس کے لالچی ساہوکار کے پاس جا کر چہ میگوئیاں کرنی شروع کر دیں۔ جب اس نے نتھو کا یہ حال سُنا تو جھٹ اُسی وقت اپنی لمبی چھڑی اُٹھاتے ہوئے اس کے دروازے پر آموجود ہُوا۔ اور بچارے نتھو کو خُوب ڈپٹ کر بولا۔ سچ بتا کیا ماجرا ہے۔ نہیں تو ابھی تیری ایسی گت بناؤنگا کہ تو یاد رکھے گا۔

نتھو نے ڈرتے ہوئے تمام ماجرا جو کہ بوتل کا تھا کہہ سُنایا۔ اور بوتل کو حاضر کر دیا۔ لالچی ساہوکار نے اس بوتل کو اپنی گرفت میں لے کر اور اس ترکیب سے آشنا ہو کر گھر کا راستہ لیا۔ اور نتھو بچارے کو وہیں افسردہ کھڑا رہنے دیا۔ (اور داس)

(۳)

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ نتھو ان تھالوں وغیرہ کو فروخت کرتے ہوئے اپنا گزارہ چلاتا رہا لیکن آخر کار کہاں تک۔ اِس طرح پھر ناامیدی اس کے سر پر آموجود ہوئی۔ اور اس کے تمام برتن وغیرہ یکے بعد دیگرے فروخت ہو گئے۔ یہاں تک کہ پھر وہی گائے اس کے پاس باقی رہ گئی۔ اس طرح پھر وہ اس گائے کے فروخت کرنے کا مصمم ارادہ کرتے ہوئے گھر سے چل پڑا رستے میں اسی جگہ پھر وہی خدا پرست بوڑھا ملا۔ اور نتھو سے پوچھا۔ بیٹا اب تم کس لئے

اس گائے کو لئے جا رہے ہو۔ نتھو نے اپنی آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے ہوئے تمام سرگزشت جو کہ اس لالچی ساہوکار کے ہاتھوں گزری تھی کہہ سُنائی۔ اس پر اس خدا پرست بوڑھے نے ایک اور اسی طرح کی بوتل اپنی بغل میں سے نکال کر اس کو دی اور کہا کہ اس کی خاصیت کو اسی طرح سے حکم کرتے ہوئے اس لالچی ساہوکار کے گھر آزمانا اور خود پھر اس جگہ سے غائب ہوگیا۔

نتھو اس بوتل کو اس خدا پرست بوڑھے کے کہنے کے بموجب اُس لالچی ساہوکار کے پاس لے گیا۔

لالچی ساہوکار نے مفت میں اس بوتل کو اپنی گرفت میں آتے دیکھ کر اپنے لالچ میں آکر اس کو بھی حاصل کرنا چاہا۔ اور نتھو کو اس بوتل کے آزمانے کے لئے کہا۔

جونہی نتھو نے بوتل کو حکم کیا۔ حکم پاتے ہی بوتل میں سے دو قوی ہیکل نوجوان اپنے ہاتھوں میں ڈنڈے اُٹھائے ہوئے نکلے اور اس لالچی کی طرف لپک کر اس کو خوب پیٹنا شروع کر دیا۔ لالچی ساہوکار نے ان کی مار سے آہ وزاری شروع کر دی جس کو سُنکر اس کے کئی نوکر دوڑے ہوئے آئے۔ لیکن ان بہادر نوجوانوں نے ان نوکروں کو بھی اس لالچی کی طرح پیٹنا شروع کر دیا جب ہر طرح سے اس لالچی پر ناامیدی چھاگئی تو آخر کار وہ نتھو کے قدموں پر گر پڑا۔ نتھو کو اس پر رحم آگیا۔ اور ان نوجوانوں کو واپس بوتل میں داخل ہونے کا اشارہ کر دیا۔ حکم پاتے ہی وہ نوجوان بوتل میں غائب ہوگئے۔ ساہوکار نے شرمندہ ہوتے ہوئے پہلی بوتل اُسے واپس کر دی اور اُس کا قرضہ معاف کر دیا اور پھر آگے کو لالچ کا نام نہ لیا۔ "یہ ہے لالچ کا انعام"۔

(محمد صدیق درجہ نہم ہائی سکول بسی پٹھاناں)

لطیفہ

عورت۔ آج کلاک دیوار سے نیچے گر پڑا۔ اگر ایک دو منٹ پہلے ہی گر جاتا تو میری اماں جان کا سر پھٹ جاتا۔

مرد۔ میں تم سے ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ یہ کلاک بہت سُست ہے۔

نیک اور سعادت مند ہیں وُہ

(۱) جو تکالیف و مصائب میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور خدا کے وفادار اور طاعت گذار بندے بن کے دکھاتے ہیں

(۲) جو والدین کی خدمت سے سعادتِ دارین حاصل کرتے ہیں۔

(۳) جو بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اپنا فرضِ عین سمجھتے ہیں۔

(۴) جو ہر دُکھی دل سے ہمدردی رکھتے اور ہر مصیبت زدہ کی امداد کرتے ہیں۔

(۵) جو ہر ایک سے حلم تواضع اور انکساری سے پیش آتے ہیں۔

(۶) جو مذہبی تعصب کے بغیر سب کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔

(۷) جو بھول کر بھی ایسی بات نہیں کرتے جس سے کسی کا دل دُکھے۔

(۸) جو خطاوار کی خطا بڑی خندہ پیشانی سے معاف کر دیتے ہیں۔

(۹) جو اپنی غلطی تسلیم کر سکتے ہیں اپنے عیوب خود دیکھ سکتے ہیں اور حتی الوسع اِن کی اصلاح میں کوشاں رہتے ہیں

(۱۰) جن کی صحبت نیکوں سے ہو اور جن کو سعادت مند اور نیک لوگ نیک کہیں۔

(ایم۔ ڈی خاں لائبریرین سنٹرل ماڈل سکول الہ آباد)

لطیفے

(۱) **بیوی** - ہائے! ہائے! بچھو؟ بچھو!

شوہر - کہاں؟ کہاں؟

بیوی - یہاں بچھونے پر ہے۔ بچے کو ڈرتا ہے۔ جلد ہشیار ہو جاؤ۔

شوہر - دوڑ۔ دوڑ۔ راستے پر اگر کوئی مرد ہو تو جلد بلا لاؤ۔

بیوی - پھر تم کون؟

شوہر - ہائے میں بھول گیا۔

(۲) **دُلہن** - (بگڑ کر) تم مجھے نئے کپڑے بنوا کر نہیں دو گے تو میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں گی؟

دُلہا - بہت ٹھیک! جب واپس آؤ تو اپنے ماں باپ سے میرے لئے بھی ایک عمدہ کوٹ کا کپڑا لیتی آنا۔

(۳) ٹوکری میں مٹھائی رکھی تھی۔ ماں نے بچے سے کہا تم اس ٹوکری کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس میں چوہے بھرے ہوئے ہیں؟ تھوڑی دیر بعد ماں نے دیکھا بچہ مٹھائی کھا رہا ہے۔ اس نے پُوچھا تم کیا کر رہے ہو؟ جواب ملا۔ امّاں جان (میں) چوہوں کو [illegible]

([illegible])

کسورِ عام کا ایک حل عملی لباس میں

بچو! بتاؤ کہ اُس ذخیرہ کو یا اُس جماؤ کو یا اُس گروہ کو جہاں ایک ہی ذات کے بہت سے آدمی کام کرتے ہوں کیا کہتے ہیں؟-

سنو! جس جگہ ایک ہی ذات کے کئی آدمی ہوتے ہیں۔ اس کو خاندان یا گھرانا کہتے ہیں۔ جس طرح تم علیحدہ علیحدہ خاندان یا گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔ اسی طرح تمہارے حساب میں بھی علیحدہ علیحدہ خاندان یا گھرانے ہیں۔ تم نے مدرسہ میں جمع۔ تفریق۔ ضرب اور تقسیم کا عمل سیکھا ہے۔ یہ اصل میں علیحدہ علیحدہ خاندان یا گھرانے ہیں۔ جو اپنا اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ اور اسی طرح تم نے اجزاء ضربی۔ عادِ اعظم اور ذو اضعاف اقل وغیرہ قاعدے سیکھے ہیں۔ آج تمہیں اُس خاندان کا حال بتائینگے جس کو کسورِ عام کہتے ہیں۔

سوال ۱! $2\frac{1}{12} + 2\frac{1}{2} \times 1\frac{1}{2} \div 2\frac{2}{5}$ کا $\frac{25}{48}$ کو مختصر کرو۔

اب یہ تو معلوم ہی ہو چکا کہ کسر ایک خاندان ہے۔ جب کسر خاندان ہے تو اس میں متفقہ طور پر چند آدمی کام کرتے ہونگے۔ یاد رکھو کہ اس خاندان میں پانچ آدمی متفقہ طور پر کام کرتے ہیں جن کو جمع یا مثبت + منفی یا تفریق۔ ضرب ×۔ تقسیم ÷۔ مضاف "یا کا" کہتے ہیں۔ ان کی صرف علامات ہوتی ہیں۔

اب سنو ایک دن کا ذکر ہے کہ جب یہ لوگ (پانچوں علامات) اکٹھے جمع ہوکر اپنے کام کی انجام دہی کے لئے نکلے تو یہ بات پیش کی گئی کہ سب سے آگے کون ہوگا یا یہ سالار بنکر جھنڈا کون بلند کریگا۔

یہ سُنکر سب ہی تو سپٹائے۔ اور ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ اور بعض جو زیادہ غصیلے تھے ناک بھوں سکیڑ کر الگ کھڑے ہو گئے اور چند ایسے تھے جو اپنا سر پکڑ کر زمین پر کاہل بیل کی طرح بیٹھ گئے مگر صرف چند ہی ایسے نکلے جنھوں نے مستقل مزاجی سے کام لیا۔ القصہ جد وجہد کے بعد یہ طے پایا کہ آج تو بلا کام کئے ہوئے مکان واپس چلیں۔ اور ایک پنچائت بلائی جائے جو ہمارے اس مسئلے کو طے کرے۔

چنانچہ وہ پانچوں بھائی مکان پر واپس آکر ایک منادی گر کو بلاتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ جاؤ اور شہر میں یہ اعلان کردو کہ آج ۸ بجے ہمارے خاندان کے فیصلے کا جلسہ منعقد ہوگا سب لوگ تشریف لائیں۔ الغرض وہ جاتا ہے اور شہر کے ایک چوراہے میں کھڑا ہوکر اپنی ڈگی پر تین چوب ڈھن۔ ڈھن ڈھن لگاتا ہے اور باآواز بلند یوں کہتا ہے۔ خلق۔ خُدا کی۔ ملک۔ بادشاہ کا۔

بھئی۔ ہر شخص کو۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ آج ۸ بجے احاطہ ریاضی میں پنچائت ہوگی جس میں کسر کے خاندان کا فیصلہ ہوگا سب لوگ تشریف لائیں۔

بہر حال حسب دستور شہر کے تمام لوگ وقت مقررہ پر جمع ہوئے۔ ایک سرپنچ کی تحریک ہوئی کرسئی صدارت پر سرپنچ صاحب رونق افروز ہوئے۔

سرپنچ یعنی صدر مجلس۔ (مجلس سے مخاطب ہوکر) بھائیو! یہ بتاؤ کہ ان پانچوں آدمیوں میں سب سے پہلے کون پیدا ہوا۔ حاضرین مجلس۔ جمع (+)

صدر مجلس۔ جب اس خاندان میں (+) سب سے پہلے پیدا ہوا تو قانوناً اُس کو آگے بڑھ کر اپنے کام کو انجام دینا چاہئے۔

صدر مجلس کا یہ حکم سنکر جمع (+) کے ہوش اُڑ جاتے ہیں تھر تھر کانپنے لگتا ہے اور دہائی دہائی کہتا ہوا صدر مجلس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے۔ جمع۔ حضور انور! خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ کا فرمان بالکل بجا اور درست ہے۔ بے شک میں اپنے گھرانے کا پہلا چراغ ہوں اور حقیقتاً مجھے ہی یہ بوجھ بھی اُٹھانا چاہئے۔ مگر بندہ نواز مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں قدرتاً بزدل واقع ہوا ہوں یہ بار گران میرے سنبھالے نہ سنبھلیگا۔

صدر مجلس۔ اچھا تمہاری منت اور سماجت پر تم کو آگے چلنے سے باز رکھتا ہوں۔ اب بتاؤ کہ جمع کے بعد کون صاحب اس حسابی دُنیا میں تشریف لائے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تفریق (-) تفریق کا یہ سننا تھا۔ کہ رونگٹے کھڑے ہو گئے دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ بچت کی کونسی ترکیب نکالوں اور اس بلا سے نجات پاؤں۔ آخر کار مجبور ہوکر صدر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضور! بے شک میرا ہی نمبر ہے مگر اتنا کہہ دینا لازم سمجھتا ہوں کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں جبکہ تمام لوگ بھاگ رہے تھے۔ اُس وقت بھگدڑ کے وقت سب کے پیچھے میں بھی تھا۔ ہزاروں آدمی اور لاتعداد گولیاں مجھے پار کرتی ہوئی زن زن نکل گئیں مگر خوش نصیبی تھی کہ میں زندہ بچ گیا۔ اُسی وقت سے میری ہمت پست ہو گئی میرا دل کمزور ہو گیا اب اس قابل نہیں رہا کہ کسی مہم میں جاکر نام پاؤں۔ لہٰذا اُمید کرتا ہوں کہ مجھے بھی معاف فرمائینگے۔

صدر مجلس نے اُسے بھی رہا کیا اب ضرب کی باری آئی اُس نے بھی اسی طرح خوشامد کرکے چھٹکارا حاصل کیا۔ اور تقسیم تو بڑا چالاک تھا اُس نے پہلے ہی سے اپنی بیماری کا سارٹیفکیٹ کسی ڈاکٹر کو فیس دیکر حاصل کرلی تھی جس کی بنا پر اہل مجلس نے اُسے بھی معاف کر دیا۔

خاندان کا ٹمٹماتا ہوا چراغ "کا" مضاف - رہ گیا بیچارے نے جب یہ دیکھا کہ اُس کے تمام بھائیوں نے پیٹھ دکھائی تو سوچنے لگا کہ اگر میں بھی اِنکار کرتا ہوں تو خاندان کا ستیا ناس ہو جائیگا۔ ہم لوگ تینوں بیٹھیر ہو جائینگے جو چاہیگا ہم کو الگ الگ دیکھکر اپنا ہاتھ صاف کریگا۔ اس لیئے خاندان کی لاج اب میرے ہی ہاتھوں ہے - چلو دیکھا جائیگا۔ بسم اللہ کہہ کر مجلس کے سامنے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اِس خاندان کا سردار میں ہونگا اور ہر حالت میں میں آگے کام کرنے پر رضامند ہوں۔

"کا" مضاف کی اِس دلیری پر حاضرین مجلس نے آفریں آفریں کا نعرہ بلند کیا اور اس طرح متفقہ طور پہ یہ طے پایا کہ اِن پانچوں آدمیوں کے یکجا کام کرنے پر سب سے پہلے "کا" آگے رہیگا۔ اب یہ سوال رہ گیا کہ "کا" کے بعد وارث ترکہ کون ہوگا۔ تقسیم نے بخوشی منظور کر لیا۔ اور تقسیم کے ترکہ پر ضرب اور بعد جمع اور باقی کا وارث ہونا قرار پایا صدر مجلس نے حسب ذیل تجویز سُنائی۔

پہلے "کا" پھر "تقسیم" پھر "ضرب" سے کام پھر "مثبت" "منفی" کریں پھر چنداں کا کام مجلس برخاست۔

بچو! مندرجہ بالا مسلسل تقریر سے تو غالباً ایسے کسور کا جسمیں پانچ علامتیں ساتھ ہونگی حل کرنا معلوم ہو گیا ہو گا مگر میں ذیل میں تمہارے اِس سوال کو حل بھی کئے دیتا ہوں جس سے عمل پختہ ہو جائے - اور ذہن نشین کر لو تا کہ آئندہ غلطی نہ ہو۔

$3\frac{1}{12} + 4\frac{1}{2} \times 1\frac{1}{2} \div 6\frac{2}{5}$ کا $\frac{25}{48}$ کو مختصر کرو۔ $= 3\frac{1}{12} + \frac{9}{2} \times \frac{3}{2} \div \frac{32}{5} \times \frac{25}{48} = \frac{1}{2}$

(فرحت بخش شیخ گونڈوی صدر مدرس مدرسہ نجم الاسلام - پیمبڑی)

بچّوں کا دِل بہلاوا

گمشدہ قیمتی حرف

انعام

۱	ب - یائے - آ - ر
۲	ل - ز - آ
۳	ل - آ - ل
۴	یائے - ل - آ
۵	ش - آ - ر

میرے پاس مندرجہ ذیل پانچ خانے ہیں ان میں نمکمل الفاظ کے حروف بالترتیب درج ہیں۔ ان کے علاوہ میرے پاس ایک اور حرف تھا جس کو ذیل کے ہر خانے میں کسی نہ کسی جگہ رکھ کر مکمل اور بامعنی الفاظ بنا لیا کرتا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ حرف گم ہو گیا ہے - جو صاحب تلاش کر کے بھیجینگے - اور ہر خانے میں درج کر کے مکمل الفاظ بنا دینگے - **اُن کو**

پہلا انعام "ٹائم پیس قیمت ۵ روپے - **دوسرا انعام** - گلدستہ اطفال ایک سال - **تیسرا انعام** - گلدستہ اطفال چھ ماہ -

نوٹ:- انعام بذریعہ قرعہ اندازی صرف تین شخصوں کو دیا جائیگا - صرف ایک حل صحیح آنے کی صورت میں تینوں انعام ایک شخص کو دیئے جائینگے - یکم اپریل سے پہلے حل پہنچ جانا چاہیئے تا کہ یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو انعام کا فیصلہ کر دیا جائے -

تمام حل ابوالانشا حبیب حشری ہائی سکول سمرالہ ضلع لدھیانہ کے پتہ پر ارسال فرمائیں - انعام ان کے پاس رکھ دیا گیا ہے -

[illegible] پرنٹر پبلشر باہتمام [illegible] داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پرنٹر ایڈیٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

جادُو کا کمرہ

(چھوٹے بچوّں کے واسطے کہانی)

کسی زمانہ میں ایک جادوگر تھا۔ جو ایک غریب فقیر کے بھیس میں رہا کرتا تھا۔ اور اپنے جادُو کے زور سے خوبصُورت لڑکیوں کو غائب کیا کرتا تھا۔

ایک دن اِس مکار فقیر نے ایک آدمی کے یہاں جس کی تین لڑکیاں تھیں صدا دی۔ سب سے بڑی لڑکی خیرات لے کر آئی۔ فقیر نے اس لڑکی کو اپنی جادُو کی جھولی میں بند کر لیا اور چلتا بنا۔ اِس جادُوگر کا مکان ایک گھنے جنگل میں تھا۔ مکان کیا تھا ایک چھوٹا سا خوشنما محل تھا۔ جب لڑکی کو فقیر کے محل میں رہتے ہوئے عرصہ ہو گیا تو ایک دن اِس فقیر نے لڑکی سے کہا کہ یہ کنجیاں اور انڈا اپنے پاس رکھو میں ذرا سفر کو جاتا ہُوں تم مکان کے سب کمرے کھولنا مگر بیچ والا کمرہ نہ کھولنا یہ کہکر وُہ فقیر دوسرا شکار پھانسنے کو چل دیا۔

جوں ہی جادوگر نے پیٹھ پھیری اِس لڑکی نے محل کے کمرے کھول کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اِس کا جی چاہنے لگا کہ وُہ بیچ کا کمرہ بھی کھول کر دیکھے۔ چنانچہ اُس نے اُسے بھی ہمت کر کے کھولا۔ جب وُہ اندر داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہے کہ بہت سی خوبصُورت خوبصُورت لڑکیاں وہاں قید ہیں مگر سب بے ہوش یہ نظارہ دیکھکر وُہ لڑکی گھبرا گئی اور جلدی سے باہر نکل آئی۔ گھبراہٹ میں انڈا اُس کے ہاتھ سے چھُوٹ کر گر پڑا۔ پھوٹا تو نہیں مگر پچک گیا۔

کچھُ دنوں کے بعد جب جادُوگر واپس آیا تو اُس نے لڑکی سے انڈا اور چابی واپس مانگی۔ انڈا چونکہ پچک گیا تھا اِس واسطے جادُوگر سمجھ گیا کہ یہ لڑکی ضرور بیچ والے کمرے میں گئی تھی۔ اِس واسطے اُس نے اِس لڑکی کو بھی پکڑ کر اُسی کمرے میں بند کر دیا۔

اب کی بار جادُوگر اس لڑکی کی دوسری بہن کو پکڑ لایا اور اسی طرح اُسے بھی اِسی بیچ والے کمرے میں بند کر دیا۔

اب آخری اور چھوٹی لڑکی کی باری تھی۔ جادُوگر اُسے بھی پکڑ لایا مگر یہ لڑکی بہت چالاک تھی۔ جب اوروں کی طرح جادُوگر اُسے بھی انڈا اور کنجی دے گیا تو اُس نے انڈا تو بڑی حفاظت سے طاق پر رکھ دیا اور کنجی سے کمرے کھول کر دیکھنے لگی۔ اِسی طرح بیچ کے جادُو کے کمرے میں بھی گئی۔ وہاں اُس نے بہت سی لڑکیاں بے ہوش دیکھیں جن میں اس کی دو بہنیں بھی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وُہ دروازہ بند کر کے چلی آئی۔ جب جادُوگر واپس آیا تو انڈے کو صحیح سلامت دیکھ کر بہُت خوش ہُوا۔ اور بولا کہ خوب تم امتحان میں پوری اُتریں اب میں تم سے شادی کرونگا۔ چنانچہ جادُوگر نے اِس لڑکی سے شادی کر لی۔ ایک دن اس لڑکی نے جادُوگر سے پوچھا کہ بتاؤ یہ انڈا کس کام کا ہے۔ جادُوگر بولا کہ جانِ من اِس انڈے میں میری جان ہے۔ اگر یہ پھوٹ جائے تو میرا سَر بھی پاش پاش ہو جائیگا۔ ذرا اِس کا خیال رکھنا۔ ایک دن جبکہ جادُوگر باہر گیا ہُوا تھا۔ اِس لڑکی نے انڈے کو بہت زور سے فرش پر دے مارا۔ جوں ہی انڈا پھوٹا ایک بہت دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور لڑکی بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ وہ تمام مقید لڑکیاں اُس کے چاروں طرف کھڑی ہوئی ہیں۔ اُنہی میں اُس کی دونو بہنیں بھی ہیں اب جادوگر مر چکا تھا اور لڑکیاں آزاد تھیں۔

(محمد مدنی عباسی جبلپور)

بچّوں کا دل بہلاوا

معمّا انعامی جو اپریل نمبر کے لئے مخصوص تھا وہ رسالہ اپریل کے ساتھ بوجہ وزن زیادہ ہونے کے شامل نہیں ہو سکا تھا۔ لہذا گلدستہ اطفال اپریل نمبر اب مئی نمبر کے ساتھ چسپان کیا جا رہا ہے۔ معیاد میں ایک ماہ اور بڑھا لیا جائے۔ گویا جواب یکم مئی تک بھیجے جا سکتے ہیں۔

(مینیجر)

موتی

(از پنڈت دھنی رام شرما طالب علم جماعت نہم)

کرم چند نام کا ایک زمیندار ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ وہ بہت سی جائداد کا مالک تھا۔ نوکر چاکر ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے۔ اقبال اُس کی ڈیوڑھی کا ادنےٰ غلام تھا۔ عزت و توقیر ہر وقت ہاتھ باندھے حاضر رہتے۔ مطلب کیا کہ اُس کی شان اگر راجاؤں سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہ تھی۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ "دَورِ زماں کسی کو بھی چین لینے نہیں دیتا"۔ کرم چند کے دو (۲) بیٹے تھے ایک بیچارا نمونیا میں مبتلا ہو کر راہئے مُلکِ بقا ہُوا۔ دوسرے کی شادی ایک مغرور اور ضدی عورت سے ہوئی تھی۔ چنانچہ اُس کے کہنے پر وُہ اپنا حصّہ لے کر کسی دُور کے مُلک میں چلا گیا۔ کرم چند کی عورت پہلے ہی رحلت کر چکی تھی۔ اب اگر اِس مصیبت میں کرم چند کا کوئی ساتھی تھا تو صرف اس کا "کتا موتی" ہی تھا۔ جسے اُس نے اپنے زمانۂ تعلیم سے گھر میں پالا تھا۔

"مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی"۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی تمام جائداد ختم ہو گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نان شبینہ کا محتاج ہو گیا۔ اب اِس کے سِوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ باہر جا کر کہیں نوکری کرے۔ چنانچہ گھر کو مقفل کیا اور ایک طرف کی راہ لی۔ لیکن "موتی اب بھی ساتھ تھا"

"جہاں چاہ وہاں راہ" ایک بڑے شہر میں پہنچ کر کرم چند کو ایک امیر کے گھر نوکری مِل گئی۔ موتی رات دن اُس کے ساتھ رہتا۔ کرم چند بھی اُس کا دلدادہ تھا۔ پل بھر کی جدائی اُسے گوارا نہ تھی۔ چنانچہ رات کو بھی موتی اُسی کے کمرے میں سویا کرتا۔

کتے کی عادت کو کون نہیں جانتا۔ امیر آدمی کے گھر والے ابھی تک اُس کے لئے ناواقف تھے

چنانچہ ایک دن ایک چھوٹے سے بچے نے موتی کو کان سے پکڑ کر کھینچنا شروع کیا۔ پہلے تو موتی تکلیف برداشت کرتا رہا۔ لیکن جب یہ ناقابلِ برداشت ہو گئی تو غصے میں آکر بچے کو کاٹ کھایا۔

آہ! کتا۔ اور کتا بھی ایک غریب آدمی کا امیر اِس بات کو گوارا نہ کریگا کہ نوکر کا کتا اِس قسم کی حرکت کرے۔ اُس کو بے حد غصہ آیا بچے کا رونا سونے پر سہاگے کا کام کر رہا تھا۔ چنانچہ کرم چند کو حکم دیا کہ موتی کو ہمارے سامنے شوٹ کر دو۔

کیا کسی کا دل ہے کہ اپنے عمر بھر کے ساتھی کو اپنے ہاتھ سے مار دے؟ دولت گئی عورت گئی۔ بیٹے گئے۔ لیکن صرف موتی ہی تھا جو اَب تک مصیبت کے وقت بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اُس نے موتی کو جو اُس کے بستر پر بیٹھا ہُوا تھا۔ نظر بھر کر دیکھا۔ اور پھر امیر کے سامنے کچھ گڑگڑا کر عرض کرنی چاہی۔ لیکن وہاں کون سُنتا تھا؟

حکمِ حاکم مرگِ مفاجات"۔ کرم چند نے موتی کو بلایا۔ جھٹ سے دُم ہلاتا ہُوا موتی حاضر ہو گیا۔ اور اُس کے پاؤں میں اِس طرح کلیلیں کرنے لگا۔ گویا ایک چھوٹا سا بچہ کھیل رہا ہو۔ کرم چند کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن کیا کر سکتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے فائر کیا۔ صرف آواز کے ساتھ ایک چیخ سُنائی دی!!! افسوس! وُہ موتی جو گھڑی بھر پہلے کھیل کر رہا تھا۔ زمین پر گہری نیند سو چکا تھا کرم چند ایک منٹ تک بےحس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر ایک خوفناک قہقہے کی آواز سُنائی دی۔ جس نے آسمان پر گھرے ہوئے بادلوں کے دلوں میں آگ لگا دی۔

دوسرے دن کرم چند اپنے خُون آلودہ موتی کے ساتھ بستر پر مُردہ پایا گیا۔

*

لطیفہ

لڑکا:۔ (حکیم سے) حکیم صاحب مجھے وُہ گولیاں دیجئے جو کہ کل آپ نے پتاجی کو دی تھیں۔

حکیم:۔ کیا اُن کو گولیوں سے آرام ہے؟

لڑکا:۔ اِس کا تو مجھے علم نہیں۔ البتہ آج کل میں نے ہوائی بندوق خریدی ہوئی ہے۔ جس کے لئے آپ کی وُہ گولیاں بہت خُوب کام دیتی ہیں۔

(دھنی رام شرما)

رہنمائے جغرافیہ

حل پرچہ جغرافیہ امتحان ورنیکلر فائنل ۱۹۳۵ء

(از قلم پنڈت دونی چند صاحب باقر سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول مور تھل ضلع روہتک)

(۱) زمین کی شکل کیسی ہے؟ اپنے جواب کو دو دلیلیں دیکر ثابت کرو۔ خط استوا۔ قطب شمالی۔ قطب جنوبی کی بابت تم کیا جانتے ہو؟ مختصر نوٹ لکھو۔

زمین کی شکل کے بارے میں جغرافیہ والوں نے خیال فرمایا ہے۔ کہ زمین کی شکل نارنگی کی طرح گول ہے جس کے دونوں سرے چپٹے ہوتے ہیں۔

گولائی کے ثبوت۔

(ا) جب ہم کسی ہموار میدان میں کھڑے ہو کر کسی درخت کو دیکھتے ہیں۔ تو سب سے پہلے اُس کی چوٹی نظر آتی ہے۔ اور جوں جوں اس کے نزدیک جاتے ہیں۔ تو اس کا تنا نظر آتا ہے۔ پہلے اس کا تنا زمین کی گولائی میں چھپا ہُوا تھا۔ جو نظر نہیں آتا تھا۔ نزدیک جانے سے تمام درخت دکھائی دینے لگا۔

(ب) جب کسی سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر کسی آتے ہوئے جہاز کو دیکھیں۔ تو پہلے اس کی چوٹی نظر آئیگی۔ جوں جوں جہاز ساحل پر آتا جائیگا تو تمام جہاز دکھائی دینے لگ جائیگا۔

(ج) سورج اور چاند گرہن کے وقت زمین کا سایہ گول پڑتا ہے۔ اور گول سایہ گول چیز کا ہوتا ہے۔ اس لئے زمین کا سایہ بھی گول ہُوا۔

(د) اگر ہم کسی مقام سے سیر کو چلیں۔ تو سیر کرتے کرتے واپس اسی جگہ پر آجاتے ہیں۔ جہاں سے کہ چلے تھے پس مندرجہ بالا ثبوت سے ثابت ہُوا۔ کہ زمین گول ہے۔

خط استوا۔ وہ فرضی خط ہے۔ جو زمین کے بیچوں بیچ قطب شمالی اور قطب جنوبی سے برابر فاصلے پر کھینچا گیا ہے۔ اس پر سورج کی شعاعیں عموداً پڑتی ہیں۔ گرمی شدت کی ہوتی ہے۔ اور بارش خوب ہوتی ہے۔ یہاں گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

قطب شمالی۔ یہ حصہ زمین کا اوپر کا سرا ہوتا ہے۔ یہ نیچے کو جھکا ہُوا ہوتا ہے۔ یہ بحر منجمد شمالی کے نزدیک ہونے کے سبب سے منجمد رہتا ہے۔ اس میں سخت سردی پڑتی ہے۔ اس میں کچھ پیداوار نہیں ہوتی۔ آب و ہوا سرد ہے۔

قطب جنوبی - یہ زمین کا جنوبی سرا ہوتا ہے - یہ بھی پچکا ہُوا ہوتا ہے - یہ بحیرہ منجمد جنوبی کے نزدیک ہے یہ بھی منجمد رہتا ہے - آب وہوا نہایت سرد ہے - پیداوار بالکل نہیں ہوتی -

نوٹ - یہ زمین کے شمالی اور جنوبی سرے ہیں - جو سال کے ۹ مہینے منجمد رہتے ہیں - اسمیں کائی اور گھاس پیدا ہوتی ہے جو رینڈیر جانور کی خوراک ہے

(۲) کراچی سے رنگون تک کا سفر بذریعہ جہاز ....

کراچی - کراچی سے جہاز میں سوار ہو کر سب سے پہلے بندرگاہ سُورت آتی ہے - مگر یہ بندرگاہ بے رونق ہوگئی ہے -

بمبئی - یہ بندرگاہ رونق پر ہے - اس بندرگاہ سے برار کے علاقہ کی روئی باہر جاتی ہے اور کارخانے سوتی کپڑا بننے کے پائے جاتے ہیں

مدراس - اس کے بعد جہاز کولمبو ہوتا ہُوا مدراس پہنچتا ہے - جو مشرقی کنارے کی مشہور بندرگاہ ہے - احاطہ مدراس کے علاقہ کی پیداوار چاول و تمباکو باہر جاتا ہے -

کلکتہ - یہ صوبہ بنگال کی دریائے ہگلی کے کنارے بندرگاہ ہے - پہلے یہ بندرگاہ رونق پر تھی - اب اسکی رونق کم ہوگئی ہے پہلے یہ ہندوستان کا دارالخلافہ تھا - لیکن اب دہلی ہونے کے سبب رونق کم ہوگئی ہے اس بندرگاہ سے صوبہ بنگال کی پیداوار سن اور سن کی بوریاں اور چاول باہر جاتے ہیں -

رنگون - ہمارا جہاز آخر میں اس بندرگاہ پر قیام کریگا - جو رنگون بندرگاہ کے نام سے مشہور ہے اور صوبہ برہما کی بندرگاہ ہے - دریائے ایراوتی کے دہانے پر واقع ہے - اس بندرگاہ سے برہما کا چاول ساگون کی لکڑی باہر جاتی ہے -

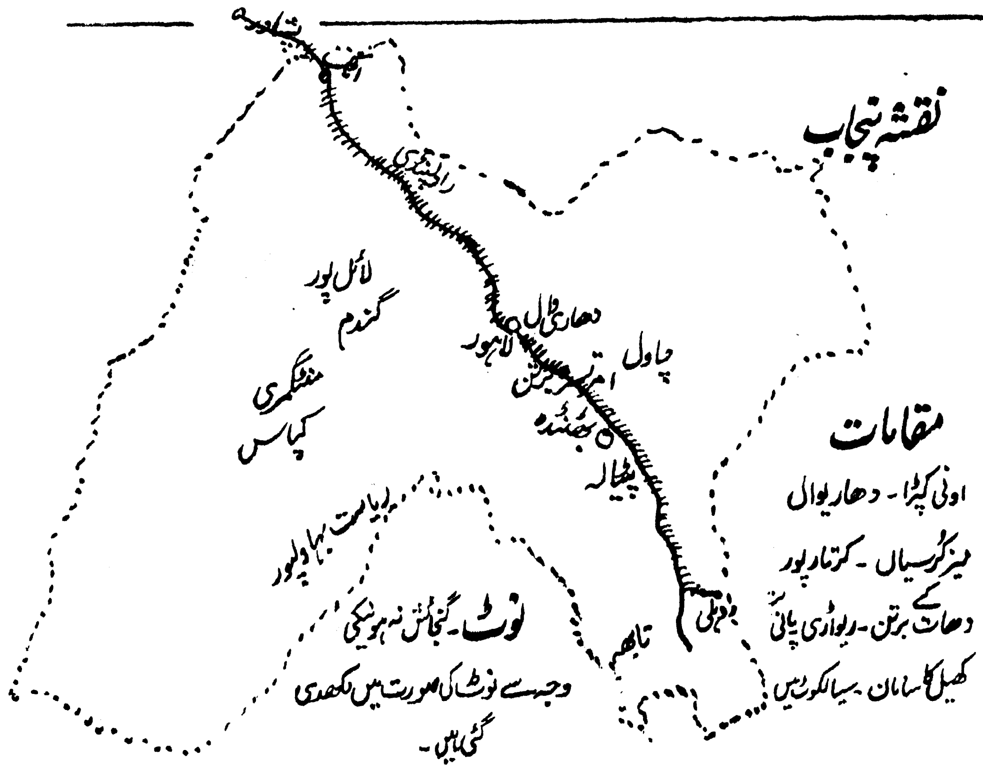
(۳) دریائے گنگا کا میدان کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے - یہ نرم اور پولی مٹی سے بنا ہے - یہ دُنیا کے زرخیز میدانوں میں شمار ہوتا ہے - پیداوار اور زرخیزی کے لحاظ سے اس کا پایہ عالی ہے - اس میں دریا کثرت سے بہتے ہیں بارش کافی ہوتی ہے

سطح - اس میدان کی سطح ہموار ہے اور زرخیز ہے - یہ میدان اس مٹی سے بنا ہے - جو دریا پہاڑوں پر سے لاتے ہیں اور میدان میں چھوڑ دیتے ہیں - جس سے نہایت زرخیز زمین بن جاتی ہے -

آبپاشی - چونکہ یہ ہموار میدان ہے - دریا کثرت سے بہتے ہیں - ان سے نہریں نکالی جاتی ہیں اور قدرتی بارش کے ذریعہ آبپاشی ہوتی ہے

لوگوں کے پیشے - لوگوں کا پیشہ کھیتی کیاری کرنا - اُن سے اناج حاصل کرنا صنعت اور حرفت میں بھی شوق رکھتے ہیں - اس علاقہ میں بہت کارخانے پائے جاتے ہیں - ان میں بہت لوگ کام کرتے ہیں - جو وہیں شہر اور گاؤں بسا کر رہتے ہیں - مویشی پالتے ہیں - ایک بادشاہ کے ماتحت ہیں - کھیتی کیاری کرتے ہیں - آپس میں اتفاق سے رہتے ہیں - پُرانے زمانے کے رسوم رواج کے پابند ہیں - گورنمنٹ کی طرف سے ایک حاکم کے ماتحت رہتے ہیں -

شہر - الہ آباد - بنارس - لکھنؤ - کانپور - آگرہ - متھرا - بریلی - علی گڈھ - جونپور - مراد آباد - ہردوار - رڑکی -



(۵) جاپان

ہیئت طبعی۔ یہ براعظم ایشیا کا مشہور ملک ہے۔ جو کئی جزیروں کا مجموعہ ہے۔

سطح۔ اس ملک کی سطح اکثر پہاڑی ہے۔ پہاڑ اکثر شمال مشرق کو پھیلے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا پہاڑ فیوجی یاما ہے۔

دریا۔ اس میں دریا چھوٹے تیز رفتار ہیں جو جہاز رانی کے ناقابل ہیں۔ ان سے بجلی کا کام لیا جاتا ہے۔

ساحل۔ اس ملک کا ساحل بہت کٹا ہوا ہے۔ ساحل پر بندرگاہیں بہت پائی جاتی ہیں۔ اس ساحل کی وجہ سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

آب و ہوا۔ یہ ملک عین سمندر کے بیچ واقع ہے۔ اور ۳۰ درجہ شمال اور ۴۵ درجہ شمال کے درمیان واقع ہے۔ اس لئے اس کی آب و ہوا عموماً معتدل ہے۔ موسم گرما میں کروسیو کے اثر سے آب و ہوا گرم مرطوب ہو جاتی ہے۔

پیداوار۔ اس ملک کا صرف ⅙ حصہ رقبہ کاشت کے لائق ہے۔ لوگ کدال سے زمین کھودتے ہیں۔ کھاد وغیرہ ڈال کر زمین کو زرخیز بناتے ہیں۔ گرم مرطوب آب و ہوا میں چاول۔ کپاس کی کاشت کرتے ہیں۔ ریشم کے کیڑے پالتے ہیں پہاڑوں کے ڈھلانوں میں چائے کی کاشت کرتے ہیں۔ معدنیات بکثرت نکلتی ہیں۔ کوئلہ۔ لوہا۔ سونا۔ چاندی وغیرہ۔

طرز حکومت۔ اس کی حکومت جمہوری ہے۔ بادشاہ الگ ہے۔ لوگ اس کی دیوتا کی طرح پرستش کرتے ہیں شہنشاہ

کے صلاح مشورے کے لئے مجلسیں بنی ہوئی ہیں۔ جو بادشاہ کو مدد دیتی ہیں۔

باشندوں کے کام۔ عام طور پر لوگوں کا پیشہ کاشتکاری اور دستکاری ہے۔ لوگ بانس کے چھوٹے گھر بنا کر رہتے ہیں۔ باغ لگاتے ہیں۔ کاغذ کے پھول بناتے ہیں۔ کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ صنعت و حرفت میں زیادہ شہرۂ آفاق ہیں۔ لوگ محنتی اور جفاکش ہیں اور نہایت ہی صاف ستھرے رہتے ہیں۔ جاپانی بچے کم عمر میں ہی دستکاری سیکھ جاتے ہیں۔

تجارت۔ اسکی تجارت چاروں طرف کو ہوتی ہے یعنی ہندوستان۔ چین۔ لنکا وغیرہ۔ ہندوستان سے روئی جاتی ہے اور پھر کپڑا بنا کر دیگر ممالک کو بھیجتا رہتا ہے۔ دیا سلائی باہر جاتی ہے۔ لوگ کارخانوں میں زیادہ حصہ لیتے ہیں اور اپنی بنائی چیزیں دیتے ہیں۔

(۶) مندرجہ ذیل کی بابت لکھو۔

لورپول۔ یہ جزائر برطانیہ کے مغربی ساحل پر مشہور بندرگاہ ہے۔ نیویارک کے نزدیک ہے۔ سوتی کپڑا بننے کے کارخانے پائے جاتے ہیں۔

گرینیچ۔ یہاں سے خاص درجہ جو صفر سے شروع ہوتا ہے۔ درجہ طول بلد شمار کرتے ہیں۔ اس خطہ پر لندن شہر واقع ہے جو برطانیہ کا دارالخلافہ ہے۔ یہ صفر درجہ طول بلد پر واقع ہے۔ یہاں سے درجہ طول بلد شمار کرتے ہیں۔

سویز۔ یہ ایک نہر ہے جو بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کو ملاتی ہے۔ اور ایشیا کو افریقہ سے جدا کرتی ہے۔ اس کے راستہ پر انگریزوں کی تجارت ہوتی ہے۔

ڈھاکہ۔ یہ ہندوستان کے صوبہ بنگال کا ایک قدیم اور پرانا شہر ہے۔ پہلے زمانہ میں اس جگہ ململ اتنی باریک بنی جایا کرتی تھی کہ انگوٹھی میں سے۔۔ اگر کا تھان نکال سکتے تھے۔ ململ کے کارخانے پائے جاتے ہیں۔

ٹوکیو۔ جاپان کے مشرقی کنارے پر مشہور بندرگاہ ہے۔ اور جاپان کا دارالخلافہ ہے۔ سوتی کپڑا بننے کے کارخانے ہیں۔

پیکن۔ چین کا دارالخلافہ ہے۔ اس جگہ سے مختلف اطراف کو راستے جاتے ہیں اور مشہور بندرگاہ ہے۔ ریل کے ذریعہ ملایا گیا ہے۔

مارسلز۔ بحیرۂ روم کے کنارے فرانس کے جنوب میں مشہور بندرگاہ ہے۔ اور اس جگہ پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ ہندوستانی ڈاک یہاں سے ہو کر جاتی ہے۔

ہانگ کانگ۔ براعظم ایشیا کے مشرقی ساحل پر عمدہ بندرگاہ ہے۔ انگریزوں کے ماتحت ہے۔ بحری راستہ کا اسٹیشن ہے۔

نیپلز۔ اٹلی کے مغربی کنارے (ساحل) پر مشہور بندرگاہ ہے۔ پھلوں اور میوہ جات کے لئے مشہور ہے۔

کنچنجنگا۔ کوہ ہمالیہ پہاڑ کی ایک مشہور چوٹی ہے۔ جو ۲۸۱۷۶ فٹ اونچی ہے۔

عدن۔ بحیرہ قلزم پر ایک بندرگاہ ہے۔ یہاں ایک بڑا بھاری قلعہ بنا ہوا ہے۔ کوئلہ کا اسٹیشن ہے۔

اٹنا۔ اٹلی کے جزیرہ سسلی میں آتش فشاں پہاڑ ہے۔

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا

ریڈ کراس سوسائیٹیوں کے لئے

ہندوستان کے مشہور معالج کوی وئید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید موجد امرت دھارا کی تیار کردہ چند مجربات و آزمودہ ادویات جو کہ ریڈ کراس سوسائیٹیوں کے لئے پاس رکھنی بہت ضروری ہیں۔ جن سے اس وقت تک ہزاروں بھائی فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ سب ریڈ کراس سوسائیٹیوں کو چاہیئے کہ منگوا کر پاس رکھیں اور بچوں اور دوسروں کو تکلیف خرچ اور دکھ سے بچا دیں!

سکاؤٹ بکس

سکاؤٹوں اور ریڈ کراس کے لوگوں کے واسطے ایک نعمت ہے۔ ایک پاکٹ بکس میں عام امراض و حادثات کا مکمل علاج موجود ہے۔ کوئی ولایتی سکاوٹ بکس اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے قیمت بمعہ خوبصورت بکس عہ ؍

گولی کھانسی

ان گولیوں کو منہ میں رکھکر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر دونوں میں فائدہ ہوتا ہے۔ قیمت ۶۰ گولی عہ ؍ ۳۰ گولی ۴

باغ پھول تیل (رجسٹرڈ)

بالوں پر تمام تیلوں کا سرتاج ہے۔ بالوں کو نرم و ملائم کرتا ہے۔ سر کو ٹھنڈا رکھتا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ ؍)

دت ویرچن (رجسٹرڈ) (جلاب گولی)

یہ گولیاں جلاب کے حق میں بڑی بےنظیر ہیں۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ۔ ۳۰ گولی آٹھ آنے (۸ ؍)۔

امرت دھارا (رجسٹرڈ)

ایک ہی دوائی اور خوراک بھی چند بوند اور پھر دنیا کی امراض کا علاج کتنی عجیب بات ہے۔ لاکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ہزار لکھکر بھیج چکے ہیں کہ امرت دھارا ہر وقت ہر شخص کو موجود رکھنی چاہیئے کیونکہ یہ ایکلی دوائی کھانے اور لگانے سے تقریباً کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں بڑوں اور بچوں یا جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے۔ یہ سمجھو کہ ایک نعمت ہاتھ آگئی ہے۔ قیمت فی شیشی عہ ؍ نصف عہ ؍ نمونہ آٹھ آنے۔

منجن ۱

دانت کی کل امراض کو دور کرتا ہے اور دانتوں کی امراض سے محفوظ رکھتا ہے قیمت فی ڈبیہ چار آنے (۴ ؍)

ملیریا ناشک

{ ملیریا بخار کی اکسیر دوائی دو فیصدی }

تین دن میں قطعی دور۔ قیمت ۸

سرمہ ۱

{ روزانہ استعمال کے لئے ہے۔ آنکھوں کی کل امراض سے }

محفوظ رکھتا ہے قیمت آٹھ آنہ (۸ ؍)

امرت دھارا کی میٹھی ٹکیاں

منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے۔ مٹھائی کی مٹھائی اور دوائی کی دوائی ہے۔

ولایتی ٹکیوں اور گولیوں کی بجائے ان کا استعمال کریں۔ قیمت فی ڈبیہ ایک سو ٹکیہ چار آنے (۴ ؍)

برہمی ارشٹ

حافظہ کیواسطے اس سے بڑھ کر کوئی دوائی نہ ہوگی۔ دماغی کمزوری اور سر درد وغیرہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ ہر طالبعلم کو یہ استعمال کرنی چاہیئے۔ قیمت فی شیشی دو روپے۔ نصف ایک روپیہ

گولی بخار

ملیریا اور دیگر سب قسم کے بخار کو فوراً آرام کرتی ہے۔ قیمت ۸ گولی ۸ ؍

دت لنسوار (رجسٹرڈ)

اس کے لینے سے زکام۔ درد کان درد آدھا سیسی وغیرہ کو آرام ہوگا۔ قیمت ایک روپیہ نمونہ چار آنے۔

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے استعمال سے ہر قسم کی درد کو پانچ منٹ میں آرام آتا ہے ہر ایک کے پاس رہنی چاہیئے۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ ۴ ؍

کرن تیل

کان کی کل امراض کیلئے بےنظیر دوائی ہے مثلاً درد۔ پیپ۔ زخم۔ کانوں میں شائیں شائیں وغیرہ کی آوازیں آنا۔ سنائی کم دینا کو نافع ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ چار آنے (۴ ؍)

لال جواہر (رجسٹرڈ) (چورن ہاضمہ)

نہایت اعلیٰ چورن ہے۔ بدہضمی پیٹ درد۔ اجیرن کا حکمی علاج ہے۔ قیمت دو روپے۔ نمونہ چار آنے۔

گندھار رس (رجسٹرڈ)

مروڑ۔ دست پیچش ہیضہ کا مجرب علاج ہے۔ قیمت ایک روپیہ نصف آٹھ آنے (۸ ؍)

نوٹ:۔ ریڈ کراس سوسائیٹی والے یہ لکھیں کہ ادویات مفت بانٹیں گے۔ ان کو ہم اپنی ادویات پر ۲۵ فیصدی رعایت دینگے!

خط و کتابت و تار کا پتہ:۔ **امرت دھارا ۲۳ لاہور**

المشتہر

منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

بابت ماہ اگست سنہ [illegible]

سر رشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد [illegible] — رسالہ — نمبر [illegible]

رہنمائے تعلیم
لاہور

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زراعتی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵

سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ)

ششماہی تین روپے (سہ)

فی پرچہ آٹھ آنہ (۸)

فہرست مضامین

وہاں کچھ نہیں صرف خاموشیاں ہیں

(ناخدائے سخن تاج الشعرا فصیح العصر حضرت نوحؔ ناروی)

نہ سرگوشیاں ہیں نہ سرجوشیاں ہیں
محبّت کی ساری فسوں کوشیاں ہیں

ہم آغوشیوں میں ستم کوشیاں ہیں
قیامت کسی کی ہم آغوشیاں ہیں

وہی بزم ساقی وہی دورِ ساغر
وہی ہیں وہی میری مے نوشیاں ہیں

وجود و عدم میں کوئی دخل کیا دے
یہ قانونِ فطرت کی سرجوشیاں ہیں

غضب ڈھا گئی اُن کی برقِ تبسم
کہ بے ہوشیوں کو بھی بے ہوشیاں ہیں

ہماری یہ شامت خدا کی وہ رحمت
خطا کوشیاں ہیں خطا پوشیاں ہیں

اُٹھائیں بھی احباب مل کر جنازہ
میری سمت سے اب سبک دوشیاں ہیں

ہوا حال معلوم ملکِ عدم کا
وہاں کچھ نہیں صرف خاموشیاں ہیں

کسی اور کی یاد کا ذکر کیا
ترے عشق میں خود فراموشیاں ہیں

وہ آتے نہیں میری نظروں کے آگے
کسی مصلحت سے یہ روپوشیاں ہیں

ملیں مجھ کو موسیٰ تو میں اُن سے پوچھوں
یہ کیسی مرے دل کو بے ہوشیاں ہیں

نہیں تابِ نظارہ میری نظر کو
وہ ہیں روبرو اور روپوشیاں ہیں

ڈبو دیں جو اے نوحؔ کشتی تمہاری
وہ طوفانِ الفت کی سرجوشیاں ہیں

حُسنِ اِصلاح

(۳۵)

انور ــ وہ اَب کلیم نہیں ہے کہ وہ کلام نہیں وہی ہے طور مگر جلوہ اُس کا عام نہیں
اصلاح ــ کوئی کلیم نہیں یا کوئی کلام نہیں وہی ہے طور مگر جلوہ اُس کا عام نہیں

ہر دو جانب لفظ (ہے) کی موجودگی اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے ایک جانب کمی کر دی گئی۔ مصرع ثانی میں (وہی) کے ہوتے مصرع اولیٰ میں (وہ) بُرا معلوم ہوتا تھا۔ یہ تو ہوئی لفظی اصلاح۔ اب معنوی اصلاح ملاحظہ ہو۔ ظاہر ہے کہ کلیم یعنی حضرت موسیٰ اب یہاں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا شاعر کا استفہامیہ طور پر حضرت موصوف کی موجودگی کا دعا کرنا خلافِ حقیقت ہے۔ اگر کلیم سے مراد ذاتِ باری تعالےٰ ہے تو اس صورت میں کوئی قرینہ ایسا چاہئیے تھا جو سامعین کے خیالات کو معنیٔ مقصود کی طرف مائل کرتا کلیم اللہ کی بات کلیم اللہ کے ساتھ گئی۔ لہٰذا "وہ کلام" کہنا بھی درست نہ تھا۔ اصلاح میں جانشینِ حضرت فصیح الملک یعنی فصیح العصر حضرت نوح مدظلہٗ نے کوئی کلیم" اور "کوئی کلام" فرما کر شاعر کے معنٰی کو بہ وجہ احسن اور کم از کم ردوبدل کر کے ادا فرما دیا۔

انور ــ قیامت اُٹھتی زمانے میں وہ تو یہ کہئے بُتوں کے ہاتھ میں دُنیا کا انتظام نہیں
اصلاح ــ قیامت اُٹھتی زمانے میں وہ تو یہ کہئے بُتوں کے ہاتھ خدائی کا انتظام نہیں

دونو جانب لفظ (میں) آگیا تھا۔ ایک طرف کم کر دیا گیا اور اس کے خارج کرنے سے (دنیا) کی جگہ (خدائی) رکھ دینے کی گنجائش نکل آئی (بُت) اور (خدا) کا تقابل ظاہر ہے۔

انور ــ بڑا مزہ ہو جو زاہد سے آج چھڑ جائے وہ مے حرام کہے میں کہوں حرام نہیں
اصلاح ــ بڑا مزہ ہو جو زاہد سے بحثِ بادہ چھڑے کہ وہ حرام کہے میں کہوں حرام نہیں

جناب انور کے مصرع اُولیٰ میں (چھڑ جائے) کہا گیا ہے۔ (چھڑ جانا) لڑائی ہونے کے معنی پر آتا ہے حضرت تاج الشعراء مدظلہٗ نے انور صاحب کے معنی مقصود اصلاح میں ادا کر دیئے۔ جناب انور کے مصرع ثانی میں (مے حرام کہے) بھی خلافِ محاورہ تھا (مے) کے بعد (کو) چاہئے تھا۔ اصلاح سے یہ عیب بھی دُور ہو گیا حضرت نوح نے مصرع ثانی میں جو لفظ (کہ) رکھ دیا ہے وہ بہت خوب ہے۔ لفظ مذکور سے مصرع ثانی خوب چُست ہو گیا اور مصرع اُولیٰ کے (بحثِ بادہ) کی تشریح بھی ہو گئی۔

انور ــ جب کوئی صورتِ حسین دیکھی صنعت صورت آفریں دیکھی

اصلاح ؎ ہم نے وہ صورت حسین دیکھی	صنعت صورت آفریں دیکھی

حضرت انور کے مطلع میں فعل کا فاعل ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ اصلاح سے یہ کمی پوری ہوگئی۔

انور ؎ آسماں آج تک ہے چکّر میں	تم نے آہِ دلِ حزیں دیکھی

اصلاح ؎ آسمان و زمیں ہیں چکّر میں	تم نے آہِ دلِ حزیں دیکھی

(آج تک) سے اس شعر میں کوئی بات پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اُس کے نکال دینے سے اضافۂ (زمین) کی گنجائش نکل آئی۔ اضافۂ مذکور سے شعر کے معنی میں اضافہ ہوگیا۔

انور ؎ دستِ وحشت نے موسمِ گل میں	جیب دیکھی نہ آستیں دیکھی

جس طرح ہمارے عنایت فرمانے اپنے مصرع ثانی میں فرمایا ہے۔ اس طرح فصیح العصر حضرت نوح مدظلہٗ نہیں فرماتے۔ ایسے موقع پر حضرت موصوف لفظ (نہ) کو دو مرتبہ استعمال فرماتے ہیں۔ قاعدۂ مذکورہ کی رو سے مصرع زیر بحث حسبِ ذیل ہونا چاہئے تھا ؎ نہ جیب دیکھی نہ آستیں دیکھی۔ لیکن بحر میں اسکی گنجائش نہ تھی۔ لہٰذا اس طرح اصلاح ہوئی۔

اصلاح ؎ دستِ وحشت سے موسمِ گل میں	ہم نے ثابت نہ آستیں دیکھی

قاعدۂ مذکورہ کے تحت میں جناب انور کے ایک اور شعر پر جو اصلاح ہوئی ہے اُس کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

شعر ؎ اب زلیخا ہے نہ اب ہے وہ خریدارئ حُسن	اب نہ یوسف ہے نہ وہ مصر کے بازار کی بات

اصلاح ؎ اب کہاں ہے وہ زلیخا وہ خریدارئ حُسن	اب نہ یوسف ہے نہ وہ مصر کے بازار کی بات

ایک غزل کا مطلع اور ایک شعر ملاحظہ ہو۔

مطلع ؎ پامال قبرِ عاشقِ شیدا نہ کیجئے	ظلم اب شہیدِ ناز پر اتنا نہ کیجئے

اصلاح ؎ پامال قبرِ عاشقِ شیدا نہ کیجئے	ظلم اب شہیدِ ناز پر ایسا نہ کیجئے

صرف ایک لفظ بدلا گیا یعنی حضرت تاج الشعراء مدظلہٗ نے (اتنا) کو (ایسا) بنا دیا۔ کیونکہ (اتنا نہ) کہتے میں (تانا) کا سا تلفظ ہو جاتا ہے۔

شعر ؎ دِل آپ ہی کا گھر ہے یہ گھر آپ ہی کا ہے	آباد کیجئے یا اِسے ویرانہ کیجئے

اصلاح ؎ دِل آپ کا مکان ہے کیا مجھ سے واسطہ	آباد کیجئے اِسے ویرانہ کیجئے

مصرع اُولیٰ میں اتنی تاکید کی ضرورت نہ تھی جتنی جناب انور نے تکرارِ الفاظ سے پیدا کی تھی۔ پھر اخیر کے دو لفظ یعنی (کا ہے) پڑھنے میں (کیے) ہو جانے کی وجہ سے بُرے معلوم ہوتے تھے۔ اصلاح کے بعد مصرع اُولیٰ چُست ہوگیا اور معنی بھی ادا ہوگئے۔ مصرع ثانی کے متعلق عرض ہے کہ پورا لفظ (کیجئے) ہے۔ اس کی مختصر صورت

کو یعنی (دیکھیے) کو شاید ابھی متروکات میں شامل نہیں کر سکتے لیکن اکثر حضرات اب (دیکھیے) یعنی پورا لفظ ہی استعمال کرتے ہیں۔ مختصر صورت (دیکھیے) کو حضرت نوح مدظلہٗ نے ترک فرما دیا ہے۔ اصلاح شدہ مصرع ثانی میں لفظ دیا مقدر ہے۔

انور ۔ ظلم اُٹھانا نہیں آساں بڑی مشکل ہے — بڑی مشکل ہے مری جاں بڑی مشکل ہے

اصلاح میں صرف ایک لفظ بدلا گیا مصرع ثانی کا پہلا لفظ (بڑی) بدل کر (سخت) بنا دیا گیا۔ تکرار الفاظ اب بھی ہے لیکن ایک لفظ کے بدل جانے سے قدرے تنوع پیدا ہو گیا۔

انور ۔ دیکھئے ملک عدم کا ہو سفر طے کیونکر — جس جگہ جان نہ پہچان بڑی مشکل ہے

اصل میں ناخدائے سخن حضرت نوح مدظلہٗ نے (جس) کو (اس) بنا دیا۔ ترتیب الفاظ پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں (اس) مناسب ہے۔

انور ۔ آشیاں اُجڑا قفس میں آئے گلشن چھٹ گیا — میری قسمت میں ابھی لکھا ہے کیا کیا دیکھئے

اصلاح ۔ آشیاں اُجڑا قفس میں آئے ہم گلشن چھٹا — اور قسمت میں ابھی لکھا ہے کیا کیا دیکھئے

جناب انور کے شعر میں (شتر گربہ) تھا کیونکہ مصرع اولیٰ میں (آئے) یعنی (ہم آئے) کہا تھا اور مصرع ثانی میں (میری)۔ اصلاح سے یہ عیب دور ہو گیا۔ مصرع ثانی میں حضرت فصیح العصر مدظلہٗ نے جو لفظ (اور) بڑھایا ہے اُس نے شعر کو بہت چست کر دیا۔

انور ۔ خود نگاہ میں نے تیغ شمشیر براں رکھ دیا — میرا دل میرا جگر میرا کلیجا دیکھئے

ظاہر ہے کہ (جگر) اور (کلیجا) یعنی ایک معنی کے دو لفظ متصل رکھنا لطف سے خالی ہے۔

اصلاح ۔ یہ مرا دل دیکھئے میرا کلیجا دیکھئے

انور ۔ حسن و الفت سے طبیعت آپکی ہے بیخبر — حضرت ناصح ابھی یوسف زلیخا دیکھئے

اصلاح میں مصرع ثانی کا ایک لفظ بدلا گیا۔ (ابھی) کی جگہ (ذرا) لکھا گیا۔ از روئے بلاغت مؤخر الذکر انسب ہے۔

ہمارے محب دل نواز جناب منشی جان محمد صاحب انور کے اصلاحی نمونے ختم ہوتے ہیں۔ ہم تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ حضرت انور نے ہماری معروضات کو ملحوظ رکھ کر اپنے اصلاحی کلام سے نیاز مندوں کو نوازا اپنے وعدے کے بموجب آئندہ قسط میں ہم اپنے خواجہ تاش حضرت منتوں شکوہ آبادی کا کلام فصاحت التیام نذر ناظرین کرینگے۔ پھر غالباً جناب خصنا الہ آبادی شاگرد حضرت نوح ناروی مدظلہٗ العالی کے اصلاحی اشعار شریک مضمون ہونگے۔

عابد مسیح (بی۔ اے) مُرادآبادی

دفتر تحقیق

(ایک علمی مضمون)

(از خواجہ فیض محمد صاحب فیض لودھیانوی منشی فاضل)

جمع الفاظ کا مفرد استعمال ذیل کے الفاظ عربی ہیں۔ اور از روئے قواعد جمع ہیں۔ لیکن اُردو میں آکر اِن کے معنے بالکل تبدیل ہوگئے ہیں۔ اور اِن کا استعمال مفرد کے لئے ہوتا ہے۔ ہر لفظ کے بالمقابل اُس کا اُردو مطلب بیان کرنے سے پہلے اُس کے عربی معنے بھی لکھے گئے ہیں تاکہ معانی میں جو فرق پڑگیا ہے۔ وہ بخوبی ظاہر ہو جائے۔ علاوہ ازیں وضاحت کے لئے مثال کے طور پر ایک ایک مختصر سا فقرہ بھی درج کیا گیا ہے۔ واضح ہو۔ کہ اِن میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو اُن کے عربی معنوں میں جمع ہی استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن اِس مضمون میں میرا مقصد صرف اُردو معنوں پر بحث کرنا ہے۔ وہ اُردو جو ہم روزانہ بولتے اور سمجھتے ہیں۔

(۱) **اسباب**۔ جمع ہے سبب کی۔ جس کے معنی ہیں۔ رسّی۔ وسیلہ اور پیوند وغیرہ۔ لیکن اُردو میں اسباب بمعنی سامان مستعمل ہے۔

فقرہ۔ ریل میں بیٹھنے سے پہلے اپنا اسباب تلوا لینا چاہیئے۔

(۲) **آثار**۔ جمع ہے اثر کی۔ جس کے معنی ہیں علامت۔ نشان اور نتیجہ وغیرہ۔ لیکن معماروں کی اصطلاح میں آثار کے اُردو معنے دیوار کی موٹائی ہیں۔

فقرہ۔ دیوار کا آثار ہمیشہ زیادہ رکھنا چاہیئے۔

(۳) **اُصُول**۔ جمع ہے اصل کی جس کے معنی ہیں جڑ اور بُنیاد وغیرہ۔ لیکن اُردو میں اِس کے معنے دستور اور طریقہ ہیں۔ واضح ہو۔ کہ اِس کا صحیح تلفظ اُصُول (الف کی پیش کے ساتھ) ہے۔ جو لوگ اصول (الف کی زبر کے ساتھ) بولتے ہیں غلطی پر ہیں۔

فقرہ۔ میرا یہ اُصول نہیں ہے۔ کہ بن بلائے کسی دوسرے کے گھر جاؤں۔

(۴) **افواہ**۔ جمع ہے فوہ کی۔ جس کے معنی ہیں مُنہ۔ لیکن اُردو میں افواہ کا لفظ بمعنی شہرت مستعمل ہے۔

فقرہ۔ افواہ ہے کہ آج دسویں جماعت کا نتیجہ برآمد ہوگا۔

(۵) **اوقات** - جمع ہے وقت کی جس کے معنے ہیں زمانہ - عرصہ اور موقع وغیرہ - لیکن اُردو میں اوقات حیثیت کے معنوں میں مفرد مستعمل ہے -

فقرہ - انسان کو اپنی اوقات سے بڑھ کر خرچ نہ کرنا چاہئے -

(۶) **طوائف** - جمع ہے طائفہ کی جس کے معنے ہیں گروہ اور جماعت وغیرہ - لیکن اُردو میں طوائف کے معنی ہیں وہ بازاری عورت جو ناچتی - گاناگاتی ہو -

فقرہ - نواب صاحب کی کوٹھی پر کل ایک طوائف کا ناچ ہوگا -

(۷) **اوباش** - جمع ہے بوش کی جس کے معنے ہیں کمینہ اور فرومایہ - لیکن اُردو میں یہ لفظ بدچلن اور بدمعاش کے معنوں میں آتا ہے - عربی اور اُردو کے معنوں میں بڑی حد تک اشتراک ہے مگر فرق یہ ہے کہ اُردو میں اوباش مفرد ہے اور عربی میں جمع -

فقرہ - وہ آدمی بڑا اوباش ہے - اُس کی باتوں میں نہ آنا چاہئے -

(۸) **حُور** - جمع ہے حوراء کی - جس کے معنے ہیں وہ خوبصورت عورت جس کی آنکھیں اور سر کے بال سیاہ ہوں - عربی اور اُردو کے معنوں میں کوئی تفاوت نہیں ہے - مگر عربی میں حُور جمع ہے اور اُردو میں مفرد -

فقرہ - وہ عورت نہیں بلکہ حُور ہے - واضح ہو کہ حور ایک قسم کی مخلوق ہے جو بہشت میں نیک بندوں کو عطا کی جائیگی -

(۹) **غلمان** - جمع ہے غلام کی - جس کے معنے ہیں اَمرد - اور اَمرد اُس نوخیز لڑکے کو کہتے ہیں - جس کی ڈاڑھی اور مونچھیں ابھی نہ اُگی ہوں - حُور کی طرح یہ بھی ایک طرح کی مخلوق ہے جو بہشت میں خدا کے نیک بندوں کی خدمت کے لئے مامور ہوگی - اِس کا اطلاق بھی مفرد پر ہوتا ہے -

فقرہ - کہتے ہیں کہ بہشت میں ہر نمازی کو ایک حور ملے گی اور ایک غلمان - واضح ہو کہ غلام کی جمع عربی میں غلمان کے علاوہ غلمہ بھی آتی ہے -

(۱۰) **حوالات** - جمع ہے حوالہ کی - جس کے معنے ہیں سپردگی اور تحویل وغیرہ - مگر اُردو میں حوالات اُس تنگ و تاریک کوٹھڑی کو کہتے ہیں - جس میں مقدمہ کی تحقیقات تک ملزم کو بند رکھتے ہیں -

فقرہ - اِس حوالات میں روشنی کا نام تک نہیں ہے -

مُفرد اور جمع دونوں کے لئے ذیل کے عربی الفاظ درحقیقت جمع ہیں - لیکن اُردو میں مُفرد اور جمع دونو کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں - ضمناً جو مثالیں تحریر کی گئی ہیں - وہ صرف مُفرد کی ہیں -

(۱) **احوال** - جمع ہے حال کی جس کے معنے ہیں کیفیت اور حالت وغیرہ -

فقرہ۔ بھائی کبھی کبھی اپنا احوال لکھتے رہا کرو۔

(۲) اَخلاق۔ جمع ہے خلق کی جس کے معنے ہیں۔ وہ عادت جو پُرانی ہو کر طبیعت میں راسخ ہو گئی ہو کیونکہ اِخلاق (الف کی زیر کے ساتھ) عربی میں مصدر ہے جس کے معنے ہیں پُرانا ہونا اور پرانا کرنا۔

فقرہ۔ عشق و محبت کے فحش ڈراموں سے نوجوانوں کا اخلاق بگڑ رہا ہے۔

(۳) تواریخ۔ جمع ہے تاریخ کی جس کے معنے ہیں۔ مہینے کا ایک دن۔ اور کسی چیز کے ظہور کا وقت وغیرہ لیکن تواریخ سے وہ فن مراد ہے جس سے زمانہ اور اہلِ زمانہ کے چیدہ چیدہ حالات کو محفوظ کیا جاتا ہے۔

فقرہ۔ اکبر بادشاہ کے عہد کی تواریخ بہت دلچسپ ہے۔

(۴) تحقیقات۔ جمع ہے تحقیق کی جس کے معنی ہیں چھان بین کرنا اور کھوج لگانا۔ اُردو میں مفرد اور جمع دونوں کے لئے اِس کا استعمال ہوتا ہے۔

فقرہ۔ ابھی تک اِس چوری کے مقدمہ کی تحقیقات نہیں ہوئی۔

(۵) اولاد۔ جمع ہے وِلد کی۔ جس کے معنے ہیں بچہ۔ خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔

فقرہ۔ اُس کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔

واضح ہو۔ کہ اولاد ایک جن کا نام بھی ہے۔ جو مازندران میں رہتا تھا۔

(۶) اولیا۔ جمع ہے ولی کی۔ جس کے معنے ہیں دوست اور حبیب وغیرہ۔

فقرہ۔ وہ کہاں کا اولیا ہے۔

(۷) اشراف۔ جمع ہے شریف کی۔ جس کے معنے ہیں بھلا مانس۔

فقرہ۔ وہ بہت اشراف ہے۔ میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔

(۸) القاب۔ جمع ہے لقب کی۔ یعنی وہ خاص نام جو کسی مدح یا ذم کے باعث مشہور ہو جائے۔

فقرہ۔ اگر تم رستم کا القاب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو ہر روز ورزش کیا کرو۔

(۹) عماد۔ جمع ہے عمادہ کی۔ جس کے معنے ہیں ستون اور بلند عمارت وغیرہ۔

فقرہ۔ اب عمادِ قوم مولانا فلاں صاحب تقریر فرمائینگے۔

(۱۰) لغات۔ جمع ہے لُغت کی۔ یعنی کسی قوم کی زبان کے الفاظ کا ذخیرہ۔ اور اصطلاح میں اُس لفظ کو بھی کہتے ہیں۔ جس کے معنی مشہور نہ ہوں۔ بلکہ صرف لُغات ہی میں درج ہوں۔

فقرہ۔ میں نے ایک نیا لغات خریدا ہے۔

(۱۱) رُہبان۔ جمع ہے راہب کی جو اسم فاعل ہے جس کے معنے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے خوف کھانیوالا

اور اصطلاح میں راہب قوم نصاریٰ کے عابد کو کہتے ہیں۔ قاموس میں لکھا ہے کہ اِس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن میں نے اُردو میں راہب کی جگہ کسی کو رُہبان بولتے ہوئے نہیں سُنا۔ البتہ لفظ رُہبانیت جو اِس سے مشتق ہے۔ اکثر سُننے میں آیا ہے۔

(۱۲) **بقایا**۔ جمع ہے باقی کی جس کے معنے ہیں بچا ہُوا۔ **فقرہ**۔ تم اس کی بقایا رقم جلد ادا کر دو۔

(۱۳) **ریاض**۔ جمع ہے روضہ کی جس کے معنے ہیں باغ۔ اِس لفظ کا اطلاق مفرد پر ہوتا ہے

فقرہ۔ الٰہی ریاضِ قوم ہمیشہ پھلا پھولا رہے۔

(۱۴) **مخلوقات**۔ جمع ہے مخلوق کی۔ جس کے معنے ہیں پیدا کی ہوئی چیز

فقرہ۔ اِس شہر میں خدا کی مخلوقات کثرت سے آباد ہے۔

(۱۵) **حواری**۔ جمع ہے حوارہ کی۔ جس کے معنے ہیں دھوبی۔ اور سفید جلد کا انسان۔ چونکہ حضرت عیسےٰ کے اکثر دوست گورے رنگ کے تھے۔ اِس لئے ان کو حواری کہتے ہیں۔ اِس لفظ کا اطلاق اُردو میں صرف مفرد پر ہوتا ہے۔ **فقرہ**۔ حضرت عیسےٰؑ کو اُن کے ایک حواری نے پکڑوا دیا تھا۔

حقیقتاً جمع مجازاً مفرد

ذیل میں عربی کے وہ الفاظ درج کئے گئے ہیں۔ جو درحقیقت جمع ہیں۔ لیکن اپنے مجازی معنوں میں مفرد استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثالاً ایک ایک فقرہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

(۱) **آفاق**۔ جمع ہے اُفق کی جس کے معنے ہیں آسمان کا وہ کنارا جو زمین سے ملا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ بمعنی گردا گرد عالم مستعمل ہے یعنی آفاق کہہ کر تمام زمانہ مراد لیا جاتا ہے۔ **فقرہ**۔ رسالہ "رہنمائے تعلیم" کی آفاق میں شہرت ہے۔

(۲) **دیار**۔ جمع ہے دار کی جس کے معنے ہیں گھر۔ چونکہ بہت سے گھر مل کر ایک شہر بن جاتا ہے۔ اس لئے مجازاً شہر کو دیار کہدیتے ہیں۔ **فقرہ**۔ اِس دیار میں افلاس کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔

(۳) **مواجب**۔ جمع ہے موجب کی۔ جس کے معنے ہیں واجب کیا گیا۔ لیکن مجازی معنوں میں مواجب بمعنی تنخواہ مفرد استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی جمع مواجبات بنائی جاتی ہے۔ **فقرہ**۔ اُس کو ابھی تک دسمبر کا مواجب نہیں ملا۔ یا تمہیں کس قدر مواجب ملتا ہے؟

(۴) **اخبار**۔ جمع ہے خبر کی۔ مگر مجازاً اُس پرچے کے لئے یہ لفظ مفرد استعمال ہوتا ہے۔ جس میں مختلف مقامات کی خبریں اشاعت پذیر ہوتی ہوں۔ اخبار کی جمع الجمع اخبارات بنا کر اُسے جمع کے طور پر بولا جاتا ہے۔

فقرہ۔ ہر اخبار کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

(۵) **کائنات**۔ جمع ہے کائن کی جو اسم فاعل ہے اور جس کے معنے ہیں ہونے والا۔ لیکن مجازاً یہ لفظ موجودات عالم کے معنوں میں مفرد مستعمل ہے۔ **فقرہ**۔ اِس وقت رات کے بارہ بجے ہیں اور تمام کائنات خاموش ہے۔

ہمارے سلور جوبلی نمبر کے متعلق چند رائیں

(۱)

مخترمی سردار صاحب

سلور جوبلی نمبر کی مبارک ہو۔ آپ تو بلا کے آدمی ہیں۔ ایثار و قربانی آپ کے رگ و ریشہ میں کوٹ کر بھری ہے۔ جو خدمت آپ اُردو کی کر رہے ہیں۔ وہ سنہری الفاظ میں لکھنے کے قابل ہے آپ کے سپیشل نمبر بلا شک و شبہ صحیح معنوں میں سپیشل نمبر ہُوا کرتے ہیں۔ آپ دریا کو کوزے میں بھرنے میں ایسی دسترس رکھتے ہیں کہ شاید کسی کو حاصل ہو۔ امر واقع تو یہ ہے کہ آپ میدان صحافت میں بازی لے گئے ہیں۔ کوئی سانبرو۔ بے اختیار تعریف کا کلمہ نکلتا ہے۔ بھلا آپ جشن جوبلی کے موقع سعید پر کیونکر پیچھے رہ سکتے تھے۔ یہ نمبر بھی دوسرے نمبروں کی طرح غایت درجہ کا مفید اور دلچسپ ہے۔ خاندان شاہی جشن جوبلی اور شہنشاہ معظم کی زندگی کے متعلق مفصل واقفیت دی ہوئی ہے۔ نظمیں اور مضامین اعلےٰ پایہ کے ہیں۔ ہر ایک وفادار شہری کے پڑھنے کی چیز ہے۔ سلور جوبلی نمبر کی ایک بار پھر مبارک۔

راقم رام سنگھ بی اے۔ آنرز بی ٹی

(۲)

"ریڈکراس نمبر" نے میخانۂ علم و ادب سے جو مئے خوشگوار پلائی تھی اُس کا نشہ ابھی اُترا بھی نہیں تھا کہ سلور جوبلی نمبر منصۂ شہود پر کچھ اس شان سے جلوہ گر ہُوا کہ بادہ آشامانِ ادب خمار اور تشنہ کامی کی صعوبتوں سے کلیتہً نجات پا گئے۔ پونے دو سو صفحوں پر مشتمل یہ رنگین مجلّہ اپنی مثال آپ ہے۔ مضامین کی جامعیت پر تبصرہ کرنے کے لئے تو وقت چاہئے اتنا کہ دینا ہی کافی ہے کہ صحافتی دُنیا میں سردار جگت سنگھ صاحب ایک ایسی "قیامت" برپا کر رہے ہیں جو واقعی قیامت خیز ہے۔ کم از کم اُردو زبان کا کوئی رسالہ رہنمائے تعلیم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ابھی دل نمبر کی تیاری ہو رہی ہے۔ میں تو یہی کہونگا

ع　ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند　　راقم عرش ملسیانی

(۳)

سردار جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ "رہنمائے تعلیم" (لاہور) کی شخصیت کسی تعارفِ مزید کی محتاج نہیں ہے صحافتی دُنیا میں قدم رکھے ہوئے آپ کو مدت مدید ہو چکی ہے۔ اور آپ نے جس مسلسل۔ منتظم اور باقاعدہ

کوشش اور جدو جہد کے ساتھ اپنے رسالے کو وقیع و موقر، مستند و معتبر، مشہور و معروف۔ اور مقبول خاص و عام اور عزیز بنالیا ہے۔ وہ قابلِ تعریف بھی ہے اور لائق رشک بھی۔ آپ ایک بالکل ہی مرنجاں مرنج طینت کے حامل ہیں اور بے انتہا محنت پسند و مستعد ہی۔ جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ رسالہ موصوف کو کامیاب بنانے اور ترقی دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ میری ناقص رائے میں یہ رسالہ اپنے نام کے اعتبار سے ادبی مضامین کے مقابلے میں "خالص تعلیمی" مضامین کی جانب توجہ دیئے جانے کا نہایتاً زیادہ محتاج ہے اور بحمداللہ ملک میں ادیبوں کی طرح تعلیمی شغف رکھنے والے حضرات کی بھی کچھ کمی نہیں ہے پس بہتر ہو کہ وہ جدید نظریۂ تعلیم کے اتباع میں مختلف النوع مضامین رسالۂ مذکورہ بالا میں بھیجیں اور شائع کرائیں۔

اِس وقت میرے سامنے رسالۂ مذکورہ کا "سلور جوبلی نمبر" ہے اِس کو تمام و کمال پڑھ چکنے کے بعد بلا خوف تردید میں کہہ سکتا ہوں کہ ملک کے کسی رسالے نے اِس قدر عمدہ اور منتخب مواد اِس مخصوص موضوع پر فراہم اور پیش نہیں کیا ہے۔ نثر کے مضامین جس قدر پُر از معلومات اور مفید ہیں نظم کے مضامین اُس سے زیادہ پُر لطف اور دلکش ہیں۔ میں سردار صاحب موصوف۔ جوش صاحب ملسیانی اور دیگر مدیران اعزازی نیز شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے اِس نمبر کو خصوصیت کے ساتھ کامیاب بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور یہ ناچیز بیکن پُر زور سفارش پیش کرتا ہوں کہ ہر ادارۂ تعلیمی کے حکام جنہوں نے اِس رسالہ کو اپنے یہاں ابھی تک جاری نہیں فرمایا ہے وہ ضرور بالضرور اِس کو جاری فرمائیں۔ کیونکہ صیغۂ تعلیم کے لئے یہ رسالہ مخصوص اہمیت رکھتا ہے۔

ساتھ ہی ملک کے معروف شعراء۔ ادبا۔ نقادان اور واقفانِ فنِ سخن کی خدماتِ بابرکات میں میری دلی استدعا ہے کہ وہ اپنی قلمی معاونت سے بانیٔ رسالہ کی سرگرم کوششوں کو مشکور فرمائیں۔ اور اِس نوازش کو نہ صرف وقتی اور عارضی بلکہ مستقل اور دوامی بنائیں۔

خاکسار ذرّۂ بے مقدار قاضی محمد ریاض الدین انصاری جیوری ایم اے۔ بی ٹی از قصبہ جیور

(۴)

ہمارے سردار جگت سنگھ صاحب (خدا اُنہیں اِس جگت میں سلامت باکرامت رکھے) کو بقول جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی روپیہ پانی کی طرح بہانا خوب آتا ہے۔ اور ان نمبروں کے نکالنے میں وہ نہایت دریا دلی سے کام لیتے ہیں۔ ابھی اتنے ضخیم نمبر یعنے ریڈ کراس نمبر سے فرصت پائی ہی تھی کہ سلور جوبلی نمبر کا خیال آگیا۔ اگرچہ آپ نے ارادہ ظاہر کیا تھا کہ نمبر تو نہیں البتہ نمبری نکال دونگا۔ مگر نمبری کیسی؟

شہنشاہ ہند جارج پنجم کی سلور جوبلی کا موقعہ اور سردار صاحب نمبری نکالتے۔ یہ تو ناممکن تھا۔ آخر کو خدا کے فضل سے جوبلی نمبر شائع ہو گیا۔ اور بہت اعلےٰ مضامین کا مجموعہ۔ جس کی تعریف ایک دُنیا کر رہی ہے۔ بس ادبی ذوق رکھنے والوں سے اتنی التماس ہے کہ جہاں تک ہوسکے وہ بہت جلد رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر۔ افسانہ نمبر۔ ریڈکراس نمبر۔ سلور جوبلی نمبر خرید کر ان سے اپنی الماریوں اور میزوں کی زینت بنائیں۔ اور سردار صاحب کو جلد اِس بارِگراں سے سبکدوش کریں۔ تاکہ آئندہ اور بھی عمدہ عمدہ نمبر نکالنے کی اُن کو ہمت ہو۔ آمین

راقم سید انور علی نقوی

(۵)

سردار صاحب!

سلور جوبلی نمبر دیکھ کر میری حیرانی و تعجب کی انتہا نہ رہی۔ اس لئے کہ آپ نے اتنے قلیل عرصے میں ایسا عظیم الشان نمبر کس طرح تیار کر لیا۔ آپ کی محنت قابل داد ہے۔ یہ نمبر ضخامت کے لحاظ سے ایک ضخیم کتاب، مضامین کے لحاظ سے ایک مرصّع دفتر اور تصاویر کی حیثیت سے ایک دلچسپ مرقع ہے۔ ایشور آپ کو ان نادر خدمات اور ادبی دلچسپیوں کا عوضانہ عطا کرے۔ آمین

راقم نیل کنٹھ منگو ترہ جموں توی

خطاب کمیٹی

اس تجویز کے متعلق بہت سی مختلف رائیں دفتر میں موصول ہو چکی ہیں۔ ان کا خلاصہ آئندہ اشاعت میں ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لئے شائع کر دیا جائیگا۔ اب صرف دو اصحاب کی رائے کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ ان کی رائے بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔ اور دفتر ہذا اس تجویز کے متعلق اپنے طرزِ عمل کا فیصلہ شائع کر سکیگا۔ آئندہ اشاعت کا انتظار فرمائیں۔

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

ریڈکراس نمبر ہمارے معزز احباب کے دربار میں

مکرمی سردار صاحب،

تسلیم۔ ریڈکراس نمبر کی رسید کا شکریہ۔ میں نے ریڈکراس نمبر بڑے شوق و شغف سے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ رسالہ کی ضخامت، مضامین کا تنوع دیدہ زیب کتابت و طباعت اور مختلف اللون تصاویر درخور صدہزار تبریک و تہنیت ہیں۔ رسالہ ہے یا خزینۂ معلومات کا ایک مستقل جامع و مانع لغات۔ میں حیران ہوں کہ آپ کس کوشش و کاوش سے اس اہم ادبی فرض سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر کہ آپ نے بہ صرفِ کثیر تشنگانِ ادبِ لطیف کی ضیافت طبع کے لئے خوان نعمت چنا ہے اور جلب منفعت مدنظر نہیں اس بات کا قوی شبہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے ذوقِ ادبیات کی تکمیل کے لئے یا تو دست غیب سے استظہار ہے یا گنج شائگاں ہاتھ چڑھ گیا ہے جو اس طرح بے دریغ پانی کی طرح روپیہ اُٹھایا ہے۔ بہرکیف آپ کی ہمت و محنت، دل جگر دے اور مساعیٔ جمیلہ کی مکرراً داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور معارف پرور اصحاب اور اہل نفوذ و اثر اور خاصۃً ذوی الاقتدار اساتذۂ کرام، معزز ہیڈ ماسٹران، مایۂ ناز انسپکٹران اور محکمۂ تعلیم اور حکومت کے ارباب اختیار سے بصمیم قلب مستدعی ہوں کہ اپنا گوشۂ چشم اس خدمت گذار رسالہ کی طرف ضرور مبذول فرمائیں اور اس کی علمی خدمات کی قرار واقعی حوصلہ افزائی کریں۔

نیاز آگین فیروز حسن بٹ ایم اے۔ بی ٹی

مائی ڈیر سردار جگت سنگھ

تسلیم۔ آپ کا ریڈکراس نمبر ملا۔ ریڈکراس نمبر کا حرف بہ حرف مطالعہ کیا۔ اسی وجہ سے رائے زنی میں تاخیر ہوئی ہے۔ یہ ریڈکراس نمبر ریڈکراس سوسائٹی کے ممبران و دیگر عوام الناس کے لئے ایک مقدس کتاب ہے جس میں اس تحریک کے اغراض و مقاصد، عملی کام و اس کے مدعا کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تجاویز بڑی وضاحت سے درج کی گئی ہیں۔ انسان کی رہنمائی کرنے کے لئے اور گمراہوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ایک قسم کے چارٹ کے طور پر بخوبی مفید ہو سکتا ہے۔ اس میں اتنی خوبیاں ہیں۔ اور اس کے مطالعہ سے استقدر فوائد ظہور پذیر ہونے کا امکان ہے کہ قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے نہایت محنت شاقہ و جانفشانی سے ریڈکراس نمبر جیسا نہایت ہی مفید رسالہ نکال کر تمام

ممنون بنایا ہے۔ پرماتما آپ کی کوششوں کو باآور کرے۔ اور جس مقصد کے لئے یہ نمبر نکالا گیا ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لئے توفیق و مدد دیوے۔ اُمید واثق ہے کہ ناظرین اس کا حرف بہ حرف مطالعہ کر کے اور اس میں درج شدہ بیش بہا پند و نصائح پر کاربند ہو کر اپنے آپ کو نیز دوسروں کو مستفید کر کے ریڈ کراس نمبر کے اصل مقصد اور آپکی دلی مرادوں کو پورا کرینگے۔

آپکا خیر اندیش بالک رام گپتا بی اے (آنرز) بی ٹی

ریڈ کراس نمبر کو بغور پڑھنے کے بعد میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ یہ نمبر اپنی شان کا نرالا نمبر ہے۔ جوبلی نمبر و افسانہ نمبر سے زیادہ آپ اسکی اشاعت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ صرف اس لئے کہ اسقدر خشک مضمون کو جابجا نہایت دلفریب بنادیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جوبلی نمبر و افسانہ نمبر کو دلچسپ بنانے کے لئے بھی آپنے نہایت کوشش سے کام لیا ہے۔ لیکن ریڈ کراس نمبر کو دلچسپ بنانے میں ان سے ہزار گنی زیادہ کوشش صرف کرنی پڑی ہو گی۔ اور یہ کوشش کسقدر کامیاب ہوئی ہے۔ اس کا اندازہ جملہ ناظرین خود لگا سکتے ہیں۔ بہرحال میں اپنے حصہ کی مبارکباد تہ دل سے بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اسے قبول کرینگے۔ فقط

لکشمی چند نسیم نور محلوی

"ریڈ کراس نمبر" پر رائے ظاہر کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ لیکن میں تو حیران ہوں کہ دیگر رسالجات تو ایک طرف" آپ خود ہی اگلے سال کیا کرینگے ا ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

دعاگو غلام حسین شاہ ماجرہ کلاں

ریڈ کراس نمبر بڑا بے نظیر اور لاثانی تحفہ ہے۔ "فرض ہے آپ کو۔ کہ اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے مُلک کی بیش بہا خدمت کر رہے ہیں۔ اور پھر اِسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ آئے سال کوئی نہ کوئی عجیب تحفہ آپ ہم لوگوں کے پیش کرتے رہتے ہیں۔

میرے خیال میں ریڈ کراس نمبر کی جتنی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ کیونکہ جن اصحاب کو ریڈ کراس نمبر پڑھنے یا دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس کا لطف و سُرور وہی بتا سکتے ہیں۔

میں تمام اصحاب سے ملتجی ہوں کہ ریڈ کراس نمبر منگوائیں اور پڑھیں۔ کیونکہ یہ تفریح طبع کے لئے نہایت عمدہ چیز ہے۔ میں پرماتما سے دعا کرتا ہوں کہ آپکو ایسے نایاب تحفے خواندہ اصحاب کے پیش کرنے کی مزید توفیق بخشے۔ راقم [illegible]

التجائے مفتوں

(جناب شنکر سروپ صاحب مفتوںؔ شکوہ آبادی تلمیذ تاج الشعراء ناخدائے سخن فصیح العصر حضرت نوحؔ ناروی مدظلہ)

خدا سے ہر گھڑی ہے صرف اتنی التجا میری
کہ پہنچے نکتۂ دشوار تک طبعِ رسا میری

بھروسہ جن کو ہو مجھ پر مجھے اُن پر بھروسہ ہو
بنے احباب کی اُلفت کا آئینہ وفا میری

یہ مطلب ہے ملے حُسنِ مکافاتِ عمل پیہم
طبیعت سالکِ عرفان نظر ہو حق نما میری

رہوں بن کر بے کسوں کا بے بسوں کا مونس و ہمدم
مگر غماز ہو اس کی نہ چشمِ لُطف زا میری

خطا سے کچھ جو مجھ پر غصہ آ جائے بزرگوں کو
خطا سمجھوں پلٹ کر ان سے کہنا کیا خطا میری

اُٹھاؤں اس کا ذمہ جس کا ضامن دستِ قدرت ہو
سراسر انتہا کا حکم رکھے ابتدا میری

مجھے آمادہ رکھے حوصلہ تحصیلِ خوبی کا
نہ یہ خواہش کہ اک عالم کرے مدح و ثنا میری

کسی کو رنج پہنچانے کا موقع ہی نہ میں پاؤں
یہی بہتر ہے اس سے پیشتر آئے قضا میری

اگر ہو سامنا غم کا تو پسپا ہوں نہ اُمیدیں
رہے میرا قوی دل اور ہمت دل کشا میری

تمنا وہ ہو دُنیا جس تمنا کی بلائیں لے
زمانہ دے دُعائیں جس دُعا کو وہ دُعا میری

نہ چھوڑوں راستی کو میں نہ چھوڑے راستی مجھ کو
بلا سے ہو جو ہو گردن تہِ تیغِ جفا میری

حقیقت کے تجسّس میں کبھی بے دل نہ ہو جاؤں
رہے اوّل سے آخر تک طبیعت رہنما میری

کلامِ نامناسب پر خموشی کام ہو میرا
نہ ہو غفلت میں بھی تقریر اصلاً ناسزا میری

نہ جاؤں دوسروں کے پاس اپنی حاجتیں لے کر
مری ہی کوششیں بن جائیں خود حاجت روا میری

جدھر دیکھوں اُدھر مفتوںؔ مجھے مقبول نظر آئیں
جہاں کے ایک اک کونے سے گونج اُٹھے صدا میری

آل انڈیا مشاعرہ قصبہ ڈبائی

انتخاب غزلیات از منشی جان محمد صاحب آنور جنرل سیکرٹری ادیب اُردو گوالیار

ہمیں افسوس ہے کہ یہ انتخاب جس پر ۱۱؍۳؍۲۴ کو شائع کئے جانے کی سفارش مدیر حصہ نظم کی طرف سے لکھی ہوئی تھی۔ اور جو اشاعت ماہ مئی ۱۹۲۴ء کے متعلقہ کاغذات میں شامل کر دیا گیا تھا۔ عدم گنجائش کی وجہ سے اشاعت مذکورہ میں شائع نہ ہو سکا اور اشاعت مابعد کے لئے کاغذات زیر اشاعت میں شامل کر دیا گیا۔ پھر معلوم نہیں کہ دفتر میں کس کی بے احتیاطی سے یہ مسودہ اِدھر اُدھر ہو گیا اور سال بھر نظروں سے اوجھل رہا۔ آخر مدیر حصہ نظم کی طرف سے یاد دہانی ہونے پر اس کی تلاش کی گئی اور بہت سی تلاش کے بعد یہ دستیاب ہُوا۔ اتنی تاخیر کے بعد اس کا اشاعت پذیر ہونا اس لحاظ سے اور بھی باعثِ قلق ہے۔ کہ اس مشاعرہ کے صدر محترم حضرت رسوا بھی اس التوائے اشاعت کے دوران میں دُنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اتنی تاخیر کے بعد اس کا شائع ہونا متعلقہ اصحاب کو ضرور ناگوار گزریگا۔ مگر تلافی مافات کی صورت صرف یہ ہے کہ اُسے شائع کیا جائے اور حضرت دُعا ڈبائیوی سے کہ یہ مشاعرہ انہیں کے وطن مالوف میں منعقد ہُوا تھا۔ اور حضرت انور صاحب سے کہ انہوں نے اس کا انتخاب اشاعت کے لئے روانہ فرمایا۔ گزارش کرتے ہیں۔ کہ صادقانہ اظہار معذرت کے باوجود ہم اس سنجیدہ شکایت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ (مینیجر)

مصرع طرح

یہ حال ہے کہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں۔

(گنجائش کے خیال سے جناب آنور کے بھیجے ہوئے انتخاب میں مزید انتخاب کیا گیا ہے۔ ایڈیٹر)

(جناب اَبر صاحب شاگرد رشید حضرت احسن مارہروی)

بچھڑ کے تم سے تمہیں ہیں سمائے جاتے ہیں　　پلٹ کے ہم اُسی مرکز پہ آئے جاتے ہیں
وہ عاشقوں کے تڑپنے کا مستقل عالم　　جہاں تھے پہلے وہیں اب بھی پائے جاتے ہیں
تمہارے نقشِ قدم سے یہ راز پوچھونگا　　کہ تجھ پہ جھکتے ہیں سر یا جھکائے جاتے ہیں

(مولانا حضرت احسن مارہروی)

وہ تیرِ ناز جو پنہاں چلائے جاتے ہیں۔　　نظر کے سامنے دل میں سمائے جاتے ہیں

وہاں یہ حضرتِ دل بے بلائے جاتے ہیں
جہاں بلائے ہوئے بھی اُٹھائے جاتے ہیں
ٹھہر ٹھہر کے چل اے جلد باز عمرِ رواں
روا روی میں قدم ڈگمگائے جاتے ہیں
نمودِ حشر نمائش ہے بھولے بھٹکوں کی
تمام عمر کے بچھڑے ملائے جاتے ہیں
نہ کیوں تلاش ہو اپنی تری گلی میں ہمیں
یہیں تو کھوئے ہوئے ہوش پائے جاتے ہیں

(جناب احمق پھپھوندوی)

ابھی سنا ہی کہاں ہے مرا فسانۂ غم
ابھی سے آپ یہ کیوں سٹپٹائے جاتے ہیں
یہ ووٹ سچ تو یہ ہے اک عجیب دانہ ہے
اسیں مرغ اسی پر لڑائے جاتے ہیں
اسی لئے مرے سر پر یہ دستِ شفقت تھا
حضور تو میرا بھیجا ہی کھائے جاتے ہیں
ابھی بفضلِ خدا تھیٹر اور سینما میں
حیاتِ قوم کے آثار پائے جاتے ہیں
ادب نواز سے اہلِ ادب معاذ اللہ
مشاعرہ میں اب احمق بلائے جاتے ہیں

(جناب ارشادی صاحب خلف الرشید حضرت قمر بدایونی)

ہم ان کی بزم میں یوں سر جھکائے جاتے ہیں
کہ جیسے لوگ کہیں بے بلائے جاتے ہیں

(جناب اعجاز صاحب خلف اصغر حضرت سیماب اکبرآبادی)

ہمیں نے اُن کو کیا آشنا محبت سے
ہمیں سے رازِ محبت چھپائے جاتے ہیں

(انعام الرحمٰن صاحب انعام گوالیاری تلمیذ حضرت نوح ناروی)

وہ ہم سے رسم بڑھا کر گھٹائے جاتے ہیں
ہم اُن کے واسطے آنکھیں بچھائے جاتے ہیں
چمن میں برق کے شعلوں کو اور کچھ نہ ملا
میرے نصیب کے تنکے جلائے جاتے ہیں
مجھے تو اپنی نگاہوں پہ سخت حیرت ہے
کہ ان میں آپ کے جلوے سمائے جاتے ہیں

(خان محمد صاحب انور تلمیذ حضرت نوح ناروی)

وہ دیر آنے میں جتنی لگائے جاتے ہیں
ہزاروں وہم مرے دل میں آئے جاتے ہیں
یہی بہت ہے کہ جھوٹی تسلیاں دیکر
وہ میرا دل مری ہمت بڑھائے جاتے ہیں
ہمیشہ اہلِ دُبائی کریںگے یاد انور!
ہم اپنا رنگ یہاں بھی جمائے جاتے ہیں

(جناب تاج صاحب ایڈیٹر فتنہ)

مٹا کے آئے ہیں دُنیا مری مرادوں کی!
یہی یہی جو نگاہیں جھکائے جاتے ہیں
وہ میرے دل سے نکل جائیں تو اُنہیں جانوں
جو میرے ہاتھ سے دامن چھڑائے جاتے ہیں

(جناب تبسم نظامی ایڈیٹر دورِ جدید)

عجیب ظرف ملا ہے گلوں کی فطرت کو — ستم اُٹھاتے ہیں اور مسکرائے جاتے ہیں

(جمال صاحب صابری سیمابی)

پناہ ڈھونڈتی پھرتی ہیں ہر طرف کرنیں — وہ آفتاب سے نظریں لڑائے جاتے ہیں

(حضرت دعا ڈبائیوی)

غمِ فراق میں آنسو بہائے جاتے ہیں — ہم اُن کے نام پہ موتی لٹائے جاتے ہیں
مریضِ عشق کو اللہ ہی شفا دے گا — کچھ اب تو اور ہی آثار پائے جاتے ہیں
زمینِ نجد کے ذرے بھی اے دعا اب تک — ترانے قیس کی اُلفت کے گائے جاتے ہیں

(جناب ساغر صاحب سیمابی)

یہ قصرِ حسن ہے آتش کدہ محبت کا — بجائے شمع یہاں دل جلائے جاتے ہیں

(جناب سائل مرہٹی)

یہ جانتے ہیں کہ بجلی ضرور ٹوٹیگی ! — چمن میں پھر بھی نشیمن بنائے جاتے ہیں

(حضرت علامہ سیماب اکبرآبادی)

یہ کس ادا سے کرشمے دکھائے جاتے ہیں — ادا شناس بھی دھوکے میں آئے جاتے ہیں
جو عمر تیری طلب میں گنوائے جاتے ہیں — کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں
بنا کے دل مری مٹی سے لائے جاتے ہیں — اُنہیں ستم کے سلیقے سکھائے جاتے ہیں
کوئی تو سرخیٔ افسانہ یادگار رہے — ہم اپنا خون قفس میں لگائے جاتے ہیں
وہاں چمن میں ہے تعمیرِ آشیاں پہ عتاب — یہاں ہوا میں نشیمن بنائے جاتے ہیں۔

(جناب شاہد صاحب اکبرآبادی سیمابی)

دیارِ عشق کی عزت کو کوئی کیا سمجھے ! — یہاں کی خاک سے انسان بنائے جاتے ہیں
حریمِ عشق میں آوے خرابِ کعبہ و دیر — یہاں حیات کے آثار پائے جاتے ہیں
سنبھال اپنی نظر کو کہ شعلہ ہائے جمال — تیری نظر سے مرے دل میں آئے جاتے ہیں

(جناب عشقی صاحب)

نگاہِ شوق سے کہدو کہ ہوشیار رہے — حریمِ ناز کے پردے اُٹھائے جاتے ہیں
ہمارا تذکرہ اُن سے کوئی نہیں کرتا ! — سب اپنے اپنے فسانے سنائے جاتے ہیں

(جناب فیاض الدین صاحب فیاضؔ گوالیاری)

یہ کہکے وہ مری ہستی مٹائے جاتے ہیں
جنہیں بھلاؤ وہی یاد آئے جاتے ہیں

سپید ہو چلیں آنکھیں مریضِ فرقت کی
طلوعِ صبح کے آثار پائے جاتے ہیں

اُنہیں سے دل کو اُمیدِ وفا ہے پھر فیاضؔ
پھر آزمائے ہوئے آزمائے جاتے ہیں

(حضرت قمرؔ بدایونی)

پیام بر یونہیں باتیں بنائے جاتے ہیں
بھلا وہ میرے بلانے سے آئے جاتے ہیں

خدا کرے کہ یہ دھوکا نہ ہو حقیقت ہو
ابھی کسی نے کہا تھا وہ آئے جاتے ہیں

کسی غریب کا عشاق میں شمار نہ ہو!
یہ بد نصیب ہمیشہ ستائے جاتے ہیں

جو غیر ہو وہ سنے بزمِ غیر کے قصے
یہ واقعات مجھے کیوں سنائے جاتے ہیں

غمِ فراق کے صدمے قمرؔ سے کیا اُٹھتے
تسلیوں سے وہ ہمت بڑھائے جاتے ہیں

(جناب قمرؔ صاحب جلالوی)

وہاں سے یہ خبر آئی ہے آئے جاتے ہیں
یہاں چراغ پتنگے بجھائے جاتے ہیں!

قفس میں گھر بھی بنا لیں مگر پتہ تو چلے
کہاں کہاں کے نشیمن جلائے جاتے ہیں

(جناب منظر صاحب صدیقی سیمابی)

مٹا مجھے نگہِ بے پناہ سے اپنی
اسی طرح سے فسانے بنائے جاتے ہیں

(جناب نیرؔ صاحب اکبرآبادی)

وہ نقشِ پا ہیں کہ ہر سمت پائے جاتے ہیں
یہ رہنما مجھے رستے بھلائے جاتے ہیں

بڑھی ہے یہ تری فرقت سے تیرگیِ غم کی
سحر میں شام کے آثار پائے جاتے ہیں

دیارِ عشق کی افتادگی ارے توبہ!
وہ کیا اُٹھیں جو نظر سے گرائے جاتے ہیں

(صدر مشاعرہ جناب جگت موہن لال صاحب رواںؔ رئیس اناؤ)

حیات و موت پہ پردے گرائے جاتے ہیں
ہمارے راز ہمیں سے چھپائے جاتے ہیں

مآلِ کارِ محبت نہ پوچھ اے ہمدم
کہیں یہ راز کسی سے بتائے جاتے ہیں

غمِ شکست کا احساس اور قوم کا دل!
یہیں سے فتح کے آثار پائے جاتے ہیں

نوٹ:۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ ہم جناب صدر صاحب و دیگر حضرات کے بقیہ اشعار سماعت میں نہ آنےکی وجہ سے نوٹ نہیں کر سکے اسی طرح دیگر حضرات کا انتخاب کلام بھی دستیاب نہیں ہو سکا جس کی ہم معافی مانگتے ہیں۔ (انور)

رہنمائے تعلیم کا سلور جوبلی نمبر ۱۹۳۵ء

مکرمی سردار جگت سنگھ صاحب کی ذاتِ ستودہ صفات کسی خاص تعارف کی محتاج نہیں آپ کی ادب نوازی۔ ایثارِ نفسی۔ اور الوالعزمانہ جذبات کا حقیقی ترجمان خود آپ کا رسالہ ہے۔ جو علمی وادبی دنیا میں اُنتیس سال سے برابر سرگرم کار ہے۔ اور اس گئے گذرے زمانہ میں بھی کہ اقتصادی بدحالی کی وجہ سے ہر قسم کا تمدنی کاروبار انحطاط پذیر ہے۔ رسالہ ہذا اپنی وضع اور خودداری کو قائم ہی نہیں رکھ رہا بلکہ روز افزوں شان دار اور تحیّر خیز ترقی کر رہا ہے اس کے مدارج اِرتقا کی علوئیت کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ اس کا ہر نمبر بلحاظ حسنِ طباعت۔ تنوّعِ مضامین۔ رعنائی تصاویر جاذبیتِ نظر اُسی جامعیت کا حامل رہا ہے۔ جو ہمیشہ اس کے لئے طرّۂ افتخار بنی رہی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اس کو ایک ایسی ہستی کے سایۂ ہما پایہ میں پرورش پانے کا فخر حاصل ہے۔ جس کی عدیم النظیر ذات دُنیائے ادب کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ اور جس کی نقّاد نگاہوں کے تکیہ پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ؎

چہ غم دیوارِ اُمّت راکہ باشد چوں تو پُشتیباں ۔۔۔ چہ باک از موجِ بحر آں راکہ دارد نوح کشتیباں

حُسنِ اتفاق سے جہاں رسالہ ہذا کو قبلہ صابرؔ مدظلہٗ و حضرت نوحؔ مدظلہٗ جیسے واجب الاحترام و ذی احتشام سرپرست نصیب ہوئے ہیں۔ وہاں اس کے ارکانِ ادارہ بھی مستغنی عن التوصیف ہیں۔ جناب دریا رتھیؔ اور سجدہ نوا صاحب نے بچپن میں ہی اپنی گود میں لے لیا پہلے گھٹنوں چلنا سکھایا۔ پھر انگلی لگایا جب ذرا ہوش سنبھالا۔ اور اپنی توتلی اور میٹھی زبان سے پیاری پیاری باتیں کر کے ہر ایک کا دل لبھانے لگا تو جناب طالب کاشمیری اور ہندوستان کے مایۂ صدناز شاعر افضل الشعرا ابوالفصاحت قبلہ جوشؔ ملسیانی نے اُس کے حسنِ صورت و سیرت سے متاثر ہو کر پرورش کا بیڑہ اُٹھایا چنانچہ قبلہ جوشؔ صاحب کی عنایاتِ بے غایت اور سعیِ پیہم کا نتیجہ ہے کہ رسالہ ہذا ایک فنّی رسالہ ہونے کے باوجود ادبی سحرکاریوں کا مرقع بن رہا ہے۔ تنقیدی۔ ادبی۔ تحقیقی اور اصلاحی مضامین متین اور معتدل انداز میں شائع کرنے کے علاوہ خشک اور اجنبی موضوعات کو بھی ایک زرّیں شاہکار کی صورت میں جلوہ گر کرنا اس کا شیوہ ہے۔ جنوری ۱۹۳۵ء تک چھ ضخیم نمبر اپنی حسبِ معمول جامعیت و نوعیت کے ساتھ شائع ہو چکے تھے۔ جن کے اخراجات کی زیر باری اور ادبی کساد بازاری آئندہ نمبر شائع نہ ہونے کی متقاضی تھی لیکن سردار صاحب کے ادبی جنوں کی شان ملاحظہ ہو کہ اس اقتصادی انحطاط کے عالم میں بھی مردانہ وار یہ شعر پڑھتے ہوئے میدانِ عمل میں کُود پڑے ؎

ہمّت بلند دار کہ نزدِ خدا و خلق ۔۔۔ باشد بقدر ہمتِ تو اعتبارِ تو

اور اِن مخالف حالات میں بھی جادۂ مستقیم پر اولوالعزمانہ پیش قدمی کرنے سے نہ رُکے۔ اور سلور جوبلی نمبر انتہائی دلچسپیوں اور بوقلمونیوں کو ساتھ لیتا ہُوا دُنیائے صحافت میں جلوہ گر ہُوا۔ تمام اربابِ ذوق اس کی زیارت کو بڑھے۔ پہلی ہی نظر میں سرورق کی کیف آور و وجد آفرین رعنائیوں نے بے خود کر دیا اندر جھانکنے پر ثریا جاہ۔ کیواں بارگاہ سکندر شوکت کسریٰ رفعت اعلیحضرت حضور شہنشاہ معظم جارج پنجم اور علیحضرت ملکہ معظمہ میری کی تصویر پُر تنویر جنتِ نظارہ ہوئی۔ اور اُن کی پسِ پُشت ہز ایکسیلینسی سر ہربرٹ ولیم ایمرسن گورنر آف دی پنجاب دام اقبالہٗ کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ اس کے بعد جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی (جن کی ادبی تحقیق و کاوشِ دماغی کا ہر خاص نمبر مرہونِ منت ہوتا ہے) کا پُر از معلومات مضمون قیصر ہند نظر نواز ہوتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضور شہنشاہ کے سوانح حیات اِس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اُردو میں لکھنا کارِ محال ہے۔ مضمون کے اختتام پر شجرۂ نسب حضور وکٹوریہ ملکہ معظمہ رفیع الدرجۂ انگلستان و ہندوستان پیش کر کے اپنی وسعتِ تحقیق کو چار چاند لگائے ہیں یہ حقیقت ہے کہ ایسا دلچسپ موضوع کسی دوسرے رسالہ کے جوبلی نمبر کو نہیں سُوجھا۔ تقریباً ۲۰ اشاخیں اِس شجرہ میں ظاہر کی گئی ہیں۔ بعد ازآں ناخدائے سخن تاج الشعرا فصیح العصر قبلہ اُستاذی حضرت نوح ناروی مدظلہٗ نے سلور جوبلی کے عنوان سے فصاحت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ اور بقول قبلہ حضرت جوش ملسیانی مدظلہٗ اس نظم کی داد یہی ہو سکتی ہے کہ خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست۔ آگے چل کر جناب عبدالمجید صاحب امجد بی۔ اے لُدھیانوی نے لفظ جوبلی کی تحقیق پیش کر کے اُردو ادب میں ایک نیا شگوفہ کھلایا ہے۔ اور غالباً زبانِ اُردو میں لفظ جوبلی کی یہ زبردست تشریح پہلا کارنامہ ہے۔ خواجہ فیروز حسن صاحب بٹ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل نے بھی جوبلی کے مفہوم کو خُوب منکشف کیا ہے۔ اور ساتھ ہی حضور شہنشاہ معظم کے حالاتِ زندگی بھی پیش کئے ہیں۔ آگے چل کر عالی جناب سحاب سخن حضرت ابر احسنی گنوری کا ایک مختصر مگر جامع ڈرامہ بدی کا بدلہ قابلِ داد اور لائق صاد ہے۔ اور ساتھ جناب لالہ آگیا رام صاحب سچدیو مدیر نے سلور جوبلی کے متعلق اپنے زرّیں خیالات کا اظہار کر کے ملک معظم کا سلسلہ نسب پیش کیا ہے۔ جو نیا اور اچھوتا ہونے کی وجہ سے خاص دلچسپی کا باعث ہو گیا ہے اور سب سے زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ جناب لالہ کرشن چندر صاحب للہن بی۔ اے۔ بی۔ ٹی نے سات مضمون یا معلومات کے سات خزانے بہم پہنچائے ہیں۔ سلور جوبلی کی شب بھی ایک نرالا اور نیا مضمون ہے جو خنجر صاحب کی نازک خیالی کا نمونہ ہے۔ علاوہ ازیں جناب ابر احسنی۔ پنڈت اندرجیت شرما جعفرت عظامی جناب عروج۔ ادیب عثمانی۔ جناب مائل۔ حضرت سیاح۔ جناب نسیم کی نظمیں اور سید انور علی صاحب نقوی اور سید غلام حسین شاہ صاحب کے مضامین لائق صد ہزار تحسین ہیں۔ الغرض جوبلی نمبر بے انتہا گوناگونیوں اور بے نہایت دلفریبیوں کا مرقع اور ادبی۔ تاریخی۔ معاشرتی اور اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے۔ ہر ورق دیدہ زیب۔

ہر مضمون دلفریب - ہر تصویر پُر تنویر اور جاذبِ نظر ہے - شاہی خاندان کے مکمل حالات اور ان برگزیدہ اور باکمال ہستیوں کے دیدارِ راح آثار سے مسرت اندوز ہونے کے لئے رہنمائے تعلیم کے سلور جوبلی نمبر کے سوا ہندوستان بھر میں کوئی دوسرا رسالہ نہیں - اور اس نمایاں کامیابی پر سردار صاحب کے ایثار و جسارت اور اُن کے گرانمایہ و مایۂ ناز رُفقا کی حسن لیاقت و محنت بندہ بھی کو سراہتا ہُوا ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہُوں - اور داعی ہُوں کہ اربابِ ذوق اور شائقینِ ادب رسالہ ہذا کی کماحقہٗ قدر کرتے ہوئے سردار صاحب کی سعی کو مشکور کریں -

(پنڈت رلا رام رتن پنڈوروی منشی فاضل)

غزل

(مسٹر جان محمد انور تلمیذ تاج الشعرا ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی)

وُہ کہہ رہے ہیں سُنا اپنی داستاں مجھ کو
اب اُن سے کون کہے ہوش ہے کہاں مجھ کو

بس اتنی یاد نشیمن ہے باغباں مجھ کو
چمکتی کچھ نظر آئی تھیں بجلیاں مجھ کو

رہی خیر ہو میرا جہاں نشیمن تھا
نظر پڑا وہیں اُٹھتا ہُوا دھواں مجھ کو

کبھی چمن میں رہا میں کبھی قفس میں پھنسا
لئے پھری مری قسمت کہاں کہاں مجھ کو

یہ چمن میں یاد جو کرتے ہیں اکثر اہلِ چمن
قفس میں آتی ہیں رہ رہ کے ہچکیاں مجھ کو

وفورِ بیخودیٔ شوق میں نہیں معلوم
چلا ہے لیکے کہاں دِل کشاں کشاں مجھ کو

یہ چاہتے ہیں کہ یہ اپنے منہ سے کچھ نہ کہے
سُنا رہے ہیں وہ مری ہی داستاں مجھ کو

یہ جانتا ہوں کہ بے سود ہے فغاں ہمدم
پھر آج کرنے دے اک سعیٔ رائگاں مجھ کو

جنابِ داغ تک انور ہے سلسلہ میرا
یہ کون کہتا ہے آتی نہیں زباں مجھ کو

دُعا

فدا حسین شریعت کے پُورے پابند تھے۔ اور ہر قسم کی خوبیوں سے آراستہ فخر عرب و عجم نبی کرّم صلعم کی سچی غلامی اور پوری پیروی کے طفیل فخر خاندان بنے تھے۔ جس درجہ اخلاق بلند تھا اُسی درجہ کا علم و فضل بھی تھا۔ اور نعمتؑ دولت کی قسم سے بھی اللہ کا دیا سب کچھ گھر میں تھا۔ ہاں اگر نہیں تھا تو ایک گھر کا چراغ یعنی نورِ نظر اس غم نے اُنکی آنکھوں میں دُنیا کو تاریک کر رکھا تھا۔

اللہ اپنے نیک بندوں کا غم نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑے ہی دن گذرے ہونگے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی دلی آرزو کو پورا کیا یعنی ان کے ہاں جیتا جاگتا بچہ پیدا ہُوا۔ خدا کے شکریہ میں حضرت یحیٰی اور بی بی مریم کا فاتحہ کیا۔

اب فضلِ باری سے فدا حسین کا لڑکا اس وقت سات برس کا ہے۔ ایک رات کو فرطِ مسرت سے بیتاب ہو کر تہجد کے بعد دعائیں کر رہے تھے کہ اے مایوسوں کو آس دینے والے! اے تاریکیوں کو روشن کرنے والے! اے بے نام و نشان کا نام و نشان رکھنے والے! تیرا شکر کہاں تک بجالاؤں تو نے مجھے وہ دولت دی جس کی اُمید نہیں تھی۔ اب اس اُمید کے درخت کو بارآور کر اور دُنیا کو فیض پہنچا میرے بچے کو عزیز عالم بنا۔

اتنے میں لڑکا بھی چونک پڑا اور حکم کے بموجب باپ کے ساتھ دُعا میں شریک ہو گیا اور آمین آمین کہنے لگا۔

اللہ نے ان کی دُعا کو قبول کر لیا۔ آج وہی لڑکا افتخار حسین کے نام سے ہندوستان کی سیاسی اور علمی ادبی دُنیا میں روشناس ہے۔

(عبدالاحد گورکھپوری)

وطن کی راگنی

روحِ نظارہ ہیں گُلہائے وطن   رُوکشِ جنّت ہے صحرائے وطن

محوِ حیرت ہو گئے اہلِ نظر   دیدنی ہے روئے زیبائے وطن

خلد کی حسرت مبارک ہو تمہیں   ہم کو اچھی ہے تمنّائے وطن

ہفت کشور تک نہ لیں اس کے عوض   جو دل و جاں سے ہیں شیدائے وطن

رنجِ غربت کو مٹانے کے لئے   مست ہو جا پی کے صہبائے وطن

(نفیس کلکتہ سید فیض الصمدانی نقشی بانس)

پسٹالاٹسی

(جناب خواجہ فیروز حسن صاحب بٹ ایم اے۔ بی ٹی)

پسٹالاٹسی دُنیائے تعلیم کے بہترین فائدین میں محسوب ہوتا ہے سوئٹزرلینڈ کے لئے اس کی ہستی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اس کا مولد و مسکن زیورچ تھا۔ ابھی اس کا سن پانچ برس کا نہ ہونے پایا تھا کہ وہ ظلِ پدری سے محروم ہوگیا۔ اور اس کس مپرسی کے عالم میں بجز اُس کی والدہ کے جو پرلے درجے کی بیدار مغز اور شائستہ عورت تھی۔ اس یتیم و نادار بچے کا کوئی معین و مونس نہ رہا۔ باوجود فلاکت و عسرت کے اس نے اس کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ پسٹالاٹسی کے بہبود و اصلاحِ حال میں اس کا ایک کہن سال و فاکیش ملازم بھی ہمیشہ اس کا شریک حال رہا۔

بچپن میں پسٹالاٹسی بہت نحیف الجثہ، کریہ الصورت اور شرمگیں تھا۔ بسا اوقات یہ ایسی ناقابلِ عمل اور ناقابلِ قبول تجاویز پیش کرتا کہ اس کے ہمدرس اس کا مضحکہ اُڑایا کرتے تھے لیکن یہ بات کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گذری تھی کہ یہ خیالی پلاؤ پکانے والا۔ بچہ کسی زمانۂ آتیہ میں ان تجاویز کو عملی جامہ پہنا کر چار دانگ عالم میں کوسِ لمن الملک کا اعلان کر دیگا۔ اور دُنیا جہان کے عُقلا اور فلاسفہ اس کے کارہائے نمایاں دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جائینگے۔ اس کی شفیق والدہ ہمیشہ اسکی تعلیم کی نگرانی کرتی رہی۔ چنانچہ اس نے اسے بغرضِ تعلیم پہلے ایک ابتدائی مدرسہ میں داخل کیا۔ جب وہ تکمیل تعلیم کر چکا تو اس نے لاطینی زبان سیکھنا شروع کی۔ ذکی بلا کا تھا۔ قلیل مدت میں لاطینی کے مبادیات و مفردات پانی کی طرح پی گیا۔ اور اپنے روزمرہ کے اسباق کو نوک زبان کر لیا کرتا۔ اس کے اساتذہ ہمیشہ اس سے خوش اور اس کی تیاریٔ اسباق سے مطمئن رہتے۔ لیکن چونکہ اس کی طبیعت میں قدرتاً وارفتگی اور استغنا حد درجہ کا تھا۔ اس لئے اس نے زمانۂ تعلیم میں کبھی کوئی ممتیز خصوصیت پیدا نہیں کی۔ ابھی وہ بچہ ہی تھا کہ سوئٹزرلینڈ کی ایک اصلاحی جماعت کا رُکن ہوگیا ملک کی سیاسی اور اجتماعی حالت عجیب جانکنی کے مخمصے میں تھی۔ پسٹالاٹسی نے لوگوں کے ازالۂ مصائب کے لئے حتی الامکان کوشش و کاوش کی۔ اس کی تلی زندگی پر دو زبردست اَدبی و فلسفی شخصیتوں نے اثر ڈالا تھا۔ ملک فرانس کے مشہور انقلاب پسند رُوسو کی تحریرات سے بالخاصہ

متکیف ہؤا۔ اور ریبو پیشر ہ نو بلی اور بلنشلی کی شبانہ روز رفاقت نے اسے ہیلوشن سوسائٹی میں شریک ہونے پر مجبور کیا۔ ہیلوشن سوسائٹی میں شریک ہوتے ہی پسٹالاٹسی نے پرو بال نکالنے شروع کر دیئے۔ وہ مذاکرۂ علمیہ کے بحث و مباحثہ میں بڑے شدومد سے حصہ لینے لگ گیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ اس سوسائٹی کے اراکین نے اس کی قابلیت کا لوہا مانا۔ اور اس کی علمی خدمات سے استفادہ کی غرض سے اس کے مقالات اپنے رسالے میں درج کرنے لگے۔ پسٹالاٹسی کا مختصر مگر جامع رسالہ موسومہ یہ ڈرائیٹر اسی زمانہ کی یادگار ہے۔ اس میں پسٹالاٹسی نے گذشتہ صدی کی بداخلاقیوں۔ رشوت ستانیوں اور عوام الناس کی زبوں حالی پر جو روز بروز روبہ انحطاط و ہبوط ہو رہی تھی۔ خوب دل کھول کر نقد و نظر کی ہے۔ اور معاشری اور علمی اصلاحات پر بہت زور دیا ہے۔

اس کا رقت آمیز دل عوام و غربا کی مفلوک الحالی اور بے سرو سامانی دیکھ کر بہت متاثر ہؤا کرتا تھا۔ اور اس نے پہلے پہل اپنے محلے کے مسکینوں کی فلاح و بہبود کا بیڑا اُٹھایا۔ لیکن اس کے دوش ناتواں اس بارگراں کی کفالت سے عہدہ برآنہ ہو سکے۔ اور اسے اس عزم راسخ کو خیرباد کہتے ہی بن آئی اب اس نے اپنی مصروفیت کے لئے کوئی اور لائحہ عمل مرتب کرنا چاہا۔ سچ ہے جو لوگ دُنیا میں نام پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ کبھی بھی فارغ نہیں بیٹھتے۔

اب اسے یہی خبط سما یا کہ ایک مقنن کی حیثیت سے امتیاز حاصل کرنا چاہئے۔ تاکہ مقامی اور قومی اداروں میں امداد بہم پہنچا سکے۔ لیکن کثرتِ کار نے اس کی صحت کا ستیاناس کر دیا۔ ابھی اسے اس عالت گو مگو سے بکلی نجات حاصل نہ ہوئی تھی کہ بلنشلی کی نوبیدگی نے اونکھنے کو ٹھیلتے کا بہانہ دیدیا۔ پسٹالاٹسی کو سخت جانکاہ صدمہ ہؤا۔ اور افکار و آلام نے اس کے دماغ کو مختل کر دیا۔ حتیٰ کہ اسے جان کے لالے پڑ گئے۔ بڑے بڑے حاذق اطباء سے استصواب کیا گیا تو انہوں نے ترکِ مطالعہ اور کھلی تازہ ہوا میں قیام و سکونت کرنے کو بقائے حیات کے لئے ناگزیر بتلایا۔

اس پُرخطر زمانہ میں وہ رُوسو کے زرّیں اصول "قدرت کی طرف واپس جاؤ" کے مطابق سادہ زندگی پر شدت سے عمل پیرا ہؤا۔ چنانچہ اس نے اپنی جملہ کتب نذر آتش کر دیں۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ انہیں ہاتھ تک نہیں لگاؤنگا۔ ۱۷۶۷ء میں اس نے کاشتکاری اور فلاحت کا کاروبار شروع کیا۔ ۱۷۶۹ء میں اس نے آرگان کے مقام پر ایک کھیت مول لیا اور ازماشلتھس سے شادی کر لی۔ اس کی شادی بھی ایک دلچسپ قصہ ہے۔ باہمی رُسل و رسائل میں اس نے اپنی منسوبہ سے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں کہا "میں پہلے محب وطن اور بعد میں وفادار خاوند ہوں۔ ضروریاتِ ملکی میرے نزدیک خانوی اغراض

پر قابل ترجیح ہیں۔ لہٰذا مجھ سے ملک و قوم کے خلاف کسی قسم کی توقعات رکھنا محض عبث فعل ہے۔"
لیکن اس کی منگیتر بھی بلا کی خاتون تھی۔ اس نے پسٹا لاٹسی کی تمام شرائط سے تمام و کمال اتفاق رائے ظاہر کیا۔ اور اس سے شادی کرنے پر بہ ہزار دل و جان رضامند ہوگئی۔ اور عمر بھر وفا شعار اور غمگسار رفیقہ بنی رہی۔ اس کا ہر کام میں ہاتھ بٹاتی رہی جس شخص کو خوش بختانہ ایسا رفیق طریق مل جائے تو اسے پھر اور کیا چاہیئے۔

رُوسو کی تعلیم کے نفوذ و اثر کے باعث پسٹا لاٹسی کو زراعت و فلاحت سے لگاؤ ہو گیا تھا چنانچہ اس نے نیوہاف کے مقام پر کھیتی باڑی شروع کر دی۔ مسلسل سات برس تک وہ خون پسینہ ایک کر کے اس کام میں مصروف رہا۔ لیکن انجام کار اسے سخت ناکامی کا سامنا ہُوا۔ اس ریاضت اور محنت شاقہ کے زمانہ میں اس کے ہاں ایک فرزند دلبند تولد ہُوا جس کا نام اس نے جیکوبلی رکھا۔ اب اس نے فلاحت کو خیرباد کہا اور اسے اپنے لخت جگر کی تربیت کا خیال دامنگیر ہُوا۔ اس کا خیال تھا کہ تعلیم و تربیت بچّے کی جسمانی اخلاقی اور دماغی نشو و ارتقا کے مناسب ہونی چاہیئے۔ اس لئے اس نے جیکوبلی کی تعلیم میں رُوسو کے کئی ایک اصول برتے۔ چنانچہ وہ باقاعدہ ۱۷۷۴ء سے لیکر ساڑھے تین سال تک اپنے بچے کی تمام حرکات و سکنات "والدین کا رسالہ" میں درج کرتا رہا۔ پسٹا لاٹسی کا عقیدہ تھا کہ بچّوں کی تعلیم و تربیت کی بُنیاد پیار و محبت پر ہونی چاہیئے۔ اس کے نزدیک بچیوں کے لئے باغبانی امور خانگی کا انصرام کشیدہ کاڑھنا سُوت کاتنا اور بُننا نہایت اہم مشغلے ہیں۔

اگر پسٹا لاٹسی کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو انسان اس سے بہت کچھ نصیحت اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ وہ تا دم واپسین ناداری میں بسر کرتا رہا۔ لیکن اس نے کبھی جی نہیں چھوڑا۔ اور محنت سے کبھی مُنہ نہیں موڑا۔ بلکہ ہمیشہ کس مپرس انسانوں کی دستگیری کرتا رہا۔ بلکہ بعض دفعہ تو اسکی اپنی حالت بدقابلِ ترحم ہوجایا کرتی تھی۔ عالمِ یاس و نامرادی میں سوائے قلم و قرطاس کے اس کا کوئی مونس تنہائی نہ تھا۔ اس کے علم دوست احباب نے بھی اس کی حتی المقدور ڈھارس بندھائی چنانچہ آئسلن اور رفصولی نے اسے تصنیف کا شوق دلایا۔ سب سے پہلے اس نے ایک چھوٹا سا رسالہ جو علمی اخلاقی اور مذہبی ضرب الامثال پر مشتمل تھا۔ آئسلن کے ماہوار جریدے کے لئے تحریر کیا۔ وہ رسالہ "ایک راہب کے اوقات شبانہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک انعامی مضمون سپرد قلم کیا۔ اور پھر ۱۷۸۱ء میں لیونارڈ اور گرٹروڈ تصنیف کی۔ یہ کتاب ایک افسانہ ہے جس میں دیہاتی زندگی کا بہت خوبی سے چربہ اُتارا گیا ہے۔ اس کا متن تمام تر پسٹا لاٹسی کے ذاتی تجربات اور چشم دید حادثات

پر مبنی ہے۔ اس کے پڑھنے سے پسٹالاٹسی کی خداداد قابلیت اور طباعی کا پتہ چلتاہے۔ یہ کتاب اس قدر مطبوع خلائق ہوئی۔ کہ دُنیا جہان نے اس کو اپنی آنکھوں پر جگہ دی۔ یہ پانچ حصص میں منقسم ہے

۸۲ء میں اس نے کرسٹافر اور الیزبا کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اور اپنی زیر ادارت تعلیم، سیاسیات اور اخلاقیات کے مقاصدِ ثلاثہ کی ترویج کے لئے "مجلۂ سویسریہ" بڑے اہتمام سے جاری کیا۔ لیکن یہ کمسن ادبی بچہ ایک سال کی مدت حیات ختم کرنے کے بعد ہی رہگرائے عالم بقا ہوا ۱۷۹۷-۸۳ء میں اس نے چند سیاسی مضامین طبع کرائے۔ بعد ازاں دو تین برس تک نسلِ انسانی کے نشو ونما کے متعلق قدرت کی تحقیقات میں مشغول رہا۔

جب سٹینز کے مقام پر سخت خونریزی ہوئی اور ان یتیم ولاوارث بچوں کی تربیت اور انتظام قیام وطعام کے لئے جن کے والدین قتل ہو چکے تھے ایک یتیم خانہ بہ صرف کثیر کھولا گیا۔ تو پسٹالاٹسی جو ہمدردیٔ قوم پرستی اور غربا نوازی کا سکۂ آفاق عالم میں بٹھا چکا تھا۔ اس یتیم خانہ کا مہتمم مقرر ہوا۔ سامان تھا نہ کچھ کارگذاری کے لئے اسباب۔ اکثر لوگ اسے راہب اور مجرد زاویہ نشین سمجھ کر تنگ کرتے رہتے تھے۔ اور چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر اس نے اپنی نیک چلنی اور اعلےٰ نصب العین پر عمل درآمد کرنے سے ان سب مشکلات پر عبور حاصل کر لیا۔

کچھ مدت بعد مسٹر سٹیفر (مدیر فنون وسائنس) کے اثر سے پسٹالاٹسی کو برگ ڈف کے ایک مکتب میں جس کا معلّم اوّل ایک پیشہ ور کفش دوز تھا۔ ایک آسامی دستیاب ہوگئی۔ ماہانہ معاوضہ بہت ہی قلیل تھا۔ اس لئے روح وجسم کا تعلق قائم رکھنے کے لئے اس کے قیام کا مشروط انتظام کیا گیا۔ یہاں پسٹالاٹسی کے لئے اپنے نظریات کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے ایک وسیع معمل مل گیا۔ چنانچہ اس نے بچوں اور بچیوں پر دل کھول کر تجربے کئے۔ اور اسے فی الحقیقت شاندار کامیابی حاصل ہوئی جس سے اس کی ہمت افزائی ہوئی۔ چنانچہ اس نے گرٹروڈ بچوں کو کس طرح پڑھاتی ہے کے عنوان سے ایک جامع ومانع کتاب لکھی۔ اس کتاب میں پسٹالاٹسی نے تعلیم کے عمدہ عمدہ طریقے اور اصول قلمبند کئے۔ معلمین زمانہ وماہرین فن تعلیم کی رائے ہے کہ جو شخص ایجوکیشن کی غایت اصلی ومفہوم حقیقی سے مطلع ہونا چاہئے۔ اسے ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ یہ موقعہ تعلیمی اصول کا منبع وسرچشمہ ہے۔ جملہ آراء ومذاہب اس کتاب کے مرہون منت ہیں۔ یہ کتاب اساتذہ تلامذہ اور والدین کے لئے صراطِ مستقیم ہے۔ جولائی ۱۸۰۴ء میں پسٹالاٹسی نے سرکاری دفاتر کے لئے قلعہ خالی کر دیا۔ فلن برگ اور پسٹالاٹسی میں اختلاف ہوگیا۔ اور مدرسہ یوردُن میں

منتقل کر دیا گیا۔ یہاں پانچ سال بخیر و خوبی گذارے۔ لیکن ذاتی مناقشت سے مدرسہ کو نقصان پہنچنا شروع ہو گیا۔ اس واسطے پسٹالاٹسی آپ سے آپ مدرسہ سے الگ ہو گیا۔ اور ۱۸۰۵ء سے ۱۸۲۷ء کے دوران میں کتب نویسی کی طرف مائل ہوا۔ اس بیس برس کی طویل مدت میں اس نے بہت سے پُر مغز مضامین اور خطوط مختلف ادبی روز نامجات اور ہفتہ وار علمی اخبارات میں بڑی آب و تاب سے چھپوائے۔

پسٹالاٹسی نے اپنے نظریئے کسی کتابی صورت میں شائع نہیں کئے۔ لیکن جو کچھ جستہ جستہ اس کی تصانیف، تحریرات اور اقوال سے ماخوذ و مستنبط ہوتا ہے۔ اُس سے طشت از بام ہوتا ہے کہ ہماری اخلاقی برتری، روحانی ارتقا اور جسمانی نشو و نما ہماری اپنے ہی قوتی اور دل و دماغ کا نتیجہ ہیں ہمارے جملہ قوا اور حواس تجربہ اور عمل سے پھولتے پھلتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ اور معطل پڑے رہنے سے بیکار اور سُست کار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ فنا بھی ہو جاتے ہیں۔ مختصر طور پر پسٹالاٹسی کے اصول تعلیم اس طرح قلمبند کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) تعلیم مذہبی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ انسان حیات و ممات میں کبھی بھی خدا اور اس کے تعلیم دیئے ہوئے صحیح اصولوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

(۲) تعلیم ایسی ہونی چاہیئے کہ اس سے انسانی وجود کو پوری نشو و نما حاصل ہو اور اس کی دماغی اخلاقی اور جسمانی ترقی بتدریج و بہ تناسب ظہور پذیر ہوتی رہے۔

(۳) تعلیم سے رہنمائی، تحریک و ترغیب اور افزونی نشاط وغیرہم منصور ہیں۔ اس سے طالب علم کے دل میں خواہشات ترقی کا بحر ذخار متموج و متلاطم ہو جانا چاہیئے۔ اگر طالب علم سے یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو وہ صحیح معنوں میں تعلیم نہیں۔

(۴) اُستاد کو خود بہت تھوڑی دماغ سوزی کرنی چاہیئے اور لڑکے کی نگرانی کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

اس شق کے ضمن میں یہ تحریر کر دینا دُور از کار نہ ہو گا کہ میرے محسن و مکرم فاضل اُستاد مسٹر پارکنسن ایم اے۔ آئی ای ایس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور نے جو عن قریب فضلہ تعالےٰ ڈائرکٹر محکمۂ تعلیم پنجاب متعین ہونے والے ہیں۔ آجکل کالج مذکور میں طلبا کی نگرانی و تربیت کا خاص اہتمام کر رکھا ہے۔ اور مِس پارک ہرسٹ (خاتونِ امریکہ) کی مروجہ و مجوزہ ڈالٹن پلین کو بوجہٖ احسن عملی جامہ پہنانے کی سعیٔ جمیلہ فرما رہے ہیں۔ جو اصحاب مزید معلومات حاصل کرنے کے متمنی ہوں وہ مس پارک ہرسٹ کی خود تصنیف کردہ کتاب کا مطالعہ کریں۔ اور اسائن منٹ سسٹم (طریق تعین کار) سے کلیتہً

واقفیت حاصل کریں۔

(۵) ایجوکیشن فطری طریق پر ہونی چاہئے۔ دماغی اور جسمانی مدارج کا خیال رکھنا سخت ضروری ہے۔ آسان سے مشکل کی طرف۔ بسیط سے مرکب کی طرف۔ نزدیک سے دُور کی جانب گامزن ہونا چاہئے۔ نیز متعلم کو آزادئی خیال ہونی چاہئے۔ اس کی تربیت میں جامعیت کا رنگ ہونا ضروری ہے۔

(۶) علم سے عمل اشد ضروری ہے۔ اُستاد اور شاگرد کے درمیان علاقۂ محبت ہونا چاہئے۔ سزائے تازیانہ اور حتیٰ کہ زجر و توبیخ سے احتراز کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ اس میں بہیمیت اور بربریت پائی جاتی ہے۔ آج کل محکمۂ تعلیم بدنی سزا دینے والے اُستادوں سے سختی سے پیش آرہا ہے۔ چنانچہ ضابطۂ تعلیم پنجاب طبع یازدہم کی دفعہ ۱۹۱ کے مطابق کوئی اُستاد سوائے ہیڈ ماسٹر کے بدنی سزا دینے کا مجاز نہیں۔ وہ بھی خاص خاص صورتوں میں سزا دہی کی اہلیت رکھتا ہے۔ ہمارے فاضل اور ہردلعزیز انسپکٹر مدارس لاہور جناب رائے بہادر مسٹر من موہن اپنے ڈویژن کے اساتذہ کی جو اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں بہت درگت کرتے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے آپ نے تمام ڈویژن میں سرکلر بھی شائع کیا ہے۔ جس کا یہ اثر ہوا ہے کہ اُستادوں کے رویہ میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ ہو بھی کیوں نہ حکم حاکم اور مرگ مفاجات سے کس کو چارہ ہے؟

(۷) سبق کا کثرت سے تکرار اور اعادہ لازمی ہے۔ معلم کی غیر موجودگی میں ذکی طالب علم کو حق نیابت دیا جانا چاہئے۔

(۸) اسباق بارِ خاطر نہ ہوں بلکہ اشغال دل خوش کن۔

(۹) ابتدائی تعلیم کی یہ غرض و غایت نہیں کہ بچوں کے ننھے ننھے دماغوں کو علوم و فنون کے بوجھ تلے دبا دیا جائے۔ بلکہ اس کا اصلی مدعا یہ ہے کہ ان کو زیادہ بیدار مغز اور قوی العقل بنایا جائے۔ تاکہ وہ اپنی فطری طاقتوں کے نشو و ارتقا میں مدد حاصل کر سکیں۔ اور ملک و ملت کے مایۂ ناز فرزند بن سکیں۔ طلبار میں خود اعتمادی، مادۂ رشک، روحِ مقاومتِ محمود اور دریافت نامعلومات کا شوق وغیرہ وغیرہ پیدا کرنا چاہئے۔

(۱۰) عام اسباق کے علاوہ خواہ لغت کا سبق ہی کیوں نہ ہو۔ نگرانی و ملاحظہ اور حواس خمسہ کا استعمال بے حد لازمی ہے۔

پسٹالاٹسی بچوں کے روحانی اور اخلاقی امراض کا بہت بڑا نباض تھا۔ اور علم النفس کا پرلے درجے کا ماہر۔ فلاسفر امرا، علما اور ادبا کے وفود اس کے حلقۂ تدریس میں جوق در جوق شامل ہوئے۔

اور تیا دلۂ خیالات کے لئے اقصائے عالم سے کٹھن اور دشوار گذار منزلیں کاٹ کر اس کی خدمت میں باریاب ہونا فخر و مباہات سمجھتے ۔ مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اس سے کماینبغی فائدہ اُٹھایا ۔ گزشتہ صدی کے مؤقر مصلحین مثلاً فروبل، ہربارٹ وغیرہ با و اپسٹا لاٹسی ہی کے خوانِ کرم کے زلہ ربا ہوئے ہیں آج کل امریکہ اور یورپ کے مدارس میں انہیں کے مروجہ اصول رائج ہیں ۔ اور بالخصوص سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں تو مسٹر پارکنسن کی ان تھک شبانہ روز مساعیٔ جمیلہ سے چند سالوں سے طریقۂ تعلیم کا با وا آدم ہی نرالا ہو گیا ہے ۔ اگر تعلیمی اصلاحات چندے اسی شدید عقل ربا سرعت تگ و دو سے وقوع پذیر ہوتی رہیں ۔ تو چند سال کے عرصہ میں علمی انوار کی برکات سے تاریکی و جہل کی ظلمات بالکل کافور ہو جائے گی ۔

مسلکِ تسلیم

مطربۂ خوش گلو کم سِن و رنگیں ادا
عربدہ جو، خوبرو، عشوہ گر و فتنہ زا
دستِ حنائی میں اک ساغرِ صہبا لئے
محفلِ رنداں میں کل یوں ہوئی نغمہ سرا
شور و فغاں تابہ کے رنج و الم تا کجا!

واقفِ رازِ جہاں کون ہوا آج تک
ساحلِ بحرِ بقا کس کو ملا آج تک
معرفتِ ذاتِ حق کس کو میسر ہوئی
محمِل اندیشہ تک اُٹھ نہ سکا آج تک
عقدۂ ہستی کو حل کس نے کیا آج تک؟

چرخ کے سیاروں کی دید ہوئی یاس خیز
پائے نظر سے کہیں انکی تھی رفتار تیز
فرش سے ہے عرش تک گلکدۂ کائنات
اپنا کرہ اس میں ہے صورتِ گل مشک بیز
جیسے ہو اک قطرے میں عکسِ چمن جلوہ ریز

ذرۂ ناچیز کی ہوتی تو ہے کچھ نمود
اس سے کہیں کم ہے آہ دہر میں اپنا وجود
تیری حقیقت ہے کیا اور ہے کیا اختیار
بندِ الم سے نکل اس سے نہیں کوئی سُود
بندۂ تسلیم بن اور ہو وقفِ سجود

(محمود اسرائیلی)

دوستی

(از سید عروج زیدی بدایونی)

میری ہستی پردہ دارِ جلوۂ جانانہ ہے　　　میں تجلی گاہِ دل ہوں، دل تجلی گاہِ دوست

دوستی لوازماتِ زیست کا ایک نہایت ضروری و لابدی عنصر ہے وہ انسان کے عیش و عشرت اور نشاط و شادمانی کو دوچند کرتی ہے اور مصائب و تکالیف کے محسوس کرنے میں مانع ہوتی ہے۔ دوست صادق کی ہمسری دُنیا کی ہر وہ شئے جس کو عطیاتِ خداوندی میں بڑی سے بڑی جگہ دی جاسکے ہرگز ہرگز نہیں کرسکتی چہ نسبت خاک را با عالم پاک، لیکن کیا اس دورِ کس مپرسی میں یہ نعمت غیر مترقبہ ——— اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْم کی زد میں آگئی ہے یا پھر یہ ایک رنگین لفظ ہے جو شرمندۂ معنی نہیں۔

فی زمانا دوست متعدد قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک وہ ہیں جو اپنی طاقتِ گویائی اور چرب زبانی سے اپنے کو جاں نثار ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور فریب خوردۂ دوستی کو اُس پر ایمان لاتے بنتی ہے کہ یقیناً یہ دوست ہے حقیقی معنوں میں دوست ہے۔ مگر اُف "دشمن جانی بہ از دوست زبانی" کا راز بہت جلد منکشف ہوجاتا ہے۔

دوسرے وہ حضرات ہیں جنہیں دوست سے براہِ راست کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ البتہ اُس کی جیب سے دوستی ہوتی ہے۔ محض زرپرست ہیں۔ جب تک مبلغ الحلیہ السلام موجود ہیں یہ مصنوعی دوست بھی اپنے دندانِ آز تیز کئے ہوئے بلائے بے درماں کی طرح نرغہ کئے رہتے ہیں۔ ادھر افلاس کا رونما ہونا اور ادھر ان نمائشی دوستوں کا منہ پھیرنا بارہا کے تجربات ہیں۔

اکثر اوقات ہمسائیگی، ہم مذاقی، ہم مشربی یا ایک دو مرتبہ کی سرسری ملاقات کے بعد بھی بیشتر نہیں نہیں بلکہ عام طریقہ سے دوست بن جاتے ہیں۔ حتی الامکان ایسے لوگوں سے احتراز لازم ہے۔ ملاقاتی کو شناسا کے لفظ سے موسوم کرنے کی بجائے دوست جاننا یا دوست ماننا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ہر شاعر کو ڈاکٹر سر اقبال متصور کرنا۔

نادان شخص کی دوستی بالعموم وبالِ جان ہوا کرتی ہے جیسا کہ حضرت غالب مرحوم فرماگئے ہیں ؎

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسدؔ　　　دوستی ناداں کی ہے جی کا زیاں ہوجائیگا

یہ امر نہایت لابدی ہے کہ دوست کو ابتدا ہی میں ہر پیرایہ سے آزما لینا چاہئے۔ فارسی کی ایک ضرب المثل

ہے۔ "دوست را میازما" اس کے یہ معنی ہیں کہ جب ہم کسی کے ساتھ رشتۂ دوستی میں منسلک ہو جائیں تو ہم کو اس پر کامل وثوق رکھنا چاہئے اور اپنے دل میں اس کی جانب سے کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رکھیں اور نہ اس کو معیارِ وفا پر کسیں کیونکہ یہ احتیاط شروع میں واجب تھی اب اگر بالفرض ہماری جانب سے وہ بدظن ہو گیا۔ تو بتدریج ہمارا دشمن جانی ہو جائیگا۔ اور اس کی ذات سے ہم کو ایسی پریشانیوں کے پنجہ میں گرفتار ہو جانے کا احتمال ہے جو ایک نادا اقف دشمن کی انتہائی کوششوں سے بھی بعید ہے ع چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

ایک فلسفی کا قول ہے کہ "اپنے دشمنوں سے دُور رہو اور دوستوں سے ہوشیار"۔ واجب الامر ہے کہ ہر شخص کو اپنا راز واں نہ بنائیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ کسی سے دوستی ہی نہ کریں یا تمام ابنائے جنس کو دوست بنا ڈالیں بلکہ صلح کل بنیں۔ سب سے صاحب سلامت رکھیں لیکن رازدار صرف ایک ہی بشرطیکہ وہ راز دار بھی ہو اگر حسن اتفاق سے ہاتھ لگ جائے تو نہوالمراد۔ ورنہ خود ہی اپنا رازدار رہنا بہتر ہے جیسا کہ فخر الشعرا حضرت فانی بدایونی مدفیضہٗ نے لکھا ہے ؎

منت پذیر ہمدمی دوستاں نہیں ۔ اپنا ہی میں انیس ہوں شب ہائے تار میں

ایک حکیم کا قول ہے کہ "حقیقی دوست ایک استوار پناہ ہے جس نے ایسا دوست پالیا ایک گنج فراواں کا مالک ہو گیا"۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ دوست مرضِ زیست کی دوا ہے۔ جو شخص خوش مزاج۔ صاف باطن۔ نیک طبع اور حلیم المزاج ہو گا وہ کبھی نہ کبھی دوست جیسی عمدہ اور بے بہا دولت سے ضرور سرفراز ہو گا۔ ع

دل را بدل رہے ست دریں گنبد سپہر

بایں ہمہ یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ دوست کی دل جوئی اور خاطر داری میں دقیقہ سنجی نہ کریں حتی المقدور ایسی باتوں سے اجتناب کریں جن سے دوست کو کوئی ایذا اور تکلیف پہنچے۔ ؎

خیالِ خاطرِ احباب چاہئے ہر دم ۔ انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

اور اس دل شکنی کے بعد خلوص کا قائم رہنا معلوم۔ ع

دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

ایک اور اردو شاعر نے اسی مضمون کو نظم فرمایا ہے۔ ؎

جس طرح سے جڑ نہیں سکتا ہے شیشہ ٹوٹ کر ۔ اس طرح سے جڑ نہیں سکتے ہیں دل ٹوٹے ہوئے

مگر ماہرین رموز و نکاتِ دوستی اس باب میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ اگر دوست کی جانب سے کوئی ایسی صورت رونما ہو کہ اس میں غداری اور کج مہری وغیرہ کا گمان کیا جا سکے تو اس حالت میں فوراً ہی اظہار بدگمانی تلخ و مشتبہ گفتگو سے نہ کرنا چاہئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بربنائے مصلحت ایک دوست کو کسی خاص جلسہ یا کسی خاص شخص کے سامنے دوست کے خلاف پارٹ لینا پڑتا ہے لیکن اس میں بدنیتی کا شائبہ تک نہیں ہوتا بلکہ

دوست کی فلاح پیش نظر ہوتی ہے۔

اصلاً دوستی کی شناخت بھی اتنی ہی دشوار ہے جتنی کہ دوست کی تلاش۔ اس معاملہ میں صبر و استقلال سے دوستی کے مدعی کا جائزہ لینا چاہئے۔ سب سے زیادہ گہری نظر اس امر پر رکھنی چاہئے کہ اس شخص کی کوئی غرض تو وابستہ نہیں ہے اگر اس کا خلوص پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر اس کی اتنی قدر کرنی چاہئے جتنی اہلِ ایمان اپنے ایمان کی کرتے ہیں۔

بعض صورتیں ایسی پیش آجاتی ہیں کہ دوست سے شکر رنجی ہو جائے یا درمیانی یار لوگ شعلہائے حسد میں گھر کر یہ سعی کریں کہ ان میں ایک ابدی و سرمدی جدائی کی خلیج حائل ہو جائے۔ ان رموز کو سمجھنے کے لئے ہر دوست کا وسیع النظر ہونا ضروری ہے۔ جہاں یہ ارباب غرض حساد دوستی کی جڑ پر قینچی لگائیں اور ہمدرد بنکر ایک کی برائی دوسرے پر ظاہر کریں یا ایک کو دوسرے کے نزدیک منافق ثابت کرنا چاہیں انہیں تلخ لمحات میں یا تو ان بدگویان فساد کو ایسا اُمید شکن جواب دیدینا چاہئے کہ آئندہ بُرائی کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکیں یا پھر خموشی سے ان کی تمام باتوں کو ذہن نشین کر کے دوست سے عالمِ تنہائی میں نہایت نرمی سے استفسار کرنا چاہئے۔ اگر اس کی کچھ اصلیت نہیں ہے تب تو ان مکاروں کا فریب کھُل جائیگا ورنہ وہ دوست اظہار ندامت کے ساتھ پہلے سے زیادہ آپ سے مانوس ہو جائیگا لیکن اگر لہجہ پرسش تلخ و طعن آمیز ہے تو یہیں سے دشمنی کی بھی بنیاد پڑ جائیگی۔

جب شکر رنجی ہونے کے بعد کسی ایک جانب سے پھر تحریکِ انضباطِ مراسم ہو تو وہ دو حالتوں سے کبھی خالی نہ ہوگی۔

اوّل۔ یہ کہ وہ مل کر زیادہ نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

دوم۔ وہ اپنے فعل پر نادم ہے۔

پس ایسی حالت میں ہمہ وقت اُس شخص سے ہوشیار رہ کر کافی مدت تک اس کی آزمائش میں منہمک رہنا چاہئے لیکن اس دوران میں روّیہ بہت ہی خوش گوار اور اطمینان بخش ہو اور جب اعتبار کلی ہو جائے کہ یہ دشمنی پر آمادہ ہے یا دوستی کا خواہشمند تو پھر اس سے قطعی تعلقات ترک کر دینے چاہئیں یا پہلے سے زیادہ اس کی قدر کرنی چاہئے۔

۸ دوست ہزار ہوں تو کم ہیں اور دشمن ایک ہو تو وہی بہت زیادہ ہے مگر یہ تقریباً ناممکنات سے ہے۔ کہ دوست اور پھر حقیقی دوست اس قدر کثیر تعداد میں مل سکیں اس لئے عام روّیہ سب کے ساتھ بہت خوش گوار اور خوش اخلاقی کا حامل ہونا چاہئے ان میں سے ہی اگر کوئی ایک بھی دوست بن گیا تو بس زندگی کا حاصل وہی ہے۔

دوست کی شناخت اور دوستی کا امتحان ہمیشہ بُرے وقت پر ہوتا ہے۔ ۵

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست در پریشاں حالی و درماندگی!

خدا بُرا وقت کسی پر نہ لائے۔ لیکن محض امتحان کی غرض سے اِنسان خود کو کسی مصنوعی بلا میں گرفتار کر کے دوستی کے مدعی کا جائزہ لے سکتا ہے۔ اکثر و بیشتر لوگ دوست سے وہ کام لینا چاہتے ہیں جو اس کی دسترس سے باہر ہوں۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے۔ کہ دلوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ایسی باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر دوست کو امتحان میں ڈالنا ہو تو پہلے اس امر کی تحقیق کامل طریقہ پر کر لینی چاہیئے کہ جس بارے میں ہم دوست کو آزمانا چاہتے ہیں وہ اس کا اہل بھی ہے یا نہیں۔

دوست کا امتحان ناجائز اور خلاف قانون معاملات میں ہرگز نہ لینا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی اتفاقی واقعہ ایسا ہو جائے تو پھر ہر حالت میں اس کا شریک رہنا لازمی ہے۔

محبت کا اقتضا ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے دوست کی بہبودی کی کوشش کریں لیکن اس نیت سے ایسا کرنا کہ وہ شرمندۂ احسان ہو بد باطنی پر مشتمل ہے اور صریح غلطی ہے۔

دورِ حاضرہ کے مایۂ ناز شاعر مولانا حسرت موہانی نے کتنا سلیس اور پُر از معنی شعر لکھا ہے ؎

اس کے دو پہلو ہیں اور دونو الگ دونو جُدا
دوستی آسان بھی ہے اور دوستی مشکل بھی ہے

سلور جوبلی نمبر کے متعلق

میرے محترم بزرگ بابو جگدیش پرشاد صاحب پانڈے ڈپٹی مجسٹریٹ یُوں تحریر فرماتے ہیں:-

میں نے سلور جوبلی نمبر کا مطالعہ کر لیا۔ میرے خیال میں اس قدر کم وقت میں ایسا جامع و مکمل نمبر نکالنا آپ ہی کا کام تھا۔ اس نمبر کے مضامین نہایت اعلےٰ پیمانے کے ہیں۔ اور انتہائی تحقیق کے بعد لکھے ہیں۔ لکھائی چھپائی اور تصاویر نے اُن پر چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپ ہر طرح سے مستحق ستائش و مبارکباد ہیں۔

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کا سلور جوبلی نمبر سب سے بازی لے گیا۔ ٹائٹل پیج کی دونو تصاویر جاذب نظر ہیں۔ مضامین نہایت قیمتی اور نظمیں اعلیٰ و مؤثر ہیں۔ مضامین کے انتخاب سے جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کی وسعتِ نظری اور محنت بخوبی ظاہر ہوتی ہے جناب ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب بہادر و آنریبل وزیر تعلیم کے حوصلہ افزا پیغامات مسٹر جگت سنگھ صاحب کی ملنساری اور ہر دلعزیزی کا نتیجہ ہیں۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کی نفاست نے نمبر کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ملک معظم کی سوانح حیات پر ایسا جامع مضمون کسی دوسرے نمبر میں نہیں ملیگا۔ شائقین علم کو رسالہ ہذا کا مستقل خریدار بن جانا چاہیئے۔ ہر شخص کو یہ نمبر ضرور حاصل کرنا چاہیئے۔ اخبار [illegible] لاہور

دیہات میں ریڈ کراس کا کام

انڈین ریڈ کراس سوسائٹی اور سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کا مشترکہ سالانہ عام جلسہ مورخہ ۲۰ مارچ کو ہز ایکسیلنسی حضور کمانڈر انچیف کے زیر صدارت بمقام دہلی ہُوا۔ جس میں جناب ممدوح نے اپنی تقریر میں اس ترقی کا ذکر کیا۔ جس کا ثبوت ریڈ کراس نے دیہاتی رقبوں میں دیا ہے۔ چونکہ سلور جوبلی فنڈ کے سلسلہ میں جو چندہ جمع ہو رہا ہے۔ اس کا ایک حصّہ متذکرہ بالا دو اداروں کے سپرد کیا جائیگا۔ لہذا ان کی کارگذاری بابت ۱۹۲۴ء کے متعلق تبصرہ کرنا بیجا نہ ہوگا۔

برطانوی ہند کے ہر صوبہ میں اور متعدد ہندوستانی ریاستوں میں ریڈ کراس کی برانچ موجود ہے۔ ان کی تعداد ۲۲ ہے۔ اور ان کے ماتحت اضلاعی عدد مقامات یا ایجنسیوں کے ماتحت ریاستوں میں ۱۸۱ چھوٹی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ گویا اسی طرح دوسو سے زیادہ ریڈ کراس کمیٹیاں ہندوستان بھر میں سرگرم عمل ہیں۔ ریڈ کراس نظام کی وسعت یہیں تک محدود نہیں۔ بلکہ متعدد ریڈ کراس کی اضلاعی شاخوں نے تعلقہ ہیڈ کوارٹروں میں ماتحتی مراکز قائم کر رکھے ہیں جو جداگانہ کمیٹیوں کی حیثیت سے منظم نہیں ہیں۔ لیکن اپنے اپنے تعلقہ میں ریڈ کراس کا کام اس کے ذریعے جاری ہے ہندوستان بھر میں ہر قسم اور درجہ کی درس گاہوں میں جونیر ریڈ کراس گروپوں کی تعداد ۹ ہزار سے کم نہیں۔ انکے ممبروں کی مجموعی میزان ساڑھے تین لاکھ تک پہنچتی ہے۔ جن میں لڑکے اور لڑکیاں شامل ہیں۔ جو دیہاتی علقوں میں صحت کا معیار بلند کرنے کی مہم میں سرگرم کار ہیں۔ یہ جونیر گروپ دیہات میں صرف صحت کے متعلق نشر و اشاعت کا کام ہی نہیں کرتے۔ بلکہ دیہاتیوں کے لئے سادہ قسم کی طبی امداد بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ اگر یہ گروپ نہ ہوتے تو دیہاتی اس قسم کی طبی امداد سے محروم رہتے۔ مثال کے طور پر صوبجات متحدہ میں جونیر ریڈ کراس گروپوں نے ضلع سلطانپور کے مدارس میں ۱۱۲ دیہاتی امدادی شفاخانوں کا انتظام کیا ہے۔ اور وہ اس وقت تک ۱۲ ہزار دیہاتیوں کے لئے سادہ قسم کی طبی امداد مہیا کر چکے ہیں۔

پنجاب پراونشل برانچ میں ۲۸ اضلاعی برانچیں اور متعدد تحصیلی تحتی مراکز ہیں۔ مزید برآں مدرسوں میں اسکے جونیر گروپوں کی تعداد ۷۴۴ ہے۔ جن کے ۲۲۲۹۱ ممبر ہیں۔ پنجاب میں کوئی ضلع ایسا نہیں جہاں ریڈ کراس کا شعبہ صحت کا کام نہ کر رہا ہو۔ ۴۲ مراکز میں زچہ اور بچہ کی بہبود و فلاح کا خیال رکھا جاتا ہے۔ وہ سب کے سب کلیتہً ریڈ کراس کے رہین منت ہیں۔ اس وقت کل مراکز کی تعداد ۷۵ ہے۔ اور سب کو ریڈ کراس کی جانب سے فیاضانہ پیمانہ پر مدد ملتی ہے۔ گذشتہ تین سال میں پراونشل برانچ نے مراکز کے قیام اور دیسی دائیوں کی تربیت کے

واسطے ۲۲۲۶۲ روپے دیئے۔ جونیر ریڈ کراس کے ممبروں نے اپنی توجہ کو دیہات میں حفظانِ صحت اور مچھر پیدا کرنے والی جگہوں کو صاف کرنے پر مرکوز کر رکھا ہے۔ جب نت کلاں میں ہیضہ کا مرض پھوٹ پڑا۔ تو گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ سے ۲۰ جونیر ممبروں نے خود ٹیکے لگوا کر مجلس خادمت عامہ اور حفظانِ صحت کے متعلق نشر و اشاعت کا کام وسیع پیمانہ پر کیا۔ بہت سے سکولوں نے لوگوں کو ملیریا سے بچانے کی غرض سے کونین تقسیم کی۔ برانچ مذکور نے اعزازی کارکن گاؤں گاؤں میں گھوم کر جادو کی لالٹین کے ذریعہ صحت صفائی کے متعلق لیکچر دینے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اس قسم کے ایک ہزار لیکچر دیئے جا چکے ہیں۔ اور ضلعوں میں شاید ہی کوئی میلہ ہؤا ہو گا۔ جہاں ریڈ کراس کے کارکن نے لیکچر نہ دیا ہو۔

رہنمائے تعلیم کے ریڈ کراس نمبر کو دیکھ کر

مخدومی و محترمی جناب قبلہ دلؔ صاحب شاہجہانپوری یوں تحریر فرماتے ہیں

جناب سردار جگت سنگھ صاحب کی ہستی دنیائے ادب میں وہ ممتاز ہستی ہے۔ جو اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی روشن خیالی۔ جدت طرازی اثر بہار آفریں روح پھونکتی رہتی ہے بسوار صاحب کی جولانئی طبع ہمیشہ ریاض ادب میں نئے نئے شگوفے کھلاتی رہتی ہے۔ موصوف کی ذہنیت وہ دریا ہے جس کی ہر موج دل آویز اور جس کا ہر قطرہ دُرِ نایاب سے زیادہ آب دار ہے۔ خدا آپ کی ذات مقدس کو زمانہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔ ہم تشنۂ بادۂ ادب آپ کے روح پرور دَور سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ ریڈ کراس نمبر ہر اعتبار سے قابل قدر ہے۔

نوٹ:۔ میں جناب دلؔ قبلہ کے اِن نیک خیالات کا دل سے ممنون ہوں۔ اور اِن کی سچی دلی دعاؤں کا شکر گزار۔ اگر سچ پوچھیں تو جو کچھ احقر کی نسبت جناب نے ارشاد فرمایا ہے یہ سب انہی کے فیض کا صدقہ ہے ورنہ میں ناچیز کس لائق ہوں۔ خادم جگت سنگھ

علمی کہانیاں باتصویر:۔ اس کتاب کی خوبیوں سے متاثر ہو کر پنجاب سرکار نے ہمیں یک صد روپیہ نقد انعام دیا تھا۔ قیمت فی جلد ۸ر ملنے کا پتہ:۔ گلاب چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور

نظم دعائیہ بتضمن سلور جوبلی شہنشاہ جارج پنجم زاد اللہ عمرہ و اقبالہ

(از غنی گوالیاری برق مضطر)

مرے ساقی تری دولت ہو دونی
رمائے ہوں تری بھٹی پہ دھونی

عنایت مجھ کو بھی اک جام کر دے
مرا بھی میکشوں میں نام کر دے

پلا وہ پھول جس سے رنگ برسے
گھٹا چھائے نشے جس کے اثر سے

دلوں کی کلفتیں سب دور کر دے
وہ شے دے نشہ میں جو چور کر دے

طبیعت کیف سے اتنی ابھارے
فلک کے توڑ لاؤں آج تارے

نظر میں جلوۂ شے اتنا بس جائے
جمالِ طور آنگن میں نظر آئے

کچھ ایسی ہو ترے مستوں کو ہستی
برابر ہو بلندی اور پستی

ترا کعبہ ترا ہی دیر مانگیں
ترے ہی میکدے کی خیر مانگیں

اجالا کر اندھیری رات میں تو
تکلف کر نہ کچھ اسبات میں تو

کئے جا وا لبِ مینائے گلفام
دیئے جا میکشوں کو جام پر جام

جو کھوٹا ہو کھرا اس کو بنا دے
لٹا دے آج اے ساقی لٹا دے

تری دریا دلی ہے سب میں مشہور
چلی آئیں وہی موجیں بدستور

بلا سے پاس والے دور ہو جائیں
نشے میں آج لیکن چور ہو جائیں

مرے ساقی رہے تیری جوانی
سمجھ میں آئی تیری یہ کہانی

طبیعت میری کیوں اس جوش پر ہے
تجھے اس بات کی بھی کچھ خبر ہے

حقیقت سن مرے رازِ دلی کی
مسرت ہے یہ سلور جوبلی کی

ہمارے شاہ کو پچیسواں سال
خدا کے فضل سے گذرا باقبال

یہ ہے مرضیٔ شاہ جارج پنجم
کریں اس کی خوشی مل جل کے ہم تم

نہ چھوڑیں آج کام اس کا ادھورا
گرہ میں اس کی باندھیں سال پورا

خداوندا یہ شاہ جارج پنجم
رہے سر پہ ہمارے شکل انجم

ذرا بھی ہو نہ بیکا بال اس کا
مبارک سال ہو ہر سال اس کا

بیاں ہو مدح حاضر کس زباں سے
ذہن توصیف کو لاؤں کہاں سے

قیامت تک جہاں بانی سلامت
غنی پر بھی نگاہ لطف و رحمت

درسِ توجیہہ

معزز ناظرین پھر وہی موقع پیش آیا اور پردۂ توجیہہ میں عجیب وغریب جلوے نظر آئے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو رسالہ شاعر آگرہ جلد ۷ عدد ۱۰-۱۱ بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۸ اصلاح سخن (محمد غریب اللہ نشتر نعیمی بکسری کی غزل پر نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل کی اصلاح۔

اصل شعر۔ لینا ہمیں قضا کا سہارا ضرور تھا ۔ ہم ناتواں سے تھے کوچۂ جانانہ دور تھا

اصلاح جلیل۔ " " " " ۔ ہم ناتواں تھے کوچۂ محبوب دُور تھا

توجیہہ سیماب۔ برہان میں جانانہ کے معنی بھی محبوب ہی کے ہیں۔ پھر معلوم نہیں جانانہ کو محبوب سے کیوں بدلا گیا ہے۔

لیجئے ذراسی بات آنجناب کے ادراک مبارک میں نہیں آئی۔ اچھا ہم آپ کو بتاتے اور اس کی نعت سمجھائے دیتے ہیں۔ سُنئیے ماہرین علوم وفنون کا قاعدہ ہے (کم خرچ بالانشین) تحریر ہو یا تقریر الفاظ لسانی ہوں یا مکتوبی وہ فصاحت و بلاغت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ ہمیشہ جملہ مختصر اور کثیر المعانی استعمال کرتے ہیں چنانچہ جانانہ میں مکتوبی حروف (ج ا ن ا ن ہ) چھ ہیں اور محبوب میں پانچ ہیں۔ دوسری بات جانانہ کا لفظ اس موقع پر ایک مضرت بخش بُو دیتا تھا۔ اس واسطے حضرت جلیل مدظلہ نے اُس کو نظر انداز کر دیا۔

اصل شعر۔ محروم کیوں رہیں تری رحمت سے حشر میں ۔ ہوتے جو بے قصور تو بیشک قصور تھا

اصلاح جلیل۔ محروم رہتے کیوں تری رحمت سے حشر میں ۔ " " " " " "

توجیہہ سیماب۔ ہماری رائے میں نشتر صاحب کا مصرع ناقابل ترمیم ہے۔

جناب من آپ کے یہ الفاظ اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ فن عروض سے ناواقف ہیں۔ اس واسطے معترض ہیں۔ حضرت یہ بحر مضارع مثمن مکفوف ہے (کیوں رہیں) کا فقرہ حشو نمبر ۲ فاعلات کی تقطیع میں غیر واجبی حروف گرا دینے سے آتا ہے۔ اور (رہتے کیوں) کا جملہ واجبی حروف گرا دینے سے آجاتا ہے۔ دیگر۔ کیوں رہیں کے معانی میں ایک پہلو خودداری کا پیدا ہوتا ہے۔ اور رہتے کیوں میں انداز شکر نعمت۔

اصل شعر۔ آنکھوں میں تھی شبیہ رخ آتشین یار ۔ شانِ خدا سے ایک جگہ نار و نور تھا

اصلاح جلیل۔ " " " " ۔ قدرت خدا کی ایک جگہ نار و نور تھا۔

توجیہہ سیماب۔ نار و نور کے ساتھ ردیف تھا یقیناً غلط ہے۔ دوسرا مصرع یوں ہونا چاہئے۔ ع

دو آئنوں میں سلسلۂ نار و نور تھا

آپ ہی فرمایئے کہ اجتماع الفاظ تذکیر و تانیث میں فعل کو مذکر استعمال کرتے ہیں یا مونث؟ کثیر الاستعمال صورت مذکر ہے اور نشتر صاحب نے اسی اصول کی پیروی کی ہے۔

علاوہ بریں، آپ نے جناب نشتر صاحب کی جان کاوی کی داد نہیں دی۔ آپ خود فرمایئے ایک جگہ نار و نور کو مجتمع کرنا آسان بات نہ تھی۔ حضرت جلیل مدظلہٗ نے نہایت بہترین اصلاح کی کہ اصلاح کی اصلاح ہوگئی اور شاعر کے ایک پاکیزہ اور انوکھے خیال کی داد بھی مل گئی۔ آپ نے دو آئنوں میں جو سلسلۂ نار و نور قائم کیا اس سے یہ پتہ چلا کہ دو بیٹریاں برقی یعنی الکٹرک کی ہیں اور ارتھ و لائن کی ہر دو بجلیاں سکنڈری اور پرائمری اپنے اپنے سرکٹ یعنی محور پر گردش کررہی ہیں۔ سبحان اللہ اور ہر دو بیٹریوں کی ہر دو لیڈز الگ الگ ہیں۔ کیا شاعر کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ قربان جایئے اس توجیہہ کے اور پھر توجیہہ بھی کس کے حضرت جلیل مدظلہٗ کے مقابلے میں جن کا آج ڈنکا بج رہا ہے۔ اُردو جن کی ذات والا صفات پر آج ناز کر رہی ہے۔ فرمانروائے دکن جن کو آج مائیہ ناز سمجھے ہوئے ہے۔

ماسوا اس کے آپ نے الٹی میٹم بھی دیا ہے کہ حضرات شعرا اپنی اصلاح شدہ غزلیں برائے توجیہہ ارسال فرما سکتے ہیں۔ گویا آپ اُستاذ الاستاد بننا چاہتے ہیں۔ یہ لن ترانی بھی کہاں تک درست ہے۔ علامہ حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ نے تو آنجناب کی شاہراہ بند کردی ہے اور آپ کو بھاگنے کو جگہ نہیں ملتی۔ اگر آپ اُستاد بننا چاہتے ہیں تو پہلے مولانا صابر الہ آبادی صاحب کا جواب دیجئے۔ گونگے کا گڑ کھا کر کیوں بیٹھ گئے جس سے یہ مراد ہے کہ آپ مولانا صابر صاحب سے مات کھا گئے جو جواب نہیں دیتے۔

فاضل حضرت مولانا سیماب اکبرآبادی یوں تو قابل قدر ہستی ہیں اور دور حاضرہ کے حضرات میں قصر الادب کے تخت نشین۔ اِلّا انسان سے اور بمصداق (الانسان مرکب الخطاء والنسیان) ہیں۔ کبھی کبھی بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔

دیگر شاعری بھی کوئی درجہ نبوت و رسالت نہیں جو ختم المرسلین کے بعد کسی پر منطبق نہ ہو۔ اور آئندہ کے لئے اس کا سدِ باب ہوگیا ہو بلکہ (قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ الخ) کے مصداق (الشعراء تلامیذ الرحمٰن) ہی ہیں کہ ہمیشہ اپنے تخیلات سے رازِ قدرت کے تاسقہ کا انکشاف کیا کرتے ہیں۔ شاعر اشاعر بڑی چیز ہے چنانچہ سابقہ اور حال کے حضرات کے کلام سے آپ

اس کی بین شہادت فرما سکتے ہیں لہذا ایسا کہی نہیں اور ویسے بھی نہیں بہر نوع ایک انسان ہیں اور انسان بھی کیسے غلطی کرنے والے۔

اصلاح سخن برغزل حضرت حشر سہسرامی کے عنوان سے ایک مرقع (رسالہ شاعر جلد نمبر ۷ بابت ماہ اپریل و مئی جون ۱۹۳۴ء صفحہ نمبر ۱۸) منظر عام کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر اور پڑھ کر مجموعہ ہوش و حواس پریشان اور منتشر ہو گیا اور یہ مصرع زبان پر آ گیا۔　　آنچہ ناداں کند کند دانا

حضرت سیماب کا یہ معیار سخن اور ایسی فحش غلطیاں اصناف سخن پر یہ قادر الکلامی اور اصلاح۔ یہ ایسی خامی اگر اصلاح شدہ کلام مابعد اصلاح بھی حامل عیوب رہا تو سد اعتراض مصلح اعظم کی طرف مبنی ہوتی ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱) حشر سہسرامی۔ نقاب اُلٹے ہوئے جس وقت وہ چلمن سے نکلینگے　　کرشمے تیر بن بن کر حسین چتون سے نکلینگے

اصلاح مولانا سیماب۔ 〃　〃　〃　〃　〃　　ہزاروں تیر اُن کی چلبلی چتون سے نکلینگے

جب مصرع ثانی کی سُست ترکیب واقع ہونے کے خود ہی مقر ہیں تو کیا چلبلی چتون سے اُس کی سُستی دُور ہو کر اس میں کسی قسم کی چالاکی پیدا ہو گئی واہ حضرت واہ اور چلبلی چتون یہ عجب محاورہ اختراع کیا اور یہ بھی سہی تو یہ فقرہ (چلبلی) تو خود ذم کا پہلو لئے ہوئے ہے یہ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

نقاب اُلٹے ہوئے جس وقت وہ چلمن سے نکلینگے　　کرشمے سینکڑوں خنجر بکف چتون سے نکلینگے

(۳) حشر سہسرامی۔ قیامت میں قیامت ہوگی برپا روبرو اُن کے　　جگر تھامے ہوئے عشاق جب مدفن سے نکلینگے

مولانا سیماب۔ قیامت میں قیامت ہوگی برپا سامنے اُنکے　　〃　〃　〃　〃　〃　〃　〃

بیشک فارسی کی ثقالت دُور ہو گئی اور روبرو کی بجائے سامنے کا لفظ تحریر کر دینے سے اُردو کو فروغ ہو گیا۔ لیکن تعقید جو ایک زبردست عیب شاعری کا ہے۔ وہ نظر انداز کر دیا گیا اور مصرع کچھ بکدار سا رہتا ہے۔ یہ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

بپا ہوگی قیامت میں قیامت سامنے اُن کے　　جگر تھامے ہوئے عشاق جب مدفن سے نکلینگے

(۵) حشر سہسرامی۔ شہادت دینگے سر چڑھ کر وہی محشر میں اے قاتل　　جو قطرے خون ناحق کے مری گردن سے نکلینگے

مولانا سیماب۔ 〃　〃　〃　〃　〃　　جو قطرے خون ناحق کے ترے دامن سے نکلینگے

جناب اس میں بھی مصرعہ اولیٰ تعقید سے پُر ہے اور دوسرے مصرعہ کی غلطی کا آپ کو خود اعتراف ہے کہ دامن سے نکل نہیں سکتے نمودار ہونگے یا دامن پر پائے جائینگے قطرے خشک دامن سے نہیں نکلتے اور آپ ہی کے خیال کے مطابق اس بُعد کے بعد کہ قیامت کے دن تک خون روان رہنا جبکہ بسمل

کی گردن سے رواں نہیں رہ سکتا تو دامن سے خون کے قطرے کیونکر نکل سکتے ہیں دوسرے شہادت فعل ہے اور سر چڑھنا بھی فعل ہے اور محشر مقام فعل ہے تو ہر دو فعل کا جمع ہونا کچھ ناموزوں ہے۔

(۶) حشر سہسرامی۔ یہ عالم ہے تو کیونکر آرزوئے دید نکلیگی نہ ہم کوچہ سے اُٹھینگے نہ وہ چلمن سے نکلینگے
مولانا سیماب۔ " " " " " نہ ہم خلوت سے اُٹھینگے نہ وہ چلمن سے نکلینگے

اصلی شعر کے دوسرے مصرعہ اور اصلاح سے یہ پتا نہیں چلتا کہ جہاں سے اُٹھینگے وہ کوچہ اور خلوت کونسی ہے اور کس کی ہے آیا اپنے ہی کوچہ سے یا خلوت سے اُٹھینگے یا معشوق کے کوچہ اور خلوت سے یا دیگر سڑک وغیرہ بہرحال ضمیر حاضر نہیں غائب ہے اور یہ عیب اختلال ہے یہ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

یہ عالم ہے تو کیونکر آرزوئے دید نکلے گی نہ ہم گھر اپنا چھوڑینگے نہ وہ چلمن سے نکلینگے

(۷) حشر سہسرامی۔ بھویں کہتی ہیں تن تن کر کسی کی وقت نظارہ اُتر جائینگے دل میں تیر جو چتون سے نکلینگے

یہ شعر تو قطعی حضرت داغ مرحوم کا سرقہ ہے اور اس کو علیٰ حالہٖ چھوڑ دینا سارق کو بجائے تنبیہ آزادی دینا ہے۔ یہ اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

بھویں اُن کی اشارے سے یہ وقتِ دید کہتی ہیں کہ دیکھو اب ناوک دلدوز اس چتون سے نکلینگے

(۸) حشر سہسرامی۔ جگر میں داغ دل میں حسرتیں دامن میں کچھ آنسو یہی سامان لیکر ایک دن گلشن سے نکلینگے
مولانا سیماب۔ " " " " یہی سامان لیکر ہم کبھی گلشن سے نکلینگے

یہ اصلاح بھی محتاج رہی اگرچہ ہم لکھ کر متکلم کا ثبوت دیدیا گیا مگر (لیکر ایک دن) اور (لیکر بھی) کی ثقالت کو دور نہیں کیا اگر اس کو اس طرح فرما دیتے تو اصلاح کو چار چاند لگ جاتے۔

جگر میں داغ دل میں حسرتیں دامن میں کچھ آنسو یہی دو تین چیزیں لے کے ہم گلشن سے نکلینگے

اب ناظرین خود انصاف فرمائیں علاوہ بریں پرچہ (شاعر آگرہ) میں اور بھی کئی جگہ فنی غلطیاں ہیں جنکو ایڈیٹر رسالہ شاعر آگرہ کی عدم توجہ پر محمول کر کے اپنے کرم فرما ناظرین سے مرخص ہوتا ہوں اگر ناظرین نے جسارت دلائی تو باقی آئندہ دیکھا جائے گا۔ (برق مضطر غنی گوالیاری)

توجیہ در توجیہ

درسِ توجیہ کے عنوان سے برقِ مضطرب حضرت غنی گوالیاری کی ایک مختصر تنقید دو اقساط میں ناظرین کرام کے ملاحظہ سے گزر چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تنقید بہت کچھ منصفانہ ہے۔ مگر ابھی یہ مزید تشریحات کی تشنہ معلوم ہوتی ہے۔ خدمتِ ادب کا وہی احساس جو رسالہ شاعر آگرہ کے فاضل مدیر کو یہ سلسلۂ توجیہ شائع کرنے کی تحریک کرتا ہے۔ ہر ایک خادم ادب کو اس کوشش پر آمادہ کرتا ہے۔ کہ اس سلسلہ کے ناقص پہلو بھی واضح کر دیئے جائیں۔ یہ ناقص پہلو ہمارے خیال میں دو قسم کے ہیں۔ اور دونوں اپنی نوعیت کے لحاظ سے سنجیدہ ہیں۔ ایک تو وہ اصلاح در اصلاح جو بہت سی خامیوں اور نقائص کا مجموعہ ہو) جس کی چند مثالیں حضرت غنی نے پیش کی ہیں اور جن سے کوئی خاص خدمت ادب ظاہر نہیں ہوتی) دوسرے اس سلسلہ کا اخلاقی پہلو جو دل آزاری کی وجہ سے اساتذہ کرام کی اہانت اور رنجش کا ذمہ دار ہے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ توجیہ غیر منصفانہ اور دخل درمعقول کی مصداق ہو۔ اگر یہ سلسلۂ اصلاح در اصلاح جسے توجیہ کا نام محض دکھاوے کے طور سے دیا گیا ہے۔ اور جس کی غرض و غایت دراصل اساتذۂ مشاہیر سے برتری کا مظاہرہ معلوم ہوتی ہے۔ منصفانہ اور دیانتدارانہ ہو۔ تو بھی یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسے جاری رکھنے کے لئے جو طریقۂ کار تجویز کیا گیا ہے۔ اس پر متعلقہ اصحاب کا ناراض ہونا نہ فقط قرین قیاس بلکہ فطرتِ انسانی کے مطابق قابلِ یقین اور صلح کل اشخاص کے مذہب میں قابلِ ملامت ہے۔ اگرچہ اس کے منصفانہ ہونے کی وجہ سے متعلقہ اصحاب کی ناراضگی زیادہ قابل اعتنا نہیں رہتی۔ اور دنیائے ادب میں بہت سے انصاف پسند ایسے ہونگے جو فاضل مدیر رسالہ مذکور کو معصوم سمجھینگے۔ لیکن بصورت دیگر یہ توجیہ اگر خلاف انصاف بھی ہو تو ظاہر ہے کہ دنیائے ادب میں نہ صرف متعلقہ اصحاب، بلکہ تمام صاحبانِ ذوق اس سلسلۂ توجیہ کے خلاف اور اس کے راقم کے مخالف نظر آئینگے یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان دونوں ناقص پہلوؤں پر بحث کرنے کی نہ صرف مصلحتاً بلکہ حقیقتاً ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

اس سلسلۂ توجیہ میں جہاں تک خامیوں اور نقائص کو تعلق ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو مثالیں حضرت غنی کی طرف سے منظرِ عام پر لائی گئی ہیں۔ وہ بلا شبہ اس توجیہ کو قابلِ الزام قرار دیتی ہیں۔ مثلاً ؎

اصل شعر۔ لینا ہمیں قضا کا سہارا ضرور تھا ہم ناتواں تھے کوچۂ جاناں نہ دور تھا

اصلاح جلیل۔ " " " " " " ہم ناتواں تھے کوچۂ محبوب دور تھا

فاضل مدیر کا یہ قول کہ برہان میں جاناں کے معنی بھی محبوب ہی کے ہیں۔ پھر معلوم نہیں جاناں کو محبوب سے

کیوں بدلا گیا ہے۔ بہت بے محل اور ناواجب ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوچۂ جانانہ قلیل الاستعمال بلکہ غرابت کا سقم رکھتا ہے۔ اس کی جگہ کوچۂ جاناں کثیر الاستعمال اور ثقات شعرا کا روزمرہ ہے۔ اس لئے فصیح تر ہے۔ بہ مقابلہ کوچۂ جانانہ کے۔ لفظ جانانہ جلوہ کے ساتھ فصیح تر ہو سکتا ہے (جلوۂ جانانہ) اس لئے یہاں اصلاح کی ضرورت تھی۔ چونکہ کوچۂ جاناں یہاں تقطیع میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے جاناں کا مترادف محبوب لکھ دیا گیا۔ اب کوچۂ محبوب مترادف بھی ہے اور کوچۂ جاناں کے برابر فصیح تر بھی۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ حضرت جلیل نے اصلاح کا حق ادا کر دیا اور اس ترکیب کو خارج فرما دیا۔ جو زیادہ فصیح نہ تھی۔ بلکہ یہ کہئے کہ نامانوس تھی۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اگر ایک مفہوم کے لئے بہت سے الفاظ (مترادفات) موجود ہوں۔ تو ادیب اور شاعر کا فرض یہ ہے کہ اپنے استعمال کے لئے وہ لفظ منتخب کرے۔ جو برمحل اور فصیح تر ہو۔ ہمارے خیال میں شاعر کا ذوقِ سلیم ثابت کرانے کے لئے اسی قسم کے مقامات قابلِ تنقید ہؤا کرتے ہیں۔ اگر وہ برمحل اور فصیح تر مترادف استعمال کرتا ہے۔ تو اس پر یہ الزام کسی طرح بھی عائد نہیں ہو سکتا۔ کہ فلاں مترادف کیوں ترک کر دیا۔ مثلاً کسی کا مصرع ہے۔ ذریتِ رسول کی خاطر جلائی نار

اب اگر کوئی اُستاد اس مصرع کی اصلاح میں نار کی جگہ آگ لکھ دے۔ تو یہ کہنا کہ برہان میں نار کے معنی بھی آگ ہی لکھے ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ لفظ نار کیوں تبدیل کیا گیا۔ کس قدر غلط اور بے محل ہے۔ اسی طرح چرخ پناہ کو کاٹ کر فلک پناہ لکھ دیا جائے۔ تو کیا فاضل مدیر یہ کہینگے کہ برہان میں چرخ کے معنی بھی فلک ہی ہیں اور لفظ چرخ کیوں تبدیل کر دیا گیا۔

جب ہم یہ مانتے ہیں کہ نار جلائی کی جگہ آگ جلائی اور چرخ کی پناہ کی جگہ فلک پناہ فصیح تر ہے۔ تو کوچۂ جانانہ کی جگہ کوچۂ محبوب پر جو بہ مقابلہ فصیح تر ہے اور مترادف بھی۔ کیوں حرف گیری کی جائے۔ خود ذوقِ سلیم اس امر کی شہادت پیش کرتا ہے۔ کہ حضرت جلیل کی اصلاح نہایت مناسب اور نہایت برمحل ہے۔ ۵

اصل شعر۔ آنکھوں میں تھی شبیہ رُخِ ہمنشینِ یار۔ شانِ خدا سے ایک جگہ نار و نور تھا

اصلاح جلیل۔ " " " " قدرت خدا کی ایک جگہ نار و نور تھا

یہ قول کہ مصرع ثانی یوں ہوتا۔ دو آنکھوں میں سلسلۂ نار و نور تھا۔ اسی صورت میں قابلِ غور ہو سکتا ہے۔ جب یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ حضرت جلیل کی اصلاح ناقص تھی۔ کہا گیا ہے کہ نار و نور تھا۔ خلافِ زبان ہے۔ تھا کی جگہ تھے کہنا چاہئے۔ قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ بہت سے مرکباتِ عطفی ایسے ہیں۔ جو بطور واحد مستعمل ہیں۔ مثلاً آب و ہوا۔ آب و دانہ۔ رنگ و بو۔ سیاہ و سفید وغیرہ۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) تمام سیاہ و سفید اسی کے ہاتھ میں تھا۔

(۲) وہاں کا آب و دانہ قسمت میں تھا۔
(۳) مجھے بنگال کی آب و ہوا موافق نہ تھی۔
(۴) ایک جھونکے میں ہوا سب رنگ و بو ہوجائیگا۔ (امیر مینائی)

پس نار و نور کو بھی اسی قبیل سے شمار کیا جا سکتا ہے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ اس کا استعمال بطور واحد ذوق سلیم کے منافی بھی نہیں۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ نار و نور سے پہلے یہاں لفظ جلوہ یا اجتماع یا وجود یا سلسلہ کیوں محذوف نہ سمجھ لیا جائے۔ یہ حذف ایسا ہے کہ ذہن فوراً اس کی طرف منتقل ہوتا ہے اور اس وجہ سے لیسا حذف عیب نہیں بلکہ حسن ہے۔ اس قسم کے حذف کی مثالیں جا بجا دستیاب ہوتی ہیں۔ مثلاً ؎

اس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی   کہ کبھی دم میں جلایا کبھی پل میں مارا

یہاں لب کے ساتھ اعجاز مسیحائی اور چشم کے ساتھ تیغ نگاہ کنایتہً محذوف ہیں۔ مگر ذہن فوراً ان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کر سکتا۔ کہ کیونکر جلایا اور کس طرح مارا

اسی طرح مصرع ذیل میں۔ ع   بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است

یہاں آسمان سے پہلے لفظ بیداد مذکور نہیں۔ مگر باایں ہمہ یہ مجاز مرسل کی اس ضمن کی رُو سے کہ موصوف کا ذکر کیا جائے اور اس سے صفت مراد لی جائے حسن ہے۔ حضرت نشترؔ نے بھی اس قاعدہ کے مطابق صفت کا ذکر کیا ہے اور مراد ان کی موصوف سے ہے۔ اب فرمائیے۔ کیا اعتراض ہے۔

ان ہر دو وجوہ سے ظاہر ہے کہ اصلاح جلیل پر حرف گیری کی گنجائش نہ تھی اور سب سے زیادہ قابل تعجب بلکہ قابلِ افسوس وہ توجیہ ہے۔ جو اس مصرع کی اصلاح در اصلاح کی صورت میں نظر آتی ہے۔ ع

دو آئنوں میں سلسلۂ نار و نور تھا

شاعر کا مقصد تو یہ ہے کہ دو متضاد چیزوں کو ایک جگہ جمع کر کے دکھایا جائے۔ مگر یہ توجیہ اسے دو جگہ یعنی منتشر حالت میں ظاہر کرتی ہے۔ اس قسم کے مضمون میں الفاظ ایک جگہ کو خارج کر دینا قرین انصاف نہیں۔ کیونکہ یہی الفاظ شاعر کے مدعا کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ ایک جلوہ کو دو جگہ تقسیم کر دینے سے شاعر کا مدعا شرمندۂ بیان ہو رہا ہے۔ اور اس خرابی کی وجہ صرف یہ وہم ہے کہ تھا کی جگہ تھے آنا چاہیئے۔ حالانکہ موقع محل یہاں لفظ تھا ہی کی سفارش کرتا ہے۔

اب ہم اس سلسلۂ توجیہ کے اخلاقی پہلو پر فاضل مدیر کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ جب توجیہات کے قرینِ انصاف ہونے پر بھی مشاہیر کا ناراض ہو جانا ناگزیر ہے۔ تو اس سے اندازہ

ہو سکتا ہے کہ ان کے ناقص ہونے کی صورت میں یہ مشاہیر جن کی اصلاحوں کو اس طرح مٹایا جا رہا ہے۔ راقم توجیہ سے کس حد تک خوش ہونگے۔ براہِ کرم کسی وقت یہ بھی سوچئے کہ دُنیائے ادب آپ سے کیوں بیزار اور کشیدہ خاطر رہتی ہے۔ کیا اس کی وجہ یہی خیال اولیت و افضلیت تو نہیں۔ توجیہات کا سلسلہ اس لحاظ سے تو ضرور قابل قدر ہے کہ یہ خدمت فن کی ایک بہترین صورت ہے۔ مگر اس کے لئے جو طریقہ کار منتخب کیا گیا ہے۔ اگر وہ زمانے بھر کو ناراض اور برگشتہ کر دینے والا ہے۔ تو ایسی خدمت سے کیا فائدہ۔ اگر عنوانِ توجیہ کے لئے ضروری مواد جمع کرنے کا خیال دامنگیر ہو۔ تو اس کے لئے اور کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ فاضل مدیر رسالہ شاعر آگرہ اپنے شاگردوں کے کلام میں جو اصلاحیں فرماتے ہیں۔ وہی توجیہ کے کالم میں زیر بحث لائی جائیں۔ یعنی صاحبان ذوق کو ان پر اظہار رائے کی دعوت دی جائے۔ اس سے دو فائدے ہونگے۔ ایک تو یہ کہ کسی کو ناراض کرنے کا کوئی محل پیدا نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ عنوانِ توجیہ ضروری مواد کے لئے کسی کا دست نگر نہ رہیگا۔ اگرچہ اس نئی صورت حال میں مداخلت نہ کرنے والے اور خاموشی سے سب کچھ سُننے والے بہت سے اصحاب ہونگے۔ (جن میں راقم الحروف بھی شامل ہے) لیکن اس عنوان کو سرسبز و شاداب کہنے والے اور توجیہات پر اظہار رائے کرنے والے بھی اتنی کثیر تعداد میں نکل آئینگے۔ کہ اس عنوان کے ماتحت رسالہ کے کالم کبھی الجوع کہنے کی ضرورت محسوس نہ کرینگے۔

فاضل مدیر خود ہی انصاف سے کہیں۔ کہ اگر ان کا کوئی عزیز ان کی اصلاحات کو بہ غرض توجیہ اس طرح سربازار لائے اور اس پر غلط در غلط حاشئے چڑھائے جائیں۔ تو انہیں اپنے عزیز کی یہ روش کہاں تک گوارا ہوگی اور حاشیہ آرائی کرنے والوں کو کہاں تک قابل معافی سمجھا جائیگا۔ پس ہمارا مشورہ اسی اصول کی روشنی میں کہ ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند دیکھے جانے اور غور کئے جانے کے قابل ہے۔

بایں ہمہ اگر یہ مخلصانہ مشورہ کسی وجہ سے ناقابلِ عمل اور ناقابلِ قبول معلوم ہو۔ تو اس صورت میں ہم حضرت نشتر اور تمام تشنہ کامان توجیہ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ جب اُستاد پر آپ کو اطمینان ہی نہیں اور آپ اصلاح در اصلاح کے طالب رہتے ہیں۔ اور ناقص توجیہات دیکھ کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بلکہ استاد کی اہانت کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ نیز ان کی اصلاحات کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اس سے بہتر یہی ہے کہ اصلاح اُسی دفتر سے حاصل کی جائے۔ جہاں آپ کو اضمینان [illegible] کی توجیہات معلوم کرنے کے لئے آپ اس قدر بے تاب رہتے ہیں۔ اگر اصلاحات کا معاوضہ اظہار امتنان تو درکنار اظہار اطمینان بھی نہیں۔ اور اس پر بے اطمینانی ظاہر کی جارہی ہے۔

توخود اساتذہ کا فرض ہے کہ کسی ہری چگ کو اصلاح دینے کی تکلیف گوارا نہ فرمایا کریں۔

ہم حضرت جلیل اور دوسرے بزرگوں کی خدمت میں مودبانہ التماس کرتے ہیں۔ کہ اس صورت حال پر جو فی الواقع بہت سنجیدہ ہے۔ غور فرمانے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص اس اعلان کی وجہ سے کہ حضرات شعراء اپنی اصلاح شدہ غزلیں برائے توجیہ ارسال فرما سکتے ہیں۔ فرض کر لیجئے کہ توجیہ یا اصلاح در اصلاح ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں۔ کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ اصل سے بمراتب افضل ہے۔ اس صورت میں ایسے عزیزوں سے یہی کیوں نہ کہدیا جائے کہ خاک از تودۂ کلاں بردار اور اگر یہ توجیہات ناقص اور سراسر خام ہیں۔ تو خودداری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان سعادت اطوار شاگردوں کا سلسلۂ اصلاح آئندہ کے لئے منقطع کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اصلاحات کو ذلیل نہ کر سکیں۔

حضرت نشتر اور ان کے ہم خیال مشتاقانِ توجیہ اپنے اُستادوں اور حاصل کردہ اصلاحات کی قدر و قیمت کیوں نہیں جانتے اور انہیں اصلاحات کو ذلیل کرنے کی جرأت کیوں ہے۔ نیز اساتذہ کرام اگر ان کو تودۂ کلاں سے خاک برداری کا مشورہ دیں۔ تو انہیں تازہ اصلاحات کی قدر و قیمت کیوں معلوم ہو جائے گی۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ چونکہ اس بحث میں بعض تلخ واقعات بیان کرنے پڑینگے۔ اس لئے اسے فی الحال چھوڑ کر ہم فاضل مدیر رسالہ شاعر آگرہ (جو راقم الحروف کے محترم اور متعارف بھی ہیں) اور حضرت نشتر اور تمام مشتاقانِ توجیہ اور جملہ اساتذہ کرام و شعرائے مشاہیر سے ان مخلصانہ معروضات پر خاص توجہ مبذول فرمانے کی درخواست کرتے ہیں۔ تاکہ جو خرابیاں اس سلسلۂ توجیہ سے وابستہ ہیں۔ ان کا سدِ باب ہو سکے۔

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم و شعبہ ادبیات

اقوالِ زریں

جب کبھی میرے دل کو مایوسی پیدا ہوتی ہے تو میں گلاب کے پھول کو دیکھ لیتا ہوں۔ (ہیجن)

نیک زندگی کا تولہ بھر علم کے من بھر سے بہتر ہے۔ (برمٹ)

جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کر کے نیک کاموں کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ خدا بھی اس کی توبہ قبول کر کے اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ (قرآن مجید)

حمد

ہے مرگ آباد عالم میں ترے جلووں کی عریانی
قمر میں نور، گل میں بو، شرر میں شعلہ افشانی

چٹک غنچوں میں، کلیوں میں تبسم، پھول میں نکہت
تجھی سے ہے جہاں کے ذرّے ذرّے میں درخشانی

زمین تیرے ہی دستِ فیض سے گوہر اگلتی ہے
تجھی سے انجم تاباں نے پائی ہے یہ تابانی

تجھی سے عالمِ فانی نے پائی صورتِ ہستی
تجھی سے ہے جبینِ مہر عالمتاب نورانی

تجھی سے موت ہنستی ہے فریبِ زندگانی پر
تجھی سے حشر در آغوش ہے یہ عالمِ فانی

تجھی سے عشقِ درد آموز صد حسرت بداماں ہے
تجھی سے حسنِ عشق افزا نے پائی حشر سامانی

ترے حسنِ حیات افروز ہی سے گل بداماں ہے
سخن گوئی، سخن فہمی، سخن چینی، سخن دانی!

تصور میں ترے ادراک عاجز عقل پا در گل
شکستہ پا تری تعریف میں افہامِ انسانی

ثنا و حمد کی معراج ہے درگاہ میں تیری
خطا و عجز کا اقرار اے بے مثل و لاثانی!

سوا تیرے حقیقت سے تری واقف نہیں کوئی
ہے اقرارِ عبودیت ہی بندوں کی خدا دانی

سفینہ اصغرِ ناشاد کا ہے بحرِ عصیاں میں
ہو ساحل مغفرت کا اور تری رحمت کی طغیانی

خادم عبدالغنی اصغر

غزل

ملا نہ کوئی وفا آشنا زمانے میں
زمانہ ہم نے بہت آزما کے دیکھ لیا

تڑپ کے رہ گئے سب تجھ کو دیکھنے والے
ذرا جو تو نے نگاہیں اٹھا کے دیکھ لیا

کوئی تلاش میں پھرتا رہا تری برسوں
کسی نے تجھ کو سرِ طور جا کے دیکھ لیا

علاج بذریعہ مٹی

ایشور نے دُنیا میں کوئی شے بیکار نہیں بنائی حتی کہ جو اشیاء ہم بُری اور نقصان دہ سمجھتے ہیں وہ بھی ہمارے لئے مفید ہوتی ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ نظر غور سے مشاہدہ کیا جائے۔ مٹی جس کو ہم ناچیز خیال کرتے ہیں اور خاک خاک کہہ کر اس کا مزاق اُڑاتے ہیں وہ بھی بہت فائدہ مند ہے بعض بیماریوں میں یہ بہت ہی مؤثر اور مفید ثابت ہوئی ہے۔ جن مریضوں کو حکیم جواب دے چکے تھے انکا علاج بذریعہ مٹی کیا گیا اور وہ شفایاب ہو گئے۔ ہمارے جسم کا بیشتر حصہ مٹی کا بنا ہُوا ہے۔ لہذا مٹی کا اثر جسم پر ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ قدیم زمانہ کے ہندوستانی اس کے خواص سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے وہ اس سے بیش بہا فوائد اُٹھاتے تھے۔ اب تک بھی ہندو اس کو پاک خیال کرتے ہیں۔ اور اس کو استعمال میں لاتے ہیں۔

آجکل بھی ہندوؤں نے مٹی کو بہت اہمیت دے رکھی ہے۔ وہ اس کو پاک مانتے ہیں۔ بدبو اور دیگر بیماریوں کو دُور کرنے کے واسطے۔ زہریلے جراثیم سے نجات حاصل کرنے کے لئے گوبر اور مٹی ملاکر برتن کو لیپتے ہیں سڑی ہوئی اشیاء پر مٹی ڈال دیتے ہیں تاکہ آب و ہوا خراب نہ ہو۔ مسلمان وغیرہ اپنے مردوں کو اسی خیال کو لیتے ہوئے دفن کرتے ہیں۔ ناپاک ہاتھوں کو مٹی سے صاف کرتے ہیں۔ جسم کے پوشیدہ حصوں کی صفائی کے واسطے بھی مٹی ہی کام میں لائی جاتی ہے۔ یوگی اور فقیر لوگ جسم پر مٹی لگاتے ہیں۔ ہندوؤں میں رکشا بندھن کے روز لوگ گوبر اور مٹی جسم پر مل کر اشنان کرتے ہیں۔ تاکہ تمام برسات کا جمع کیا ہُوا فاسد مادہ دُور ہو کر بدن پاک صاف ہو جائے۔

اب مغربی ممالک کے باشندگان بھی مٹی کی قدر کرتے ہیں مشہور ڈاکٹر لوئی کونی نے اس کو بہت مفید اور مؤثر بتلایا ہے۔ ڈاکٹر جسٹ جو کہ مشہور جرمن ڈاکٹر گذرے ہیں لکھتا ہے کہ مٹی کے ذریعہ سے لاعلاج امراض دُور ہو سکتے ہیں۔ انکا قول ہے کہ میرے پاس ایک سانپ کا کاٹا ہُوا مریض لایا گیا جس کو مُردہ سمجھ لیا گیا تھا۔ میں نے اس کو زمین میں دفن کرا دیا۔ تھوڑی دیر میں اس کو ہوش آ گیا۔ گو تمام مارگزیدہ اشخاص مٹی میں دبا دینے سے اچھے نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ مٹی میں زہر چوس لینے کی طاقت ضرور ہے۔ ایسے وقت میں مٹی کا مناسب علاج بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ مٹی میں گاڑ دینے سے حرارت بہت نکلتی ہے۔ گو ہمارے پاس یہ جاننے کے ذرائع نہیں ہیں کہ مٹی میں موجودہ جراثیم نے جسم پر کیا اثر کیا

لیکن بات تو صاف ظاہر ہے کہ اس نے زہر کو چوس لیا۔ مغربی ڈاکٹر مٹی سے علاج کے تجربے کر رہے ہیں۔ اور ان کو خاطر خواہ فائدہ نظر آرہا ہے۔ لاعلاج اور مایوس مریض تندرست ہو رہے ہیں۔

عام لوگ بھی روزانہ زندگی میں مٹی سے بہت سے علاج کرتے ہیں۔ پانی صاف کرنے کے واسطے ان کو ریت میں چھانتے ہیں۔ گنگاجی کی موٹی ریت استعمال کرتے ہیں۔ اس سے قبض دُور ہوتا ہے۔ اور تلی یا طحال تک دُور ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہوا میں مثبت (POSITIVE) بجلی ہوتی ہے جو کہ کھینچتی ہے اور زمین میں منفی (NEGATIVE) بجلی ہوتی ہے جو کہ ہٹاتی ہے۔ پس اس اصول کو لیتے ہوئے جب کوئی زہریلا جانور ڈنگ مارے مثلاً بھڑ بچھو وغیرہ تو فوراً دریا کی چکنی مٹی لگا دو۔ جلن فوراً بند ہو جائیگی۔ اور ٹھنڈک پڑیگی۔ اگر دریا کی مٹی نہ مل سکے تو کھیت کی مٹی سرد پانی میں ملا کر اس کو گاڑھی سی پلٹس بنا کر ڈنگ لگنے کی جگہ لگا کر کپڑے سے باندھ دو فوراً فائدہ نظر آئیگا۔ بعض لوگ مٹی کو لعاب دہن سے تر کر کے لگاتے ہیں۔ گیرو گھس کر لگانا بھی بہت مفید ہے۔ اگر مار گزیدہ کو جو مر گیا ہو گڑھا کھود کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔ اور اس کو کھلا رہنے دیا جائے تو جان پھر لوٹ آتی ہے۔ کالی مٹی کپڑ چھان کر کے پانی میں تر کر کے زہریلے جانوروں کے کاٹے پر لگانا بہت مفید ہے۔

دردِ سر کے واسطے مٹی اکسیر ہے۔ اگر دردِ سر سردی سے ہو تو پیلی مٹی پر ذرا سا پانی ڈال کر سونگھیں۔ مٹی نہایت پاک اور صاف جگہ کی ہونا ضروری ہے۔ دردِ سر خواہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو مٹی کی پلٹس سرد پانی میں بھگو کر رکھنا بہت مفید ہے۔ فوراً فایدہ نظر آتا ہے۔ دردِ سر و دردِ سرسام میں کھیت کی مٹی پانی میں ملا کر سر پر لگا دیں فوراً دُور ہو گا۔

تازہ بنے ہوئے کھیت کی مٹی کی ہوا سونگھنا وبائی امراض کا تیر بہدف علاج ہے۔ دُبلاپن کے واسطے خواہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو مٹی آبِ حیات کا کام کرتی ہے۔ مریض کے جسم پر کھیت کی مٹی لپیٹ کر دھوپ میں بٹھلا دیا جائے۔ دو چار روز ہی میں فرق بھی نظر آوے گی۔ یہ بارہا کا تجربہ شدہ ہے۔

جس کو قبض کی شکایت رہتی یا پیٹ میں سخت درد رہتا ہو اس کے پیڑو پر مٹی کی پلٹس باندھنا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ پیٹ کے درد کو فوراً ہی خاطر خواہ فائدہ نظر آتا ہے۔ ضعفِ معدہ میں گنگاجی کی موٹی ریت اکسیر کا کام کرتی ہے۔ اگر ایک چٹکی روزانہ استعمال کی جائے تو چند روز ہی میں تعجب خیز فائدہ نظر آتا ہے۔ ہاضمہ اور پرانے بخار کے واسطے کھیت کی مٹی میں چھٹا حصہ نمک ملا کر اس کا تیل پاتال جنتر سے نکال کر چند قطرہ استعمال کرایا جائے تو کسی دوسری دوا کی نسبت بیحد مفید ہے۔ اس کو بنا کر رکھنا چاہئے۔

اور غریبوں کو مفت تقسیم کرنا چاہیئے۔ بڑی مفید چیز ہے۔

اسہال کے مریض کے پیٹ پر مٹی کی پلٹس باندھنے سے دو یا تین روز میں خاطر خواہ فایدہ نظر آیا ہے۔ کالی مٹی کا عرق پلانے سے ہیضہ اور دستوں کو آرام ہوتا ہے۔ کھریا مٹی کھانے سے بھی اسہال بند ہو جاتے ہیں۔ کالی مٹی جو پانی میں تر رہتی ہو بواسیر کے مسوں اور داد کو دُور کرتی ہے۔ بواسیر کے واسطے مٹی کا استعمال بہت مفید ہے۔

چوٹ لگنے پر مٹی کی پلٹس باندھنے سے سوجن۔ ورم اور درد سب کو بہت جلد فائدہ ہوتا ہے۔ پھوڑے پھنسی داد۔ کھجلی وغیرہ کو بھی مفید ہے۔ داد دُور ہو جاتا ہے۔ کالی مٹی جو کہ پانی میں تر رہتی ہو داد کے واسطے بہترین علاج ہے۔ کالی مٹی کا عرق نکسیر۔ گنج۔ درد دانت۔ ورم اور زخم وغیرہ کو فائدہ کرتا ہے۔ درد کان کو بھی نافع ہے۔ خیال لازم ہے کہ ایسے پھوڑوں پھنسی وغیرہ پر جن سے کہ مواد جاری ہو مٹی اپنا اثر نہیں دکھاتی۔

آنکھ دُکھنے پر مٹی کی پلٹس بہت مؤثر اور مفید ہے۔ سردی لگ جانے سے اکثر ہاتھ پاؤں سُرخ ہو کر سوج جاتے ہیں۔ اس پر بھی مٹی کی پلٹس بہت جلد اثر کرتی ہے۔ پاؤں کی انگلیوں میں اگر خارش ہو تو مٹی کا استعمال بہت مفید ہے۔ اگر جوڑوں میں درد ہو تو وہاں مٹی لگا دینی چاہیئے۔ درد فوراً دُور ہو گا۔

اگر بخار تیز ہو تو سر پر اور پیٹ پر مٹی باندھنے سے ایک دو گھنٹہ میں بخار بہت کم ہو جاتا ہے۔ بخار کہنہ کے واسطے کھیت کی مٹی میں چوتھا حصہ نمک ملا کر پاتال جنتر سے تیل کشید کر کے دو یا تین قطرے روزانہ استعمال کرنا چاہیئے۔ گیرو کا بھگویا ہؤا پانی پینا خون نکلنا۔ سوزاک اور جریان وغیرہ کو بہت نافع ہے۔ پلیگ کے ایام میں روزانہ گوبر مٹی سے لیپنا چاہیئے۔

خیال لازم ہے کہ تمام قسم کی مٹی یکساں فائدہ مند نہیں ہوتی۔ سُرخ مٹی زیادہ اثر کرنے والی پائی گئی ہے۔ مٹی ہمیشہ صاف جگہ سے کھود کر نکالنی چاہیئے۔ جس مٹی میں گوبر وغیرہ ملا ہو اُس کو بھی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ مٹی بہت زیادہ چکنی بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ پتلی اور بھربھری مٹی اچھی ہوتی ہے۔ مٹی میں کسی قسم کا کنکر پتھر ہونا بھی بُرا ہے۔ اس کو باریک چھلنی سے چھان کر استعمال کرنا چاہیئے۔ اس کو بہت سرد پانی میں بھگونا چاہیئے۔ گوندھے ہوئے آٹے کی مانند سخت رکھنا مناسب ہے۔ نہایت صاف بغیر دھلائے ہوئے کپڑے میں باندھ کر پلٹس کی طرح بنا کر رکھنا چاہیئے۔ مٹی کے خشک ہونے سے پیشتر ہی جسم سے علیحدہ کر لینا مناسب ہے۔ ایک دفعہ کی پلٹس دو یا تین گھنٹہ کام دیتی ہے۔ ایک بار کی استعمال شدہ پلٹس کو دوبارہ کام میں نہیں لانا چاہیئے۔

ناظرین رہنمائے تعلیم آپنے دیکھا کہ مٹی کتنی مفید اور مؤثر چیز ہے۔ آپ کو خود اس کا علاج کر کے تجربہ کرنا چاہیئے اور دوسروں کو اس کے علاج کی ترغیب دینا چاہیئے۔

اوم پرکاش اگروال دھنورہ نندی

ریویوز

عجائبات سائنس (بجلی کے کرشمے) مندرجہ حاشیہ عنوان سے ایک مجلد اور باتصویر کتاب ہمارے پاس بغرض ریویو موصول ہوئی ہے۔ اس نادر اور مفید کتاب میں برق (بجلی) کے نامعلوم رازوں کو واضح کرنے کی قابل تعریف کوشش کی گئی ہے۔ ایک دنیا جانتی ہے کہ موجودہ دور میں سائنس دانوں کی تمامتر کوشش اس عجیب و غریب قوت کے متعلق دریافتوں اور انکشافات کے درپے ہے۔ چونکہ یہ قوت نہایت حیران کُن شعبدے عمل میں لاتی ہے جن سے واقف ہونا ہر ایک پڑھے لکھے انسان کا فرض ہے۔ اس لئے ہمارے محترم دوست لالہ گھنی شامداس صاحب بی اے بی ٹی مصنف کتاب ہذا نے اس امر کی پوری کوشش کی ہے کہ اس مشکل مضمون کو آسان اور عام فہم پیرائے میں بیان کیا جائے۔ تاکہ ہر وہ شخص بھی جو سائنس کی تعلیم سے بہرہ اندوز نہیں ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہو سکے۔ آپ نے اس امر کو ظاہر کرنیکی خاص کوشش کی ہے کہ سائنس کی اس عجیب و غریب قوت برق نے زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اور علم طبابت وغیرہ میں کیا کیا انقلاب عظیم پیدا کئے ہیں۔ اس کتاب میں دو درجن سے زائد ہاف ٹون تصاویر بھی موجود ہیں جن سے کتاب کی خوبی اور زینت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ بعض فوٹو اُن نامی گرامی علمائے سائنس کی دی گئی ہیں جنہوں نے برق کے میدان میں نمایاں فتح حاصل کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی مختصر سوانح عمری بھی دی گئی ہے تاکہ ناظرین کی دلچسپی اور ضیافت طبع کا سامان پیدا ہو۔ علاوہ ازیں کوئی ۷۰ سے زائد اشکال بھی دی گئی ہیں۔ جو اس مضمون کی وضاحت کا موجب ہیں۔ غرضیکہ لالہ گھنی شامداس صاحب نے اپنی کمالیت اور قابلیت کے تمام جوہر اس کتاب کو مفید اور دلچسپ بنانے میں صرف کر دیئے ہیں۔ آپ کو سائنس کے مضمون سے خاص شغف حاصل ہے۔ اور جب سے آپ سنٹرل ٹریننگ کالج کے سائنس ڈیپارٹمنٹ کے انچارج ہوئے ہیں۔ آپ نے اس مضمون میں کمال کر دکھایا ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ابھی بھولے نہ ہونگے کہ رہنمائے تعلیم کے جوبلی نمبر میں آپ کا ایک مضمون لاسلکی کے متعلق شائع ہوا تھا۔ جسے تمام ناظرین نے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لہذا کتاب مذکورہ بالا کی خوبی اور دلچسپی کے ثبوت کے لئے لالہ جی کا نام نامی کافی دلیل ہے۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ دیا گیا ہے۔ جس میں بجلی کے ساتھ چند دلچسپ اور آسان کھیلوں کا تذکرہ درج ہے۔ جو نہایت حیرت انگیز ہیں۔ ناظرین ان میں سے چند کھیل آزما کر حظ اُٹھائیں اور لطف اندوز ہوں۔

ہماری رائے میں یہ کتاب ہر سکول لائبریری بلکہ ہر مدرس کے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔ آپ یہ سُنکر خوش ہونگے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے اپنے سرکلر نمبری ۱۳۴۳۰ء مورخہ $\frac{6}{35}$-۲۰ کے مطابق اس کتاب کو سکول لائبریریوں اور انعام کے لئے منظور فرمالیا ہے۔

کتاب کا حجم سوا تین سو صفحہ اور قیمت صرف عہ ہے۔ ناظرین اپنی اپنی لائبریری اور پرائیویٹ مطالعہ کے لئے ضرور اس کتاب کا ایک ایک نسخہ خرید کر مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:۔

میسرز رام لال سوری تاجران کتب انارکلی بازار لاہور

جگت بسنگھ

ارمغان اکبرم اعلیحضرت شہنشاہ معظم قیصر ہند کی سلور جوبلی کی تقریب پر ملک محمد عمر اکرم منشی فاضل پرشین ٹیچر ایم بی سکول پانی پت ضلع کرنال سیکرٹری بزم حالی مشاعرہ پانی پت نے اظہار عقیدت و وفاداری سے بطور تہنیت نذر گزرانا ہے۔ جس میں حمد باری کے بعد دعائے ترقی اقبال حضور ملک معظم و برٹش راج اور قصیدہ تہنیت سلور جوبلی

اعلیٰ حضرت ملک معظم کی خدمت اقدس میں سبرطانیہ کا راج اور حضور والا کی سلور جوبلی کے زیر نظم میں اپنے قابل قدر عقیدتمندانہ اور خادمانہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جو ہر طرح سے زینۂ معلمین و متعلمین کے مطالعہ کے قابل ہیں۔ قابل مصنف سے مفت مل سکتی ہے

رحمت کا دربار عید میلاد النبی ۱۳۵۳ھ ہجری کی تقریب سعید پر بدستور سابق سید اشفاق حسین صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر گوڑیانی نے حضرت رسول کریم سے اپنی عقیدت کا اظہار نہایت عمدگی سے کیا ہے اور اپنے خیال کے مطابق حضور کے اوصاف حمیدہ کو طشت از بام کر کے تشنگان دیدار کی پیاس کو نہایت عمدگی سے بجھانے کی کوشش ہے۔ اور اسے مفت تقسیم کیا ہے۔ طالبان حق اور فدایان رسول کے لئے اس سے بہتر کون سا موقعہ ہوگا کہ اس کے مطالعہ سے اپنا دین اور دنیا سنوارلیں۔ سید صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ادبی دنیا میں آپ کا نام کافی سے زیادہ درخشندہ ہے۔ براہ راست یہ پمفلٹ آپ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

نور التعلیم کا نورمل سکول گکھڑ نمبر نورمل سکول گکھڑ موجودہ وقت میں نہ صرف سررشتہ تعلیم کی مایۂ ناز انسٹی ٹیوشن ہے بلکہ صوبہ بھر میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ نہ صرف صوبہ کے بلکہ ملک بھر کے نامی حکام سررشتہ تعلیم کے علاوہ بیرونجات سے بھی کئی بزرگوار وہاں تشریف لائے اور محو حیرت ہو گئے۔ نور التعلیم نے جو اس کا آرگن ہے اپنے اس سپیشل نمبر میں نورمل سکول گکھڑ کی تمام خصوصیات کو واضح کر کے حق رفاقت نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔ اس نمبر کا مطالعہ اس شہرہ آفاق سکول کی تمام خوبیوں کو ناظرین پر روشن کرتا ہے۔ ساتھ ہی جو تصاویر دی گئی ہیں وہ مزید برآں اس کی خوبیوں کو چار چاند لگاتی ہیں۔ جناب یمینی کی دلچسپیاں اپنا رنگ لا رہی ہیں اور نور التعلیم آپ کی عنایت کے صدقے اپنے سے نیا روپ دکھا کر ناظرین کی تفنن طبع کا باعث ہو رہا ہے سپیشل نمبر کے لئے نورمل سکول گکھڑ گوجرانوالہ کے پتہ پر نور التعلیم کے منیجر صاحب سے خط و کتابت کی جائے۔

اصلاح دیہات مسٹر ایف ایل برین ایم سی۔ آئی سی ایس کمشنر اصلاح دیہات پنجاب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ صوبہ کا کون خواندہ شخص ہے جو آپ کے نام نامی سے اور آپ کے عہدہ اور کار خاص سے آگاہ نہ ہو۔ جس پر آپ مامور ہیں۔ دیہات کی اصلاح اور دیہاتیوں کی بہتری قدرت نے آپ کی جبلت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ گوڑگانوہ اور جہلم کے اضلاع کے بعد جہاں آپ نے بحیثیت ڈپٹی کمشنر تجربتاً اصلاح دیہات کا کام کیا۔ گورنمنٹ عالیہ اس سے متاثر ہو کر اس کار خاص پر آپ کو لگایا اور خاص محکمہ آپ کے ماتحت کیا جو صرف دیہات اور اہل دیہات کی بہتری کے لئے وقف ہیں۔ زیر ریویو نوٹ میں جو سہ قیمت پر رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز مفید عام پریس لاہور سے مل سکتا ہے۔ آپ نے اصلاح دیہات کے متعلق استحادباہمی۔ پروگرام۔ مفصل مشورے جس کے ماتحت دس مختلف مضامین پر رائے زنی کی گئی ہے۔ ضمیمہ جات کی ذیل میں عمل ٹیکہ چیچک۔ گڑھے اور دیہی حفظان صحت۔ انتظام روشنی و ہوا وغیرہ تمام ضروری مسائل و امورات پر تبادلہ خیالات کر کے اہل دیہات کو اپنی بہتری کے ذرائع معلوم کرنے اور ان سے مستفید ہوتے کا زریں موقع عطا کیا ہے۔ عبارت نہایت سلیس۔ خاکوں سے ہر چیز کو مزید واضح کرنے اور پبلک کو اس سے باخبر کرنے کا کام لیا گیا ہے غرض ہر دیہاتی کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس کے مطابق عمل کر کے اپنے آپ کو آئے دن کے مصائب سے نجات دلانی چاہئے۔ محکمہ اطلاعات پنجاب جن مفید کاموں کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے ان میں ایسی کتابوں کو تمام ورنیکلر اخبارات و رسائل تک پہنچا کر ان کی اشاعت سے باخبر کرنا نہایت مفید اور قابل قدر ہے۔

تواریخ اقوام کشمیر مجلد ہمارے دیرینہ دوست منشی محمد الدین صاحب فوق کسی مزید تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی شخصیت تواریخ کشمیر اور صحیفہ نگاری میں ایک درخشندہ ستارے کی مانند ہے۔

اخبار کشمیری کے ذریعے آپ نے ملک کشمیر کی جس قدر خدمت کی ہے۔ کسی کشمیری اخبار نے آج تک اس کا پاسنگ بھی پیش نہیں کیا۔ آپ نے کچھ عرصہ ہوا مندرجہ حاشیہ عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی جس کی مقبولیت اس سے ظاہر ہے کہ حال میں اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کرنا پڑا۔ ہمارے پیش نظر اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ جس میں کشمیر۔ جموں۔ نیپال۔ دہلی۔ یوپی ممالک متوسط۔ بنگال۔ بہار۔ صوبہ سرحد اور پنجاب وغیرہ صوبجات کی تقریباً پانسو مختلف النسل اور مختلف المذاہب کشمیری اقوام (مثل (کشمیری پنڈتوں۔ سکھوں۔ ڈوگرہ راجپوتوں۔ بوہروں اور مسلمانوں کے تمام فرقوں اور قوموں کی ذاتوں اور گوتوں وغیرہ کی وجہ تسمیہ۔ ان کے تاریخی حالات ان کے مشاہیر ان کی آبادی اور تمدنی و معاشرتی کیفیت۔ ان کے آبائی کاروبار ان کے رسم و رواج اور قدیم تاریخی روایات اور ان کے متعلق دیگر بہت سی دلچسپ کرائف و معلومات کا تذکرہ درج ہے۔ پہلے ایڈیشن کے مقابلہ میں اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں پہلے ایڈیشن کی ۹۵ ذاتوں کی بجائے پانسو ذاتوں۔ گوتوں اور مشہور خاندانوں کا ذکر ہے چالیس سے زیادہ ہاف ٹون عکسی تصاویر سے کتاب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ غرضیکہ تاریخ اقوام کشمیر کی اس سے بڑھ کر عمدہ اور دلچسپ کتاب کسی دوسری جگہ سے ہرگز نہ ملے گی۔ قیمت مجلد صرف تین روپے (صہ) جو کتاب کے حجم ۶۰۰ صفحہ کے مقابلہ میں بالکل درست ہے۔ ملنے کا پتہ ظفر برادرس تاجران کتب لاہور

دی سکالر } سناتن دھرم ہائی سکول لاہور صوبہ بھر کی ممتاز تعلیمی انسٹی ٹیوشنوں سے ہے۔ اس کے قابل قدر ہیڈ ماسٹر صاحب پنڈت نرسنگھ لال جی بی اے آنرز بی ٹی مشہور اہل قلم ہیں اور اپنی ذات میں کئی خوبیوں اور کمالات کے مالک ہیں۔ آپ کے سکول اور اس کی برانچوں میں ساڑھے تین ہزار سے زیادہ طالب علم زیر تربیت اور ڈیڑھ سو کے قریب اساتذہ ہیں۔ اس قدر تعداد کی دیکھ بھال اپنے کثیر التعداد اساتذہ کے کام کی نگرانی کے علاوہ دفتر کے فرائض طلباء کے والدین سے تبادلہ خیالات وغیرہ امورات کی تکمیل کے ساتھ آپ نے اپنے سکول کی ناموری اور شہرت کو شہرہ آفاق کرنے کے لئے سکالر نامی آرگن بھی جاری کر رکھا ہے جس کے ایڈیٹران چیف کے فرائض بھی آپ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ ایسے عدیم الفرصت بزرگوں کی ذات پر مولانا حالی کا یہ شعر کیا خوب صادق آتا ہے ؎ فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ اور اس وصف کی وجہ سے آپ ہر ایک مدرس کے لئے قابل تقلید ہیں۔ زیر ریویو نمبر سلور جوبلی نمبر ہے۔ جو اپریل اور مئی کا مشترکہ نمبر ہے اور حق یہ ہے کہ عقیدت اور خلوص کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ انگریزی ہندی اور اردو ہر سہ زبانوں کے مضامین نظم و نثر اپنی مثال آپ ہیں اور اس امر کی زندہ شہادت ہیں کہ پنڈت جی کے ماتحت صرف امتحان پاس کرنے کی ہی تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ زیر تربیت نوجوانوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا بہترین موقعہ دیکر انہیں تاج برطانیہ سے وفاداری کا سبق بھی عملی اور علمی طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بہترین شہری ہو کر اپنے ملک اور قوم کے فخر ہوں۔

زیر ریویو نمبر میں تصاویر اور کئی فوٹوز اس کی خوبیوں کو مزید واضح کرتے ہیں۔ غرض سلور جوبلی نمبر بڑے کام کی شے ہے۔ اور متعلقین کی محنت اور دلچسپی قابل داد ہے۔ شائقین سکول سے منگا کر بہرہ اندوز ہوں۔

رہنمائے شہریت } دی سٹوڈنٹس اون بیوریو سانگلہ ہل نے ورنیکلر فائنل کی نئی سکیم کے مطابق جس میں دیہاتی سائنس کی ذیل میں شہریت کے مضمون کی تعلیم ضروری تھی۔ اس کمی کو پورا کیا ہے۔ زیر ریویو کتاب شہریت کے مضمون کی واضح اور مشرح کتاب ہے اور معلمین و متعلمین کی بجا طور پر رہنمائی کا موجب ہوگی۔ ہر باب کو فصلوں میں تقسیم کر کے ہر فصل کے خاتمہ پر سوالات دیئے گئے ہیں۔ ۷۰ صفحہ کی کتاب جس کی کتابت و طباعت اچھی ہے ۶/ قیمت ہے بیوریو متذکرہ صدر سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

طریق سلطنت } یہ کتاب بھی شہریت کے متعلق نہایت جامع و مکمل کتاب ہے۔ قیمت ۱۲/ ملنے کا پتہ۔ میسرز گلاب چند کپور تاجران کتب انارکلی لاہور

ایک مہمل تنقید کی تردید

اس سلسلہ کی تین قسطیں ماہ مئی ۱۹۳۴ء - ماہ اگست ۱۹۳۴ء اور ماہ اپریل ۱۹۳۵ء میں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں آجکل کی شاعری کے عنوان سے حضرت صابری گو الیاری نے جو تنقید شائع کی تھی - اس کی تردید میں حضرت نسیم اور حضرت دریا متفق الرائے نظر آتے ہیں - حضرت دریا کی تنقید یا تردید کا یہ وصف بہت نمایاں ہے۔ کہ انہوں نے ذاتیات سے الگ رہنے کی انتہائی کوشش فرمائی ہے - اور منقود علیہ کو مخاطب کرنے کا انداز بیان ان کی تحریر میں اس قدر کم ہے کہ اس خاص احتیاط کی وجہ سے ذاتیات کا شائبہ تک پیدا نہیں ہو سکا - تنقید نگاری کا یہ پہلو فی الواقع ہر نقاد کے لئے قابلِ تقلید ہے - ہمارے محترم حضرت محقق اعظم اگر بذات خود اس کے جواب پر آمادہ ہوں - تو یہ بحث جلد تر ختم ہو سکتی ہے - بحث کو ختم کرنے کے لئے صرف دو تین باتوں پر مختصر مگر قطعی اظہار رائے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے - ایک تو یہ کہ نون غنہ کس کس جگہ تقطیع میں شمار ہونا چاہئے - اور کس کس جگہ شمار میں نہیں آنا چاہئے - دوسرے یہ کہ نون غنہ کے علاوہ دوسرے حروف جو بطور تکلف زائد آجاتے ہیں اور جنہیں اذالہ سے تعبیر کیا جاتا ہے - کہاں کہاں جائز ہیں اور کہاں کہاں ناجائز - ہمارے خیال میں معتبر اور مستند حوالہ جات کے ساتھ اگر ان دو ضروری نکتوں کو غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا جائے - تو یہ بحث تطویل لاطائل سے محفوظ رہے گی۔ **جوش ملسیانی مدیر حصۂ نظم**

فصلِ بہار عیشِ گل - میرے لئے حرام ہے | میں وہ خراب عشق ہوں جس کو جنوں سے کام ہے
بزمِ جمال و ناز میں کیف کا انتظام ہے | پھول بھی کیا کلی کلی حسن کا ایک جام ہے
اے دلِ نامراد چل - نشترِ غم خرید لیں | بارگہہ جمال میں آج تو اذنِ عام ہے
آج جہانِ حسن میں جس نے بپا کیا ہے حشر | منظرِ نامراد کا - نامۂ ناتمام ہے
قدر شناسِ دل بھی ہیں ظلم سے وہ خجل بھی ہیں | پھر بھی جفا پرست ہیں معتقدِ وفا نہیں
عشق سے اب اماں کہاں عشق تو ہے بلائے جاں | عشق کی ابتدا تو ہے عشق کی انتہا نہیں
ابن جمال میں شرط ہے ضبطِ دردِ عشق | اے دلِ مبتلا خموش شکوہ یہاں روا نہیں

اذالہ درمیانی کا عدم جواز

(۱) رسالہ رہنمائے تعلیم بابت ماہ مئی ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۱۶ پر "آج کل کی شاعری" کے عنوان سے ایک تنقید شائع ہوئی ہے - جس میں منظر صاحب صدیقی اکبرآبادی کے مندرجہ بالا سات اشعار جو بحر رجز مثمن مطوی مجنوں یا مجنوں مذال (مفتعلن مفاعلن

مفتعلن مفاعلن یا مفاعلان) میں ہیں پیش کر کے اُمور مندرجہ ذیل کا اظہار کیا گیا ہے۔

(۱) ان دونو غزلوں میں اذالہ درمیانی جائز نہیں ہے۔

(۲) ثانی غزل کے ایک شعر کو مشطور مضاعف مان کر ہم مذال درمیانی کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(۳) اگر اذالہ درمیانی کے جواز میں شعرائے متقدمین و متاخرین کا کلام پیش کیا جائیگا تو ہم اُسے بھی غلط ثابت کرنے کے لئے محقق عروضیوں کے اقوال پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد شعراء کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے کلام کو ایسے بے موقع زحافات سے پاک رکھیں اور صابر صاحب کے مقالات کا مطالعہ کریں جو رسالہ رہنمائے تعلیم میں شائع ہونا شروع ہوئے ہیں

اذالہ درمیانی کا جواز اور نون غنہ درمیانی کا تقطیع میں محسوب نہ ہونا

(۲) اس تنقید کی تردید میں نسیم صاحب نور محلی نے رسالہ مذکور بابت ماہ اگست ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۲۷ پر ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں مستند شعرائے متقدمین و متاخرین کا کلام پیش کر کے امور مندرجہ ذیل کو ثابت قرار دیا ہے۔

(۱) نون غنہ جب درمیان مصرع میں آتا ہے تو تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

(۲) اشعار زیر تنقید میں اذالہ درمیانی جائز ہے۔

پھر نسیم صاحب نے نہایت سعادت مندی کے لہجہ میں صابر صاحب سے استدعا کی ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق اظہار خیال کریں۔

تردید تنقید کی تردید

(۳) صابر صاحب نے تو مندرجہ بالا استدعا کو قبول نہیں فرمایا۔ مگر صاحب تنقید نے نسیم نور محلی کے تردیدی مضمون کی تردید میں رسالہ مذکور بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء کے صفحات ۷۷ لغایت ۸۲ پر ایک مضمون نذر اشاعت کیا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ غیر متعلق اور مہمل مضمون سے پُر ہے۔ البتہ اُس میں نسیم صاحب نور محلی کے پیش کردہ اشعار میں سے چند اشعار کو مسمط چہار خانہ کہہ کر اور چند اشعار کو مشطور کا مضاعف قرار دے کر صحیح تسلیم کیا ہے اور باقی اشعار کے متعلق ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ غلط ہیں۔ غلط ثابت کرنے کے لئے اس مضمون میں بھی دلائل نہیں پیش کئے گئے ہیں۔

تنقیدی مضمون قابل اعتنا نہیں ہے

(۴) میری رائے میں نسیم صاحب کو تنقیدی زیر بحث کی طرف اعتنا کرنے اور اُس کی تردید میں کسی مضمون کے شائع کرنے کی بوجوہ ذیل کوئی ضرورت نہ تھی۔

(۱) تنقید میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ منظر صاحب کے اشعار میں اذالہ درمیانی کہاں کہاں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ اشعار مذکور میں سے صرف آخری شعر کے حشو سوم کے علاوہ کہیں اذالہ درمیانی واقع نہیں ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر چونکہ نون غنہ کا سوال صاحب تنقید نے اُٹھایا ہی نہ تھا۔ نسیم صاحب کو اس کے متعلق اظہار خیال کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

(۲) اذالہ درمیانی کو ناجائز قرار دینے کی تائید میں دلائل پیش نہیں کئے گئے ہیں اور دعوائے بے دلیل قابلِ التفات نہیں ہوتا۔

(۳) صاحب تنقید نے اپنے مضمون میں مستند شعراء کو نامعتبر قرار دیا ہے۔ نسیم صاحب کو ان کی صحت دماغی اور معقولیت پسندی کا اندازہ ہوجانا چاہئے تھا۔ اگر نسیم صاحب کو تنقیدی مضمون سے کوئی دلچسپی تھی اور وہ اُس کی تردید ہی کرنا چاہتے تھے تو اُنہیں چاہئے تھا کہ پہلے صاحب تنقید سے ان کے وعدہ کے مطابق اعتراض کے دلائل پیش کرنے کا مطالبہ کرتے اور دلائل آجانے کے بعد تردید کے لئے قلم اُٹھاتے۔

وجہ تردید تنقید

(۵) میرے ایک مقامی دوست کا اصرار ہے کہ میں اِس تنقید کے متعلق اظہار خیال کروں۔ اب اگر میں تنقید کو نامکمل قرار دیکر اظہار خیال سے باز رہتا ہوں تو انکی خفگی کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا اس کے سوا چارہ نہیں کہ ایک بے اصول تنقید کے خلاف میں بھی خامہ فرسائی میں مصروف ہوجاؤں۔

اذالہ درمیانی کے جائز ہونے کے شرائط

(۶) جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ صاحب تنقید کے دوسرے مضمون سے مضمون اوّل کی کسی قدر صراحت ہوتی ہے تو میرے دل میں نسیم صاحب کی طرف سے احسان مندی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ تردیدی مضمون شائع نہ کرتے تو صاحب تنقید کا دوسرا مضمون عالمِ وجود میں نہ آتا اور مضمون اوّل کی مُہملیت بدستور قائم رہتی۔ گو مضمون ثانی میں بھی صاحب تنقید نے اپنے خیال کو محدود نہیں کیا ہے اور نہ اپنے قول کی تائید میں وہ ثبوت پیش کئے ہیں جن کے پیش کرنے کا دعوائے مضمون اوّل میں کیا گیا تھا۔ تاہم امور مندرجہ ذیل کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) صاحب تنقید ایسے نون غنہ کو جو درمیان مصرع میں واقع ہو تقطیع میں محسوب نہ کئے جانے کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کے خیال میں جب نون غنہ شعر کے کسی ایسے رکن کا آخر حرف واقع ہو کہ اگر اس شعر کے وزن کو مشطور یعنی نصف کر دیا جاوے اور وہ رکن عروض کی حیثیت اختیار کرے تو نون غنہ تقطیع میں محسوب ہوگا۔ مثلاً منظر صاحب کے اشعار مندرجہ بالا میں سے شعر نمبر ۲ کے مصرع اوّل (بزم

جمال و ناز میں کیف کا انتظام ہے) کہ لفظ "میں" کا نون غنہ تقطیع میں محسوب کیا جائیگا۔ کیونکہ مصرع مذکور بحر رجز مربع مطوی مخبون (مفتعلن مفاعلن شعر میں دو بار) کا بجائے خود ایک شعر بن سکتا ہے۔ اور اُس حالت میں "بزم جمال و ناز میں) پورا ایک مصرع قرار پائیگا۔

(۲) صاحب تنقید کے خیال سے اذالہ صرف عروض یا ضرب ہی میں لانا جائز ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ وہ حسب ذیل مستثنیات کے بھی قائل ہیں :۔

(الف) اگر کوئی شعر مسمط چہار خانہ ہو تو حشو اوّل وسوم میں اذالہ جائز ہے۔ مثلاً

ناسخ
رنج ہوا ہے ناگوار سر میرے تن سے جلد اُتار
کس لئے اے ستم شعار تیغ وبال دوش ہے

اس شعر میں ناگوار۔ اتار اور شعار ہم قافیہ ہونے کی وجہ سے اذالہ جائز ہے۔

(ب) اگر کسی شعر کے کسی مصرع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاوے اور ہر حصہ بجائے خود مربع کا ایک مصرع ہو اور وہ دونو حصے ہم قافیہ ہوں تو بھی چونکہ اُس مصرع کا حشو اوّل عروض کے حکم میں داخل ہو جائیگا۔ اذالہ جائز ہوگا مثلاً

مومن
مرگ ہے انتہائے عشق یاں رہی ابتدائے عشق
زندگی اپنی ہو گئی رنجش بار بار میں

اِس شعر کے حشو اول میں اذالہ جائز ہے وجہ صاحب تنقید نے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کی ہے :۔
"یہ بھی مسمط چہار خانہ کا ایک شعر ہے۔ اس کو بھی کسی قدر مسطور المضاعف مان لیا جائیگا۔

(ج) اگر کسی مصرع کے دو حصے کر دیئے جائیں اور ہر حصہ بجائے خود ایک مصرع بن جائے تو گو وہ دو حصے ہم قافیہ نہ ہوں مگر ہم ردیف ہوں تو اذالہ درمیانی جائز ہوگا۔ مثلاً

نوح
دیکھئے کس طرح نبھے دیکھئے کس طرح بنے
انکو بھی حسن پر گھمنڈ مجھ کو بھی عشق پر گھمنڈ

اس شعر کے حشو سوم میں اذالہ جائز ہے۔ صاحب تنقید نے اس کا جواز حسب ذیل میں ظاہر کیا ہے۔

اساتذہ کا کلام سند میں قابل اعتبار ہونے کی دلیل

(۷) "یہ دو شعر جداگانہ مربع کے ہیں یہاں بھی اذالہ صحیح ہو سکتا ہے"۔ یہی وہ اصول ہیں جن پر صاحب تنقید عمل پیرا ہوئے ہیں نسیم صاحب نے اساتذہ کا عمل پیش کر کے تنقید کی تردید کی کوشش کی مگر صاحب تنقید نے مندرجہ ذیل بُنیاد پر اُسے قابل پذیرائی قرار نہیں دیا۔

اساتذہ کا تمام کلام سرمایۂ ناز نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ اُن میں سے چند اشعار ہوتے ہیں۔ جن سے وہ اساتذہ کہلانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ باقی تمام حشو یا بھرتی کے کہلاتے ہیں"۔

علاوہ دیگر اغلاط کے قول مندرجہ بالا سے امور ذیل پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) صاحب تنقید حشو یا بھرتی کے کلام اور غلط کلام میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک اساتذہ کا جس قدر حشو یا بھرتی کا کلام ہے وہ غلط ہے۔ اور سند میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اساتذہ ہم جیسے شعرا کی طرح عروض سے ناواقف ہوتے ہیں۔

بالفاظ دیگر اگر کوئی فن عروض کا ماہر شعر کہنے کے جرم کا مرتکب ہو تو شعرا کے زمرہ میں آجانے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہو جائیگا اور اُس کا کلام سند میں پیش کرنے کے قابل نہ رہے گا۔ اِس کے دوسرے معنی یہ بھی پیدا ہوتے ہیں کہ فن عروض کا نظریہ نہ صرف عمل پر فوق رکھتا ہے۔ بلکہ عمل سے نظریہ کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے۔ حالانکہ اصول عامہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ کون نہیں جانتا کہ شاعری کو فنِ عروض پر تقدم حاصل ہے۔

تردید تنقید کا آلہ

(۸) ایسی صورت میں جبکہ صاحب تنقید اساتذہ کے قول و فعل کو ناقابلِ سند قرار دے چکے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا کہ صرف انہیں اصولوں کو تردید تنقید کا آلہ بنایا جائے جنہیں ملحوظ رکھ کر خود صاحب تنقید نے نسیم صاحب کے تردیدی مضمون کو غلط قرار دیا ہے۔

اب میں صاحب تنقید کے مقرر کئے ہوئے اصول مندرجہ پیرا نمبر ۲ کی ضمنی قلمہائے (الف) (ب) و (ج) کی قلم وار جانچ کر کے دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں تک عقل انسانی اور قواعد عروض کے مطابق ہیں اور یہ کہ خود صاحب تنقید بھی اس کی پابندی کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔

متعلق نون غنہ

(۹) صاحب تنقید نے منظر صاحب کے اشعار میں وہ تمام نون غنہ تقطیع میں محسوب کئے ہیں جو حشو اول یا حشو سوم کے آخر میں واقع ہوتے ہیں۔ لہذا مختلف بحروں کے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن میں نون غنہ حشو اوّل یا حشو سوم میں واقع ہوا ہے اور ان کا ہر مصرع بجائے خود ایک شعر مشطور بن سکتا ہے:-

بحر کامل مثمن سالم

مومن

کسی کی خرام کی یاد میں۔ تہ خاک بھی یہ رہا قلق
کہ زمیں کو زلزلہ آئے ہے جو ستائے مجھ کو ذرا قلق

مومن
نہیں چاہ میری اگر انہیں نہیں راہ دل میں تو کس لئے
مجھے روتے دیکھ کے رو دیا۔ مرا حال سن کے ہوا قلق

مومن
یہ شرارتوں کی شکائتیں۔ یہ جلانا غیروں کا دیکھو تو
کہے مجھ سے وہ ترے ہاتھ سے نہیں چین مجھ کو سوا قلق

اشعار مندرجہ بالا کے حشو اول کے آخر میں نون غنہ واقع ہوا ہے اور انکا ہر مصرع بحر کامل مربع سالم کا بجائے خود ایک شعر بھی ہو سکتا ہے تو کیا صاحب تنقید ان اشعار کے نون غنہ کو تقطیع میں محسوب کرینگے۔ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر محسوب کرینگے تو کیا بحر کامل میں اذالہ درمیانی جائز ہوگا۔

بحر ہزج مثمن سالم

امیر مینائی
محبت کا برا ہو دل۔ کو روکوں یا جگر تھاموں
مرے قابو سے یہ دونو۔ کے دونوں نکلے جاتے ہیں
حسینانِ جہاں تکتے۔ ہیں شاید درد کا شیوہ
جگہ دیتا ہے جو دل میں۔ اسی کا دل دکھاتے ہیں
مزا عاشق کے دل سے پوچھ حسن شعلہ رویاں کا
تماشہ دیکھ پروانوں۔ کی آنکھوں سے چراغاں کا

اشعار مندرجہ بالا کے حشو سوم کے آخر میں نون غنہ واقع ہوا ہے اور انکا ہر مصرع بحر ہزج مربع سالم کا بجائے خود ایک شعر بھی ہو سکتا ہے تو کیا صاحب تنقید ان اشعار کے نون غنہ کو تقطیع میں محسوب کرینگے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر محسوب کرینگے تو کیا تسبیغ درمیانی جائز ہوگا؟

ممکن ہے کہ صاحب تنقید اشعار مندرجہ بالا کو نسیم صاحب کے پیش کئے ہوئے اشعار کی طرح غلط کہہ کر معاملہ کو ختم کر دیں۔ لہٰذا میں صابر صاحب کا ایک مطبوعہ شعر بھی پیش کئے دیتا ہوں جس کے غلط کہنے کی صاحب تنقید جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ اپنے تنقیدی مضمون میں شعرا کو صابر صاحب کے مقالات عروضی کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دے چکے ہیں۔

بحر ہزج مثمن اخرب

صابر الہ آبادی
ہر دہنِ زخم دل۔ قاتل کا ثنا خواں ہے
اِس گلشن ہستی میں۔ جو غنچہ ہے خنداں ہے

تقطیع نظر اس کے کہ لفظ دہن کی ہ ساکن کر دی گئی ہے۔ اس کے حشو سوم میں نون غنہ واقع ہے۔

جو صاحب تنقید کے اصول مربع کے مطابق تقطیع میں محسوب ہونا چاہیے کیا صاحب تنقید تسبیغ درمیانی کا جواز ثابت کر سکتے ہیں ؟ اگر نہیں تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ منظر صاحب کے وہ تمام مصرع جن میں نون غنہ واقع ہوئے ہیں غلط قرار دئے جائیں یا نور محلی صاحب کے تردیدی مضمون کو صحیح نہ سمجھا جائے ۔

متعلق اذالہ درمیانی

(۱۰) تنقیدی مضمون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تنقید اذالہ کو عروض وضرب سے مخصوص سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ عروضیوں کا قول اور شعرا کا عمل اس کے خلاف ہے ۔ صاحب تنقید کو مغالطہ ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض عروضی اذالہ درمیانی کے واقع ہو اسے غلط قرار دیں ۔ کیونکہ موزنیت طبع فن عروض کی پابند نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے پس جو عروضی اذالہ درمیانی کے خلاف ہیں اساتذہ کے کلام میں اذالہ درمیانی دیکھ کر کسی نہ کسی طرح اپنے دل کی تسلی کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ چنانچہ اذالہ درمیانی کے مخالفین اس بحر کے حشو اول وسوم میں اذالہ کے جواز میں دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس بحر کے وزن کو مشطور قرار دیکر اس کا مضاعف سمجھ لیا جائے تاکہ حشو اول وسوم عروض کے حکم میں ہونے سے اذالہ جائز قرار پا سکے ۔ اس سے ثابت ہے کہ عروضیوں نے اذالہ درمیانی کو غلط قرار نہیں دیا ہے ۔ بلکہ خود اذالہ کے استعمال کو عروض وضرب تک محدود رکھنے کے لئے تاویلوں سے کام لیا ہے ۔ مگر صاحب تنقید نے سرے سے اساتذہ کے کلام ہی کو غلط قرار دیدیا ہے ۔ جو انکی فہم کی کوتاہی ہے ۔ پھر لطف یہ ہے کہ جب نسیم صاحب نے انکی غلط فہمی کا ازالہ کرنیکی کوشش کی تو صاحب تنقید نے اس کے جواب میں عجب بے اصولی اور مہملیت کا ثبوت دیا ہے ۔ چنانچہ پیرا نمبر ۵ کی قلم نمبر ۲ کی ضمنی قلمہائے (الف) و (ب) اور (ج) میں اذالہ درمیانی جائز استعمال کے لئے جو شرائط قائم کی ہیں وہ کسی اصول پر مبنی نہیں بلکہ نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر کسی شعر کو صحیح اور کسی کو غلط قرار دیدیا ہے ۔

محققین مخالف ہیں ۔ اس مخالفت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جن اشعار میں اذالہ درمیانی ہو

اذالہ درمیانی اور مسمط چہار خانہ

(۱۱) ضمنی قلم (الف) میں ایسے اشعار میں اذالہ درمیانی جائز رکھا گیا ہے جو مسمط چہار خانہ کی تعریف میں داخل نہیں یعنی جن میں سے اگر کسی شعر کو چار مساوی الوزن حصص میں تقسیم کر لیا جائے اور ان میں سے اول تین حصے ہم قافیہ ہوں مثلاً

امیر مینائی

ہوتے ہیں لاکھ ہم ملول ۔ کب ہے وہاں دعا قبول

گریہ ہے بے اثر فضول ۔ نالہ نارسا عبث

حالانکہ ظاہر ہے کہ کسی شعر کے حصص کا محض ہم قافیہ ہونا کلام میں حسن تو پیدا کر سکتا ہے ۔ لیکن ناجوازی کو رفع نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ کسی شعر کے قافئے یا ردیف اس کے وزن پر اثر انداز نہیں ہو سکتے ۔

بالفاظ دیگر کسی غیر مقفیٰ شعر کا غلط وزن تاوقتیکہ اس کے وزن کی اصلاح نہ کی جائے محض اس کے مقفیٰ ہو جانے سے صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہؤا کہ صاحب تنقید نے جن اشعار کو مسمط چہار خانہ خیال کرکے صحیح قرار دیا ہے۔ انکی صحت کی وجہ اُنکا مسمط چہار خانہ ہونا نہیں ہے بلکہ اگر وہ مسمط چہار خانہ کے اشعار نہ بھی ہوتے تو بھی (گو انکا حسن کلام باقی نہ رہتا) ان کے وزن کی صحت میں خلل نہ پڑتا۔

مُسمط چہار خانہ کی قید غیر ضروری ہے

(۱۲) قطع نظر مسمط چہار خانہ کے صاحب تنقید نے ضمنی قلم (ب) میں اُن اشعار میں بھی اذالہ درمیانی کو جائز قرار دیا ہے جن کے حشو اوّل اور عروض ہم قافیہ ہیں۔ مثلاً

مومن — مرگ ہے انتہائے عشق۔ یاں رہی ابتدائے عشق
زندگی اپنی ہوگئی رنجش بار بار میں

اس سے یہ ثابت ہؤا کہ خود صاحب تنقید کے نزدیک بھی اذالہ درمیانی کے جواز کے لئے شعر کا مسمط چہار خانہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر اذالہ درمیانی پہلے مصرع میں واقع ہو تو حشو اوّل اور عروض کا ہم قافیہ ہونا کافی ہے۔ جیساکہ مومن کے شعر مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔ لیکن سخت حیرت کا مقام ہے کہ مومن کے اِس شعر کو صاحب تنقید نے مُسمط چہار خانہ کا ایک شعر ظاہر کیا ہے حالانکہ شعر مذکور مسمط چہار خانہ نہیں ہے۔ پھر یہ کہ یہی شرائط اشعار مندرجہ ذیل میں بھی پائے جاتے ہیں مگر صاحب تنقید نے انہیں غلط قرار دیا ہے۔

امیر مینائی — عیش کا دہر میں نشاں۔ دیگا کبھی نہ آسماں
گرگ سے ماہ مصر کا۔ پوچھتے ہیں پتا عبث

منظر اکبر آبادی — عشق سے اب اماں کہاں۔ عشق تو ہے بلائے جاں
عشق کی ابتدا تو ہے۔ عشق کی انتہا نہیں

نوح ناروی — یہ ہے تری نگاہ میں وہ ہے تری پناہ میں
کیوں نہ غرور دل کو ہو۔ کیوں نہ کرے جگر گھمنڈ

صاحب تنقید نے اشعار مندرجہ بالا کو غلط قرار دینے میں دوہری (دوہری دھاندلیوں سے کام لیا ہے اول یہ کہ درمیانی نون غنہ کو تقطیع میں محسوب کیا ہے۔ دوم یہ کہ جس اصول کی بنا پر مومن کے شعر کو صحیح قرار دیا ہے۔ اُس اصول کو ان اشعار سے متعلق نہیں کیا ہے۔ اس سے ثابت ہؤا کہ صاحب تنقید کسی اصول کے پابند نہیں ہیں۔ وہ ایک جگہ جس اصول کو قائم کرتے ہیں دوسری جگہ اسے خود ہی توڑ دیتے ہیں

ہر مصرع کو بجائے خود ایک شعر قرار دیا جا سکتا ہے

(۱۳) ضمنی قلم (ج) سے بھی یہی رائے اصولی ثابت ہوتی ہے۔ اس قلم میں حشو اوّل اور عروض ہم قافیہ اور حشو سوم وضرب ہم ردیف ہونے کی صورت میں اذالہ درمیانی کو جائز بتایا ہے مثلاً

نوحؔ ناروی
دیکھئے کس طرح نبھے ۔ دیکھئے کس طرح بنے
ان کو بھی حسن پر گھمنڈ ۔ مجھ کو بھی عشق پر گھمنڈ

صاحب تنقید نے شعر مندرجہ بالا کی صحت کی دلیل الفاظ ذیل میں پیش کی ہے:۔

"یہ دو شعر جداگانہ مربع کے ہیں۔ یہاں بھی اذالہ صحیح ہو سکتا ہے۔"

اس عبارت سے حسب ذیل اصول کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) ایک شعر کو دو جداگانہ مربع اشعار میں توڑ سکتے ہیں۔ یہی اصول ضمنی قلم (ب) میں بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

(۲) ایک مصرع کو بجائے خود ایک شعر قرار دیکر اگر دو مساوی الوزن حصوں میں تقسیم کر لیا جائے تو ان دونو حصوں یعنی مربع شعر کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری نہیں بلکہ تقابل ردیفیں کی صورت میں بھی اذالہ جائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نوحؔ ناروی کے مندرجہ بالا شعر کے مصرع ثانی کو بجائے خود ایک شعر قرار دینے سے الفاظ "پر گھمنڈ" کے تقابل سے ثابت ہے۔ پس صاحب تنقید کے مقرر کئے ہوئے اصولوں کے مطابق میں اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اُن تمام اشعار کو جن میں انہیں اذالہ درمیانی ناجائز معلوم ہوتا ہو دو جداگانہ اشعار میں توڑ لیں اور منظر اکبر آبادی و دیگر شعرا کو اذالہ درمیانی کے غلط استعمال کے الزام سے بری کر دیں۔ اگر صاحب تنقید میری درخواست اور اپنے مقرر کئے ہوئے اصولوں کو قابل قبول تصوّر نہ فرمائیں تو کم از کم صابر صاحب کے حسب ذیل قول کی پابندی میں شعرا کی گلو خلاصی کر دیں جو ان کے مضمون ثانی کے آخر میں صفحہ نمبر ۸۲ رہنمائے تعلیم بابت ماہ اپریل ۱۹۳۵ء پر صاحب ممدوح نے درج فرمائی ہے۔

"حضرت نسیم نورمحلی نے جو اشعار استشہاد میں متقدمین و متاخرین و اساتذہ کے پیش کئے ہیں اور جن کو فضل الرحمٰن صاحب نے تحریر ہذا میں نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر ان کو بھی مشطور المضاعف مان لیا جائے تو یہ عروضیوں کو اختیار ہوگا۔"

آخر میں ناظرین رسالہ رہنمائے تعلیم کی خدمت میں ایک لطیفہ پیش کر کے رخصت کی اجازت چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہمارے خدائے سخن عروضی محقق اعظم حضرت صابر الہ آبادی مدظلہٗ بالقابہ نے اذالہ کی ناجوازی میں محقق طوسی کا ایک قول ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

"بقول محقق طوسی علیہ الرحمتہ اذالہ بلانون غنہ اُردو میں خارج از دائرہ ہے۔"

عبارت مندرجہ بالا سے امور ذیل کا انکشاف ہوتا ہے:۔

(۱) محقق طوسی "اذالہ بلانون غنہ" کا سرے سے قائل ہی نہیں۔ خواہ وہ عروض وضرب میں ہو خواہ دیگر ارکان میں۔ مگر صاحب تنقید نے اذالہ درمیانی تک کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ پیرا نمبر ۲ سے ظاہر ہے۔ اور جس کی تائید صابر صاحب نے بھی کی ہے۔

(۲) محقق طوسی زبان اُردو کا عروضی تھا۔ اور اس کی تصنیف عروضی اُردو کے متعلق ہے۔

(۳) اُردو محقق طوسی کے دور حیات یعنی تیرھویں صدی عیسوی میں جبکہ ہندوستان زبان فارسی تک سے ناآشنا تھا نہ صرف جنم لے چکی تھی بلکہ اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ اس میں کتب عروض کی تدوین بھی ہو گئی تھی۔

قربان جایئے اس تحقیق کے۔ محمد حسین آزاد مصنف آب حیات کی روح وجد کر رہی ہوگی۔

دریا انصاری

اچھا تھا

(از مسٹر پریم چند پریم ایڈیٹر اخبار سوشل ریفارمر و تشنہ سیالکوٹ)

وہ آغوشِ محبت آج پھیلاتا تو اچھا تھا
یقیں اُس کو مری اُلفت کا ہو جاتا تو اچھا تھا

نہیں اُنکی خطا کوئی خطا جو کچھ ہے اپنی ہے
اگر دامِ محبت میں نہ میں آتا تو اچھا تھا

نصیحت کا اثر اس بیدلی میں خاک ہو مجھ پر
نصیحت گو اسی کو جا کے سمجھاتا تو اچھا تھا

تپِ فرقت کا چارہ ہو نہیں سکتا طبیبوں سے
وہ بُت ہی چارہ گر ہو کر اگر آتا تو اچھا تھا

یہ آفت یہ مصیبت تو نہ مجھ کو دیکھنی پڑتی
شروعِ عشق میں اے پریم مرجاتا تو اچھا تھا

ہولی کی چھٹی

(از جناب منشی پریم چند صاحب بی اے مشہور و معروف فسانہ نویس)

ورنیکولر فائنل پاس کر لینے کے بعد مجھے ایک پرائمری مدرسے میں جگہ مل گئی تھی جو میرے گھر سے ۱۱ میل پر تھا۔ ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب کو تعطیلوں میں بھی لڑکوں کو پڑھانے کا خبط تھا۔ رات کو لڑکے کھانا کھا کر مدرسے میں آجاتے اور ہیڈ ماسٹر صاحب چارپائی پر لیٹ کر اپنے خراٹوں سے انہیں پڑھایا کرتے۔ جب لڑکوں میں دھول دھپا شروع ہو جاتا اور شور و غل مچنے لگتا تب یکایک وہ اپنی (سورن بندرا) سے چونک پڑتے اور لڑکوں کو دو چار طمانچے لگا کر پھر خواب نوشیں کے مزے لینے لگتے۔ گیارہ بارہ بجے رات تک یہی ڈرامہ ہوتا رہتا۔ یہانتک کہ لڑکے نیند سے بیقرار ہو کر وہیں ٹاٹ پر سو جاتے۔ اپریل میں سالانہ امتحان ہونے والا تھا۔ اسلئے جنوری ہی سے ہائے توبہ مچی ہوئی تھی۔ نائب مدرسوں پر اُن کی اتنی عنائت تو تھی کہ رات کی کلاسوں میں انہیں نہ طلب کیا جاتا تھا۔ مگر تعطیلیں بالکل نہ ملتی تھیں۔ سوم وتی اماوس آیا اور نکل گیا۔ بسنت آیا اور چلا گیا۔ شیوراتری آئی اور گذر گئی۔ اور اتواروں کا ذکر ہی کیا ہے۔ ایک دن کے لئے کون اتنا بڑا سفر کرتا۔ اسلئے کئی مہینوں سے مجھے گھر جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ مگر اب کے میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ہولی پر ضرور گھر جاؤنگا۔ چاہے نوکری سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونے پڑیں۔ میں نے ایک ہفتہ پہلے ہی سے ہیڈ ماسٹر صاحب کو الٹی میٹم دیدیا کہ ۲۰ مارچ کو ہولی کی تعطیل شروع ہو گی اور بندہ ۱۹ مارچ کی شام کو رخصت ہو جائے گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے سمجھایا ابھی لڑکے ہو تمہیں کیا معلوم نوکری کتنی مشکلوں سے ملتی ہے اور کتنی مشکلوں سے نبھتی ہے۔ نوکری پانا اتنا مشکل نہیں جتنا اس کا نبھانا اپریل میں امتحان ہونے والا ہے۔ تین چار دن مدرسہ بند رہا تو بتاؤ کتنے لڑکے پاس ہونگے۔ سال بھر کی ساری محنت پر پانی پھر جائیگا کہ نہیں۔ میرا کہنا مانو۔ اس تعطیل میں نہ جاؤ۔ امتحان کے بعد جو تعطیل پڑے اُس میں چلے جانا۔ ایسٹر کی چار دن کی تعطیل ہو گی۔ میں ایک دن کے لئے بھی نہ رہ کونگا۔ لیکن میں اپنے مورچے پر قائم رہا۔ فہمائش اور تخویف اور جواب طلبی کسی اسلحہ کا مجھ پر اثر نہ ہوا۔ ۱۹ مارچ کو جونہی مدرسہ بند ہوا۔ میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو سلام بھی نہ کیا اور چپکے سے اپنی جائے قیام پر چلا آیا۔ انہیں سلام کرنے جاتا تو وہ ایک نہ ایک کام نکال کر مجھے روک لیتے۔ رجسٹر میں فیس کی میزان لگانے جاؤ۔ اوسط حاضری نکالتے جاؤ۔ لڑکوں کی مشقی کاپیاں جمع کر کے ان پر اصلاح اور تاریخ سب مکمل کر دو۔ گویا یہ میرا آخری سفر ہے اور مجھے زندگی کے

سارے کام ابھی ختم کر دینے چاہئیں۔

مکان پر آکر ہم نے جھٹ پٹ اپنی کتابوں کا بقچہ اُٹھایا۔ اپنا ہلکا لحاف کندھے پر رکھا اور اسٹیشن کو چل پڑے گاڑی پانچ بجکر ۵ منٹ پر جاتی تھی۔ مدرسہ کی گھڑی حاضری کے وقت ہمیشہ آدھ گھنٹہ تیز اور روانگی کے وقت آدھ گھنٹہ سُست رہتی تھی۔ چار بجے مدرسہ بند ہُوا تھا۔ میرے خیال میں اسٹیشن پر پہنچنے کے لئے کافی وقت تھا۔ پھر بھی مسافروں کو گاڑی کی طرف سے عام طور پر جو اندیشہ لگا رہتا ہے اور جو گھڑی ہاتھ میں ہونے پر بھی۔ اور گاڑی کا صحیح وقت معلوم ہونے پر بھی دُور سے کسی گاڑی کی گڑگڑاہٹ یا سیٹی سُن کر قدموں کو تیز اور دل کو منتشر کر دیا کرتا ہے۔ وہ مجھے بھی لگا ہُوا تھا۔ کتابوں کا بقچہ وزنی تھا۔ اس پر کندھے پر لحاف۔ بار بار ہاتھ بدلتا تھا اور لپکا چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اسٹیشن کوئی دو فرلانگ سے نظر آیا۔ سیگنل ڈاؤن تھا۔ میری ہمت بھی اُسی سیگنل کی طرح پست ہو گئی۔ تقاضاء عمر سے ایک سو قدم دوڑا ضرور۔ مگر یہ بس اس کی ہمت تھی۔ میرے دیکھتے دیکھتے گاڑی آئی ایک منٹ ٹھہری اور روانہ ہو گئی۔ مدرسہ کی گھڑی یقیناً آج معمول سے بھی زیادہ سُست تھی۔

اب اسٹیشن پر جانا بے سود تھا۔ دوسری گاڑی گیارہ بجے رات کو آئیگی۔ میرے گھر والے اسٹیشن پر کوئی بارہ بجے پہنچے گی۔ اور وہاں سے مکان پر جاتے جاتے ایک بج جائیگا۔ اس سناٹے میں راستہ چلنا بھی ایک مہم تھی۔ جسے سر کرنے کی مجھ میں جراٗت نہ تھی۔ جی میں تو آیا کہ چلکر ہیڈ ماسٹر کو آڑے ہاتھوں لوں مگر ضبط کیا اور پیدل چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ کُل بارہ میل ہی تو ہیں۔ اگر دو میل فی گھنٹہ بھی چلوں تو چھ گھنٹے میں گھر پہنچ سکتا ہُوں۔ ابھی پانچ بجے ہیں۔ ذرا قدم بڑھاتا جاؤں تو دس بجے یقیناً پہنچ جاؤں گا۔ اماں اور مُنو میرا انتظار کر رہے ہونگے۔ پہنچتے ہی گرم گرم کھانا ملیگا۔ کولھواڑے میں گڑ پک رہا ہوگا۔ وہاں سے گرم گرم رس پینے کو آجائیگا۔ اور جب لوگ سُنیں گے میں اتنی دُور سے پیدل چلا آیا ہوں تو اُنہیں کتنا تعجب ہو گا۔ میں نے فوراً گنگا کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ قصبہ ندی کے کنارے واقع تھا۔ اور میرے گاؤں کی سڑک ندی کے اُس پار سے تھی۔ مجھے اُس راستے سے جانے کا کبھی اتفاق نہ ہُوا تھا۔ مگر اتنا سُنا تھا کہ کچی سڑک سیدھی چلی جاتی ہے۔ تردد کی کوئی بات نہ تھی۔ دس منٹ میں ناؤ اُس پار پہنچ جائیگی۔ اور بس۔ فرّاٹے بھرتا ہُوا چل دونگا۔ بارہ میل کہنے کو ہوتے ہیں۔ میں تو کُل چھ کوس۔

مگر گھاٹ پر پہنچا تو ناؤ میں آدھے مسافر بھی نہ بیٹھے تھے۔ میں کود کر جا بیٹھا۔ کھیوے کے پیسے بھی اُن سے نکال کر دیدئے۔ لیکن ناؤ ہے کہ وہیں قطب بنی ہوئی ہے۔ مسافروں کی تعداد کافی نہیں ہے۔ کیسے کیسے کھلے لوگ تحصیل اور کچہری سے آتے جاتے ہیں اور بیٹھتے جاتے ہیں اور میں ہوں کہ اندر ہی اندر بھُنا جاتا ہُوں۔

سورج نیچے دوڑا چلا جا رہا ہے گویا مجھ سے بازی لگائے ہوئے ہے۔ ابھی سفید تھا۔ پھر زرد ہونا شروع ہوا۔ اور دیکھتے دیکھتے سرخ ہوگیا۔ دریا کے اُس پار اُفق پر اس طرح لٹکا ہوا تھا گویا کوئی ڈول کنوئیں میں لٹک رہا ہو ہوا میں کچھ خنکی بھی آگئی۔ اور بھوک بھی معلوم ہونے لگی۔ میں نے آج گھر جانے کی خوشی اور ولولے میں روٹیاں نہ پکائی تھیں۔ سوچا تھا شام کو تو گھر پہنچ جاؤنگا۔ لاؤ ایک پیسہ کے دانے لے کر کھا لوں۔ ان دانوں نے اتنی دیر تک تو رفاقت کی۔ اب پیٹ کی پیچیدگیوں میں جا کر نہ جانے کہاں غائب ہوگئے۔ مگر کیا غم ہے۔ رستے میں کیا دوکانیں نہ ہونگی۔ دو چار پیسے کی مٹھائیاں لے کر کھا لونگا۔

جب ناؤ اُس کنارے پہنچی تو سورج کی صرف آخری سانس باقی تھی۔ حالانکہ ندی کا پاٹ بالکل پیندے میں چمٹ کر رہ گیا تھا۔

میں نے بقچہ اُٹھایا اور تیزی سے چلا۔ دونو طرف چنے کے کھیت تھے۔ جن کے اودے پھولوں پر شبنم کا ہلکا پردہ پڑا ہوا تھا۔ بے اختیار ایک کھیت میں گھس کر بوٹ اکھاڑ لئے اور ٹونگتا ہوا بھاگا۔

(۴)

سامنے بارہ میل کی منزل ہے۔ کچا سنسان راستہ۔ شام ہوگئی ہے۔ مجھے پہلی بار اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ لیکن جوش طفلی نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ ایک دو میل تو دوڑ ہی سکتے ہیں۔ ۱۲ کو دل میں ۱۷۶۰ سے ضرب دیا بیس ہزار گز ہی تو ہوتے ہیں۔ بارہ میل کے مقابلہ میں بیس ہزار گز کچھ ہلکے اور آسان معلوم ہوئے۔ اور جب گھر دو تین میل رہ جائیگا تب تو ایک طرح سے ماں پہنچ گیا۔ وہاں تو ہی ہوگا۔ اس کا کیا شمار۔ ہمت بندھ گئی۔ اکے دکے مسافر بھی پیچھے چلے آرہے تھے۔ اور بھی اطمینان ہوا۔

اندھیرا ہوگیا ہے۔ میں اکیلا چلا جا رہا ہوں۔ سڑک کے کنارے دور سے ایک جھونپڑی نظر آتی ہے۔ ایک کپی جل رہی ہے۔ ضرور کسی بنئے کی دوکان ہوگی۔ اور کچھ نہ ہوگا تو گڑ اور چنے تو مل ہی جائینگے قدم اور تیز کرتا ہوں۔ جھونپڑی آتی ہے۔ اس کے سامنے ایک لمحے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ چار پانچ آدمی زمین پر اکڑوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک بوتل ہے۔ ہر ایک کے سامنے ایک ایک کلھڑ۔ دیوار سے ملی ہوئی اونچی گدی ہے۔ اس پر ساہو جی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے کئی بوتلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ذرا اور پیچھے ہٹ کر ایک آدمی کڑھائی میں سوکھے مٹر بھون رہا ہے۔ اس کی رغبت افزا سوندھی خوشبو میرے جسم میں برقی رفتار سے دوڑ جاتی ہے۔ اضطراری طور پر جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوں۔ اور ایک پیسہ نکال کر اس کی طرف چلتا ہوں۔ لیکن آپ ہی آپ قدم رک جاتے ہیں۔ یہ کلوریا ہے۔

خوانچے والا پوچھتا ہے کیا لو گے؟
میں کہتا ہوں کچھ نہیں۔
اور آگے بڑھ جاتا ہوں۔ دوکان بھی ملی تو شراب کی۔ گویا دُنیا میں اِنسان کے لئے شراب ہی سب سے ضروری چیز ہے۔ یہ سب آدمی دھوبی اور چمار ہونگے۔ دوسرا کون شراب پیتا ہے دیہات میں۔ مگر وہ مٹر کا دلاویز سوندھا پن میرا پیچھا کر رہا ہے۔ اور میں بھاگا جا رہا ہوں۔
کتابوں کا بقچہ جی کا جنجال ہو رہا ہے۔ ایسی خواہش ہوتی ہے۔ کہ اِسے یہیں سڑک پر پٹک دُوں۔ اُس کا وزن مشکل سے پانچ سیر ہوگا۔ مگر اس وقت وہ مجھے من بھر سے زیادہ معلوم ہو رہا ہے۔ جسم میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ پورنماشی کا چاند درختوں کے اوپر جا بیٹھا ہے۔ اور پتیوں سے زمین کی طرف جھانک رہا ہے۔ میں بالکل اکیلا چلا جا رہا ہوں۔ مگر خوف بالکل نہیں ہے۔ بھوک نے ساری حسّیات کو دبا رکھا ہے اور خود اُن پر حاوی ہو گئی ہے۔
اہا! یہ گُڑ کی خوشبو کہاں سے آئی؟ کہیں تازہ گُڑ پک رہا ہے۔ کوئی گاؤں قریب ہی ہوگا۔ ہاں وہ آموں کے جھرمٹ میں روشنی نظر آ رہی ہے۔ لیکن وہاں پیسے دو پیسے کا گُڑ کون بیچیگا۔ اور یوں مجھ سے مانگا نہ جائیگا۔ معلوم نہیں لوگ کیا سمجھیں۔ آگے بڑھتا ہوں۔ مگر زبان سے رال ٹپک رہی ہے۔ گُڑ سے مجھے بڑی رغبت ہے۔ جب کبھی کسی چیز کی دوکان کھولنے کی سوجھتا تھا تو وہ حلوائی کی دوکان ہوتی تھی۔ بکری ہو یا نہ ہو مٹھائیاں تو کھانے کو ملینگی۔ حلوائیوں کو دیکھو۔ مارے موٹاپے کے ہل نہیں سکتے۔ لیکن یہ بیوقوف ہوتے ہیں آرام طلبی کے باعث توند نکال لیتے ہیں۔ میں ورزش کرتا ہونگا۔ مگر گُڑ کی وہ صبر آزما اور اشتہا انگیز خوشبو برابر آ رہی ہے۔ مجھے وہ واقعہ یاد آتا ہے۔ جب اماں تین ماہ کے لئے اپنے میکے یا میری ننھیال گئی تھیں اور میں نے تین مہینے میں ایک من گُڑ کا صفایا کر دیا تھا۔ یہی گُڑ کے دن تھے۔ نانا بیمار تھے۔ اماں کو بلا بھیجا تھا۔ میرا امتحان قریب تھا۔ اِسلئے میں اُن کے ساتھ نہ جا سکا تھا۔ مُنّو کو وہ لیتی گئیں۔ جاتے وقت اُنھوں نے ایک من گُڑ لے کر ایک مٹکے میں رکھا اور اس کے مُنہ پر ایک سکورا رکھ کر مٹی سے بند کر دیا۔ مجھے سخت تاکید کر دی کہ مٹکا نہ کھولنا۔ میرے لئے تھوڑا سا گُڑ ایک ہانڈی میں رکھ دیا تھا۔ وہ ہانڈی میں نے ایک ہفتہ میں صفاچٹ کر دی۔ صبح کو دُودھ کے ساتھ گُڑ۔ دوپہر کو روٹیوں کے ساتھ گُڑ تیسرے پہر دانوں کے ساتھ گُڑ۔ رات کو پھر دُودھ کے ساتھ گُڑ۔ یہاں تک تو جائز خرچ تھا۔ جس پر اماں کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ مگر مدرسے سے بار بار پانی پینے یا پیشاب کرنے کے بہانے گھر میں آنا اور دو ایک پنڈیاں نکال کر کھا لینا۔ اس کی بجٹ میں کہاں گنجائش تھی۔ اور مجھے گُڑ کا کچھ ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ

ہر وقت وہی نشہ سوار رہتا۔ میرا گھر میں آنا گُڑ کے سر شامت کا آنا تھا۔ ایک ہفتہ میں ہانڈی نے جواب دیدیا۔ مگر مٹکا کھولنے کی سخت ممانعت تھی۔ اور اماں کے گھر آنے میں ابھی پونے تین مہینے باقی تھے۔ ایک دن تو میں نے طوعاً و کرہاً صبر کیا۔ لیکن دوسرے دن ایک آہ کے ساتھ صبر جاتا رہا۔ اور مٹکے کی ایک نگاہ شیریں سے ہوش رخصت ہوگیا۔ میں نے کسی گناہ کبیرہ کے احساس کے ساتھ مٹکے کو کھول کر اور ہانڈی بھر گُڑ نکال کر اُسی طرح مٹکے کو بند کردیا۔ اور عہد کرلیا کہ اس ہانڈی کو تین مہینے چلاؤنگا۔ چلے یا نہ چلے مگر میں چلائے جاؤنگا۔ مٹکے کو منزل ہفت خاں سمجھونگا جسے رستم بھی نہ کھول سکا تھا۔ میں نے مٹکے کی ہنڈیوں کو کچھ اس طرح قینچی لگاکر رکھا۔ جیسے بعض دوکاندار دیاسلائی کی ڈبیاں بھر دیتے ہیں۔ ایک ہانڈی گُڑ خالی ہوجانے پر بھی مٹکا لبریز تھا۔ اماں کو پتہ ہی نہ چلے گا۔ مواخذہ کی نوبت کیسے آئیگی۔ مگر دل اور زبان میں وہ کشمکش شروع ہوئی کہ کیا کہوں اور ہر بار فتح زبان ہی کے ہاتھ رہتی۔ یہ دو انگل کی زبان دل جیسے شہزور پہلوان کو نچارہی تھی۔ جیسے مداری بندر کو نچائے۔ اُس کو جو آسمان میں اُڑتا ہے اور فلک الافلاک کے منصوبے باندھتا ہے۔ اور اپنے زعم میں فرعون کو بھی کچھ نہیں سمجھتا۔ بار بار ارادہ کرتا دن بھر میں پانچ پنڈیوں سے زیادہ نہ کھاؤنگا۔ لیکن یہ ارادہ شرابیوں کی توبہ سے زیادہ دیرپا نہ ہوتا تھا گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہ ٹکتا۔ اپنے کو کوستا نفریں کرتا۔ گُڑ کھاتو رہے ہو مگر برسات میں سارا جسم سڑجائیگا۔ گندھک کا مرہم لگائے گھوموگے۔ کوئی تمہارے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ قسمیں کھاتا علم کی۔ ماں کی۔ مرحوم باپ کی۔ گئو کی۔ ایشور کی مگر اُن کا بھی وہی حشر ہوتا۔ دوسرا ہفتہ ختم ہوتے ہوتے ہانڈی ختم ہوگئی۔ اس دن میں نے بڑے خشوع خضوع کے ساتھ ایشور سے پرارتھنا کی۔ بھگوان! میرا یہ چنچل لوبھی من مجھے بہت پریشان کررہا ہے۔ مجھے شکتی دو کہ اس کو قابو میں رکھ سکوں۔ مجھے ہشت دھات کا لگام دو جو اس کے منہ میں ڈال دوں۔ یہ کمبخت مجھے اماں سے پٹوانے اور گھرکیاں سنوانے پر تُلا ہُوا ہے۔ تم ہی میری رکشا کرو تو بچ سکتا ہوں۔ میری آنکھوں سے اس ذوق عبودیت میں دو چار بوندیں آنسو کی بھی گریں۔ لیکن ایشور نے بھی کچھ سماعت نہ کی۔ اور گُڑ کی خواہش مجھ پر غالب رہی یہانتک کہ دوسری ہانڈی کی مرثیہ خوانی کی نوبت آپہنچی۔ حسنِ اتفاق سے انہیں دنوں تین دن کی تعطیل ہوئی اور میں اماں سے ملنے ننھیال گیا۔ اماں نے پوچھا گُڑ کا مٹکا دیکھا ہے۔ چیونٹے تو نہیں لگے۔ سیل تو نہیں پہنچی۔ میں نے مٹکے کو دیکھنے کی بھی قسم کھاکر اپنی سعادتمندی کا ثبوت دیا۔ اماں نے مجھے غرور کی نظروں سے دیکھا اور میری حکم برداری کے صلے میں مجھے ایک ہانڈی نکال لینے کی اجازت دیدی۔ ہاں تاکید کردی کہ مٹکے کا منہ اچھی طرح بند کردینا۔ اب تو مجھے وہاں ایک ایک دن ایک ایک جگ ہونے لگا۔ چوتھے دن گھر آتے ہی میں نے پہلا کام جو کیا وہ مٹکے کو کھول کر ہانڈی بھر گُڑ نکالنا تھا۔ یک بارگی پانچ پنڈیاں اُڑا گیا۔

پھر وہی گڑ بازی شروع ہوئی۔ اب کیا غم ہے۔ اماں کی اجازت مل گئی تھی۔ سیاں بھئے کتوال۔ اور آٹھ دن میں ہانڈی غائب۔ آخر میں نے اپنے دل کی کمزوری سے مجبور ہو کر مٹکے کی کوٹھڑی کے دروازہ پہ قفل ڈال دیا۔ اور اس کی کنجی دیوار کے ایک موٹے شگاف میں ڈال دی۔ اب دیکھیں تم کیسے گڑ کھاتے ہو۔ اس شگاف میں سے کنجی نکالنے کے معنی یہ تھے کہ تین ہاتھ دیوار کھود ڈالی جائے اور یہ ہمت مجھ میں نہ تھی۔ مگر تین دنوں میں ہی صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا اور ان تین دنوں میں بھی دل کی جو حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے حجرۂ شیریں کی طرف بار بار گرسنہ اور بے صبر نگاہوں سے دیکھتا اور ہاتھ ملکر رہ جاتا۔ کئی بار قفل کو کھٹکھٹایا۔ کھینچا۔ جھٹکے دیئے۔ مگر ظالم ذرا بھی نہ ہمسا۔ کئی بار اس شگاف کا جائزہ لیا۔ اس میں جھانک کر دیکھا ایک لکڑی سے اس کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ مگر اس کی تہ نہ ملی۔ طبیعت کھوئی ہوئی سی رہتی۔ نہ کھانے پینے میں کچھ مزہ تھا نہ کھیلنے کودنے میں۔ نفس بار بار منطق کے زور سے دل کو قائل کرنے کی کوشش کرتا۔ آخر گڑ اور کس مرض کی دوا ہے۔ میں اسے پھینک تو دیتا نہیں۔ کھاتا ہی تو ہوں۔ کیا آج کھایا اور کیا ایک ماہ بعد کھایا۔ اس میں کیا فرق ہے؟ اماں جان نے ممانعت کی ہے۔ بیشک۔ لیکن انہیں مجھے ایک جائز کام سے باز رکھنے کا کیا حق ہے۔ اگر وہ آج کہیں کہ کھیلنے مت جاؤ۔ یا درختوں پر مت چڑھو۔ یا تالاب میں تیرنے مت جاؤ۔ یا چڑیوں کے لئے کمپا نہ لگاؤ۔ یا تتلیاں مت پکڑو۔ تو کیا میں مانے لیتا ہوں۔ آخر میرے بھی کچھ طفلی حقوق ہیں یا نہیں۔ تو پھر اس ایک معاملے میں کیوں اماں کی ممانعت پر اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو قربان کردوں۔ آخر چوتھے دن نفس نے فتح پائی۔ میں نے علی الصباح ایک کدال لے کر دیوار کو کھودنا شروع کیا۔ شگاف تھا ہی۔ کھودنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی۔ آدھ گھنٹہ کی محنت شاقہ کے بعد دیوار سے کوئی گز بھر لمبا اور تین انچ موٹا چپڑ پھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ اور شگاف کی تہ میں وہ کلید کامیابی پڑی ہوئی تھی۔ جیسے سمندر کی تہ میں موتی کی سیپ پڑی ہو۔ میں نے جھٹ پٹ اسے نکال لیا اور فوراً دروازہ کھولا۔ مٹکے سے گڑ نکال کر ہانڈی میں بھرا اور دروازہ بند کردیا۔ مٹکے میں اس دست برد سے قابل احساس کمی واقع ہوگئی تھی۔ ہزار تدبیریں آزمانے پر بھی اس کا تدارک نہ ہوا۔ مگر اب کی بار میں نے اس چٹورے پن کا اماں جان کی واپسی تک خاتمہ کر دینے کے لئے کنجی کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ قصہ طویل ہے۔ میں نے کیسے قفل توڑا۔ کیسے گڑ نکالا اور مٹکا خالی ہوجانے پر کیسے اسے پھوڑا اور اس کے ٹکڑے رات کو کنوئیں میں پھینکے اور اماں آئیں تو میں نے کیسے رو رو کر ان سے مٹکے کے چوری جانے کی داستان کہی یہ بیان کرنے لگوں تو یہ واقعہ جو میں آج لکھنے بیٹھا ہوں ناتمام رہ جائے۔

چنانچہ اس وقت گڑ کی اس میٹھی اور مرغوب خوشبو نے مجھے از خود رفتہ بنا دیا۔ مگر صبر کر کے آگے بڑھا۔

جوں جوں رات گذرتی تھی تکان سے جسم چور ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ پاؤں میں لغزش ہونے لگی۔ کچی سڑک پر گاڑیوں کے پہیوں کی لیک پڑ گئی تھی۔ جب کبھی لیک میں پاؤں چلا جاتا تو معلوم ہوتا کسی گہرے گڈھے میں گر پڑا ہوں۔ بار بار جی میں آتا یہیں سڑک کے کنارے لیٹ جاؤں۔ کتابوں کا مختصر سا بقچہ من بھر کا لگتا تھا۔ اپنے کو کوستا تھا کہ کتابیں لے کر کیوں چلا۔ دوسری زبان کا امتحان دینے کی تیاری کر رہا تھا۔ مگر چھٹیوں میں ایک دن بھی تو کتاب کھولنے کی نوبت نہ آئیگی۔ خواہ مخواہ یہ پشتارہ اُٹھائے چلا آتا ہوں۔ ایسا جی جھنجھلاتا تھا کہ اس بار حماقت کو وہیں پٹک دوں۔

آخر ٹانگوں نے چلنے سے انکار کر دیا۔ ایکبارمیں گر پڑا۔ اور سنبھل کر اُٹھا تو پاؤں تھر تھرا رہے تھے۔ اب بغیر کچھ کھائے ایک قدم اُٹھانا دشوار تھا۔ مگر یہاں کیا کھاؤں۔ بار بار رونے کو جی چاہتا تھا۔ اتفاق سے ایکھ کا ایک کھیت نظر آیا۔ اب مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ چاہتا تھا کہ کھیت میں گھس کر چار پانچ ایکھ توڑ لوں اور مزے سے رس چوستا ہوا چلوں۔ راستہ بھی کٹ جائیگا اور پیٹ میں کچھ پڑ بھی جائیگا۔ مگر مینڈ پر پاؤں رکھا ہی تھا کہ کانٹوں میں اُلجھ گیا۔ کسان نے شاید مینڈ پر کانٹے بکھیر دیئے تھے۔ شاید بیر کی جھاڑی تھی۔ دھوتی۔ کرتا سب کانٹوں میں پھنسا ہوا۔ پیچھے ہٹا تو کانٹوں کی جھاڑی ساتھ ساتھ چلی۔ کپڑے چھوڑانے لگا تو ہاتھ میں کانٹے چبھنے لگے۔ زور سے کھینچا تو دھوتی پھٹ گئی۔ بھوک تو غائب ہو گئی۔ فکر ہوئی اِس نئی مصیبت سے کیونکر نجات ہو۔ کانٹوں کو ایک جگہ سے الگ کرتا تو دوسری جگہ چمٹ جاتے۔ جھکتا تو جسم میں چبھتے۔ کسی کو پکاروں تو چوری کھلی جاتی ہے۔ عجیب مخمصے میں پڑا ہوا تھا۔ اس وقت مجھے اپنی حالت پر رونا آ گیا۔ کوئی صحرا سوزدہ عاشق بھی اس طرح کانٹوں میں نہ پھنسا ہوگا۔ بڑی مشکل سے آدھ گھنٹے میں گلا چھوٹا۔ مگر دھوتی اور کرتے کے ماتھے گئی۔ ہاتھ اور پاؤں چھلنی ہو گئے وہ گھاتے میں۔ اب ایک قدم آگے رکھنا محال تھا۔ معلوم نہیں کتنا رستہ طے ہوا۔ کتنا باقی ہے۔ نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد۔ کس سے پوچھوں۔ اپنی حالت پر روتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ ایک بڑا گاؤں نظر آیا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ کوئی نہ کوئی دُکان تو یہاں مل ہی جائیگی۔ کچھ کھا لونگا اور کسی کے سائبان میں پڑ رہوں گا۔ صبح دیکھی جائیگی۔

مگر دیہاتوں میں لوگ سر شام سے سو جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایک آدمی کنوئیں پر پانی بھر رہا تھا اُس سے پوچھا تو اُس نے نہایت ہی یاس انگیز جواب دیا۔ اب یہاں کچھ نہ ملیگا۔ بنئے نمک تیل رکھتے ہیں۔ حلوائی کی دوکان ایک بھی نہیں۔ کوئی شہر تھوڑا ہی ہے۔ اتنی رات تک دوکان کھولے کون بیٹھا رہے۔

میں نے اُس سے نہایت منت آمیز لہجہ میں کہا۔ کہیں سونے کو جگہ مل جائیگی؟

اُس نے پوچھا۔ کون ہو تم؟

مُدرس ہوں۔ گھر جا رہا ہوں"۔
تُمہارے جان پہچان کا یہاں کوئی ہے؟"
"جان پہچان کا کوئی ہوتا تو تم سے کیوں سوال کرتا؟"
تو بھئی انجان آدمی کو ہم یہاں نہیں ٹھہرنے دیں گے۔ اسی طرح کل ایک مسافر آکر ٹھہرا تھا۔ رات کو ایک بیں سیندھ پڑ گئی۔ صبح کو مسافر کا پتہ نہ تھا"۔
تو کیا تم سمجھتے ہو میں چور ہوں"۔
کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا۔ اندر کا حال کون جانے"۔
نہیں ٹھہرانا چاہتے نہ سہی۔ مگر چور نہ بناؤ۔ میں جانتا کہ یہ اتنا منحوس گاؤں ہے تو ادھر آتا ہی کیوں"۔
میں نے زیادہ خوشامد نہ کی۔ جی جل گیا۔ سڑک پر آکر پھر آگے چلا۔ اس وقت میرے ہوش بجا نہ تھے۔ کچھ خبر نہیں کس رستے سے گاؤں میں آیا تھا۔ اور کدھر چلا جا رہا تھا۔ اب مجھے اپنے گھر پہنچنے کی اُمید نہ تھی رات یونہی بھٹکتے ہوئے گذرے گی۔ پھر اس کا کیا غم کہ کہاں جا رہا ہوں۔ معلوم نہیں کتنی دیر تک مجھ پر یہ کیفیت طاری رہی۔ دفعتہً ایک کھیت میں آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ گویا شمع امید ہو۔ ضرور وہاں کوئی آدمی ہوگا شاید رات کاٹنے کو جگہ مل جائے۔ قدم تیز کئے اور قریب پہنچا کہ یکایک ایک بڑا سا کُتا بھونکتا ہوا میری طرف دوڑا۔ اتنی خوفناک آواز تھی کہ میں کانپ اُٹھا۔ ایک لمحہ میں وہ میرے سامنے آگیا اور میری طرف لپک لپک کر لگا بھونکنے۔ میرے ہاتھ میں کتابوں کے بقچے کے سوا اور کیا تھا۔ نہ کوئی لکڑی۔ نہ پتھر۔ کیسے بھگاؤں۔ کہیں بدمعاش میری ٹانگ پکڑ لے تو کیا کروں۔ تازی نسل کا شکاری کُتا معلوم ہوتا تھا۔ میں جتنا ہی دہشت دہشت کرتا تھا۔ اتنا ہی وہ اور گرجتا تھا۔ میں خاموش کھڑا ہو گیا اور بقچہ زمین پر رکھ کر پاؤں سے جوتے نکال لئے۔ اپنی حفاظت کے لئے کوئی حربہ تو ہاتھ میں ہو۔ اس کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا کہ خوفناک حد تک قریب آئے تو سر پر اتنے زور سے نعل دار جوتا ماروں کہ یاد ہی تو کرے۔ لیکن شاید اُس نے میری نیت تاڑلی اور اس طرح میری طرف جھپٹا کہ مجھے رعشہ آگیا اور جوتے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑے اور اسی وقت میں نے ہیبت زدہ آواز میں پکارا۔ ارے کھیت میں کوئی ہے۔ دیکھو یہ کُتا مجھے کاٹ رہا ہے او مہتو! دیکھو تمہارا کُتا مجھے کاٹ رہا ہے۔
جواب ملا۔ کون ہے۔
میں ہوں راہ گیر۔ تمہارا کُتا مجھے کاٹ رہا ہے۔
نہیں کاٹے گا نہیں۔ ڈرو مت۔ کہاں جانا ہے؟

"محمود نگر"!

"نگر کا رستہ تو تم پیچھے چھوڑ آئے۔ آگے تو غذی ہے۔

میرا کلیجہ بیٹھ گیا۔ اوندھا ہو کر بولا۔ محمود نگر کا رستہ کتنی دُور چھوٹ گیا ہوگا؟

یہی کوئی تین میل"!

اور ایک قد آور انسان ہاتھ میں لالٹین لئے آکر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سر برہنہ تھا۔ ایک موٹا فوجی اوور کوٹ پہنے ہوئے۔ نیچے نکر پاؤں میں فل بُوٹ۔ بڑا ہی قوی ہیکل۔ بڑی بڑی مونچھیں۔ گورا رنگ مردانہ وجاہت کا مجسمہ۔

بولا۔ تم تو کوئی اسکولی لڑکے معلوم ہوتے ہو۔

لڑکا تو نہیں ہوں۔ لڑکوں کا مدرس ہوں۔ گھر جا رہا ہوں۔ آج سے تین دن کی تعطیل ہے۔

تو ریل سے کیوں نہیں گئے؟

ریل چھوٹ گئی۔ اور دوسری ایک بجے چھوٹتی ہے"۔

وہ ابھی تمہیں مل جائیگا۔ بارہ کا عمل ہے۔ چلو میں اسٹیشن کا رستہ دکھا دوں"۔

کون سے اسٹیشن کا؟

بھگونت پور کا۔

بھگونت پور ہی سے تو میں چلا ہوں۔ وہ تو بہت پیچھے چھوٹ گیا ہوگا۔

بالکل نہیں۔ تم بھگونت پور اسٹیشن سے ایک میل کے اندر کھڑے ہو۔ چلو میں تمہیں اسٹیشن کا رستہ دکھا دوں۔ ابھی گاڑی مل جائیگی۔ لیکن رہنا چاہو تو میرے جھونپڑے میں لیٹ رہو۔ کل چلے جانا۔

اپنے اُوپر ایسا غصہ آیا کہ سر پیٹ لوں۔ پانچ بجے سے تیلی کے بیل کی طرح گھوم رہا ہوں۔ اور ابھی بھگونت پور سے کل ایک میل آیا ہوں۔ رستہ بھول گیا۔ یہ واقعہ بھی یاد رہیگا کہ چلا چھ گھنٹے۔ اور طے کیا ایک میل۔ گھر پہنچنے کی دُھن جیسے اور بھی دہک اُٹھی۔

بولا۔ نہیں۔ کل تو ہولی ہے۔ مجھے رات کو پہنچ جانا چاہئے۔

مگر راستہ پہاڑی ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی جانور مل جائے۔ اچھا چلو میں تمہیں پہنچائے دیتا ہوں۔

یہیں کھڑے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔

کُتا دُم ہلانے لگا اور مجھ سے دوستی کرنے کا خواہشمند معلوم ہوا۔ دُم ہلاتا ہوا سر جھکائے عذر تقصیر کے طور پر میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی فیاضی سے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور اس کے سر پہ

ہاتھ پھیرنے لگا۔ ایک لحہ میں وہ شخص ایک بندوق کندھے پر رکھے آ گیا اور بولا۔ چلو۔ مگر اب ایسی نادانی نہ کرنا خیریت ہوئی کہ میں تمہیں مل گیا۔ ندی پر پہنچ جاتے تو ضرور کسی جانور سے مٹ بھیڑ ہو جاتی۔

میں نے پوچھا۔ آپ تو کوئی انگریز معلوم ہوتے ہیں۔ مگر آپ کا لہجہ بالکل ہمارا جیسا ہے؟

اس نے ہنس کر کہا۔ ہاں میرا باپ انگریز تھا۔ فوجی افسر۔ میری عمر یہیں گذری ہے میری ماں اس کا کھانا پکاتی تھی۔ میں بھی فوج میں رہ چکا ہوں۔ یوروپ کی لڑائی میں گیا تھا۔ اب پنشن پاتا ہوں۔ لڑائی میں جو نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور جن حالات میں مجھے زندگی بسر کرنا پڑی اور مجھے اپنے انسانی جذبات کا جس حد تک خون کرنا پڑا۔ اُن سے اس پیشہ سے مجھے نفرت ہو گئی اور میں پنشن لے کر یہاں چلا آیا۔ میرے پاپا نے یہیں ایک چھوٹا سا گھر بنا لیا تھا۔ میں یہیں رہتا ہوں۔ اور آس پاس کے کھیتوں کی رکھوالی کرتا ہوں۔ یہ گنگا کی گھاٹی ہے۔ چاروں طرف پہاڑیاں ہیں۔ جنگلی جانور بہت لگتے ہیں۔ سُور۔ نیل گائے۔ ہرن۔ ساری کھیتی برباد کر دیتے ہیں۔ میرا کام ہے جانوروں سے کھیتی کی حفاظت کرنا۔ کسانوں سے مجھے ہل پیچھے ایک من غلہ مل جاتا ہے وہ میرے گذر بسر کے لئے کافی ہوتا ہے۔ میری بڑھیا ماں ابھی زندہ ہے۔ جس طرح پاپا کا کھانا پکاتی تھی اُسی طرح اب میرا کھانا پکاتی ہے۔ کبھی کبھی میرے پاس آیا کرو۔ میں تمہیں کسرت کرنا سکھا دونگا۔ سال بھر میں پہلوان ہو جاؤ گے۔

میں نے پوچھا۔ آپ ابھی تک کسرت کرتے ہیں؟

وہ بولا۔ ہاں۔ دو گھنٹے روزانہ کسرت کرتا ہوں۔ مگدر اور لیزم کا مجھے بہت شوق ہے۔ میرا پچاسواں سال ہے۔ مگر ایک سانس میں پانچ میل دوڑ سکتا ہوں۔ کسرت نہ کروں تو اس جنگل میں رہوں کیسے۔ میں نے خوب کشتیاں لڑی ہیں۔ اپنے رجمنٹ میں میں سب سے مضبوط آدمی تھا۔ مگر اب اُس فوجی زندگی کے حالات پر غور کرتا ہوں تو شرم اور افسوس سے میرا سر جھک جاتا ہے۔ کتنے ہی بیگناہ میرے رائفل کے شکار ہوئے۔ میرا انہوں نے کیا نقصان کیا تھا؟ میری اُن سے کون سی عداوت تھی؟ مجھے تو جرمن اور آسٹرین سپاہی بھی ویسے ہی خلیق۔ ویسے ہی بہادر۔ ویسے ہی خوش مزاج۔ ویسے ہی ہمدرد معلوم ہوئے۔ جیسے فرانس یا انگلینڈ کے۔ ہماری اُن سے خوب بے تکلفی ہو گئی تھی۔ ساتھ کھیلتے تھے۔ ساتھ بیٹھتے تھے۔ خیال ہی نہ کرتا تھا کہ یہ لوگ ہمارے اپنے نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی ہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے؟ کس لئے؟ اسی لئے کہ بڑے بڑے انگریز سوداگروں کو خطرہ تھا کہ کہیں جرمنی اُن کا روزگار نہ چھین لے۔ یہ سوداگروں کا راج ہے۔ ہماری فوجیں انہیں کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلیاں ہیں۔ جان ہم غریبوں کی گئی جیبیں گرم ہوئیں موٹے موٹے سوداگروں کی۔ اس وقت

ہماری ایسی خاطر ہوتی تھی۔ ایسی پیٹھ ٹھونکی جاتی تھی گویا ہم سلطنت کے داماد ہیں۔ ہمارے اوپر پھولوں کی بارش ہوتی تھی۔ ہمیں گارڈن پارٹیاں دی جاتی تھیں۔ ہماری جانبازیوں کی داستانیں روزانہ اخباروں میں تصویروں کے ساتھ چھپتی تھیں۔ نازک بدن لیڈیاں اور شہزادیاں ہمارے لئے کپڑے سیتی تھیں۔ طرح طرح کے مربّے اور اچار بنا بنا کر بھیجتی تھیں۔ لیکن جب صلح ہو گئی تو انہیں جانبازوں کو کوئی ٹکے کو بھی نہ پوچھتا تھا۔ کتنوں ہی کے رنگ بھنگ ہو گئے تھے۔ کوئی بولا ہو گیا تھا۔ کوئی لنگڑا۔ کوئی اندھا۔ انہیں ایک ٹکڑا روٹی دینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ میں نے کتنوں ہی کو سڑکوں پر بھیک مانگتے دیکھا۔ تب سے مجھے اس پیشے سے نفرت ہو گئی۔ میں نے یہاں آکر یہ کام اپنے ذمّے لے لیا اور خوش ہوں۔ سپہگری کا یہی منشا ہے کہ اُس سے غریبوں کی جان و مال کی حفاظت ہو۔ یہ نہیں کہ کروڑپتیوں کی بیشمار دولت میں اضافہ ہو۔ یہاں میری جان ہمیشہ خطرے میں رہتی ہے۔ کئی بار مرتے مرتے بچا ہوں۔ لیکن اس کام میں میں مر بھی جاؤں تو مجھے افسوس نہ ہوگا کیونکہ مجھے یہ تسکین ہوگی کہ میری زندگی غریبوں کے کام آئی۔ اور یہ بچارے کسان میری کتنی خاطر کرتے ہیں کہ تم سے کیا کہوں۔ اگر میں بیمار پڑ جاؤں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ میں اُن کے جسم کے تازہ خون سے اچھا ہو جاؤنگا۔ تو بے دریغ اپنا خون دیدیں گے۔ پہلے میں بہت شراب پیتا تھا۔ میری برادری کو تو تم جانتے ہو گے۔ ہم میں بہت زیادہ ایسے لوگ ہیں جن کو کھانا میسر ہو یا نہ ہو مگر شراب ضرور چاہئے۔ میں بھی ایک ایک بوتل شراب روز پی جاتا تھا۔ باپ نے کافی پیسے چھوڑے تھے۔ اگر کفایت سے رہنا جانتا تو زندگی بھر آرام سے پڑا رہتا۔ مگر شراب نے ستیاناس کر دیا۔ اُن دنوں میں بڑے ٹھاٹھ سے رہتا تھا۔ کالر ٹائی لگائے چھیلا بنا ہوا نوجوان چھوکریوں سے آنکھیں لڑایا کرتا تھا۔ گھوڑ دوڑ میں جوا کھیلنا۔ شراب پینا۔ کلب میں تاش کھیلنا۔ اور عورتوں سے دل بہلانا یہی زندگی کا مشغلہ تھا۔ تین چار سال میں میں نے چھبیس تیس ہزار روپے اُڑا دیئے۔ کوڑی کفن کو نہ رکھی۔ جب پیسے ختم ہو گئے تو روزی کی فکر ہوئی۔ فوج میں بھرتی ہو گیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ وہاں سے کچھ سیکھ کر لوٹا۔ یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ بہادر کا کام جان لینا نہیں۔ بلکہ جان کی حفاظت کرنا ہے۔

یورپ سے آکر ایک دن میں شکار کھیلنے لگا۔ اور اِدھر آگیا۔ دیکھا کئی کسان اپنے کھیتوں کے کنارے اُداس کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ تم لوگ کیوں اس طرح اُداس کھڑے ہو۔

ایک آدمی نے کہا۔ کیا کریں صاحب۔ زندگی سے تنگ ہیں۔ نہ موت آتی ہے۔ نہ پیداوار ہوتی ہے۔ سانبھر جانور آکر کھیت چر جاتے ہیں۔ کس کے گھر سے لگان چکائیں۔ کیا مہاجن کو دیں۔ کیا عملوں کو دیں اور کیا خود کھائیں۔ کل انہیں کھیتوں کو دیکھ کر خوشی سے دل کا غنچہ کھل جاتا تھا۔ آج انہیں دیکھ کر آنکھوں میں آنسو اُبلنے ہیں

جانوروں نے صفایا کر دیا۔

معلوم نہیں اُس وقت میرے دل پر کس دیوتا یا نبی کا سایہ تھا کہ مجھے ان پر رحم آ گیا۔ میں نے کہا آج سے میں تمہارے کھیتوں کی رکھوالی کرونگا۔ کیا مجال کہ کوئی جانور پھٹک سکے۔ اگر ایک دانہ چر جائے تو جرمانہ دوں۔ بس اُس دن سے آج تک میرا یہی کام ہے۔ آج دس سال ہو گئے ہیں۔ میں نے کبھی ناغہ نہیں کیا۔ اپنا گذر بھی ہوتا ہے اور احسان مفت ملتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کام سے دل کو خوشی ہوتی ہے۔ لو۔ تمہارا اسٹیشن آ گیا۔ وہ دیکھو لال روشنی دکھائی دیتی ہے۔ سیدھی سڑک ہے۔ یہاں سے کوئی کھٹکا نہیں۔ چلے جاؤ۔

میں نے پوچھا۔ آپ کا نام؟

وہ بولا۔ مجھے جیکسن کہتے ہیں۔ ولی جیکسن؛

میں یہاں سے چلا تو بھوک غائب ہو گئی تھی۔ اس بہادر انسان کی شرافت۔ فیاضی اور نیک دلی نے مجھے اُس کا غلام بنا دیا تھا۔ یہ رات کا وقت۔ یہ ہو کا عالم۔ اور یہ شخص کھیتوں کی منیڈوں کے چکر لگا رہا ہے۔ میرے جی میں آیا کاش میں بھی اسی طرح لوگوں کے کام آ سکتا۔ میں نے مُنہ پر تو اُس کی تعریف نہ کی۔ لیکن شرافت میں دلوں پر سکہ جما لینے کی جو طاقت ہوتی ہے۔ اُس نے میرے دل میں اسکی عقیدت پیدا کر دی تھی۔

تین بجے رات کو جب میں گھر پہنچا تو ہولی میں آگ لگ رہی تھی۔ میں اسٹیشن سے دو میل سرپٹ دوڑتا ہوا گیا تھا۔ معلوم نہیں بھوکے جسم میں کہاں سے اتنی طاقت آ گئی تھی۔

اماں میری آواز سنتے ہی کمرے سے نکل آئیں اور مجھے سینہ سے لگا لیا اور بولیں "اتنی رات کہاں لگا دی میں تو سانجھ کو تمہاری راہ دیکھ رہی تھی۔ کچھ کھایا پیا ہے کہ نہیں"۔

وہ اب جنت میں ہیں۔ لیکن اُن کا وہ محبت بھرا چہرا میری نظروں میں ہے۔ اور وہ پیار بھری آواز کانوں میں گونج رہی ہے۔

انتقامِ قدرت

(۱)

کیا مجھے رات کاٹنے کے لئے پناہ مل سکے گی؟ (سادھو نے لجاجت آمیز لہجہ میں کہا)

آپ ہی کا گھر ہے جہاں جی چاہے آسن جما لیجئے جس چیز کی ضرورت ہو کہئے سب کچھ مہیا ہو جائیگا (کرشن چندر جج نے سادھو سے کہا)

پرماتما آپ کو خوش رکھے ... آپ بڑے بھلے آدمی ہیں لالہ جی!

آپ کا حسنِ ظن ہے۔

اور ہاں لالہ جی آپ کام کیا کرتے ہیں؟ (سادھو نے مستفسرانہ انداز میں کہا)

میں ہائی کورٹ کا جج ہوں۔

کیا میں آپ سے ایک بات دریافت کر سکتا ہوں؟

جو جی چاہے پوچھئے بڑی خوشی سے آپ کی ہر ایک بات کا جواب دونگا

آپ اداس کیوں نظر آتے ہیں؟

اس کا سبب نہ دریافت کیجئے مہاتما جی میں انتہائی بدنصیب آدمی ہوں (کرشن چندر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا)

لالہ جی آپ جج ہیں باعزت ہیں دولتمند ہیں ہر قسم کا آرام و آسائش آپ کو حاصل ہے پھر بھی آپ کہتے ہیں میں بدنصیب ہوں۔

درست کہتا ہوں مہاتما جی... ہماری گلی میں جو خاکروب جھاڑو دینے آتا ہے میں اسے اپنے سے زیادہ خوش نصیب سمجھتا ہوں

کیسی باتیں کرتے ہو لالہ جی؟

بالکل سچ۔ مہاتما جی حقیقتاً وہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے [illegible] میں محروم ہوں وہ سارا دن کام کر کے جب شام کو گھر جاتا ہے اور اپنے بال بچوں میں بیٹھتا ہے اس وقت اس کے دل کو جو حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے میں اس سے قطعی محروم ہوں۔

مہاتما جی اس کے مرنے کے بعد اس کی نام لیوا اولاد باقی رہیگی لیکن برخلاف اس کے میرے مرنے کے بعد میرا نام لیوا کوئی نہیں ہوگا آپ ہی بتلایئے ایک بااولاد غریب بے اولاد جج ہائیکورٹ کے مقابلے میں خوش نصیب ہے یا نہیں؟

سچ کہتے ہیں آپ لالہ جی لیکن ایشور کے در سے نراش نہیں ہونا چاہئے

دیوتا مجھ سے سخت ناراض معلوم ہوتے ہیں آپ مہاتما ہیں مجھے کوئی ایسی ترکیب بتایئے جس سے دیوتا مجھ پر راضی ہو جائیں اور میری حالت پر رحم کریں۔

میرے کہے پر عمل کرو گے؟ ضرور۔

ایسی ترکیب بتاؤنگا کہ دیوتا بھی خوش ہو جائیں گے اور آپ کی امید بھی بر آئیگی۔

بتلایئے مہاتما جی جلد بتلایئے۔

تو سنو ایک ایسے مکان کو جس میں گائیں بندھی ہوئی ہوں آگ لگا دو جتنی گئوئیں جل کر مر جائینگی آپ کے ہاں اتنے ہی لڑکے ہونگے۔

یہ بات کیسے آپ کے منہ سے نکلی مجھے گمراہ کرنے آئے ہیں آپ چلے جایئے یہاں سے میں دوبارہ ایسا اپدیش سننا نہیں چاہتا۔

سادھو چلا جاتا ہے کرشن چندر دل ہی دل میں۔

وہ سادھو تھا ایک ہندو سادھو۔ پھر اس کے منہ سے یہ کیسے نکلا اس کمبخت کا کسی جگہ بھلا ہو کاش اگر کوئی مسلمان فقیر ہوتا [illegible]

لیکن وہ تو ہندو تھا۔
پرماتما تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے میرے راز کو متزلزل نہیں ہونے دیا

(۲)

آج ایک سادھو آیا تھا مجھے اُداس و غمگین دیکھ کر کہنے لگا۔ آپ غمگین کیوں ہیں میں نے وجہ بتائی تو بولا کہ آپ ایک ایسے مکان کو جس میں گئوئیں بندھی ہوئی ہوں آگ لگا دیں جتنی گئوئیں جل کر مر جائینگی پرماتما تمہیں اتنے ہی لڑکے دیگا میں نے اسے بہت بُرا بھلا کہا اور اسی وقت وہاں سے چلے جانے کے لئے کہہ دیا اگر تم میری جگہ ہوتیں تو اس سے کیسا سلوک کرتیں یقیناً ایسے نامراد سادھو کو گالیاں دینے لگ جاتیں (کرشن چندر جی نے اپنی بیوی سے کہا)

وہ ہندو تو نہیں تھا؟

اسی واسطے تو میں زیادہ حیران ہوں کہ وہ کمبخت تھا بھی ہندو پھر اس کے مُنہ سے یہ بات کیسے نکلی؟

(۳)

کئی بار آپ سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے دو تین گائیں خرید دیجئے میرا جی بھی بہلا رہیگا اور انکی پرورش سے پُن بھی حاصل ہوگا۔ شکر ہے تمہیں بھی کچھ خیال آیا میں آج ہی لائے دیتا ہوں۔

چھ سال گزر گئے لالہ کرشن چندر اس سادھو کی بات کو دل سے بھلا بیٹھے ہیں لیکن ان کی بیوی کے دل میں اس بات کا خیال اب تک جاگزین ہے۔

عورتوں کو اولاد کے واسطے کتنی مصیبتیں جھیلنا پڑیں وہ جھیل لیتی ہیں اس چیز کے حصول کے لئے وہ ناممکن سے ناممکن کام کو ممکن بنا سکتی ہیں۔ مشکل سے مشکل گتھی کو سلجھا سکتی ہیں۔

رات کے بارہ بجے کا وقت تھا ہر طرف گہرا سکوت اور سناٹا

اور ایک عورت جو کرشن چندر کی بیوی کے سوا کوئی اور نہیں تھی اس مکان کی طرف جس میں گوئیں بندھی ہوتی تھیں آئی برسوں سے جو خلش اس کے دل میں تھی اس کو مٹانے کی غرض سے اس نے وہ کیا جو اسے نہ کرنا چاہئے تھا یعنی اس نے آگ لگا دی اور واپس آ کر چارپائی پر لیٹ رہی۔

(۴)

ہیں یہ کیا.. جل گئیں... سب کی سب جل گئیں؟

کسی کا کس جگ بھلا ہوگا۔

لالہ کرشن چندر نے یہ الفاظ کپکپاتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہزار دقت کہے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے ان کی بیوی بھی وہاں پہنچ گئی چشم زدن میں یہ خبر سارے شہر میں مشہور ہو گئی ہر ایک شخص گمنام آگ لگانے والے پر گالیاں اور لعنتیں بھیجتا تھا صرف تین شخص اس واقعہ سے صحیح طور سے باخبر تھے کرشن چندر اور ان کی بیوی یا وہ سادھو اگر اسے یہ خبر ملی ہو تو۔

(۵)

تمہارا کس جگ بھلا ہوگا! (کرشن چندر نے اپنی بیوی سے ترش لہجہ میں کہا)

واقعی میں نے پاپ کیا مہا پاپ ایسا جس کا کفارہ نہیں ہو سکتا لیکن میں مجبور تھی۔ (اس کے چہرے سے تاسف و ندامت کے جذبات نمایاں تھے)

پہلے ہی کیا ہم تھوڑے پاپی ہیں۔ کچھ معلوم نہیں اس پاپ کی سزا کس درجہ اذیت رساں ہو۔

کرشن چندر کی بیوی چپ چاپ زمین پر آنکھیں گاڑے کھڑی رہی۔

کرشن چندر حیران تھے کہ ایشور نے کونسا انصاف کیا کہ اس شخص کو جس نے ایسا سخت پاپ کیا تھا عذاب کے بدلے ثواب ملا وہ چیز جو مجھے بھگتیوں میں نہ مل سکی اس نے ایک پاپ کے بدلے حاصل کر لی یہ انصاف ہے؟ کیا ایشور انصاف کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے۔

وہ پاگل سے ہو گئے ہر وقت یہی فقرہ انکے ورد زبان رہتا تھا۔

"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"۔

لوگ کہتے یک لخت غیر معمولی خوشی سے ان کی یہ حالت ہو گئی ہے لیکن حقیقت کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکی۔

خدا کی قدرت کرشن چندر کے گھر یکے بعد دیگرے پانچ سال کے عرصے میں پانچ لڑکے پیدا ہوئے یعنی سادھو کی بات سچ ثابت ہوئی اب کرشن چندر کی عدالت میں جو مقدمہ فیصل ہونے آتا وہ عقل کے خلاف اس کا فیصلہ کرتے سچ کو جھوٹ بنا کر گنہگاروں کو آزاد اور بے گناہوں کو سزائیں ملتیں وہ ہر وقت عدالت میں یہی کہتے نظر آتے۔

"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"۔

ان کا خیال تھا کہ اگر ایشور کا یہ انصاف ہے کہ وہ گنہگاروں کو نعمتیں دیتا ہے اور بے گناہوں اور نیکوں کو تکالیف سے دوچار کرتا ہے تو ہم کہاں کے منصف ہیں۔

"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"۔

پہلے جس کرشن چندر کو ساری دنیا منصف کہتی تھی اب اس کے ظلم بے جا سے تنگ آ گئی ہر ایک اسے کوستا جس کا مقدمہ اس کی عدالت میں چلا جاتا اس کا فیصلہ الٹا ہوتا کیونکہ ان کے دل میں سما گیا تھا کہ جب اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے تو ہم کہاں کے منصف ہیں و

"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"۔

(۶)

"بابوجی دنیا میں نیکوں پر ظلم ہوتے ہیں کیا ایشور بھی ان کی مدد نہیں کرتے؟ (کرشن چندر کے سب سے بڑے لڑکے نے کہا)

کرشن چندر نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا۔

"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"۔

بابوجی آپ ہر وقت یہ کیا کہتے رہتے ہیں؟

کیا؟

"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"۔

یونہی۔

اس کا کوئی خاص مطلب میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔

بیٹا نہیں اس کا مطلب سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں۔

تب بھی کچھ تو بتلائیے؟

بیٹا واقعی اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے۔

کس کے دربار میں بابوجی! ایشور کے دربار میں؟

ہاں بیٹا اسی کے دربار میں۔

کیسے؟

وہ نیکوں کو تکالیف سے دوچار کرتا ہے اور بروں کو راحت پہنچاتا ہے۔

(۷)

ایسی ہی بھیانک اور کالی رات تھی جب میں نے اپنے ارادے کی تکمیل کی تھی کرشن چندر کی بیوی نے کہا۔

کیا کہا؟ (کرشن چندر نے) دس سال میں کھویا ہوا

تھا چونک کر کہا۔
میں نے کہا ہے۔
کیا کہا ہے؟
ایسی ہی بھیانک رات تھی جب میں نے اس سادھو کی بات پر عمل کیا تھا۔
کچھ تامل کے بعد۔
"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے؟"
سوامی ایشور نے کالی رات کیوں بنائی ہے اس لئے نا؟ کہ پاپی کھلے بندوں پاپ کر سکیں اور ان کے پاپ پر پردہ پڑا رہے۔
شاید؟ کچھ توقف کے بعد۔
"اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے"
آپ بار بار یہ فقرہ کیوں دھراتے ہیں؟
کونسا؟
یہی کہ اس کے دربار میں انصاف
تو کیا جھوٹ کہتا ہوں؟
کیا مطلب؟
یہ کہ اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے۔
کیا انصاف ہے؟ نہیں نا؟ جو بات سے مجھے بھگتی ہیں نہ ملی وہ ایشور نے مجھے ایک پاپ کے بدلے عنایت کی کیا انصاف اسی کا نام ہے؟
نہیں۔۔۔ واقعی اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے۔
کرشن چندر اور ان کی بیوی یہ باتیں کرتے کرتے سو گئے اس مکان کو جس میں کرشن چندر کے پانچوں بیٹے سوئے ہوئے تھے رات کو آگ لگ گئی لیکن کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اور صبح ہونے تک وہ تمام کے تمام جل کر راکھ ہو چکے تھے۔

(۸)

ہیں یہ کیا ہوا! ۔۔۔ راکھ ہی راکھ ۔۔۔ میرے بچے ۔۔۔ ہائے میں تباہ ہو گیا یہ الفاظ کرشن چندر نے مجنونانہ انداز میں کہے۔
ان کی بیوی بھی آگئی اور بالکل ویسا ہی روح فرسا منظر جو آج سے دس سال پیشتر اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کی نظر کے سامنے تھا فرق تھا یہ کہ اس دن اپنے ارادے کی تکمیل کر کے وہ فرط مسرت سے جامے میں پھولی نہ سماتی تھی اور آج غم و اندوہ سے اس کا کلیجہ چھلنی ہوا جاتا تھا کرشن چندر اسی طرح غمگین نظر آتے تھے۔ لیکن فرق یہ تھا کہ ان کی زبان پر بجائے اس فقرے کے کہ اس کے دربار میں انصاف نہیں ہے۔
یہ فقرہ تھا اس کے دربار میں انصاف ہے اور اس کی لاٹھی بے آواز ہے۔
اب کرشن چندر جب کرسی عدالت پر بیٹھتے ہیں اور کوئی مقدمہ ان کے پیش ہوتا ہے تو ان کی زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکل جاتا ہے۔
"اس کے دربار میں انصاف ہے اور اس کی لاٹھی بے آواز ہے"
اب وہی کرشن چندر ہے اور ان کا وہی انصاف دنیا کے انصاف کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور اب وہ اکثر یہی کہتے سنے جاتے ہیں۔
اس کے دربار میں انصاف ہے اور اسکی لاٹھی بے آواز ہے

(نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول مہالم کلاں)

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گزار

جلد ۲۰ نمبر ۹

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ طبی۔ تاریخی۔ زراعتی اور صنعتی۔ مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی اے۔ بی ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم اے۔ ایم او ایل منشی فاضل ادیب فاضل

ماسٹر جگت سنگھ مینجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی) بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ)

ششماہی تین روپے (سے)

فی پرچہ آٹھ آنہ (۸)

فہرست مضامین

فہرست کے متعلق اگر جامع و مکمل کتاب چاہتے ہیں تو فرہنگ السلطنت خرید کریں مفصل اشتہار ملاحظہ ہو اسی نمبر کے صفحہ ۶۶ پر

بھاشا کے مسلمان شعرا

بھاشا اور مسلمان

(پنڈت بال مکند صاحب عرشؔ ملسیانی بی۔ اے)

ہندی کا ایک مشہور دوہا مجھے کئی سال سے یاد تھا۔ پچھلے سال کوِتا کومدی (KAVITA KAUMUDI) مصنفہ رام نرنش ترپاٹھی کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ دوہا عبدالرحیم خانخاناں کی تصنیف سے ہے۔ وہ دوہا ہندی ہی میں نہیں بلکہ دُنیائے شاعری میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔ اور حقیقت میں محبوب کی آنکھوں کی اس سے اچھی تعریف کسی اور زبان میں ملنی بہت مشکل ہے ؎

امیں ہلاہل مدبھرے سویت سیام رتنار ۔ جیئت مرت جھک جھک پرت جیہی چتوت اکبار

محبوب کی آنکھوں میں آبِ حیات زہر اور بادۂ گلرنگ بھرا پڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا رنگ سفید بھی ہے۔ اُن میں سیاہی بھی ہے اور اُس کے ساتھ لال ڈوروں کی جھلک بھی ہے۔ انہیں ایک نظر دیکھ کر ہی ناظر کبھی جی اُٹھتا ہے۔ کبھی داعیٔ اجل کو لبیک کہتا ہے اور کبھی مستانہ وار گرتا پڑتا رندانہ مستی کو ظاہر کرتا ہے۔ لف و نشر مرتبت کی کتنی پاکیزہ مثال ہے۔ حُسنِ خیال کا کیسا اچھا نمونہ ہے۔

میں نے عبدالرحیم کا ہندی کا اور کلام پڑھا تو مجھے حیرت ہوئی کہ اس باکمال نے اس زبان میں بھی اپنی مستقل تصانیف چھوڑی ہیں۔ انہی حالات میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں بھاشا کے تمام مسلمان شعرا کے حالات اُردو میں قلمبند کرنے کی کوشش کروں۔ ہندوستان کی بدقسمتی سمجھئے کہ یہاں کے بہت سے اکابرین اُردو اور ہندی کے جھگڑے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ انہیں مُلکی زبان (LINGUA FRANCA) کے سودا نے اس قدر تنگ کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے میں مصروف رہتے ہیں۔ انصاف سے دیکھا جائے تو ادبِ اُردو کی خدمت میں ہندوؤں نے بُخل سے کام نہیں لیا اور بھاشا کی خدمت کرنے میں مسلمان بھی کچھ پیچھے نہیں رہے ہیں۔ حالاتِ زمانہ کے مطابق دونو قومیں اُردو اور ہندی کی خدمت کرتی چلی آئی ہیں۔ یہ احساس کہ اُردو مسلمان کی ملکیت ہے اور ہندی ہندوؤں کی بذاتِ خود حماقت سے کم نہیں۔ میرے مضمون کا مستقل عنوان "بھاشا کے مسلمان شعرا" ہے۔ مگر اس تمہیدی مضمون میں مجھے یہ دکھانا مقصود ہے کہ بھاشا کے ساتھ مسلمانوں کا آغاز ہی سے کتنا

گہرا تعلق رہا ہے۔ اور وہ اسے کس طرح اپناتے رہے ہیں۔
ہندی بھاشا پراکرت سے پیدا ہوئی۔ اور اس کا آغاز ۸۰۰ بکرمی یعنی تقریباً ۷۴۰ عیسوی کے قریب ہوا۔ بھاشا والوں نے ہندی شاعری کے پانچ دور رکھے ہیں اور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً ہر دور میں کوئی نہ کوئی مسلمان شاعر ضرور ایسا ہو گزرا ہے جس نے بھاشا کو اپنے خیالات کی شگفتگی ظاہر کرنے کا ذریعہ بنایا۔
دورِ اوّل۔ ۸۰۰ بکرمی سے ۱۲۰۰ بکرمی تک ——— چند اور اگنک اس دور کے مشہور شاعر ہیں۔
دورِ دوم۔ ۱۲۰۰ بکرمی سے ۱۵۰۰ بکرمی تک ——— ودیاپتی۔ امیر خسرو۔ کبیر اور گورو نانک وغیرہ۔
دورِ سوم۔ ۱۵۰۰ بکرمی سے ۱۷۰۰ بکرمی تک ——— سُور تلسی داس کنگ کیشو داس رَس خان بہاری بھوشن وغیرہ
دورِ چہارم۔ ۱۷۰۰ بکرمی سے ۱۹۰۰ بکرمی تک ——— گردھر۔ دین دیال۔ نثار۔ للولال۔ ظفر وغیرہ
دورِ پنجم۔ ۱۹۰۰ بکرمی سے تا حال ——— ہری چند۔ مہابیر پرشاد دویدی۔ بھگوان دین۔ سیّد امیر علی۔ مصر بندھو۔ میتھلی شرن گپت مقبول احمد پوری وغیرہ
تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمدؐ قاسم۔ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے ہندوستان میں اپنے دفاتر میں ہندی زبان کا استعمال کیا۔ حسن گنگو کے ماتحت بہمنی سلطنت کا پہلا وزیر گنگو برہمن تھا جس نے حساب کا دفتر ہندی ہی میں رکھا۔
مغلیہ عہدِ حکومت میں اکبر کے وقت سے بعد کے تقریباً تمام بادشاہ ہندی پر عنایت کی نظر رکھتے آئے۔ اکبر کے زمانے میں اُس کے درباری شعرا میں سے گنگ کوئی ہندی کا ایک نامور شاعر گزرا ہے۔ اکبر کے درباریوں میں سے ٹوڈرمل نے بھاگوت پُران کا ترجمہ فارسی میں کرنے کے علاوہ ہندی میں بھی کچھ دوہے لکھے جو زیادہ تر اخلاقیات کے مضمون پر تھے۔ راجہ بیربل نے اپنی ظرافت اور بذلہ سنجی کا سکہ بسا اوقات ہندی کے دوہوں کے ذریعے بٹھایا۔ اسی دورِ حکومت میں کوی رائے (ملک الشعرا) کا خطاب وضع کیا گیا جو اورنگ زیب کے عہد میں بھی اس کے شعر و شاعری اور فنونِ لطیفہ سے متنفر ہونے کے باوجود جاری رہا۔ فیضی فارسی کا زبردست شاعر اور ادیب ہونے کے علاوہ بھاشا کا شاعر بھی ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ہندی مصنفہ الف۔ای۔کی ایم اے بزبان انگریزی صفحہ ۲۶)
عبدالرحیم خانخاناں جو بیرم خان کا لڑکا اور اکبری نورتنوں میں سے ایک تھا۔ ہندی بھاشا کا ایک مشہور شاعر ہونے کے علاوہ شاعر نواز بھی ہوا ہے۔
اسی طرح جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں بھاشا کے شعرا کے ساتھ نہایت اچھا سلوک روا رکھا گیا۔

اور ان کی ہر طریق سے حوصلہ افزائی کی گئی۔ دارا شکوہ کے پاس تو ہندی شعرا کا جمگھٹ رہتا تھا۔ اورنگ زیب کا لڑکا شہزادہ معظم بھی ہندی کا دلدادہ تھا۔ عالم اُسی کے پروردوں میں سے ایک ہندی کا شاعر ہؤا ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے جہاں فارسی شعرا کا احترام اور اُن کی پرورش زر و مال سے کی ہے۔ وہاں انہوں نے ہندی کے شعرا کے ساتھ بھی اپنی خسروانہ عنایات کو وابستہ رکھا ہے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اِس زمانے میں جو باکمال ہندی شاعر پیدا ہوئے ان کی مثال بعد میں آج تک نہ مل سکی۔

بھاشا کے مسلمان شعرا میں قدامت کا فخر امیر خسروؔ کو حاصل ہے۔ بھاشا کے شعرا کا کوئی تذکرہ امیر خسروؔ کے حالات سے خالی نہیں۔ اِن کی خالق باری کے اشعار تو زبان زدِ عوام ہیں۔ اِس میں انہوں نے فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ کے ہندی مترادف بنائے ہیں۔ مثلاً

بیا برادر۔ آؤ رے بھائی　　بنشین مادر۔ بیٹھ ری مائی

موش چُوہا گُربہ بلّی مار ناگ　　سوزن و رشتہ بہندی سُوئی تاگ

اِس کے علاوہ انہوں نے ہندی کے دوہے۔ دوسُخنے۔ پہیلیاں۔ مکرنیاں اور فارسی اور ہندی کے مخلوط دوہے بہت لکھے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۱۲۱۲ بکرمی تا ۱۲۸۲ بکرمی) خسروؔ کے زمانے میں بھی مسلمان بھاشا سے محبّت رکھتے تھے۔ اور اُس میں شعر کہنا باعثِ فخر خیال کرتے تھے۔

ذیل میں بھاشا کے ان شاعروں کی فہرست دی جاتی ہے۔ جو صاحبِ تصنیف ہوئے ہیں۔ اِن کے مقابل میں ان کی تصنیف کا نام بھی درج ہے۔

(۱) امیر خسروؔ ۔ متفرق
(۲) ملک محمد جائسی ۔ پدماوت۔ اکھراوٹ۔ بارہ ماسہ
(۳) اکبر ۔ متفرق
(۴) قادر بخش ۔ متفرق
(۵) عبدالرحیم ۔ ست سئی و متفرق
(۶) مبارک ۔ الک شتک۔ تِل شتک
(۷) احمد ۔ ویدانت گرنتھ
(۸) وہاب ۔ بارہ ماسہ
(۹) عبدالرحمٰن ۔ یمک شتک
(۱۰) جلیل ۔ متفرق
(۱۱) یعقوب خان ۔ رسک پریہ کی ٹیکا
(۱۲) ذوالفقار ۔ ست سئی کی ٹیکا
(۱۳) انور خان ۔ انور چندرکا
(۱۴) پریمی یمن ۔ انیکارتھ نام مالا
(۱۵) اعظم ۔ نکھ شکھ
(۱۶) سیّد گلاب نبی ۔ رس پربودھ۔ انگ درپن

(۱۷) طالب علی - نکھ شکھ	(۲۱) رس خان - پریم باٹکا
۱۸ نبی - متفرق	(۲۲) رس لین - انگ درپن - رس پربودھ
۱۹ عالم - متفرق	(۲۳) سید امیر علی میر - (دورِ حاضرہ کے شاعر ہیں) بوڑھے
۲۰ عثمان - چترادلی	کا بیاہ بینتی درپن کی بھاشا ٹیکا اور سدا چاری بالک (متفرق مجموعہ کلام)

اِس کے علاوہ بہادر شاہ ظفر کا بہت سا ہندی کا کلام ان کے کلیات میں موجود ہے۔

حضرت امین الدین وارثی اور اُن کے تلامذہ میں سید مقبول حسین احمد پوری دورِ حاضرہ کے ہندی کے بہترین شاعروں میں سے ہیں۔ موخر الذکر حضرت کا ہندی کلام تو اُردو کے تقریباً تمام اچھے رسالوں میں فارسی رسم الخط میں شائع ہوتا ہے۔ آغا حشر مرحوم بھاشا کے نہایت اچھے فاضل تھے۔ اور اس زبان کی نظم و نثر پر اُنہیں پوری قدرت حاصل تھی۔ رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی بھی ہندی میں کہتے ہیں۔ جب سے اُردو میں گیت لکھنے کا رواج ہوا ہے۔ بہت سے مسلمان حضرات ہندی کے گیت لکھ رہے ہیں۔ جن میں مولانا وقار انبالوی اور خان صاحب حفیظ جالندھری بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ بہت سے شعرا ہندی کے الفاظ خوش اسلوبی سے استعمال کرتے ہیں۔ مولانا حالی پانی پتی اِس بارے میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک شعر ہے ؎

مردوں میں سَت والے تھے جو سَت بیٹھے اپنا کب سے کھو
دُنیا میں اے ستونتو لے دے کے اب سَت تم سے ہے

اقبال کے کلام میں فارسیت کا زور ہے۔ مگر اس نے اُپدیشک۔ مود۔ پیت۔ شانتی۔ بھگت وغیرہ الفاظ باموقع استعمال کئے ہیں۔ حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی کے مندرجہ ذیل شعر صاف ظاہر کرتے ہیں کہ بھاشا کے الفاظ اپنی شیرینی اور حلاوت کی وجہ سے ان کے کلام میں بھی موجود ہیں۔

جب کالی گھٹائیں گھرتی ہیں اور برکھا نیر بہاتی ہے	اے پیتم پیارے کہاں ہو تم یہ برہا آہ سناتی ہے
جن جن کے پتی ہیں گھر اپنے وہ سکھیاں خوش خوش گاتی ہیں	یاں مجھ کو اکیلے پن سے پیا اُف نیند نہیں اب آتی ہے
کیا ساون کا ہی ذکر کروں یہ بھادوں بھی تو بیت چلا	تم جان میری کس دیس گئے کیوں کوئی خبر نہیں آتی ہے

ساغر اکبر آبادی اور منظر صدیقی کے کلام میں بسا اوقات ہندی کے الفاظ بڑی فراوانی سے آتے ہیں۔ اور اِس میں کلام نہیں کہ انہوں نے اس صنف میں خوب دادِ سخن دی ہے۔

اُردو کے شعرائے متقدمین کے کلام میں بھی جا بجا ہندی الفاظ آئے ہیں۔ جن کی مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ولی — مست آئینہ کو دکھلا اپنا جمالِ روشن / تجھ مکھ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہوگا
مجھ کو ہوا ہے معلوم لے مست جامِ خوبیں / تجھ انکھڑیاں کے دیکھے عالم خراب ہوگا
سینہ میں اب محشر تلک کونین کو بسرائے وہ / جو تجھ نین کے جام سوں تے پی کے متوالا ہوا
ہوا ہے سیر کا مشتاق بیتابی سوں من میرا / چمن موں آج آیا ہے۔ مگر گل پیرہن میرا

مبارک شاہ آبرو — نین سے نین جب ملائے گیا / دل کے اندر میرے سمائے گیا
اپنا جمال آبروں کو ٹک دکھاؤ آج / مدت سے آرزو ہے درس کی بچار کوں
قامت کا سب جگت میں بالا ہوا ہے نام / قد اس قدر بلند تمہارا رسا ہوا

شاکر ناجی ۔ اگر ہو وہ بتِ ہندو کبھو اشنان کو ننگا / بھنور میں دیکھ کر جمنا اُسے غوطہ میں جا لنگا
. . . . مہر اس کے روبرو سورج مکھی کا پھول

شاہ حاتم ۔ حق میں عاشق کے تجھ لباں کا بچن / قند ہے نیشکر ہے شکر ہے
زندگی دردِ سر ہوئی حاتم / کب ملے گا مجھے پیا میرا

میر تقی — دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے / یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

سودا ۔ محبت کے کروں بھیج تل کی میں تعریف کیا یارو / ستم پربت ہو تو اُس کو اُٹھالیتا ہے جوں رائی
نہیں ہے گھر کوئی ایسا جہاں اس کو نہ دیکھا ہو / کنہیا سے نہیں کچھ کم صنم میرا وہ ہرجائی
ترکش الینڈ سینہ عالم کا چھان مارا / مژگاں نے تیرے پیارے ارجن کا بان مارا

جرأت ۔ جادو ہے نگہ چھب ہے غضب قہر ہے مکھڑا / اور قد ہے قیامت
غارت گرِ دیں وہ بُتِ کافر ہے سراپا / اللہ کی قدرت
(مستزاد)

انشاء — اے عشق اجی آؤ مہاراجوں کے راجہ ۔ ڈنڈوت ہے تم کو
کر بیٹھے ہو تم لاکھوں کروڑوں ہی کے سر چٹ ۔ اِک آن میں جھٹ پٹ

ناسخ ۔ جلاؤ غیروں کو جو مجھ سے گرمیاں کر کے / تمہارے کوچے میں تیار ایک سر گھٹ ہو

یہ کہنے کی گنجائش بہت کم ہے کہ اردو کے شعرا نے ہندی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ۔ البتہ ایک بات بروئے انصاف کہی جاسکتی ہے کہ فارسی کے اثر سے اردو میں وہی تلمیحات اور استعارے کثرت سے داخل ہوگئے جو بذاتِ خود فارسی میں ہیں بھیم اور ارجن کی جگہ رستم و اسفندیار نے لے لی ۔ ہمالہ اور شوالک کی جگہ بیستوں اور الوند جم گئے ۔ گنگا اور جمنا کی جگہ دجلہ اور فرات بہنے لگے ۔ ناگ اور بھونرے کی جگہ بنفشہ اور سنبل نے لے لی ۔ مرگ نین کی جگہ آہو چشم کا استعمال ہوا ۔ کنول کے

پھول سے محبوب کی آنکھ کی تشبیہہ عنقا ہو گئی۔ ہتنی کی چال کی جگہ فتنۂ قیامت اور خرام محشر مستعمل ہو گئے۔
استعارہ در استعارہ اور تشبیہہ در تشبیہہ کے استعمال نے اُردو میں اغراق و غلو کا عیب بڑی حد تک پیدا کیا۔
اگر اب بھی اِس بارے میں بھاشا کی پیروی کی جائے۔ تو اُردو کا یہ عیب رفع ہو سکتا ہے۔
مولانا آزاد نے آبِ حیات میں ایک جگہ کیا خوب لکھا ہے۔
"بھاشا کا فصیح استعارہ کی طرف بھول کر بھی قدم نہیں رکھتا۔ جو جو لطف آنکھوں سے دیکھتا ہے اور جن خوش آوازیوں کو سُنتا ہے۔ یا جن خوشبوؤں کو سونگھتا ہے۔ انہی کو اپنی میٹھی زبان سے بے تکلف بے مبالغہ صاف صاف کہہ دیتا ہے"۔
میری ناقص رائے میں وہ حضرات جو ہندی کے عام فہم الفاظ کو بھی اُردو میں استعمال کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ زبان اور ملک کی خدمت گذاری نہیں کرتے بلکہ اختلاف و تفریق کی خلیج کو اور وسیع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر پریتم۔ پریم۔ پیا۔ سکھی۔ درشن۔ مَن۔ جگت۔ دیس۔ بشوبھا۔ کامنا۔ سُندر۔ چھب۔ منوہر۔ لاج۔ پیت۔ بچن۔ آکاس۔ امبر۔ دھرتی اور اسی قسم کے الفاظ کو رواج دیا جائے۔ تو یہ اُردو زبان کا جُزوِ لاینفک بن سکتے ہیں اور کوئی صاحب انکے عام فہم نہ ہونے کا گلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ عربی اور فارسی کی مشکل سے مشکل تراکیب اِن حضرات کے نزدیک صحیح اُردو ہیں۔ اور بھاشا کا ایک سادہ اور خوبصورت لفظ بھی غیر فصیح۔
اِس مضمون میں مَیں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں نے روزِ اوّل سے ہندی کو اپنایا ہے۔ بعض ہندوؤں کا یہ قول کہ مسلمانوں کو بھاشا سے نفرت ہے۔ صداقت پر مبنی نہیں۔ ہندوستان کی زبان ایک کرنیکے لئے یہ ضروری ہے کہ اُردو میں سے خالص فارسی کا عنصر اور ہندی میں سے خالص سنسکرت کا عنصر حتے الامکان خارج کر دیا جائے۔ تاکہ ایک عام فہم اور سادہ زبان پیدا ہو سکے۔ یہ صرف باتیں بنانے ہی سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ عملی طور پر ہر ادیب کو اِس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت محسوس کرنی چاہئے۔
اِس مضمون کی آئندہ قسط "امیر خسرو" ہوگی۔ جس میں اُن کے حالاتِ زندگی اور بھاشا کا کلام پیش کیا جائیگا۔ دورِ حاضرہ کے بہت سے مسلمان حضرات کے نام جو بھاشا میں دادِ سخن دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں ان سے درخواست کرونگا کہ وہ اپنے اپنے حالات اور کلام مجھے ارسال فرمائیں۔ تاکہ میں انہیں اِس سلسلِ مضمون میں شامل کر سکوں۔ اِس مضمون کے متعلق کوئی تاریخی یا ادبی واقفیت جو مجھے موصول ہوگی۔ شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیگی۔ میں اپنے دوست پنڈت مکھن لال شاستری کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ مضمون لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور مجھے مستقل طور پر مدد دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ محترمی حضرت اثر صہبائی بھی اگر ملتفت ہوں تو زہے نصیب!

(باقی باقی)

اتحاد

(از حضرت دعا ڈبائیوی)

اے اتحاد خلق میں تو نیک نام ہے   تیرے ہی دم قدم سے جہاں کا نظام ہے
ایک ایک کی نظر میں بڑا احترام ہے   تیرا پیام فتح و ظفر کا پیام ہے
تیرے بغیر کام کوئی خوشنما نہیں
جینا تو کیا کہ مرنے میں بھی کچھ مزا نہیں

ہر کام اتحاد سے ہوتا ہے رونما   دنیا میں اتحاد سبب ہے فلاح کا
برباد وہ ہوا جو کوئی اس سے پھر گیا   دونو جہاں میں اس کا ٹھکانا نہیں رہا
بیکس کا دستگیر غریبوں کا یار ہے
دنیائے ارتقا کا یہ پروردگار ہے

عالم میں اتحاد کے دم سے ہے روشنی   مرہون اتحاد ہماری ہے زندگی
جبتک ہے جسم و روح کی آپس میں دوستی   بیکا بشر کا بال ہو ممکن نہیں کبھی
دنیا میں اتحاد سبب ہے حیات کا
دولہا کے دم کے ساتھ مزا ہے برات کا

نقطوں کے اتحاد سے بنتے ہیں حرف سب   حرفوں کا اتحاد ہے الفاظ کا سبب
جب لفظ مل گئے تو مرتب ہوا ادب   جسمیں ادب نہیں ہے وہ انسان ہی ہے کب
خلق خدا امان میں ہے اتحاد سے
انسانیت جہاں میں ہے اتحاد سے

قوموں نے اس کے فیض سے پائیں ترقیاں   عالم میں اس کے نام کا چرچا نہیں کہاں

ہے اتحاد ہی سبب رونقِ جہاں   اس کی زمیں کو لوگ سمجھتے ہیں آسماں
جھوٹ اس میں نام کو نہیں خالق گواہ ہے
بہکے ہوئے کے واسطے یہ خضرِ راہ ہے

اونچا ہے لامکاں سے بھی ایوانِ اتحاد   ہر شخص ہے جہاں میں ثنا خوانِ اتحاد
مرغوب ہے خدا کو وہ ہے شانِ اتحاد   کیا شانِ اتحاد ہے قربانِ اتحاد
سو بار امتحان کیا آزما لیا
گرتے ہوئے کو اس نے زمیں سے اٹھا لیا

وہ دن بھی تھے کہ ہم میں کبھی اتحاد تھا   ڈنکا ہمارے نام کا بجتا تھا جا بجا
جس پر نگاہ پڑ گئی وہ کانپنے لگا   سینے میں ہر بشر کے کلیجہ تھا شیر کا
جوہر بہادری کے جہاں کو دکھا دیئے
اٹھتے نہ تھے قدم جہاں اپنے جما دیئے

آرام سے گذرتی تھی دنیا میں زندگی   آپس میں میل جول تھا کچھ فکر ہی نہ تھی
جس دن سے اتحاد سے کی ہم نے روکشی   ہندوستاں کی شکل ہی بالکل بدل گئی
بغض و عناد سے ہمیں اب کام رہ گیا
وہ شان ختم ہو گئی بس نام رہ گیا

اے اہلِ ہند خواب ہی میں کیا رہو گے تم   غیروں کے ظلم و جور کہاں تک سہو گے تم
ناسازگار لہروں میں کتنا بہو گے تم   انسان اپنے آپ کو اب بھی کہو گے تم
ہندو کہیں کے ہیں نہ مسلماں کہیں کے ہیں
دونو نہیں رہیں گے یہ دونو نہیں کے ہیں

فیضانِ آرزو

ذیل میں مولانا آرزو لکھنوی مدظلہ کی وہ اصلاحات جو انہوں نے میرے کلام پر فرمائی ہیں بنظر افادہ عام درج کرتا ہوں تاکہ میرے علاوہ دیگر ضرورتمند شائقین ادب بھی مستفید ہو سکیں۔

شعر۔ سحر کے وقت کسی پُر بہار وادی میں — نگہ کو ملتی ہے سبزہ سے کیا طراوت دیکھ!

اصلاح سحر کے وقت ——— الخ — نگاہ پاتی ہے ——— دیکھ!

شعر۔ تو دیکھتا ہوا چہروں کو جھینپتا کیوں ہے — ہے دیکھنے کے لئے یاں ہر ایک صورت دیکھ!

اصلاح۔ تو ——— جھیپتا کیوں ہے — ہے دیکھنے ہی کے لائق ہر ایک صورت دیکھ!

توجیہہ۔ "جھینپنے" میں (ن) جہلا کے لہجہ میں ہے۔ ثقات اس سے محترز رہتے ہیں ۱۲

شعر۔ سدا سے ڈھونڈ رہا ہے تو جس کو جلوت میں — ہے تیرے گوشۂ دل میں اُسی کی خلوت دیکھ!

اصلاح۔ سدا سے ڈھونڈتا رہتا ہے جسکو جلوت میں — ہے ——— الخ

توجیہہ۔ "تو" کی واو معروف کا اسقاط اچھا نہیں۔ "سدا" کے متعلق مولانا فرماتے ہیں۔ کہ سدا متاخرین کے نزدیک قابل ترک ہے مگر میں اسے زبان پر ظلم سمجھتا ہوں ۱۲

شعر۔ صبا کی چھیڑ سے یہ دھیمے دھیمے راگ گاتے ہیں — مجھے ہر برگ سوسن کی اک زباں معلوم ہوتی ہے

اصلاح۔ صبا کی چھیڑ سے میٹھے سُروں میں راگ گاتی ہے — مجھے سوسن کی ہر پتی زباں معلوم ہوتی ہے

شعر۔ تری ہر بات میرے گوش تک پہنچاتی ہے لاکر — مجھے بادِ صبا کچھ مہرباں معلوم ہوتی ہے

اصلاح۔ تری ہر بات میرے کان تک ——— الخ — مجھے ——— ہے

توجیہہ۔ "گوش" بلا ترکیب فارسی فصیح نہیں۔

شعر۔ عدو ہی جانتے ہیں جن سے تم خلوت میں کھلتے ہو
تمہارے دل کی بات ہم کو کہاں معلوم ہوتی ہے

مولانا نے اس شعر کو "بدمذاق" فرما کر کاٹ دیا تھا۔ نیز مصرعۂ ثانی میں ہم کو کی (ہ) بھی گرتی تھی جس سے مصرع بھی ناموزوں رہ گیا تھا میں نے دوبارہ اس شعر کو یوں صحیح کیا ہے۔ ؎

عدو ہی جانتے ہیں جن سے تم سب راز کہتے ہو — تمہاری بات اب ہم کو کہاں معلوم ہوتی ہے

حکیم گلچیں کرتاپی تلمیذ مولانا آرزو لکھنوی مدظلہ

ایک عربی شاہکار

(از جناب صادق الخیری دہلوی)

شاعر کا رخسار سلطنت آسمانی پر پوری تابانی سے حکومت کر رہا تھا۔ چاندنی رات تھی اور اس کی سپیدی آسمان کے تاروں کو چھپائے ہوئے تھی۔۔۔۔ میں نے ایسی روشن راتیں شاید ہی کبھی دیکھی ہوں! رات ایسی چمکدار تھی کہ ثاقب بھی اپنے موتیوں کو پرو دے اور کوئی اپنا گمشدہ موتی بھی ریت میں سے تلاش کر لے۔۔۔۔ صحرا کا ذرہ ذرہ اپنے حُسن شرر افشاں کی نمائش کر رہا تھا۔

میں صحرائی قبرستان میں اپنے خیالات میں غرق ٹوٹی پھوٹی قبروں اور شکستہ مزاروں کو دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا ـــــ

میں نے انسانی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی۔۔۔۔۔۔

وہ کتنا مغرور ہے! اپنے آپ کو کس قدر عظیم المرتبت اور دوسروں سے بلند سمجھتا ہے! وہ اپنی طاقت کے دعوے میں کس قدر مبالغہ کرتا ہے! اور اس کی خواہشات کی تکمیل کس قدر بے باکانہ ہوتی ہے! موت سے بالکل بے پروا ہو کر!

وہ اپنا سر غرور سے اس قدر بلند کرتا ہے گویا اس کی ناک آسمان میں سوراخ کر دیگی لیکن۔۔۔۔۔ موت دفعتہً اس کی ناک رگڑ دیتی ہے اور اس کے غرور و تکبر کو ہمیشہ کے لئے قبر میں سُلا دیتی ہے

میں تفکرات میں کھویا ہوا اُسی طرح برابر چلتا رہا کہ ـــــ دفعتہً مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی شاعر کی روح میرے کان میں کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔۔

"اپنے قدم ہلکے کر دے! ـــــ جسے تو صحرائی ریت سمجھتا ہے حقیقتاً یہ بنی نوع انسان کے جسم سے پیدا شدہ ذرات ہیں!

اگرچہ صدیاں گزر گئیں مگر پھر بھی ہمیں انکا احترام لازمی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے آباو اجداد تھے۔ چل! جس قدر آہستہ ہو سکے ـــــ بلکہ ـــــ ہوا میں۔۔۔ اور اکڑ کر نہیں۔۔۔ کیونکہ۔۔۔۔ کیا تیری غیرت مُردہ ہڈیوں کے چُورے پر چلنا گوارا کرے گی؟"

ندامت سے میری پیشانی تر ہو گئی اور میں بالکل آہستہ آہستہ چلنے لگا ـــــ

موت نے انکو قبر کی تاریکی میں پہنچا دیا اور اس گہرائی میں اب سوائے بوسیدہ اور پسی ہوئی ہڈیوں کے کچھ نہیں لیکن پھر بھی ــــ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ......

اِن میں محبت کے وہ پروانے شامل ہیں جنہوں نے محبوب کے تبسّم کی شیرینی کے واسطے کوثر کی شیرینی کو قربان کر دیا ــــ

مگر اب وہ صحرائی ریت میں غبار بن کر رہ گئے اور انکے چمکدار موتی جیسے دانت سنگریزوں اور کنکروں میں رِل مِل گئے......ــــ

(۲)

اِن قبروں میں ــــ

ہڈیاں ہیں ــــ پسی ہوئی، چُورا چُورا......

تیسری بار

جب رات کی خاموش فضا میں:-

تارے آپس میں آنکھوں سے باتیں کرتے ہیں -

چاند اپنے بیقرار دل کو سینے کی سرد صندوقچی میں بند کئے دبے پاؤں مشرق سے مغرب کی طرف بھاگا جاتا ہے

ہوا کے سرد سرد جھونکے دن کے تھکے ماندے پودوں کو تھپک تھپک کر سُلاتے ہیں -

عروسِ شب اوس کے نایاب موتیوں سے نونہالانِ چمنِ عالم کے دامن بھرنے میں مصروف ہوتی ہے -

دماغ کی سلطنت پر دل کی حکومت ہوتی ہے -

ملکۂ نیند کا ہر چہار اطرافِ عالم پر مکمل تسلط ہوتا ہے -

غرضیکہ جب دنیا میں کامل سکوں ہوتا ہے - اور عالم کے ذرے ذرے پر مہرِ خاموشی ثبت ہو جاتی ہے - تو ٹھیک اس وقت... بلکہ عین اسی وقت

میرے دل میں تیرا خیال، آنکھوں میں تیری تصویر، اور زبان پر تیری یاد ہوتی ہے - ہیں یہ کیوں؟

"اسی کی تحقیق میں تو میں دن رات تڑپ رہا ہوں"-

کہ

"دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ تو مجھے یاد آتا ہے" ــــ [illegible]

رہنمائے تعلیم کا ریڈ کراس نمبر معزز معاصرین کی دربار میں

ماسٹر جگت سنگھ رہنمائے تعلیم کے مالک و ایڈیٹران لوگوں میں سے ہیں جو کامیابی کی جستجو صرف سعی و عمل میں کرتے ہیں اور جب تک مقصود حاصل نہ ہو جائے چین سے نہیں بیٹھتے۔ یوں تو سرزمین پنجاب کا ہر فرد اس باب میں ہمارے صوبہ کے لوگوں سے ممتاز نظر آتا ہے، لیکن ماسٹر صاحب موصوف اس عزم مردانہ میں جو غیر معمولی خصوصیت رکھتے ہیں، وہ بہت زیادہ واضح و روشن ہے۔ اس سے قبل انہوں نے اپنے رسالہ کا جوبلی نمبر نکال کر اپنی قوتِ عمل کا جو زبردست ثبوت دیا تھا اس کی مزید توثیق اب ریڈ کراس نمبر سے کی گئی ہے۔ جو اس موضوع پر اپنی جامعیت کے لحاظ سے اُردو زبان میں بالکل پہلی چیز ہے۔ وہ حضرات جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ اشاعت ازبس مفید و دلچسپ ہے۔

نگار مئی ۱۹۳۵ء

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کے خاص نمبر

"کمال" کو اپنے اظہار کے لئے موقع حالات، اور فضا تلاش کرنے کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔ اس کی مثال رہنمائے تعلیم کے تین گراں قدر خاص نمبروں کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ دُنیا کئی سال سے اقتصادی بدحالی کی شاکی ہے۔ لیکن میدانِ صحافت کا یہ شہسوار وقت اور مصلحت سے بے نیاز ہو کر میدان میں کود پڑا ہے، کاروباری دُنیا اسے ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ رہنمائے تعلیم کی ناعاقبت اندیشیوں سے تعبیر کر رہی ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ خدا نے آپ کو جذبۂ خدمتِ علم و ادب کے نشے سے ایسا سرشار کر رکھا ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی مفاد کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ایک ناعاقبت اندیشی کا جواب دوسری سے دے رہے ہیں اور دوسری کا تیسری سے ۱۹۳۱ء میں رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر شائع کیا جو ساڑھے سات سو صفحات کے قریب ضخیم تھا۔ بلا مبالغہ ادب اُردو میں یہ اپنی شان کی واحد چیز ہے۔ فنِ صحافت اپنی ماضی سے کوئی ایسی چیز پیش نہیں کر سکتا۔ اس میں علمی، ادبی، تاریخی، تعلیمی، اخلاقی۔ فنی۔ زرعی اور تفریحی ہر قسم کے ٹھوس اور معیاری مضامین مشاہیر اہل قلم سے لکھوا کر شائع کئے گئے ہیں۔ دیگر بلند پایہ ادبی مضامین کے علاوہ "گیڈز ٹریننگ کالج"۔ "فن تحریر"۔ "تعلیم کا اصل مدعا"۔ "محکمہ تعلیم کی سرگرمی"۔ "پنجاب کی تعلیمی حالت"۔ "تعلیمی رپورٹ"۔ "ہمارا تعلیمی معیار"

کیوں کر رہا ہے"۔ "ہمارا ذریعہ تعلیم"۔ "قدیم ہندوستان میں ہندوؤں کا ذریعہ تعلیم" تعلیم و تعلّم سے متعلق اس نمبر کے خاص مضامین ہیں۔

۱۹۳۴ء میں "فسانہ نمبر" شائع کیا جو پونے پانسو صفحات پر مشتمل ہے اور فسانہ نگاری سے متعلق بہترین معلومات کا حامل اس میں بلند پایہ اصلاحی، اخلاقی، اور معاشرتی افسانوں کے علاوہ "افسانوی پلاٹ کی تعمیر" فسانہ نگاری کا فسانہ وغیرہ قابل قدر مضامین ہیں۔

۱۹۳۵ء میں تقریباً اتنے ہی حجم کا "ریڈکراس نمبر" شائع کیا جو تحریک ریڈکراس کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ آپ کے ریڈکراس نمبر کا اعلان کرنے کے وقت کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ آپ ایسا شاندار نمبر نکالنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ لیکن آپ نے دکھا دیا کہ مضبوط ارادے اور غیر متزلزل استقلال سے ناممکن کو بھی ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ ہر سہ نمبر تعلیم یافتہ طبقہ میں خاص قبولیت کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں۔ کوئی لائبریری ان خاص نمبروں کے بغیر مکمل نہیں کہی جا سکتی۔ دفتر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور سے جوبلی نمبر اڑھائی روپے۔ فسانہ نمبر و ریڈکراس نمبر دو دو روپے میں مل سکتے ہیں۔ "کاروانِ مشرق"

رہنمائے تعلیم (ریڈکراس نمبر)

امسال رسالوں کے جتنے سالنامے یا خاص نمبر دفتر "زمانہ" میں موصول ہوئے ہیں اُن میں سب سے زیادہ ضخیم یہی نمبر ہے۔ جو تقریباً پونے پانسو صفحات پر سہ رنگ ٹائیٹل اور چھبیس فوٹو بلاک اور متعدد قلمی تصویروں اور نقشوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس نمبر میں مختلف نوعیت کے تقریباً ڈیڑھ سو مضامین نظم و نثر جنہیں تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں ریڈکراس کے متعلق نظم و نثر کے مضامین ہیں، دوسرے میں حفظانِ صحت، تیسرے حصہ میں ریڈکراس سے متعلق دلچسپ ڈرامے اور فسانے ہیں۔ درحقیقت یہ پورا نمبر صلیب احمر کے متعلق ایک قابل قدر مجموعۂ معلومات ہے۔ اس کی بعض نظمیں، ادبی مضامین، فسانے اور ڈرامے بہت اچھے ہیں۔ قیمت ۱۲؍ ملنے کا پتہ رہنمائے تعلیم لاہور (زمانہ)

رہنمائے تعلیم لاہور کے دو مایۂ ناز نمبر

افسانہ نمبر: لاہور سے جتنے ادبی رسائل اس وقت شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں رسالہ رہنمائے تعلیم کو ایک خاص نوعیت حاصل ہے۔ یہ رسالہ اپنی ادبی بلند معیاری کی وجہ سے صوبۂ پنجاب کے سررشتہ تعلیم

میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے جسکی وجہ سے برابر ترقی کر رہا ہے رہنمائے تعلیم کے پروپرائٹر جناب ماسٹر جگت سنگھ صاحب ہر سال اس پرچہ کا ایک سالانہ نمبر بہترین مضمون نویسوں کے بلند پایہ مضامین سے آراستہ کر کے شائع کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ سال ۱۹۲۴ء کا سالانہ نمبر نہایت ضخیم افسانہ نمبر کے نام سے شائع کیا گیا تھا جس میں بکثرت افسانے اور ادبی مضامین و منظومات کا قابلدید ذخیرہ پیش کیا گیا ہے جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے صحافتی دُنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔

ریڈ کراس نمبر عموماً ادبی و علمی اخبارات و رسائل وغیرہ اپنے سالنامے خاص نمبر افسانہ نمبر وغیرہ شائع کر کے اپنی شہرت کو پائدار بناتے رہتے ہیں۔ مگر جناب جگت سنگھ صاحب کی یہ خصوصیت ہے کہ موجودہ زمانے کے رسم و رواج اور ضروریات کے مطابق اپنے ہر پرچے کے ذریعہ مفید اور کارآمد چیزیں پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سال رہنمائے تعلیم کا ایک خاص نمبر ریڈ کراس نمبر کے نام سے شائع کیا ہے جس میں اصول حفظان صحت پر علمی و عملی تجربہ کردہ امور محققین اور قابل اشخاص کے قلم سے لکھوا کر پبلک میں پیش کئے ہیں تاکہ ناظرین پیش کردہ اصول پر عمل درآمد کر کے ہمیشہ تندرست رہیں۔ یہ نمبر عوام کے علاوہ حکمت و ڈاکٹری سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے بھی کارآمد ہے۔ ہم افسانہ نمبر اور ریڈ کراس نمبر کی کامیابی پر اس کے عالی ہمت جنم داتا کو مبارکباد دیتے ہیں یہ دو نو نمبر دفتر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور سے شائقین حاصل کر سکتے ہیں۔

نگار خانہ لکھنؤ

قادر القلم نباضِ سخن حضرت راز احسنی سہسوانی

نارسانالوں سے کیونکر مدعا مِل جائیگا
اے دل اس خالی ہوا بندی سے کیا مِل جائیگا

ماسوا کیا ہے جو ہم کو ماسوا مِل جائیگا
ڈھونڈنے نکلے تو ہر شے میں خدا مِل جائیگا

ہم دلِ پامالِ غم کو ڈھونڈنے جائیں کہاں
مِل گیا ہوگا جو مٹی میں تو کیا مِل جائیگا

ہے اگر اُن سے محبت ہے جتا کر کیا کروں
کیا جتانے سے محبت کا صلا مِل جائیگا

اُس دو راہے پر جہاں بکھا ہوں مرگ و زندگی
تُو ملیگا یا ہمیں تیرا پتا مِل جائیگا

فکر کیا ہے بعد میرے ظلم ڈھانیکے لئے
تم کو تو کوئی نہ کوئی بے خطا مِل جائیگا

ہے ریاضت میں ریا ظاہر میں کچھ باطن میں کچھ
راز ان باتوں سے کیا تم کو خدا مِل جائیگا

۱۹۸۵ء کی دُنیا

ہمارے بیٹے اور بیٹیوں کو کس قسم کی دُنیا وراثت میں ملے گی؟ ہم خود اپنی باقیماندہ زندگی میں کیا کیا عجیب و غریب نئی نئی ایجادیں اور اختراعیں دیکھینگے؟ دُنیا آج سے ۴۰۔ ۵۰ یا ۶۰ سال بعد کیا سے کیا ہو جائے گی؟

زمانہ مستقبل میں جھانکنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ دیگر امور کے گرافوں کی طرح انسانی ترقی کا بھی گراف کھینچا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس گراف کو غور سے مطالعہ کیا جائے تو اُس کی لکیر اونچی ہوتی جاتی ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ دُنیا ترقی کر رہی ہے۔

آج ہم بجلی کی روشنی کو پیدا کر کے اپنے آپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اور اُسے اپنی تہذیب کے لئے سب سے زیادہ ضروری شے سمجھتے ہیں۔ اور شاید موجودہ زمانہ میں یہ ہے بھی سب سے زیادہ ضروری لیکن یاد رہے کہ جو رقم یا سامان ہم اس روشنی پر خرچ کرتے ہیں اُس کا صرف پانچ فیصدی ہمیں عوضانہ ملتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر آپ اپنے گھر کو روشن کرنے میں سو روپیہ خرچ کرتے ہیں تو آپ کو صرف پانچ روپیہ کی روشنی ملتی ہے اور باقی رقم ضائع ہو جاتی ہے۔ لیکن ساٹھ سال کے بعد دُنیا اس غیر تسلی بخش طریقہ کو ہرگز پسند نہ کریگی۔ اور سو روپیہ خرچ کر کے اُس کا پورا معاوضہ ملنے لگے گی۔ اور صرف یہی تبدیلی دُنیا کو کچھ سے کچھ بنا دیگی۔ غور کیجئے کہ اس تبدیلی سے ہمارے آرام و آسائش میں کتنی آسودگی آجائے گی۔

ترقی کی دوسری شاہراہ انسان کا ایک جگہ سے دوسری جگہ زیادہ جلدی پہنچنے کا شوق ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ نئے نئے سامان سفر پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً پیدل چلنے سے ترقی کر کے ٹانگہ وغیرہ بنے۔ ٹانگہ سے موٹر اور ریل گاڑیاں اور اب ریل گاڑیوں سے آگے نکل کر جہاز بن گئے ہیں۔ جن کی معمولی رفتار سو میل فی گھنٹہ ہے۔ لیکن وقت آنے والا ہے۔ کہ جب اس رفتار میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائیگا۔ وہ خاص جہاز جو مختلف دوڑوں میں چلانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اُن کی رفتار چار سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کسی صورت میں کم نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ان ہوابازوں نے ایک ہزار فی گھنٹہ کی رفتار کو اپنا نصب العین مقرر کیا ہُوا ہے۔ اور وقت آنے پر اس رفتار کا حاصل کر لینا بالکل اغلب ہے ان وجوہات سے زمانہ مستقبل کے انسان کے لئے وقت کا کھونا ایک ناقابل برداشت امر ہوگا۔ اور وہ

ہر کام کو عادتاً جلدی کرنے کا مشتاق ہوگا۔ ذرا اُن کروڑوں پونڈوں کی رقم کی جانب غور کیجئے کہ جو ہر سال بوجہ سُست رفتاری کے یا ایک جہاز کے دُھند اور غبار میں پھنس جانے سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اس کاروبار کی بے ترتیبی کی جانب بھی دیکھئے کہ جس کی وجہ سُست رفتاری ہو۔ ہمارے لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے اِس خرابی کا بخوبی انتظام کرینگے۔ دُھند اور غبار زمانۂ ماضی کی چیزیں بن جائینگی، اور مختلف موسموں پر بھی قابو پا لیا جائیگا۔

بے شمار زمین دوز گلی کوچے بن جائینگے اور وہاں پر ایسی ہی صاف روشنی ہوگی جیسی کہ سورج کی روشنی ہوتی ہے۔ اور اِن زمین دوز سڑکوں پر موٹریں اور گاڑیاں اُسی طرح بھاگتی پھرینگی جیسی آج ہماری معمولی سڑکوں پر۔

آجکل ہوائی جہازوں کے اُترنے کے لئے شہر سے باہر بڑے وسیع میدان کی ضرورت ہے لیکن کچھ وقت گزر جانے پر ایسا انتظام ہو جائیگا کہ جہاز شہر کے عین وسط میں اُترنے لگینگے اور ممکن ہے کہ مکانوں کی چھتوں پر بھی یہ انتظام ہو جائے۔

پیرس اور لندن کے درمیان ایسی ٹرنگ جس کا اکثر اوقات اخبارات میں تذکرہ پڑھتے ہیں۔ بن جائیگی۔ اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہر روز پیرس سے لنڈن اور لنڈن سے پیرس تک آیا جایا کرینگے۔

ٹیلویزن (TELEVISION) یعنی وہ آلہ جس سے ہزاروں میل سے دیکھ سکتے ہیں۔ اتنا ہی رواج پذیر ہو جائیگا جتنا کہ آجکل ریڈیو ہے۔ اور ریڈیو کی بھی سُن لیجئے۔ ۶۰ سال کے بعد ہمارے بیٹے اور بیٹیاں چھوٹے چھوٹے ریڈیو کے آلے اور کھلونے جیب میں ڈالے پھرینگے۔ اور ہم لوگوں کی پسماندگی پر کھِلّی اُڑایا کرینگے۔

اِس شور کا کیا بنے گا کہ جو آجکل ہمیں اتنا تنگ کرتا ہے! بے شک زمانۂ مستقبل کا انسان اِس شور و غوغا پر بھی غلبہ حاصل کریگا۔ اور خاص طور پر ربڑ کے بنے ہوئے فرش اِس تمام شور و غوغا کا خاتمہ کر دینگے۔

آج کل ہم ۵۰ سال پیشتر کے مقابلہ میں کہیں زیادہ جلدی سوچتے اور عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ حالت تبدیل ہو جائے گی۔ سینکڑوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرنے اور منٹوں کے اندر اندر ہزاروں میل کے فاصلہ سے گفتگو کرنے کا عادی ہونے کے سبب زمانہ مستقبل کے انسان کے لئے ہر وہ شے ناقابل برداشت ہوگی جس میں زیادہ وقت لگے۔ اِس امر پر بھی

شک ہے کہ آیا ہم اپنے کھانا کھانے پر بھی چند منٹ سے زیادہ وقت خرچ کر سکینگے؟ خوراک کا جوہر نکال کر اُس کی چھوٹی چھوٹی گولیاں یا ٹکیاں بنا دی جائینگی۔ اور لوگ اُنہیں اپنی جیبوں میں لئے پھرینگے۔

وقت بچانے کی خاطر جب آدمی سویا ہُوا ہو گا تو بذریعہ بجلی اُس کی مالش کر دی جائیگی تاکہ تھوڑی سی نیند سے ہی اُس کی تکان جلد اُتر جائے اور وہ پھر کام کرنے لگے گا الارم ٹائم پیس کی جگہ بجلی کے سگنل لے لینگے۔ بیدار ہونے پر ایک بٹن دبانے سے دُنیا کی تمام خبریں اُس کی دیوار پر خود بخود لکھی جائینگی۔ اِس کے بعد وہ اپنے ٹیلویژن کے پردہ پر نظر ڈالے گا۔ اور فوراً دیکھ لیگا کہ دُنیا کے مختلف حصص میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اِس کے بعد وہ لباس پہنے گا۔ لیکن اُس کا لباس ہمارے لباس سے بالکل مختلف ہو گا۔ اُسکا لباس ایک ایسے [illegible] کپڑے کا ہو گا۔ جسے بجلی کے ذریعہ موسم کے [illegible] لحاظ سے گرم کر دیا جائیگا موسم سرما کا مستقبل کے انسان کو ذرا بھی ڈر نہ ہو گا۔ کیونکہ سردی کے موسم میں سورج کی روشنی اور گرمی کو خاص قسم کے آلات سے مختلف مقامات پر اکٹھا کر دیا جائیگا۔ اور وہ گرمی مختلف رقبوں کو اتنا گرم رکھے گی۔ جتنی کہ ضرورت ہو گی۔ اپنے دفتر کو جاتے ہوئے آدمی ایسی موٹر کا استعمال کریگا جس کو چلانے کے لئے اور گرم کرنے کے لئے صرف بجلی ہی صرف ہو گی۔ موٹر پر جاتے ہوئے راستہ میں ہی وہ اپنے دفتر کے کلرک سے کہ جو اُس وقت دفتر میں ہو گا بذریعہ ریڈیو گفتگو کریگا۔ اور دفتر پہنچنے سے پہلے اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہاں پہنچ کر اُس نے کیا کیا کام کرنا ہے؟

مندرجہ بالا تبدیلیاں تو آدمی کے کام کاج اور عادت میں آجائینگی۔ لیکن عورتوں میں کون کون سی تبدیلی رو پذیر ہو گی؟ اول عورت کے پیٹ میں ہی پہچان لیا جائیگا۔ کہ اس کے لڑکا ہو گا یا لڑکی؟ دوم گھروں میں کھانا کھانے کا طریقہ بالکل مفقود ہو جائیگا۔ کھانا صرف ہوٹلوں میں ہی پکایا جائیگا اور جیساکہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کھانے کا جوہر تیار ہو گا۔ خود بخود مشینیں گھر کا کام کاج کرینگی۔ سوم مکان گول بنائے جائینگے۔ اس لئے اُن مکانوں میں کوئی کونہ نہیں ہو گا۔ چنانچہ اِن کونوں کی عدم موجودگی کے سبب کمرہ بھی کم خراب ہو گا۔ اس لئے مستقبل کی عورت کو گھر کے کام کاج سے آج کی نسبت کہیں زیادہ فرصت ہو گی۔ وہ کہیں زیادہ تعلیم یافتہ ہو گی۔ اور آدمیوں کے شانہ بشانہ چلے گی۔

ریڈیو کے عام رواج پذیر ہو جانے سے چونکہ ہم دُنیا کے تمام ممالک سے گفتگو کر سکینگے۔ اس لئے خود بخود مختلف زبانوں کے الفاظ مل کر ایک علیحدہ زبان بن جائے گی۔ اور تمام دُنیا کے لوگ اُسے ہی استعمال کرینگے۔

کرشن چندر رلہن بی اے۔ بی ٹی

بادۂ دوشینہ

اسی طرح پھر اک نظر دیکھ لینا مجھے ہر طرف دیکھ کر، دیکھ لینا

محمد بشیر الدین بشیر

کلیجا کوئی تھام کر رہ گیا ہے اُدھر جانے والے اِدھر دیکھ لینا
گذرتی ہے یوں شب تمہارے منتظر کی اِدھر دیکھ لینا، اُدھر دیکھ لینا

جلال لکھنوی

وہ دیکھا کہ دشمن بھی یارب نہ دیکھے ہوا قہر اُسے اِک نظر دیکھ لینا

جلیل مانکپوری

ستم کر گیا اور بھی وقتِ رخصت وہ پھر پھر کے اُن کا اِدھر دیکھ لینا

سید محمد مقصود حسن حیرت

شبِ وعدہ اپنا یہی مشغلہ تھا اُٹھا کر نظر سوئے در دیکھ لینا
تماشائے عالم کی فرصت ہے کس کو غنیمت ہے بس اک نظر دیکھ لینا

داغ دہلوی

سمجھنا نہ ہر غنچۂ گل کو تم دل محبت کی بو سونگھ کر دیکھ لینا

محمد یوسف رنجور عظیم آبادی

کبھی بیٹھ کر اُن کی فرقت میں رونا کبھی اُٹھ کے دیوار و در دیکھ لینا
نہیں کام اے شادؔ یہ ہر کسی کا نگاہوں میں عیب و ہنر دیکھ لینا

رگھوناتھ پرشاد شاد

توقع نہ وعدہ مگر اپنی خو ہے تری راہ شام و سحر دیکھ لینا

محمد عبد اللطیف شوق

جدھر چاہتے ہو اُدھر دیکھ لینا ہماری طرف بھی مگر دیکھ لینا
محبت کا دل پر اثر دیکھ لینا اُجڑتا ہے یہ گھر کا گھر دیکھ لینا

محمد عبد الرؤف صولت

مرے جذبِ دل کا اثر دیکھ لینا خود آؤ گے تھامے جگر دیکھ لینا
گوکل چند عاشق

دعا منتظر ہے کسی نارسا کی اِدھر بھی ذرا اے اثر دیکھ لینا
محمود مرزا محمود

چلا ہے جو دل لے کے او جانے والے ذرا جاتے جاتے اِدھر دیکھ لینا
محمد عبد الرحمٰن نیر

اقتباس از پیام یار فیاض ہریانوی

ایثار

عرب کا ایک قافلہ صحرا کو عبور کر رہا تھا۔ متواتر کئی دن کے سفر کے بعد بھی پانی دستیاب نہ ہُوا پانی کا جو ذخیرہ ہمراہ تھا۔ ختم ہونے کو آ پہنچا۔ قرار پایا۔ کہ اب پانی قافلے کے ذی عزت اصحاب کو دیا جائے۔ اور ہر ایک شخص کو مساوی مقدار میں۔ کعب نامی عرب قافلے کا ایک معزز سردار تھا۔ جب وقت پر اُسے اپنے حصے کا پانی دیا گیا۔ تو قریب ہی سے ایک پیاس سے بیتاب انسان پیالے کو نگاہِ حسرت سے دیکھنے لگا۔ کعب نے پیالہ منہ کو لے جاتے ہوئے واپس کر دیا۔ اور فرمایا میرا حصہ اُسے دے دو۔ حسب معمول دوسرے دن جب پھر پانی تقسیم ہونے لگا۔ تو وہ شخص سامنے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کعب نے اپنا حصہ پھر اُسے دے دیا۔ شام کو قافلے نے کوچ کی تیاری کی۔ تو کعب پیاس کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ اُٹھنے اور اونٹ پر سوار ہونے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ قافلہ اُس کے انتظار میں نہ ٹھہر سکا۔ خاک پر لوٹتے ہوئے کعب کو وہیں مرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اوپر چادر اُڑھا دی۔

نرائن داس شنکک ایس۔ وی انچارج ریڈ کراس سوسائٹی خالصہ سکول سٹھہ ٹوانہ

ضروری اطلاع (۱) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئیں۔ بغیر اس کے کوئی صاحب جواب کی توقع نہ رکھیں (۲) خط و کتابت میں چٹ نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا جائے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت ہرگز نہ سُنی جائے گی۔ (مینیجر)

امتحان ورنیکلر فائنل کی نئی سکیم اور دیہاتی مدارس

یہ سکیم رہنمائے تعلیم کے صفحات میں شائع ہو چکی ہے اور اب تمام مڈل مدارس میں پہنچ چکی ہے۔ اس کے نتائج دعواقب پر قابل مضمون نگار نے پوری روشنی ڈالی ہے۔ جائز تو تھا کہ سکیم کے شائع ہوتے ہی تمام مڈل مدارس کی انجمن معلمین اپنے اپنے ہاں اس پر خاص غور و خوض کرتیں اور کسی خاص نتیجہ پر پہنچ کر اپنے خیالات کی اشاعت کرتیں تاکہ تبادلہ خیالات ہو کر حکام بھی انکی تکالیف محسوس کر سکتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اب بھی وقت ہے سید علی اکبر شاہ صاحب کا یہ مضمون "صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے" انہیں ایک نیا موقعہ دیتا ہے۔ اس لئے تمام ورنیکلر مڈل مدارس کے ہیڈ ماسٹر اصحاب کا فرض الوقت ہے کہ وہ اس مضمون پر سوچ بچار کریں اور اپنی اپنی تکالیف کا اظہار کریں۔ رہنمائے تعلیم انکی خدمتگذاری کو حاضر ہے اور وہ ان تمام تکالیف کو یکجا کر کے حکام والا شان کی توجہ منعطف کرا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ حسب معمول خاموشی اختیار نہ رکھیں بلکہ سر میدان بن کر "دیہاتی سائنس" کے مضمون کے سلسلہ میں جو تکالیف انہیں رونما ہو رہی ہیں ان کو ظاہر کریں۔ تاکہ انکا بہترین حل سوچا جا سکے اور حکام کی جائز سرپرستی حاصل کی جا سکے۔ ورنہ ہمیں خوف ہے کہ ایسا نہ کرنے سے انہیں بعد میں پچھتانا پڑیگا۔ (ایڈیٹر)

سررشتہ تعلیم پنجاب نے کافی غور و خوض کے بعد جولائی ۱۹۳۴ء میں ایک تعلیمی سکیم مرتب کی ہے۔ جس کا تعلق مڈل مدارس سے ہے۔ اور اس سکیم میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ آئندہ انگریزی کے مقابلہ میں ورنیکلر مڈل سکولوں کے طلبار دیہاتی سائنس لیا کرینگے۔

دیہاتی سائنس میں زراعت - سائنس - حفظان صحت - سوکس یا شہریت اور کوآپریشن وغیرہ پانچ مضامین شامل ہیں۔ اس مضمون کے کل دو صد نمبر ہونگے۔ اور اس کا پہلا امتحان فروری ۱۹۳۷ء میں ہوگا۔

جن مدارس میں دیہاتی سائنس کا اجرا نہ ہو سکے گا۔ وہ ابتدائی سائنس زراعت۔ ڈرائنگ۔ عربی۔ فارسی سنسکرت - ہندی - گورمکھی یا شہریت وغیرہ میں سے کوئی دو مضمون بجائے دیہاتی سائنس لینگے۔ جن میں سے ایک مضمون تو لازمی طور پر ابتدائی سائنس ہوگا - اور دوسرا مندرجہ بالا میں سے کوئی ایک مگر ہر دو مضامین میں سے پاس ہونا ضروری ہوگا۔ یعنی ریاضی اردو وغیرہ دیگر مضامین کی طرح دیہاتی سائنس یا اس کے مقابلہ میں لیئے ہوئے دیگر مضامین بھی لازمی ہونگے۔

اس سکیم پر اچھی طرح غور و خوض کر لینے کے بعد ممکن ہے۔ محکمہ نے کوئی مفید نتیجہ اخذ کیا ہو مگر عملی طور پر

جو مشکلات اس سکیم کے اجراء سے پیش آرہی ہیں یا جن کے آئندہ پیش آنے کا احتمال ہے ۔ وہ درج ذیل ہیں ۔ اُمید ہے کہ تجربہ کار اساتذۂ کرام ان تکالیف پر ہمدردانہ غور فرما کر محکمہ کے ارباب بست و کشاد کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی سعی فرمائینگے ۔ یا کوئی اور مفید صورت محکمہ کے پیش کرکے دیہاتی اساتذہ اور تلامذہ کی مشکلات کا ازالہ کرنے کی جدوجہد عمل میں لائینگے ۔

دیہاتی سائنس میں ذیل کے مضامین شامل ہیں ۔

(ا) **زراعت** ۔ اس مضمون کی عملی طور پر تعلیم دینے کے لئے ہر مدرسہ کے ساتھ زراعتی فارم کی ضرورت ہے ۔ اور زراعتی فارم کا اجرا سوائے نہری علاقہ کے یا جہاں چاہی آبپاشی کے ذرائع مہیا کئے جائیں ۔ بہت حد تک ناممکن ہے ۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈوں یا محکمہ تعلیم نے زراعت پڑھانے والے مدرسین کی ٹریننگ ۔ زراعتی فارموں کے لئے زمین حاصل کرنے یا آلات زراعت مہیا کرنے ۔ آبپاشی کا مناسب انتظام کرنے کی طرف بعض اضلاع میں کوئی توجہ نہیں دی ۔ اس لئے اس مضمون کا ہر مڈل سکول میں جاری ہونا کافی عرصہ تک ناممکن ہے ۔

(ب) **سائنس** ۔ اس مضمون کی تعلیم بھی عملی طور پر دینے کے لئے سامان سائنس کی ضرورت ہے ۔ قبل ازیں سائنس اختیاری مضمون تھا ۔ اس واسطے بغیر سامان کے مدرسین کتابی معلومات سے طلباء کو واقف کر کے مطمئن ہو جاتے تھے ۔ اور نہ مدرسین کی طرف سے سامان طلب کرنے کا تقاضا کیا جاتا تھا ۔ نہ ہی محکمہ خود بخود ہر جگہ توجہ دیتا تھا ۔ چونکہ مضمون اختیاری تھا اس واسطے ۲۵ فی صدی نمبر لے کر طلبا پاس ہو جاتے تھے ۔ اور اگر سائنس میں فیل بھی ہو جاتے تھے ۔ تو بھی لازمی مضامین کی کامیابی پاس ہونے کو کافی تھی ۔ سائنس یا دیگر اختیاری مضامین میں فیل ہونا لازمی مضامین کی کامیابی پر اثر انداز نہ ہوتا تھا ۔

لیکن اب سائنس کو خواہ دیہاتی سائنس کی شاخ قرار دے کر پڑھایا جائے یا ابتدائی سائنس کی صورت میں ۔ ہر حالت میں اُمیدوار کا اس مضمون میں ۳۳ فیصدی نمبر لے کر پاس ہونا ضروری ہے ورنہ اس مضمون میں فیل ہونے والے کو امتحان میں فیل قرار دیا جائیگا ۔

اس واسطے ضروری ہے کہ محکمہ ہر مدرسہ کو سامان سائنس حسب ضرورت مہیا کرے ۔ اور ایسی اشیاء جو تجربات میں خرچ ہوتی رہتی ہیں ۔ ان کے دوبارہ سائنس روم میں مہیا کرنے کے لئے ہر مدرسہ کے لئے علیحدہ کنٹنجنٹ مقرر کیا جائے ۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بعض ورنیکلر مڈل سکولوں میں سامان آج تک بالکل دیا ہی نہیں گیا ۔ اور جہاں پُرانا سامان موجود ہے ۔ نئی سکیم کے مطابق اس سے وہ تمام تجربات

مکمل نہیں ہو سکتے جو پُرانی سکیم میں موجود نہ تھے۔ یا پُرانا سامان خرچ ہو جانے ٹوٹ جانے اور کثرت استعمال سے بیکار ہو جانے سے اب اس کی جگہ نیا سامان مطلوب ہے جو مہیا نہیں کیا گیا۔ حالانکہ پہلی سہ ماہی گزر چکی ہے۔ اور ایک لازمی مضمون کی عملی تعلیم کے لئے محکمہ نے تا حال کوئی توجہ نہیں دی مزید برآں ورنیکلر فائنل کے امتحان میں صرف چھ سات ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور اُمیدواران نے اس مضمون کو جو متواتر تین سال اختیاری قرار دیکر پڑھتے آئے ہیں۔ اور اساتذہ اور تلامذہ نے قبل ازیں حسب معمول اس کی طرف سے بے توجہی روا رکھی۔ اب صرف چند ماہ میں لازمی طور پر اس کی تیاری کرنا ہے۔

نیز جن مدارس میں سامان موجود ہی نہ تھا ان مدارس میں بجائے سائنس کے زراعت ڈرائنگ یا کوئی اور مضمون طلبا نے جماعت ہفتم تک پڑھا۔ مگر اب یک لخت انکو صرف جماعت ہشتم میں چار سال کا کورس تیار کرنا ہے۔ اور وہ بھی محکمہ کی مہربانی سے بغیر سامان کے۔

پس ایسی صورت میں دیہاتی مدارس کے وہ اُمیدوار جو ورنیکلر تعلیم حاصل کرتے ہیں بہت خسارے میں رہینگے۔ کیونکہ اینگلو ورنیکلر امتحان کے اُمیدوار تو انگریزی شروع سے پڑھتے آئے ہیں۔ اور اب بھی انہیں مڈل سکول امتحان پاس کرنے کے لئے انگریزی ہی بمقابلہ دیہاتی سائنس لینی ہے نیز انگریزی پڑھانے والے ۹۹ فی صدی اساتذہ تجربہ کار اور بی اے یا ایم اے ڈگری یافتہ اور ایس اے وی یا بی ٹی تربیت یافتہ ہیں۔

لیکن ورنیکلر اُمیدواروں کو دیہاتی سائنس یا ابتدائی سائنس اور زراعت یا شہریت کی تعلیم دینے والے صرف ایس وی مدرسین اور وہ بھی بالعموم ناتجربہ کار۔ بلکہ نئے تربیت یافتہ۔ کیونکہ ہیڈ ماسٹر صاحبان بالعموم اس مضمون کو نہ قبل ازیں خود پڑھاتے تھے۔ اور نہ اب پڑھائینگے۔ وہ تو ریاضی اور اُردو کو ضروری اور لازمی مضمون بزعم خود قرار دے چکے ہیں۔ دیگر مضامین کو ماتحت مدرسین کے ذمہ لگا دیتے ہیں اور بس۔

(ج) یہی حالت شہریت اور کوآپریشن کی ہے جو دیہاتی سائنس میں شامل ہیں۔ شہریت سے تو ہمارے ورنیکلر اساتذہ کم از کم ۵۰ فیصدی نابلد محض ہیں۔ اور کوآپریشن بھی بغیر مطالعۂ کتب یا عملی تجربہ کے پڑھانا آسان نہیں۔ نیز شہریت کے مضمون کے لئے جن کتب یا رسائل کی ضرورت ہوگی بالعموم مدارس کی لائبریریاں ان سے خالی ہیں۔ اور نہ ہی مستند اور مناسب کتب کی فراوانی پر تا حال محکمہ نے توجہ دی ہے۔ بلکہ دیہاتی سائنس کی صرف ایک کتاب حصہ چہارم کے نام سے صرف

آٹھویں جماعت کے لئے ایک پبلشر نے شائع کی ہے۔ حالانکہ آٹھویں جماعت میں گذشتہ سہ سالہ کمی کو بھی پورا کرنا ضروری ہے۔ اور کتب کی طباعت کا کام کم از کم فروری۔ مارچ میں ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ اور ایسی کتب ٹیکسٹ بک کمیٹی کو خود مرتب کر کے طبع کروانی چاہئے تھیں۔ مگر یہاں پہنچ کر ٹیکسٹ بک کمیٹی بھی خاموش ہے۔ نیز شہریت جیسے اہم مضمون پڑھانے والے ورنیکلر اساتذہ کے لئے اخبارات و رسائل کا مطالعہ بیحد ضروری ہے۔ مگر کچھ تو ورنیکلر مدرسین کی اس پہلو سے عدم دلچسپی اور کچھ کنجوسی اخبارات و رسائل کے مطالعہ سے بہرہ اندوز نہیں ہونے دیتی۔ اور جو اخبارات محکمہ تعلیم قبل ازیں ہر مدرسہ کو سرکاری طور پر مہیا کرتا تھا۔ وہ بھی اب بند کر دیئے ہیں۔ مثلاً اخبار تعلیم رسالہ ادبی دنیا۔ ہمایوں۔ رہنمائے تعلیم وغیرہ رسالے جو اچھے علمی۔ ادبی۔ تاریخی اور دیگر مختلف النوع مضامین شائع کرتے ہیں۔ لیکن ٹیکسٹ بک کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈوں نے انکی خریداری سے ہاتھ کھینچ کر دیہاتی مدارس کو اخبار ی دنیا سے بالکل الگ تھلگ کر دیا ہے۔ اب ہر طرف دیہات سدھار یا دکھلاوے کے چند اجلاس کی کارروائی شائع کرنیوالے اخبارات گھر گھر جاری ہو گئے ہیں۔ اور اضلاع کی رورل کمیونٹی کونسلیں ایک اخبار برائے اشاعت کارروائی اجلاس کمیٹی مذکور ضروری سمجھتی ہے۔ اس واسطے ہر ضلع میں ایک ایک سہ رقعہ جاری ہے۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈ اپنے ضلع کا مقامی آرگن خریدنا ضروری خیال کرتے ہیں خواہ اخبار کی لکھائی چھپائی یا ادبی و اخلاقی حیثیت کیسی ہو گو تمام ایسے اخبارات بے فائدہ اور ناقص نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ بلکہ بعض کی حالت اچھی ہے۔ لیکن جس غرض کے لئے اس بحث میں اخبارات کی ضرورت جتائی گئی ہے۔ وہ ان ضلع وار اخبارات سے پوری نہیں ہوتی۔

اب یہ سوال کہ ان انتظامی خامیوں اور سررشتہ تعلیم کی عدم توجہی کا اثر دیہاتی طلبا پر بالعموم اور ورنیکلر امیدواران ڈ پر بالخصوص کیا پڑیگا؟ ظاہر ہے کہ یہ امیدوار قبل ازیں بھی قصباتی مدارس کے طلبا سے کسی قدر پیچھے ہٹتے چلے آئے ہیں۔ کہاں منشی فاضل پرشین ٹیچر اور بی۔ ایس۔ سی یا ایم ایس سی سائنس ماسٹر اور کہاں بیچارے ایس وی! نتیجہ یہ ہوا کہ اختیاری مضامین پر دیہاتی مدرسین نے توجہ نہ دی اور ورنیکلر امیدوار بالعموم نمبروں کے مجموعہ کی کمی کا شکار ہو کر لیاقتی وظائف سے محروم رہے اور بہت حد تک فوجی وظائف پر بھی بُرا اثر پڑا۔ نیز جنرل نالج میں بالکل طوطے کی طرح درس چہ شکا و رس۔ اب چونکہ سوائے ایک مضمون کے خواہ وہ فارسی ہو یا عربی۔ سنسکرت ہو یا پنجابی۔ باقی تمام مضامین لازمی ہیں اور ایک اختیاری ہوگا۔ یا بجائے دیہاتی سائنس کے کوئی سے دو مضمون اور ریاضی۔ اُردو جنرل نالج کل پانچ لازمی اور ایک اختیاری پس موجودہ بے سروسامانی کی حالت میں وظائف حاصل کرنا تو درکنار پاس ہونا بھی مشکل ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ ورنیکلر تعلیم سے پبلک کی عدم دلچسپی اور آئندہ گریز کی صورت میں نمایاں ہوگا۔ اور دیہاتی طبقہ جو پہلے ہی مالی کمزوریوں کا شکار ہے۔ اور تعلیم سے چنداں متعارف نہیں۔ بہت حد تک مڈل سے آگے

نہ جا سکیگا۔ البتہ ایک بات ضرور ہے کہ ورنیکلر مڈل پاس ہر سال کم ہوتے جائینگے۔ اور افسران محکمہ تعلیم نائب مدرس کی درخواستوں کے انبار سے بہت حد تک مخلصی پائینگے۔

نیز آئندہ صلاحات میں پرائمری پاس ووٹر قرار دیا گیا ہے۔ اس واسطے ہمارے نمائندگان کونسل یا ڈسٹرکٹ بورڈ کے مڈل تک طلبار کو تعلیم حاصل کرنے کی آسانیاں بہم پہنچانے میں چنداں دماغ سوزی کی ضرورت نہیں۔ اس واسطے دیہاتی (زمیندار) طبقہ خواہ کسی حالت میں کیوں نہ پہنچ جائے۔ چنداں قابل اعتنا نہیں۔

فوائد۔ نئی سکیم کے فوائد بیان نہ کرنا بھی ممکن ہے۔ تنگدلی یا تنگ نظری پر محمول کیا جائے۔ اس واسطے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ سو زراعت اور سائنس کے علاوہ طلباء کو شہری زندگی سے روشناس کرانے کی اس سکیم میں کوشش کی گئی ہے۔

مگر یہ فوائد مندرجہ بالا امور کی روشنی میں بالکل عملی حیثیت حاصل نہ کر سکینگے۔ تاوقتیکہ سررشتہ تعلیم ذیل کے امور پر توجہ نہ دے۔

(۱) ہر مضمون کی تعلیم کے لئے جلد از جلد ضروری کتب سرکاری طور پر مہیا کی جائیں۔

(۲) ضروری سامان بہت جلد مہیا کیا جائے۔

(۳) دوران سال میں پیش آمدہ اخراجات کے لئے فی الفور کنٹنجنٹ منظور کیا جائے۔

(۴) زرعی آلات اور زمین مہیا کی جائے۔ پانی کی بہم رسانی کا مناسب انتظام کیا جائے۔

(۵) اساتذہ کی زراعتی ٹرینینگ کا بمقدار کثیر اور فی الفور انتظام کیا جائے۔

(۶) آئندہ ٹرینینگ سکولوں میں بھی زراعتی ٹرینینگ شامل نصاب کی جائے۔

(۷) زراعت ماسٹروں کو الاؤنس دیئے جائیں۔

(۸) اخبارات و رسائل سرکاری طور پر ہر ثانوی مدرسہ میں مہیا کئے جائیں۔

(۹) امسال ان مضامین کے امتحان میں سختی سے کام نہ لیا جائے۔

(۱۰) ہر ضلع اور تحصیل میں مدرسین کے ریفریشر کورس منعقد کر کے انہیں محکمہ زراعت کوآپریشن۔ پبلک ہیلتھ۔ اور سائنس ماسٹر صاحبان کے لیکچروں سے مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔

جن اساتذہ نے تا حال اس سکیم کی عملی پیچیدگیوں یا آئندہ اثرات پر توجہ نہیں دی وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ انہیں براہ کرم اس طرف فی الفور متوجہ ہو کر مناسب حل سوچنا چاہیئے۔ ۲۹-۸-۳۵

(سید) علی اکبر شاہ بخاری ہیڈ ماسٹر مڈل سکول گلہڑہ گلی (مری)

رہنمائے تعلیم کا سپیشل ریڈ کراس نمبر

حکام سررشتہ تعلیم پنجاب کی نظر کیمیا اثر میں

(۱) جناب صاحب ڈویژنل انسپکٹر بہادر مدارس لاہور بذریعہ خاص سرکلر میمو نمبر ۵۰۳۵ ایل ۵ رقمطراز ہیں

منجانب رائے بہادر مسٹر من موہن ایم اے انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن

بخدمت جملہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر و ہیڈ ماسٹر صاحبان ہائی سکولز لاہور ڈویژن

ہیڈ ماسٹر صاحبان گورنمنٹ نورمل سکول گکھڑ و گورنمنٹ مڈل سکول پسرور

مقام لاہور - مورخہ ۱۳ ر مئی ۱۹۳۵ء

جناب من - میں مفصلہ ذیل رسائل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

(۱) دی "پنجابی پنچ" جو امرتسر سے شائع ہوتا ہے - یہ رسالہ پنجابی جاننے والے طلبا کے لئے مفید ماہانہ ہے - سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ) (۲) رسالہ رہنمائے تعلیم - رام گلی لاہور کا سپیشل ریڈ کراس نمبر اس خاص نمبر میں مطالعہ کے قابل نہایت مفید اور دلچسپ لٹریچر بہم پہنچایا گیا ہے - قیمت فی جلد دو روپے (عہ)

آپ کا وغیرہ (دستخط) عبدالحق ہیڈ کلرک منجانب ڈویژنل انسپکٹر بہادر لاہور ڈویژن

(۲) منجانب سردار صاحب سوہن سنگھ پی ای ایس ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شیخوپورہ

سی ایم نمبر ۲۴۴۵ جی مورخہ ۲۷ ر مئی ۱۹۳۵ء بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحبان مڈل سکولز ضلع شیخوپورہ

جناب من! اطلاعاً گزارش ہے کہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کا ریڈ کراس نمبر نہایت مفید اور کارآمد شے ہے - جو ریڈ کراس تحریک کے متعلق نہایت معقول اور پختہ آگہی کا مخزن ہے - لہٰذا میں آرزومند ہوں کہ آپ اپنے اپنے ہاں کے ریڈ کراس فنڈ سے کم از کم اس خاص نمبر کی ایک ایک جلد ضرور خریدیں - اس کی تعمیل سے دفتر ہذا کو بہت جلد اطلاع دی جائے۔ آپ کا وغیرہ وغیرہ

(دستخط) پرتیم سنگھ ہیڈ کلرک منجانب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع شیخوپورہ

نمبر ۲۴۴۵ مورخہ ۲۸-۵-۳۵ - نقل سرکلر بخدمت سردار جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی بغرض اطلاع مرسل ہو - یہ انکی چٹھی نمبری ۵۱۶ مورخہ ۲۷ ر فروری کے جواب میں ہے۔ (دستخط) پرتیم سنگھ ہیڈ کلرک

کیا باقی ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان مدارس پنجاب بھی اس قسم کے سرکلر شائع فرما کر رہنمائے تعلیم کو مفتخر فرمائینگے۔

بُتِ خاموش

(حضرت باسط بسوانی)

قائل ہے ترا دل سے وہ اے بتِ بیگانہ — اُلفت سے برہمن ہے پابندِ صنمخانہ
سو جان سے صدقے ہے وہ تیری اداؤں پر — تو غیرتِ لیلا ہے وہ نجد کا دیوانہ
تو پردۂ دل میں ہے تو آنکھ میں پھرتا ہے — کعبہ بھی ترا گھر ہے اے رونقِ بتخانہ
تو گل ہے وہ بلبل ہے تو سرو ہے وہ قمری — تو شمعِ تجلی ہے وہ غیرتِ پروانہ

کچھ مُنہ سے نہیں کہتا تو اے بتِ بیگانہ
مشتاقِ تکلم ہیں سب راہبِ بتخانہ

سامانِ قیامت ہے فریاد سے شیون سے — گونج اُٹھا صنمخانہ ناقوسِ برہمن سے
سرشار ہے جلوہ سے وہ وقت سحر ایسا — ہٹتی ہی نہیں آنکھیں تیری رخِ روشن سے
بھولا نہ کبھی تجھ کو سودائے محبت میں — وہ چاک گریباں ہے لپٹا ترے دامن سے
پابندیٔ اُلفت ہے پابندِ سلاسل ہے — یاں طوقِ غلامی بھی وابستہ ہے گردن سے

اُمیدِ وفا کیوں ہے تجھ سے بتِ پُرفن سے
جب بات نہیں کرتا بھولے سے برہمن سے

آفاق میں جلوہ ہے ترا بتِ ہرجائی — حیرت کا مرقع ہے ہر چشمِ تماشائی
بدنامِ محبت ہے اس سے وہ نہیں ڈرتا — لیکن یہ تمنا ہے تیری نہ ہو رسوائی
وارفتۂ اُلفت ہے یہ ہوش کہاں اُس کو — مجنوں ہے کہ دیوانہ وحشی ہے کہ سودائی
بتخانے سے اُٹھ کر وہ جائیگا کہاں آخر — تقدیر میں لکھی ہے اس در کی جبیں سائی

تو لب سے عیاں کردے اعجازِ مسیحائی
حاصل ہے اگر تجھ کو کچھ قدرتِ گویائی

بسلسلہ سابقہ

انقلاب

(از سید انور علی صاحب نقوی)

غرض بنارس سے دریائی سفر کو خشکی کے سفر پر ترجیح دی گئی ۔ چونکہ اُن دنوں سٹیم بوٹ جاری ہو چکے تھے ۔ اس لئے کلکتہ تک سٹیم بوٹ کرایہ پر لئے گئے ۔ اور یہ چھوٹا سا قافلہ بنارس سے دریائے گنگا کے ذریعے کلکتہ روانہ ہوا ۔ وہاں پہنچ کر موچی کھولہ (جسے آج کل مٹیابرج بھی کہتے ہیں) میں ایک کوٹھی (جس کا احاطہ بھی بہت وسیع تھا) کرایہ پر لی ۔ مگر واجدعلی شاہ مرحوم کا مزاج بنارس سے ہی کچھ ناساز ہو گیا تھا ۔ اب مئی کا مہینہ ۔ دریائی سفر ۔ سفر کی تکلیف سب نے مل ملاکر بخار کی صورت پیدا کی ۔ اور پھر بڑھتے بڑھتے تپ محرقہ ہو گیا ۔ اب ایسی شدید علالت میں افریقہ کے گرد ہو کر براستہ راس امید انگلینڈ تک ساڑھے تین ماہ کا طویل سفر کیسے ہو سکتا ہے ۔ طبیب شاہی سفر کرنے کو منع کیا ۔ اور یہاں تک کہ اگر بادشاہ یہ طویل سفر کرینگے ۔ تو ان کی جان کا خطرہ ہے ۔ ان کو ہرگز ہرگز نہ جانا چاہئے ۔ لہذا بادشاہ کا جانا ملتوی ہو گیا ۔ اور بھائی اور فرزند چند خاص مشیر و ارکان سلطنت بمعہ جنابہ والدہ بادشاہ مرحوم بہت سے تحفہ تحائف لے کر کلکتہ سے روانہ لندن ہوئے ۔ چنانچہ یہ دوسری مصیبت تھی ۔ ایک تو سلطنت کے چھٹنے کا رنج ۔ دوسرے خاص الخاص اعزہ کی جدائی ۔ یہ بھی ایک انقلاب عظیم کی صورت تھی ۔ کہ جن مخدرات نے کبھی محلات سے نکلنے کا نام نہ لیا ہو ۔ اب اُن کو ساڑھے تین ماہ کا سمندری سفر ۔ وہ بھی ایک رنج و غم کے ساتھ اُمید موہوم پر ۔ نہ معلوم حسب مراد کام ہو یا نہ ۔ اس جدائی اور روانگی کے وقت کی حالت کو شیخ غلام حیدر صاحب المتخلص بہ صغیر شاگرد رشید سید علی اوسط رشک نے اپنی نظم میں اِس قافلے کے حسب حال کیا اچھا کہا ہے :-

(۱) کیا باغ میں شاہ نے جب قیام　　ہوئی جب صحرا نوردی تمام
(۲) پئے مُلک تدبیر ہونے لگی　　ہر اک سمت تحریر ہونے لگی
(۳) چراغِ رہِ عقل روشن کیا　　پئے کامِ دل عزم لندن کیا
(۴) کہا ایک دانائے درگاہ نے　　یہ حالت تو کی سختی راہ نے
(۵) کہ سنبھلا نہیں بادشاہ کا مزاج　　لبوں پر نہیں دور جامِ علاج
(۶) یہ رنگ رُخ شاہ سے ہے عیاں　　کہ ہے زعفرانی گلِ ارغواں

(۷) بہت جسم کو ناتوانی ہوئی — کہ مانند پیری جوانی ہوئی

(۸) اگر شاہ کو اور ہوگا سفر — طبیعت کو ہوگا زیادہ ضرر

(۹) یہ ہر چند ہے بہتری کا سفر — پر اب ہے یہاں سے تری کا سفر

(۱۰) اب آگے ارادہ نہ حضرت کریں — ولیعہد اور ماں کو رخصت کریں

(۱۱) جو ہونا ہے مطلب تو ہو جائیگا — ہما دام اقبال میں آئیگا

(۱۲) خدا جانے کیا بات ٹھہرے وہاں — سمجھئے تو جاتے ہیں حضرت کہاں

(۱۳) پسند آئی یہ بات ہر ایک کو — کہی آفریں مصلحِ نیک کو

(۱۴) اِسی گفتگو نے جو پایا قرار — تو عازم ہوئی مادرِ شہریار

(۱۵) بہت شہ نے بھائی کو سمجھا دیا — ولیعہد کو ساتھ ماں کے کیا

(۱۶) جواہر کے صندوق لدوا دیئے — کہ لے جاؤ یہ پیشکش کے لئے

(۱۷) اُٹھے جس قدر زر اُٹھانا وہاں — بڑی شان و شوکت سے جانا وہاں

(۱۸) ملے مُلک سارا تو کیا پوچھنا — جو دیں گھر ہمارا تو کیا پوچھنا

نمبر ۱۹ ہائے کیسا حسرت بھرا شعر ہے - اور صبر کی تلقین!

۱۹ وگرنہ غنیمت ہے جو ہاتھ آئے — جھگڑنا بہت آگے حاکم کی رائے

چونکہ واجد علی شاہ پر بد انتظامی کا الزام لگایا گیا تھا۔ اس لئے آپ نمبر ۲۰ میں کہتے ہیں -

(۲۰) مَیں ہوں خوش نہیں سلطنت ہو اگر — یہ سمجھوں کہ پھر مَیں ہُوا تاجور

(۲۱) تمہیں تاج دے کاش وکٹوریا — تو گویا پھر اُس نے مجھی کو دیا

(۲۲) وگر مہرباں ہو ولی عہد پر — تو حاصل ہو مجھ کو قرارِ جگر

(۲۴) بہت عیش دُنیا کے میں نے کئے — تمہارے لئے ہے تو میرے لئے

(۲۵) کہا شہ کے بھائی نے یوں بھر کے آہ — ہمیشہ سلامت رہیں بادشاہ

(۲۶) یہ ارشادِ شایانِ حضرت نہیں — مجھے حسرتِ تاج و دولت نہیں

(۲۷) خدا رکھے قائم مدام آپ کو — سمجھتا ہوں اپنا بڑا آپ کو

(۲۸) نہیں شاہ سے کچھ جدائی مجھے — کہ حضرت سے ہے بادشاہی مجھے

(۲۹) سُنا یہ تو سینے سے لپٹا لیا — کہا جاؤ حفظِ خدا میں دیا

(۳۰) لگایا گلے سے جو فرزند کو — لگیں ہچکیاں مردمِ چند کو

(۳۱) یہ تھا حال نوابِ عصمت پناہ — رواں اشک تھے اور لب پر تھی آہ
(۳۲) جدا جس کو ماں نے سلایا نہ تھا — کبھی چین بے جس کے آیا نہ تھا
(۳۳) اُسی کو تھی درپیش راہِ دراز — اُسی کا سفر تھا میانِ جہاز
(۳۴) اُدھر مادرِ شاہِ عالی وقار — پسر کی جُدائی میں تھی بیقرار
(۳۵) کہا زندگی ہے تو پھر آؤں گی — تمہارے لئے تاج میں لاؤں گی
(۳۶) یہ ہے اور آفت سوائے سفر — کہ جاتی ہوں تم کو یہاں چھوڑ کر
(۳۷) کہا شہ نے قسمت سے چارہ نہیں — کہ قابو ہمارا تمہارا نہیں
(۳۸) اگر ہے تمہیں دردِ لختِ جگر — مجھے بھی تو ہے رنجِ ہجرِ پسر
(۳۹) تمہارا ہے غم بھائی کا ہے الم — یہ ہیں فرقتیں تین تنہا ہیں ہم
(۴۰) غرض مادرِ شاہِ گردن فراز — گئی بعدِ رخصت میانِ جہاز
(۴۱) بہت ساتھ تھیں عورتیں ہم نفس — ملازم تھے سب یکصد و ہفت کس
(۴۲) روانہ ہُوا اس طرح وہ جہاز — پسِ صید جس طرح جاتا ہے باز

غرض یہ قافلہ کلکتہ سے بماہ مئی ۱۸۵۶ء براہِ بحرِ ہند و عرب و راس اُمید انگلستان کو روانہ ہُوا۔ اُدھر واجد علی شاہ کی بیماری اور بڑھ گئی۔ اور بالکل صاحبِ فراش ہو گئے۔ اور باوجود علاج کامل ایک سال تک صحت یاب نہ ہو سکے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں صحت کلی ہوئی۔ غسلِ صحت کا جشن بہت رات تک رہا۔ چنانچہ بعد جشن ذرا سونے پائے تھے۔ کہ گورہ پلٹن کا ایک دستہ درِ دولت پر حاضر ہُوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ گورنر جنرل لارڈ کیننگ۔ کا حکم ہے کہ آپ کلکتہ کے قلعہ فورٹ ولیم کو چلیں۔ کیونکہ ہندوستان میں فوجوں نے بغاوت کی ہے۔ اور غدر کا ہنگامہ برپا ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ غدر فرو ہونے تک آپ قلعہ میں قیام پذیر رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ باغی آپ کو گھیر لیں۔ ہر چند شاہِ مرحوم نے عذر کیا کہ لکھنؤ میں باوجود صاحبِ اختیار اور مالکِ افواجِ پیادہ و اسوار ہونے مطلق سرکار انگریزی کے خلاف نہ کیا۔ اور نہ ہونے دیا۔ اب خلاف کیسے کر سکتا ہوں۔ مگر کوئی عُذر مسموع نہ ہُوا۔ اور اپنی کوٹھی سے جا کر قلعہ فورٹ ولیم میں محبوس ہو گئے۔ یہ انقلاب کی تصویر ہے۔ سلطنت سے محرومی۔ وطن سے دوری۔ والدہ بیٹے اور بھائی سے مہجوری۔ اسیری اور مجبوری جس پر یہ انقلابات وحادثات گذریں وہی جان سکتا ہے۔ دوسرے کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اب قلعے کے اندر کے اوقات سُنئے۔

(باقی آئندہ)

سانیٹ

ابھی تک آنکھ کے تِل میں تری تصویر رقصاں ہے
ابھی تک حشر برپا ہے تمناؤں کے ایواں میں
ابھی تک گُم ہیں میرے ہوش اِک دُنیائے پنہاں میں
ابھی تک دل میں تیری یاد اِک عشرت کا ساماں ہے
ابھی تک چشمۂ مہر و محبت ہے ادا تیری
ابھی تک تیرے دم سے ہے کمالِ دلکشی پیدا
ابھی تک روحِ افسردہ میں ہے اِک تازگی پیدا
ابھی تک لُطف دیتی ہے مرے دل کو جفا تیری
ابھی تک پھُول جھڑتے ہیں ترے لب ہائے خنداں سے
ابھی تک تیری باتوں میں وہی اندازِ پنہاں ہے
ابھی تک تیرے نغموں میں وہی اعجاز پنہاں ہے
ابھی تک میرے ارماں کھیلتے ہیں تیرے داماں سے
مگر حیرت ہے تُو اِس قرب پر کیوں دُور رہتا ہے
ترا جلوہ مری آنکھوں سے کیوں مستور رہتا ہے

(روشن [illegible])

رباعی

(از اعتبار الملک حضرت دل شاہجہانپوری)

جو دل کی تمنا ہو نکل جاتی ہے
بگڑی ہوئی تقدیر سنبھل جاتی ہے
رکھتا ہے جو عہدِ ملک برٹش میں قدم
اُس شخص کی دُنیا ہی بدل جاتی ہے

دل

علاماتِ قرات و تحریر

یعنی وہ علامات جو پڑھنے اور لکھنے میں مستعمل ہوتی ہیں جن سے عبارت با محاورہ خوشنما اور باقاعدہ معلوم ہوتی ہیں۔ آجکل کے طالب علم ان سے بے بہرہ ہیں۔ اس لئے اِن کو ایک جگہ اکٹھا کرکے لکھا جاتا ہے۔

علامت سکتہ یہ علامت (ء) اسے سرسید مرحوم نے ایجاد کرکے تہذیب الاخلاق میں پیش کیا تھا۔

استعمال۔ علامت سکتہ (ء) کا استعمال اس جگہ ہوتا ہے جہاں جملے یا فقرے کا ایک مطلب ختم ہوجائے۔ مثلاً "رسالہ رہنمائے تعلیم" جو لاہور سے شائع ہوتا ہے ء علامت سکتہ کے بعد اتنا ٹھہرنا چاہئے جتنا کہ ایک گننے میں وقت درکار ہو۔

علامت سکون۔ اس علامت (؎) کو بھی سرسید مرحوم نے تجویز کیا تھا یہ زیادہ تر (ف) استعمال کی جاتی ہے۔

استعمال۔ علامت سکون کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جبکہ جملے کا ایک حصہ پورے مطلب کے ساتھ ختم کیا جائے اور اسی جملے کے دوسرے حصے کے ساتھ بھی تعلق ہو مثلاً رسالہ رہنمائے تعلیم کی لکھائی اور چھپائی اچھی ہے ؎ خط بھی گنجان نہیں ہے۔ ایسے موقعہ پر اتنا ٹھہرنا چاہئے جتنا کہ دو گننے میں وقت لگتا ہے۔

علامت وقفہ۔ اس علامت ؛ کو علامت وقفہ کہتے ہیں۔ یہ علامت تحریر میں اس وقت استعمال ہوتی ہے جبکہ کسی جملے میں سکتہ و سکون کے بعد زیادہ ٹھہرنا ہو۔ اور جملے کے ختم شدہ حصے سے باقی ماندہ حصے کو تعلق ہو۔ مثلاً رسالہ رہنمائے تعلیم صاف چھپتا ہے ؛ تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ اس علامت کے لئے اتنا ٹھہرنا چاہئے جتنا کہ تین گننے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔

وقفہ کامل۔ اس (۔) علامت کو وقفہ کامل کہتے ہیں۔ اس کی تجویز بھی سرسید مرحوم نے کی تھی۔

استعمال۔ وقفہ کامل اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایک جملہ پورا ہوجائے اور دوسرے جملے سے اُسے معنی میں کسی طرح کا تعلق نہ ہو مثلاً رسالہ رہنمائے تعلیم اُردو زبان کا عمدہ ماہواری رسالہ ہے۔ صاف چھپتا ہے۔ نظم و نثر کے مضامین اعلےٰ پیمانے پر لکھے جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ لکیر بڑی اور دراز نہ کی جائے جس قلم سے آپ لکھ رہے ہیں۔ اُسی قلم کے دو نقطوں کی مقدار ہو مثلاً :-

علامت استفہامیہ۔ جب کبھی تحریر میں سوالیہ جملہ آجائے تو اس کے سامنے یوں ؟ نشان بنادیا جائے

علامت تعجب۔ یہ علامت اُردو میں بھی مستعمل ہوچکی ہے اور ہمیشہ استعجابیہ کلمات کے بعد یہ نشان نظر آتا ہے۔ مثلاً (!)

علامت ترکیب۔ علامت ترکیب کو انگریزی میں ہائفن کہتے ہیں۔ اس لئے انگریزی ہی میں استعمال ہوتی ہے

علامت قوس۔ اب یہ اُردو میں بھی استعمال ہونے لگی مثلاً ( )

علامت اقتباس۔ اپنی تحریر میں جب دوسرے کا بیان یا الفاظ استعمال کئے جائیں تو دوسرے کے بیان یا الفاظ کو علامت اقتباس کے ساتھ لکھنا اچھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ قتل کیجئے گا۔ ہنس کر کہنے لگے کہ "آنکھوں سے"

علامت ہشت (٨) یہ علامت ہشت اب اُردو میں بھی استعمال ہونے لگی ہے۔ اُس جگہ لکھی جاتی ہے۔ جہاں کہ لکھتے لکھتے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہو اور یاد آنے پر سطر کے اوپر لکھدیا گیا ہو رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور سے شائع ہوتا ہے۔

علامت توجہ۔ اس کو انگریزی میں انڈر لائن کہتے ہیں۔ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ الفاظ کے نیچے لکھنے کے عوض الفاظ کے اوپر لکیر کھینچ دیتے ہیں۔ ہمیں متوجہ ہونا چاہئے۔ بہتر ہوگا اگر ہم الفاظ کے نیچے ہی لکھا کریں مثلاً ہندوستان میں کالیداس سا آدمی پھر پیدا ہونا مشکل ہے۔

علامت تفصیل ذیل۔ یہ علامت (:-) اُردو میں مروج ہوچکی ہے۔ تحریر کے ختم ہونے پر اگر کچھ اور بیان ہے تو یہ :- علامت لکھدی جاتی ہے۔ مثلاً رسالہ رہنمائے تعلیم کا پتہ یہ ہے:- بخدمت

علامت نجم۔ علامت نجم کو انگریزی میں سٹار کہتے ہیں ⁎ یہ وہاں لکھی جاتی ہے جہاں کہ بہت سے یا کچھ الفاظ قصداً چھوڑ دیئے ہوں مثلاً رسالہ رہنمائے تعلیم میں مضامین نظم ونثر تو شائع ہوتے ہیں مگر × × × بھی شائع ہوتی ہے۔

علامت حاشیہ۔ یہ زیادہ تر عبارت یا تشریح سے مراد ہے جو اصل عبارت کے کسی مقام سے تعلق رکھتی ہو اُردو میں نمبر دیئے جاتے ہیں جو مناسب بلکہ انسب ہیں۔

اُردو میں رائج شدہ علامات

فتح یعنی زبر (َ)	جزم (ْ)	وصلہ (ٱ)	تنوین ضمہ (ٌ)
کسرہ یعنی زیر (ِ)	تشدید (ّ)	تنوین فتح (ً)	مد (ٓ)
ضمہ یعنی پیش (ُ)	ہمزہ (ٔ)	تنوین کسرہ (ٍ)	الفاً (ؔ) یا (؎)

علامات اختصار

اِلیٰ آخرہ	(الخ)	صفحہ	(ص)	سنہ عیسوی	(سنہ ع)
علیہ السلام	(عم)	صلی اللہ علیہ وسلم	(صلعم) یا (م)	سنہ ہجری	(سنہ ھ)
رضی اللہ عنہ	(رض) - (رضہ)	رحمتہ اللہ	(رح)	سنہ قبل مسیح	(سنہ ق م) یا ق م

فہرست علامات

علامت سکتہ	،	علامت وقفہ کامل	-	علامت تفصیل ذیل	(:-)	علامت ترکیب	(-)
״ سکون	؛	״ قوس	( )	״ استفہامیہ	(؟)	״ اشارہ	(—)
״ وقفہ	:	״ ہشت	(٨)	״ تعجب	(!)	״ اقتباس	(" ")
״ توجہ	(—)	״ نجم	*				

محفوظ علی خاں ایس وی ہیڈ ماسٹر دادری ضلع رہتک

صدائے دل

(برموقعہ الوداعی طلباء دوآبہ ہائی سکول جالندھر شہر)

بجھ گیا دل بھی سُنا سائے مصیبت ہو کر　　مُنہ سے ہر بات نکلتی ہے شکایت ہو کر
کھینچ کر نقشۂ فرقت میں دکھاؤں کیونکر　　دل پہ گذری ہے جو تحریر میں لاؤں کیونکر
آج اگلا سا گلستاں کا وہ انداز نہیں　　عندلیبانِ خوش الحان کی وہ آواز نہیں

ہمصفرانِ چمن چھوڑ کے کاشانوں کو
لئے جاتے ہیں تمناؤں کو ارمانوں کو

ہے دعا اپنی تمنائیں بر آئیں یارب　　بھر کے داماں دُرِ مقصود سے جائیں یارب
ہم زمانے میں رہیں سب کا سہارا ہو کر　　چمکیں دُنیائے ترقی میں ستارا ہو کر
علم کے بعد عمل کی بھی ہو طاقت یارب　　ہم کو ہو سارے زمانے سے محبت یارب
خدمتِ قوم کریں قوم کے خادم بن کر　　نکلیں میدان میں دشمن کے مقابل تن کر

رخصت اے صحبتِ زائر سے بچھڑنے والو
رخصت اے راہِ جدائی کی پکڑنے والو

زائر جالندھری

سلور جوبلی نمبر کے متعلق

میں اپنے محترم دوستوں کے چند خطوط پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرماکر شاد کریں ۔ جگت سنگھ

مکرمی محسن ادب جناب ماسٹر صاحب آداب و نیاز

سلور جوبلی نمبر فردوسِ نگاہ بنا۔ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ آپ اس قلیل مدت میں کیونکر اس ذمہ داری کو پورا کرینگے ۔ مگر نمبر دیکھنے پر میں اس بات کا قائل ہو گیا کہ طلب درکار ہے جذبات صادق کی ضرورت ہے ۔ نقوش راہ خود منزل بکف رہبر نکلتے ہیں ۔ نمبر نکلا اور اپنی جملہ خصوصیات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے نکلا ۔

سُنا جاتا ہے کہ سلاطین ماضی ایسے موقع پر اپنے خیرخواہوں کو جائدادیں ۔ جاگیریں ۔ بیشمار دولت مرحمت فرمایا کرتے تھے ۔ اب مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ آپ کے اس خلوص ۔ اس خیرخواہی ۔ اس قربانی کا فیاض گورنمنٹ کیا صلہ دیتی ہے ؟ اگر خدا ایسا وقت لے آئے تو بھائی صاحب ہم بھی حصہ دار ہیں بھول نہ جائیگا ۔

سلور جوبلی نمبر کے مصور ٹائیٹل پیج اور سلطان معظم کی تصویر سے نگاہ ۔ جبر ہٹی تھی کہ سلور جوبلی نمبر کے معزز مضمون نگار کے صفحہ پر جم کر رہ گئی اس پر ۔ میرے متعلق محترمی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس سے میں ہنوز کشمکش میں ہوں کہ یہ مجھے اُڑایا ہے (حالانکہ میں پتنگ نہیں) یا حقیقتاً مولانائے محترم کو کسی میری خدمت کی ضرورت ہے ۔ بہرحال شرط مبارکباد کا شکریہ ۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی خصوصیات دیرینہ کے ماتحت تاریخی نوعیت سے سلطان کے حالات حیات کو نہایت عمدہ پیرایہ میں تحریر فرمایا ہے ۔ سب سے زیادہ مجھے آپ کی سبق آموز ہستی کے حالات نے روحانی مسرت بخشی وہ مسرت جس میں استقلال ۔ جفاکشی ۔ عالی حوصلگی ۔ ایمانداری کے جذبات اُبھر آئے تھے ۔

نظموں میں مجھے فصیح العصر حضرت قبلہ نوح مدظلہٗ ۔ نیز ابوالفصاحت افضل الشعراء حضرت جوش ملسیانی مدظلہٗ جناب فیاض صاحب ہریانوی ۔ مائل صاحب کا قطعہ مدحیہ ۔ اندرجیت صاحب ۔ عظامی صاحب ۔ جناب عروج صاحب کے قطعات ۔ آذر صاحب ۔ ادیب صاحب (رمل مثمن سالم) کی نظمیں بہت پسند ہیں خصوصاً

ادیب صاحب کی محنت قابل داد ہے۔

مضامین کے سلسلہ میں قیصر ہند کے حالات حیات (مضامین کی جان) ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے حالات حیات (قارئین کو حوصلہ افزا) جوبلی کا مفہوم۔ کیک کھانے کا لطیفہ۔ یادگاری سلور جوبلی شہنشاہ کا روزانہ دستور العمل (غافل ہندوستانیوں کے لئے قابل تقلید مضمون) سلور جوبلی کی شب ہندوستان کی جانی اور مالی قربانیاں مع عوض۔ مجھے بہت پسند ہیں۔ (سحاب سخن جناب) اکبر احسنی گنوری

مکرمی ماسٹر جگت سنگھ صاحب۔ تسلیم

رہنمائے تعلیم کا سلور جوبلی نمبر نظروں کے سامنے ہے۔ ملک معظم جارج پنجم کی سوانح حیات پڑھ کر نہایت محظوظ ہوا۔ یہ آپ ہی کی کوشش بلیغ کا نتیجہ ہے۔

نمبر ہذا میں آپ کی زندگی کے حالات پر ایک مضمون نوشتہ شیخ محمد اسمعیل صاحب پانی پتی شامل روح درج ہے۔ جس نے میرے دل پر اس قدر اثر کیا کہ مجبور ہو کر آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ شیخ محمد اسمعیل صاحب کا میں مشکور ہوں کہ انہوں نے ایک ادب اردو کے پوشیدہ لعل کو ظاہر کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ جیسی ثابت قدم ہستی شاذو نادر ہی ہوگی جس نے باوجود مصائب کے اپنے قدم کو پیچھے نہ ہٹنے دیا۔ بیشک ادب اردو اور صیغۂ تعلیم کی خدمت میں آپ ہی کا حصہ ہے۔ اس سعی مشکور کو میں بنظر استحسان دیکھتا ہوں اور ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اور دست بدعا ہوں کہ خدا آپ کو اسی طرح صیغۂ تعلیم کی خدمت میں ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ آمین

خاکسار فرحت بخش گونڈوی بھیمڑی

میرے محسن سردار صاحب۔ سلام شوق

ریڈ کراس نمبر کی اشاعت کے بعد جولائی ۱۹۳۵ء میں شائع ہونے والے "دل نمبر" کا اعلان جب میری نظر سے گذرا تو میں آپ کی اولوالعزمی کی رہ رہ کر داد دیتا تھا۔ اس لئے اور بھی کہ ان تجربات تلخ سے دوچار ہونے کے بعد کہ اہل ملک نے آپ کے پیش کردہ مرقع ہائے ادب کی حقیقی قدر نہیں کی، مگر واہ ری عالی حوصلگی اور فیاض فطرت کہ ان سب خیالات کو پس پشت ڈالے ہوئے آپ ہیں کہ ہر ذمہ داری کو بڑے شوق سے اپنے ذمہ لے لینے کو ہمہ وقت تیار نظر آتے ہیں۔ خواہ اس میں مالی نقصان ہو یا اس کی تگ و دو میں اپنی صحت پر کوئی برا اثر پڑے۔ خیر یہاں تک غنیمت تھا کہ جب ۹۔ اپریل ۱۹۳۵ء کو

آنجناب کا گرامی نامہ موصول ہُوا۔ اس اطلاع پر کہ آپ "رہنمائے تعلیم" کا سلور جوبلی نمبر نکالنے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں اور پھر اس قلیل مدت میں یعنی ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء سے ۵ مئی ۱۹۳۵ء تک۔ میں بحر استعجاب وحیرت میں غرق ہو کر رہ گیا اور بے اختیار یہ شعر میرے لبوں پر رقص کرنے لگا۔ ؎ آبر گنوری

بڑھتے ہی جاتے ہیں آگے منزلوں دیوانہ وار اِک نئی منزل کی دُھن میں ہر نئی منزل سے ہم

میری خاک سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر اس قلیل مدت میں اس سپیشل (خاص) نمبر کے لئے جو مخصوص مذاق کا حامل ہوگا۔ مضامین بھی فراہم ہو سکیں گے یا نہیں مگر زندہ باد محسن ادب زندہ باد۔ اردو میں مضامین نگار سے اور چوٹی کے مضامین نگار سے کسی خاص موضوع پر مضمون لکھوا کر حاصل کر لینا آپ سے ہی خوش اخلاق و با مروت آدمی کا کام تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان بے نیاز ہستیوں کے پاس مضامین کے اکثر تقاضے آتے رہتے ہیں اور بیشتر تشنۂ جواب رہتے ہیں۔

غالباً ۱۲ مئی ۱۹۳۵ء کو ۸۰ صفحات کی ضخامت کا مصور سلور جوبلی نمبر ملا جس کی ظاہری دلفریبی نے ہی مجھے انگشت بدنداں کر دیا۔ تصاویر ایک سے ایک بڑھ کر خصوصاً ٹائٹل پیج کے دوسری طرف جو تصویر شائع ہوئی ہے بے شمار خصوصیات کی حامل ہے۔ ایک تصویر میں جہاں عہد گورنمنٹ برطانیہ کی ایجادات اور دیگر لاتعداد ترقیوں کی تصویریں پیش کی ہیں۔ وہاں ہیبت عدل کی تصویر اس مصرعہ کے مطابق ناظرین رسالہ ہذا کی نظروں کے سامنے ہے۔ ع اک گھاٹ پانی پیتے ہیں بُز غالہ و پلنگ

کتابت و طباعت دیدہ زیب ہے۔ اکثر صفحات رنگین ہیں۔ شاہی خاندان کا شجرہ بذریعہ تصاویر سمجھایا گیا ہے۔ خود حضور ملک معظم اور ملکہ میری کی کئی تصویریں شامل اشاعت کی گئی ہیں۔

مضامین کے اعتبار سے بھی یہ دوسرے رسائل کے سلور جوبلی نمبروں سے جو اس وقت تک میری نظر سے گزر چکے ہیں افضل و برتر ہے ——— یہ نمبر جوبلی سے متعلق تحقیقی مضامین۔ سبق آموز مختصر افسانوں۔ دلچسپ واقعوں۔ لطیفوں اور پُر لطف تاریخی ڈراموں کا ایک مجموعہ ہے۔ جن میں سے میرے نقطۂ خیال سے اعلیحضرت قیصر ہند جارج پنجم کی زندگی سے متعلق مورخ اعظم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل مدیر "عروج" کا ۲۷ صفحات کا تفصیلی تذکرہ بلحاظ تحقیقات وسند ہی۔ محنت و جانکاہی داد سے مستغنی ہے۔

آپ کے یعنی اپنے کرمفرما مکرم ماسٹر سردار جگت سنگھ صاحب کے اہم کوائف کے مطالعہ سے میرے دماغ کو جو ہنوز جبر و اختیار کے فلسفہ میں گم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ قدرے سکون نصیب ہو گیا۔ اور اس شعر پر اعتقاد کامل ؎ آبر گنوری

ترے قبضہ میں ہے یہ دست قدرت دیکھنے والے بنا خود اپنی قسمت سوئے قسمت دیکھنے والے

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ لفظ جوبلی کی تحقیق - بدی کا بدلہ (ڈراما) یادگاری سلور جوبلی شہنشاہ کا روز نامہ دستور العمل - سلور جوبلی کی شب - ملہن صاحب بی اے - بی ٹی کے اکثر مضامین ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین حاصل کرینگے -

نظموں میں سب سے زیادہ جو مجھے پسند آئیں وہ ناخدائے سخن علامہ حضرت نوح ناروی - ابوالفصاحت حضرت قبلہ جوش ملسیانی مدفیضہٗ، محترمی جناب فیاض ہریانوی بی اے - سحاب سخن حضرت اثر گنوری مدظلہٗ جناب عظامی صاحب - جناب اندر جیت صاحب شرما یکرمی فضا صاحب جالندھری - جناب آذر صاحب حضرت ادیب عثمانی کی مصنفہ ہیں -

مختصر یہ کہ سلور جوبلی نمبر ہر نوعیت سے لائق صد تحسین ہے اور اس کے مرتب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نیئر افضل الشعراء حضرت جوش ملسیانی کا حسن انتخاب ترتیب و تدوین قابل صد داد ہے - اور آپ کا یعنی معظمی قبلہ سردار جگت سنگھ صاحب کا اُردو ادب کے لئے بے ریا مالی ایثار محرک صد رشک ہے -

آخر میں بصمیم قلب دعا گو ہوں کہ خدا کرے اس نمبر کو عالمگیر مقبولیت کا شرف ممتاز میسر آئے اور اہل ملک اس کی حقیقی منزلت کریں - ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(عروج الکلام سید) عروج زیدی بدایونی

کلام سلیم

(از نتیجۂ فکر جناب شیخ حسین صاحب سلیم ساکن نگرم شاگردِ خسرو سخن حضرت انصاف مدظلہٗ)

بس اب تو چین سے رہنے دے اے ایذا رساں مجھکو ملا ہے آج تک آرام دُنیا میں کہاں مجھکو

محبت میں فغاں سے کام لینا چاہئے اے دل نہیں تو پیس ڈالے گی جفائے آسماں مجھکو

دیا تھا زندگی بھر تو نے میرا ساتھ دُنیا میں کہاں اب چھوڑ کر جاتی ہے اے روحِ رواں مجھکو

میرے شعر و سخن میں دیکھ کر لطفِ زباں شاید دعا دیتی ہے روحِ بُلبلِ ہندوستاں مجھکو

جنابِ نوح کے شاگرد کا شاگرد ہوں میں بھی
مگر سب لوگ کہتے ہیں سلیم خوش بیاں مجھکو

بدقسمت ہمایوں المعروف تقدیر کا چکر

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از قلم لالہ اودھو رام صاحب منشی فاضل)

سولھواں سین

دربار شاہی

ہمایوں تخت ہند پر جلوہ گر ہے۔ اُمراء و وزرا اپنی اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور شیر خاں سے جنگ کرنے کے مشورے کر رہے ہیں۔ اتنے میں کامران مرزا کا قاصد حاضر دربار ہوتا ہے:-

ہمایوں۔ کیا پیغام لائے ہو؟

قاصد۔ حضور! پڑھ لیجئے۔

رقعہ پیش کرتا ہے۔ جس میں لکھا ہوتا ہے کہ "شاہ زماں! غلاموں کو انعام واکرام دینے کے بہت سے طریقے تھے۔ تخت پر بٹھانا کیا ضرور تھا۔ مغل حکومت میں خلا ڈال دیا۔"

ہمایوں۔ مرزا کہاں ہیں؟

قاصد۔ حضور! لاہور کو چل دیئے ہیں۔

ہمایوں (حیران ہوکر) اور فوج؟

قاصد۔ ہمراہ لے گئے ہیں۔

ہمایوں (غصہ و پریشانی میں) بھائی! غضب کر دیا۔ کم بخت شیر خاں کا مقابلہ اور بھائیوں کی یہ سرد مہری! ایک آڑے وقت میں کام آنے والے کی دلی مراد بر لائی تو کیا غضب ہو گیا؟ فیاضی اور قدردانی بادشاہوں کا جوہر ہے جس میں یہ نہیں۔ اور ماہ بدر کی طرح کمال پر طلوع نہیں۔ آڑے وقت میں، جان جوکھوں میں، مصیبت کے تاریک لمحوں میں کوئی اُس کا ساتھی نہیں۔ اچھا کامران! اگر اللہ مددگار ہے تو نہیں۔ تو اس کی رحمت تو میری مددگار ہے (اتنے میں ایک جاسوس آتا ہے)

جاسوس (آداب کورنش بجا لاکر) حضور کا اقبال بلند!

ہمایوں۔ کوئی مژدہ؟

جاسوس۔ حضور! شیر خاں لشکر جرار لئے چلا آتا ہے۔

ہمایوں۔ (اراکین سلطنت سے) دوفا کے بندو! کامران نے یہ گل کھلایا۔ بیرم خاں پاس نہیں۔ تخت اور تختے کا سوال ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

ارا کین سلطنت۔ حضور! جنگ لازمی ہے۔ اگر ہماری جمعیت کم ہے۔ تو بھی کیا غم ہے۔ ابراہیم کے مقابلے میں آنحضرت کے والد مرحوم کے پاس کس قدر فوج تھی؟ ہم جان تک لڑا دینگے۔ اور آنحضرت شیر خانی لشکر کے کٹے ہوئے سر گیند کی طرح لڑھکتے دیکھینگے۔

ہمایوں۔ آفرین! فوج کو کوچ کا حکم دیدو۔ اور دریا پار صفیں جما دو۔ شاہی لشکر کوچ کر دیتا ہے۔ اور دریا پار کر کے کیل کانٹے سے لیس ہو جاتا ہے۔ شیر خاں بھی اپنا لشکر مقابلے پر لے آتا ہے۔ دونو فوجوں میں بڑی خونریز جنگ ہوتی ہے۔ مگر شومئی قسمت سے ہمایوں کو شکست ہوتی ہے۔ ہمایوں اور اس کا بچا کھچا لشکر بڑی مشکل سے دریا عبور کر کے آگرہ پہنچتا ہے۔ اور ہمایوں آگرہ پہنچتے ہی بیگمات سمیت لاہور کا رستہ لیتا ہے۔

سترھواں سین

لاہور کی راہ

ہمایوں چند سواروں سمیت لاہور کی طرف چلا جا رہا ہے۔ بیگمات کی ڈولیاں ساتھ ہیں۔ چند بہادر سپاہی ان کی حفاظت میں مقرر کر کے آپ مختصر سی فوج سمیت آگے نکل جاتا ہے۔ جب ڈولیاں ایک سنسان جگہ پر پہنچتی ہیں۔ تو بدمعاشوں کا ایک گروہ انہیں گھیر لیتا ہے۔

بدمعاشوں کا سردار (اپنے ساتھیوں سے) روکو! جانے نہ پائیں! سپاہیوں کو مار گراؤ (بدمعاش اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں)۔

سردار (ڈولی برداروں سے) اگر زندگی درکار ہے۔ تو یہ رستہ چھوڑو۔ اور (انگلی سے اشارہ کر کے) ادھر ڈولیوں کا منہ موڑو۔ (ڈولی بردار ڈر کے مارے اس کے اشارے پر چلتے ہیں)

ماہم بیگم (ہمایوں کی والدہ پردہ سے جھانک کر) بھائی تم کون؟ (ڈولی بردار کھڑے ہو جاتے ہیں)

سردار۔ اس علاقے کا سردار۔ **ماہم بیگم**۔ ہم کو جانتے ہو؟

سردار۔ اچھی طرح سے۔ جبھی تو موقع تاڑ کر وقت پر پہنچا ہوں۔

ماہم بیگم۔ بھائی! کہاں لئے جاتے ہو؟ ہم آگے ہی مصیبت کی ماری ہیں۔ تم اور کیوں ستاتے ہو؟ اور ہمارے زخموں پر نمک کیوں لگاتے ہو؟

سردار۔ تمہاری مصیبت کو راحت بنا رہا ہوں۔ اور تمہاری ذلت کو مٹا کر عزت بڑھا رہا ہوں۔

ماہم بیگم۔ اس کا مطلب؟

سردار۔ بس یہی کہ ہمارے گھروں کو زینت دو۔ عیش وعشرت مناؤ۔ اور اپنے نازک تنوں کو نت نئی مصیبت سے نجات دلاؤ۔

ماہم بیگم (کڑک کر) او نابکار! زبان کو سنبھال! اپنے ناپاک ارادوں سے باز آ!

سردار۔ دیکھو۔ ایسی بے رُخی نہ دکھاؤ۔ اگر جان عزیز ہے۔ تو کہنا مان جاؤ۔ راحت و آرام سے رہوگی۔ اور در بدر ٹھوکریں کھاتی نہ پھروگی!

ماہم بیگم۔ او ظالم بے شرم! پھر ایک بار کہتی ہوں کہ بدیوں سے باز آ!

سردار۔ خوب! صنف نازک اور یہ بکواس! (ڈولی برداروں سے) چلو جلدی چلو۔ قیام گاہ پر جاکر اسکے بکواس کا جواب دونگا۔

ماہم بیگم (دیگر بیگمات سے) بیٹیو! مقام غیرت! جان نہیں۔ ایمان چاہئیے! عصمت کی قیمت میں بند بند کٹوادو!

(سب کی سب خنجر ہاتھوں میں لئے ڈولیوں سے کود پڑتی ہیں۔ حلقہ باندھ کر کھڑی ہو جاتی ہیں اور لونڈیاں اردگرد گھیرا ڈال دیتی ہیں)۔

ماہم بیگم۔ (بدمعاشوں سے) شیطان کے پتلو! بیشک عورت صنف نازک کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ گل تازہ کی طرح گرمی سردی سے فوراً کملا جاتی ہے۔ جدھر جھکاؤ نرم ٹہنی کی طرح جھک جاتی ہے۔ ذرا ڈراؤ۔ خرگوش کی طرح دبک جاتی ہے۔ مگر وہی صنف نازک آڑے وقت پر فولاد کی طرح سخت بھی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی بات پر جم جائے۔ خدا ہٹائے تو ہٹائے بندے کا کیا مقدور کہ بال بھر اِدھر اُدھر سرکائے۔ عزم راسخ کے ساتھ اللہ وہ قوت بازو عطا کرتا ہے کہ بڑے بڑے شہ زور اس کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ یہاں تو اس صنف نازک کے اصلی جوہر یعنی ننگ و ناموس پر آبنی ہے۔ تمہاری کتوں کی کیا مجال کہ ہمارے دامن تک کو چھو سکو۔ ایک ایک کٹ کے مریگی مگر آبرو نہ گنوائینگی۔ رنج و اندوہ سہینگی مگر دین و ایمان کو عیش دُنیا کی بھٹی میں نہ جلائینگی۔

اِدھر جب ہمایوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بیگمات لاپتہ ہیں۔ تو ہندال مرزا کو چند سواروں سمیت انکی تلاش میں بھیجتا ہے۔ ماہم بیگم اپنے آخری الفاظ ادا کرتی ہے کہ شاہی سوار آتے دکھائی دیتے ہیں۔ بدمعاش کچھ عورتوں کے حوصلے سے اور کچھ سواروں کی آمد سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ ہندال مرزا بیگمات کی جرأت پر عش عش کرتا ہے۔ سب چل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ہمایوں کے ساتھ مل کر لاہور پہنچ جاتے ہیں۔ اور شاہی قلعہ میں فروکش ہوتے ہیں۔

اٹھارھواں سین

قلعہ لاہور

ہمایوں قلعہ کے اندر اُمراء کے ساتھ بیٹھا ہے۔ کہ ایک جاسوس آتا ہے:۔

جاسوس حضور! شیرخاں لاہور کی طرف بڑھا چلا آتا ہے۔

ہمایوں (مظفر بیگ سے) تم شیرخاں کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ یہ کیا انصاف ہے؟ ہم نے سارا ہندوستان تمہارے لئے چھوڑا۔ ایک لاہور باقی ہے۔ بس یہی ہمارے تمہارے درمیان سرحد رہے۔

(مظفر بیگ اسی وقت کوچ کر دیتا ہے۔ اور شیرخاں کو ہمایوں کا پیغام دیتا ہے)

شیرخاں (مظفر بیگ سے) ہمایوں کو دو اگر خیر چاہتے ہو۔ تو کابل بھاگ جاؤ۔

(مظفر بیگ ہمایوں کے پاس شیرخاں کا جواب لاتا ہے اور ہمایوں تینوں بھائیوں اور ارکین سلطنت سے صلاح و مشورہ کرتا ہے)۔

ہمایوں عزیز بھائیو! والد مرحوم کی جان جوکھوں کی کمائی ہم نے اپنی نا اتفاقی سے گنوائی۔ میں تم پر ہمیشہ مہربانی کرتا رہا۔ اور تمہارے قصوروں سے درگذر کرتا رہا۔ مگر تم وقت پر کورا جواب دیتے رہے۔ اور تخت کے لالچ سے میرا مقابلہ کرتے رہے۔ لو آج پنجاب بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ ابھی وقت ہے۔ اتفاق سے کام لو۔ اور یکجہتی سے دشمن کو مار بھگاؤ۔

ز اتفاق مگس شہد مے شود پیدا　　خدا چہ لذتِ شیریں در اتفاق نہاد

کامران و عسکری ایسے دشمن سے مقابلہ کرنا جان سے ہاتھ دھونا ہے۔

{دونو چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ کامران کابل پہنچ جاتا ہے اور عسکری قندھار۔ دونو وہاں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر کے بیخوف ہو بیٹھتے ہیں۔}

ہمایوں (ان کے چلے جانے پر) بدبختی کے سیاہ دن شروع ہو گئے۔ اللہ رحم!

مظفر بیگ حضور! شیرخاں بڑی سرعت سے عازم لاہور ہے۔ کامران اور عسکری کا حضور سے اتفاق نہیں۔ مصلحت یہی ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے کوچ کر دینا ضروری ہے۔

اجلاس خاموشی کے عالم میں برخاست ہوتا ہے۔ ہمایوں کوچ کی تیاریاں کرتا ہے۔ قیامت کا دن ہے ہندوستان کا بادشاہ بے یار و مددگار عالیشان محلات کو خیرباد کہہ رہا ہے۔ آنکھیں پُرنم ہیں۔ بیگمات سر جھکائے رو رہی ہیں ڈولیاں باہر دھری رکھی ہیں۔ محلوں سے نکلتی ہیں۔ اور حسرت بھری نگاہوں سے پیچھے کی طرف دیکھ کر بادل

ناخواستہ سوار ہو جاتی ہیں۔ ہمایوں کلیجے پر ہاتھ رکھ کر روتی صورت بنائے ہاتھی پر چڑھ بیٹھتا ہے

ہمایوں (بیگمات سے) میری چند روزہ غفلت تم کو بھی رُلا رہی ہے۔ اور ابھی کیا خبر کہ کہاں کہاں پھراؤنگی ہائے غضب!

عیش دُنیا را بقائے نیست دیدی غنچہ را — یک تبسم کرد و عمرے در پریشانی گذشت

(ہمایوں رو دیتا ہے۔ مختصر سا شاہی قافلہ چیخ و پکار کر اُٹھتا ہے۔ اور روانہ ہو جاتا ہے)

پردہ گر جاتا ہے (ڈراپ سین) باقی آئندہ

زمزمۂ تغزل

رازِ ہستی سے بے خبر دل ہے — موت ہی زندگی کا ساحل ہے

مجھ سے برہم نگاہِ قاتل ہے — بس یہیں تک فسانۂ دل ہے

بن گئی ہر نگاہ اِک صحرا — جوشِ وحشت کا اب یہ حاصل ہے

کیا رسائی ہو اُس کے جلوؤں تک — ہر تجلّی حجاب حائل ہے

موجِ طوفاں میں جانے کیا دیکھا — کہ نظر بے نیازِ ساحل ہے

اُس فضا میں ہوں اے دلِ بیخود — ہر نظر آشنائے منزل ہے

ذرّہ ذرّہ ہے میری نظروں میں — اب تک احساس ہستی دل ہے

ہوش میں آئے کیا دلِ بے خود — ہر نظر اِک فریب منزل ہے

کوئی مانوسِ التفات ہوا — اب تو مرنا بھی سخت مشکل ہے

مُسکراتا ہے اے رتن کوئی

کچھ تو جوشِ فغاں کا حاصل ہے

رام رتن منشی فاضل

بتقریب سلور جوبلی شہنشاہِ معظم جارج پنجم دام برکاتہ'

عالیجناب لسان الہند اعتبار الملک حضرت دلؔ شاہجہانپوری رئیس اعظم شاہجہان پور

خوشا قسمت کہ ہر جانب مسرّت کی گھٹا چھائی فضائے ہند میں پھر گلفشاں ہو کر بہار آئی
نکھر کر بن گیا اپنا چمن تصویر رعنائی ہوا خواہانِ برٹش کر رہے ہیں گلشن آرائی
تبسم بھی لبوں پر آ رہا ہے شادماں ہو کر
زمینِ ہند نے معراج پائی آسماں ہو کر

یہ جشن اس شاہ کے ہے عہد میں جو رحم پرور ہے رعایا کا نگہباں لطف فرما۔ عدل گستر ہے
ضیا پاشی میں جو رشکِ مہ و خورشید انور ہے نظامِ عہد حاضر غیرتِ دورِ سکندر ہے
رہے اقبال یاور ضو فشاں ہو تاج برٹش کا
بڑھے چاروں طرف دنیا میں یا رب راج برٹش کا

خلافِ سلطنت رہنا ہے نافہمی و نادانی مآل باہمی تفریق ہے جانوں کی قربانی
بہم ضد ہی سہی لیکن ہے اس صورت میں آسانی کریں طے منزلیں انجن میں جیسے آگ اور پانی
رہیں محکوم دورِ سلطنت گر شاد رہنا ہے
ہمیں تو ہند ہی میں امن سے آباد رہنا ہے

سبق لازم ہے اس تفریق باہم کو بھلا دینا جو صورت ہو خلافِ سلطنت اُس کو مٹا دینا
مکدر ہوں اگر دل شکلِ آئینہ بنا دینا رہیں خوشحال مل جل کر یہ ہمت اے خدا دینا
کہیں کیا بیحسی فہم کی میعاد کب تک ہے
ہمارے درمیاں حائل خلیجِ فرق جب تک ہے

رعایا پروری کیا کیا ہے عہدِ شاہِ ذی شاں میں
نہیں فرقِ مراتب کوئی ہندو اور مسلماں میں
ضیا پاشی کے ہیں اوصاف یکساں مہرِ تاباں میں
ہماری تو دعا پیہم ہے یہ درگاہِ یزداں میں
رکیا ہے کشورِ ہندوستاں کو جس نے نورانی
رہے قائم یہ دورِ سلطنت اقبالِ سلطانی
رہے خورشیدِ عالمتاب میں جب تک درخشانی
ہوائے دہر میں جب تک ہو راحت بخش جولانی
کرے جب تک عروجِ ماہ اس دنیا کو نورانی
رہے ہندوستاں پر سایہ گستر شاہِ لاثانی
فدا ہم سب ہیں با صدق دل و جاں جارج پنجم پر
شہنشاہِ جہاں جمشیدِ دوراں جارج پنجم پر

ابوالعاصم محمد اسمعیل صاحب ناظم رتسری ملیادی تلمیذ عمدۃ الشعرا لسان العصر

حضرت مہر مدظلہ جانشین حضرت داغ دہلوی

تم پانچ حرف رکھتے ہو بیداد کے لئے
ہم پانچ حرف رکھتے ہیں فریاد کے لئے
یہ ضبط دیکھ جور اٹھائے ترے مگر
کھولی زباں نہ شکوۂ بیداد کے لئے
تیار ہے قفس بھی بچھائے ہیں دام بھی
یہ ظلم ایک بلبلِ ناشاد کے لئے
بس خیریت اسی میں ہے اے دل کہ چپ رہوں
کھولوں زباں نہ شکوۂ بیداد کے لئے
ہم دل فدا کریں تو ہے ناظم وہ چیز کیا
حاضر ہے جان حضرتِ استاد کے لئے

قطعہ

وہ نور جو ظلمت سے بدل جاتا ہے
پیدا ہوا مہر و ماہ و انجم کے لئے
وہ نور حقیقت میں نہیں جسکو زوال
مخصوص ہے شاہ جارج پنجم کے لئے

(بنارسی پانجابی)

رسالہ رہنمائے تعلیم کا ریڈ کراس نمبر حکام سررشتہ تعلیم پنجاب کی بارگاہ میں

(۱) جناب صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب برانچ لاہور

سپیشل ریڈ کراس نمبر کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر صوبہ کے تمام ڈسٹرکٹ انسپکٹر اصحاب مدارس کی خدمت میں ارسال فرما کر اس کی سرپرستی اور خریداری کی سفارش ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

چٹھی نمبر ۲۶۲۸ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء۔ منجانب صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب برانچ لاہور

بخدمت جملہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان مدارس پنجاب

جناب من۔ رسالہ رہنمائے تعلیم نے حال ہی میں جو سپیشل ریڈ کراس نمبر شائع کیا ہے۔ تحریک ریڈ کراس کے متعلق بہت مفید آگہی کا مسالا لئے ہے اور بلا مبالغہ اسے ریڈ کراس کا انسائیکلو پیڈیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ نمبر جونیئر ریڈ کراس سوسائٹیوں کے لئے نہایت سود مند اور سبق آموز ثابت ہوگا۔

اس نمبر کو آنریبل چیئرمین صاحب و آنریبل سر ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم پنجاب) نے نہایت پسند فرمایا ہے۔ اور جنابہ مس نورا ہل صاحبہ آرگنائزنگ سیکرٹری انڈین ریڈ کراس سوسائٹی نیو دہلی نے بھی بدرجہ غایت پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس نمبر کی متعدد کاپیاں اردو زبان والے صوبجات کے لئے خرید بھی فرمائی ہیں۔ یہ نمبر پانسو صفحات کی ضخامت رکھتا ہے ایسے مفید حقائق نمبر کو ریڈ کراس سوسائٹیوں کے ہاتھوں میں پہنچانے کے لئے اس کے پروپرائٹر صاحب نے خاص نہایت منظور فرما کر ڈیڑھ روپیہ فی جلد (محصولڈاک الگ) کے حساب فروخت کرنا منظور کیا ہے۔ اس واسطے آپکی توجہ اس امر پر منعطف کرا کر التماس ہے کہ اپنے اپنے ضلع کی جونیئر ریڈ کراس سوسائٹیوں کی توجہ میں اس سپیشل نمبر کو لا کر ان سے آرزو کریں کہ بشرط پسندیدگی وہ اس نمبر کو خرید کر مستفید ہوں۔ ہر سوسائٹی کو جس قدر جلدیں درکار ہوں اس کے لئے براہ راست مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور سے خط و کتابت کی جائے۔

(۲) نقل چٹھی نمبر ۳۰۵۵ مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۵ء۔ منجانب صاحب ڈویژنل انسپکٹر بہادر مدارس ڈویژن انبالہ

بخدمت ہیڈ ماسٹر صاحبان امدادی مدارس و ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان مدارس ڈویژن انبالہ

میں آپ کی توجہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور کے سپیشل ریڈ کراس نمبر مرتبہ ماسٹر جگت سنگھ صاحب کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ جو مدارس میں ریڈ کراس تحریک کے متعلق مستقل اطلاعات کا مخزن ہے۔ مضامین مندرجہ نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہیں اور ہمارے خیال میں سکول کے بچے انہیں پڑھ کر بہت مسرت اندوز ہونگے۔ سپیشل نمبر اس قابل ہے کہ اس کا سکول کی لائبریری میں موجود ہونا نہایت منفعت بخش اور کام کی شے ہوگا۔

اصلاح دیہات کا حقیقی محرک

مسٹر ایف ایل برین کے نام سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ نے اصلاح دیہات کے متعلق جو کام انجام دیا ہے۔ اس سے آپ کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی ہے۔ آپ نے اس تحریک کو آج سے دس برس پیشتر گوڑ گاؤں کے دُور افتادہ ضلع میں شروع کیا تھا۔ جہاں آپ ڈپٹی کمشنر تھے۔ یہ ضلع خاص طور پر پسماندہ تھا۔ اور وہاں دیہاتی اصلاح کے لئے حالات بڑے ناسازگار اور حوصلہ فرسا تھے۔ دیہاتی کام کی ابتدا کرنے میں صاحب موصوف نے بڑی جرأت کا ثبوت دیا مسلسل محنت پیہم مشقت اور استقلال سے آپ نے لوگوں کو اصلاح دیہات کی طرف مائل کر لیا اور ضلع مذکور سے رخصت ہونے سے پیشتر آپ کا یہ دعوے برحق تھا۔ کہ اس ضلع میں ایک ایسی تحریک کی بُنیادیں استوار ہو چکی ہیں جس کی اہمیت مستقبل قریب میں بالضرور تسلیم کی جائے گی۔

کمشنر محکمہ اصلاح دیہات

آپ نے گڑگاؤں میں جو تجربہ حاصل کیا تھا۔ اس سے بعد ازاں ضلع جہلم میں فائدہ اُٹھایا گیا۔ اور مقامی حکومت آپ کے کام سے بہت خوش ہوئی۔ حکومت مذکور نے محسوس کیا کہ پنجاب بھر میں اس تحریک کو چلانا چاہئے۔ لہٰذا اس نے مسٹر برین کو محکمہ اصلاح دیہات کا کمشنر مقرر کر دیا۔ اس نئی حیثیت میں آپ ان مختلف سرکاری محکمہ جات کی جو دیہات کی سود و بہبود میں مصروف ہیں۔ سرگرمیوں کو مربوط کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔ جس کا ایک اچھا خاکہ کتاب موسومہ "اصلاح دیہات" میں درج ہے۔ اس کتاب کو مفید عام پریس لاہور نے شائع کیا ہے۔ اصلاح دیہات کا کام اپنی نوعیت میں رضا کارانہ ہے۔ اس میں کامیابی کی شرط یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے مواقع اور اپنے حالات سے پورا فائدہ اُٹھانے کی غرض سے ترغیب دی جائے۔ اس میں سرکاری جبر اور دباؤ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی مستقل اور پائدار کامرانی کی شرط یہ ہے کہ سارا پروگرام لوگوں کی مرضی پر مبنی ہو۔ مسٹر برین نے صوبہ کے [illegible] والوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس نہایت مفید خلائق تحریک میں شریک ہوں جو ہماری شہری ترقی کی بُنیاد ہے۔ یہ ایک ایسی تحریک ہے جس میں سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب مل کر مادرِ وطن کی خدمت کر سکتے ہیں۔

لائحہ عمل

دیہاتی اصلاح کا مقصد یہ ہے کہ دیہاتی زندگی کو بہ حیثیت مجموعی بہتر بنایا جائے اور اس کے متعلقہ لائحہ عمل کے دائرہ میں دیہاتی زندگی کے اہم شعبہ جات شامل ہونے چاہئیں۔ قدرتی طور پر صحت کا مسئلہ بہت ضروری ہے اور توجہ کا محتاج ہے۔ اس کے ضروری جزو یہ ہیں کہ ماحول کو بہتر بنایا جائے۔ صحت وصفائی کا معیار بلند کیا جائے۔ بہتر مکانات بنائے جائیں۔ موسمی وباؤں کا مقابلہ کیا جائے۔ تربیت یافتہ دائیوں کا انتظام کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ انکا دارومدار کسی قدر مادی فارغ البالی پر موقوف ہے اور پھر مادی فارغ البالی کے حصول کے طریقے یہ ہیں کہ زراعت کے ترقی یافتہ طریقوں کو رائج کیا جائے۔ عمدہ بیج استعمال کئے جائیں۔ فصلوں کو تباہ کرنے والے کیڑوں کا انسداد کیا جائے اور مویشیوں کی نسل کو بہتر بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی زیورات کے استعمال اور مختلف رسوم پر اسراف بیجا سے

احتراز ضروری ہے۔ دیہاتیوں کو کھلی ہوا میں تفریحی کھیلوں اور ورزشوں کا بھی عادی بنانا چاہئے۔ مسٹر برین کی رائے میں سارے مسئلہ کا محور تعلیم نسواں ہے۔

کامیابی کی راہ

ان مقاصد کے حصول کا یہ ذریعہ ہے کہ اس بارہ میں منضبط نشر و اشاعت سے کام لیا جائے۔ سکولوں کا معیار بہتر بنایا جائے۔ کھیل کود کے لئے میدان مہیا کئے جائیں۔ تفریح کے لئے پارک بنائے جائیں۔ صفائی پر زور دیا جائے۔ باہمی ربط و ضبط کی جملہ صورتیں پیدا کی جائیں۔ امداد باہمی اور دیگر اصول کو رواج دیا جائے۔ ہر سرکاری ملازم ہر شہری اور دیہاتی رئیس ہر تعلیم یافتہ شخص مزدوروں کے آقا اور متمول زمیندار کی شرکت عمل اور ہمدردی حاصل کی جائے۔

مسٹر برین نے اس کتاب میں دیہاتی اصلاح کے متعلق زبردست اپیل کی ہے اور ان طریقوں کو سمجھا دیا ہے جن پر عمل کرنے سے صوبہ ہذا میں دیہاتی زندگی کا معیار بلند ہو سکتا ہے۔ مسٹر برین کے اکثر و بیشتر مشورے نہ صرف پنجاب بلکہ سارے ہندوستان کے لئے کارآمد اور سبق آموز ہیں۔ (محکمہ اطلاعات)

مسٹر گوربخش سنگھ جوہر میڈلسٹ و جرنلسٹ

ناظرین کرام مسٹر جوہر کو بھولے نہیں ہونگے۔ ریڈکراس نمبر میں آپ کا مضمون "آخری نصیحت" اور دیگر نمبروں میں بھی وقتاً فوقتاً آپ کے خاص مضامین ان کے ملاحظہ سے گذرے ہونگے۔ پچھلے سال آپ نورل سکول گکھڑ میں ایس وی کلاس کے ممتاز طالب تھے۔ اور وقتاً فوقتاً نور التعلیم میں بھی اپنے خیالات نظم و نثر میں ظاہر کر کے اپنی انشاپردازی کا سکہ ہم عصروں پر بٹھلاتے رہے۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ آپ ایس وی کے فائنل امتحان میں پنجاب میں اول نمبر پر کامیاب ہوئے ہیں۔ اور اپنی سابقہ روایات کو چار چاند لگانے کا موجب ہوئے ہیں۔ رہنمائے تعلیم اس اعزاز کے حصول اور اس نمایاں کامیابی پر مسٹر جوہر کو مبارکباد عرض کرتا ہے اور آرزومند ہے کہ ان کی یہ کامیابی مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ہو اور وہ دنیاوی اور دینی امتحانات میں اسی طرح باعزت کامیاب ہوتے رہیں۔

اس ذیل میں ہمیں قارئین کرام تک یہ خوشخبری پہنچانے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ کہ مسٹر جوہر نے اپنی اعزازی خدمات رہنمائے تعلیم کی نذر کی ہیں۔ جناب سردار جگت سنگھ صاحب بحیثیت منیجر اس کے بارے میں مناسب کارروائی پر غور کر رہے ہیں حسب منشا فیصلہ پر مسٹر گوربخش سنگھ جوہر کا نام نامی اراکین ادارہ میں شامل کیا جائیگا۔ اور وہ اپنے پیارے رہنمائے تعلیم کے ذریعے اپنے قارئین کرام کی علمی دلچسپیوں کا موجب ہوا کرینگے۔ (سیدیوا)

شکریہ چونکہ ان جملہ احباب اور مہربان اصحاب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا میرے لئے ذرا مشکل ہے۔ جنہوں نے مجھے پنجاب میں ایس وی امتحان میں فرسٹ رہنے پر ہدایائے تبریک اور پیغامات تہنیت ارسال فرمائے ہیں۔ لہذا ان چند سطروں کے ذریعے ان جملہ حضرات کا دل کی انتہائی تہ سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان کی اس قدردانی اور مہربانی کا مرہون ہوں۔

(خاکسار گوربخش سنگھ جوہر میڈلسٹ اسسٹنٹ ٹیچر مڈل سکول ۔۔۔گ۔)

مختلف نوٹ اور کارروائیاں

رہنمائے تعلیم کا سلور جوبلی نمبر ہمعصروں اور افسران سررشتہ تعلیم کی نظر کیمیا اثر میں

(۱) اخبار ریاست لاہور رقم طراز ہے:۔ اُردو کے تعلیمی رسائل میں لاہور کا قدیم ترین رسالہ "رہنمائے تعلیم" ایک امتیازی شان کا مالک ہے۔ اس نے اپنے علی التواتر خاص نمبروں سے ارباب ذوق کے حلقوں میں جو شہرت و ناموری حاصل کی ہے اس کا عشر عشیر بھی آج تک کسی اور رسالہ کو نصیب نہیں ہوا۔ حال ہی میں اس رسالہ نے اعلیٰحضرت ملک معظم جارج پنجم کی سلور جوبلی کے موقع پر نہایت آب و تاب سے اپنا "سلور جوبلی نمبر" شائع کیا ہے۔ جو تقریباً پونے دوسو صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی اوراق میں "قیصر ہند" کے عنوان سے شیخ محمد اسماعیل صاحب نے ملک معظم کی کامیاب زندگی کے تفصیلی حالات اس خوش اسلوبی سے مرتب کئے ہیں جسے پڑھ کر ایک ناواقف انسان کی معلومات میں بیحد اضافہ ہوتا ہے۔ معاً شاہی خاندان کی متعدد رنگین تصاویر بھی رونق افروز ہو رہی ہیں۔ علاوہ بریں ذیل کے مضامین بالتخصیص قابل مطالعہ ہیں۔ ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے حالات۔ سلور جوبلی کی شب۔ جوبلی کا مفہوم۔ لفظ جوبلی کی تحقیق۔ سلطنت برطانیہ اور ہندوستان وغیرہ۔ اس نمبر میں سواد رجن کے قریب قصائد مدحیہ بھی شامل ہیں۔ جو ملک معظم سے حسن عقیدت رکھنے والے شعرائے گرامی کے جذبات کی آئینہ داری کر رہے ہیں۔ گوناگوں سرورق دیکھ کر تو اوراق آنکھوں کو فرحت ملتی ہے۔ طالبان علم و دانش عمر میں دفتر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور کے پتہ سے خرید کر ماسٹر جگت سنگھ صاحب کی جانفشانی کی داد دیں۔

(۲) عالی جناب صاحب ڈویژنل انسپکٹر صاحب مدارس ڈویژن انبالہ بذریعہ خاص سرکلر نمبر ۵۷۳ سی۔ مورخہ ۲۸ رمئی ۱۹۳۵ء

بخدمت جملہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان مدارس و ہیڈ ماسٹر صاحبان ریکگنائزڈ ہائی مدارس ڈویژن انبالہ

جناب من! رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے حال ہی میں اپنا نامی "سلور جوبلی نمبر" شائع کیا ہے۔ جو نہایت دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے اور حضور ملک معظم قیصر ہند کی ذات ستودہ صفات اور حضور والا کے پچیس سالہ امن و امان کے عہد سلطنت کی نسبت نہایت مفید ذخیرہ لئے ہے۔ اور بجائے خود اطلاعات کا ایک بے بہا مخزن ہے۔ حضور ملک معظم کے سوانح حیات اور شاہی خاندان کی نسبت مفصل اطلاعات کئی قابل مضامین نگاروں نے نہایت دلکش پیرائے میں پیش کئے ہیں۔ سکول کے بچوں کے لئے اس سپیشل نمبر کے مفید اور قابل قدر مضامین کے مطالعہ کی پُرزور سفارش کی جاتی ہے۔ تاکہ ہر ایک بچہ حضور کی عہد سلطنت کے تمام اصولوں سے آگاہ ہو سکے۔

سکول فنڈ جس قدر اجازت دیں اس قیمتی نمبر کی متعدد کاپیاں سکول کے بچوں کے مطالعہ کے لئے اور عام استعمال کے واسطے خریدی جائیں۔ دستخط مکندا لال ہیڈ کلرک فار انسپکٹر آف سکولز انبالہ ڈویژن

نمبر ۵۹۱۶ مورخہ ۱۷ رجون ۱۹۳۵ء

نقل سرکلر بنیجر صاحب رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور کو بغرض اطلاع مرسل ہو۔ دستخط مکندا لال ہیڈ کلرک

(۳) نقل ڈی او نمبر ۱۷۹۱ مورخہ ۱۳ رجون ۱۹۳۵ء۔ منجانب ایف ایل برین صاحب بہادر آئی سی ایس کمشنر اصلاح دیہات پنجاب بخدمت منیجنگ پروپرائٹر صاحب رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور آپ کے رہنمائے تعلیم کے سلور جوبلی نمبر کے لئے دلی شکریہ

یہ بہت عمدگی سے لکھا گیا ہے۔ اور نہایت آب و تاب سے شائع کیا گیا ہے۔ میں آپ کی خلق خدا کی خدمت گذاری کے جذبات پر بے اختیار مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ اور مجھے پوری توقع ہے کہ وہ بہت وسیع حلقے تک پہنچ کر پڑھا جائیگا۔

نیک آرزوؤں کے ساتھ ——— آپکے صادق دستخط الیف ایل برین صاحب بہادر

مسٹر برائن صاحب نے اپنی ڈی او نمبر ۱۶۷۹۰ مورخہ ۱۳ر جون ۱۹۳۵ء میں

ریڈ کراس نمبر کے لئے یوں تحریر فرمایا ہے۔

رہنمائے تعلیم کے نہایت دلچسپ اور دلربا صورت لئے سپیشل ریڈ کراس نمبر کا خاص شکریہ۔ ایسے بے نظیر اور دلکش نمبر کی اشاعت کے لئے دلی مبارکباد۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بڑے وسیع حلقہ میں پورے شوق سے مطالعہ کیا جائیگا

نیک آرزوؤں کے ساتھ ——— آپکا صادق (دستخط) الیف ایل برائن

سکوئٹ ماسٹرز ٹریننگ کیمپ منٹ مورنسی پارک لاہور ۱۹ اپریل تا ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو لاہور کے ضلع سے مختلف مقامات کے اساتذہ تحریک بوائے سکوئٹ ایسوسی ایشن کی ٹریننگ کے لئے اس جگہ جمع ہوئے۔ روزانہ پروگرام نہایت دلچسپ تھا۔ ساڑھے چھ بجے صبح جناب شیخ **عبدالحمید** صاحب بھٹی بی ٹی مارچنگ اکسرسائز وغیرہ کراتے۔ اور کیمپ سحری کی دلربا ادا۔ بہار فضا کا حقیقی معنوں میں فائدہ حاصل ہوتا۔ پھیپھڑوں کا تازہ خون جوش دکھاتا۔ ناشتہ کی ضرورت محسوس ہوتی۔ اور بلاتردد ایک گھنٹہ چائے نوشی کی مصروفیت اور مشغولیت پر صرف کیا جاتا۔ اتنے میں والنٹن ٹریننگ کا گھڑیال آٹھ بجنے کا اعلان کرتا۔ آقا و غلام سب سربہ خمیدہ دست بہ دعا بشکل بہ نعل ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ حمد بہ تکمیل کر بجز ہر دل گائی جاتی۔ جھنڈا لہرانے کی رسم باقاعدہ شان و شوکت کے ساتھ منائی جاتی۔

سوا گیارہ تک جناب سردار صاحب سردار **ہردیال سنگھ** صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری ہیڈکوارٹر اور بی ٹی صاحب مختلف موضوعات پر لیکچر دیکر ہماری استعداد میں خاص اضافہ پیدا کرتے۔ آنتیں جب بگڑ کر معمولی طور پر گھبراہٹ کا اظہار کرتیں۔ تو ہمارے محسن شیخ سلطان عالم غلام محی الدین صاحب اے ڈی آئی علاقہ شرقی لاہور کھانا کھانے کا بگل دیتے۔ پکا پکایا تکلف کا کھانا خاصدانوں میں نقد حاضر ہوتا۔ جب اس سے فارغ ہوتے۔ فوراً نوٹ لکھنے میں منہمک ہوتے۔ پھر نہایت صفائی اور قرینے سے ٹینٹ اور ٹینٹ کے ماحول کو آراستہ کیا جاتا۔ تین بجتے افسر معائن کی سیٹی ہوشیار ہونے کا پیغام دیتی۔ الرٹ۔ سلیوٹ۔ معائنہ کیمپ کا کام ختم ہوتا۔ اور ساڑھے پانچ تک سکوؤٹنگ کے کام میں محویت رہتی۔ امتحانات کے لئے وقت نکالا جاتا۔

سورج دیوتا جب کچھ آنکھیں ملنے لگتے۔ ایک نئے دور کا آغاز ہوتا۔ مقابلہ کی کھیلوں کے لئے پٹرول چاق و چوبند نظر آتے۔ آخر ساڑھے چھ تک جوش و خروش سے مقابلہ ہوتا۔ شام کے آثار نمودار ہوئے۔ چند منٹ کی چہل قدمی باقی تھی۔ اس کے بعد پھر پیٹ پرستی۔ گھڑی کی سوئیوں نے حرکت کر کے آٹھ کی حالت پیدا کی۔ کیمپ فائر کی تیاری شروع ہوئی۔ وسل ہوئی۔ آرام کرسیوں پر جا ڈٹے۔ بجلی کی لائٹ نے آنکھوں میں چکاچوندی پیدا کی۔ راگ پارٹیوں نے اپنے جوہر دکھلائے۔ **بابا ہاک** صاحب نے اپنی سپیشل ٹرین پوری رفتار سے چھوڑی۔ تو ہنستے ہنستے سب کی گھگی بندھ گئی۔

تفریح طبع کے ان نایاب مجوبہ مشاغل کے علاوہ اس ٹریننگ سے مدرسین کو جو خاص استفادہ ہوا۔ وہ سب سے زیادہ بنظر استحسان دیکھا جانے کے قابل ہے۔ ٹنڈرفٹ کے ابتدائی امتحانات میں سکاؤٹ عہد۔ قانون۔ مخفی اشارات (سٹاف سیٹی۔ ہاتھ) خفیہ نشانات۔ یونین جیک اور اس کی اقسام۔ گرہ باندھنا۔ بند لگانا۔ سٹاف ڈرل۔ کلر پارٹی کے متعلق مفید

وسیع واقفیت پیدا کی گئی - اور سکوٹ عالمگیر برادری میں شامل کرنے کے لئے باقاعدہ عہدوپیمان کی رسم ادا کی گئی - چند احباب کی طرف سے فراہمی چندہ کی تگ ودو ظہور میں آئی - اور ان کی محنت وسعی سے سلور جوبلی میں کچھ اضافہ بھی ہوا -

اب سیکنڈ کلاس - فسٹ کلاس کے امتحانات کی تیاری سرگرمی سے ہونے لگی - ابتدائی طبی امداد - ابتدائی سگنلنگ خفیہ نشانات کی مدد سے سفر - کیمزگم - پٹرول فارمیشن - سکاؤٹ رفتار - خیمے لگانے - کھانا پکانے - نقشہ کشی کرنے - سوشل سروس کو مفید بنانے کے متعلق اسباق اور عملی تجربات سے مستفید ہوتے رہے - اگر سعیٔ پیہم سے کام نہ لیا ہوتا - تو یلا مبالغہ تین ماہ کا کورس تھا - جو طرزِ تعلیم کی خوبی اور نیک نگہداشت کی بدولت صرف ایک ہفتہ سے کر ختم ہو گیا - جناب سردار صاحب سردار ہردیال سنگھ صاحب ممدوح کا اِس کام میں خاص نمبر ہے - انہوں نے لارڈ بیڈن پاول کی سوانح حیات کے اکثر روشن پہلو اور سانحہ جانگداز (واقعات) پیش کر کے حاضرین میں خدمت عامہ کا زبردست شوق پیدا کیا - جس سے تیقظِ جذبات کو کماحقہٗ تقویت حاصل ہو گئی - اپنی لاعلمی وہمہ دانی کا پردہ اُٹھ گیا - اور اِس تحریک کی کامیابی وخاطرداری کے لئے بخلوصِ قلب عزم صمیم بندھا -

۲۳ مئی ۳۵ء کو جناب برن صاحب کمشنر دیہات سدھار کی تشریف آوری ہوئی - صفائی - خود ضبطگی - لڑکیوں کی تعلیم - حفظ صحت - جدید آلات کشاورزی - عمدہ طریق کاشت پر آپنے لیکچر دیا - ۲۱ مئی دوپہر تک پھر آپ نے وقت لیا - اور آخر باہمی سوال وجواب کے بعد جلسہ دیہات سدھار سکولوں میں بچوں کی ذہنیت تبدیل ہونے تک - آکر ختم ہو گیا -

۲۵ مئی ۳۵ء کو جناب میر خورشید الحسن صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لاہور بہ معیت اپنے اسسٹنٹ صاحبان تشریف فرما ہوئے - مراسم تعارف ومزاج پرسی کے بعد آپ نے ضلع جالندھر میں تحریک سکوٹنگ کی کامیابی اور عام شوق کا تذکرہ فرمایا - ضلع لاہور کے دیہاتی مدارس میں اس تحریک کی ضرورت - مدرسین کی سکاؤٹ ماسٹرز ٹریننگ کا احساس اور اس کی کامیابی پر سٹاف ایسوسی ایشن کی قابل داد - محنت وہمدردی کا شکریہ ظاہر فرمایا -

۲۷ مئی ۳۵ء کو فلبک ڈے میں حصہ لینے کے لئے اینڈلٹے تاریخ سے پیشتر - بیسویں صدی گذشتہ کا ایک جانور رکھ دینکھ ماسٹر تیار کیا گیا - جسے سکاٹ لینڈ کے جنگلی ابھی ابھی دریائے راوی سے نکال لاہور کے شاہی سوانگ خانہ (جلوس) میں جراءت وجودت کے ساتھ کھینچے تانے لئے جاتے دکھائے گئے - خوش منظری کا عالم عجیب تھا - بیسیوں انگریز - مردوں - عورتوں نے فوٹو لئے - حتٰے کہ ہز ایکسیلنسی حضور گورنر صاحب بہادر یہ عجیب سین دیکھ کر کمال محظوظ ہوئے - اور اگلے روز سٹاف ایسوسی ایشن ہیڈ کوارٹر کو اس کامیابی کا پیغام پہنچایا -

۲۸ مئی ۳۵ء کو مونٹ مورنسی پارک لاہور - کیمپ فائر کے ساتھ ڈنر پارٹی کا اعلےٰ اہتمام فرمایا گیا - لاہور کے چند سکولوں کے بوائے سکوٹس کی شمولیت کے علاوہ چند انگریز عہدہ داران اصحاب اور اِن میں سے ایک صاحب کی اہلیہ محترمہ بھی شامل شغل ہوئے - پارٹی کے اختتام پر درمیان میں الاؤ روشن ہوا - جناب ہاگ صاحب نے افتتاحی رسم ادا فرمائی - راگ پارٹیوں نے حسب معمول شیرینی پیش کی - پھر ریویژن پٹرول ڈویژن قصور نے ایک نہایت دلچسپ ڈرامہ کیا - جس نے اِس پٹرول کی عام کامیابی پر چار چاند لگائے - ریویژن پٹرول اپنی اِس جست وپرواز پر پنجاب کے پہلے سکوٹ ماسٹر ڈبلیو اے سالک افسر انچارج علاقہ کو مبارک باد دیتا ہے - اور ان کی اِن سرگرمیوں اور دلچسپیوں پر عقیدتمندانہ شکر گذاری کا اظہار کرتا ہے -

۲۹ مئی ۳۵ء کو حمدیہ نظم ہوئی - جھنڈا لہرایا گیا - پھر جناب ہاگ صاحب سیکرٹری ہیڈ کوارٹر بوائے سکوٹ ایسوسی ایشن پنجاب نے اپنی زبان میں ٹریننگ یافتگان کے ساتھ گہرا رشتہ پیدا ہونے پر مبارکباد دی - اور اپنی طرف سے خاص توقعات کا اظہار فرمایا - انچارج نگران نے الوقت جناب شیخ سلطان عالم غلام محی الدین صاحب مذکور نے اساتذہ کی طرف سے

صاحب موصوف کی گراں بہا خدمات و عنایات کا اعتراف کر کے شکریہ ادا فرمایا۔ پھر آپکے معاونین جناب سردار سردیال سنگھ صاحب ممدوح اور ڈپٹی صاحب کی نوازشات اور مربیانہ سلوک کی تعریف کر کے مفوضہ فرائض کو تندہی سے سرانجام دینے کا یقین دلایا ازاں بعد شیخ صاحب کی ہمدردانہ اور محسنانہ الطاف و التفات پر تشکر و امتنان کا اظہار ہوا۔

جناب میر خورشید الحسن صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس لاہور کی بلند خیالی اور فرخندہ رائی کی صدق دل سے داد دی گئی اور دعا کی گئی۔ کہ خدائے جل وعلی فیض مآب کے مطمح نظر پر کامیابی کا موقع عطا فرمائے۔ آمین

فوٹو لیا گیا۔ احباب محبت دارتباط سے جدا ہوئے۔ مگر مونٹ مورنسی پارک لاہور کی یاد ابھی دلوں پر باقی ہے۔ اور اس کے جدا ہوتے کا گمان کبھی خواب و خیال میں بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ خدا کرے میرے ہمعصروں کی جدوجہد وسعی سے جلد سکولوں میں مفید شاندار نتائج پیدا ہوں۔ اور تحریک سکوٹنگ کی ناکامی کا احتمال مطلقاً کسی کو نہ رہے۔ اور افسران بالادست ہمارے کام سے بھی ہر لحاظ سے مطمئن ہوں۔ آمین ثم آمین

آپ کا صادق ایم سردار علی سیکرٹری انجمن معلمین سنٹرل مڈل سکول سرستگھ

خطابات سالگرہ حضور ملک معظم قیصر ہند و سررشتہ تعلیم پنجاب (۱) ۳ جون ۱۹۳۵ء کو حضور ملک معظم قیصر ہند دام اقبالہ کی سالگرہ کے یوم مبارک کی تقریب میں جو فہرست خطابات شائع ہوئی۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ وہ سررشتہ تعلیم پنجاب کی کشتی کے نا یۂ ناز ناخدا جناب میجر آرسنڈرسن صاحب بہادر ایم اے۔ آئی ای ایس ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کے نام نامی کے ساتھ سی۔ آئی۔ ای کا نہایت بے بہا خطاب لئے تھی۔ جس کے لئے ہم صدق دل سے میجر صاحب ممدوح الصدر کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ آپ کی عزت افزائی درحقیقت سررشتہ تعلیم پنجاب کی عزت افزائی ہے۔

(۲) اسی فہرست میں صوبہ سرحد کی تعلیمی کشتی کے واجب الاحترام ناخدا خانصاحب میر کریم بخش خانصاحب بہادر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم صوبہ شمال مغربی سرحد "خان بہادر" کے نامی خطاب سے مفتخر ہوئے ہیں۔ اور ہم نہایت مسرت اور عقیدت سے اس عزت بخشی پر میر صاحب ممدوح کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ (سیکریو)

گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ اُرمڑ خطابات سالگرہ کی فہرست میں جناب میجر آرسنڈرسن صاحب بہادر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کو "سی۔ آئی۔ ای" کا خطاب والاقدر ملنے کی خوشی میں ممبران سٹاف اور طلباء سکول کا غیر معمولی اجلاس لالہ رام لال صاحب کنور بی اے۔ بی ٹی ایس ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں منعقد ہوا اور قرار پایا کہ

(۱) گورنمنٹ ہائی سکول ٹانڈہ اُرمڑ کے اساتذہ اور تلامذہ جناب میجر آرسنڈرسن صاحب بہادر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کو "سی آئی ای" کا خطاب ملنے پر نہایت بہجت آمیز ہوئے۔

(۲) سکول ہذا کے اساتذہ اور تلامذہ جناب میجر آرسنڈرسن صاحب بہادر سی آئی ای ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی خدمت میں اس خطاب والاقدر کی عطائیگی پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

(۳) قرار پایا کہ متذکرہ صدر قرارداد کی ایک نقل جناب آرسنڈرسن صاحب بہادر سی آئی ای ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی خدمت میں ارسال ہو اور دوسری پریس میں بھیجی جائے۔ (ہولراج سیکرٹری و لالہ رام لال کنور ہیڈ ماسٹر)

حضور ملک معظم قیصر ہند و ملکہ معظمہ قیصر ہند کی سلور جوبلی کی خوشی میں جلسے پہلی چار فہرستوں کے بعد معزز ذیل مدارس کے نام شائع

کئے جاتے ہیں جنہوں نے اس تقریب کی خوشی منانے میں خاص حصہ لیا۔

(۱) خالصہ ہائی سکول گوجرانوالہ
(۲) گنگا بھارج گنڈ گورنمنٹ بورڈ مڈل سکول کسولی
(۳) ڈی بی مڈل سکول کیلنگ (لاہول) ضلع کانگڑہ
(۴) ڈی بی ہائی سکول قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ
(۵) اے وی مڈل سکول کوٹ میلارام ضلع ملتان
(۶) مڈل سکول سپاٹو ضلع شملہ

ایمپائر ڈے مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء

اس یوم مبارک کی تقریب میں مفصلہ ذیل مدارس اپنی اپنی کارروائیوں کی نقل ارسال کرتے ہیں۔

(۱) اے وی مڈل سکول کوٹ محمد خان ضلع امرتسر۔ لالہ شادی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں دعائیہ نظم کے بعد صاحب صدر نے موزوں تقریر کی اور اس یوم مبارک کی تاریخی اہمیت اور برکات راج برطانیہ پر کماحقہٗ روشنی ڈالی۔ اور طلبا کو ایمپائر ڈے پر انگریزی اور اردو میں جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا۔ دو طالب علموں نے اپنے مضامین اس یوم پڑھے۔ اور دو اور طالب علموں نے انگریزی میں مکالمہ کیا۔ دو اور طالب علموں نے نظمیں پڑھیں۔ بادشاہ سلامت کے حق میں چیرز دیئے گئے۔ (مولوی عبدالحکیم صابری)

(۲) ڈی بی اے وی سکول پد حصنی کھلاں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی صدارت میں۔ دو بچوں نے حمد الٰہی کی نظم پڑھی ایک طالب علم نے پنجابی نظم حضور بادشاہ معظم کے حق میں دعا کی۔ دو طالب علموں نے برکات انگلشیہ نظم میں سنائیں۔ ماسٹر بل سنگھ صاحب نے اپنی پنجابی نظم پڑھی۔ ماسٹر بشیر محمد صاحب نے برکات انگلشیہ پہ لیکچر دیا۔ اور تاریخی واقعات دیگر عہد حاضرہ کا دور ہائے گذشتہ سے مقابلہ کیا۔ صاحب صدر نے اپنی موثر تقریر میں عہد حاضرہ پر خاص روشنی ڈالی اور موجودہ راج کی برکات کو واضح کیا۔ سب نے کھڑے ہو کر حضور ملک معظم کے لئے دعا خیر کی۔ یونین جیک کی سلامی کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ (بشیر محمد سیکرٹری)

۳ جون ۱۹۳۵ء کو سالگرہ حضور ملک معظم قیصر ہند

اس مبارک یوم کو جس طرح اظہار مسرت کیا گیا اور خدائے برتر کا شکریہ ادا ہوا۔ اس کی تفصیل مفصلہ ذیل مدارس سے موصول ہوئی ہے۔

(۱) مڈل سکول رائے پور رانی ضلع انبالہ۔ لالہ جگن ناتھ صاحب سود بی اے ایس اے وی ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ممبران سٹاف و طلبا کے علاوہ ڈاکٹر بلدیو سنگھ صاحب میڈیکل آفیسر۔ چوہدری ہری سنگھ صاحب سب انسپکٹر امداد باہمی۔ ڈاکٹر رکھی رام صاحب مینیجر دیو سماج سکول۔ منشی رامچندر صاحب ہیڈ ماسٹر گڑھی کوٹاہا۔ اور منشی عبدالمجید صاحب نائب مدرس گڑھی کوٹاہا شامل ہوئے۔ طلبا نے دعائیہ نظم پڑھی۔ لالہ دیسراج صاحب سیکنڈ ماسٹر نے حضور ملک معظم کے یوم ولادت باسعادت اور ان کی حکومت کی خصوصیات و برکات پر نہایت معقول تقریر کی۔ مولوی ظہور احمد صاحب عباسی نے اپنی طبعزاد نظم سنائی۔ ڈاکٹر بلدیو سنگھ صاحب نے ملک معظم کی حکومت کے احسانات اور عدل و مساوات پر جامع تقریر کی۔ چوہدری ہری سنگھ صاحب نے حضور کی زندگی کے واقعات اور ان کی مرنجاں مرنج شخصیت اور حکومت پر اظہار خیال فرمایا۔ صاحب صدر نے نہایت بلیغ و فصیح جامع تقریر فرمائی۔ جو حضور کی زندگی کے واقعات سے مملو تھی۔ چنانچہ چند خصوصی واقعات ہمدردی۔ مساوات۔ ترحم و منکسر المزاجی وغیرہ سے حاضرین کو سبق سیکھنے کی تلقین کی۔ سب نے ملکر اپنے جامع اوصاف ملک معظم کے لئے دعائے خیر کی۔ (ظہور احمد عباسی)

(۲) گورنمنٹ کارونیشن ہائی سکول گوجرانوالہ۔ رائے بہادر میاں لال سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی صدارت میں شمولیت ممتاز رؤسا و سرکاری افسران۔ نمبر میں جسمانی اور سکاؤٹنگ کے تفصیل کرتب سے حاضرین محظوظ ہوئے۔ انگریزی اردو ڈرامے سبق آموز تھے۔ مرچنٹ آف وینس کا ڈرامہ کی عدالت کا سین قابل دید تھا۔ اردو مزاحیہ ڈرامہ بھی نہایت آگاہی بخش اور عبرت انگیز تھا۔

جلسے کا پروگرام نہایت دلچسپ تھا۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر میں سکول ہذا کی ہر پہلو سے غیر معمولی ترقی پر اظہار خوشنودی فرمایا۔ اور عملہ و طلبا مدرسہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ (محمد ابراہیم)

ڈی بی ہائی سکول نکودر کا نتیجہ امتحان

اس سال ۷۲ فی صدی ہے بہت تھوڑے طلبا تھرڈ ڈویژن میں ہیں۔ بیشتر تعداد فرسٹ ڈویژن اور سیکنڈ ڈویژن طلبا کی ہے۔ یہ کامیابی سکول ہذا کے قابل ترین اور کامیاب ترین ہیڈ ماسٹر شیخ مہر علی قریشی بی اے اور ان کے محنتی سٹاف کی سرگرم مساعی کی رہین منت ہے۔

لوئر مڈل سکول کماہاں تحصیل وضلع لاہور

یہ خبر نہایت خوشی سے سنی جائیگی کہ سکول ہذا کی جماعت چہارم کے چار طلبا نے امتحان مقابلہ میں چار مڈل سکول سکالرشپ حاصل کر کے تحصیل کے ریکارڈ کو مات کر دیا ہے۔ یہ کامیابی منشی کندن لال صاحب حسین انچارج کلاس کی سعی بلیغ اور لیاقت کا ثبوت ہے۔ پنڈت لچھمن داس صاحب ہیڈ ماسٹر مستحق مبارکباد ہیں۔ محکمہ تعلیم کو ایسے قابل ٹیچروں کی حوصلہ افزائی لازم ہے۔ (عطا حسین شاہ)

انجمن معلمین کنٹونمنٹ بورڈ سکولز لاہور چھاؤنی

۲۲ جون کو مدرسین اور طلبا سکولز ع۱ کا سپیشل اجلاس چودھری ہنس راج صاحب سینئر ہیڈ ٹیچر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اتفاق رائے سے پاس ہوا کہ

(۱) مدرسین و طلبا کنٹونمنٹ بورڈ سکول نمبر ۱ کا یہ ماتمی اجلاس جناب لالہ بھوجرام صاحب ٹھاکر سکول ماسٹر کنٹونمنٹ ہائی سکول لاہور چھاؤنی سے ان کی اہلیہ محترمہ اور دو خوردسال بچوں کی جو ان کی زندگی کا سہارا تھے ناگہانی موت پر جو زلزلہ کوئٹہ کی وجہ سے ہوئی۔ ہمدردی اور غمگساری کا اظہار کرتا ہے۔ اور پرماتما سے دعا ہے کہ وہ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ماسٹر صاحب موصوف و متعلقین کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔

(۲) اس کی نقل ماسٹر صاحب موصوف اور رسالہ رہنمائے تعلیم میں بغرض اشاعت بھیجی جائے۔

(۳) کنٹونمنٹ بورڈ سکول نمبر ۲-۱ اور آر اے بازار سکول توپخانہ بازار میں اظہار ہمدردی کے ریزولیوشن پاس ہوئے (منوہر لال ٹنڈن)

رہنمائے تعلیم لالہ بھوجرام صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (اسپدیوا)

گورنمنٹ اینگلو اردو ہائی سکول ہیلی

۲۲ جون کو بذریعہ اشتہارات یہ معلوم ہوا کہ سکول ہذا کا نتیجہ امتحان میٹریکولیشن ۱۹۳۵ء ۹۵ فی صدی ہے جو شاندار ہے۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کے قابل سٹاف کی محنت شاقہ اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ شیخ عبد الوہاب صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر اور سٹاف مبارکباد کا مستحق ہے۔ (ایچ آئی مومن)

اعتذار

از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی

رہنمائے تعلیم کے گذشتہ شمارہ "جوبلی نمبر" میں میرے مخدومی ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ کے کچھ سوانحی حالات اور رہنمائے تعلیم کی عہد بعہد کی ترقیوں کی کچھ کیفیت لکھی تھی۔ اس پر مکرمی منشی طالب علی صاحب پابند قریشی نے (جو عرصہ دراز تک "رہنمائے تعلیم" کے ایڈیٹر رہے ہیں) اپنے ایک گرامی نامے میں مجھے مطلع فرمایا ہے کہ میں نے اس مضمون میں بعض غلطیاں کی ہیں۔ میں جناب ممدوح سے شرمندہ ہوں کہ اپنی عدم واقفیت کی وجہ سے مجھ سے یہ غلطیاں صادر ہوئیں۔ جن کے لئے معافی خواہ ہوں۔ مگر میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ غلطیاں محض میری واقفیت کی کمی کی وجہ سے واقع ہوئیں۔ ہرگز ان میں کسی بدنیتی کو دخل نہیں تھا۔

جناب منشی صاحب موصوف اپنے گرامی نامے میں مجھے تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) آپ نے اپنے مضمون میں صفحہ ۶۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ:-

"جب ماسٹر صاحب نے رسالہ رہنمائے تعلیم جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اس وقت کوئی بھی تعلیمی رسالہ پنجاب سے نہیں نکلتا تھا" یہ بالکل غلط ہے۔ اُس وقت میری ملکیت اور ادارت میں معین الطلبار لاہور جاری تھا۔ چنانچہ رہنمائے تعلیم کے پہلے ہی نمبر بابت فروری ۱۹۰۶ء کے دیباچے میں جو میر عبدالواحد صاحب نے لکھا تھا۔ اس رسالے کا ذکر ہے۔ اور ماسٹر صاحب نے اس رسالے کے جاری کرنے سے پہلے مجھ سے معین الطلبا کے اُس وقت تک کے سب شائع شدہ نمبر منگوائے تھے۔ اس لئے یہ محض غلط ہے۔ کہ رہنمائے تعلیم کے اجرا کے وقت کوئی اور تعلیمی رسالہ جاری نہ تھا۔

(۲) ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس نمبر کے ذکر میں آپ نے فرمایا ہے کہ :۔

"پنجاب کے تمام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس صاحبان کو ماسٹر صاحب نے لکھا۔ کہ اپنے ضلع کے تعلیمی کوائف اور تعلیمی حالات لکھ کر بھیجدیں"

عرض یہ ہے کہ میرے زمانۂ ادارت میں عموماً میں ہی مضمون طلبی کے لئے خطوط لکھتا تھا۔ ماسٹر صاحب صرف منیجری کا کام کرتے تھے۔ اس نمبر کے لئے مضامین طلب کرنے کے لئے میں نے ایک طویل چٹھی چھپوائی تھی۔ اور وہی ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحبان کی خدمت میں بھیجی گئی تھی۔ جس کے جواب میں اس نمبر کے شائع شدہ مضامین موصول ہوئے تھے۔

(۳) آپ نے تاجپوشی نمبر اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر نمبر کے صفحات تو لکھے ہیں۔ مگر دربار نمبر کے نہیں لکھے۔ یہ نمبر ۴۲ صفحات پر شائع ہوا تھا۔ اور اُس زمانے میں اس قدر صفحات چھاپنا بھی بہت بڑی بات سمجھی جاتی تھی۔

یہاں آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مکرم خلیفہ عماد الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مہربانی سے (جو اُن دنوں رپورٹر اون بکس تھے) اس نمبر کی ...۱۰۰۰ کاپیاں جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر پنجاب نے خریدی تھیں۔ (طالب علی قریشی)

آہ سید ممتاز علی مرحوم

ہمیں شومئی قسمت سے ناظرین کرام تک یہ خبر بد اثر پہنچانا پڑی ہے کہ پنجاب کی ادبی دُنیا سے ایک زبردست شخصیت یعنی شمس العلما سید ممتاز علی صاحب مالک دار الاشاعت لاہور موت کے زبردست ہاتھوں نے اُٹھا لئے ہیں۔ سید صاحب ان چند بزرگواروں میں سے تھے جو اس وقت تک سر سید احمد خان مرحوم کے زمانہ کی یادگار چلے آتے تھے۔ آپ نے علمی اور ادبی میدان میں بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں۔ نسوانی دُنیا تو خاص کر ان کی ممنون احسان رہے گی کہ آپ نے پھول اور تہذیب نسواں کے ذریعے اس دُنیا کی شاندار خدمات سرانجام دیں۔ آپکا دار الاشاعت زبان اُردو کا سرمایہ صد ناز ہے۔ مسلمان بھائیوں میں نسوانی تعلیم اور آزاد خیالی کی تحریک کا سہرا بجا طور پر آپکے سر ہے۔ اور آپکی سچی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں روشن خیالی کو جگہ ملی۔ آپ نے اپنے نور نظروں کو بھی ادبی خدمت پر ہی لگایا۔ سید امتیاز علی صاحب تاج کے افسانے اور ڈرامے دوست دشمن سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ہمیں سید صاحب کے نور نظروں سے اس معاملہ میں گہری ہمدردی ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ خدائے پاک مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا کریں۔ (سپیدلوا)

پنڈت رام نارائن صاحب ریٹائرڈ فزیکل ٹریننگ انسٹرکٹر سنٹرل موڈل سکول لاہور

تعلیم اور تعلم سے تعلق رکھنے والی دُنیا پنڈت صاحب سے نا آشنا نہیں۔ سنٹرل موڈل سکول جو سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کے زیر تربیت نوجوانوں کی پریکٹس آف ٹیچنگ کا آماجگاہ ہے۔ کس اُستاد سے بھولا ہوا ہے۔ اس نامی سکول کے شہرہ آفاق ڈرل ماسٹر کی حیثیت میں پنڈت رام نارائن صاحب خاص اوصاف و کمالات کے مالک تھے۔ آپ حال ہی میں مدت ملاز

سررشتہ سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے اعزاز میں جو الوداعی پارٹی دی گئی۔ اس میں آپ کی قابلیت اور کارہائے نمایاں پر خوب روشنی ڈالی گئی۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے آپ کے حالات ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

آپ ۱۹۰۴ء میں سررشتہ تعلیم میں بحیثیت ڈرل انسٹرکٹر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ملازم ہوئے اور کامل انیس سال کالج کی خدمت گذاری کرتے رہے۔ آخر وہاں سے سنٹرل موڈل سکول میں جسمانی تربیت کے معیار کو اعلےٰ و برتر بنانے کے لئے آپ منتخب ہوئے اور سکول میں آکر آپ نے خورد سال بچوں سے بالغ نوجوانوں تک کو کسرت جسمانی کا والہ وشیدا بنا یا یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمات کو حکام سررشتہ اور پبلک دونوں نے پسند کیا اور سراہا۔ سکول کے سالانہ جسمانی معرکوں کی صدارت کے موقعہ پر ہز ایکسلنسی نواب سر میلکم ہیلی اور ہز ایکسیلنسی نواب سر جعفری ڈے مانٹ مورینسی۔ آنریبل سر ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم۔ مسٹر جسٹس جے ڈی منرو۔ مسٹر ایچ ڈبلیو ہاگ۔ صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب اور صوبہ کے دیگر ممتاز حکام نے بحیثیت صدر جلسہ تقسیم انعامات وغیرہ تقاریب آپ کی کارگذاری کو بنظر تحسین پسند فرمایا اور موقعہ پر آپ کے عملی کام کو دیکھ کر بیحد متاثر و محظوظ ہوئے۔ اور آپ کے لئے کلمات تحسین و آفرین زبان پر لائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ملازمت کا تمام عرصہ کالج اور اس کے سکول میں ہی بسر ہوا۔ الوداعی پارٹی میں لالہ موہن لعل صاحب بھلہ ہیڈ ماسٹر اور لالہ امرناتھ صاحب کپور نے اپنی تقاریر میں آپ کی کارگذاری حسنہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آرزو کی کہ آپ اپنے آرام کے عرصہ کو جو قدرت نے اکتیس سالہ جدوجہد کے بعد آپ کو عطا کیا ہے۔ اچھی طرح سے بسر کریں اور آپ کو مبارک باد کہی کہ اتنی سخت زندگی اور عرصہ دراز کی خدمت گذاری کے سرانجام پر آپ عمدہ صحت اور جسمانی حالت کے ساتھ پوری پنشن کے حقدار ہوئے ہیں۔ ریفرشیمنٹ کے بعد آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے اور بڑے پریم اور محبت بھرے دل سے آپ کو الوداع کہی گئی۔ (نامہ نگار)

بی ڈی ہائی سکول انبالہ چھاؤنی

(۱) اس سال سکول نے جتنے اُمیدوار ورنیکلر فائنل میں بھیجے سب کے سب بڑے اچھے نمبروں سے پاس ہوئے۔ صرف ایک طالب علم نے ۳۸۹ نمبر حاصل کئے ورباقی سب نے ۳۰۰ سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ پہلاد داس نے ۵۰۹۔ جادو رام نے ۴۷۴ اور امرناتھ نے ۴۹۷ نمبر حاصل کئے۔ توقع ہے کہ پہلاد داس صوبہ بھر میں اول یا دوم پوزیشن لئے ہوگا۔ کئی اوپن اور کلوز وظیفے آنے کی اُمید ہے۔

(۲) امتحان میٹرکولیشن میں ۵۹ طالب علم بھیجے گئے۔ اور سب کے سب کامیاب ہوئے۔ نتیجہ سو فیصدی رہا۔ زیادہ تعداد فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے والوں کی ہے۔ بشیر احمد کو یونیورسٹی وظیفہ حاصل ہوا۔ یہ سب لالہ کبیر داس صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر کے حسن انتظام۔ ان تھک کوشش اور سکول کے قابل سٹاف کی جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ (کلول شرما)

نوٹ رہنمائے تعلیم۔ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" کا مشہور مقولہ بی ڈی ہائی سکول پر صادق آرہا ہے۔ ورنیکلر فائنل امتحان کا نتیجہ اپنی شہادت خود دے رہا ہے۔ اسی طرح میٹریکولیشن ریزلٹ بھی کسی تصدیق کا محتاج نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہیڈ ماسٹر سکول کی جان ہوتا ہے اور ایک نامی انسپکٹر صاحب فرماتے تھے کہ ہم ہیڈ ماسٹر سے اس کے سکول کی حالت کا اندازہ لگالیتے ہیں اور ہم بے اختیار انہیں اور انکے سٹاف کو اس کامیابی پر دلی مبارک باد کہتے ہیں اور متوقع ہیں کہ آپ کی کوشش اور جانفشانی آپ کے سکول کو نہ صرف ڈویژن انبالہ میں بلکہ صوبہ میں ممتاز حیثیت دلائے اور اس کے زیر تربیت بچے ترقی کی شاہراہ میں پیش پیش ہوں۔ (سچدیوا)

ضلع لائل پور کے سنٹرل سکولوں میں جشن سلور جوبلی

اس نامی جشن کی تقریب سعید پر ہمیں صرف سکولوں کے ناموں پر اکتفا کرنا پڑا تھا مگر ضلع ہذا کے سکولوں کی حالت کا کچھ خلاصہ نذر ناظرین کرتے ہیں کہ وہ اندازہ لگا سکیں کہ اس ضلع میں یہ جشن کس خوبی اور خوش اسلوبی سے منایا گیا ہے۔ جس کے لئے

ایم رحمت اللہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر خاص مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یہ جلسہ ضلع بھر کے سکولوں کے جلسوں اور کارروائیوں کا نچوڑ ہے۔ اور زبان حال سے حسن انتظام اور دلی عقیدت کی شہادت دے رہا ہے۔ (مسجد یوا)

ضلع لائل پور میں اس تقریب سعید پر ہر ایک سنٹر سکول میں جن کی تعداد ۷۶ ہے مکمل طور پر جشن منایا گیا۔ ۶-۷ مئی کو مختلف پروگراموں کے ماتحت بڑی دھوم دھام سے جلسے کئے گئے۔ ان میں سلطنت برطانیہ کی برکات سلور جوبلی کی غرض و غایت اور بادشاہ سلامت کی فرمانبرداری اور اطاعت پر مؤثر لیکچر دیئے گئے۔ حضور والاکی درازی عمر اور ترقی اقبال کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ غربا کو کھانے کھلائے گئے۔ بچوں میں انعام تقسیم کئے گئے۔ مختلف دیسی کھیلوں۔ فٹ بال اور والی بال کے مقابلوں سے عوام کو محظوظ کیا گیا۔ ہر مقام اور ہر جگہ پر جلوس نکالے گئے جن میں پبلک نے کافی حصہ لیا۔ بعض مقامات پر سلور جوبلی کی خاص یادگاریں قائم کی گئیں۔ آتش بازی سے عوام کو خوش کیا گیا۔ چراغاں سے رعایا ضلع نے اپنی دلی ارادت و عقیدت کا ثبوت دیا۔ غرض ان ہر دو دنوں ضلع کے ہر فرد بشر کے چہرے سے خوشی ہویدا تھی اور ہر ایک دلی خلوص اور محبت سے اپنے پیارے بادشاہ سلامت اور پیاری ملکہ معظمہ کی درازی عمر اور ترقی اقبال کے لئے دعاؤں میں مصروف تھا۔

مخفی نہ رہے کہ اس تقریب سعید پر خاص لائل پور میں ڈسٹرکٹ سکاؤٹس ریلی کی گئی اور سکاؤٹس نے اپنے کرتب ایسے پیرائے میں دکھائے کہ حاضرین بے اختیار عش عش کر اٹھے اور یہ نظارہ مدتوں تک ان کے دلوں میں یاد رہیگا۔ (نامہ نگار)

ورنیکلر مڈل سکول تلونڈی ملک ریاست پٹیالہ

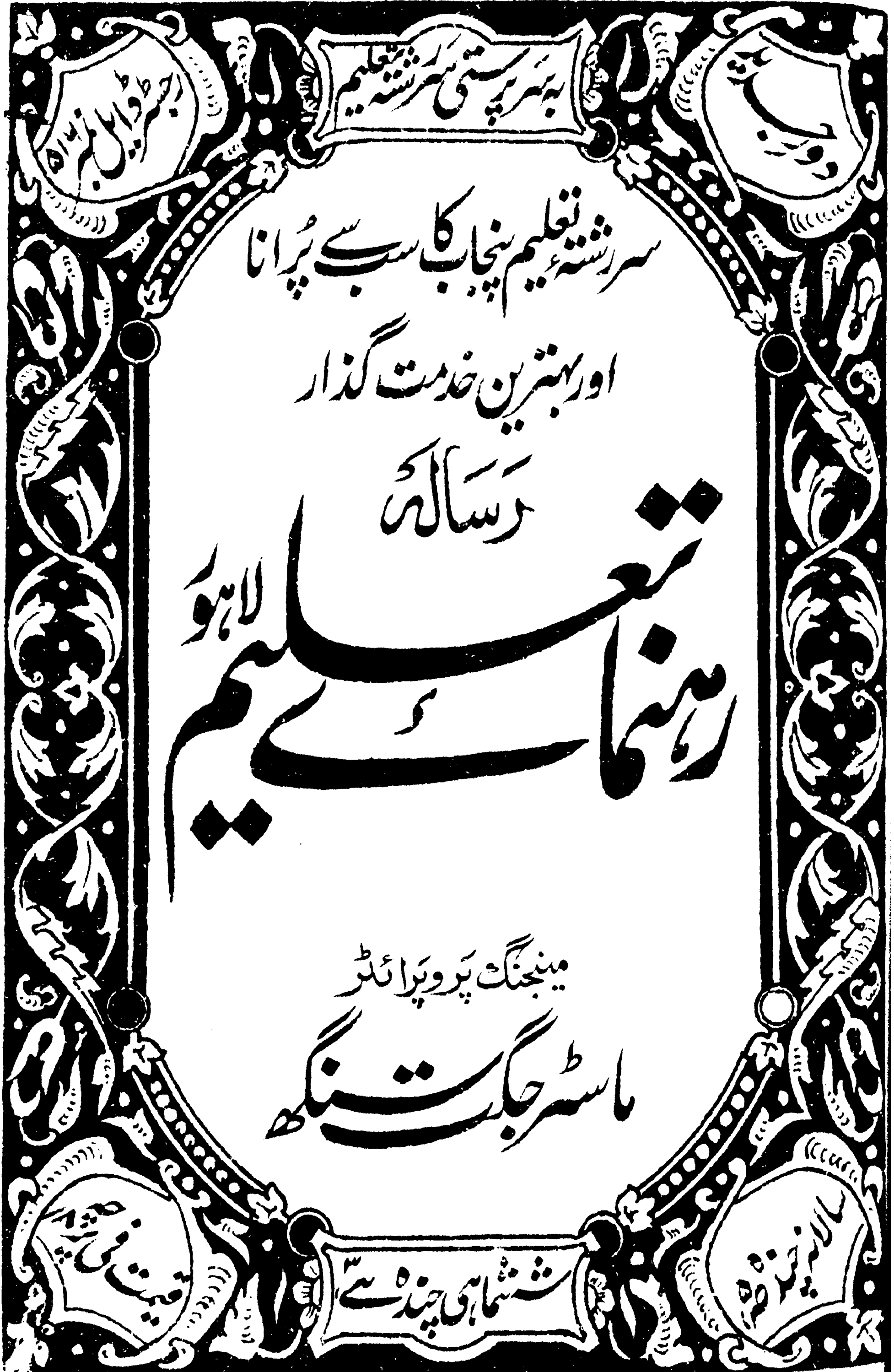
لالہ برج لعل صاحب کھوسلہ ہیڈ ماسٹر کی زیر نگرانی ورنیکلر فائنل نتیجہ کی خوشی میں جلسہ ہوا۔ سکول کے ۴ امیدوار کامیاب ہوئے اور سکول ریاست کے تمام سکولوں میں دوسرے نمبر پر رہا۔ صاحب چیف انسپکٹر آف سکولز ریاست پٹیالہ نے اس شاندار نتیجہ کے حصول پر سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کو پروانہ خوشنودی عطا فرمایا اور سکول کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس تقریب پر اخلاقی نظمیں اور جواب مضمون سنائے گئے۔ ایم محمد تقی صاحب مدرس نے اپنے لڑکے کی کامیابی کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کی۔ ہز ہائنس سری حضور مہاراجہ صاحب دھیراج مہندر بہادر اور سری حضور ٹیکا صاحب بہادر کے لئے تھری چیرز دیئے گئے۔ (محمد تقی)

امتحان بی ٹی ۱۹۳۵ء میں اول رہنے والی لڑکی

ہمیں یہ سنکر بیحد مسرت ہوئی کہ سال ۱۹۳۵ء کے امتحان بی ٹی میں شریمان سردار ایس ایس چرن سنگھ صاحب شہید کی پتری بی بی ست نام کور جی بی اے تمام امیدوار لڑکیوں سے اول رہی ہیں۔ اور اپنی ٹریننگ انسٹی ٹیوشن لیڈی میکلیگن کالج میں بھی اول رہی ہیں اور بی ٹی کے پریکٹیکل امتحان میں تمام لڑکوں اور لڑکیوں سے اول ہیں اور لڑکیوں اور لڑکوں کے مشترکہ نتیجہ میں صوبہ بھر میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ یہ حیرت خیز کامیابی کوئی غیر متوقع نہیں ہے۔ شہید صاحب کی سپتری نے اپنے والد بزرگوار کی کامیابیوں کی روایت کو پورا کر دکھایا۔ ایسے نامی والد کی پتری کا اس طرح نمایاں کامیاب ہونا ضروری اور لازمی تھا۔ شکر ہے کہ نوجوان بچی نے خاندان کی لاج رکھ لی اور اپنے پوجیہ پتاجی کے کارناموں کو چار چاند لگائے۔ اس نمایاں کامیابی پر ہم اپنے پرم مترشہید جی مہاراج اور بی بی ست نام کور جی کو دلی مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ (جگت سنگھ وسچدیوا)

نوجوان طالب علموں سے ایک آرزو

ہمارے پاس ہر ماہ ایسے نوجوان طالب علموں کے کئی مضمون آتے رہتے ہیں جن کی اشاعت کی بڑی آرزو کی جاتی ہے مگر افسوس کہ وہ نوجوان مضمون تحریر کرتے وقت اس امر کو بھلا دیتے ہیں کہ وہ کس رسالہ کے لئے مضمون لکھ رہے ہیں؟ اور کیا انکا مضمون اس کے معیار پر پورا اتر سکیگا؟ واضح رہے کہ خلاف عقل و قیاسی مضامین۔ عالم رویا میں دیوؤں اور جنوں سے لڑنا۔ چاند کی سیر کرنا وغیرہ وغیرہ یا عشقیہ مضامین آپ لوگوں کے قلم سے نہایت معیوب مضامین کی ذیل میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ علمی مضامین۔ نصیحت آموز کہانیاں۔



سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پُرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

قواعد وضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ پانچ روپے (ﮧ۵) ششماہی تین روپے (ﮯ۳) بمدِ پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدمِ تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہُوا کرتے ہیں، جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحبان کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آنگیا رام صاحب تجدید کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہئے اور دیگر امور و ترسیلِ زر کے متعلق منیجر کے نام ہونی چاہئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	لعہ ۹	معہ ۲۷	ﮧ ۵۰	لہ ۹۰
نصف صفحہ	ﮧ ۵	عہ ۱۵	معہ ۲۷	ﮧ ۵۰
چوتھائی صفحہ	ﮯ ۳	لعہ ۹	عہ ۱۵	معہ ۲۷

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ روپیہ سالانہ (۱۰۸)

صفحہ ۴ ایک سو بیس روپیہ سالانہ (۱۲۰)

اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہئے

منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

بابت ماہ نومبر سنہ ۳۵ ۱۹ع

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمتگذار

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۳۰

نمبر ۱۱

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زرعی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین داغ مرحوم

مدیر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی۔اے۔بی۔ٹی ایم۔او۔جی۔اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیا رام سچدیو منشی فاضل

جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم۔اے ایم۔او۔ایل منشی فاضل ادیب فاضل

سردار گوربخش سنگھ جوہر میڈلسٹ

ماسٹر جگت سنگھ منیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور (رام گلی)، بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ)　　ششماہی تین روپے (سے)　　فی پرچہ آٹھ آنے (۸/)

فہرست مضامین

خطاب کمیٹی

اس عنوان سے ایک نہایت مفید تحریک حضرت ابر احسنی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے اور جسے عملی صورت میں لانے کیلئے نیازمند مدیر حصۂ نظم نے بھی اس شرط پر شرکت منظور کر لی تھی کہ تجویز کردہ اراکین اگر شرکت عمل کیلئے رضامندی ظاہر فرمائیں۔ تو میں بھی ایک ناچیز خادم کی حیثیت سے کام کرنے پر آمادہ ہوں گرچہ زمانے کی ہوا کا رُخ اس قسم کی کمیٹی کے مؤثر ہونے کا کوئی یقین دلا سکتا تھا تاہم اس خیال سے کہ دفتر رہنمائے تعلیم کو تجویز کا عملی مرکز قرار دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مرکز میں ایک رُکن کی موجودگی ضروری سمجھ کر مجھے بھی ارکان انجمن میں شامل کیا گیا ہے۔ میں با دلِ نخواستہ سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ تاکہ مبادا میرے انکار سے ایک مفید تجویز کھٹائی میں پڑ جائے اور مجھے ایک اچھے کام میں روڑا اٹکانے والا خیال کیا جائے۔ اس بات کا احساس تک نہ تھا کہ اس قسم کی محتاط مصلحت بالکل بے فائدہ ہے اور زمانے کی ہوا نے ہر خادم ادب کو مجھ سے بھی زیادہ محتاط ہو جانے پر مجبور کر دیا ہے ؛

اگرچہ شائع شدہ تجویز میں ہر ادب نواز سے اظہار خیالات کی درخواست کی گئی تھی لیکن دفتر نے اسے ناکافی سمجھ کر تجویز کردہ اراکین سے خط و کتابت کرنے کی ضرورت محسوس کی جوابات جو موصول ہوئے۔ ان کا خلاصہ نام بنام یہاں درج کیا جاتا ہے :-

حضرت انصاف خطاب کمیٹی کی اسکیم بہت اچھی ہے بشرطیکہ اساتذہ اس طرف توجہ فرمائیں ؛

حضرت قیصر سورتی۔ یہ اسکیم ہر پہلو سے مفید ہے۔ بشرطیکہ موجودہ اساتذہ اس سے اتفاق کریں ؛

منشی گوردھن داس صاحب شاکر۔ میں حضرت ابر احسنی کی پیش کردہ تجویز کو نہایت ضروری اور مستحسن خیال کرتا ہوں۔ نیز انتخاب ارکان انجمن کے سلسلہ میں مکرمی جناب جوش ملسیانی کی تائید کرتا ہوں ؛

حضرت غنی الہ آبادی۔ ابر صاحب کی تجویز خطاب کمیٹی زرین اصول پر مبنی ہے۔ میں اس تجویز سے بالکل متفق ہوں۔ چونکہ دہلی اور لکھنؤ اردو زبان کے تسلیم شدہ مرکز ہیں۔ اس لئے اراکین میں ان مقامات کے مشاہیر ضرور شامل کئے جائیں مثلاً حضرت سائل دہلوی۔ حضرت احسن مارہروی۔ حضرت جلیل ناگپوری۔ حضرت آرزو لکھنوی ؛

جناب غازی بدایونی۔ ادیب اردو گوالیار میں دارالافتا مجلس تنقیدی اور باب الاسناد قائم ہے اور اسکے فیصلہ جات ہندوستان کے رسائل میں اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ مجلس بہت سے حضرات کو اسناد بھی دے چکی ہے جسکو فخر کے ساتھ قبول فرمایا گیا ہے اور اسکے سرپرست مولانا صابر الہ آبادی ہیں۔ اس مجلس کو دیگر انجمنوں سے ہر حالت میں فوقیت حاصل ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ رسائل اپنے چیدہ معاونین کی ایک کمیٹی بنائیں۔ یہ کمیٹیاں اپنی سفارشات گوالیار میں بھیج دیا کریں۔ دفتر انجمن ادیب اردو میں زیر نگرانی حضرت صابر الہ آبادی ان سفارشات کے مطابق سندات تیار کی جائیں اور متعلقہ رسائل کی معرفت تقسیم کر دی جائیں ؛

حافظ احسان اللہ خاں صاحب وکیل ہائی کورٹ گوالیار۔ مجھے اس تحریک کے اصول سے مخالفت نہیں ہے۔

مگر زبانہ کے لحاظ سے جو خرابی پیدا ہو رہی ہے۔ اس سے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس طرح مختلف رسائل میں بہت سی مدِ مقابل کمیٹیاں بن جائینگی۔ اسلئے بزمِ ادیب اردو گوالیار کو جو ایک مدت مدید سے زیر سرپرستی حضرت صابر الہ آبادی حضرات شعرا کی کماحقہٗ امداد کر رہی ہے۔ اور بڑی خوبی کیساتھ عطائے خطابات کا کام انجام دے رہی ہے جس میں آجتک کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی بجائے نئی اسکیم کے بہ بہر طور مناسب ہوگا۔ کہ اسی کمیٹی کو اپنے اپنے حوصلوں کے مطابق ترقی دی جائے۔

حضرت غنی گوالیاری۔ تجویز بہت اچھی اور مناسب ہے۔ مگر یہ کارروائی عرصہ سے مولانا صابر الہ آبادی صاحب کے دفتر باب الاسناد سے جاری ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ ایک بنے ہوئے کام کو بگاڑا جائے۔ اور ایک لگے اور جمے ہوئے نخل کی بیخ کنی کی جائے۔ بزمِ ادیب اردو گوالیار جو ایک سابقہ کمیٹی ہے۔ اُسے آپ کو اور تقویت دینا چاہئے۔ نہ یہ کہ اُسکے انہدام و مسمار ہونے کی سعی کی جائے۔ اگر کوئی کمیٹی اس کے خلاف قائم کر بھی لی گئی۔ تو بھی وہ صابری دفتر کی دیکھا دیکھی ایک شاخ کہلائیگی۔ اسلئے جملہ حضرات مولانا صابر الہ آبادی کے ان جذبات کو جو ایک عرصہ سے ان کے دل و دماغ میں گشت کر رہے ہیں۔ محدود نہ فرمائیں۔ اور انہیں کے زیر اثر یہ کمیٹی قائم کی جا کر ان کے آسمانِ فطرت کو اور چار چاند لگائیں۔

حضرت رضا قریشی منشی فاضل (گوالیار) مدافعت دبائے خطاب کے عنوان سے انہوں نے ایک مبسوط مقالہ سپردِ قلم کیا ہے اور اس تجویز کے ہر پہلو پر واضح ترین بحث کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صاحب نے خود ساختہ اور گھریلو خطابات کی مذمت کے متعلق جو کچھ اظہار خیال کیا ہے مجھے اس سے لفظ بہ لفظ اتفاق ہے۔ اور یہ مخالفت جن وجوہ پر مبنی ہے۔ وہ بھی درست ہیں لیکن ان خرابیوں کے انسداد کیلیے جو صورت تجویز کی گئی ہے وہ نہایت ناقابلِ اطمینان ہے۔ کیونکہ ایک تو مجوزہ جماعت میں کوئی قانونی زور موجود نہیں ہے دوسرے ملک ان کے لگائے ہوئے خطابات کو تسلیم کرنے کیلیے تیار نہ ہوگا جسکی وجہ سے ایسی ہی دیگر جماعتیں پیدا ہونگی۔ اور ان سے متصادم ہونے کا امکان ہے تیسرے یہ کہ قابل ادبائے ملک کو خطابات دیا جانا لازمی بات نہیں ہے نیز یہ کہنا کہ اہلِ قلم شہرت کے طلبگار ہو کر بہتر سے بہتر مضامین لکھنے کی کوشش کرینگے۔ صحیح نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دقیع اہلِ قلم ایسی جماعت بن جانے کے بعد آپکے رسالہ میں مضمون دینا اپنی سبکی کا باعث تصور فرمائینگے۔ کیونکہ انکی قلمی اعانت کے یہ معنی ہونگے کہ مضمون نگار حصولِ خطاب کا خواہشمند ہے اور اپنے مضامین بطور مقابلہ شائع کر رہا ہے۔ یاد رکھئے۔ کہ خطابات کے طلبگار صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جنکو اپنی ذاتی قابلیت پر شہرت اور ناموری کا اعتماد نہیں ہوتا اور وہ ظاہری الفاظ سے اپنی شان بلند کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو لوگ خطابات کے مستحق ہیں۔ ان کی ذاتی قابلیت ہی ان کے علوِ مرتبت کی ضامن ہے مثلاً اگر گاندھی کے نام کے ساتھ مہاتما گاندھی نہ بھی لگایا جائے تو بھی گاندھی کی ذاتی قابلیت اسکو گاندھی ہی بنائے رکھیگی۔

یہ کہنا کہ غلط طریقے پر خطابات غصب کرنے کا طریقہ فنا ہو جائیگا۔ صرف خیال ہی خیال ہے۔ اس طرح تو خطابات کی مٹی اس سے بھی زیادہ خراب ہو جائیگی۔ کیونکہ جھوٹے خطابات غصب کرنے سے خود ساختہ اور جماعت کے دئیے ہوئے خطابات میں تمیز کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور مصنوعی خطابات کی اور زیادہ کثرت ہو جائے گی۔

کسی ایسی انجمن کا قائم کرنا یا اُس کا رُکن ہونا انسانی خود غرضی اور خود نمائی کا بدترین مظاہرہ ہے۔ کیونکہ کسی شخص کو خطاب دینے سے خطاب دینے والا اپنی ہی برتری اور افضلیت تصور کرتا ہے اور احساسِ افضلیت سے اُس کی رُوح ایک لذت محسوس کرتی ہے پس خطابات عطا کرنا کوئی ادبی خدمت نہیں۔ بلکہ ذاتی شہرت کی تشنگی کو فرو کرنے کا ایک سہل اور مؤثر ذریعہ ہے ؛

خود ساختہ خطابات کا سدِّ باب کرنے کے لیئے یہ ہونا چاہیئے۔ کہ گورنمنٹ اور یونیورسٹیوں پر اس امر کا زور دیا جائے۔ کہ وہ اوریئنٹل امتحانات کی طرح شاعری کے امتحانات بھی قائم کئے جائیں اور ان امتحانات کے مختلف درجے مقرر کئے جائیں۔ جو شخص جس درجے کے امتحان میں کامیاب ہو۔ اُسے اُس درجہ کی سند مل جائے۔ اس صورت میں مصنوعی خطابات ایک فوجداری جرم ہو جائینگے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو ایڈیٹروں میں یہ تحریک پیدا کی جائے کہ وہ مصنوعی خطابات والوں کے مضامین معہ خطابات بلا تامل کثرت سے شائع کریں۔ تاکہ خطابات کی موجودہ وقعت زائل ہو جائے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو۔ تو اس قسم کی تحریک پیدا کی جائے۔ کہ تمام رسائل کسی شخص کے نام کے ساتھ خطابات شائع نہ کریں۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو۔ تو ادبائے ملک میں سے چند آدمی منتخب کئے جائیں۔ جو ادبی ڈگریوں کے امتحانات کے لئے نصاب مقرر کریں اور کسی ایک یا چند مقامات پر ایسے امتحانات لیئے جائیں۔ ضروری اخراجات کے لئے فیس داخلہ کافی ہے۔ یا چندہ فراہم کر کے ایک چھوٹی سی یونیورسٹی اس غرض کیلئے قائم کی جا سکتی ہے جس کا کام محض امتحان لینا اور ڈگریاں تقسیم کرنا ہوگا ؛

یہ متضاد خیالات جو طوالت کے خوف سے محض بطور خلاصہ درج کئے گئے ہیں۔ ناظرین کرام کے سامنے رکھدئے ہیں بعض اصحاب تائید فرماتے ہیں اور بعض نے پُرزور مخالفت کی ہے۔ اس صورتِ حال میں کسی بہتر فیصلہ پر پہنچنا آسان نہیں ہم مخالف حضرات کی مخالفت کو نظر انداز کر سکتے ہیں بشرطیکہ تجویز کردہ اراکین کی رائے اصل تجویز کے موافق ہو۔ مگر افسوس کہ جہاں خرابی کی مذمت اور اسکے سدِّ باب کی ضرورت سے کسی صاحب کو انکار نہیں۔ وہاں میدانِ عمل میں آنے سے ان اصحاب کو مختلف وجوہ سے انکار اور اسکے مؤثر ہونے میں بہت سا شک و شبہ ہے۔ چنانچہ ان محترم اصحاب کے خیالات کا خلاصہ بھی یہاں درج کر دیا جاتا ہے :۔

حضرت یگانہ چنگیزی۔ میری آزاد خیالی اور بیگانہ روی سے آپ بھی خوب واقف ہیں میں کبھی کسی جماعت کا ممبر بن کر کام نہیں کرتا۔ ہر جماعت میں کچھ دنوں بعد پھوٹ پڑ جاتی ہے! اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دیرینہ تعلقات میں فرق آ جاتا ہے۔ میں نے لکھنؤ میں ایک انجمن خاصانِ ادب قائم کی تھی۔ اس کا انجام بھی یہی ہوا پس کچھ اپنی افتادِ مزاج اور کچھ تلخ تجربات کی بنا پر میں نے عہد کر لیا ہے۔ کہ کسی جماعت کا ممبر نہ بنوں۔

جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی۔ اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے نہ تو اس بات کی امید ہے کہ مجھے کبھی کوئی

خطاب ملیگا۔ اور نہ اپنی عدم قابلیت کے باعث حقیقتاً اس امر کا اہل ہوں۔ کہ معزز ادیبوں کی کسی مجلس کا رُکن بن سکوں۔ اسلئے نہایت ادب کے ساتھ خطاب کمیٹی کی رکنیت سے معذوری کا اظہار کرتا ہوں یقین ہے کہ آں محترم میرے اس عذر کو خاکساری پر نہیں بلکہ حقیقت پر محمول فرمائینگے ؛

باقی رہا اصل تحریک کے حسن و قبح کے متعلق میرا ذاتی خیال۔ تو میں کیا اور میرا ذاتی خیال کیا۔ نہ کسی بات میں رائے دینے کی قابلیت۔ نہ کسی بات کو سمجھنے کی لیاقت۔ آں محترم نے محض حسن ظن سے اور آپ صاحب نے میرا مذاق اڑانے کے لئے میرا نام بھی تحریک میں گھسیڑ دیا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم جس شخص نے بچپن کھیل کود میں اور جوانی فضولیات میں ضائع کر دی ہو جس نے اپنی زندگی میں کسی قسم کا کوئی علم یا کوئی فن حاصل نہ کیا ہو اور جو اب بڑھاپے میں اپنی عمر رفتہ پر بیٹھا افسوس کر رہا ہو۔ وہ ایک بیکار محض انسان ہے۔ اور اس سے عملی توقعات تحصیل حاصل ؛

حضرت مہر گوالیاری۔ اصل تحریر صیغہ راز میں شمار کرنیکے قابل ہے۔ اسلئے اس کا خلاصہ یہاں نقل نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اتنا بتا دینا کافی ہے۔ کہ موصوف اس تجویز کے سخت خلاف اور اسے لغویت خیال فرماتے ہیں ؛

حضرت نوح ناروی۔ میں اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ جملہ اراکین کیلئے بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ علاوہ اس کے خطاب تو وہی ہے۔ جو کسی سرکار یا کسی معزز شخص سے ملے۔ ہم لوگوں کے خطاب دینے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہوں ؛

جناب دل شاہجہانپوری۔ واقعی گروہ شعرا میں خود ایجاد خطابات کی کثرت ہے۔ لہٰذا انجمن کی تجویز سے میں اتفاق کرتا ہوں اور اسی کے ساتھ میں منت پذیر ہوں۔ کہ مجھ ہیچمیرز کا نام انتخابی کمیٹی میں تجویز کیا گیا ہے جناب سائل دہلوی حکیم ناطق لکھنوی بھی انتخابی انجمن کے ممبر تجویز کئے جاتے تو مناسب تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس آزاد زمانہ میں انجمن کی تجویز کہاں تک مقبول ہوسکتی ہے اور خود ایجاد خطابات کی روک تھام کیلئے انجمن کے پاس ایسا کونسا قانون ہے جس کے زیر اثر تمام شعرا ہو رہیں۔ بہرحال مجھ کو جناب کی رائے سے اتفاق ہے۔ اپنی ذاتی رائے بھی پیش کر دی ؛

مولانا صابر الہ آبادی۔ موصوف نے شاید کسی مصلحت کو مدنظر رکھ کر اپنے نام سے جواب تحریر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے محمد فضل الرحمٰن صاحب صابری کے نام سے یہ جواب موصول ہوا۔ کہ محقق آپ کے قابو میں ہیں۔ جیسا آپ چاہیں گے وہ منظور کر لینگے۔ ان کو کسی بات میں عذر نہ ہوگا۔ تاہم وہ رسالہ کے ناظرین کی رائے دیکھ کر اپنی رائے لکھیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں ؛

چونکہ یہ جواب کچھ مشتبہ اور غیر یقینی تھا۔ اسلئے قطعی اظہار رائے کیلئے دوبارہ تکلیف دی گئی۔ اس کا جواب بھی صابری صاحب ہی کے نام سے موصول ہوا جس میں درج ہے کہ یہاں کی رائے آپ کی رائے کے ساتھ وابستہ ہے۔ وجہ توقف اگر ہے تو یہ ہے۔ کہ ایسی کمیٹیاں خال خال مشہور رسائل میں قائم کرنے کی کچھ حضرات کوشش کر رہے ہیں۔ ایسی صورت

میں یہ اسکیم کامیاب نہ ہوسکیگی! ورملک میں اسکی سخت ضرورت ہے۔ لہذا اس پر غور کیا جارہا ہے۔ کہ اسکو کس صورت سے کامیاب بنایا جائے! وراس مسئلہ پر ذرا آپ بھی غور کیجیئے۔ کہ دوسرے رسائل اس کی نقل نہ کرسکیں۔ کیونکہ اگر رسائل و جرائد آپ کی نقل کر بیٹھے۔ تو لطف جاتا رہیگا ؛

چونکہ حضرت آید احسنی نے اپنے خیالات کی دوسری قسط میں خواجہ عشرت صاحب کا نام بھی اراکین میں تجویز کیا تھا اسلیئے انکی خدمت میں بھی عریضۂ نیاز بہ غرض حصول اظہار رائے بھیجا گیا تھا۔ مگر موصوف کیطرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا اس خاموشی کو نیم رضا کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اس قسم کی تجویزوں میں خاموش رہنا ناموافق اظہار رائے کے مترادف ہوتا ہے ؛

مذکورہ بالا جوابات میں اگرچہ مختلف وجوہ سے انکار کیا گیا ہے۔ مگر ان سب کی تہ میں وہی شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں جو مخزمی حضرت دل شاہجہانپوری نے اپنے مکتوب میں ظاہر فرمائے ہیں۔ نیز ان مخالف تحریروں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اگر دوسرے رسائل نے اس تجویز کی نقل شروع کردی تو اسکا نتیجہ ابتذال کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ یہ شبہ بلاشبہ لاعلاج اور یہ اعتراض فی الواقع لاجواب اور ناقابل تردید ہے۔ حضرت یگانہ چنگیزی نے رسالہ نیرنگ خیال کی خودساختہ اور مفروضہ خطاب کمیٹی کے عطا کئے ہوئے خطاب سے جو سلوک کیا ہے اور جسکی تشریح رسالہ ہذا کے اکتوبر نمبر میں اعلان کی گئی ہے۔ وہ تمام رسائل اور ان کی بنائی ہوئی خطاب کمیٹیوں کے لئے تازیانۂ عبرت سمجھنا چاہیئے ؛

پس ایک تو اس خرابی کے اندیشہ سے کہ مبادا صورتِ ابتذال پیدا ہوجائے اور دوسرے اس خیال سے کہ رہنمائے تعلیم اپنے معاونین اور سرپرستوں کے حلقہ میں تجویز کردہ اراکین سے بہتر اراکین انتخاب کرنے کے ناقابل ہے۔ ہمیں اس تحریک کی تجویز کردہ صورت کو ناقابلِ عمل قرار دینے کے سوا چارہ نہیں۔ نیازمند مدیر حصّۂ نظم بھی ان مشاہیر کی رائے کا احترام کرنا اپنا فرض سمجھتا اور خود کو شرکتِ عمل کے ناقابل خیال کرتا ہے ؛

مولانا صابر الہ آبادی نے اس امر پر خاص زور دیا ہے۔ کہ کوئی ایسی صورت سوچنی چاہیئے جسکی نقل نہ ہوسکے چونکہ مصنوعی خطابات کی وبا سے سب نالاں ہیں اور آبر صاحب کی تحریک سے اصولاً کسی کو اختلاف نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ اسلئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس وبا کی روک تھام کیلیئے کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور عمل میں آنی چاہیئے۔ سب سے بڑا اعتراض ابتذال کا ہے۔ ہمارے خیال میں ابتذال سے محفوظ رہنے کی مفصلہ ذیل صورتیں قابلِ عمل معلوم ہوتی ہیں :۔

۱۔ تمام ادبی رسالوں میں خطاب کمیٹی بنائے جانے کی مخالفت کیجائے تاکہ نقل کئے جانے اور ابتذال کی صورت پیدا ہونے کا امکان باقی نہ رہے ؛

۲۔ حضرت رضا قریشی کی بیان کردہ تجاویز میں سے کسی ایک تجویز کو منتخب کرلیا جائے ؛

۳۔ اگر یہ تجویزیں ناقابلِ عمل ہوں۔ تو مشاہیر اردو خود ملکر کوئی ایسی خطاب کمیٹی بنالیں۔ جو کسی رسالہ سے تعلق نہ رکھتی ہو ؛

ہمارے خیال میں ضمن ۳ کیلیئے کوئی نمایاں جدّوجہد کرنے کے بغیر آسانی سے عملی کام شروع کیا جاسکتا ہے حضرت صابر الہ آبادی کی تحریر کا مفہوم بھی یہی ہے کہ خطاب کمیٹی ادبی رسائل سے بے تعلق اور نقل کئے جانے کے اندیشہ سے بالاتر ہونی چاہیئے۔ اگرچہ صاف لفظوں میں انہوں نے اپنے مقصد کی تصریح نہیں فرمائی۔ مگر ہمارے نزدیک انکی خواہش غالباً یہی ہے کہ گوالیار میں بنائی ہوئی ان کی خطاب کمیٹی کو وسعت دیکر بافروغ بنالیا جائے ؛

یہ نتیجہ جو انکی تحریر سے منسوب کیا گیا ہے اس لحاظ سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکے تین پایہ شناسوں یعنی حضرت غنی گوالیاری۔ حضرت غازی بدایونی اور حافظ احسان اللہ خاں صاحب وکیل کی تحریریں بھی اسی خیال کی تائید کرتی ہیں۔ ان صاحبان نے اس امر پر [illegible] کھل جائے۔ چونکہ انسداد

خرابی کی ضرورت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمن ۳ پر عمل پیرا ہونے کی غرض سے انکی خدمات کو شکریہ سے قبول کیا جائے اور گوالیار کی بنی بنائی کمیٹی کو جسے دارالاسناد کہا جاتا ہے۔ فروغ دینے کی سرگرم کوشش کی جائے۔ تاکہ وہ ایک نمائندہ اور مسلمہ حیثیت میں اس اہم مقصد کے سرانجام دینے کی غرض سے اپنا کام شروع کر سکے جسکی ضرورت سے کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں۔

پس اس خیال سے کہ حضرت آبر احسنی کی تجویز فی الواقع داخل دفتر کئے جانے کی مستحق نہیں۔ اور رسائل کے ذریعہ خرابی کی ادعا بہت مشتبہ ہے۔ ضمن ۳ کو زیر نظر رکھکر حضرت صابر الہ آبادی سے یہ درخواست کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ وہ خدمت ادب کے خیال سے اپنے دارالاسناد کو جسے موجودہ صورت میں دوسرے اصحاب تو درکنار خود اہل گوالیار بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں اور بعض تو اسکی ہستی سے بھی انکار کرتے اور اسے محض فرضی بتاتے ہیں۔ اس طرح مرتب فرمائیں۔ کہ اس کی مستند ہستی پر کسی کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ہمارے خیال میں اس کیلئے مفصلہ ذیل امور پر عمل کرنا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضرت صابر الہ آبادی مشاہیر ملک کو دارالاسناد میں شامل ہونے کی بذات خود دعوت دیں۔ اور یہ دعوت صرف ان اصحاب تک محدود رہے جو مسلمہ قابلیت اور شہرت کے مالک ہیں۔ نیز کسی کی دل شکنی کا خیال چھوڑ کر پرانے ارکین کو ان کی خدمات سے سبکدوش فرمائیں۔ تاکہ دارالاسناد بالکل نئی صورت میں مرتب ہو سکے۔

۲۔ شروع شروع میں آٹھ دس مشاہیر کو شامل کر لینا کافی ہے۔ اس کے بعد جب کام چل نکلے۔ تو چند اور ارکین کو جن کی قابلیت اور شہرت مسلمہ ہو۔ شرکت عمل کی دعوت دی جائے۔

۳۔ خطاب کمیٹی کا وقار قائم رکھنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کے ارکین اس بات کے پابند ہوں کہ وہ خود کوئی خطاب اس کمیٹی سے قبول نہ کرینگے اور نہ اس کے لئے کوشش کرینگے۔

۴۔ جو اصحاب خطاب حاصل کرنا چاہیں۔ وہ اپنے اپنے شاہکار جنرل سکرٹری کے پاس بھیجا کریں۔

۵۔ غزل، نظم اور نثر پر غور کرنے کے لئے تین سب کمیٹیاں بنالی جائیں۔

۶۔ جملہ ارکان انجمن کے اسمائے گرامی ہر سال مشتہر کئے جائیں۔

۷۔ صدر اور جنرل سکرٹری کا انتخاب حسب ضابطہ ہو اور سال بھر کے بعد یہ انتخاب از سر نو کیا جائے۔

۸۔ ضروری اخراجات کیلئے فنڈ فراہم کیا جائے اور عہدہ دار اس فنڈ کے جائز اخراجات کے ذمہ دار ہوں۔

اگر حضرت صابر الہ آبادی کسی وجہ سے دس بارہ مشاہیر ملک کو شریک عمل بنانے میں ناکام رہیں تو اس کا نتیجہ صاف لفظوں میں یہی ہے۔ کہ جس طرح رسائل کی بنائی ہوئی خطاب کمیٹیاں سب کے نزدیک ناقابل اعتماد اور موجب ابتذال ہیں۔ اسی طرح گوالیار کا دارالاسناد بھی ناقابل تسلیم اور غیر نمائندہ حیثیت کا ہے۔ اس صورت میں تین چار ماہ انتظار کرنے کے بعد کوئی اور بزرگ کسی اور مرکزی مقام میں اس مفید تجویز کو کامیاب بنانے کیلئے میدان عمل میں آ سکتے ہیں۔

خدا کرے کہ حضرت آبر احسنی کی تحریک زندہ رہے اور اگر وہ اپنی پہلی صورت میں ناقابل عمل اور قابل اعتراض تسلیم کی گئی ہے تو اسکی یہ نئی صورت یا کوئی اور مناسب تشکیل قابل قبول اور کامیاب مدعا ثابت ہو۔ رہنمائے تعلیم اس تحریک کے اشاعتی کام میں ہمیشہ معاون رہیگا۔ فقط

[illegible]

بادۂ کہن

(آوردہ جناب فیاضؔ ہریانوی۔ بی۔ اے)

گل داغ جگر سینے میں کثرت سے شگفتہ ہیں اگر دیکھو تو بول اٹھو کہ ہم گلزار میں آئے
سید اعجاز حسین آشفتہ

تعجب ہے کہ جو پردہ نشیں چھپتے ہیں پردوں میں یہ حسن خود نما لے کر انہیں بازار میں آئے
محمد قاسم علی آذر

خریدار اُسکے ہو جائیں زلیخا کی طرح لاکھوں وہ میرا یوسف ثانی اگر بازار میں آئے
سید باقر علی باقر

عدم سے کھولکر آنکھیں جو اس بازار میں آئے نظر تیرے ہی جلوے ہر در و دیوار میں آئے
اسے آب بقا دیکھا اسے پیک قضا دیکھا نظر کیا کیا ہمیں جوہر تری تلوار میں آئے
بخت بہادر بخت

جفا کر یا وفا کر مجھ کو شکوہ کچھ نہیں تجھ سے سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے
حافظ محمد یار حافظ

رہے تو جھونپڑوں میں اور دیکھے خواب محلوں کے خدا کی شان ہے دشمن ترے دربار میں آئے
محمد مبین زاغ بدایونی

خدا چشم حقیقت بیں جو بخشے خاکساروں کو نظر صورت تری اے بت در و دیوار میں آئے
زلیخا وش ہے عالم مشتری اُس زہرہ طلعت کا یہ وہ یوسف نہیں بکنے کو جو بازار میں آئے
رجو لعل شمیم

نہیں ہے چشم ہی حق بیں یہ تیری ورنہ اے بلبل نظر دیدار حسن گل تجھے ہر خار میں آئے
محمد نجیب خاں نشاط لودھیانوی

اقتباس از گلدستۂ سخن، جولائی ۱۸۹۵ء

فیاضؔ ہریانوی

گنوتم رشی کا طریق درس

(از شری ہری بھائی نارائن بھائی پٹیل صاحب بی۔اے۔او۔ٹی سی۔ای ڈپٹی انسپکٹر دھاری محال)

مترجمہ

(حکیم الو خان۔اے۔ہنگش منشی سرکاری اردو سکول۔قصبہ کوڑنیار۔ (کاٹھیاواڑ)

آجکل یورپ و امریکہ کے ماہرین فن تعلیم نے انواع و اقسام کے طرائق تعلیم ایجاد کئے ہیں مثلاً منٹوسری طریق تعلیم۔فروبل صاحب کا طریق تعلیم۔ڈالٹن طریق تعلیم وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح ہمارے کرمفرمائے جناب ہری بھائی صاحب نے بھی ایک طریقہ تعلیم ایجاد کیا ہے۔جو کہ گجراتی زبان میں ایک چھوٹی سی کتابی صورت میں دھاری محال کے ہر ایک سکول میں بھجوا دیا گیا ہے۔اور جس پر عملدرآمد بھی شروع ہو گیا ہے۔چونکہ یہ طریق بھارت ورش کے زمانہ ماضی کے طریقہ تعلیم سے قدرے ملتا جلتا ہے اس لئے صاحب ممدوح نے اس کا نام "گنوتم کا طریق درس" رکھا ہے۔اردو دان اصحاب کے ذوق طبع کی خاطر اس کا ترجمہ گجراتی سے اردو میں کر کے ہدیہ ناظرین ہے۔

نوٹ:۔صاحب ممدوح ۱۹۳۳ء میں ریاست بڑودہ کی طرف سے پنجاب کے سرکاری و غیر سرکاری مدارس کے مروجہ طریقہ تعلیم کا معائنہ کرنے کیلئے بھیجے گئے تھے۔چنانچہ آپ نے دہلی۔جالندھر۔موگا وغیرہ کے مدارس کا طریقہ تعلیم بچشم خود دیکھا ہے۔

ترجمہ

عام طور سے آجکل مدارس میں جملہ مضامین زبانی یعنی بطور لکچر کے پڑھائے جاتے ہیں۔یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے مضمون ہذا میں جو طریقہ بتایا گیا ہے۔اس پر عامل ہونے سے طبقہ ابجد خوانان سے لیکر میٹرک تک درجات میں ہر ایک مضمون بہت کم وقفہ میں آسانی سے بطور تحصیل کے سکھایا جا سکتا ہے۔علاوہ بریں جسمانی۔عقلی۔مذہبی۔کفایت شعاری اور روزمرہ کے کام میں آنے والی تعلیم اس طریق تعلیم سے آسان بن سکتی ہے۔

اس طریق کا نام "گنوتم کا طریق درس" رکھا ہے۔یہ فقط منی ممدوح کی تاسی میں نام رکھا گیا ہے کیونکہ انہوں نے بغیر کسی قسم کی مالی امداد کے قلیل عرصہ میں درختوں کے سایہ میں اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم دی ہے۔

میں نے گجرات کاٹھیاواڑ۔ پنجاب۔ دہلی اور ہردوار وغیرہ کی مروجہ تعلیم کا معائنہ بذاتِ خود کیا ہے اور سررشتہ تعلیم بروڈہ میں سولہ سترہ برس کی ملازمت کے تجربہ نے ذیل کے طریق تعلیم کو پسند کیا اس لئے یہ طریق گذشتہ ایک برس میں لگ بھگ ستر مدارس میں داخل کیا گیا ہے۔ ان مدارس کے نتائج بھی اطمینان بخش رہے ہیں ؛

ریاست گونڈل (کاٹھیاواڑ) کے سررشتہ تعلیم کے ڈائرکٹر صاحب جناب چندولال بھائی کے اور الہ صاحب جناب بیچر لال بھائی پٹیل نے بھی اس طریق تعلیم کو بہت پسند فرمایا ہے ؛

انگریزی و دیسی زبان کے ہر دو مدارس کے لئے یہ طریق یکساں کارآمد ثابت ہوا ہے۔ انگریزی نظم پوئیٹری کے لئے ڈھول تاشہ یا ڈرم کے ساتھ سُر تال ملا کر گانے سے ہر ایک نظم بہت آسانی سے جلد یاد ہو جاتی ہے۔

اس مضمون کے خاتمہ پر چند فقرات دئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اسی طریق سے حفظ ہو سکتے ہیں جو اب مضمون وغیرہ لکھنے میں معاون ہونگے۔ نیز مندرجہ ذیل ضرب الامثال پر خاص توجہ دینی چاہیے :-

۱- وہی تعلیم افضل ہے جو دُنیاوی مکروہات سے نجات دلوائے۔

۲- استاد (مدرس) بولے نہیں لیکن طلبا کے جملہ شکوک رفع ہو جائیں۔

۳- بھلا یہ کیونکر ممکن ہے ؟

جواب۔ علم کا زیور عمل ہے یعنی جب طالب علم نے خود تجربہ کر کے معلومات حاصل کیں اُسکے شکوک رفع ہو گئے لہذا جن مدارس میں تجربہ حاصل کیا جاتا ہے۔ وہی مدارس افضل ہیں لیکن آجکل اُن کی نسبت زیادہ ہے ؛ نہایت ہی سستا طریق طلبا کے تجربہ حاصل کرنے کا کھیل ہے۔ اس لئے حتی الامکان طلبا کو کھیل کے ذریعہ تعلیم دیں یعنی طریقہ تعلیم ہر مضمون کا ایسا اختیار کریں۔ کہ بچّوں کو وہ طریقہ تعلیم مثل کھیل کے پیارا معلوم ہو۔ اور ساتھ ساتھ بچّوں کے تمام حواس بھی ترقی پذیر اور طاقتور ہو جائیں۔

وہی مدرس تجربہ کار ہے جو بچّوں کے معصوم قلوب پر ذات باری کی موجودگی کا نقش بخوبی کھینچ سکے۔ لہذا اعلےٰ درسگاہ وہی ہے جس کے اندر اور باہر بچّوں کو برابر معلوم ہو۔ یعنی جیسی آزادی بچّوں کو درسگاہ کے باہر ملتی ہے۔ بس ویسی ہی آزادی درسگاہ کے اندر ہو ؛

اس طریق کے مطابق میں نے مدارس چلانے کی کوشش شروع کر دی ہے اس لئے ان کی کامیابی کیلئے فقط قادر مطلق کی امداد کا خواستگار ہوں۔

انتظام

۱- مدارس میں انتظام مُلکی جغرافیہ۔ تواریخ۔ جغرافیہ طبعی۔ اسباق الاشیا۔ سائنس۔ خدا کی حمد نظم

اور کوئی ڈرامہ وغیرہ سکھاتے وقت اوپر کے درجوں کے ساتھ نیچے کے درجوں کو بھی کبھی کبھی شامل کر لینا چاہیئے۔ اس سے اتحاد اور میل ملاپ کی خوبو بچّوں میں اچھی طرح سرایت کر جائیگی۔ اور آئندہ یہ مضامین پڑھاتے وقت مدرسین کو آسانی رہیگی۔ کیونکہ نیچے کے درجات کے طلبا جب اُوپر آئینگے۔ تو بہت کچھ ان کا سیکھا ہُوا ہوگا:۔

۲۔ بچّوں کیلئے بہترین استاد بچّہ ہے۔ اس لئے مانیٹر مقرر کرنے کی بجائے چھوٹے چھوٹے گروہ دوست بچّوں کے بنا دینا بہتر ہوگا۔ اور ان گروہوں کے ذریعہ تعلیم دینی چاہیئے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ سکول سے چھٹی ملنے کے بعد بچّوں میں جو لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں وہ بہت کم رہ جائینگے:۔

۳۔ ضروری حاجتوں کے لئے "آیا" "گیا" کا تختہ تیار کر کے دروازے پر لٹکا دینا چاہیئے۔ وہ اس طرح تیار کیا جاتا ہے۔ کہ نصف فٹ مربع لکڑی کے ٹکڑے پر کاغذ چسپاں کر کے اُس پر ایک طرف جلی حروف میں "آیا" اور دوسری طرف "گیا" کے الفاظ لکھ دیں۔ جب کوئی بچّہ ضروری حاجت کے لئے باہر جانا چاہے۔ تو وہ "گیا" کا طرف اوپر کر دیوے۔ یعنی جب کبھی اُس بچّے کی ضرورت پڑے۔ تو فوراً معلوم ہوجائیگا کہ وہ باہر گیا ہُوا ہے۔ جب وہ ضروری حاجت سے فارغ ہو کر اندر داخل ہو۔ تو اُس تختہ کو اُلٹ دے "آیا" کا طرف یعنی اب وہ آگیا۔ بچّوں کی تعداد کے مطابق ایسے تختے درجے میں ہوں۔ اس عمل سے مدرس کی توجہ کو دوسری طرف ہٹانے کی ضرورت نہ رہیگی:۔

۴۔ اوپر کے درجات میں روزمرہ کی حاضری پُر کرنے کا کام اور درجہ میں انتظام رکھنے کا کام اُسی درجہ کے طلبا کے سپرد کرنا چاہیئے اور اسی طرح حساب۔ پڑھنا۔ لکھنا وغیرہ کی تعلیم کا کام بھی انہیں کے ذمہ ڈالنا چاہیئے:۔

۵۔ گاؤں میں آئے ہوئے خطوط۔ دستاویزات۔ سرکاری وغیر سرکاری تمسکات اور احکام وغیرہ طلبا سے پڑھوائیں:۔

۶۔ دیواروں پر خوبصورت تقشیجات مشکل الفاظ۔ کہاوتیں۔ فقرات۔ تاریخ۔ ماہ۔ موسم وغیرہ کے نرض خوشخط جلی حروف میں لکھ دیں اور مشاہیر کی تصاویر طلبا سے تیار کرا کر آویزاں کریں۔ تصاویر اگر تصویر کشی کے قاعدے کے خلاف ہوں تو بھی کام چل سکتا ہے۔ طلبا جبکہ خود اپنے ہاتھ سے تصاویر کھینچنے کے عادی ہو جائینگے تو اس سے بھی ان کی علمی لیاقت بڑھ جائیگی:۔

۷۔ غریب اور مفلس بچّے پُرانی کتابیں خرید کر ان کو اپنے ہاتھ سے کاغذ وغیرہ لگا کر درست کر لیں مدرس ان کا رہبر و ممد بنے۔ ماسوا اس کے اتوار یا تعطیل کے روز غریب بچّے مزدوری وغیرہ کر کے کچھ کما کر کتب وغیرہ

خریدیں۔ایسی ہمّت وجرأت طلبا میں پیدا کرنی چاہیئے ؛

۸۔اگر تعلیم لازمی ہو۔تو بھی خلیق مدرس بغیر جرمانہ یا ڈنڈا کے سکول بخوبی چلا سکتا ہے۔میں خود اس کا تجربہ کرچکا ہوں۔عمدہ اخلاق ہی ایک نعمت ہے۔ایسا خلیق مدرس مدرسہ کے جملہ طلبا کے ذہن میں یہ بات پیدا کرسکتا ہے۔کہ یہ مدرسہ بہن بھائیوں کے کنبہ کی مانند ہے ؛

۹۔بچوں کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کے۔لئے اُن ہی میں سے اُن کے پسند کئے ہوئے بچوں کے پنچ مقرر کرکے فیصلے کرایا کریں ؛

۱۰۔مدرسہ میں روزمرہ کا کام شروع ہونے سے پیشتر کل بچے مدرسہ کے احاطہ یا دالان میں صف باندھ کر حمد خدا اچھے گلو اور عمدہ سُر تال سے کہیں۔ایسی حمد نصاب کی کتب میں سے ہو۔تو بہتر ہوگا۔اور ہمیشہ جُدا جُدا جماعتوں کے طلبا یکے بعد دیگرے کہیں۔مزید برآں ایک دو نظمیں باہر کی ہوں۔تو مضائقہ نہ ہوگا اس کے بعد طلبا مدرسین کو آداب بجالا کر اپنے اپنے درجوں میں جاکر بیٹھیں۔نیز اوّل مدرس کو اپنے نائبین کو جو جو ہدائتیں کرنی ہوں۔کرے۔اور بچوں کے جسم۔دانت اور کپڑوں کی صفائی پر پورا پورا خیال رہنے

۱۱۔ہاتھ۔مُنہ۔ناک۔دانت جسم وکپڑوں کی صفائی کے لئے مارک مقرر کرنے چاہئیں۔بیمار بچوں کی تیمارداری ان کے گھر جاکر دوسرے بچوں سے کرائیں۔اور تیمارداری کا موقعہ درجہ کے طلبا کو باری باری دینا چاہیئے۔جن بچوں کے ہاتھ پاؤں میلے ہوں۔تو دوپہر کے درمیانی وقفہ میں تیل اور پٹرول کے ذریعے ہاتھ پاؤں صاف کرنے کی ہدایت کرنی چاہیئے ؛

۱۲۔ہر ایک سکول کو اپنی سلطنت یا راج کا جھنڈا یعنی نشان آٹھ فٹ کی اونچائی کا سکول کھُلنے وقت مدرسہ کے احاطہ میں گاڑ کر سلطنت کی مختصر تواریخ۔ہوا کا رُخ۔اور سایہ کی پیمائش وغیرہ اس پر سے سکھا سکتے ہیں۔اور جھنڈے کو سلام کرنا بھی سکھائیں ؛

۱۳۔بچوں کی جوتیاں ایک صف میں رکھوائیں۔اور مدرسین کو بھی تعلیم کی قدر کے لحاظ سے تعلیم دیتے وقت برہنہ پا ہونا چاہیئے۔بہت سخت سرد دنوں میں مجبوراً پہننا پڑے تو ہرج نہیں ؛

۱۴۔حتی الامکان تعلیم کشادہ وسیع میدان میں دیں۔اس سے بچوں کو تازہ ہوا زیادہ مقدار میں سانس کے ذریعے لینے کا اچھا موقع ملیگا۔مجبوراً کمرے کا استعمال کریں۔تواریخ۔جغرافیہ۔انتظام سلطنت اور نظم و نسق وغیرہ سکھانے کے لئے کشادہ میدان ایک عمدہ جگہ ہے۔جہاں مدرسہ کے متعلق کوئی کشادہ میدان نہ ہو۔تو وہاں گاؤں میں کوئی کشادہ جگہ مقرر کرلیں ؛

درجہ ابجد خوانان

۱۔ اس درجہ میں دماغی ترقی کے بجائے جسمانی تعلیم کا زیادہ دھیان رہے۔ روزمرہ کی ضروریات اور صفائی کی تعلیم ان کی عادت میں داخل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ؛

۲۔ اس درجہ میں لکھنا اور پڑھنا سکھانے کا کام ذیل کے طریقہ سے کریں تو نتائج عمدہ آئینگے :۔
پہلے زمین پر سیں فٹ لمبا حرف بنا کر اس پر مٹی یا کنکریاں چنوائیں۔ اور اس کے گرد بچوں کو چلوائیں۔ اور وہی حرف تال دیکر کہلوائیں۔ اور ذرا سا دماغ خرچ کرکے اس حرف کا کوئی کھیل تجویز کرکے بچوں کو کھلوائیں ؛

۳۔ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے بکسوں یا دیا سلائی کے خالی بکسوں میں مٹی بھروا کر وہ حروف لکھوائیں۔ یا سکول کے احاطہ میں بچوں سے بنوائیں۔ بعد ازاں سلیٹوں پر چاک پانی سے یا لکڑی کی تختیوں پر ملتانی مٹی وغیرہ لگا کر لکھوائیں۔ پھر اس پر موتی۔ کنکریاں یا زنبیاں وغیرہ چنوائیں بچے کھیل سمجھ کر شوق سے یہ کام کرینگے ؛

۴۔ مذکورہ حرف کے لکھنے کی مشق انگوٹھے اور اس کے قریب کی دونوں انگلیوں سے کرائیں۔ تاکہ مہارت بڑھے ؛

۵۔ سولا اکھشرا اور بارہ کھڑی کو لکھ کر ایک نقشہ کی شکل میں دیوار پر بنا کر سُر تال کے ساتھ کہلوائیں اردو کے لئے الف سے لیکر ے تک کے حروف معہ حرکات کے اسی طرح نقشہ کی شکل میں بنا کر سُر تال سے کہلوائیں ؛

مثلاً اَ اِ اُ الف زبر اَ الف زیر اِ الف پیش اُ اَ اِ اُ علیٰ ہذالقیاس ؛

۶۔ حروف کے نام کے بچے مقرر کریں پھر اُن سے الفاظ بنا کر کھیل کھلوائیں ؛

۷۔ اس طرح کھیل کھیلتے وقت بچے آپس میں ایک دوسرے کو بھائی اور بہن کہہ کر بلائیں۔ ایسی عادت بچوں میں ڈلوائیں ؛

۸۔ پڑھنے کی مشق کیلئے درسی کتاب کے چھوٹے چھوٹے فقرات کے الفاظ کو آپس میں ادل بدل کر دوسرے مختصر فقرات بنا کر تختہ سیاہ پر لکھ کر بچوں سے پڑھوائیں ؛

۹۔ عام روزمرہ بول چال کے مختصر فقرات بچوں سے لکھوائیں اور تختہ سیاہ پر لکھے ہوئے فقرات کو دیکھ کر سلیٹوں پر لکھوائیں ؛

۱۰۔ درسی کتب کے چھوٹے چھوٹے ڈرامے بچوں سے کروائیں۔ مثلاً

۱۱۔ جھوٹ کی بُرائی کے سبق ہی کو لیں۔ ایک لڑکے کو چرواہا اور چند لڑکوں کو بکریاں۔ ایک کو شیر اور دوسرے لڑکوں کو کسان وغیرہ بنائیں۔ پہلے دن چرواہا بکریاں چرانے جنگل میں لے جائے۔ اس کے قریب کھیتوں میں کسان ہل چلائیں۔ چرواہا شور مچائے کہ شیر آیا شیر آیا دوڑنا۔ اس شور پر کسان آئیں۔ چرواہا ہنس پڑے کہ میں تو جھوٹ بولتا تھا۔ دوسرے دن چرواہا بکریاں لے کر جنگل میں گیا۔ شیر نے آکر واقعی بکریاں مار ڈالیں۔ چرواہے نے شور مچایا مگر کوئی نہ آیا۔ چرواہا دوڑتا ہوا کسانوں کے پاس آیا۔ اور سب حادثہ بیان کیا۔ مگر کسانوں نے اس کو جواب دیا۔ تو پہلے جھوٹ کیوں بولا۔ ہم تو یہی سمجھے کہ آج بھی تو جھوٹ بول رہا ہے۔ غرض مدرس اگر شوقین ہے تو درسی کتب کے بہت سے اسباق کو ڈراموں کی صورت میں تبدیل کر کے بچوں سے کھلوا سکتا ہے۔ بچے خوشی سے اس میں حصہ لیں گے ؛

۱۲۔ سن۔ ماہ۔ تاریخ۔ عیسوی۔ بکرمی۔ ہجری کے قرص بنوا کر اس پر بانس کی سوئیاں لگا کر ہر روز بچوں سے وہ سوئیاں پھرایا کریں ؛

زبان دانی

۱۔ پہلے جو سبق مدرس نے سکھانا ہے۔ اُس کا مختصر حال کہا جائے۔

۲۔ اُس سبق کے متعلق مدرس کا اپنا تجربہ جو ہُوا ہو وہ بیان کریں۔

۳۔ بچوں کو بھی موقعہ دیں۔ اگر اُن میں سے کسی کو کوئی ایسا تجربہ ہوا ہو۔ وہ بھی بیان کرے۔

۴۔ اُس سبق کے متعلق اگر کوئی مرقع تیار ہو سکتا ہو۔ تو مدرس رہبر بن کر بچوں سے زمین پر یا تختہ سیاہ پر تیار کرائے۔ جیسے کہ خودنمائی کے سبق میں کوے اور گیدڑ کا ذکر ہے۔ زمین پر یا تختہ سیاہ پر حلوائی کی دوکان بنا کر کوا پوری چراتا ہے۔ دوسری جگہ پوری لئے ہوئے درخت پر کوا بیٹھا ہوا بتائیں۔ تیسری جگہ پوری نیچے گرتی ہوئی بتائیں۔ اور چوتھی جگہ گیدڑ کے مُنہ میں پوری بتائیں۔ پھر اسی سبق کا ڈرامہ بھی کرائیں۔ حلوائی کوا۔ گیدڑ بچوں کو بنائیں۔ نیچے کو درخت کاغذ کی پوری بنوائیں۔ بعد ازاں پڑھنے کا کام شروع کریں۔

۵۔ مدرس سبق میں جملہ اشاروں و کنایوں اور آواز کے کم اور زیادہ کرنے زور و آہستہ وغیرہ وغیرہ کو مدنظر رکھ کر پڑھے اور بچوں کو ہُو بہُو نقل کرنے کا موقعہ دے لیکچر دینے کا ڈھنگ اس سے بخوبی آجاتا ہے ؛

۶۔ طلبا کو جس قدر پڑھایا گیا ہے۔ اس قدر سبق خوب زور زور سے پڑھ جانے کو کہیں ؛

۷۔ آہستہ یعنی دل میں پڑھنا جیسے لائبریوں میں لوگ اخبار وغیرہ پڑھتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے کا بھی موقعہ

دیں۔ اس کی مشق اس طرح کرائیں کہ پہلے تختہ سیاہ پر چھوٹے چھوٹے فقرات یکے بعد دیگرے لکھتے جائیں اور ان فقرات کو پڑھ کر بچے ویسا عمل کریں۔ پڑھنے میں آواز نہ نکلے۔ بس اس سے دل میں پڑھنے کی مشق ہو جائیگی۔ جیسے "کھڑے ہو جاؤ"۔ "بیٹھ جاؤ"۔ "کتاب لو"۔ "کتاب کھولو"۔ "کتاب کی عبارت دل میں پڑھو"۔ "کتاب بند کرو"۔ "کھڑے ہو جاؤ"۔ غرض ایسے ہی فقرات لکھ کر بچوں سے دل میں پڑھوا کر اس کا عمل کرائیں۔ دل میں پڑھنے کی مشق ہو جائے گی ؛

۸۔ کتابیں بند کروا کر پڑھے ہوئے کا ڈرامہ کرائیں۔ یا ویسے ہی بغیر ڈرامے کے بچے کہہ جائیں ایسی ونث الیٹ

۹۔ پڑھے ہوئے سبق میں سے مدرس دو یا تین سطریں مقرر کردے جس کو دیکھ کر بچے خوشخط حروف میں دو یا تین لکیریں کھینچ کر لکھیں ؛

۱۰۔ چھوٹے چھوٹے سبق تو پورے لکھوائیں ؛

۱۱۔ طلبا کو جو الفاظ معنوں یا ہجوں کے لحاظ سے مشکل معلوم ہوں انکی فہرست طلبا ہی سے تیار کرائیں وہ ایک نقشہ کی صورت میں خوشخط لکھوا کر کمرہ کی دیوار پر آویزاں کر دیں۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو مدرسہ کی دیواروں پر باہر کی چاروں طرف الفاظ مذکورہ گیرو وغیرہ کے ذریعہ جلی قلم سے لکھائیں تاکہ طلبا کی نظر ان پر ہر وقت پڑتی رہے ؛

مذکورہ بالا جملہ طریقوں پر یکے بعد دیگرے کاربند ہونے سے نوشت وخواند کا مرحلہ بہت جلد نہایت آسانی سے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ درجہ چہارم سے میٹرک کے درجات تک کے طلبا سے ہر سبق کا مختصر مطلب لکھا جاتا ہے۔ اس کی عادت ڈلوانی چاہیئے۔ ایسے مختصر مطالب کی نوٹ بک امتحان کے قریب کے زمانے میں بہت بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ ہر بار کتب کے پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ نوٹ بک کارآمد ہی کے لئے کافی ہوگی لیکن خیال رہے کہ اس نوٹ بک کی عبارت درسی کتب کی عبارت جیسی ہو ؛

سیکنڈری مدارس اور کالجوں میں ایسی نوٹ بکیں بہت مفید ثابت ہونگیں خصوصاً تواریخی مضامین کے لئے تو یہ ضروری ہیں۔ تجربہ اس کی ضرورت کو خود ثابت کر دیگا۔ تواریخ جغرافیہ جغرافیہ طبعی وغیرہ مضامین کے درسی کتب کے بجائے ایسی کاپیاں تیار کرائی جائیں۔ تو انسب ہوگا ؛

زباندانی میں نقشہ انضباط اوقات کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک مضمون سکھاتے وقت صاف اور موافق قواعد کے گفتگو کریں اور طلبا کو بھی ایسا ہی کرنے کا عادی بنائیں۔ بچے اپنے والدین کے ساتھ بغیر جھجک کے بات چیت کر کے زباندانی کی مہارت کو بڑھاتے ہیں پس اسی طرح جبکہ مدرس مثل ماں باپ کے مہربان ہو کر میٹھی میٹھی باتیں بچوں کے ساتھ کریگا۔ بچے خوش ہو کر اسی بات چیت کو دُہرائینگے۔ اور بعد از چندے بالکل ویسی ہی باتیں بچوں کے نوک زبان ہو جائینگی۔ اسی کا نام ڈائرکٹ میتھڈ ہے جو مدرس بچوں کے لئے مثل باپ کے اپنے آپ کو نہیں بنا سکتا ہے

وہ ہر گز مذکورہ بالا طریق سے تعلیم نہیں دے سکتا ہے اسلئے اُسے نقل کرنی پڑتی ہے یعنی پھر وہ نقلی باپ کی طرح کام کرتا ہے اور یہی آجکل مدارس میں جاری ہے ؛

انگریزی کے پہلے درجہ میں انگریزی حروف پہلے پہل زمین پر تیار کرائیں۔ اور ان حروف کے کھیل کھلوائیں زمین پر لڑکے کُلوا کرا لے۔ بی۔ سی بنوائیں۔ طالبات کپڑے پر بطور کشیدہ کے انگریزی حروف تیار کریں تو بہتر ہوگا۔ روزمرہ کے کارآمد فقرات اور ضرب الامثال انگریزی زبان میں لکھ کر دیواروں پر لکھ کر طلبا کو اس بات کا عادی کریں کہ وہ مذکورہ فقرات و ضرب الامثال کی مدد سے اپنے فقرات تیار کریں۔ بلکہ لکھ کر مدرس کو بتا دیں۔ تاکہ ان کا ذہن بڑھے اور خوشخطی کی مشق ہو ؛

جواب مضمون

اتوار یا کسی تعطیل کو بچوں کے گروہوں کو گاؤں کی مختلف سمتوں میں جدا جدا پیدل ایک یا نصف میل تک جانے کو کہیں۔ اور اُس سیر میں جو کچھ انہوں نے دیکھا ہو۔ وہ ان کو لکھ کر لانے کو کہیں۔ نیز ہر ایک بچہ ہر روز کے واقعات کا اپنا ایک روزنامچہ رکھے۔ جواب مضمون لکھنا سکھانے کے لئے یہ طریقہ بہت آسان اور عمدہ ہے۔ اور اسی سے انگریزی درجات کے طلبا کی انگریزی لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مہارت بڑھ جائیگی +

نظم

انگریزی کی ہر ایک نظم چٹکی اور تالی بجا کر گانا سکھائیں۔ اگر جھانج یا دیہاتی مجیرے مل سکیں تو ان کے بجانے سے تال کا کام بہت آسانی سے ہوسکیگا۔ جو نظم ڈرامہ کے طریقہ پر لکھی ہوئی ہو۔ تو اُس کے ایکٹر مقرر کر کے ڈرامہ ہی کی صورت میں وہ نظم کہلوائیں۔ جب ایک ایکٹ یاد ہو جائے تو پھر دوسرے ایکٹر بدل دیں یعنی وہ پوری نظم ہر ایک کو بخوبی یاد ہو جائے۔ انگریزی۔ اردو۔ گجراتی درسی کتابوں کی جملہ نظمیں سُر تال کے ذریعے بہت جلد یاد ہوسکتی ہیں طالبات کو گوف اور طلبا کو ڈانڈیا راس سکھائیں۔ جس لفظ پر تال آتا ہو۔ اس کے نیچے × ایسا نشان کر دیں۔ تاکہ بچوں کو معلوم ہو جائے کہ کہاں تال آتا ہے۔ آواز کو کھینچنے کے وقت بیچ میں کہاں سانس لینا چاہیئے۔ اس کی سمجھ دیں اور عادت ڈلوائیں صبح اُٹھ کر بزرگوں کا آداب بجا لا کر خدا کی حمد و ثنا وغیرہ اچھے راگ سے گائیں۔ اس پر بچوں کو مارک دیں یہانتک کہ بچوں کو اسکی عادت پڑ جائے ؛

انگریزی زبان کا درس

بہت سے طلبا کو انگریزی صحیح اور تیزی سے بولنے کی بہت بڑی خواہش ہوتی ہے عرصہ بائیس برس کا منقضی

ہوا۔ کہ میرے ایک دوست نے علاقہ بمبئی کے ایک کالج کے ایک مشہور پروفیسر سے یہ سوال کیا کہ انگریزی صحیح کیونکر بول سکتے ہیں؟ صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل جواب دیا:۔

"سب سے پہلے یہ عمل کریں۔ کہ انگریزی کتاب کا ایک سبق پڑھ کر اُس کا مطلب انگریزی ہی میں لکھیں۔ پھر اُس مطلب کا اُس سبق سے مقابلہ کریں۔ مقابلے کے وقت طلبا کو اپنے اغلاط خود بخود نظر آجائینگے۔ پھر وہ خود ہی اصلاح کرے۔ بس اسکی عادت کر لینے سے انگریزی صحیح ہو جائے گی"۔

چنانچہ میں خود اس کا تجربہ کر چکا ہوں۔ کہ یہ طریق نہایت نفع بخش ثابت ہوا ہے:۔

صرف و نحو

شروع میں طلبا نے جو کچھ دیکھا ہو اُس کا مختصر سا خاکہ لکھائیں۔ خاکہ جو تیار ہوا۔ یہی اسم ہوا۔ اس کے بعد بچے صرف نحو آسانی سے یاد کر سکینگے۔ اس کے لئے آٹھ ڈبے (اردو کے لئے تین ڈبے) تیار کرائیں اور ہر ایک ڈبے پر انگریزی (اردو) میں ناؤن (اسم) پروناؤن۔ ایڈجیکٹو۔ ورب (فعل) ایڈورب۔ پریپوزیشن (حرف جار) کنجکشن۔ انٹرجکشن وغیرہ چٹوں پر لکھ کر لگا دیں۔ مذکورہ بالا خاکہ میں سے اسم۔ فعل وغیرہ جدا جدا کاغذ کی چٹوں پر لکھوا کر ہر ایک بچے سے اُن ڈبوں میں ڈلوائیں۔ پھر سب ڈبوں کی چٹیں اکٹھا کر کے جدا جدا طلبہ سے جدا کروا کر ڈبوں میں ڈلوائیں۔ بس یہی عمل مکرر سہ کرر کرائیں۔ پھر ان ہی چٹوں کے ذریعے چھوٹے چھوٹے فقرات بنوائیں تختہ سیاہ پر لکھ کر طلبا سے زمین پر اُن تختہ سیاہ کے فقرات کے مطابق چٹوں کے ذریعہ فقرات بنوائیں لیکن خیال رہے کہ فقرات بچوں کی سمجھ سے باہر کے نہ ہوں۔ اوپر کے درجات میں جملوں کی ترکیب وغیرہ اسی طرح سکھائے جائیں زیادہ تر طلبا کے خود ساختہ ہوں:۔

حساب

درجہ ابجد خواناں :- (۱) دو سو تک کنکریاں یا کوڑیاں گنوائیں۔ اور کنکریوں کے ذریعہ پہاڑے تیار کرائیں۔ پھر گنتی اور پہاڑے زبانی راگ سے کہلوائیں۔ اس کے بعد کے درجے میں ہر ایک بچے سے پانسو پانسو کنکریاں یا کوڑیاں گنوائیں۔ اور جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم کے چھوٹے چھوٹے سوال کنکریوں کے ذریعے حل کرائیں۔ اگر کنکریوں کے بجائے چکنی مٹی کی گولیاں تیار کروا کر ان سے کام لیں تو بہتر ہوگا:۔

۲- کھیل :- دوکاندار بچے مقرر کریں۔ ساگ۔ سبزی وغیرہ یا بیر وغیرہ دوسرے بچوں سے خرید کرائیں

۳- درجہ میں گھر کے آدمی یا جانور گنوائیں اور مہمان آنے یا گئے سے جمع تفریق کے سوال حل کرائیں:۔

۴۔ درجہ میں ایک ترازو معہ باٹوں کے جو کہ پتھر کے تیار کیے گئے ہوں ہونا چاہیے ؛

۵۔ ترازو سے مٹی۔ ریت۔ کنکریاں وغیرہ تلوائیں اور گزوں وغیرہ کے سوال حل کرائیں ؛

۶۔ مہاجنی حساب۔ اور کسور عام کے سوال مدرسہ اور گھر کی ہر ایک شے جنکی قیمت ہو سکے ایسے سوالات بچوں کے پاس سے تیار کرائیں اور دوسرے بچوں سے ان کے جواب نکلوائیں ؛

۷۔ ہر ایک سوال مرکب۔ مہاجنی۔ کسور عام اور کسور اعشاریہ کے طریقوں کا ملا جلا کرائیں۔ مثلاً گجراتی چوتھی کتاب کی قیمت چھ آنہ نو پائی (۹-۶-۰) ہے۔ جس طرح یہ اوپر لکھا گیا یہ مرکب اب مہاجنی طرز [illegible] کسور عام $\frac{۲۷}{۶۴}$ کسور اعشاریہ ۴۲۲ء۰ ہوا۔

ایک روپیہ کے سولہ آنے = ایک گولی یا کنکر کو ایک آنہ فرض کر کے اس کے ذریعہ مذکورہ بالا چاروں طریقوں سے سوالات حل کرائیں۔ کسور اعشاریہ کے سوالات فٹ پٹی پر سے انچ کے دس حصے جو اُس پر بنے ہوتے ہیں اس پر سے کرائیں ؛

۸۔ سلطنت کے جھنڈے کے سایہ کو ناپ کرا کر اُس پر سے گزوں کے انچ یا انچوں کے گز بنوا کر سوال حل کرائیں۔ علاوہ اس کے ہوا کا رُخ اور سورج کی چال بھی اس پر سے سمجھا سکتے ہیں ؛

۹۔ دیوار یا ستونوں پہ چھ فٹ لمبا اور ایک انچ چوڑا نشان بنا کر اُس پر انچوں اور فٹوں کے نشان بنا کر اس سے ہر ایک طالب علم کو ناپیں۔ آٹھ فٹ لمبا ایک بانس لیکر اُس سے ۱۶۰ × ۱۶۰ فٹ کا ریاست بڑودہ کا بیگھہ یا دوسرے راج یا سلطنت کا مقرر کیا ہوا بیگھہ ناپیں۔ مدرسہ کا احاطہ یا کھیل کا میدان وغیرہ ناپیں۔ اور اُس پر سے سوالات مقرر کر کے حل کرائیں ؛

۱۰۔ اربعہ کے سوالات سکھانے سے پہلے چھوٹے چھوٹے سوالات زبانی کرائیں۔ اور اربعہ کے سوالات سیدھے اُلٹے کرائیں مثلاً ۳۲ روپیہ کے دو میز تو ۶۴ روپیہ کے کتنے میز آئینگے ؟ = جواب ۴ ؛

اب اس کا اُلٹا = چار میز کی قیمت ۶۴ روپیہ ہے تو دو میز کی قیمت کیا ہوئی ؟ = جواب ۳۲ روپیہ ہوئی ؛

۱۱۔ اسی طرح اربعہ اور سنہ تناسبہ کے سوالات حل کرائیں۔ طلبا کے گھروں پر جیسے کہ دودھ۔ کپاس اناج وغیرہ فروخت کیا جائے۔ اُسی وقت مذکورہ بالا دفعہ (۷) کے مطابق سوالات حل کرائیں۔ عاد اعظم اور ذواضعاف اقل کے سوالات کنکریوں کی صفیں بنوا کر اور ان کو گنوا کر حل کرائیں۔ غرض کہ اس طرح حساب اچھی طرح اور نہایت آسانی سے پکا ہو سکتا ہے ؛

۱۲۔ زنانہ مدارس میں ہر ایک طالبہ اپنے پہنے ہوئے زیورات پر سے سونے۔ چاندی کے گز اور سوالات نیز ساج کے حساب کر سکتی ہے۔ مکان کے کھپریل اور اینٹوں پر سے سینکڑوں اور ہزاروں تک کے سوالات

کئے جا سکتے ہیں ؛

۱۳۔ زنانہ مدارس میں ایسے سوالات بھی حل کرا سکتے ہیں۔ کہ ایک آدمی ایک وقت کے بھوجن (کھانا) پر اس قدر صرف کرتا ہے تو اسی حساب سے پچاس یا سو آدمیوں کی رسوئی پر موجودہ بھاؤ بازار سے کس قدر صرف ہوگا؟ ایسے سوالات کرانے وقت دھا جنی۔ کسور اعشاریہ و عام۔ اربعہ۔ اوسط۔ فی صدی۔ نفع نقصان وغیرہ طریقوں کے سوالات حل کرا سکتے ہیں ؛

۱۴۔ سماجک رواج کے مطابق فرزند فروشی یا دختر فروشی سے حاصل شدہ رقم پر سے ایک سیر انسانی گوشت کی کیا قیمت ہوگی۔ ایسے سوال حل ہو سکتے ہیں اور اس ترکیب سے تنفر بھی پیدا ہو سکتا ہے ؛

۱۵۔ گھر کی عمارت پر سے بھی حساب اور مساحت وغیرہ سکھائی جا سکتی ہے۔ سیڑھی یہ مساحت میں چوتھی شکل (تھیورم) ہے ؛

۱۶۔ ریلوے کمپنیوں کی مثال پر سے سٹاک اور شیئر کا قاعدہ سکھایا جا سکتا ہے۔ ریلوے گائیڈ پر سے جغرافیہ اور حساب ہر دو سکھا سکتے ہیں۔ نفع نقصان کے سوالات مندرجہ ذیل طریقہ سے سکھا سکتے ہیں:۔

ایک میز ۱۶ روپیہ پر خریدا اور ۲۵ فیصدی نقصان سے بیچ ڈالا۔ تو قیمت فروخت کیا ہوئی؟ جواب ۱۲

ایک میز ۱۲ روپیہ پر فروخت کیا ۲۵ فیصدی نقصان رہا تو قیمت خرید بتاؤ؟ جواب ۱۶ روپیہ ؛

ایک میز ۱۶ روپیہ سے خریدا اور ۲۵ فیصدی فائدہ سے بیچ ڈالا تو قیمت فروخت بتاؤ؟ جواب ۲۰ روپیہ ؛

ایک میز ۲۰ روپیہ پر فروخت کیا ۲۵ فیصدی نفع رہا تو قیمت خرید بتاؤ؟ جواب ۱۶ روپیہ ؛

ایک میز ۲۵ فیصدی نقصان سے فروخت کیا اگر ۲۵ فیصدی نفع سے فروخت کیا ہوتا تو مبلغ ۸ روپیہ زائد ملتے تو اصل قیمت بتاؤ؟ مبلغ ۱۰۰ روپیہ قیمت فرض کر کے سوال یوں حل کیا جائیگا۔

جواب ۵۰ = ۸ :: ۱۰۰ = ۱۶ ؛

اسی طرح سوال (x) فرض کر کے الجبرا کے قاعدے سے بھی یہی سوال حل کر سکتے ہیں۔ طلبا کو اس طرح انواع اقسام کے طریقوں سے ایک ہی سوال کرانے سے مثل کھیل کے فرحت ملیگی۔ اور حساب کا مضمون بہت آسانی سے اعلےٰ درجہ کا ہو جائیگا۔ نیز دنیا کے کام کے لائق بن جائینگے ؛

نوٹ: حساب کے مضمون سے نفرت ہو کر میٹرک کے طلبا کو بطور رنج کے مذکورہ بالا طریقہ سے حساب سکھانے سے نتیجہ خاطر خواہ رہا ہے ؛

تواریخ

۱۔ زمین پر کھلے میدان میں لگ بھگ پچاس فٹ لمبا نقشہ کنکر جما کر تیار کر کے مختلف حدود میں طلبا کو راہ

یا بادشاہ کا نام دیکر کھڑا کرکے ڈرامہ کے طریقہ پر تواریخ سکھائیں۔ اور موقعہ بموقعہ اخلاقی باتیں جو اکثر تواریخی واقعات کا نتیجہ ہوتی ہیں بتلاتے جائیں۔ جیسے کہ اچھے کا اچھا بدلہ اور بُرے کا بُرا بدلہ۔ ظالم کا کیفر کردار تک پہنچنا۔ اسی دنیا میں بدلہ ملتا ہے! اور اس کے متعلق کوئی نظم ہو تو سُر تال سے کہلائیں تاکہ دماغ کو بھی حظ اور آرام ساتھ ساتھ ملتا جائے ؛

۲۔ سلطنت کے حدود جنگوں کی وجہ سے گھٹتے بڑھتے ہیں۔ اس کے مطابق ہیر پھیر کریں۔ ایک خاندان کا خاتمہ ہوا۔ تو مٹی میں لکیر کرکے خاک میں مل جانا سمجھا دیں۔

۳۔ لڑائی کی صف آرائی خود طلبا آپس میں کریں اور نقشہ پر خط کھینچکر اُس میں طلبا کھڑے ہوں ؛

۴۔ انتظام سلطنت تو ڈرامہ ہی کے طریقہ پر سکھائیں۔ تنخواہ کے لئے مصنوعی روپے۔ پیسے اور نوٹ وغیرہ استعمال کریں۔ اسی طرح مصنوعی چک کا استعمال کریں۔ اور ان ہی کے ذریعے تجارتی حساب وغیرہ کے سوال بھی حل کرا سکتے ہیں۔ طلبا تواریخ کی مختصر نوٹ بک تیار کریں۔ دوہراتے وقت اسی نوٹ بک سے مدد لیں۔ اس کے بار بار پڑھنے سے کتاب کی ضرورت نہیں رہتی ہے نوٹ ایسے ہوں کہ دلچسپ اور جگہ بہ جگہ کاربن پیپر کے ذریعے تصاویر بنا کر دلکش بنائیں ؛

جغرافیہ

۱۔ زمین پر لکڑی یا لوہے کی کیل سے کھرچ کر بہت بڑا نقشہ تیار کرائیں۔ اور اس پر سفید کنکر یا چونا ڈال کر ٹھیکریوں یا راکھ سے ریلوے لائین بنوائیں۔ بڑے بڑے شہروں کی جگہ پر طلبا کے وہی نام رکھ کر کھڑا کر دیں۔ باقی کے طلبا میں سے ایک ایک کو جاترا کا عمل کرائیں اس کھیل میں طلبا کو بڑا لطف آئیگا ؛

۲۔ سمندر۔ دریا۔ جھیل کے لئے معمولی نشان بنا کر پانی ڈالیں۔ پہاڑوں کی جگہ پتھر ایستادہ کریں۔ جو جو اشیا جہاں جہاں پیدا ہوتی ہو یا کوئی تجارتی مال یا کاریگری کا سامان درآمد برآمد ہوتا ہو وہ اُس جگہ پر کھڑے ہوئے طالب علم کے پاس رکھیں جس قدر جو اشیا میسّر ہو سکیں وہ مہیا کریں۔ باقی کیلئے کاغذ کے ٹکڑوں پر تصاویر وغیرہ کھینچکر دیں یا کسی کاغذ پر لکھ دیں تاکہ سوالات کے وقت طالب علم ان اشیا وغیرہ کا نام بول جائے بس اسی کا نام کھیل کے ذریعے تعلیم دینا ہے ؛

۳۔ لباس و بولی اور آب و ہوا کے اثر سے جسمانی ساخت وغیرہ میں جو فرق ہوتا ہے۔ اس کا سبب اور ویسا لباس وغیرہ طلبا کو پہنا کر اگر ممکن ہو سکے تو مصنوعی جسم وغیرہ بنا کر بتائیں ؛

۴۔ مستعمل نقشہ دیواری جو کہ مدارس میں اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ ہر سال اتنا بڑا ایک کاغذی نقشہ طلبا سے

تیار کرا کر جوں جوں جغرافیہ کا سبق بڑھتا جائے۔ اُس میں ایزاد کرتے جائیں۔ پورا ہونے پر دیوار پر لٹکا دیں؛

۵۔ طالبات ایسا نقشہ کپڑے پر کشیدہ کاڑھ کر تیار کریں؛

۶۔ ہر ایک طالب علم کو اپنی جغرافیہ کی نوٹ بک میں پہاڑ۔ پیداوار۔ جاترا کے مقام۔ دریا وغیرہ وغیرہ کیلئے جدا جدا چھوٹے چھوٹے نقشجات رنگ بھر کر تیار کرنا چاہئیں؛

۷۔ طالبات اپنے صرفہ سے ایسے نقشہ جات کشیدہ کاڑھ کر تیار کریں۔ اور مدرسہ سے چلے جانے کے بعد وہ اُس کو اپنے ساتھ لیجا سکتی ہیں۔ اس سے آنکھ اور ہاتھ کی مشق ہو گی۔ تصویر کشی سکھینگی۔ کشیدہ کاڑھنے کی مہارت بڑھنے کی جہت سدھرینگے اور جغرافیہ بھی بخوبی یاد ہو جائیگا۔ جغرافیہ کا مضمون آجکل پھیکا معلوم ہوتا ہے وہ مذکورہ بالا طریقہ سے بہت کارآمد معلوم ہونے لگیگا۔ علاوہ ازیں قریب کے تواریخی یا مشہور مقامات کے لئے طلبا کو لیکر پیدل جا کر اُن جگہوں کا معائنہ کریں اور اُسکی بابت نوٹ طلبا سے تیار کرائیں۔ مدرس مدد کرے اور فرصت کے وقت گاؤں کے کسی ایسے شخص کو تلاش کر کے بلوائیں جس نے کبھی کسی جگہ کا سفر کیا ہو اس سفر میں جو کچھ کہ اُس نے دیکھا یا سنا یا کوئی اور تجربہ حاصل کیا ہو۔ وہ اس کی زبانی بچوں کے روبرو کہلوائیں۔ نیز بچوں میں سے کسی نے اپنے ماں باپ وغیرہ کے ساتھ کوئی لمبا سفر کیا ہو۔ اُسکو بھی اپنے سفر کے حالات کہنے کا موقعہ دیں گفتگو کے وقت بچے کی زبان دانی پر پوری توجہ دیں۔ اور اغلاط کو درست کریں۔ اس طرح جغرافیہ بہت آسانی سے یاد ہو جائیگا۔ اوپر کے درجات میں ریلوے گائیڈ کے ذریعہ جو پرانی ہوں بہت سستی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ مرحلہ طے ہو سکتا ہے۔ ریلوے گائیڈ پر سے حساب کے سوالات سکھائیں۔ کرہ ارض کے واسطے مٹی کا ایک بڑا گول گولا بنا کر اُس پر نقشہ تیار کرائیں اور زمین کی روزانہ اور سالانہ حرکات کو سورج کے بدلے لیمپ وغیرہ جلا کر بتائیں؛

۸۔ نقشجات اور ابجد کے حروف مرکب حروف۔ سادہ و مرکب الفاظ کپڑے پر بنانے کے لئے کارڈ بورڈ یا ٹین کے سانچے تیار کرا کر درجہ میں رکھیں۔ بروقت ضرورت بچے اس کی مدد سے کپڑے پر رکھ کر خاکہ آسانی سے بنا کر پھر رنگ وغیرہ بھر دیں؛

جسمانی ورزش

طبقہ ابجد خوانان میں ہر ایک بچہ اپنی ہی جگہ سیدھا اور الٹا پاؤں تال سے بجھائے۔ یہ بہت ہی آسان ورزش ہے۔ ماسوا اس کے سوریہ نمسکار کے تھوڑے آسن اس درجہ میں سکھائیں۔ کاغذ یا کپڑے کا گیند بنوا کر بچوں کو گیند کی طرح طرح کی کھیلیں کھلائیں۔ جیسے چھو ت دڑا۔ گیٹری دڑا۔ سور پاٹی۔ پاٹلی دا رکھو کھو کی

کھیلیں کھلوانے سے بدن میں چستی بڑھتی ہے ؎

نوٹ:- چونکہ ہر جگہ کے عام مروجہ کھیل جدا جدا ہوتے ہیں یا کھیلوں کے نام جدا ہوتے ہیں- اس لئے ناظرین مضمون ہذا میں سے مدرس صاحبان سے عرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا کھیلوں کی بجائے اپنے مدرسے کے بچوں کو وہ آسان کھیل کھلوائیں جو ان کے اپنے علاقے میں مروج ہوں کھیل میں انصاف- ہمت اور اچھے اخلاق پر کاربند ہونے کے لئے بچوں کو عادی بنانے کی کوشش کریں ؎

جس گاؤں کے قریب کوئی دریا- ندی یا سمندر وغیرہ ہو- وہاں بچوں کو لیجا کر تیرنا بھی سکھائیں- لیزم کی ورزش سے بچوں کی عقل بڑھتی ہے- چھوٹے بچوں کے لئے لٹو پھرانا وغیرہ کھیل کافی ہونگے؎

تعلیم خانہ داری

شُداما رشی کی زوجہ اپنے خاوند کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں- ترجمہ:- تعلیم تو مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے رشی مہاراج بچہ روتا ہے- اناج لاؤ میں آپ کے پاؤں پڑوں ؎

کوی پریمانند کی ان مقدس سطور کے موافق ہر ایک بچے کو کچھ نہ کچھ گرہستی (خانہ داری) کی تعلیم دینی چاہیئے- اپنے اپنے گھر پر چرخہ- بیلنا- آلات زراعت پر کام کرنا چاہیئے- دوکان یا کھیتی کے کام کے لئے ہر ایک بچے کو مارکس دینے چاہئیں- اس سے گھر کا کام کرانے میں بہت آسانی رہیگی-

میرا اپنا تجربہ اس کا شاہد ہے- چکی پیسنے سے پھیپھڑوں کو تقویت پہنچتی ہے- پانی بھرنے سے ریڑھ اور کمر کی ہڈیاں اور آنتیں مضبوط ہوتی ہیں- زمین کھودنے سے ہاتھ اور پاؤں کے اعصاب اور پٹھے طاقتور ہوتے ہیں- لہٰذا ایسی ایسی مفید ورزشوں پر پوری توجہ دینی چاہیئے جسمانی تعلیم وہی بہتر ہے- کہ ورزش کے ساتھ اپنے آبا و اجداد کی طرز معاشرت کا بھی تجربہ ہونا چاہئے- مدرس کو گاہے ماہے طلبا کے گھروں پر جا کر اس امر کی تفتیش کرنی چاہیئے کہ وہ گھر کے کام میں اپنے والدین کا ہاتھ بٹاتے ہیں یا نہیں- اس سے بچوں کی نظر میں استاد کی بھی کچھ نہ کچھ وقعت ہو جائیگی ؎

درس اسباق الاشیا

کبھی کبھی مدرس کو طلبا کے ہمراہ پیدل سیر کرنی چاہیئے- اس وقت نظارۂ قدرت اور اسباق الاشیا کا درس بخوبی دیا جا سکتا ہے- درختوں کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے- یہ بات سمجھانے کے لئے لاجونتی کے پودے کو چھو کر بتائیں- صبح سویرے اور رات کو جغرافیہ طبعی کے سبق بخوبی دے سکتے ہیں- تقویم یعنی جنتری

دیکھنا بچوں کو سمجھائیں۔ دن کو اپنا سایہ قدموں سے ناپ کر وقت معلوم کرنا سکھائیں۔ اور مدرسہ میں وقت سے پہلے حاضر ہو جانے کی تاکید کریں۔ سایہ کو ماپنا سیکھ کر بچے پابندی وقت کے عادی ہو سکتے ہیں۔ شہر دہلی کے مدارس کے مدرسین کے لئے تو طلبا کو سمجھانے کے لئے رصدگاہیں تیار ہیں۔ جو کہ قطب صاحب جاتے ہوئے راستے میں آتی ہیں ؛

کیمسٹری (علم کیمیا)

گو کیمسٹری سمجھانے کے لئے اکثر تجربات کئے جاتے ہیں لیکن پھر بھی وہ مشکل سے یاد ہوتی ہے اگر طلبا وہ تجربات خود اپنے ہاتھ سے کریں تو وہ بخوبی یاد ہو سکتی ہے۔ ایسا چولھا بنا کر بتائیں۔ جس میں دھواں کم ہو۔ جیسے کہ انگریزوں کے باورچی خانوں میں ہوتے ہیں۔ اس سے آکسیجن گیس بخوبی سمجھائی جا سکتی ہے۔ عطر وغیرہ کشید کر کے ریٹارٹ کے سبق بخوبی یاد ہو سکتے ہیں۔ ورنہ گلاس پھوڑ سائنیس" بیکار ہے۔ پانی کے خواص کے اسباق سکھانے کیلئے ڈوش کا استعمال کر کے بتائیں۔ مردہ جانوروں کے اجسام کو چماروں سے چروا کر دل۔ کلیجہ۔ پھیپھڑے۔ آنتوں۔ اوجھڑی اور ہڈیوں وغیرہ کے سبق بخوبی سمجھا سکتے ہیں۔ کتاب میں سے پڑھ کر یاد کرنے سے فقط طوطے جیسا علم آتا ہے ؛

بورڈنگ ہاؤس۔ دارالاقامۃ

دیانت دار۔ رعب دار۔ بے مطلبی۔ عمر رسیدہ شخص بغیر کسی قسم کی جرأت لئے جب بورڈنگ ہاؤس کے منتظم ہونگے تب ہی طلبہ دنیا کے کام کے قابل بنکر مدرسوں کے متعلقہ بورڈنگ ہاؤس سے باہر نکلینگے بورڈنگ ہاؤس کے مکانات کی چھتوں کے کھپریل وغیرہ طلبا ہی سے درست کرانے چاہئیں۔ کپڑے برتن وغیرہ بجائے نوکروں کے اُن ہی سے صاف کرانے چاہئیں تعطیل کے دن مزدوری کر کے کچھ کمانا بھی سیکھیں۔ سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس غریب طلبا کے لئے مزدوری وغیرہ کی جستجو میں مدد دے۔ ایک انگریز ماہر تعلیم بھی یہی صلاح دیتا ہے ؛

لائبریری

۱۔ لائبریری کا جملہ کام طلبا ہی سے لیں ؛

۲۔ طلبا کے مطالعہ میں مروجہ کتب میں سے بہترین کتب آئیں۔ یہی کوشش کریں۔ کیونکہ اوپر پڑھنا

دقت طلب ہے لیکن نیچے اترنا آسان ہے ::

۳۔ ماہواری رسالوں کے فائیل۔ ہر ایک مضمون کو جو کہ کئی ماہ کی اشاعت میں پورا ہوا ہو۔ سب رسالوں سے چھانٹ کر یکجا کریں۔ ان پر سے عمدہ نئی کتابیں بن سکینگی مضمون نگاری اور لکچر دینے کی مشق اس پر سے بڑھے گی ::

۴۔ ہفتہ واری اور روزانہ اخبار میں سے خوبصورت تصاویر کو جمع کرنا۔ اس لئے اس کی علیحدہ فائیل ہو۔ اس پر سے بچے تصویر کشی بخوبی سیکھ سکینگے ::

۵۔ اخبارات میں سے بہتر مضامین کاٹ کر علیحدہ کاغذ پر چپکا کر کتاب کی شکل میں بنائیں مضمون نویسی اور اخبارات میں دئیے ہوئے اعداد پر سے حساب کی تعلیم بخوبی دی جا سکتی ہے۔ مثلاً کسی روزانہ اخبار پر سے ذیل کے مضامین بخوبی سکھا سکتے ہیں :-

ا۔ ایک نئی سلطنت کیسے بنتی ہے؟
ب۔ سیلاب۔ زلزلہ کے وقت سکاؤٹس کی خدمات ::
ج۔ تصاویر ::
د۔ اشتہارات ::
ہ۔ سٹاک اور شیئرز (حصص) کا حساب ::
و۔ خادم قوم کی مصیبتیں ::
ز۔ سونا۔ چاندی کے نکاس پر سے حساب ::
ح۔ مشاہیر کے سوانح حیات ::
ط۔ وکیلوں کی لیاقت ::
ی۔ لکچر ::
ک۔ دیہات سدھار ::
ل۔ جغرافیہ طبعی ::

۶۔ مدرسہ کے طلبا جو اولڈ بوائیز کہلاتے ہیں۔ مدرس کو ایسے طلبا میں اتحاد کے مدنظر انجمن یا سبھاؤں کو ترتیب دینا چاہئے۔ اور ان کو دنیاوی نشیب و فراز میں اتحاد و اتفاق کی تلقین کر کے ہر تکلیف و مصائب کے برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا سکھائیں۔ لائبریری یا کتب خانہ اس مقصد کو برلانے کے لئے بہتر مقام ہے۔ دوسرے الفاظ میں مدرسہ شب اسی کا نام ہے ::

اخلاقی و مذہبی تعلیم

مدرس کا اپنا چال چلن اور عادت ہی سب سے بہتر راہبرِ اخلاقی معلم ہے۔ ہندوؤں کو بھگوت گیتا کا بارھواں باب حفظ کرائیں۔ اس سے اخلاق پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے ::

دیہاتی گیتا بھی ہندو مدرس اپنے دماغ سے تیار کریں۔ ہندو مدرسین کو مسلمانوں کی اذان اور نماز کے معانی سے ضرور واقف ہونا چاہئے ::

نوٹ: جناب ڈپٹی صاحب موصوف نے مجھ سے اذان اور نماز معہ معنی کے محنت کرکے سیکھ لی ہے۔ خصوصاً اذان اس طرز سے دیتے ہیں۔ کہ دُور سے کوئی سننے والا ایک مؤذن اور ان میں تمیز نہیں کرسکتا ہے ہیں نے آپ سے سوریہ نمسکار سیکھا ہے۔ غرضکہ جب ہندو مسلمان اسی طرح ایک دوسرے کے مذہب سے بخوبی واقف ہو جائینگے۔ تو بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں جانی دوست بن جائینگے۔ جس کی مثال ہم دونوں ہیں۔۔　　انور

اچھے راگ سے "ویشنو جن" کی نظم اور "رام دُھن" کہلوانی چاہیئے:۔

تصویر کشی کشیدہ کاری اور سکاؤٹنگ وغیرہ مٹی کے تیل سے کاغذ کو تر کرکے اس کو تصویر پر رکھ کر پنسل سے اُس کاغذ پر تصویر کا خاکہ لے لیں۔ کچھ دیر کے بعد تیل اڑ جائیگا۔ اب خاکہ میں رنگ وغیرہ بھر کر تصویر تیار کرالو۔ اب اسی تصویر کے ذریعے کاربن پیپر کے استعمال سے بہت سے خاکے تیار ہوسکتے ہیں۔ بلکہ لکڑی۔ لوہے وغیرہ پر بھی وہی تصویر اُتر سکتی ہے۔ کپڑے پر ایسی تصویروں کے خاکے بنوا کر طالبات سے کشیدہ کاری کرائیں۔ ہر طرح کے مرقع حروف۔ فقرات۔ کہاوتیں وغیرہ تیار کرا سکتے ہیں۔ کاربن پیپر دستیاب نہ ہو سکے تو خانگی طریقہ سے تیار کرلیں۔ وہ اس طرح کہ کاغذ پر پہلے ایک طرف دئے کے دھوئیں سے سیاہ کرکے دوسری طرف مٹی کا تیل لگا دیں۔ کاربن پیپر تیار ہو جائیگا:۔

پُرانے کپڑے اُدھیڑ کر اُس پر سے نئے کپڑے بیونتنے سکھا سکتے ہیں۔ پُرانے کپڑوں کو دھو کر اس کو رنگ کر رنگنا سکھا سکتے ہیں۔ درزی کی دکان کی کترن سے کرسی وغیرہ کی گدیاں تیار کروا سکتے ہیں۔ غرضکہ جونسا بھی ہُنر بچوں کو سکھانا منظور ہو۔ اُس ہُنر کے ہُنر مندوں سے راہ و رسم پیدا کرکے مدرسہ کے علاوہ وقت میں وہ ہُنر اُن کاریگروں کی معرفت بچوں کو سکھوا سکتے ہیں:۔

زمانہ ماضی میں شاگرد استادوں کی خدمت کرتے تھے زندگی اور ہُنر کی ذرا ذرا سی باتوں کا علم لڑکے اچھے مردوں سے اور لڑکیاں اچھی عورتوں کی خدمت کرکے حاصل کرتی تھیں۔ جیسے سکاؤٹنگ کی تعلیم لیتے ہیں ویسی ہی لوہار۔ بڑھئی۔ کاشتکار اور چمار وغیرہ کے کام کی تعلیم بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ کاشی جی کے پنڈت ابھی تک سنسکرت کی تعلیم اسی نہج پر دیتے ہیں۔ طلبا کسی وقت بھی اپنے شکوک رفع کر سکتے ہیں۔ یس یہی ہندکا ڈالٹن ہے۔ مخلوط تعلیم کی بابت "بورڈ آف ایجوکیشن" لندن کی طرف سے "سجشن فار ٹیچرز" مدرسین کے لئے اشارات کے نام سے ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے۔ ہم اُس میں سے ایک عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

The natural teacher for men is man and for women is woman Co-education without proper

safe gaurds and a sufficient number of women teachers on the staff will do more harm than good.

مردوں کے لئے قدرتی راہبر مرد ہے اور عورتوں کے لئے عورت ہے۔ پوری پوری حفاظت اور معلمات کی کافی تعداد نہ ہونے کی وجہ سے مخلوط تعلیم کے نقصان بہ نسبت فائدوں کے زیادہ دیکھے گئے ہیں۔ یہ بات ہر ایک مدرس کو دھیان میں رکھنی چاہیئے ۔

دیہات سدھار

اس کے لئے ہر گاؤں کی ڈانڈ بار اس کی منڈلیاں پسند کریں اور ان سے دیہات سدھار کی تنظیمیں کہلائیں اور مدرسہ کے احاطہ میں ادویات کو مدنظر رکھ کر پودوں کی زراعت کرائیں۔ اڑوسہ۔ مروہ۔ راج۔ رتو بیلا۔ تلسی۔ گلاب وغیرہ کے پودے ہوئیں مضمون مذکورہ کی بابت میرے خیالات "گرونیٹری" یعنی گھر پوتھی کے پچھلے اڈیشن میں اور "کھیتی باڑی وگنان" میں شائع ہو چکے ہیں ۔

باقاعدہ تختے جما کر اس پر رفع حاجت کر کے پھر اس پر مٹی وغیرہ ڈالیں۔ یہ بطور کھاد کے درخت اگانے میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ دیہات سدھار کی خاطر مدرسہ کا ایک عارضی پاخانہ بنائیں۔ سادہ بانس وغیرہ کا پاخانہ بنانے میں مبلغ ۸ روپیہ سے ۱۰ روپیہ تک صرفہ آیا ہے۔ اگر حالات اجازت دیں تو صفائی کا کام طلبا کے سپرد کریں۔ گھرا اور چولھے میں بھی ترقی کرنی چاہیئے ۔

نوٹ:۔ چکی اور چولھے کی بابت گجراتی زبان میں صاحب ممدوح کے اشارات عنقریب ترجمہ کر کے بذریعہ رہنمائے تعلیم لاہور شائع کئے جائینگے ۔

مفید مطلب کہاوتوں کے بورڈ لکھ کر تیار کرنے چاہئیں۔ بلکہ ایسی مفید کہاوتیں مکانوں کی دیواروں پر جلی حروف میں لکھوا دینی چاہئیں۔ تاکہ سب کے مطالعہ میں آئیں ۔

امتحان

برس میں دو تین بار کتابوں میں سے دیکھ کر مشکل عبارتیں طلبا سے لکھوا کر امتحان کے لئے تیار کریں۔ یہ امتحان ایک آزمائشی امتحان ہے۔ ایسا طلبا کو یقین دلائیں۔ ان آزمائشی امتحانوں میں سوالات کے جوابات کیسے لکھنے چاہئیں یہ سکھا دیں۔ ان امتحانات کے جوابات میں جو جو اغلاط یا سقم نظر آئیں وہ درست کر کے تختہ سیاہ پر لکھ دیں۔ طلبا اپنی نوٹ بک میں لکھ لیں۔ گو یہ ایک معمولی بات ہے لیکن اکثر دیکھا گیا

ہے۔ کہ اصلی امتحان کے وقت ہوشیار طلبا کو دقت معلوم ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ ناکامیاب ہوجاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر یہ امر مدرسہ میں ہوتا رہیگا تو امتحان کا خوف طلبا کے دلوں سے مفقود ہوجائیگا۔

خاتمہ

سنسکرت میں کہاوت ہے۔ کہ "گھر والی ہی گھر" اسی طرح "مدرس ہی مدرسہ" اوپر کہے ہوئے طریق پر ہوشیار مدرس ہر طرح کے مدرسہ کو بخوبی چلا سکتا ہے۔ کم خرچ بالانشین کی کہاوت کے مطابق بہت کم صرفہ سے بہتر تعلیم دی جاسکتی ہے۔ نیز طلبا کو موسیقی کا علم آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ از راہ مہربانی تجربہ کرکے اپنی تسلی کر لیجئے گا:



غالب شکن یہ کتاب جناب میرزا یگانہ چنگیزی کی تصنیف منیف ہے۔ اس میں کیا لکھا ہے۔ یہ بات کتاب کا نام سنکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ دراصل یہ سالہ حضرت یگانہ کے اس مکتوب کی کتابی صورت ہے۔ جو انہوں نے سید مسعود حسن صاحب رضوی ایم اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کے نام پروفیسر صاحب موصوف کے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا چنانچہ ۴۲ صفحات کی ضخامت میں بیس صفحے اسی مکتوب سے مختص ہیں۔ باقی صفحات میں مرزا صاحب کی مزاحیہ رباعیات درج کردی گئی ہیں۔ ان رباعیات میں غالب مرحوم کے ان واقعات زندگی پر تلخ تنقید کی گئی ہے۔ جو حضرت غالب کے شاعرانہ کمال سے کوئی خاص علاقہ نہیں رکھتے۔ جہانتک کمال فن کا تعلق ہے ہم ان رباعیات کو ان خاص خوبیوں سے مالامال پاتے ہیں۔ جو میرزا یگانہ کے حسن بیان سے مخصوص ہیں۔ مزاحیہ مضامین نے اس حسن بیان کو اور بھی چمکا دیا ہے لیکن نفس مضمون کے لحاظ سے ان پر کوئی اظہار رائے کرنا خاصکر اس دور میں جسے غالب پرستی کا دور کہنا چاہیئے۔ ہمارے لئے سخت دشوار ہے۔ اس محل پر حضرت غالب کا یہ مشہور مصرعہ لکھ دینا کافی معلوم ہوتا ہے "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل"۔

باقی رہی وہ نثر جو شروع کے بیس صفحات میں مکتوب یگانہ کے عنوان سے شائع پذیر ہوئی ہے۔ اس میں حضرت یگانہ نے غالب پرستی کا طلسم توڑنے کیلئے خوب زور قلم دکھایا ہے۔ بحث کا ہر ایک حصہ اگرچہ جارحانہ ہنگامہ آرائی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ اس میں منطقیانہ استدلال اور حکیمانہ انداز بیان کی پوری شان موجود ہے۔ اتنی بیباکانہ صاف گوئی کے باوجود اتنا سنجیدہ ادبی مناظرہ اردو زبان میں بہت کم نظر آئیگا۔ طرز استدلال اس قدر پختہ ہے۔ کہ ہر شخص کو غالب پرستی کی تعمیر میں متزلزل نظر آتی ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ مکتوب اس قابل ہے۔ کہ حضرت غالب مرحوم کی مذمت کا خیال بالائے طاق رکھکر ہر شخص صرف ادبی نکتہ نگاہ سے اس کا مطالعہ کرے۔ اور ایک غیر جانبدار کی حیثیت میں اس کے ادبی محاسن سے لطف اندوز ہو۔ اسی حیثیت میں ہم بھی میرزا یگانہ کو اس معجز نگاری کی داد دیتے ہیں۔ اور ہر موافق و مخالف سے یہ مختصر کتاب غور و تعمق سے پڑھنے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر یہ حقیقت قابل التفات نہیں کہ میرزا صاحب نے کیا کہا ہے۔ تو یہ ضرور قابل دید ہے کہ انہوں نے کیسا کہا ہے اور کس خوبی سے کہا ہے۔ کتاب کے ملنے کا پتہ جو انگریزی حروف میں لکھنا چاہیئے۔ یہ ہے:-

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی۔ لاتور۔ ریاست حیدرآباد دکن۔

قیمت درج نہیں کی گئی۔ غالباً دو تین آنہ سے زیادہ نہ ہوگی:

(جوش ملسیانی۔ مدیر حصہ نظم و شعبہ ادبیات)

ہندوستان

(سحاب سخن جناب ابر احسنی صاحب گنوری)

ہے گلستانِ بے خزاں گہوارۂ امن و اماں
انعامِ ربِ دوجہاں ۱ دنیا میں جنت کا نشاں
ہندوستاں ہندوستاں!

تو حسنِ عالمگیر ہے عزت میں با توقیر ہے
ہر قوم کی جاگیر ہے ۲ فردوس کی تصویر ہے
ہندوستاں ہندوستاں!

مجموعہ ہے تفسیر کا انجام ہے تمہید کا
تثلیث کا توحید کا ۳ مرکز ہے ہر امید کا
ہندوستاں ہندوستاں!

وہ مست بوئے یاسمن غیرت دہ مشکِ ختن
یک غنچہ صد رشکِ چمن ۴ میرا وطن میرا وطن
ہندوستاں ہندوستاں!

دریا وہ لہراتے ہوئے موجوں سے بل کھاتے ہوئے
ساحل سے ٹکراتے ہوئے ۵ رنگیں غزل گاتے ہوئے
ہندوستاں ہندوستاں!

مکتب ہے ہر تعلیم کا مرکز ہے ہر تنظیم کا
ہے مستحق تعظیم کا ۶ حاصل ہے ہفت اقلیم کا
ہندوستاں ہندوستاں!

رفعت کا اک زینا ہے تو اور حاصلِ دنیا ہے تو
بے مثل و بے ہمتا ہے تو ۷ تخلیق کا منشا ہے تو
ہندوستاں ہندوستاں!

تیرا وہ اندازِ عطا اک جادوئے تسخیر تھا
تجھ کو ہر اک چاہا کیا ۸ ہے تو ہی سب کا مدعا
ہندوستاں ہندوستاں!

تیری زمیں ہے کام کی تھی راج گدی رام کی
بنسی بجی گھنشیام کی ۹ گونجی اذاں اسلام کی
ہندوستاں ہندوستاں!

آئینۂ فطرت ہے تو آغوشِ صد رحمت ہے تو
چمکی ہوئی قسمت ہے تو ۱۰ نعمت سے تو نعمت ہے تو
ہندوستاں ہندوستاں!

مہر و وفا تیرے مکیں سب اہلِ دل سب اہلِ دیں
اخلاق کے ماہِ جبیں ۱۱ ہاں۔ اتحاد ان میں نہیں
ہندوستاں ہندوستاں!

تجھ پر ہوئی کیا کیا جفا خونی مہا بھارت رچا
تاتار کا فتنہ اٹھا ۱۲ مغرب سے اک آئی بلا
ہندوستاں ہندوستاں!

اجڑا ہوا اب دل ہے تو ادبار کا حامل ہے تو
افلاس کی منزل ہے تو ۱۳ ماتم کی اک محفل ہے تو
ہندوستاں ہندوستاں!

ہمت دکھائیں پھر تجھے خوشحال پائیں پھر تجھے
ملکر منائیں پھر تجھے ۱۴ جنت بنائیں پھر تجھے
ہندوستاں ہندوستاں!

جزاک اللہ (جوش ملسیانی)

لفظ[1] غور کی تذکیر و تانیث

اور

علامہ سیماب کی بے خبری

(از جناب ابر احسنی صاحب گنوری)

"غور کی تذکیر و تانیث" کے عنوان سے ایک مختصر مضمون رسالہ شاعر آگرہ بابت ماہ مارچ۔ اپریل ۳۵ء کے صفحہ ۹ پر (جو جون کے دوسرے ہفتہ میں شائع ہوا) میری نظر سے گذرا جس میں جناب مجدد السنۂ مشرقیہ مجتہد اعظم علامہ سیماب صاحب یوں رقمطراز ہیں :-

حضرت بسمل ٹونکی نے مجھ سے استفسار کیا ہے کہ "غور مذکر ہے یا مونث"؟ وہ اس لفظ کو مونث ہی استعمال کرتے ہیں ہیں ان کی اور اپنے تلامذہ و احباب کی اطلاع کیلئے ذریعہ شاعر اسکا جواب دے رہا ہوں کہ غور بالاتفاق جمہور مذکر ہے اسی طرح التماس بھی۔ جو لوگ التماس اور غور کو مونث لکھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ غور کے ہم قافیہ تمام الفاظ مثلاً طور۔ دَور۔ اَور۔ جور۔ نور بھی مذکر ہیں اور غور بھی مذکر ہے۔ لہٰذا اس لفظ کو مذکر ہی بولنا اور مذکر ہی لکھنا چاہیئے۔ فقط۔

---

[1] یہ مضمون میں نے مصلحتاً دہلی کے ایک ایسے ادبی رسالہ میں بھیجا تھا جس کے ایڈیٹر کو میں ہونہار، انصاف پسند اور دلیر سمجھتا تھا۔ میں نے یہ بھی کہدیا تھا کہ اگر کسی وجہ سے اسے آپ شائع نہ کر سکیں تو مجھے بیرنگ واپس کر دیجیئے گا۔ ایک مدت تک شائع نہ ہونے پر میں نے جوابی خط لکھا مگر ہاضمہ کی درستی دیکھیئے کہ جوابی کارڈ بھی غائب۔ افسوس جن ایڈیٹروں کی طرف سے یہ امید کی جا سکتی تھی کہ وہ حق کی آواز کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک پہنچائیں گے اُن کی بزدلی کا یہ عالم ہے کہ وہ سیماب صاحب کی شہرت سے مرعوب ہو کر ایک حق بات کا اعلان نہیں کر سکتے۔ بتایئے قوم آپ سے کیا امید رکھ سکتی ہے۔ اور آپ کے اردو کی ہمدردی میں لمبے چوڑے تاجرانہ دعوے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ مولانا مجھے آپ سے غالباً نہ بڑی انسیت تھی مگر اس بے نیازی نے مجھے کشمکش میں ڈال دیا ہے کہ میرا دل آپ کی اُس عظمت کو قائم رکھے یا نہ رکھے۔ جو پہلے سے بغیر برتے ہوئے اُس میں جاگزیں تھی۔ میں صرف پچھلی انسیت کے اثرات کے ماتحت آپ کا نام ظاہر نہیں کر رہا ہوں آپ غور کیجیئے کہ آپ کے کیا فرائض ہیں۔ میرے نزدیک تو ایڈیٹر کی محترم سے محترم ہستی کے خلاف اگر کوئی کچھ لکھے تو اُس کی اشاعت میں اُس کو پس و پیش نہ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ بات اُس کی طبیعت کے خلاف ہو تو خود جواب دے۔

ابر احسنی

اگرچہ اس باب میں میری گفتگو دخل در معقولات کی مرادف ہے کیونکہ علامہ صاحب موصوف نے یہ زحمت رقم زدہ اٹھائی ہے صرف حضرت بسمل اور اپنے تلامذہ و احباب کی خاطر اور مجھے خوش نصیبی سے ان ہر سہ باتوں میں کوئی شرف حاصل نہیں ہے مگر چونکہ جس بات کی نشر و اشاعت ہو جاتی ہے وہ کسی طبقہ یا گروہ یا شخصیت تک محدود نہیں رہتی - ہر عام و خاص مطالعہ کے بعد صرف مضمون نگار کی شہرتِ قابلیت سے متاثر ہو کر مبتلائے فریب ہو سکتا ہے ـــ اس لئے ایک خادمِ ادب کی حیثیت سے برائے آگاہی دلدادگانِ ادب و زبان - مجھے یہ عرض کر دینے کی جرأت ہوتی ہے۔ کہ مجتہد صاحب کا یہ بیان کہ "لفظ غور بالاتفاق جمہور مذکر ہے" صرف اجتہاد ہے (بشرطیکہ اتفاق جمہور نام نہ ہو صرف علامہ صاحب موصوف کے ارشاد کا) مجھے اس سے تو قطعی اتفاق ہے کہ لفظ غور بھی منجملہ دیگر چند الفاظ کے مختلف فیہ ہے یعنی کہیں یہ مذکر بولا جاتا ہے اور کہیں مونث لیکن یہ نادر شاہی حکم کہ لفظ غور قطعی اور بالکل مذکر ہے ایسا دعوٰے ہے جو محتاج دلیل ہو خصوصاً سیماب صاحب کا یہ ارشاد تو اس وقت نہایت مضحکہ خیز ہو جاتا ہے جبکہ یہ بات منصۂ شہود پر آ چکی ہو کہ وہ زبانِ دہلی کے مقلد اور حضرت داغ مرحوم و مغفور کے شاگرد ہیں (اگر واقعتاً بھی شاگرد ہوں) کیونکہ یہ لفظ دہلی میں مونث اور لکھنؤ میں مذکر استعمال ہوتا ہے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجتہد اعظم صاحب کے حکم کے خلاف "جو غور کو مونث کہتے ہیں وہ قطعی غلطی کرتے ہیں" پہلی غلطی ان کے استاد مرزا داغ مرحوم نے کی اور اتفاق سے کئی جگہ کی ممکن ہے روح مرحوم اپنی اس غلطی کی علامہ صاحب سے آکر معافی مانگے - سنئے وہ فرماتے ہیں ؎

کیا ناگہاں جفائیں تری یاد آگئیں
بھولے سے اپنے حال میں جب میں نے غور کی

رسالہ تذکیر و تانیث مولفہ حضرت جلیل جانشین منشی امیر احمد مینائی
مطبوعہ اختر پریس حیدرآباد ۱۳۲۶ھ ص ۲۴۴

ایک مصرعہ استاد داغ کا اور سُن لیجیئے پہلا مصرعہ مجھے یاد نہیں آتا ؏ اچھا علاج کیا خوب غور کی -

دوسری غلطی کی ہے مرزا انور دہلوی شاگرد حضرت ذوق مرحوم نے ملاحظہ ہو ؎

ہمارے حال پہ تم نے جو غور کی ہوتی
نہیں نہ فکر نئے سر سے جور کی ہوتی

یہ مثلہ صرف حضرت داغ اور انکے استاد بھائی کی اسلئے پیش کی ہیں کہ سیماب صاحب کو انکے تسلیم کئے بغیر مفر ہی نہیں ورنہ دہلی میں عام طور پر غور کو مونث لکھتے ہیں رہی انکی یہ نہایت بیہودہ دلیل کہ غور کے ہم قافیہ الفاظ بھی مذکر ہیں اسلئے وہ مذکر ہے عجیب بے معنی دلیل ہے - کیا یہ کوئی کلیہ ہے کہ ہر مذکر لفظ کے ہم قافیہ الفاظ مذکر ہی ہوتے ہیں مونث نہیں - مجھے فضول کاغذ سیاہ کرنا منظور نہیں ورنہ سینکڑوں مثالیں ایسی پیش کر سکتا ہوں کہ مذکر لفظ کے ہم قافیہ مونث اور مونث کے مذکر ہیں - ناظرین فرا اس وسعت معلومات کا اندازہ تو لگائیں کہ مجتہد صاحب کیا فرما رہے ہیں - بسمل صاحب تو انکی کو ائف صد مبارک سمجھتا ہوں کہ علامہ صاحب سے تو انکی معلومات بدرجہا بہتر ہے - یہ بات دوسری ہے کہ اب وہ ذریعہ شاعر والی اطلاع کے بعد اپنی لئے اخلاقاً تبدیل کر بیٹھے ہوں ؛

اگر مولانا سیماب کا جذبہ انکی علمیت انہیں اجازت دے تو وہ اس تحقیقات پر غور فرما کر اپنے تلامذہ و احباب کی ذریعہ شاعر دوبارہ تصحیح فرماویں کیونکہ یہ بات ذرا تکلیف دہ ہوگی کہ دہلی مکتب کے طلباء حق الیقین کے درجہ پر پہنچکر غور کی قطعی تذکیر پر ایمان لے آئیں -

اگرچہ وہ آپکے تلامذہ کی محدود تعداد میں ہی سہی مگر کہلائینگے مقلدانِ زبانِ دہلی ہی - فقط ؛

ابر احسنی گنوری

آنسو

(از جناب نکہت انصاری صاحب بدایونی)

تجھ سے تر ہے چشمِ آہو ۱ تجھ سے آنکھیں دھوئیں خدا جو
تابندہ تو جیسے جگنو کیا شے ہے تو، کیا شے ہے تو
میرے آنسو، میرے آنسو

دل کی گہرائی سے ابھر کر ۲ چڑھتا ہے دارِ مژگاں پر
کیسا سوز ہے تیرے اندر پھونک دیا ہے ضبط کو اکثر
میرے آنسو، میرے آنسو

خاموشی کا ہے اک پیکر ۳ خاموشی ہیں نطق کے جوہر
کھولدئے شکوؤں کے دفتر ہو کر رقص کناں مژگاں پر
میرے آنسو، میرے آنسو

صبر کی ہے بربادی تجھ سے ۴ آنکھ درخشاں وادی تجھ سے
حسرت کی آبادی تجھ سے فریادی فریادی تجھ سے
میرے آنسو، میرے آنسو

تو نے اُٹھائے لاکھوں طوفاں ۵ گویا ہے صد حشر بداماں
ہو نوکِ مژگاں پہ نمایاں تیرے قرباں تیرے قرباں
میرے آنسو، میرے آنسو

اُٹھ دل سے اور آنکھ میں لے دم ۶ یا ہو جا دامن پہ فراہم
پیہم افشاں ہو ہاں پیہم پردہ دارِ خطائے آدم
میرے آنسو، میرے آنسو

بے تابی مانگی پارے سے ۷ گرمی دل کے انگارے سے
اور چمک لے لی تارے سے گر اب آنکھ کے گہوارے سے
میرے آنسو، میرے آنسو

دل کو پیہم تڑپاتا ہوں ۸ ارمانوں کو گرماتا ہوں
فرقت میں جب گھبراتا ہوں آنکھ میں تجھ کو بھر لاتا ہوں
میرے آنسو، میرے آنسو

صبر سے اب منہ موڑ رہا ہوں ۹ ضبط سے ناتا توڑ رہا ہوں
حدِ تحمل چھوڑ رہا ہوں تجھ سے رشتہ جوڑ رہا ہوں
میرے آنسو، میرے آنسو

ساری تمناؤں کے سہارے ۱۰ دل جس وقت بھی ہمت ہارے
نکہت کی آنکھوں کے تارے عقدے حل کر دینا سارے
میرے آنسو، میرے آنسو



چند تعلیمی نکات

۱۔ مدرسہ گاؤں کا مندر ہے اور استاد اس مندر کا پجاری ہے۔

۲۔ آج ہندوستان کا سب سے اہم کام دیہات سدھار ہے ؛

۳۔ اُستاد کو گاؤں کی بہتری کیلئے سنہری موقعہ حاصل ہے ؛

۴۔ اُستاد ایک مشنری (واعظ) ہے جس کو قدرت نے خلق خدا کی خدمت اور عام لوگوں کی رہنمائی اور اصلاح کے لئے بھیجا ہے ؛

۵۔ ایک لکھی پڑھی ماں بہترین استاد ہے ؛

۶۔ اُستاد بھی ایک انسان ہے جسکو صحت اور آسائش کی ضرورت ہے۔ ان باتوں کی طرف سوسائٹی کی خاص توجہ کی ضرورت ہے ؛

۷۔ اُستاد کو بچوں کا صرف رہنما اور دوست ہونا چاہئے ؛

۸۔ اُستاد کو غصہ میں کبھی نہیں آنا چاہئے ؛

۹۔ سکول اور استاد کی سکول کے کام میں امداد سوسائٹی کی اپنی امداد ہے ؛

۱۰۔ بچے کیلئے کچھ نہیں کرنا چاہئے جو کچھ کہ بچہ آپ کر سکتا ہے

۱۱۔ کھیل اخلاق کی تعمیر کا ایک ذریعہ ہے بشرطیکہ دیانتداری خوشی اور جوش سے کھیلی جائے ؛

۱۲۔ کیرکٹر سکول اور گھر کی متفقہ کوشش سے بنتا ہے ؛

۱۳۔ کیرکٹر اچھی یا بُری عادتوں کا مجموعی نتیجہ ہے ؛

۱۴۔ عادات بچپن میں ہی جڑ پکڑتی ہیں ؛

۱۵۔ بڑے طلبا کی حالت میں بچے کا اپنا معلم آپ ہونا درست تعلیم کی کنجی ہے ؛

۱۶۔ سکول میں وہ مصروفیتیں بچے کیلئے سب سے بہتر ہیں۔ جو بچے کی اپنی دلچسپی اور ضروریات کے مطابق نہایت قدرتی طور پر پیدا ہوں ؛

۱۷۔ لیاقت قدرتی عطیہ ہے لیکن محنت سے ہر ایک طالب علم فائدہ اُٹھا سکتا ہے ؛

۱۸۔ اپنے حالات کے مطابق سوچ بچار کرکے اپنی مشکلات کو حل کرنا اور دیانتدارانہ طور پر اپنی زندگی کو اپنے کام کیلئے وقف کر دینا اُستاد کی کامیابی کا راز ہے ؛

(بیدی گوربچن سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر نوشہرہ ورکاں)

رباعی

ذرّے بہ نسبت ستارے کم ہوں گے
اس طرح کے طوفان سے کم ہوں گے
دنیا میں ابھی رنج ہیں اور بھی سخت
[illegible] کم ہوں گے

یگانہ چنگیزی

بعض خطرناک غلطیاں

(از جناب قادر بخش صاحب مؤمن سیالوی فرسٹ ورنیکلر ٹیچر کاہنہ)

۱۔ اس خیال میں مگن رہنا۔ کہ ہمیشہ ہی تندرست۔ خوبصورت اور تونگر رہونگا ۔

۲۔ اس نیت سے عیب کرنا۔ کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دونگا ۔

۳۔ اپنا راز دوسرے کو بتلا کر اُس کے پوشیدہ رکھنے کی التجا کرنا ۔

۴۔ اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا۔

۵۔ اپنے آپ کو سب سے لائق اور عقلمند تصور کرنا۔

۶۔ آزمائے ہوئے کو پھر آزمانا ۔

۷۔ اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اپنی خدمت کی توقع رکھنا ۔

۸۔ بے کاری میں آئندہ کے لئے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش رہنا ۔

۹۔ تمام انسانوں کو اپنے خیال پر لگانے کی سعی کرنا اور اپنے آپ کو تجربہ کار خیال کرنا ۔

۱۰۔ جو کام اپنے سے نہ ہوسکے۔ اُسے سب کے لئے ناممکن خیال کرنا ۔

۱۱۔ کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا ۔

۱۲۔ لوگوں کی تکلیف میں حصّہ نہ لینا۔ اور اُن سے نیکی کی امید رکھنا ۔

۱۳۔ ہر شیریں زبان کو دوست سمجھ لینا ۔

۱۴۔ ہر ایک سے بدی کرنا اور نیکی کی امید رکھنا ۔

۱۵۔ ہر انسان کے متعلق اس کی ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کرنا ۔

۱۶۔ دل کا آئینہ عقل ہے۔ اُس سے کام نہ لینا ۔

۱۷۔ عقلمند ہونا۔ مگر ہر کام میں دوبارہ تحقیق نہ کرنا ۔

۱۸۔ مفلس ہو کر خواہشات کا بڑھانا ۔

۱۹۔ وقت کو غنیمت نہ جاننا۔ اور آج کا کام کل پر ٹال دینا ۔

۲۰۔ مالکِ حقیقی سے مدد چاہنا۔ مگر دوسروں کی مدد نہ کرنا ۔

غزل

(از جناب سید عروج زیدی، بدایونی)

قفس میں یاد جب آتا ہے آشیاں صیاد
تو دل میں اٹھتا ہے رہ رہ کے اک دھواں صیاد

نہیں کہ مجھ کو نہیں رنج آشیاں صیاد
ملائے جاتا ہوں میں تیری ہاں میں ہاں صیاد

وہ مسکراتے ہوئے گل وہ آشیاں صیاد
نظر میں گھوم رہا ہے یہ سب سماں صیاد

دل و دماغ رہائی کا اب کہاں صیاد
قفس کی گنتا ہے کیوں روز تیلیاں صیاد

یہ رنجہائے چمن، یہ ہجوم حسرت دل
قفس میں آیا ہوں لے کر میں اک جہاں صیاد

نہ چھیڑ تذکرۂ حسن گل اسیروں سے
نہ کوٹ کوٹ کے بھر دل میں بجلیاں صیاد

یہ ڈر ہے تیرا کلیجہ نہ منہ کو آجائے
جگر کو تھام کے سن میری داستاں صیاد

یہ سبز باغ خدا کے لئے دکھا نہ مجھے
رہائی اب مری تقدیر میں کہاں صیاد

عروج موت کہیں مرا قصہ پاک کر بھی دے
مرے سبب سے ہے آزردہ فغاں صیاد

معلوم ہوتی ہے

(از جناب کامل صدیقی رازی سہسوانی)

وفا ناکام کوشش رائیگاں معلوم ہوتی ہے
محبت زندگی کا امتحاں معلوم ہوتی ہے

تیرے جلوے یہاں تک جذب ہیں چشم تصور میں
کہ ہر ذرہ میں اک بجلی نہاں معلوم ہوتی ہے

سراپا درد ہوں بیکس ہوں برباد و پریشاں ہوں
میری صورت سے ناکامی عیاں معلوم ہوتی ہے

وجود زندگی ہونا نہ ہونا ہے برابر سا
میری ہستی جہاں میں بے نشاں معلوم ہوتی ہے

غم و اندوہ کی اس کشمکش سے موت آجائے
ہمیں اب زندگی بار گراں معلوم ہوتی ہے

قیامت میں ہمیں پھر زندگی پانی ہے اے کامل
فنا انجام ہستی جاوداں معلوم ہوتی ہے

علاج شمسی

(از جناب بابو ادم پرکاش صاحب اگر وال منڈی دھنورہ)

جب انسان کی صحت خراب ہوجاتی ہے تو وہ اپنی صحت کو برقرار رکھنے اور بیماری کو دور کرنے کے واسطے ادویہ کا استعمال کرتا ہے۔ علاج کے کئی طریق ہیں لیکن اب یہ خیال عام ہوتا چلا جاتا ہے کہ ادویہ کا استعمال مفید نہیں بلکہ مضر صحت ہے۔ گو وہ اپنا فوری اثر ضرور دکھاتی ہیں لیکن بعد میں صحت کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس خیال کی بنا پر کئی طریق علاج ایجاد کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک طریقہ "علاج شمسی" بھی ہے ✣

سورج زندگی کا سرچشمہ ہے اس کے بغیر حیوانات بلکہ نباتات بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک عظیم الشان کرہ ہے جو ہماری زمین سے ۱½ ۲ لاکھ گنا بڑا ہے۔ اس کے اس قدر چھوٹا نظر آنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ زمین سے ۹ کروڑ بیس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ زمین کی مخلوقات پر بہت بڑا اثر ڈالتا ہے۔ یہ مختلف دھاتوں سے مرکب ہے۔ مثلاً۔ لوہا۔ جست۔ سوڈیم SODIUM اور میگنیشیم MAGNESIUM وغیرہ۔ ان کا زیادہ تر حصہ پگھلا ہوا ہے۔ ان دھاتوں کے لطیف بخارات کرۂ آفتاب کے گرد موجود ہیں جن کی وسعت دو لاکھ میل سے کم نہیں ہے۔ یہی بخارات کرنوں کی شکل میں زمین تک پہنچتے ہیں جس کو ہم دھوپ کہتے ہیں ✣

آفتاب سے جو روشنی آتی ہے گو وہ بظاہر سفید معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل یہ تمام رنگوں (سرخ۔ سبز۔ زرد۔ پیلا وغیرہ وغیرہ) کا مجموعہ ہوتی ہے۔ قوس قزح کے ایک طرف تو سرخ اور زرد رنگ کی شعاعیں اور دوسری طرف بنفشی اور نیلے رنگ کی شعاعیں کیمیاوی شعاعیں CHEMICAL RAYS کہلاتی ہیں یعنی ان میں گرمی اور حرارت نام کو نہیں ہوتی۔ مگر ان سے کیمیاوی فعل ضرور سرزد ہوتا ہے ✣

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس عجیب غریب علاج کی طرف اس طرح توجہ دی گئی۔ کہ پہاڑ پر چڑھنے والے لوگ جب برف کی چٹانوں سے گذرتے ہیں۔ مقیاس الحرارت THERMAMETER کسی درجہ پر نہیں ہوتا لیکن ان کو دھوپ کی تپش بے انتہا معلوم ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے تجربہ کرکے دیکھا گیا۔ دو آدمیوں کو دھوپ میں کھڑا کرکے ان کے چہرہ پر آفتاب کی شعاعیں منعکس کی گئیں۔ ایک آدمی کے چہرہ

پر سُرخ رنگ کا آئینہ اور دوسرے کے چہرہ پر نیلے رنگ کا آئینہ رکھا گیا۔ سُرخ رنگ کے آئینہ سے آفتاب کی حرارت برابر گذرتی رہی مگر بنفشی رنگ کی کیمیاوی شعاع کو سُرخ رنگ کے آئینہ نے اپنے اندر نفوذ نہ ہونے دیا۔ برخلاف اس کے نیلے رنگ کے آئینہ نے آفتاب کی حرارت اور گرمی کو روکے رکھا۔ لیکن بنفشی رنگ کی کیمیاوی شعاع کو آزادی کے ساتھ اپنے اندر گذرنے دیا۔ اس تجربہ کے بعد دیکھا گیا تو معلوم ہوُا کہ جس شخص کا چہرہ سُرخ رنگ کی شعاعوں کے باعث جُھلسا ہوُا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرہ پر حدّت و شدّت آفتاب کا اثر بھی نہ تھا۔ بخلاف اس کے جس کے چہرہ پر کیمیاوی ٹھنڈی شعاعیں ڈالی گئی تھیں اس کا چہرہ ایک حد تک حرارتِ آفتاب سے جُھلسا ہوُا پایا گیا۔ ڈاکٹر نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کیمیاوی شعاعیں جلد پر مؤثر ہو کر اس میں سوزش اور جلن پیدا کرتی ہیں۔ پھر اُس نے خیال کیا کہ جب یہ شعاعیں انسان کی کھال پر اتنا اثر کرتی ہیں تو ضرور ہے کہ بیماری کے چھوٹے کیڑوں پر مہلک اثر ڈالیں گی ؛

اس تجربہ کی بنا پر بہت سے تجربے کئے گئے۔ اور آخر کار یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اگر آفتاب کی روشنی یا برقی روشنی کی تمام شعاعیں ایک جا جمع کر کے ان سے کام لیا جائے تو جلد کے کیڑے تمام خواہ وہ سطح جلد کے اوپر ہوں یا نیچے ہوں ضائع ہو سکتے ہیں۔ اس طرح جو جلدی امراض ان کیڑوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ روشنی کی مدد سے پیدا ہوتے ہیں وہ اس روشنی کی مدد سے بخوبی علاج پذیر ہو سکتے ہیں لطف یہ کہ مریض کو تکلیف ذرہ بھر بھی نہیں ہوتی ؛

دھوپ یا سورج سے علاج کے کئی طریق ہیں۔ ۱۔ دھوپ کا غسل۔ ۲۔ مختلف رنگوں کے شیشوں پر دھوپ لے کر مریض کے بیمار حصّے پر ڈالنا۔ ۳۔ رنگدار شیشوں میں پانی بطور دوا کے استعمال کرنا۔ ۴۔ رنگدار شیشوں کے اندر تیل تیار کرنا۔ کھانڈ تیار کرنا ؛

۱۔ پہلی قسم کا غسل یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر قبل ضروریات سے فارغ ہو کر اگر ممکن ہو تو غسل کر کے کھُلے سبزہ زار میں پہنچ جاؤ۔ جہاں ہوا صاف اور کشادہ ہو اور سُورج کی طرف مُنہ کر کے اور آنکھیں بند کر کے خاموش کھڑے ہو جاؤ۔ دماغ کو ہر قسم کے خیالات سے خالی رکھو۔ ہاتھوں کو اوپر اُٹھائے رکھو۔ یہ عمل بیٹھ کر بھی کیا جا سکتا ہے۔ پانچ منٹ سے پندرہ منٹ تک غسل کرنا چاہیئے۔ شام کو سورج غروب ہونے سے قبل بھی کرنا چاہیئے جبکہ خفیف سی سرخی موجود ہو۔ اس غسل کا ٹھیک وقت سورج طلوع ہونے سے ایک گھنٹہ پیشتر اور سورج غروب ہونے سے ایک گھنٹہ بعد تک ہے ؛

فوائد۔ جسم کی مرض سے حفاظت کرتا ہے۔ ہر قسم کی بیماری کو دُور کرتا ہے۔ دل کی گھبراہٹ و مایوسی کو مٹاتا ہے۔ جسم و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ قوتِ حیات بڑھاتا ہے۔ فساد خون کو دفع کرتا ہے۔ دردِ سر۔ بخار کہنہ۔

کمزوری دماغ و دل و امراض چشم وغیرہ کو دُور کرتا ہے۔ پُرانی آتشک۔ بواسیر۔ مرگی۔ فالج۔ لقوہ وغیرہ کو مفید ہے۔ یہ عمل مکان پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ یعنی مشرق رویہ کُھلے دروازہ یا کھڑکی کے سامنے مگر کھلی ہوا میں زیادہ مفید ہے:

غسل نمبر ۲۔ کسی ایسے صحن یا چھت پر جاؤ۔ جہاں دھوپ تو کھلی ہوئی آتی ہو مگر تیز ہوا کا گذر نہ ہو۔ یا ان کے تمام کپڑے اتار دو اور زمین پر فرش بچھا کر لیٹ جاؤ۔ جسم کے ہر حصّہ کو دھوپ کے سامنے لاؤ لیکن سر اور چہرہ کو دھوپ سے بچاؤ۔ اس مقصد کی تکمیل کی غرض سے سر اور چہرہ سایہ میں رکھنا چاہیئے۔ اگر گرمیوں کا موسم ہو تو جسم پر کیلے یا اروی کے پتے بھی ڈالے جا سکتے ہیں۔ اس غسل کا ٹائم زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ اور کم از کم آدھ گھنٹہ ہے۔ پسینہ پونچھ ڈالو۔ کمزوری محسوس ہوتے ہی غسل بند کر دو۔ اس طرح بجائے تمام جسم کے کسی خاص عضو کو بھی دھوپ کا غسل دے سکتے ہیں:

مختلف رنگوں کی طاقت شفائیہ

سُرخ رنگ سب سے زیادہ گرم ہے۔ اس سے کم نارنجی۔ پھر زرد۔ پھر سبز۔ چنانچہ خون جس قدر سُرخ ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ گرم ہوتا ہے۔ گرم مصالحے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور سیاہی کیا ہے؟ سرخ رنگ کی زیادتی ہے:

بنفشئی رنگ سب سے زیادہ سرد ہوتا ہے۔ اس سے کم نیلا۔ پھر آسمانی پھر سبز وغیرہ سبز رنگ معتدل ہوتا ہے۔ جس شخص کے جسم میں نیلی نسیں زیادہ ہوں اُس میں سردی کا غلبہ سمجھو:

بس اس علاج کا یہ طریقہ رہا کہ جس رنگ کا غلبہ دیکھو۔ اُس سے مخالف رنگ کی شعاعیں مریض کے جسم میں پہنچاؤ۔ تو اعتدال آنے سے بیماری دُور ہو جائے گی۔ سُرخ رنگ سرد امراض کو نافع ہے۔ اگر گرمی لگنے لگے آنکھیں دُکھتی ہوں تو نیلی اور بنفشئی رنگ کی شعاعوں کا استعمال مفید ثابت ہوگا:

رنگین شیشوں کے ذریعہ علاج

جس رنگ کی شعاعوں کا اثر مریض کے جسم میں پہنچانا ہے اس رنگ کے شیشے کی روشنی میں مریض کو دیر تک بٹھلاؤ۔ اس طرح کہ آفتاب کی شعاعیں اس شیشہ میں ہو کر اس حصۂ جسم پر پڑیں۔ اُس رنگ کے شیشہ کی بوتل میں بھرا ہوا پانی مریض کو پلائیں یا اُس کی آنکھ وغیرہ پر چھڑکیں۔ اگر ممکن ہو تو اس پانی سے غسل کرائیں اُسی رنگ کے کپڑے پہنائیں۔ اُسی رنگ کی سفیدی مکان پر اور ویسی رنگ کو اڑوں وغیرہ پر کرائیں نیز اُسی رنگ کا لیمپ جلائیں۔ بلکہ اُسی رنگ کے پھل کھلائیں اور اسی رنگ کے پھول سنگھائیں تو زیادہ بہتر ہو:

۳- پانی بنانے کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک رنگ کی بوتلیں منگوا کر خوب صاف کر کے اُن میں آب مقطر یا برساتی پانی یا جوش دئے ہوئے پانی کو ۳/۴ حصّہ تک بھر دیں اسکے بعد ڈاٹ لگا کر تیز کھلی دھوپ میں رکھدیں۔ جب دھوپ خوب لگ جائے تب اُس کا پانی استعمال میں لائیں سرخ رنگ کا پانی دو دن بعد بدل ڈالیں ورنہ کیڑے پڑ جاتے ہیں ؛

ا۔ سرخ شیشہ۔ پھیپھڑے کی بیماریاں۔ لقوہ اور گنٹھیا وغیرہ کو مفید ہے۔ پھوڑا اور دُنبل کو اکسیر کا کام دیتا ہے پندرہ بیس منٹ تک دھوپ گذارنا چاہیئے۔ وہ پھوٹ جائیگا۔ سینہ اور پشت پر دھوپ ڈالنا پھیپھڑوں کو طاقت دیتا ہے لیکن دل پر نہ ڈالنی چاہیئے۔
درد گُردہ۔ پسلی کا درد۔ درد سینہ۔ پُرانی چوٹ کا درد۔ درد گردہ کو نافع ہے ؛

ب۔ نارنجی رنگ۔ بدہضمی قبض۔ فربہی۔ عسر حیض۔ دُنبل۔ درد شکم۔ درد گردہ۔ بھوک نہ لگنا۔ کمی خون۔ ورم زخم۔ رسولی وغیرہ کو مفید ہے ؛

س۔ سفید رنگ۔ اگر تلی بڑھ جائے تو سفید شیشہ میں سے دھوپ گذار کر اُس پر ڈالیں۔ ورم دُور ہوگا ؛

ج۔ زرد رنگ۔ یہ ہاضم اور مقوّی ہے۔ بچوں کو اس کا پانی گھٹی کا کام دیگا۔ ذیابیطس کو بھی مفید ہے ؛

د۔ نیلا رنگ۔

ا۔ ہلکا نیلا۔ ۱۔ گرمی سے آنے والے دستوں کا حکمی علاج ہے۔ ۲۔ داغ دماغ پر دھوپ ڈالنا بخار اور سرسام کو نافع ہے۔ ۳۔ پیٹ پر ڈالنا مروڑا اور پیچش کو مفید ہے۔ ۴۔ بچھو کے کاٹے پر اثر ڈالیں اور اُس رنگ کے تیل کی مالش کریں۔ ۵۔ گرم جریان اور نصف سر کا درد دُور ہوتا ہے۔ ۶۔ دل کی دھڑکن دُور ہوتی ہے ؛

ب۔ گہرا نیلا رنگ۔ بخار۔ سوزش۔ نسست۔ بے خوابی۔ درد خون۔ تکلیف کان۔ درد پسلی۔ دل دھڑکنا۔ کثرت مجامعت۔ سوزاک آتشک۔ آبلہ۔ پھنسی۔ باؤلے کتّے کا کاٹنا۔ قولنج۔ بواسیر وغیرہ کو مفید ہے ؛

رنگوں میں جسمانی قوتوں کے علاوہ خیالی خاصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً سرخ رنگ میں محبت زیادہ۔ زیادہ سُرخ میں غصہ۔ کم سُرخ میں ہمت اور اطمینان۔ نارنجی میں صحت و عقل۔ زرد میں زیادہ عقل و علم۔ میں سمجھ اور ہمت۔ نیلے میں سچائی اور نیکی نفسی میں عاجزی و عبادت۔ سفید میں قوت۔ سیاہ میں بغض۔ پس جس بات کی کمی دُور کرنا ہو۔ اس طریق پر کرسکتے ہیں ؛

۴۔ آفتابی تیل سے علاج۔ مختلف رنگ کی بوتلوں کے نصف حصّہ میں تیل بھر کر ان کے مُنہ بند کر کے کھلی دھوپ میں رکھیں۔ متواتر چالیس روز رکھنا چاہیئے۔ تیل تل۔ سرسوں یا السی وغیرہ کا لینا چاہیئے۔ سُرخ رنگ کی بوتل میں السی کا تیل بھرنا چاہیئے ؛

علاج کا اصول وہی ہے یعنی جس بیماری میں جس رنگ کے شیشہ کا عکس ڈالنا مفید ہے۔ اسی رنگ کی بوتل کے تیل کی مالش فائدہ بخشتی ہے ؛

ضروری اطلاع۔ خط و کتابت کرنے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل سے معاف فرمائیں ؛ منیجر

موسم کی تبدیلی پر اشیا خوردنی کے اثر

نام شے	جاڑا	گرمی	برسات	نام شے	جاڑا	گرمی	برسات
آلو	مضر	مضر	مفید	ککڑی	مضر	مفید	مضر
ادرک	مفید	مضر	مفید	گوبھی	مضر	مفید	مفید
اُڑد	مضر	مفید	مفید	گوشت بٹیر	مفید	مفید	مفید
اروی	مضر	مفید	مفید	" بکری	مفید	مفید	مفید
بیضہ مرغ	مفید	مضر	مضر	" مچھلی	مفید	مضر	مفید
بادام	مفید	مضر	مفید	" مرغ	مفید	مفید	مفید
پالک	مضر	مفید	مضر	" دُنبہ	مفید	مضر	مفید
پودینہ	مفید	مفید	مفید	کھجور	مفید	مفید	مفید
بھنڈی	مضر	مفید	مفید	کھیرا	مضر	مفید	مضر
پیاز	مفید	مضر	مفید	گھی گائے بھینس	مفید	مفید	مفید
بینگن	مفید	مضر	مفید	مرچ لال	مضر	مضر	مضر
چائے	مفید	مضر	مفید	" سیاہ	مفید	مفید	مفید
چاول	مضر	مفید	مفید	مولی	مضر	مفید	مفید
چقندر	مفید	مفید	مفید	شہد	مفید	مضر	مفید
چنا	مفید	مضر	مفید	انگور	مفید	مفید	مفید
چولائی کا ساگ	مضر	مفید	مضر	چلغوزہ	مفید	مضر	مفید
بکری کا دودھ	مضر	مفید	مفید	سیب	مفید	مفید	مفید
گائے کا دودھ	مضر	مفید	مفید	سنگھاڑا	مضر	مفید	مفید
بھینس کا دودھ	مضر	مفید	مضر	گنا	مفید	مفید	مفید
دہی	مضر	مفید	مضر	کٹھل	مفید	مفید	مفید
سرکہ	مضر	مضر	مفید	چھوہارا	مفید	مفید	مفید
شلغم	مفید	مفید	مفید	لہسن	مفید	مفید	مفید
گاجر	مفید	مفید	مفید	لیموکاغذی	مضر	مضر	مفید
گڑ	مفید	مضر	مفید	گوندنی	مفید	مفید	مفید
کریلہ	مفید	مضر	مفید				

(انتخاب)

رہنمائے تعلیم لاہور کا سلور جوبلی نمبر

ماسٹر جگت سنگھ صاحب کو تو میں نے نہیں دیکھا تصویر رہنمائے تعلیم لاہور میں البتہ دیکھی ہے خطا معاف صورت سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان میں کچھ خوبیاں بھی ہوں گی مگر یہ غضب کے آدمی ہیں خدا جانے کس قسم کا دماغ اور کس طرح کی طبیعت انہیں ملی ہے لوگ کہتے ہیں کہ پڑھانے والوں کا دماغ پڑھنے والے بے کار کر دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس یہاں معاملہ نظر آتا ہے۔ لڑکوں کو پڑھاتے پڑھاتے بڑوں کو بھی اب یہ پڑھانے لگے۔ جوبات کی نئی کی جو سوجھی نرالی سوجھی اس سوچ بوجھ کے انسان کم کیا معنی مجھے آجتک دکھائی نہیں دئیے ہیں ان کے کارہائے نمایاں کو دیکھتا ہوں اور اپنی جگہ خوش ہو کر صدق دل سے دعائیں دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کے ارادے ہیں ان کو کامیاب کرتا رہے اور میں ہمیشہ ترقیوں کو دیکھکر مسرور ہوتا رہوں *

جوبلی نمبر۔ افسانہ نمبر۔ ریڈ کراس نمبر بڑی آن بان سے نکلے دنیا نے دیکھا یک زبان ہو کر سارے عالم نے تعریف کی۔ زمانے کے اہل قلم نے مدح و ثنا میں خوب خوب مضامین لکھے۔ اس سرے سے اس سرے تک دھوم مچ گئی۔ یہ سب کچھ ہو جانے پر بھی ماسٹر صاحب کا حوصلہ منتظر تھا کہ کب کوئی زرّین موقع ہاتھ آئے اور پھر کوئی خاص نمبر نکالا جائے۔ آخر کار فضل خداوندی سے ایک صورت پیدا ہی ہو گئی اور ان کو اپنے ارمان نکالنے کا ذریعہ مل گیا۔ حالانکہ زمانے کی ناقدری سے خاص نمبروں کی بہت سی جلدیں دفتر میں پڑی ہوئی تھیں اور یہ بہت کچھ اس سلسلے میں زیر باری بھی اٹھا چکے تھے۔ مگر ملک معظّم کی سلور جوبلی کا مژدہ سنتے ہی رہنمائے تعلیم کا سلور جوبلی نمبر نکالنے کا قصد کر بیٹھے۔ اور اس آب و تاب سے یہ نمبر نکالا جس کی نظیر ملنی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے *

سلور جوبلی نمبر کیا ہے دل کہتا ہے لکھو اور بہت کچھ لکھو۔ زبان کا قول ہے منہ سے جتنا بھی کہو گے اس کا اختصار ہی میں شمار ہو گا۔ میں حیران ہوں اس موقع پر مجھے کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔ یہ ۱۶۲ صفحوں کی ایک مکمل کتاب ہے۔ آرٹ پیپر شروع سے آخر تک استعمال کیا گیا ہے۔ مختلف رنگوں کی روشنائی نے متعدد پھولوں کا اچھا خاصہ باغ لگا دیا ہے۔ کتابت کا کیا کہنا چھپائی کا کیا پوچھنا۔ جو باتیں اچھی سے اچھی ہو سکتی تھیں وہ سب اس میں نظر آتی ہیں۔ باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت صرف عہ ہے *

ماسٹر صاحب کو خوش نصیبی سے ذوق سلیم کے ساتھ ساتھی بھی بڑے بڑے اہل کمال ملے ہیں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی اور برادر مکرّم جناب جوش معمولی شخصیّت کے لوگ نہیں گذشتہ خاص نمبروں میں جو محنت ان

حضرات نے کی اور جس قابلیت سے مضامین لکھے اور جس عنوانوں سے نظم و نثر کو رسالوں میں جگہ دی اُس سے بخوبی سلیقے کا اظہار ہوتا ہے وہی باتیں ان کے اعتراف کمال کے لیے کیا کم تھیں کہ اس نمبر کی ترتیب و تدوین نے اور بھی سارے زمانے کو گرویدہ بنا دیا۔ ادب میں نظم و نثر دو ہی چیزیں ہیں ان دونوں کے لئے یہ دونوں مایۂ ناز ہستیاں کچھ کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی نظم یا نثر معیار سے گری ہوئی کبھی اس رسالے میں نظر نہیں آتی؛

اس نمبر میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے چھوٹے بڑے دس مضامین لکھے ہیں اور سب اچھے ہیں۔ مگر نوعیت کے لحاظ سے میرے خیال میں "سلور جوبلی نمبر کے معزز مضمون نگار"۔ "سوانح حیات ملک معظم"۔ "پیکر ہمت و خلوص ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے حالات" کا پڑھنا دلچسپی سے خالی نہیں۔ ان مضامین کی اہمیت بہت کچھ ہے۔ لہٰذا میں انہیں کے متعلق اظہار خیال کرتا ہوں؛

پہلے مضمون میں میرے لئے بھی ایک آسانی ہے۔ اگر میں اپنے اس مختصر سے مضمون میں نام بنام ہر شخص اور ہر مضمون کے متعلق لکھتا تو طوالت کا اندیشہ تھا۔ پھر قریب قریب وہی باتیں اس میں بھی ہوتیں جو اس میں تھیں اس لئے اس موقع پر میں یہی کہہ کر چھوٹا جاتا ہوں کہ جو کچھ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے معزز مضمون نگاروں کے لئے لکھا وہ بالکل بجا اور درست ہے جن حضرات کے مضامین اس نمبر میں ہیں میری طرف سے بھی وہی الفاظ قبول فرمائیں جو اُن کے لئے لکھے جا چکے ہیں؛

حضور ملک معظم کے سوانح حیات پر بہت کچھ روشنی ڈالی گئی ہے جس کو جتنے واقعات معلوم تھے۔ اس نے ان کو نہایت قابلیت کے ساتھ لکھا مگر یہ کوئی ضرور نہیں کہ سب کی واقفیت اور ہر شخص کی تحقیقات کا رُتبہ یکساں ہی ہو۔ علاوہ اس کے وہی ایک بات کوئی اور لفظوں میں کوئی اور پیرائے میں لکھتا ہے۔ طرز نگارش سب کی ایک نہیں ہوسکتی۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کا مضمون بہت مکمل ہے یعنی کوئی ضروری بات حتی الوسع چھٹنے نہیں پائی؛

فی الحقیقت ماسٹر جگت سنگھ صاحب کے تفصیلی حالات اس وقت تک کسی کو معلوم نہیں تھے نہ انہوں نے خود کبھی کچھ لکھا نہ کسی کو ادھر توجہ ہوئی۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو سختی سے احساس کیا اور اسی احساس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج سب لوگ ماسٹر صاحب کے کارنمایاں سے واقف ہو رہے ہیں۔ ان واقعات کے پڑھنے سے ان کی عزت میری نگاہوں میں اور بڑھ گئی۔ درحقیقت اگر دل سے کوئی کوشش کرے تو تو ادنےٰ سے اعلےٰ مراتب پر پہنچ سکتا ہے۔ وہ لوگ جو کام کرنا نہیں جانتے اور تقدیر ہی پر شاکر و صابر رہ کر اپنی ترقیوں کی فکر نہیں کرتے سو وہ ان حالات سے سبق لیں۔ اور دل میں سوچیں کہ جو شخص پہلے معمولی آدمی خیال کیا جاتا تھا آج وہ اپنی محنت اپنی کوشش اپنی مستعدی کے سبب سے کن مراتب پر فائز ہے اوّل تو یہ واقعات

ہی بہت دلچسپ تھے۔ پھر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے انداز تحریر نے اور بھی دلکشی پیدا کر دی ہے۔ میں نے تین بار اس مضمون کو پڑھا اور اپنے خاندان کے بچوں کو بھی اس خیال سے دکھایا کہ ان میں بھی حوصلہ پیدا ہو اور یہ اچھی طرح یہ ذہن نشین ہو جائے کہ ترقی کے لئے محنت و کوشش کی بھی بہت ضرورت ہے :۔

بادشہ بخیر جناب جوش نے ہدیۂ تہنیت میں صرف دو شعر کہے ہیں مگر یہ دو شعر دونوں جہان پر بھاری ہیں ؎

تجھے اے جارج پنجم جشنِ سلطانی مبارک ہو　　یہ سلور جوبلی کی جلوہ سامانی مبارک ہو
ترے اقبال نے سارا جہاں تسخیر کر ڈالا　　جہانگیری، جہانداری، جہاں بانی مبارک ہو

پہلے شعر میں جارج پنجم جشنِ سلطانی۔ سلور جوبلی۔ جلوہ سامانی یہ الفاظ نہیں نگینے جڑے ہوئے ہیں۔ ترکیب کے لحاظ سے بھی خوب ہے۔ کوئی لفظ بے محل نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اسی موقع کے لئے یہ الفاظ بنائے گئے تھے دوسرے شعر کی تعریف میرے امکان سے باہر ہے۔ سارا جہان تسخیر کر ڈالا۔ اس فقرے کے لئے بتدریج جہاں گیری، جہاں داری، جہاں بانی خاص الفاظ ہیں۔ اور ان کے مقدم و مؤخر میں شاعرانہ نکتہ ہے۔ پہلے جہاں گیری اس کے بعد جہاں داری پھر جہاں بانی اللہ رے مدارج سبحان اللہ سبحان اللہ جس قدر بھی داد دی جائے وہ کم ہے۔ بڑے بڑے الفاظ اور غیر مانوس ترکیبوں کے استعمال کرنے والے کہاں ہیں۔ آئیں اور اس شعر کی سلاست کو دیکھ کر قربان ہوں۔ آج حضرت داغ زندہ ہوتے تو اپنے شاگرد کا یہ شعر سن کر وجد فرماتے :۔

نغمۂ مسرت یہ حضرت جوش صاحب کی دوسری نظم ہے۔ میں جن باتوں پر مٹا ہوں یہ ان سے خالی نہیں۔ تمام شاعرانہ خوبیاں شروع سے آخر تک موجود ہیں۔ اوّل تو زمین نئی پھر آمد سیدھی سیدھی باتیں۔ سادے سادے الفاظ حسنِ قوافی۔ نزاکت ردیف کیا کیا دیکھوں کس کس کو سراہوں۔ چونکہ اس نظم میں صرف سات اشعار ہیں اس لئے سبع سیارہ اس کو کہنا بے جا نہ ہوگا :۔

سرورق رٹائیٹل پیج میں پورا اہتمام کیا گیا ہے اور یہ بات دکھائی گئی ہے کہ سلور جوبلی فنڈ کی رقم ایسے ایسے کاموں میں صرف کی جائیگی جن پر تندرستی اور حفظانِ صحت وغیرہ کا دارومدار ہے۔ فہرست مضامین سے پہلے ملک معظم و ملکہ معظمہ کی لاجواب رنگین تصویریں ہیں۔ ان تصویروں کے بعد اپنے موقع سے گورنر صاحب پنجاب کا فوٹو ہے۔ پھر ایک صفحہ پر ملک معظم کے ہم نام جتنے بادشاہ ہوئے ہیں اُن کی تصویریں اور ہر تصویر کے نیچے ولادت تاجپوشی اور وفات کے سنہ بھی درج ہیں۔ انہیں باتوں پر اکتفا نہیں۔ صفحہ ۵۸ اور ۵۹ کے درمیان میں آپ کو شاہی نسب نامہ بطور شجرہ کے ملے گا۔ اور اس میں بھی خاص خاص اراکین کی تصویریں اور بہت سے نام نظر آئینگے۔ اس کے علاوہ ایک شجرہ اور بھی ہے جس میں ملک معظم کی آل و اولاد کے نام اور اُن سب کی تصویریں ہیں۔ پھر لوازمات شاہی کی تصویریں ہیں جن کا استعمال تاج پوشی کے وقت ضروری سمجھا

جاتا ہے۔ سب سے آخر صفحہ کسی طرح معمہ سے کم نہیں۔ سرسری نگاہ میں کوئی بات نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن غور کرنے سے عجب عجب سربستہ راز کھلتے ہیں۔ میں تو یہی سمجھا ہوں باقاعدہ دفاتر زراعت کے آلات۔ ہوائی جہاز۔ ریل۔ کار۔ سائیکل۔ اسپتال۔ ڈاکخانہ وغیرہ۔ غرض اُن ایجادوں کے مرقع ہیں۔ جن کا تعلق ملک معظم کے عہد مبارک سے پایا جاتا ہے۔ عدل کے لحاظ سے ترازو۔ سیاست کے خیال سے شیر بکری کا ایک گھاٹ پانی پینا۔ ہندو مسلمان۔ عیسائی کے مذہبی احترام سے مسجد۔ مندر۔ گرجا وغیرہ ساری باتیں اپنے اپنے موقع سے دکھائی گئی ہیں۔ میں کہاں تک ماسٹر صاحب کی محنت اور کوشش کی داد دوں۔

اس محل پر انہوں نے روپیہ پانی کی طرح بہایا اور اپنے مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔

میں نے اس موقع پر دو نظمیں لکھی تھیں۔ ایک تو اسی نمبر میں شائع ہو گئی۔ دوسری اب بھیجتا ہوں۔ اگر چھپ گئی تو خیر اور نہ چھپی تو مجھے شکایت بھی نہیں۔ کیونکہ وقت گزر چکا ہے۔ فقط

نوح ناروی

اس ضد میں مری جان مری آن نہ جائے

(نباض سخن حضرت راز احسنی سہسوانی)

گو جان چلی جائے ترا دھیان نہ جائے
سب کچھ ہو مگر دل سے یہ مہمان نہ جائے

کیوں اس پہ اڑے ہو کہ کہیں آن نہ جائے
اس ضد میں مری جان! مری جان نہ جائے

بیٹھے ہیں سر بزم عدو بھیس بدل کر
یہ اس لئے کوئی انہیں پہچان نہ جائے

واعظ کی نصیحت کا دلوں پر ہوا اثر خاک
خالی ہو رہا ہے تو کوئی مان نہ جائے

میں اپنے خط شوق کا قاصد تو بنا ہوں
وہ جان نہ جائے کہیں پہچان نہ جائے

وابستہ جس ارمان سے ارمان ہیں دل کے
اے راز مرے دل سے وہ ارمان نہ جائے

تاریخ پنجاب کا درخشندہ ستارہ

خالصہ عہد حکومت کا ٹوڈرمل

دیوان ساون مل ناظم ملتان

(جناب لالہ پرمانند صاحب ایم۔ اے سپرنٹنڈنٹ دفتر انگریزی جھنگ مگھیانہ)

تمہید سکھوں کی تاریخ کے آسمان پر یوں تو بہت سے ستارے چمک چکے ہیں لیکن جو شہرت عزت دیوان ساون مل کو میسر آئی وہ بہت کم کسی اور شخص کے حصہ میں آئی ہوگی، دیوان ساون مل کی ہستی بلاشک وشبہ اس قابل ہے، کہ جب تک دنیا قائم رہے، اُس کا نام چاند اور سورج کی طرح چمکتا رہے۔ ساون مل محنت، ایمانداری، وفا شعاری، حوصلہ، استقلال اور دیگر صفات حسنہ کے زیور سے متصف تھا۔ اور سچ پوچھئے تو انہی خوبیوں نے اس کو ایک ادنےٰ منشی سے اُٹھا کر دیوان کے منصب عالیہ تک پہنچا دیا:۔

ساون مل ناظم ملتان خالصہ حکومت کے لئے دیوان ساون مل نے وہی کام کیا، جو راجہ ٹوڈرمل نے حکومت مغلیہ کے لئے کیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے، کہ سر ڈنزل اٹبسن نے جو خود صوبہ پنجاب کے لفٹنٹ گورنر رہ چکے ہیں، دیوان ساون مل کو خالصہ عہد حکومت کا ٹوڈرمل کہا ہے، ساون مل ۱۸۲۴ء سے ۱۸۴۴ء تک مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے جانشینوں کے عہد میں صوبہ ملتان کا گورنر رہا، اور اس عرصہ میں اُس نے جتنی ہوشیاری اور عقلمندی سے نظامت کے فرائض سر انجام دئے۔ وہ درحقیقت اسی کا حصہ تھا:۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ملتان فتح کرنے سے پہلے بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد تک صوبہ ملتان بدامنی اور بدانتظامی کا گہوارہ بنا رہا، ناظموں کا کوئی اقتدار باقی نہیں رہا تھا۔ جو جس کے جی میں آتا تھا، کرتا تھا۔ زمیندار اور جاگیردار سرکش ہو گئے تھے۔ چوری اور بدکاری عام تھی، اس پر طرہ یہ ہے کہ حکام نے رعایا کو اپنے ظلم کا

تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔ غرضکہ یہ صوبہ جس کو شاہی کاغذات میں "دارالامان ملتان" لکھا جاتا تھا، تباہی اور بربادی کا گھر بن رہا تھا لیکن جب ۱۸۲۱ء میں یہی صوبہ دیوان ساون مل کے سپرد ہُوا، تو اُس نے اس کا بندوبست نہایت حسن و خوبی سے کیا، رعایا کی آبادی و بہبودی کے لئے بیحد کوشش کی، آبپاشی کے لئے پرانے نالوں کی صفائی کرائی، بعض نئے نالے کھُدوائے، اور ایسے ایسے وسائل پیدا کئے جس سے رعایا کو امن و امان اور خوشحالی حاصل ہوئی۔ اور اس کا فوجی اور ملکی نظام بھی نہایت قابل تعریف تھا؛

نظام ملک داری کی دیوان ساون مل نے ایک زبردست تدبّر کے ساتھ ملک پر حکمرانی کی، اور عوام کی بہتری کے لئے بہت سی اصلاحیں جاری کیں، اگرچہ اس میں شک نہیں، کہ جب تک وہ جیا۔ طمع زر کی بیماری میں مبتلا رہا، مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ وہ رعایا کی بہبودی اور بھلائی دل سے چاہتا تھا اس کی شہادت اس کا وہ مجوّزہ دستورالعمل یا فردِ آئین ہے، جو ہر نئے کاردار کو تعیّناتی پر اس لئے ملتا تھا، کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو۔ اُس فردِ آئین کی نقل درج ذیل ہے؛

فردِ آئین مجوزہ دیوان ساون مل کی اوّل:۔ تعلقہ میں پہنچکر رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، اور آبادی میں کوشش کر کے زرِ معاملہ ہوشیاری سے وصول کریں، اور اس امر کی انتہائی سعی کریں، کہ جہانتک ممکن ہو سکے آبادی میں ترقی ہو۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے، کہ رعایا پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے؛

دوم:۔ تعلّقہ کی حفاظت قرار واقعی کرے، چوری اور بدکاری ہرگز نہ ہو، اگر کوئی چوری کرے تو پہلے تحقیقات کرائی جائے، اگر جرم ثابت ہو، تو سزائے قید دی جائے۔ دو ماہ کے بعد فردِ تفصیل قرار چوروں کی بناکر ہمارے پاس بھیجے، اس پر جو امر مناسب ہوگا، اس کے حق میں رہائی یا جرمانہ کیا جائیگا؛

سوم:۔ معاملہ زمین ہائے متعلقہ کے قرارداد پر ہر دو فصل میں بموجب اقساط ذیل وصول کر کے بھیجدیں؛

فصل خریف			فصل ربیع		
قسط اول	قسط دوم	قسط سوم	قسط اول	قسط دوم	قسط سوم
۱۵ر مگھر	۱۵ر پوہ	۱۵ر ماگھ	۱۵ر جیٹھ	۱۵ر ہاڑ	۱۵ر ساون

چہارم:۔ تمام اجناس کا نرخنامہ بدست خط یکم ہاڑ کو بھیجا کریں؛

پنجم:۔ حساب کی بیباقی ماہ بھادوں میں دفتر میں آکر کرجایا کریں؛

ششم:۔ دریائے گھارہ (ستلج) کے پار کے مقدمات بذریعہ نوشت و خواند فیصل ہُوا کریں؛

ہفتم:۔ نالوں کی کھُدائی ہر وقت ہُوا کرے، تاکہ پانی کے موسم میں پانی کی انتظار اور دقّت نہ ہے؛

ہشتم:۔ بوقت بٹائی مندرجہ ذیل اشخاص کے حساب میں تطابق ہونا لازمی ہے:۔

محرّر ، دبیر ، پنچ ؛

نہم:۔ کسی سے رشوت ہرگز نہ لو۔ اور نہ ہی محرّروں کو طامع بننے دو۔ ان سب باتوں کے تم ذمہ دار ہو؛

دہم:۔ سپاہیوں کی تنخواہ بعد منہائی ان رقومات کے جو اُن کے ذمے ہوں، بموجب آئین مقرّرہ تعلّقہ خود اپنے ہاتھ سے دیا کرو ؛

بندوبست مالگزاری دیوان ساون مل جیسا انتظامِ ملکداری میں طاق تھا، ویسا ہی بندوبست مالگزاری میں ماہر تھا۔ اس کا انتظام اُس کے زیرِ حکومت ملک کے حالات زراعت کے عین مطابق تھا۔ اور یہ امر موجب دلچسپی ہے، کہ کثیر تجربہ کے بعد سرکار انگلشیہ نے بھی کئی صورتوں میں اسی کے طریق تشخیص پر عمل کیا ہے ؛

دیوان ساون مل کے طریق حصول مالگذاری پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے، لیکن یہاں ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ کچھ بیان کرتے ہیں ۔

(۱) قابل کاشت زمین کو غیر مزروعہ نہیں رہنے دیا جاتا تھا، اور جس طرح بھی ہو سکتا تھا، اُس کو کاشت میں لانے کی کوشش کی جاتی تھی، اگر مالک زمین اسکو کاشت نہیں کر سکتا تھا، تو حکومت کا فرض تھا، کہ وہ بغرض کاشت کسی دوسرے کے حوالے کر دے۔ اس کے لئے یہ اصول قائم کیا گیا تھا، کہ مالکوں کو پیداوار سے کچھ حصّہ ملے۔ جو عموماً آدھ سیر فی من ہوتا تھا۔ اور جہاں پیداوار ماپ کر تقسیم کی جاتی تھی، وہاں ایک پائی فی پیٹہ (۱/۴) ہوتا تھا۔ بعض صورتوں میں مالک اراضی کو اتنا افتدار حاصل ہوتا تھا، کہ وہ آباد کرنے کے وقت مزارع سے نذرانہ بھی لے لیا کرتا تھا۔ آبادکار کاشتکاروں کے لئے یہ قاعدہ مقرر تھا۔ کہ ان کو کاشت کرنے کے صلے میں ایک چاہ کے تمام رقبہ اراضی پر یا ہر چاہ کے کچھ حصّہ اراضی پر بلا ادائیگی معاملہ قابض رہنے کی اجازت تھی ؛

(۲) ساون مل نے فائدہ مند ٹھیکے دیکر نئے چاہات کھودنے اور پُرانے چاہات کی مرمت کی ترغیب دلائی۔ اس کے وقت میں عام دستور یہ تھا، کہ ٹھیکہ بیس سال کے لئے ایک مقررہ شرح پر دیا جاتا تھا، جو عام طور پر مبلغ ۱۲ روپیہ ہوتی تھی یعنی سات روپے فصل ربیع میں، اور پانچ روپے فصل خریف میں، یہ دستور "ست ۔ پنج ۔ بارہ" کے نام سے مشہور تھا ۔

(۳) جن آبادکاروں اور کاشتکاروں کے پاس روپیہ نہیں ہوتا تھا۔ ان کو زر تقاوی تقسیم کیا جاتا تھا تاکہ وہ بیل وغیرہ خرید سکیں ؛

(۴) اگر کاشت شدہ فصلوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچتا، یا کسی وجہ سے وہ مکمل طور پر پک نہ سکتیں، تو ان کے لئے معافی کا دستور تھا، اور اس مطلب کے لئے خاص قواعد "خرابہ" بنائے گئے تھے ؛

(۵) غیر آباد علاقوں کو آباد کرنے کی غرض سے اضلاع ملحقہ کے مزارعوں کو بلاکر ترغیب دی جاتی تھی ؛

ساون مل کا طریقہ تشخیص تشخیص زر معاملہ کے وصول کرنے میں خاص احتیاط برتی جاتی تھی، چنانچہ اس بات کا ضروری لحاظ رکھا جاتا تھا، کہ تشخیصات اس طریقہ سے کی جائیں جس سے کاشتکار خوش رہیں اور جس سے سرکار کا مالیہ بھی بڑھے، اور اس کے مدعا کے حصول کیلئے مفصلہ ذیل طریقوں کو اختیار کیا جاتا تھا :-

(۱) ہر ایک "اُتار" یعنی اونچی زمین کے چاہ پر مقررہ نقد معاملہ لگانا ؛

(۲) دریائی علاقہ جات کی جھلاروں اور چاہات کے ٹھیکے بعض اوقات نقد مقررہ مطالبہ پر دئے جاتے تھے گو خاص خاص عمدہ فصلوں مثلاً گنا و بانیل پر معاملہ خاص شرحوں سے لیا جاتا تھا ؛

(۳) زیر طغیانی زمینوں پر پیداوار کا واجبی حصہ جنس میں وصول کرنا اور بعض دفعہ نقد فصلی شرحیں لے لینا ؛

(۴) باقی ماندہ چاہات پر زمین اور موقع کے لحاظ سے معاملہ وصول کرنا ؛

(۵) فضول اصراف جاگیرات و معافیات کو بقدر ضرورت کم کر دینا ؛

تاریخ میں ساون مل کا درجہ مندرجہ بالا حقائق سے ظاہر ہے، کہ ساون مل نے کس طرح ایک ایسے ملک کو جو ایک صدی کی بد انتظامیوں سے ویران ہو چکا تھا، از سر نو سرسبز و شاداب بنانے میں کوئی طریقہ فروگذاشت نہ کیا، اور اس امر کا اندازہ کہ اُس کے زمانہ میں عوام النّاس، آسودہ اور مرفہ الحال تھے، اور اس کا طریق مالگذاری آبادکاروں اور کاشتکاروں میں کس قدر معقول تھا۔ اُن مختلف پنجابی گیتوں سے لگایا جاسکتا ہے، جن میں ساونمل کی قابلیت کے گُن گائے گئے ہیں۔ اور اس کی بیحد تعریف و توصیف کی گئی ہے، اور جو بچوّں اور بوڑھوں سب کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے ؛

نہ صرف ملتان اور اضلاع ملحقہ کے لوگ ہی ساونمل کے گُن گاتے تھے، بلکہ اُس زمانے کے یورپین اور ہندوستانی مصنفین اور سیاح وغیرہ بھی اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں مثلاً منشی عبدالکریم اپنی تصنیف "تاریخ پنجاب تحفۃ الاحباب" میں یوں رقمطراز ہے :-

"بدانکہ ساونمل نامی پدر دیوان مولراج از عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ بصوبہ داری ملتان منصوب و مامور بود و سال بسال زر مالگذاری صوبہ ملتان را تمام و کمال درسرکار لاہور میرسانید، و فارغخطی بیباقی سال تمام از اہلکاران سرکار گرفتہ پیش خود میداشت، و ہم ملک را زحسن تردّد و انتظام اُو سرسبز و رعایا از عدل و انصاف اُو راضی وخوشنود بود، خود نیز در ہمہ امور تابع و فرمانبردار دربار موصوف می ماند، بدیں سبب اہالیان سرکار

برحالِ اُو مہربان بودند"۔

اسی طرح رلئے زادہ زنن چند اپنی تاریخ "خالص نامہ" میں جو خالصہ عہد حکومت کی ایک قابلِ قدر اور بے مثل تاریخ ہے، اور جو سنہ ۱۸۳۲ء میں لکھی گئی تھی، دیوان ساونمل کے متعلق لکھتا ہے:۔

"چوں بعون وعنایت الٰہی واقبال عدو مال حضور شہنشاہی تمام انتظام ہمام سلطنت بوجہ احسن صورت پذیر گشت، برصوبہ ملتان خردمنش خیراندیش فراست عمل دیوان ساونمل ساکن اکال گڑھ را کہ بعقل وتدبیر امتیاز تمام داشت بآں منصب والا اختصاص بخشیدند، آں معاملہ فہم کارشناس کہ بلباس کاردانی وقیاس ملبوس بود، لوازم معاملہ دانی ومراسم کارآگہی برہنمائی عقل خوردہ داں بجا آوردہ از فرط دانش وتمیز چناں انتظام صوبہ ملتان از عدالت گستری وانصاف دہی بانجام داد، کہ بز وشیر از یک منہال آب مینوشیدند، آوازہ معدلت وغریب نوازی آں حاکم زماں باکناف جہاں امتیاز یافت، بطفیلِ نیکذاتی واوصافِ حمیدہ منظور الانظار عاطفت شہنشاہی گردید"۔

یوروپین مؤرخوں میں سے سرہربرٹ ایڈورڈز صاحب کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، سرہربرٹ جو فاتح ملتان تھا، اور اگرچہ دیوان ساون مل کے بیٹے مولراج کا جانی دشمن تھا، تاہم دیوان ساون مل کے متعلق اس کا خیال کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ لکھتا ہے:۔

"جو کچھ میں نے ساونمل کے متعلق سنا ہے، یا جس قدر کام میں نے اس کا دیکھا ہے، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساون مل دیوان کا طرز حکومت بہ نسبت اس کے دیگر ہمعصروں کے برٹش انڈیا کے حاکموں سے زیادہ مشابہ تھا"۔

اسی طرح چند نہایت قابلِ قدر اور قیمتی خیالات کا اظہار "کلکتہ ریویو" کے اس پرچہ میں کیا گیا ہے، جو دیوان ساون مل کی وفات کے ایک ماہ بعد چھپا تھا، اس میں لکھا ہے:۔

"..... بیس برس تک یہ ملک اس لائق دیوان کے زیر حکومت رہا۔ پنجاب میں اس کا عہد ایک لاثانی عہد رہا ہے۔ خصوصاً اس بنا پر کہ راجہ دھیان سنگھ جو تقریباً اس سارے عرصے میں مدار المہام رہا، دیوان کا جانی دشمن تھا، اور اکثر دفعہ علانیہ اور خفیہ طریق سے اس کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے، اسی ریویو کی متعدد اشاعتوں میں ہم نے دیوان کے چلن اور انصاف کے متعلق چند قصص بیان کیے تھے، اب صرف اس قدر لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں، کہ دیوان ساونمل بمقابلہ کسی دیگر حاکم یا گورنر کے جس نے پنجاب کے کسی حصہ پر حکمرانی کی، اپنے بعد سب سے اعلیٰ اور روشن نام چھوڑ گیا، قصہ کوتاہ دیوان ساونمل اُن معدودے چند شخصیتوں میں سے تھا جنہوں نے سلطنتیں یا حکومتیں قائم کی ہیں"۔



سلور جوبلی

حضور پر نور جارج پنجم دام اقبالہٗ

(از حضرت قبلہ نوح ناروی)

نوٹ:۔ اگرچہ وقت گزر چکا ہے اور اس لئے یہ بے ضرورت ہے۔ مگر نظم کی خوبیاں اسے شائع ہونے کی پُر زور سفارش کرتی ہیں۔ جوش ملسیانی

مژدۂ فرحت فزا انشراح ہے سلور جوبلی
سربسر تصویر رعنائی ہے سلور جوبلی

خود تماشا خود تماشائی ہے سلور جوبلی
جشن شاہی دیکھنے آئی ہے سلور جوبلی

جوبلی کی منزلت مشہور ہے معلوم ہے
جوبلی کی جوبلی کی جوبلی کی دھوم ہے

وہ اٹھی وہ پھیلی وہ دوڑی وہ آ پہنچی گھٹا
وہ یکایک برق چمکی وہ چلی ٹھنڈی ہوا

وہ بھری رُت وہ بہارِ عیش نے بدلی فضا
وہ خزاں رخصت ہوئی وہ جورِ صرصر مٹ گیا

خضر بن کر لطف عمرِ جاوداں لینے لگا
باغ بان سرو قد انگڑائیاں لینے لگا

ہر شجر ہر پھول ہر غنچے کا طرفہ بانکپن
اللہ اللہ حسنِ گلشن رنگ گلہائے چمن

چاندنی سورج مکھی چمپا چمیلی نسترن
ڈالی ڈالی ہے پری ایک ایک پتی ہے دلھن

زلفِ سنبل دیدۂ نرگس کو دیکھا چاہیئے
سینکڑوں ناز آفریں کس کس کو دیکھا چاہیئے

مجمع میخانے میں سو سو قسم کے مے نوش بھی
کچھ حواس و ہوش میں کچھ بے خود و بے ہوش بھی

زاہد فرطِ شرم سے مفقود بھی رو پوش بھی
ہو گئے زہّاد مستِ بادۂ سرجوش بھی

دورِ جام اکثر چلے بہتر چلے خوشتر چلے
خم جھکے بوتل کھلے مینا اٹھے ساغر چلے

چار چھ دس بیس کیا موجود ہیں لاکھوں سبُو　　اتنی اگر وہ پیے جس کو ہو جتنی آرزو
کیوں صبوحی کش کریں بے کار سعی و جستجو　　نہر فیضِ عام ساقی کی رواں ہے کُو بکُو
بزمِ خسرو محفلِ جم کا خیال آتا نہیں
عہدِ ماضی پر یہاں رندوں کو حال آتا نہیں

ہے عبث خاموش مطرب چھیڑ دے چنگ و رباب　　جارج پنجم کو سُنائے نغمہ ہائے کامیاب
جارج پنجم کون گردوں بارگہ رفعت مآب　　جارج پنجم کون عالی مرتبہ والا جناب
جارج پنجم رشکِ شاہانِ سلف مانے گئے
جارج پنجم مالکِ فخر و شرف مانے گئے

جارج پنجم نیک طبع و نیک وضع و نیک ذات　　جارج پنجم راحت و آسائشِ روح و حیات
جارج پنجم سے نہیں پوشیدہ ملکی واقعات　　جارج پنجم کا قلم ہے جارج پنجم کی دوات
جارج پنجم نے وقارِ خاص پیدا کر لیا
جارج پنجم نے خدائی بھر کو شیدا کر لیا

جارج پنجم پاک سیرت پاک طینت پاک دل　　جارج پنجم پاک خصلت پاک طینت پاک دل
جارج پنجم پاک نیّت پاک طینت پاک دل　　جارج پنجم پاک عظمت پاک طینت پاک دل
جارج پنجم سے کوئی طرزِ حکومت سیکھ لے
جارج پنجم سے کوئی شانِ سیاست سیکھ لے

شرحِ اوصافِ کو تُن میری نہیں آسان بات　　جمع اک پیکر میں لاکھوں خوبیاں لاکھوں صفات
فکرِ عالم پروری سے کس گھڑی پائی نجات　　ہر گھڑی بذل و کرم سے واسطہ دن ہو کہ رات
کہتے ہیں جس کو زمانہ وہ یونہیں یا ور رہے
دامنِ مریم کا سایہ فرقِ اقدس پر رہے

اور بھی ثروت بڑھے وقعت بڑھے عزت بڑھے　　اور بھی سطوت بڑھے شوکت بڑھے حشمت بڑھے
دل بڑھے ہمت بڑھے قوت بڑھے دولت بڑھے　　الغرض اقبال ہر صورت سے ہر ساعت بڑھے
نوحؔ قیدِ کشتی و طوفاں سے اب آزاد ہیں
جوبلی دربار میں محوِ مبارکباد ہیں

دیہات سدھار دی اک جھاکی (پنڈواں دے خیال دے مطابق)

(ولّوں۔ شیخ خادم محی الدّین لیکچرار گورنمنٹ کالج لائل پور)

ناٹک دے کھڈاری

۱۔ لہنا سنگھ۔ پنڈ دا لمبردار۔
۲۔ سردار علی۔ دیہات سدھار دے محکمے دا لیکچرار۔
۳۔ منشی کرم داد۔ پنڈ دے سکول دا مدرّس۔
۴۔ جلال دین۔ پنڈ دا چودھری۔
۵۔ گہنا۔
۶۔ مکھا۔ } پنڈ دے دو زمیندار۔
۷۔ بہادر } کاماں۔
۸۔ راماں
۹۔ مراد وغیرہ } سکول دے منڈے۔
۱۰۔ ڈھول والا۔
۱۱۔ بھولی۔ جلال دین دی ووہٹی۔
۱۲۔ دو گواہنڈناں۔

[جھاکی:۔ جلال دین چودھری دا گھر۔ توہڑا دیلا۔ چودھری جلال دین منجی اُتے بیٹھا حُقّہ پیندا پیا اے۔ اوہدی ووہٹی بھولی بیٹھی آٹا گُنھدی اے۔ دُوروں ڈھول دی ہولی ہولی واز آؤندی پئی اے]

جلال دین۔ مخاں مُنھ آئے دی ہور پا لیندی۔ اوہ لیکچر دین والا آیا ہویا اے۔ گھڑی پل نوں اُوہنے روٹی کھان آؤنا ایں۔

بھولی۔ (آٹا گُنھدی گُنھدی) ساڈے کولوں نہیّوں روز روز دا کھپانا ہُندا۔ اج داروغہ آیا ای۔ کل تحصیلدار آیا ای۔ اج فُلاناں آیا ای۔ ایتھے کوئی سدا ورت لگّا ہویا اے؟

جلال دین۔ اوئے بھلیئے لوکے! توں کدی پروہنے دے آؤن تے خوش ناں ہوئیوں۔ پروہنا گھر آئے نوں آہن۔ اے نے جو رحمت دا فرشتہ آیا اے۔ توں سدا ای چاں چاں کردی رہیوں۔

بھولی۔ سانوں نہیں لوڑیدے۔ ایہو جہے فرشتے۔ جیہڑے نت آکے جھگّا روڑھدے رہن۔ ایہہ

فرشتے نہیں کہ جن نے ۔

جلال دین ۔ کملیاں گلّاں نہ کر۔ یاد کر اسی جو سدا اُونہاں دے ہوئے پنڈ دے چودھری ۔ وڈّا ناں ہویا ساڈا ۔ کل نوں لوکی کی آکھن گے جو گھر آیاں نوں ٹکی وی نہ دتّی ؟

بھولی ۔ کون اے ایڈا اوہ پروہنا ۔ دس خاں مینوں ؟

جلال دین ۔ بھولئے ! تے نالے اوہ پنڈ دا اچکر دین والا افسر اے ۔

بھولی ۔ ہَے ! آیا وڈّا پڑھاکو ؟ میں آکھیا خبرے ٹھانیدار آگیا اے ۔ چودھری ! انوں ناں نرا شُدائی ایں ۔ ایہو جیہاں نوں ناں ایویں گلّیں باتیں ٹرخا دیئی دا اے ۔

جلال دین ۔ اوے بھلیئے لوکے ۔ گلّاں نوں چھڈ تے روٹی دا آہر کر ۔ چاہڑبا کیہہ اُو ؟

بھولی ۔ چاہڑبا اے سرجنڈیاں دا ۔ مسراں دی دال رِجھدی پئی اے ۔

جلال دین ۔ جی ناں کردا اے ہانڈی تیرے سر وِچ ماراں ۔ مسراں دی کا ہنوں چاہڑی آ؟ افسر پروہنے اگے دال رکھنی اے ؟ ہا ! ہا !

بھولی ۔ تے ہور اوہدے لئی کوئی پلا جردہ رہنی ایں ؟ ویکھاں آیا تا ہدوصراف ۔

جلال دین ۔ تیری ناں مت ماری ہوئی اے ۔ ٹھہر جا ۔ دال توں بیٹھی کھائیں ۔ بہادر کتھے وے ؟ بہادرا ۔ اوئے بہادرا !!

بہادر ۔ (اندروں) اجی او چودھری ۔

جلال دین ۔ اوے ایدھر آ توں ۔

بہادر ۔ (اندروں ای) چوہدری ! ڈنگراں نوں پٹھے پاؤنا پیاہاں ۔

جلال دین :۔ اوئے اندر آ توں ! ڈنگراں دا سکّا ۔ (بہادر ہتھ وچ ٹوکا پھڑی آؤندا اے)

بہادر ۔ دس کیہہ آہنا ایں چودھری ۔

جلال دین ۔ جا نچ کے اِک چوچا پھڑ لیا ۔ حلال کر لئے ۔

بھولی ۔ اسیں چڑے چوچے کوئی نہیوں چاہڑنے ۔ ہئے ہنیر ! مر مر کے ککڑیاں پالیاں نیں ۔ تے ساریاں لوکاں توں کھوہاں رِجا ندا اِی پیا ۔

جلال دین ۔ توں چپ وی کر ۔ جا اُٹے چھینتی وی کر ۔ افسر نوں روٹی دینی اے ۔

بہادر ۔ چودھری ! اپنے چوچے تے سارے ای مک گئے نیں ۔ آکھیں تے وڈّی ککڑی کرالیا واں ؟

بھولی ۔ ویکھاں ! دہند انہیں او انسپٹّر ککڑیاں کھان والا ۔ خبردار ! جے میری ککڑی نوں ہتھّ وی

لابانؤں۔ گگڑی آنڈیاں نے آئی ہوئی اے۔

بہادر۔ بے بے۔ فیر آنڈے لے آواں؟

بھولی۔ سر سواہ تیرے۔ تے کھیہہ تیرے دیدیاں وچ۔ جا دور ہو ایتھوں! آیا اے خواجے داگواہ ڈڈو۔

جلال دین۔ اوئے توں ایہہ دیاں گلاں نال سُن۔ جا وی بھج کے۔ ٹکھّے دے گھر وں چوچا پھڑ لے آ۔ تے ٹماں کولوں حلال کرالئیں چھیتی نال۔ مگروں ہل وی ایتھوں ہُن ٭

بہادر۔ اچھا چوہدری! آلے۔ چلیا ای۔ (بہادر جاندا اے)

بھولی۔ آہندے نے۔ بگانی چھا، تے مُچھاں مُنا۔ کل نوں گھر لوا ذبح کے تے ہتھ وچ ٹھوٹھا پھڑ کے منگدا پھریں۔ فیر چوہدری نین دا سوادل جاؤ نینوں۔

(لہنا سنگھ ممبڑدار باہروں اواز ماردا اے "چودھری۔ چودھری! گھر ایں"؟)

جلال دین۔ بھولیئے! اندر جا۔ ممبڑدار آیا ای (بھولی اُٹھ جاندی اے) آجا ممبڑدارا!

لہنا سنگھ۔ (اندر آکے) صاحب سلام! چودھری۔

جلال۔ صاحب سلام! آبھئی لہنا سیاں! اج کن آیاں ایں؟

لہنا۔ چودھری! او ہکیر کرن وال آیا ای۔ تے ہُن شام نوں اوہنے پنڈ وچ اکٹھ کرا ؤنا ایں۔

جلال۔ سنہیا تے مینوں اپڑیا سی او ہنے آؤن دا۔ تے میں اوہدی روٹی دا آہر پیا کردا ساں۔ اچھا! اکٹھ کراؤناں ایں، کیوں خیر اے۔ کوئی لام لگن لگی اے؟

لہنا سنگھ۔ اوئے نہیں چودھری! اوہنے پنڈ والیاں نوں گھراں گھراں دے سدھارن لئی کجھ نصیحت دینی اے۔ توں وی اُٹھ خاں جرا۔ مدرسے تائیں چل خاں۔ تیرے جان نال سگوں ہور لوک وی آجاؤن گے۔

جلال دین۔ ہلا؟ پر ایہہ کم تاں جراتی (زراعتی) کالج والے کردے ہُندے نیں۔

لہنا سنگھ۔ اوئے چودھری! ہن سرکار ساریاں نوں ای ایس کم دی دبّی جاندی اے۔ چل ہُن دیر ناں کر۔ میں سکول کولے ڈھول والے نوں آکھ آیا ساں۔ پٹی وجائی جاندی ایں۔ اکٹھ ہو جاوے اجے تک تے بندا اک نہیں آیا۔ توں اُتھیں تے بھاویں اکٹھ ہو جاندے۔

جلال دین۔ پئی میں تے عملی آدمی آں۔ میرے تے فیم کھان دا ویلا ای۔

لہنا سنگھ۔ تے فیم کھالے۔ کیہڑی ڈیر لگنی ایں۔ سگوں تگڑا ہو جاویں گا۔

جلال ۔ مَیں تینوں نیک صلاح دسّاں اِک ؟

لہنا سنگھ ۔ دس بھئی ۔

جلال دین ۔ مَیں تے آہنا آں ایتھے اِی سدّ لیا اوس پچکھری نُوں ۔ جیہڑی گل کرنی شُوکر لوے ۔ چار بندے ایتھے اِی نے آ ۔ روٹی وی کھا لوے گا ۔ تے نصیحتاں وِی کر دے گا ۔ آہنڈ گوانہنڈ دے آ جان گے ۔ اوہنے کیہڑی کوئی سانوں بہشت دی راہ وکھاؤنی ایں ؟ اوہو گلّاں جیہڑیاں اگے سُندے آئے آں ۔ ہُن وی سُن لاں گے ۔ کھادنوں سنبھال کے رکھو ۔ تھاپیاں نہ تھپّو ۔ قربانہ لود ۔ گھر سُتھرے بناؤ ۔ بالاں بچیاں تے دیاہ نہ کرو ۔ ہور ۔ ہور اوہنے کیہہ چن چاہڑنا ایں ۔ ہور اسانوں نوں نانک نال نہیں نال توڑ دیا وُنے ؟

بھولی ۔ (اندر سر کڈھ کے) ملبر دارا ! ایہنوں چودھری نوں اوتھے ای لے جا ۔ اساں نہیوں کھپ پاؤنی ایتھے ۔ اگے تھیریاں سُنیاں ہوئیاں نے ایہو جیہاں گلّاں ۔ (پچھاں ہٹ جاندی اے) ۔

جلال دین ۔ اوہ تُوں بیٹھ نھاں اندر جا کے ۔ ہو یا کیہہ جے کجھ فیر سُن لویں گی تاں ہمت ای آ وگی ناں ؟ جا کھوئی اسنیاں ۔ اسے آئُوں اونھوں انسپکٹر نوں ایتھے ای ۔ سنے ناہے ڈھول والے نُوں سدّ ی لیا ویں ۔

لہنا ۔ چودھری نُوں آکس نہ کر ۔ اوہ ہی بنائی تھاں اِی پچکہ دین دی ۔ ایتھے کتھے اُہنے بندے آ سکدے نیں ۔

جلال دین ۔ اوئے جا وِی تُوں ۔ ہیٹھوں ڈھائی بندے آؤنے ایں سبا پا مُکا پراں اوتھے جاؤن تے اوُن ہُن اوکھا اِی ۔ پراں چھیتی چھیتی کم ہون نے ۔ مَیہہ رہیئے اوتھے اددھی رات تائیں ۔ ایہہ وی پلا گھروں نتّھے ۔ جھینڈا رکھیناں نوں آکے پچکرا ای سُنن لگے نیں نتّکے ٹُٹّے ۔

لہنا سنگھ ۔ ہلا بھئی تیری مرضی (جاندا اے) ۔

بھولی ۔ تُوں چنگی کھپ بپاؤن لگا ایں گھر وچ ۔ مدرسے تائیں جاندیاں تُوں اُٹھدا اِی ؟ مَیں جانی آں ایتھو ۔ بیٹھا تُوں ڈھول وجائی جا ۔

جلال دین ۔ اج تے تیرا مزاج لاٹو وانگ ترکھا ہویا ہویا اے ۔ کیوں خیر تے ہے ؟

بھولی ۔ خیر سواہ ہونی ایں ۔ پہلوں جا کے شاہوکار کولوں مہریاں ٹُومباں چھڑا کے لیا ۔ تے ہو

گل پچھوں کریں ۔ ناں کتنے ہیں جان جوگی ناں آؤن جوگی ۔ نوں فرجے مچک چک کے اپنا چوہدرپٹ پیا گا ۔ اینھے بھاویں جھگا اڈی پیا ہوئے ۔ دروان لگ جاندی اے تینوں کی اے ۔ فہیم کھادی حقہ منہ نوں لایا ۔ تے ڈھڈے تے ہتھ پھیر چھڈیا ۔

جلال دین ۔ نئے بھئی ۔ بس ایہو ای گل سی ۔ میں چھینتی ای تیریاں لوٹاں چھڑالیا واں گا ۔ دانیاں دا سودا ہولین دے ۔ کھابرنی کیوں ایں ۔ جاخاں اندروں میری ہفیم دی ڈبی لے آ ۔ جاشاباا! (روندی جاندی اے ۔ نکھا تے گھنا آوندے نیں)

نکھا تے گھنا ۔ چودھری صاحب سلام ۔

جلال دین ۔ آو بھئی صاحب سلام ۔ بہہ جاؤ ۔ نکھیا! تینوں بہادر ملیا سی ؟

نکھا ۔ آہو چودھری نے گیا اے چوچا ۔ آہن اسی لچکری نے روٹی کھاؤن آونا ایں ۔

چودھری ۔ شاباشے بھئی ۔ ساڈے چوپے مک گئے سن ۔ ایس کرکے تینوں کھیچل کرنی پئی ۔

گھنا ۔ کھیچل کاہدی چودھری! ایہہ وی تیرا ای گھر اے ۔ سب تیرا ای مال اے ۔

بھولی ۔ (سر باہر کڈھ کے ، گھنڈ کڈھیا ہویا) آ ، ڈبی پھڑ لئیں چودھری! (پچھاں ہٹ جاندی اے ۔ چودھری اٹھ کے ڈبی پھڑ لیندا اے ، تے ہفیم کھان لگ جاندا اے) ۔

جلال دین ۔ سناؤ بھئی اج فیر اکٹھ دا ڈھول پیا وجدا اے ۔ لچکر ہونا ایں بھاویں تاں ؟

گھنا ۔ آہو ۔ اسی تے مدرسے نوں چلے ساں ۔ راہ وچ لہنا ملیا اکھے چودھری دے گھر اکٹھ ہونا اے ۔ سوئی اسیں ایدھر مڑ آئے ۔

نکھا ۔ اجے تاں اٹھ دن نہیں گزرے اوہ آیا سی جراعتی کالج والا ۔ سنڈھی روں دیاں کیڑیاں دا لچکر دین ۔ ہن ایہہ ہور اک بلا آگئی اے ۔ ساڈے لئی تاں چنگا پواڑا پے گیا ۔ ایہہ کی بکھیڑا سرکار نے بنایا اے بھئی ؟

جلال دین ۔ کوئی نیک صلاح ای دسدے نیں ۔ ساڈا وی کجھ جاندا اے ؟

گھنا ۔ پر چودھری! ایہناں لیکچراں دیاں گلاں نال کی بندا اے ؟ سرکار معاملہ معاف کرے تے گل وی اے ۔ ایدھروں اک آیا ۔ اکھے راجہ ہل کھریدو ۔ دوجا آیا ۔ پئی حصار دے بلداں دی نسل ودھاؤ ۔ اکھے گھر کھان نوں نہیں ۔ ماں بہن نوں گئی ۔ راجا ہل کتھوں لئیے ؟ تے حصار دے بلد کیہڑے بنیوں کھریدیئے ۔ بی لیاؤن نوں تے پیسے نہیں جڑدے کئی وریہاں توں ایہہ گلاں سندے آئے آں ۔ آ ۔ اک ٹوکا کم دی چیز نکلی اے ۔ پر اوہ وی

روپیاں نال آوندا اے۔ ٹھیہاں تے گُڈگلے نہیں نال جاندے

جلال دین۔ تیرا کیہہ وگڑدا اے۔ توں اُن چھڈ یا کر ایہہ گلاں۔ آخر کم نال اوسے پرانے ہل نے ای دینا ایں۔ رب کوئی چنگے سمے وی لیائے گا ای۔ اُٹھو خاں جیرا نھاں نھوں بنا بیٹے۔ بندے تے آئے کہ آئے۔ [ڈھول دی آواز نیڑے آوندی اے۔ بہادر۔ لہنا سنگھ منشی کرم داد راماں تے مُراد آوندے نیں۔ جلال دین اُٹھن لگدا اے فیر بیہہ جاندا اے]۔

کرم داد۔ چودھری جی! السلام علیکم۔

جلال دین۔ وعلیکم سلام! منشی جی۔ آؤ، بیٹھو۔ منجے منگوا ایئے۔ نے کتھے نیں لیکچری صاحب!

کرم داد۔ اوہ تے مدرسے بیٹھے اخبار پڑھدے نیں۔ لمبردار کہن لگا۔ تہاڈے گھر لیکچر کراؤنا ایں۔ نہیں تاں مدرسہ ٹھیک سی۔ پر خیر ایہہ وی چنگی تھاں ایں۔ تہاڈی برکت نال لوک آجان گے۔

جلال دین۔ جی آیاں نوں۔ ساڈے گھر نوں وی بھاگ لگن۔ آکھیا لوبھیڑا کجھ اچھے وچھاؤ۔

کرم داد۔ ایہہ منڈے مدرسیوں دری لے آؤن گے۔ راماں! توں مُراد نوں نال لے جاتے اندروں دری کڈھ لیاؤ۔ جد نوں ہور بندے وی آجان گے۔

مُراد۔ کُرسیاں وی لے آیئے؟

کرم داد۔ آہو۔ اک کرسی لیکچرار صاحب لئی چکی لیاناں۔

راماں۔ بہت اچھا جی۔

کرم داد۔ اندروں میز نوں نقشے وی پھڑی لیاؤنا۔ چھیتی کرو۔

مُراد۔ مولوی جی! پُو اُنسرڑ وی لے آیئے؟

راماں۔ تے میں لیکچرار صاحب لئی دُودھ دی گڈوی وی گھروں لئی آواں جی؟

کرم داد۔ اوئے ہُنیں دُودھ کیہہ کرنا ایں؟

راماں۔ جی اوہناں نوں لیکچر کردیاں پیاس لگ آئے تے۔

کرم داد۔ اوئے گلاں نہ بنا بھئی۔ وقت ضائع ہُندا اے۔ جو کجھ لیا سکدے او پھڑی لیاؤ۔ نال ہور مُنڈے لے لینا۔ [راماں تے مُراد جاندے نے]

لہنا سنگھ۔ اج لوک اوکھے ای آوندے دِسدے نیں۔

کرم داد۔ چودھری جی! کجھ ہمت کرو ناں؟

جلال دین ۔ مَیں تے بتھیرے بندے لئے آواں جی ۔ پر واہڈیاں دے دِن نیں ۔ زمیندار ڈاہڈے رُجھے ہوئے نیں ۔ وجاخاں اوئے ڈھول والیا! دب کے، [ڈھول وجدا اے]

بہادرا! اوئے اوہ کم کر آیا ایں؟

بہادر ۔ آہو جی! نائی نوں چوچا دے آیا واں ۔ رتہہ کے لے آویگا ۔

جلال دین ۔ رفیقے مُنہ تیرا ۔ بھانڈا ای بھن دِتّا ای ۔ ویلے نال گل کیتی سی تیرے نال ۔ ہلا جا فیر چھیتی نال کوئی بندے پھڑ کے لیا ۔

بہادر ۔ چودھری بندے تے سب واہڈیاں تے گئے ہوئے نیں ۔ پر مَیں جاناواں ۔ کوئی لبھدا اے تے لے کے آؤناں واں ۔ [جاندا اے] ۔

جلال ۔ منشی جی! اج تُسی وی ٹکر ایتھے اِی کھا لینا ۔

کرم داد ۔ تُہاڈی مہربانی اے جی ۔ سب تُہاڈیاں ای دِتّیاں نیں ۔ مَیں تے آپ انسپکٹر صاحب دی روٹی دا آہر کرن لگا ساں ۔ پر ہُن تُسی جو کر لیا اے ۔

جلال دین ۔ ناں جی تُسی ضرور اوہناں دے نال ایتھے اِی کھانا ۔

کرم داد ۔ بہت اچھا ۔ [راماں، مُراد تے ہور دو مُنڈے دری ۔ کُرسی تے دُودھ لے کے آؤندے نے]

جلال ۔ پھڑ و بھئی مکھیا ۔ وچھاؤ دری ۔ (سب دری وچھاؤندے نیں)

راماں ۔ مولوی جی! دُودھ لئی مِٹھا نہیں لبھّا ۔

مکھا ۔ نہیں تے گُڑ پا لوو ۔

جلال ۔ اوہ بھئی! دُودھ ساڈے گھر جو ہے سی ۔ مِٹھّا وِی ہے ۔ اجے ناں لبھّے شاہ دی ہٹّیوں کل اِی کھنڈ لیا ندی اے ۔

کرم داد ۔ چلو کم ہو گیا ۔ مُراد تُسی ٹھہرو ۔ مَیں لکچرار صاحب وَلّے جاناآں ۔ لے آناں واں تُسی اوناں چر کوئی گیت گاؤ ۔

جلال دین ۔ بیٹھ جاؤ بھئی (سب بیٹھ جاندے نیں) سناؤ بھئی کیہہ سناؤندے او ۔

لہنا سنگھ ۔ اوہ تھاپیاں والا گیت سناؤ خاں ۔ جیہڑا پچھلی وار سنایا سی

مکھا ۔ سُن لے بھئی گہنیاں ۔ تھاپیاں دا گیت ۔ تیری دی روح خوش ہو جائے ۔ (راماں تے مُراد کھڑے ہو کے گیت گاؤندے نیں)

بطرز:۔ آلواں دی دال مک گئی گھگی دناں دے پراونے آئے ۔
گیت کورس۔ تھپتو ناں تسی تھاپیاں ۔ گوہیا ڈنگراں دا مول ناں گنواؤنا
راماں۔ گوہے دی کھاد ہے ڈاہڈی چنگی۔ کھیت نوں کر دی ہے رنگ برنگی
کورس۔ گندگی مچاون تھاپیاں۔ گوہیا ڈنگراں دا مول ناں گنواؤنا
مُراد۔ لاکے کندھاں اُتے گوہے دے تھوبے۔ کرو نہ مول تسی گھراں نوں کوہجے
کورس۔ روگ پھیلاون تھاپیاں ۔ گوہیا ڈنگراں دا مول ناں گنواؤنا
راماں۔ ٹھنڈے دی خاطر تھاپی بناون ۔ سستا بالن سمجھ جلاون
کورس۔ پتا جلاون تھاپیاں ۔ گوہیا ڈنگراں دا مول ناں گنواؤنا
(کرم داد تے سردار علی آوندے نیں)

سردار علی۔ السلامُ علیکم ۔
جلال دین۔ وعلیکم السلام۔ جناب۔ آؤ ایہر ایتھے تے بیٹھو۔ کرسی لیاؤ بھئی۔ (سردار کرسی تے بہندا ہے) ۔
سردار۔ چوہدری صاحب! تسی پنڈ دے سرکردہ آدمی ہو۔ تساں لوکاں دے اکٹھ دا کجھ اُدم کرنا سی۔ سرکار ولوں سانوں ہدایت ہے۔ کہ اسیں پنڈاں دے سُدھارن لئی جاییے۔ تے کجھ کم دیاں گلاں دسیئے۔ پر ایتھے تاں اُلو بول رہیا ہے ۔
جلال دین۔ جناب کی عرض کراں۔ واہڈی دے دن نیں۔ لوک ڈوہنگی شام پئی تھک کے گھر آوندے نیں۔ اُدس ویلے روٹی ٹکر دی پئی ہوندی اے ڈھڈ دی گل سُنن کہنا ڈی ۔
سردار۔ تاں وی کجھ کوشش کرنی چاہیدی سی۔
جلال دین۔ جناب ایہہ پنڈ ... حاضر ہیں۔ تسی شروع کرو۔ ہور وی آجان گے۔ پر پہلوں کجھ پانی دھانی دی ستاؤ۔ لیا خاں اوئے منڈیا دودھ ایدھر۔ (مراد دودھ لیاؤندا اے)۔
سردار۔ (دودھ پی کے) منشی کرم داد! صفائی تے ہیلتھ۔ پلیگ وغیرہ دے نقشے لیا ئے او؟
کرم داد۔ جناب لیاندے نیں۔ میں لگاؤن لگا واں۔ (ہتھوڑی تے کل جیب وچوں کڈھ کے نقشے ٹنگ دیندا اے) ۔
جلال دین۔ اوئے مُراد۔ جا اندر جاکے بے بے نوں کہہ دے پئی اُرے ہوکے بیٹھ جاؤ تے لیکچر سنو۔ گواہنڈناں نوں وی سد لئو (مُراد اندر جاکے آجاندا اے۔ بھولی تے دو

ہور نڈیاں گھنڈ کڈھی آ بیہندیاں نیں) ۔

سردار ۔ میں کئی دناں توں پنڈاں وچ پھر دا پھراؤندا بہت تھک گیا آں ۔ تے میرا سنگھ وی بیہہ گیا اے ۔ ایس واسطے میری بجائے منشی کرم داد لیکچر دیویگا ۔

مکھا ۔ (گھنے نوں وکھرے) لے بھئی آ کے دودھ وی ٹھوک بیٹھا ای تے سنگھ بیہہ گیا سو ۔

گھنا ۔ تے ایہہ شہر دے نرے گکڑ ای کھان جوگے ہندے نیں کے ۔

جلال دین ۔ جناب منشی دیاں گلاں تے اسیں تھیریاں سندے ای رہندے آں کجھ تسی نویں گل سناؤ ۔

سردار ۔ اسیں ذرا مدرساں نوں وی ایہہ کم سکھاؤنا ہویا ناں ۔ آ بھئی منشی کرم داد ۔

کرم داد ۔ بہت اچھا جناب تسی فیر ایس جلسے دی صدارت فرماؤ (اٹھ کے سردار دی کرسی کول آ کے کھڑا ہو جاندا اے) ۔

گھنا سنگھ ۔ میں تائید کرنا آں ۔

سردار ۔ بھائیو تے بہنو ! تسی مینوں جلسے دا پردھان بنا کے بڑی عزت دتی اے ۔ تسی سبھے وشیاں نال سننا سب جاندے او کہ اج پنڈاں دی حالت بڑی افسوسناک ہے پنڈاں نوں سدھارن دے واسطے ساڈی سرکار نے دیہات سدھار دا اک وکھرا محکمہ کھول دتا ہے ۔ اسی سب تہاڈے دلوں خیر خواہ ہاں ۔ تے چاہندے آں کہ تسی لوک زمینداری دے وچ خوب ہشیار ہو جاؤ جس طرح یورپ دیاں ملکاں دے زمیندار ہشیار نیں ہن اک نویں گل ایہہ ہے کہ سرکار دا ارادہ ہے کہ ہر پنڈ وچ اک بجلی دا گلاں کرن والا آلہ گڈ دین ۔ اس دا تہانوں بڑا فائدہ ایہہ ہوویگا ۔ کہ تہانوں گھر بیٹھے بٹھائے سب جنساں دے نرخ دا پتہ لگدا جائیگا ۔ تے کھیتی باڑی دے متعلق مفید ہدایتاں دتیاں جان گیاں ۔ ہر پنڈ کولوں ایس آلے لئی اسی روپئے لئے جاونگے ۔ ایس واسطے سانوں چاہیدا ہے ۔ کہ رل مل کے چندہ کریئے باقی گلاں تہانوں منشی کرم داد سناویگا ۔

گھنا ۔ (مکھے نوں) سن لے بھئی ہور پھل لاہن لگے نیں ۔ اسی روپئے دیو رل مل کے ۔

مکھا ۔ (گھنے نوں) اوئے اسی روپیاں نال تے چنگا ویاہ کرائی دا اے ۔ (سردار نوں) جناب سانوں سب بھاؤ ایویں ای معلوم ہو جاندے نیں ۔ اساں کی کرناں اے بجلی دے کھمبے نوں ۔ سر وچ مارنا ایں ۔ تسی سرکار نوں آکھو ۔ کہ کولے ای رکھے ایہہ ۔

سردار ۔ خاموش رہو ۔ جلسہ شروع ہندا اے ہن ۔ منشی کرم داد لیکچر دیوے گا ۔

کرم داد۔ (لیکچر شروع کردا اے) میرے بھراؤ تے میریو بھینوں۔ اج میں کجھ گلاں تہاڈے فائدے دے واسطے کرن لگا ہاں۔ سب تھیں پہلوں میں پنڈ دیاں گھراں دی صفائی دی بابت دساں گا۔ روز ایہہ گل ویکھن وچ آوندی اے۔ کہ تسی لوک اپنے گھراں دے اندر ڈنگر بنھدے او۔ تے اوہناں دے کول ای منجے ڈاہ کے سوں رہندے او . . . . "

مکھا۔ (گل ٹوک کے) اوئے منشی! ہور تیرے سر تے منجے ڈاہیئے۔ ہے کہ ناں پاگل۔

سردار۔ (سوٹی نوں منجی تے کھڑکا ندا اے) لیکچر دے وچ نہیں بولی دا۔

کرم داد۔ ڈنگراں دی غلاظت اتے منجیاں ڈاہن کرکے بدبو تے بیماری دے کیڑے اُٹھ اُٹھ کے ساہ نال تہاڈے دماغ تے پھیپھڑیاں دے وچ جاندے نیں جس تھیں تسی بیمار ہو جاندے او . . . . . "

ڈھول والا۔ (گل ٹوک کے) جناب میری اک عرض ہے۔ پئی سانوں تے ساڈے پیو دادیاں نوں ساری عمر ایسے طراں ای سوندیاں گزر گئی۔ اسیں تاں اک دن وی بیمار نہیں ہوئے۔

مکھا۔ بدو بدی سانوں بیمار بناؤ نا ایں منشی۔ تیرے نالوں میں عمر وچ وڈا آں۔ پر آکھاں کھل لے میرے نال جرا۔

سردار۔ خاموش۔ خاموش۔

کرم داد۔ ایہناں گلاں دا جواب میں پچھوں دیواں گا۔ ہاں میں کہہ رہیا ساں۔ کہ تسی بیمار ہو جاندے او۔ سو چاہیدا ایہہ ہے۔ کہ تسی گھراں تھیں الگ کسے صاف تھاں تے سویا کرو۔ تاکہ تازہ تے صاف ہوا تہاڈے اندر جاوے۔ ہوا تھیں علاوہ پانی دا صاف رکھنا بڑا ضروری ہے پانی خدا دی بڑی نعمت ہے۔ اکثر بیماریاں سانوں گندا پانی پین دے نال لگدیاں نیں۔ مثلاً ہیضہ تہاڈے کھوہ دے ارد گرد گندگی پھیلی رہندی ہے۔ منڈیر دے تھلے ڈنگر دی پانی پین آجاندے نیں اوہناں دی غلاظت رس رس کے کھوہ وچ جاندی ہے جس توں بیماری پیندی اے . . . . "

مکھا۔ (گل ٹوک کے) اوئے منشی بس کر اوئے۔ ایہہ ہیضے ہوُ جنے سبھے شہراں دیاں بلائیاں نیں۔ کدی ساڈے پنڈ وچ وی ہیضہ ہیندا ڈٹھا ای۔

سردار۔ خاموش!

لہنا سنگھ۔ مکھیا۔ پہلوں ساری گل سن لے تے فیر بولیں۔

جلال دین۔ آہو مکھیا۔ لیکچر تے ہو لین دلویں ناں۔

مکھا۔ ہچھا جی۔ بولو۔

کرم داد ۔ تیسری گل ایہہ ہے ۔ کہ تسی لوک گھراں وچ صفائی نہیں کردے ۔ روز دا کوڑا کرکٹ اکٹھا ہو کے بدبو پھیلدی اے ۔ اوس تے مکھیاں بہندیاں نیں ۔ ایہہ مکھیاں گندگی تے جراثیم نال لے آوندیاں نیں ۔ تے جدوں اوہ ساڈی روٹی تے بہندیاں نیں تاں وہ جراثیم اُتے چھڈ جاندیاں نیں ۔ اسیں اوہو روٹی کھاندے آں ۔ تے جراثیم نوں اپنے جسم دے اندر لے جاندے آں جس کر کے اسیں بیمار ہو جاندے آں ۔

گھنا ۔ منشی ! ایہہ کی آہنا ایں جراثیم ۔ اوہ کی بلا اے ؟ کجھ سمجھائی وی جائیں نال نال !

کرم داد ۔ توں دس اوئے راماں ۔ جراثیم دے معنے ۔

راماں ۔ (کھڑا ہو کے) جناب سُنڈیاں ۔

کرم داد ۔ ہے نالائق ۔ توں دس اوئے مُراد ۔

مُراد ۔ جناب گنڈویئے ۔

کرم داد ۔ تیتھے مُنہ تیرا ۔ توں وڈا نالائق ایں ۔ بیہہ جاؤ دونویں ۔ (دونویں بیٹھدے نیں) جراثیم بیماری دے بہت ہی نکے نکے کیڑے ہوندے نیں ۔ جیہڑے نظر نہیں آوندے ۔ تے جیہڑے ہوا وچ وی تُردے پھردے نیں ۔ تے صرف اک آلہ یعنی خوردبین دے ذریعے دکھائی دے سکدے نیں ۔

گھنا ۔ جے ایڈے نکے ہوندے نیں ۔ تے اوہناں نوں تے چپ کر کے ای مار دیئی دا اے ۔ کیہڑے کوئی ڈڈو نیں ۔

جلال دین ۔ سُن بھئی گھنیاں ۔ گل دا سواد نہ گنوا ۔

کرم داد ۔ چوتھی بات ایہہ ہے ۔ کہ تسی اپنیاں دھیاں بھیناں نوں پڑھاؤندے نہیں علم بڑی دولت اے ۔ عورتاں دی تعلیم بڑی ضروری اے ۔ جے تہانوں یا تہاڈیاں بچیاں نوں علم حاصل ہووے ۔ تاں اوہ سمجھ سکدیاں نیں کہ اپنی اولاد نوں کس طرح پڑھائی دا ہے ۔ تے اچھی ماں کس طرح بنی دا ہے ۔ مثال دے طور تے میں اک موٹی جیہی گل دسناں آں ۔ کہ تہانوں ایہہ پتہ نہیں کہ عورت نوں اک خاص حالت وچ بھار نہیں چکائی دا ۔ پر تہاڈیاں زنانیاں ایسی حالت وچ سراں تے دو دو گھڑے پانی دے چکی لئی جاندیاں نیں جس تھیں اوہناں دی صحت نوں نقصان پہنچدا اے ۔ جے تہانوں علم ہووے تے تسیں . . .

. . . . . . ''

گھنا ۔ (گل وِچّے ٹوک کے تے کھڑے ہو کے غصّے نال) بس کرا وئے منشی ۔ کیہڑا آیا ساڈیاں جنانیاں دا خیر خواہ ۔ چنگی مت دین آیا ایں ہئی او نہاں نُوں ۔ کل نُوں شہریاں دی طراں بیہہ رہیا کرن منجے تے ۔ تُوں ساڈیاں بُڈھیاں نوں پُٹھی مت دین آیا ایں ؟ اوہ پانی نہ بھرن گیاں یاں کھیتاں تے کم ناں کرن گیاں ۔ تے او نھے تیرا پیو آ کے کم کریگا ؟ چل انھوں تے ٹھپ اپنا لیکچر ۔ آیا ای ہئی بھارا گنتھا کرن والا ۔ اُٹھ اوئے گُھکھیا چلئے آپاں ۔ (گُھکھا اُٹھ کھلوندا اے) ۔

جلال دین ۔ ناں ہئی بیٹھو ۔ بیٹھو ۔ گل ہک لین دیو ۔ (ڈھول والا ڈھول وجاندا اے گُھکھا تے گھنا ٹُر جاندے نہیں ۔ زنانیاں وی اُٹھ کے بُڑ بُڑ کر دیاں نیں)

بھولی ۔ سُن لیا ای نہیں کرسوں ؟ اساں آکھیا خبرے کوئی نماج روجے دی گل دسن آیا اے ۔ اُٹھو اندر چلیئے ۔ (جاندیاں نیں) ۔

سردار ۔ چنگی ہوئی بھائی ۔ اچھا جلسہ برخواست ۔ گیت گاؤ اوئے منڈیو ۔ (مُراد ۔ راماں تے دو ہور منڈے گیت گاندے نہیں)

گیت :۔ (بطرز :۔ ظالم لوکی شیہر بن بیٹھے نیڑے شہر دے)

راماں ۔ اپنی حالت سُدھار زمیندار سجناں ٭ قرضہ چُک کے نہ ہوویں تُوں ناں خوار سجناں

کورس ۔ اپنی حالت . . . . سجناں

مُراد ۔ کرلو حاصل تعلیم نوں پیار یو ادئے ٭ ہُن پڑھاؤ رناں نوں رب دے ماریو وئے

کورس ۔ دیہلا بیہہ کے کھپیاں نہ پیا مار سجناں ٭ اپنی حالت . . . . . الخ

راماں ۔ کرو شادی نہ نِکّے ہوندے بچیاں دی ٭ بنّو پلّے نصیحت ایہو سچیّاں دی ۔

کورس ۔ اپنے بالاں نوں تار زمیندار سجناں ٭ اپنی حالت . . . . الخ

مُراد ۔ کرو دَبّ کے صفائی گھراں گلیاں دی ٭ فرش کمرے رسوئی نال چُلیاں دی

کورس ۔ ہمت اپنی نہ ہار زمیندار سجناں ٭ اپنی حالت . . . . . . الخ

راماں ۔ کھیتی باڑی دی کھاد نوں بنا سُوار کے ٭ کھیت بن دا اے محنت نال جان مار کے

کورس ۔ کرلے محنت دے نال ذرا پیار سجناں ٭ اپنی حالت . . . . . الخ

(پردا ڈِگ پیندا اے)

خطاب واپس

اشاعت ماہ اکتوبر ۳۵ء میں حضرت یاسؔ (یگانہ چنگیزی) کی طرف سے اس مضمون کا ایک اعلان شائع ہو چکا ہے۔ کہ رسالہ نیرنگ خیال لاہور کا دیا ہوا خطاب نہیں منظور نہیں اس امر کو مد نظر رکھکر کہ اس قسم کے خطابات کوئی وقعت نہیں رکھتے حضرت یاسؔ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ نیازمند مدیر حصہ نظم کو بھی جناب مولانا صابر صاحب الہ آبادی نے دو خطابات ابو الفصاحت اور افضل الشعراء معہ سند ارزانی فرمائے تھے۔ جن کے انہیں استعمال کرنا یا اس سند کو قابل اشاعت سمجھنا تو درکنار ہر دو خطابات معہ سند بعد اظہار شکریہ مولانا موصوف کی خدمت میں واپس بھیج دئیے۔ مقام مسرت ہے کہ اب حضرت دعاؔ ڈبائیوی بھی انکے عطا کردہ خطاب فصیح الشعراء کو جسکی سند مولانا صابر صاحب کی طرف سے رہنمائے تعلیم میں شائع ہو چکی ہے بعد شکریہ واپس کرتے ہیں اور اعلان مندرجہ ذیل بہ غرض اشاعت بھیجتے ہیں۔ بیان کردہ وجوہ سے اتفاق رائے ظاہر کرتے ہوئے ہم حضرت دعاؔ ڈبائیوی کو اس اخلاقی جرأت پر تحسین و آفرین کا مستحق سمجھتے ہیں

جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم

حضرت صابر الہ آبادی سے مؤدبانہ گذارش

مکرمی جناب صابر صاحب مدظلہ

اس سے پیشتر کہ میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ بحیثیت مسن ہونے کے آپ کو بزرگ اور قابل وقعت سمجھتا ہوں اور مقامی جھگڑوں سے میں قطعی الگ ہوں جس کا آپ کو بھی احساس ہے :۔

آپ نے مجھ کو خطاب فصیح الشعراء معہ سند عطا فرمایا۔ اس کا میں تہ دل سے شکر گزار ہوں مگر میں مؤدبانہ عرض کرونگا کہ میں آپ کے دار الافتا و باب الاسناد سے ہرگز کسی خطاب پانے کا اہل نہیں ہوں کسی قابل ہستی کو یہ خطاب دیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا :۔

میرے ناچیز کلام کے متعلق میرے قبلہ و کعبہ تاج الشعراء ناخدائے سخن حضرت نوحؔ ناروی مدظلہ کی سندات جو وقتاً فوقتاً انہوں نے مجھے عطا فرمائی ہیں میری حوصلہ افزائی کے واسطے کافی ہیں اور انہیں کو میں قابل صد ہزار وقعت سمجھتا ہوں :۔

اس کے علاوہ طوطیٔ ہند نواب سائلؔ دہلوی مدظلہ نے بھی مجھ کو میرے کلام کے متعلق ایک سند عطا فرما کر مفتخر فرمایا ہے ایسی صورت میں کسی غیر شاعر کی طرف سے کوئی سند حاصل کرنا میرا دل قبول نہیں کرتا۔ میں بحیثیت عروضداں آپ کو اچھی نگاہ سے دیکھتا ہوں لیکن بحیثیت شاعر آپ کا کوئی رتبہ نہیں سمجھتا۔ اگر آپ کوئی عروض کے متعلق مجھ کو سند عطا فرماتے وہ میرے قابل فخر ہو سکتی تھی۔ مگر آپ کی طرف سے میرے کلام کے متعلق کسی قسم کی سند عطا ہونا نامناسب سا ہے :۔

چونکہ میرے خطاب اور سند کا اعلان آپ نے "رہنمائے تعلیم" کے ذریعہ سے فرمایا تھا۔ لہذا میں بصد ادب آپکا خطاب اور سند اسی رسالے کے ذریعہ سے واپس کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ میری طرف سے کسی قسم کے خیال فاسد کو اپنے دل میں نہ دینگے۔ اور یہ خطاب اور سند کسی اور شخص کو عطا فرما کر اُس کو مفتخر فرمائینگے میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں پاتا :۔

مجھے امید ہے کہ آپ میری مؤدبانہ گذارش پر کسی قسم کا خیال نہ فرمائیں گے :۔ فقط

آپ کا نیازمند
دعاؔ ڈبائیوی

بدقسمت ہمایوں المعروف تقدیر کا چکر

گزشتہ سے پیوستہ

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

دارالسلطنت آگرہ میں شیر شاہ کی تخت نشینی

(از قلم لالہ اودھو رام صاحب منشی فاضل)

شیر خاں ہمایوں کو لاہور سے بھگا کر آگرے واپس ہوتا ہے۔ اور دربار منعقد کر کے جشن تاجپوشی ادا کرتا ہے

شیر خاں (سرداروں سے) میرے افغان بھائیو! اتفاق کی برکت دیکھی! میں نے تم سے سچ کہا تھا نا۔ کہ پھر سے اتفاق کر لو۔ تو خدا کی خدائی تمہارے ساتھ ہے (پہلے ایکٹ کا دوسرا سین سامنے آجاتا ہے) دوسرے دن جب بابر میرے افغانی خون کو تاڑ کر بلبلا اٹھا تھا۔ تو میں نے دل ہی دل میں کہا تھا کہ بچہ بابر! تجھے یا تیری اولاد کو وہ مزا چکھاؤنگا کہ بھاگتے ہی بنیگی۔ (پہلے ایکٹ کا تیسرا سین سامنے آجاتا ہے) خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ہم نے منہ مانگی مراد پائی۔ اور کھوئی ہوئی افغانی حکومت پھر ہاتھ آئی۔

سردار۔ حضور کا اقبال سدا بلند رہے!

شیر خاں (تاج سر پر رکھکر) آج سے ہمیں شیر شاہ کے نام سے پکارا جائے!

اہل دربار۔ شیر شاہ زندہ باد! مغل شاہ مردہ باد!! (شیر شاہ بہادروں کو انعام و خلعت عطا فرماتا ہے)

شیر شاہ (خواص خاں سپہ سالار سے) ہندوستان کے کونے کونے میں ہمارا یہ حکم نافذ کر دو کہ جو شخص مغل بادشاہ کو گرفتار کر کے لائیگا۔ انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائیگا۔ جو اس کو پناہ دیگا۔ وہ ملیستی کی غار میں دھکیل دیا جائیگا۔

(دربار برخاست ہو جاتا ہے)

دوسرا سین

ہمایوں بادشاہ کی قیام گاہ

رات کا وقت ہے۔ اور ہمایوں راہ سے دور ہٹ کر ایک جنگل میں خیمہ زن ہے۔ پہرہ داروں کے سوا باقی

سب سوئے پڑے ہیں۔ ہمایوں فکروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ بُرے شگون دکھائی دے رہے ہیں۔ آئندہ مصیبتوں کے بھیانک نظاروں سے اس کا جسم کانپ رہا ہے۔ اور خدا سے التجا کرتے کرتے آنکھ لگ جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک خواب دیکھتا ہے۔ اور خواب میں ایک بزرگ درویش نظر آتا ہے۔ جو ہاتھ میں عصا لئے ہوئے اور سر سے پاؤں تک سبز لباس پہنے ہوئے سامنے کھڑا ہے۔

درویش (ہمایوں سے) بیٹا! ہمت نہ ہار۔ غم نہ کھا۔ اچھے دن کٹ گئے۔ بُرے دن بھی کٹ جائینگے (اپنا عصا ہمایوں کے ہاتھ میں دیکر) خدا تعالیٰ تجھے ایک لڑکا دیگا۔ اس کا نام جلال الدین محمدؐ اکبر رکھنا۔

ہمایوں (حیران ہوکر) حضرت کا اسم مبارک؟

درویش۔ ژندہ پیل احمد جام۔

ہمایوں۔ حضرت! کس بیگم کے بطن سے؟

درویش۔ ہماری نسل سے۔

{ درویش نظر سے غائب ہوجاتا ہے۔ ہمایوں کی آنکھ کھُل جاتی ہے۔ ادھر اُدھر اُٹھکر دیکھتا ہے۔ اور حیران رہ جاتا ہے خدا کا شکر کرتا ہے۔ اور ذرا اطمینان سے پھر سو جاتا ہے }

تیسرا سین

دریا کا کنارہ

اگلے دن بادشاہ لشکر سمیت آگے روانہ ہوجاتا ہے۔ دُور دراز اور دشوار گذار راستوں کی سختیاں جھیلتا ہؤا ملتان پہنچتا ہے۔ وہاں ایک دن قیام کرکے حاکم ٹھٹہ کی طرف رُخ کرتا ہے۔ کہ اس آڑے وقت پر دستگیر بنے مگر راہ میں دریائے سندھ آجاتا ہے۔ اور وہیں قیام کردیتا ہے۔

ایک جاسوس (ہمایوں سے) حضور! شیر شاہ کا سپہ سالار خواص خاں لشکر بڑھائے آرہا ہے۔

بادشاہ (سرداروں سے) دریا کو جلد عبور کردینا چاہئے۔ ظالم اب بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔

سردار۔ بادشاہ سلامت! لشکر بھوک سے مر رہا ہے۔ غلہ پاس نہیں۔ کوئی کشتی دستیاب نہیں ہوتی دریا کو کیسے عبور کریں؟

بادشاہ۔ کوئی جائے اور کشتبانوں کا پتہ لائے۔

(ایک سپاہی جاتا ہے اور واپس آکر)

سپاہی۔ حضور ایک بلوچ کے پاس بہت سی کشتیاں اور رہنے کے مکان ہیں۔
بادشاہ۔ صد آفرین! اس بلوچ کو ہماری طرف سے علم و نقارہ۔ گھوڑا اور خلعت دو اور غلہ و کشتی کیلئے التجا کرو

(سپاہی حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اور بلوچ سو کشتیاں اناج کی بھری ہوئی پیش کرتا ہے۔ غلہ لشکر میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور کشتیوں میں بیٹھکر شاہی قافلہ دریا کو عبور کر دیتا ہے۔)

چوتھا سین

ہمایوں کی قیام گاہ

ہمایوں مختصر سے لشکر اور بیگمات سمیت ٹھٹھ کی سرزمین میں داخل ہوتا ہے۔ اور وہیں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ اور قیام کرنے کے بعد ایک قاصد سے ۔ ۔ ۔ ۔

ہمایوں۔ مرزا شاہ حسین والئے ٹھٹھ کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ ہم مجبوری کی حالت میں تیرے ملک میں آئے ہیں۔ تیرا ملک تجھ کو مبارک رہے۔ ہم کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمارے پاس آکر صرف ضروری خدمات بجالاؤ۔ کیونکہ ہم گجرات جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(قاصد جاتا ہے۔ اور شاہ حسین مکر و فریب سے جواب دیتا ہے)

شاہ حسین (قاصد سے) آنحضرت کو کہنا کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کا سامان کر کے حضور کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اور خود بھی حاضر ہوتا ہوں۔

(قاصد بادشاہ کو پیغام دیتا ہے۔ اور بادشاہ ہر روز اس کا انتظار کرتا ہے اسی اثنا میں ایک دن بادشاہ ہندال مرزا کی والدہ دلدار بیگم کو ملنے اس کے کمپ میں جاتا ہے۔ کمپ میں داخل ہو کر ایک پری پیکر کو دیکھتے ہی ۔ ۔ ۔ ۔)

ہمایوں (دلدار بیگم سے) والدہ محترمہ! یہ کون ہیں؟
دلدار بیگم۔ حمیدہ بانو بیگم! سیر بابا دوست کی لڑکی۔ حضرت ژندہ پیل احمد جام کی پوتی!

(ہمایوں کی باچھیں کھل جاتی ہیں)

ہمایوں (فرط انبساط سے) زہے نصیب! (سنبھل کر) ہاں والدہ محترمہ! معاف کیجئے۔ کئی دن سے آپ کے دیدار فیضیاب سے محروم رہا۔ کم بخت شاہ حسین کا انتظار ہے۔ ابھی تک نہیں آیا۔

(حمیدہ بانو بیگم چپکے سے چلی جاتی ہے)

دلدار بیگم۔ بیٹا! خدا انہیں برکت دے۔ اور تیرا پژمردہ چمن ابر رحمت سے تر و تازہ کرے!
ہمایوں۔ یہ یہیں رہتی ہیں کیا؟
دلدار بیگم۔ ہاں اس لڑکی کا گھر نزدیک ہی ہے۔ بڑی شریف اور شرمیلی لڑکی ہے۔ ہر روز ملنے آجایا کرتی ہے۔ ہمارا پتہ نہیں کہ کب اور کہاں جانا پڑے۔ یہ سن کر اداس ہو جاتی ہے۔
ہمایوں۔ تو پھر ساتھ لے چلو۔
دلدار بیگم۔ جوان لڑکی ہے۔ شادی ابھی ہوئی نہیں۔ والدین کی اجازت بغیر کہاں جائے؟
ہمایوں (آہستہ سے) ان کی نسبت ہمارے ساتھ کرادو۔ تو کیا حرج ہے؟
دلدار بیگم۔ کل بات چیت کر کے دیکھینگے۔

ہمایوں شام کے وقت اپنے کمپ میں واپس آتا ہے اور رات کو بستر استراحت پر تن تنہا۔۔۔۔۔ پیاری بانو! تاج و تخت نصیب تھا۔ بدبختی نے چھین لیا۔ شاہی عیش و آرام حاصل تھا۔ اس کے بدلے صحرانوردی کی غربت پلے پڑی۔ فقط ایک دل باقی رہ گیا تھا۔ وہ آج تیری نذر ہو گیا۔ خدایا! حضرت تندویل کی نسل! واہ واہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ادا کروں اگر یہ گوہر مقصود ہاتھ لگے۔

نوازشِ دل ماکن کہ دلنواز توئی بساز کارِ غریباں کہ کارساز توئی

{ بستر پر کروٹیں بدلتا ہے۔ مگر چین نصیب نہیں۔ یہاں تک کہ دن کا اجالا ہو جاتا ہے اور دلدار بیگم کے کمپ کی جانب روانہ ہوتا ہے۔ }

پانچواں سین

راز و نیاز کی باتیں

دلدار بیگم معہ چند بیگمات کے اپنے کمپ میں نماز و دعا میں مصروف ہیں۔ کہ ہمایوں کمپ میں داخل ہو کر چپکے سے بیٹھ جاتا ہے۔ جب وہ فارغ ہوتی ہیں تو سلام و دعا کے بعد دلدار بیگم سے۔۔۔
ہمایوں۔ والدہ محترمہ۔ حمیدہ بانو بیگم کو آدمی بھیج کر بلواؤ!
(دلدار بیگم ایک لونڈی کو بھیجتی ہے)
لونڈی (حمیدہ بانو بیگم سے) حضور کو بادشاہ سلامت یاد فرماتے ہیں۔
حمیدہ بانو بیگم۔ میں کل خدمت میں حاضر ہو چکی ہوں۔ اب کس لئے آؤں۔

{ لونڈی یہ روکھا جواب بادشاہ سے کہتی ہے۔ اور وہ دوسرا قاصد بھیجتا ہے }

قاصد (حمیدہ سے) بادشاہ حضرت کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

حمیدہ۔ بادشاہوں کا دیدار ایک مرتبہ جائز ہے۔ جا کر کہہ دیں نہیں آتی۔

{ قاصد اس پیغام سے بادشاہ کو آگاہ کرتا ہے۔ محبت کے جذبات اور بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اور ہمایوں اور حمیدہ بانو کی باہم گفتگو قاصد کے ذریعے اس طرح سرانجام پاتی ہے۔ }

ہمایوں (قاصد کی زبانی) ؎

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تُو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

حمیدہ (اسی قاصد کی زبانی) آپ بادشاہ ہیں۔ میں ایک غریب نسل کی لڑکی آپ کے لائق کہاں؟

ہمایوں۔ پیاری بانو! ہم نے تمہیں اپنا عزیز بنایا۔ خدا کے لئے اب زیادہ انتظار میں نہ رکھئے۔

حمیدہ۔ مبادا ناموافقت ہو۔ اور باعث کلفت ثابت ہو۔ پھر میرا ٹھکانہ کہاں؟ خدا کے لئے اس غریب سے درگذر کیجئے۔

ہمایوں۔ سادہ دل! محبت کی راہ میں شاہ و گدا کا کیا خیال؟ کہاں شیریں اور کہاں فرہاد۔ کہاں محمود اور کہاں ایاز۔ جہاں پریم نے ڈیرے ڈال دیئے۔ شاہ ہو یا فقیر۔ دلدار کے سوا اور کہیں کا نہ چھوڑا۔

حمیدہ۔ اگر میں حضور کی خدمت سے دُور ہی رہوں۔ تو حرج کیا ہے؟

ہمایوں۔ ؎

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم　　پس مرگ گر بیائی بچہ کار خواہی آمد
کشتۂ عشق دارد نگذاردت بہ یکساں　　بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

حمیدہ قاصد کو اس بات کا کوئی جواب نہیں دیتی۔ قاصد بے نیل مرام واپس آجاتا ہے۔ ہمایوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جاتا ہے۔ اور منت سماجت کرکے دلدار بیگم کو بھیجتا ہے۔

دلدار بیگم۔ (حمیدہ بانو بیگم سے) بیٹی! آخر تو کسی کا گھر آباد کرو گی۔ اس لئے بادشاہ سے بہتر اور کون ہوگا

حمیدہ۔ محترمہ! میں اُس کے گھر جانا چاہتی ہوں۔ جس کے گریبان تک میرا ہاتھ پہنچ سکے۔ جس کے دامن تک کو نہ چھو سکوں۔ وہاں جا کر کیا کروں گی؟

دلدار بیگم۔ بیٹی! اللہ نے تجھے وہ سیرت پاکیزہ اور صورت زیبا عطا فرمائی ہے کہ ہزاروں صفتیں اس پر

نثار ہوں۔ جہاں حسب و نسب کچھ کام نہیں دیتا۔ وہاں پریم کا جادو وہ اثر کر دکھاتا ہے کہ شہزادیاں لونڈیوں کی جوتیاں چٹخاتی پھرتی ہیں۔ میرا کہا مان جاؤ۔ اور اس وقت کو ہاتھ سے نہ گنواؤ۔

ع کا ملے گر خاک گیرد زر شود

آخر دلدار بیگم کے بہت سمجھانے پر حمیدہ بانو بیگم مان جاتی ہے۔ نکاح کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اور جشن شادی ایام غربت میں منایا جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

داستانِ نوح

(از قلم انوار الحسن نورؔ نوحی آرہ دی تلمیذ تاج الشعرا فصیح العصر جناب نوحؔ ناروی جانشین داغ دہلوی)

اللہ اللہ عز و شانِ نوح ہے زبان داغ کی زبانِ نوح
ساری دُنیا یہ دل سے کہتی ہے سب سے اعلیٰ ہے عز و شانِ نوح
لُطف آئے زبان کا جو سُنو نوح کے منہ سے تم زبانِ نوح
ایک خوبی ہو تو کہے بھی اُسے کوئی کیا کیا کرے بیانِ نوح
بندشیں چست سب مضامین صاف روزمرہ بھی ہے زبانِ نوح
کہتی ہے خلق جانشین داغ اِس سے ظاہر ہے عز و شانِ نوح
ہم سنائیں تمہیں ہزاروں بار تم سُنو ہم سے داستانِ نوح
فخر اس پر کرے الہ آباد کیونکہ نارے ہیں ہے مکانِ نوح
یا الٰہی رہے بھلا پھولا باغ عالم میں گُلستانِ نوح
نورؔ شاگرد و معتقد اُن کا
[illegible]

اعجازِ گنگ

(جناب بھگوتی پرشاد صاحب سہنا سینئر پرشین و اُردو ٹیچر الہ آباد)

زمانہ کی حالت عجیب واقع ہوئی ہے۔ کبھی کسی چیز کو مرغوب خاطر بناتا ہے پھر اُسی چیز کو بارِ خاطر قرار دیتا ہے۔ اُس وقت طبیعت اس سے گریزاں اور دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ یہی باتیں کسی زبان کی پیدائش نشو و نما۔ ارتقا اور زوال کا باعث ہوتی ہیں۔ فارسی زبان کی حالت ہندوستان میں کچھ ایسی ہی ہوئی۔ مسلمانی تغلب کے ساتھ اُس نے غلبہ پایا۔ اُن کے استقامت اور حکومت کے ساتھ اس زبان کا بول بالا ہوا۔ اہلِ ہنود اور اہلِ اسلام کے ارتباط اور میل جول نے اس زبان کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی کو اور بڑھا دیا۔ وہ اپنے محدود دائرہ سے نکل کر ہندوستان کے پُرفضا اور وسیع میدان پر چھا گئی۔ اس نے یہاں تک ترقی کی کہ مغلیہ سلاطین کے عہد حکومت میں درجۂ معراج پر پہنچی۔ سلاطین مغلیہ کے شوق (۱) اور (۲) فیاض اور ان کے امراء و علماء کی دریا دلی اور قدر دانی نے اس ملک کو فارسی زبان کا مرکز بنا دیا۔ اسی زمانہ میں ہندو مذہب کی بہت مقدس کتابیں جو سنسکرت میں تھیں کچھ تو مسلمان شاعروں اور نثاروں نے فارسی زبان میں ترجمہ کیں اور کچھ ہمارے بزرگوں کے قلم سے لکھی گئیں۔

مگر افسوس کہ زمانہ نے ایک ایسی کروٹ بدلی کہ سب کچھ کیا کرایا ملیامیٹ کر دیا۔ فارسی کا چوکھا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔ انگریزی اور اُردو نے غلبہ پانا شروع کیا۔ فارسی زبان کے کارنامے خواہ کسی زمانہ کے ہوں پس پشت ڈال دیئے گئے۔ شاعروں اور نثاروں کے شہ کارے قلم سے کاغذ کے سپرد ہو کر بجائے اشاعت پانے کے دیمک کے پیٹ میں بھر گئے اور اگر کچھ بچے بھی تو ناقدر دانوں کی کم لیاقتی اور عقل سے بیگانگی کے سبب پنساریوں کے ہاتھ بطور ردّی فروخت ہو کر پریشان و مفقود ہو گئے۔ ان کی داستانیں ان کے حالات زندگی کا پتہ لگنا تو کجا ان کے نام و نشان کا پتہ بھی امر محال بلکہ ناممکنات سے ہے۔

اس کی مپرسی کے عالم میں بھی کوئی نہ کوئی زبان کا قدر دان نکل آیا اور اس کی بقائے کے لئے کچھ نہ کچھ کر گیا مثلاً چند دن گذرے راقم الحروف کو ایک قلمی کتاب فارسی نظم میں ایک پنساری کی دوکان پر ملی جو بہت کچھ اُس کی دستبرد سے پریشان ہو چکی تھی۔ اور صرف چند صفحات باقی رہ گئے تھے۔ اُس کا مطالعہ کرنے سے پتہ لگا کہ کسی صاحب قلم نے اعجاز گنگ یعنی گنگا جی کی عظمت اور ماگھ میلہ پریاگ کا پورا پورا حال فارسی نظم میں لکھا تھا مگر کم مائگی اور کس

مپرسی کی وجہ سے اُس کو شہرت عام اور بقائے دوام کا تمغہ نہ دے سکا۔ ایسی ہی بہت سی باکمال ہستیاں اپنی ناقدر دانی سے لقمۂ اجل بن گئیں اور ان کے کارنامے بھی گوشۂ گمنامی میں رہ کر معدوم ہو گئے۔ ذوق مرحوم نے بجا فرمایا ہے۔ شعر:۔

کھل کے گل کچھ تو بہار جانفزا دکھلا گئے　　حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اس نامکمل کتاب میں جس کے شروع کے پہلے ۴۲ صفحے ناقدر دانی کے ہاتھ سے مٹا دیئے گئے ہیں۔ دریائے گنگا کی فرود۔ اعجاز گنگ۔ ثواب موندن۔ شرائف و فضائل بتان صفت موتراش۔ صفت پرا گوالان۔ اور احوال کاسہ گر۔ پنچہ بند۔ تمباکو فروش۔ رُوئی فروش۔ قشقہ ساز۔ کفش گر اور گلخن افروز وغیرہ اس خوبی کے ساتھ نظم کی لڑی میں پروئے گئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی فارسی نژاد نے ان کو لکھا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ درویشوں کی تعریف اُن کے گروہوں کے حالات اس عقیدت اور بھگتی سے نظم کئے ہیں کہ وہ اشعار انہی کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں۔ کتاب کے خاتمہ میں اپنی فصاحت کا کمال اور شہرت کی خواہش بھی تحریر کی ہے زبان کی سلاست و روانی ایسی اعلیٰ ہے کہ پڑھنے والے کو کسی طرح گراں نہیں گذرتی۔ ترکیبوں کی بندشیں ایسی چُست اور دل پسند ہیں کہ رٹ ڈالنے کو جی چاہتا ہے۔ تلمیحات کی خوبی معنی آفرینی سے اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ صنائع و بدائع اکثر عارضِ سخن کے بد نما دھبے نظر آتے ہیں۔ مگر یہاں وہ داغ نہیں بلکہ چار چاند بن کر چمک رہے ہیں۔ ان سب خوبیوں کے باوجود طرّہ یہ ہے کہ نفس مضمون خبط نہیں ہونے پاتا۔ فارسی زبان میں بیان کرتے ہوئے شاعر نے اپنے مذہبی عقیدہ کو کسی طرح ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اِنہیں اُسی خلوص عقیدت اُسی اعتقاد اور اُسی بھگتی کا اظہار کیا ہے جو ایک ہندو دھرم کے ماننے والے سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔

اِن سب خوبیوں کے ہوتے ہوئے بھی مصنف کے نام کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اب اِنکے کلام کا کچھ انتخاب کیا جاتا ہے۔ جس کو پڑھ کر ناظرین پتہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کس کمال اور لیاقت کی شخصیت تھی گنگا اُشنان ملاحظہ ہو۔

فرود آید چو گنگا از سر اوج　　زند در حلقہ ہائے کاکلم موج
ہماندم موج زن شد آب گنگا　　زاوج لامکان کر دعزم دُنیا
بان زد ریکہ اعتقاد ن جوبہ کوہ　　جگر بشگافتی از فرط اندوہ
گر فتنش صاحب کیلاش بر سر　　ہمہ در حلقہ ہائے کاکل اندر
بس آنگہ قدرے از کاکل فشندش　　بہم راہی بھاگیرتھ کردش
بس شد ہم چو سیلابے روان شد　　مگر دریائے بھاگیرتھ ہمان شد

شہنشاہِ جہاں مدحت کُنانش بردش سوئے خاک مُردگانش
چو شد خاک نیاگانش تہِ آب رہائی یافتند از بندِ اعذاب
دعاگویاں رہ جنت گرفتند ثواب آخرت با خویش بردند
زہے سلطان جہانگیر تخ و گنگا کہ از عرش آوردش سوئے دُنیا
بسر باید سعادت مند زینان کہ آسائش رساند با بزرگان
ز فرزندان ہماں شد پُور نامی کہ در چشم بزرگان شد گرامی

خلوصیت اور اعتقاد کا اظہار دیکھئے

در بیان ثواب مونڈن

بدنیا ہر کہ اینجا مُو تراشد ریاض آخرت را آب باشد
بہ گیتی کامران باشد بہ مقصود نہ بیند باز رنج مرگ و مولود

مختلف عنوانات مثلاً موتراشی اور دوسری سرچشموں پر طبع آزمائی کی ہے اور ان کو انہی گیری ذکنتہ آفرینی کے ساتھ نبایا ہے کہ بس واہ واہ کہتے رہیے۔ ذرا سنئے اور لطف اٹھایئے۔

در صفت موتراشی

گروہے موتراشان برلب گنگ برائے موتراشی گرم آہنگ
بکار خود چناں چالاک باشند بیکدم موئے سرصد با تراشند
سبکدستی چناں دارند در کار بموسائی نگردد خفتہ بیدار
بکف دارند چوں تابندہ موسا ز دستِ خود شود شرمندہ موسیٰ
بآسانی چناں ناخن تراشند کہ انگشتِ کساں آگہ نہ باشند
بکار خود بد انسان ذوفنون است کہ بشیش سرفراز را سرنگون است
اگر ہر موزبان گردد چو سوسن کجا اوصاف شان آید بگفتن

تلمیحات کی خوبی کو بہ دیدۂ تحقیق دیکھئے

طفیل گنگ چنداں مال دارند کہ قاروں را غلام خود شمارند

در صفت ۔انگاہ

یکے عریان تنی را کردہ عادت شب و روز در اسنان سرگرم عبادت
بالیشان گو دمے صحبت گزینی بہار باغ ابراہیم بینی

باتش الفتے زانگو نہ دارند | تو بنداری سمندر سیرتان اند
باتش آنچناں ہنگامہ سازند | کہ خود کوسِ براہیمی نوازند

شاعر کی فصاحت کا کمال اور شہرت کی خواہش ملاحظہ ہو۔

در خاتمہ کتاب

بہندوستان حرم آباد کردم | کنشتے در عجم آبادہ کردم
کلامم در فصاحت لاجواب است | شبستانِ سخن را آفتاب است
بود تا چشمۂ خورشید را نور | بہ گیتی ایں کلامم باد مشہور
رواں تا بحرِ گنگا در جہاں باد | زمتھرا یادگار ایں داستان باد

غزل

وہ آنکھ کیا جس کو تری جستجو نہیں | وہ دل کیا ہے جس میں محبت کی بُو نہیں
اُمید ہی نہ ہو تو ہے دُنیا کا کھیل ختم | اب زندہ رہنے کی بھی مجھے آرزو نہیں
دل میں وہ سوز ہو کہ پڑوں سب کی آگ میں | یہ آرزو ہے اور کوئی آرزو نہیں
کافی ہے اس کی یاد ہی تسکین کے لئے | پروا نہیں اگر وہ مرے روبرو نہیں
داغِ الم میں جو نظر آتی ہے دلکشی | گلہائے باغِ عیش میں وہ رنگ و بُو نہیں

شاکر ہے فخر اس پہ کہ شاگرد جوش ہوں
مانا کہ شاعروں میں مری آبرو نہیں

(خادم ادب گوردھن داس شاکر کوادری)

دعوتِ وفا

اے ستم شعار! بتا تو سہی تو مائلِ مشقِ جفا کب تک رہے گا؟ . . . . ایک میں ہوں کہ اپنے گہوارۂ دل میں تیری یاد کو جھولا جھلاتا ہوں . . . کربِ ہجر میں راتوں پر راتیں آنکھوں آنکھوں میں گذار رہا ہوں ۔ تیری خاطر جان پر کھیل جانا ایک کھیل سمجھتا ہوں . . . . اور ایک تو ہے کہ میرے خرمنِ اُمید پر تڑپتی ہوئی بجلیاں گرا رہا ہے . . . میرے آنسوؤں کو بیکار بے اثری سمجھ کر مٹی میں ملا دیتا ہے . . . . اپنی تغافل کیشی کی سرگرمی سے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیتا ہے . . . تیری سرد مہریاں میرے ارمانوں کے گلستاں کو بادِ سموم بن گئی ہیں . . . تیری دیر آشنائی میری اُمیدوں پر پانی پھیرے دیتی ہے . . . میرے سینہ میں کوئی چیز تڑپ رہی ہے . . . وہ شئے کیا ہے؟ . . . اُف تمنائے وفا کی ناکامی!

بُلبل جب اپنے شعلۂ فغاں سے گلشن کے دامنِ سکوت میں آگ لگا دیتی ہے تو غنچہ اپنے پیراہنِ ہستی کو چاک کر کے اس کا مطلوبِ نظرِ گُل بن جاتا ہے . . . کیسا گُل؟ . . . ہمہ تن گوش . . . . اپنے محبِ باوفا کا پُر درد افسانہ سننے کی غرض سے . . . . ز سر تا پا چشم . . . اپنے طالبِ نظارہ کی شوریدہ سری کی داد دینے کے لئے ۔

پروانہ آتا ہے . . . شمع بزم سے اپنی آنکھیں سینکتا ہے . . . اس کا صلہ؟ . . . . اس کا نتیجہ؟ . . . شعاعِ نور اس پر ڈورے ڈالتی ہے . . . اس کے جذبات کو سراہتی ہے ۔ وہ بھی اس طالب نوازی پر اپنے ہوش و خرد کو قربان کر دیتا ہے . . . ایک عالمِ بیخودی اس پر طاری ہو جاتا ہے . . . مآلِ کار وہ جل بھنتا ہے . . . لیکن شمع اس کو ننگِ وفاداری تصوّر کرتی ہے . . . اس کو حق تلفی سے تعبیر کرتی ہے . . . کہ اس کا عاشقِ جانثار جان سے جائے اور وہ اس کے فراق میں گھل گھل کر جل جل کر . . . رو رو کر . . . اپنی مختصر زندگی کے باقی لمحات نہ گذار دے ۔

اے میرے بے نیاز! . . . اے میرے وفا دشمن!! . . . اے میرے ستمگار!!! . . . میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو ان سب سے درسِ وفا لے . . . طریقۂ محبّت سیکھ . . . کیا تو اپنی داستان میں بابِ وفا دیکھنا ہی نہیں چاہتا؟ . . . کیا تو میری محبّت کا صلہ جفا خیال کرتا ہے؟ . . . کیا تیری رائے میں میری وفا قابلِ سزا ہے؟ . . . مستحقِ جزا نہیں؟ . . . بتا بتا آخر کب تک . . . میری سجودِ شوق تیرے آستان اثر سے محروم ہو ہو کر پلٹ جائیں گے؟ . . . میری آہِ نیم شبی کی ہنسی اُڑے گی؟ . . . کہہ تو سہی

تا بکے . . . میرے عرض تمنا کی بزم غیر میں تضحیک ہو گی؟ . . . آج مجھے سمجھا دے کہ کیوں . . . میری بربادیوں کو نظر لطف سے نہیں دیکھا جاتا؟ . . . تیری وفا دشمنی مجھ پر عرصۂ ہستی تنگ کئے دیتی ہے . . . کیا تو وفا کرنا جانتا ہی نہیں؟ . . . یا مجھے . . . اور صرف مجھے . . . اس سے محروم کر رکھا؟ . . . کیا محبت تیرے نزدیک جرم ہے؟ . . . جس کی سزا جفائے بے اعتنائی۔

(نکہت انصاری بدایونی)

اطمینان قلب

(از قاضی محمد اقبال صدیقی قیصر ایم۔ بی۔ بی۔ سی جنڈانوالا)

میں اپنے حصول مطلب کے لئے اور حصول مقصد کی فکر میں بے چین رہا کرتا تھا۔ بیداری کی حالت اور عالم خواب و خیال میں ہمیشہ صرف ایک ہی چیز کا متلاشی تھا۔

میری حالت دیوانوں کی ہوتی جا رہی تھی۔ سوسائٹی کے دلچسپ مشاغل اور قدرت کی انوکھی کرشمہ سازیاں بھی مجھے مطمئن نہ کر سکی تھیں۔ رات کی پرسکون تاریکیوں میں جب دنیا مزے کی نیند سوتی تھی۔ میں اپنے بستر سے اٹھ کر چشم رواں کے ساتھ قاضی الحاجات کی بارگاہ میں اپنے دونو ہاتھ اٹھا کر یہی دعا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے اطمینان قلب عطا کر۔ یہی ایک میری آرزو تھی اور یہی میرا ارمان۔ اپنی زندگی میں میرا نصب العین یہی تھا۔ کارخانۂ قدرت کبھی درہم برہم نہیں ہوا اور نہ ہو گا چنانچہ ہر چیز حسب معمول اپنی منزل مقصود کی طرف گامزن تھی۔ صبح ہوتی طائران زمزمہ پرداز اپنے نغمہ سنجیوں سے ایک محشر ترنم برپا کر دیتے۔ دنیا کی ہر چیز متحرک ہو جاتی میں بھی دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگتا کہ ممکن ہے گوہر مقصود ہاتھ لگ جائے لیکن۔

افسوس۔ نظر فریب آبشاروں اور پرفضا وادیوں میں اس کی تلاش کی۔ گل چینی بھی کی۔ اور دشت پیمائی بھی لیکن ان جگر کاویوں کا ماحصل کیا تھا۔؟ صرف ناکامی۔ بقول جوش ؎

پیچھے جو مڑ کے دیکھا امید مر چکی تھی
پٹڑی چمک رہی تھی گاڑی گذر چکی تھی

صد حیف! میری ساری کوششیں رائگاں گئیں۔ میں دنیا کی ہر چیز سے متنفر ہو گیا۔ آخر کار قدرت کو میری حالت پر رحم آیا۔ رحمت حق جوش میں آئی۔ وہ وقت آ چکا تھا جب انسان اپنی منزل مقصود سے ہمکنار ہوتا ہے۔ حقیقت میں انسان خدائے ذوالجلال کی ایک بھی عنایت کا شکریہ پوری طرح ادا کرنے سے قاصر ہے۔ غرض ایک رات میں اپنے بستر پر لیٹا تھا کہ یکبارگی وفور رنج نے جب مجھے دو گھڑی کے لئے دنیا سے بے صبر کر دیا تھا۔ تو عالم خواب میں مجھے ایک آواز سنائی دی کہ اٹھ اٹھ اور اپنا فرض ادا کر۔

احسن الکلام

(بلیغ النظر نقاد سخن حضرت احسن مارہروی)

شبِ فراق جدا عمر بھر نہیں ہوتی
ہمارے گھر میں کسی دن سحر نہیں ہوتی
یہاں بغیر فغاں شب بسر نہیں ہوتی
وہاں اثر نہیں ہوتا۔ خبر نہیں ہوتی
عبث ہے کل کے لئے التوائے مشقِ خرام
قیامت آج ہی کیوں فتنہ گر نہیں ہوتی
نہ کیوں ہو محویتِ جلوہ میں رقامت گم
وہاں کسی کی کسی کو خبر نہیں ہوتی
جو ان سے دور ہے اس کے لئے ہیں چشم براہ
ہم ان کے پاس ہیں ہم پر نظر نہیں ہوتی
ہماری عمر کی گھڑیاں تو گھٹتی جاتی ہیں
نہ ہو جو ہجر کی شب مختصر نہیں ہوتی
سرِ نیاز سے کیا جائے شوق پامالی
کہ آمد ان کی سوئے رہگذر نہیں ہوتی
اجل کو روکئے کیا کہہ کے ان کے آنے تک
کہ اب تو بات بھی اے چارہ گر نہیں ہوتی
وہ آگئے ہیں تو آنسو ضرور پوچھیں گے
اب آنکھ کیوں مری اشکوں سے تر نہیں ہوتی
دمِ وداع مرے گھر سے جب وہ جاتے ہیں
قیامت آتی ہے اس دن سحر نہیں ہوتی

کمال بے ہنری سے غنی ہوں میں احسن
مجھے ضرورتِ عرضِ ہنر نہیں ہوتی

(بہ عنایت انصاری بدایونی)

ناشناسائی بھی ان سے ہے شناسائی بھی

منزلِ عشق میں ذلت بھی ہے رسوائی بھی
دشت گردی بھی ہے اور بادیہ پیمائی بھی
دیکھکر شوخیٔ رفتارِ بتِ محشر خرام
ہو گئی بھول گئے آہوئے صحرائی بھی
بانکپن حسن کی توقیر بڑھاتا ہے مگر
سونے پر اور سہاگہ ہے خود آرائی بھی
میں وہ مجنوں ہوں وہ دیوانہ ہوں وہ وحشی ہوں
بچ کے چلتے ہیں مرے سائے سے سودائی بھی
میرے اور ان کے تعلق سے تمہیں کیا مائل
ناشناسائی بھی ان سے ہے شناسائی بھی

ہندوستان کے زمانۂ حال کے بندرگاہ

(از جناب لالہ کرشن چندر)

(نمبر ۲)

رسالہ رہنمائے تعلیم کے ناظرین کرام نے پچھلے مضمون میں یہ پڑھ لیا ہوگا کہ قدیم ہند میں بھی اچھے اچھے کئی بندرگاہ تھے اور اُن کے ذریعے اہل ہند دوسرے ممالک کو اپنا تجارتی اسباب بھیجا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ قدیم اہل ہند فنِ جہاز رانی میں بھی ماہر تھے۔ اب ہم اِس مضمون میں ناظرین کی تفننِ طبع کے لئے ہند کی موجودہ بندرگاہوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مغرب سے شروع ہو کر اگر ہم ساحل کے ساتھ ساتھ مشرق کو جائیں تو ہمیں کراچی۔ کچھ۔ بمبئی۔ مدراس کوچین۔ کلکتہ اور رنگون کے بندرگاہ ملتے ہیں۔ یہ بندرگاہ مختلف ممالک کے لئے ہر وقت اپنے دروازے کھولے ہوئے ہیں۔ نہ معلوم کتنی حکومتیں اور سلطنتیں اِس عظیم ترین ملک میں قائم ہوئیں۔ عروج پکڑا۔ اور آخر تباہ ہو گئیں۔ لیکن یہ ملک اور اُس کی بندرگاہیں اُسی طرح سے قائم ہیں۔ اِن بندرگاہوں پر سرکار ہند کی بڑی سخت نگرانی رہتی ہے۔ کیونکہ کسٹم ڈیوٹی سے سرکار کو کروڑوں روپیہ کی ہر سال آمدنی ہوتی ہے۔ اگر آج اِن بندرگاہوں کو بند کر دیا جائے۔ تو ملک ہند کامل طور پر دیگر ممالک سے الگ ہو جائیگا جس کا نتیجہ نہ معلوم اچھا ہو یا بُرا۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اِن بندرگاہوں پر ہندوستان کی ترقی یا تنزل کا بڑا دار و مدار ہے۔

کلکتہ

کلکتہ کا بندرگاہ ہگلی ندی کے بائیں کنارے سمندر سے ۸۲ میل پر واقع ہے۔ کلکتہ ہندوستان کا بہت مشہور اور شاندار شہر ہے۔ یہاں مختلف ممالک کی اشیاء جہازوں میں آ کر اُترتی ہیں۔ یہ شہر یا بندرگاہ بہت قدیم نہیں بلکہ صرف اڑہائی صدیوں سے بسا ہے۔ ۱۹۲۱-۲۲ء میں یہاں کل ۱۲۶۲ جہاز آئے اور اُن میں سے کل ۷۰۲۴۵۴۱ ٹن وزنی اسباب اُتارا گیا۔ اِس بندرگاہ کا انتظام ۱۸۷۰ء کے ایک قانون کے مطابق ایک کمیشن کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اِس وقت اِس کمیشن میں ایک پریذیڈنٹ ایک وائس پریذیڈنٹ اور سترہ کمشنر ہیں جو مختلف تجارتی سوسائٹیوں کی طرف سے چُنے گئے ہیں۔ اِن کمشنروں کے

فرائض اور حقوق ۱۸۹۰ء کے کلکتہ پورٹ ٹرسٹ ایکٹ کے مطابق ہیں۔ یہ پورٹ ٹرسٹ بندرگاہ کی معمولی چنگی کی آمدنی کا حساب رکھتا ہے۔ اس آمدنی کا کچھ حصہ مندرجہ ذیل اعداد سے لگتا ہے۔

۱۹۱۳-۱۴ء میں ایک کروڑ ۱۵ لاکھ ۲۸ ہزار ۴ سو پینتیس روپے۔

۱۹۲۹-۳۰ء میں ۲ کروڑ ۲۶ لاکھ ۲۶ ہزار ۴ سو بائیس روپے۔

۱۹۳۰-۳۱ء میں ۲ کروڑ ۸۲ لاکھ ۳۷ ہزار ۴ سو ساٹھ روپے۔

۱۹۳۱-۳۲ء میں ۲ کروڑ ۶۷ لاکھ ایک ہزار ۴ سو نز بیٹھ روپے۔

ان اعداد وشمار کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۰ء تک تو بندرگاہ کی آمدنی بڑھتی رہی لیکن بعد میں دو سالوں میں گرتی گئی۔ اور اس کی وجہ تجارت کی کساد بازاری ہے۔ اور ساتھ ہی چیزوں کی قیمتوں میں کمی۔

کلکتہ کی بندرگاہ کا ہندوستان کی درآمد و برآمد میں بہت بڑا حصہ ہے۔ یہاں ہر سال مال بہت زیادہ مقدار میں چڑھتا اور اُترتا ہے۔ مال رکھنے کے لئے پورٹ ٹرسٹ کے افسروں نے تیل چمڑے اور غلے وغیرہ کے کتنے ہی گوداموں کا انتظام کیا ہوا ہے۔ ان میں چائے گودام کا رقبہ ہی تیس لاکھ چار ہزار مربع فٹ ہے۔ اس کے علاوہ چمڑے کا گودام بھی دس لاکھ مربع فٹ میں بنا ہے۔ اس طرح سے بندرگاہ کے نزدیک کتنے ہی گودام ہیں۔ جن میں مال بحفاظت رکھا رہتا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں کلکتہ کی بندرگاہ سے مال کی درآمد و برآمد حسب ذیل تھی۔

کوئلہ ۲۵۹۵۹۱۲ ٹن	کچی دھاتیں ۱۰۸۴۷۶ ٹن
گیہوں اور بیج ۳۹۴۳۶۵ ٹن	ٹاٹ ۴۰۰۹۲ ٹن
جوٹ ۶۶۵۲۵ ٹن	چاول ۴۳۲۲۷ ٹن
چائے ۱۰۲۶۰۲ ٹن	چمڑا ۱۶۵۷۶ ٹن
چپڑا لاکھ ۲۷۱۹۹ ٹن	

ہندوستان میں آنے والے مال کا زیادہ تر حصہ کلکتہ میں ہی اُترتا ہے۔ ۱۹۳۱-۳۲ء میں یہاں ۲۸۰۲۲۴ ٹن مال کی کھپت ہوئی۔

اس سال بندرگاہ میں آنے والے کُل انگریزی جہاز ۱۴۵ تھے۔ اور باقی سلطنتوں کے جہاز ۴۵۵ تھے۔ ہگلی دریا کا پانی جہازوں کے ٹھہرنے کے لئے اتنا گہرا نہیں۔ پھر بھی یہاں کی تجارت بہت زیادہ ہے

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل حکم نہیں ہوگی۔

بمبئی

بمبئی ملک ہند کا ایک طرح سے سمندر کا دروازہ ہے۔ یہاں سے لوگ یورپ جاتے اور واپس لوٹتے ہیں یہ دُنیا کی نہایت اعلےٰ بندرگاہوں میں سے ایک ہے۔ جتنی حفاظت اور آرام سے جہاز اس بندرگاہ پر ٹھہر سکتے ہیں۔ اور کسی بندرگاہ پر نہیں ٹھہر سکتے۔ مغربی ممالک کی تجارت بھی زیادہ تر اسی بندرگاہ سے ہوتی ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۷۴ مربع میل ہے۔ بندرگاہ میں داخل ہونے کا راستہ جنوب مغرب سے ہے۔ اس کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲ میل ہے۔ اور چوڑائی شرقاً غرباً ۶ میل۔ بندرگاہ میں پانی کی گہرائی ۲۲ فٹ سے ۴۴ فٹ تک ہے۔ رات کے وقت بندرگاہ بجلی کی روشنی میں جگ مگ جگ مگ کرتا رہتا ہے۔ یہاں بے تار برقی کی خبروں کا بھی بہت اچھا انتظام ہے۔ یہ بندرگاہ ۱۸۶۱ء سے استعمال ہو رہا ہے۔ اور پورٹ ٹرسٹ بھی اُسی وقت سے اس کے انتظام کے لئے قائم ہے۔ یہاں بھی مال اُتارنے کے لئے بڑے بڑے گودام اور جہازوں کے لنگر ڈالنے کے لئے اعلےٰ گھاٹ بنے ہیں۔ ۱۸۷۳ء سے اس وقت تک اس بندرگاہ کو بنانے اور ٹھیک رکھنے کے لئے ۴۲ کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ گوداموں میں مال کسی وقت تک بھی رکھا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُن گوداموں تک ریل کا تعلق بھی ہے۔ جس کے سبب مال کے لانے اور لیجانے میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ مال کو چوری سے بچانے کے لئے ٹرسٹ کے افسروں نے بہت اعلےٰ انتظام کیا ہے۔ اور گورنمنٹ نے بھی ان کے کام کی تعریف کی ہے۔

سمندری مسافروں کا آنا جانا (BALLARD PIER) سے ہوتا ہے۔ یہاں پر جہازیوں کے آنے جانے کے لئے ہر ایک طرح کا آرام پہنچانے کا انتظام ہے۔ ان کے سامان چڑھانے اور اُتارنے میں بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ہر ایک مسافر چنگی خانہ سے ایک گھنٹہ کے اندر اندر اپنا سامان لے سکتا ہے۔ افسروں کی اُن کے مال پر پوری پوری نگرانی رہتی ہے۔ ان سمندری سفر کرنے والوں کی تعداد ہر سال ایک لاکھ سے زائد ہو جاتی ہے۔ (BALLARDPIER) سے ہی بدیشی ڈاک جاتی ہے۔ کراچی کو چھوڑ کر ہندوستان کے سب بندرگاہوں میں سے یہ بندرگاہ یورپ کے نزدیک تر ہے۔ اور اسی لئے ممالک غیر کو جانے والے مسافر اس بندرگاہ سے چڑھتے اُترتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں سے روئی۔ افیم۔ گیہوں۔ تل وغیرہ کی بھی برآمد ہوتی ہے۔ اس بندرگاہ کے نزدیک علاقوں میں روئی بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تیل رکھنے کے لئے ٹنک بھی ۴۶ ایکڑ زمین پر گودام بنے ہیں۔ جن میں ٹنک ۲۷۰ لاکھ من ہر سال آتا ہے۔ اور یہاں سے اندرونی علاقہ میں بھیج دیا جاتا ہے

اِس بیوپار میں ہر سال ترقی ہو رہی ہے۔ یہ مقام مغربی علاقہ کے لئے تیل اُتارنے کا سب سے بڑا بندرگاہ ہے۔ پورٹ ٹرسٹ کاروئی کا محکمہ بھی کوئی کم ضروری نہیں یہ محکمہ ۱۹۲۷ء میں شروع ہوا تھا۔ اِس پر اِس وقت تک ۱۵ لاکھ پونڈ سے زیادہ خرچ آچکے ہیں۔ ۱۲۷ ایکڑ زمین پر اِس مال کو بحفاظت رکھنے کے لئے گودام بنے ہیں۔ اناج رکھنے کے گودام بھی ۸۰ ایکڑ زمین پر بنے ہیں۔ اور مال رکھنے کے لئے ۱۵ لاکھ مربع فٹ ہے۔ اِن گوداموں کے ساتھ ریلوے لائن اور خوبصورت سڑکوں کا انتظام ہے۔ جن کے ذریعے مال کسی اندرونی علاقہ کو بآسانی لے جایا جاسکتا ہے۔ اِن کے علاوہ بمبئی میں کتنے ہی مختلف قسم کے کارخانے بنے ہیں

پورٹ ٹرسٹ بندرگاہ پر آئے ہوئے مال کے مطابق محصول لیتا ہے۔ نہ اُس کی قیمت کے مطابق۔ اِس بندرگاہ سے تقریباً ۲۸۵ کروڑ روپیہ کی سالانہ تجارت ہوتی ہے اور اِس تجارت میں انگلستان کا ۲۸ فی صدی جاپان کا ۴ ۲ فی صدی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ۱۱ فی صدی اور باقی یورپین ممالک کا ۷ ۲ فیصدی حصّہ ہے۔ بمبئی روئی کی تجارت کا مرکز ہے۔ یہاں مختلف قسم کے بیجوں اور تیل کا بھی بڑا بیوپار ہے۔ ٹاٹا کمپنی تمام بمبئی شہر میں بجلی کا انتظام کرتی ہے۔ اور اِس بجلی کی مہربانی سے ہی شہر دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

کیونکہ خود ہندوستان میں ہی کپڑا تیار کرنے کے کارخانے کھل چکے ہیں۔ اور کھل رہے ہیں۔ اِس لئے کپڑے کی درآمد میں بہت کچھ کمی ہوگئی ہے۔ پھر بھی امریکہ انگلستان اور جاپان سے ہر سال کافی مقدار میں آتا ہے۔ لیکن دیگر اشیاء کی نسبت تیل کی درآمد بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۳۳ء میں تقریباً ۱۲۵۰۰۰۰ ٹن تیل آیا تھا۔ موٹروں کی درآمد بھی پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور پچھلے سال ۲۵۰ کروڑ روپے کی موٹریں آئی تھیں۔ آج کل تجارت کی کساد بازاری کے سبب پورٹ ٹرسٹ کی آمدنی میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔ اِس لئے اُسے اپنے خرچ میں کمی کرنی پڑیگی۔

مدراس

مدراس ہندوستان کا تیسرے نمبر پر سب سے بڑا شہر ہے۔ یہاں کی بندرگاہ بڑی خوفناک ہے۔ اور خطرناک ہے۔ اِس لئے بمبئی اور کلکتہ جیسی ترقی نہیں کر سکا۔ بندرگاہ کا رقبہ تقریباً ۲۰۰ ایکڑ ہے۔ اِس بندرگاہ میں داخل ہونے کا راستہ شمال مشرق کی جانب سے ۵۰۰ فٹ چوڑا ہے۔ یہاں سمندری لہروں کی اُٹھان کے ساتھ پانی کی گہرائی ۳۷ فٹ رہتی ہے۔ ہر ایک موسم میں جہاز یہاں آجاسکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اپریل جون اور اکتوبر کے مہینوں میں جب طوفان آتے ہیں تو سٹیمروں کے لئے آنا جانا سہل نہیں ہوتا اِس بندرگاہ کے ساتھ ریڈیو کا بھی انتظام ہے۔ گورنمنٹ کا اپنا ریڈیو سٹیشن بھی ہے۔ جہاں سے

تجارتی اور موسمی خبریں ہر جانب بھیجی جاتی ہیں۔ بندرگاہ میں میٹھے اور پینے کے قابل پانی کا اعلےٰ انتظام ہے۔ اس سے جنوب کی جانب کوئلے کا ایک بہت بڑا ذخیرہ رہتا ہے۔ جس میں ۲۲۰۰۰ ٹن کوئلہ آسکتا ہے۔ اس جگہ سے کچھ اور دُور ۱۲ ایکڑ کے رقبہ میں ایک تالاب بنایا گیا ہے۔ جس میں آئے ہوئے لکڑی کے شہتیر تیرتے رہتے ہیں۔

۱۹۲۰-۲۹ء میں یہاں کل ۹۰۰ سٹیمر آئے تھے۔ جن میں لگ بھگ ۲۷۰۰۰ ٹن مال اور اسباب کی بھرتی تھی اس طریقہ سے اس بندرگاہ سے ہر سال تقریباً ۲ کروڑ تین لاکھ پونڈ کا بیوپار ہوتا ہے۔ یہاں کی درآمد میں زیادہ تر حصّہ ریل اور مکان بنانے کا سامان۔ دیا سلائی، دھاتیں، شراب، تمباکو، لوہا، موٹر، سائیکل۔ تیل کاغذ، صابن، چینی، کوئلہ۔ کھڑکیوں کے شیشوں کا ہے۔ کل ملا کر ۱۱ لاکھ ٹن وزن مال کی آج کل درآمد ہوتی ہے۔ یہاں سے باہر جانے والی اشیاء میں روئی۔ چمڑا۔ ارنڈ۔ مونگ پھلی۔ بنینی تیل۔ ربڑ۔ چائے۔ نمک اور ایلومینیم وغیرہ ہوتی ہیں۔ ان سب کو ملا کر قریب ۵ لاکھ ٹن وزن کی اشیاء باہر جاتی ہیں۔

اس بندرگاہ کا انتظام مدارس پورٹ ٹرسٹ ایکٹ ۱۹۰۵ء کے مطابق ہوتا ہے۔ مختلف تجارتی انجمنوں کی جانب سے ۱۵ آدمی منتخب ہوتے ہیں۔ اُن کے علاوہ گورنمنٹ اپنی جانب سے پریذیڈنٹ مقرر کرتی ہے۔ اس بندرگاہ کو قدرت نے وہ آسانیاں بہم نہیں پہنچائیں جو کلکتہ اور بمبئی کو حاصل ہیں اس کا مستقبل بھی اتنا شاندار نہیں جتنا ان دوسرے بندرگاہوں کا ہے۔

کوچین

کوچین آج سے صرف دس سال پیشتر ایک غیر معروف اور نامعلوم بندرگاہ تھا۔ اگر کوئی جہاز یہاں آتا بھی تھا تو بندرگاہ کے مقام سے تین میل دُور لنگر انداز ہوتا تھا۔ اور اگر موسم زیادہ خراب نہ ہؤا تو کسی نہ کسی طرح مال و اسباب اُتار سکتے تھے۔ اس لئے ان دنوں کی تجارت نے بھی کوئی ترقی نہیں کی۔ لیکن آج کل بندرگاہ پہلے سے بالکل مختلف ہے۔ اب بڑے سے بڑا جہاز بڑی آسانی سے آجا سکتا ہے۔ اور موسم کی خرابی یا سمندر میں طوفان کا اب اُسے کوئی ڈر نہیں۔ تجارتی ترقی کے ساتھ خرچ بھی آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے بندرگاہ کا مقام نہایت اعلےٰ ہے۔ ۱۲۵ میل کے گھیرے میں تمام دُنیا کے جہاز نہایت آسانی سے اِدھر اُدھر آجا سکتے ہیں۔ اور دنیا کے ہر ایک ملک کا مال باسانی منگوایا جا سکتا ہے۔ کوچین بمبئی سے ۸۰۰ میل جنوب کی جانب واقع ہے۔ اور اگر بمبئی سے مدراس کوراس کماری سے ہوتے ہوئے جائیں تو ہمیں راستہ میں یہی اچھی بندرگاہ ملیگی۔ اس بندرگاہ کے نزدیک علاقوں میں ناریل۔ چائے۔ قہوہ اور ربڑ وغیرہ بہت ہوتا ہے

مغربی گھاٹ کی پہاڑیوں پر یورپین لوگ کافی تعداد میں بستے ہیں۔ اور ان لوگوں کے یورپ جانے کے لئے یہ بندرگاہ نزدیک تر ہے۔ کچھ دنوں پہلے اس بندرگاہ کو جوار بھاٹا کے سبب پانی بڑی تکلیف دیتا تھا۔ اور ایسی حالت میں بندرگاہ کی حالت بہت ڈانواں ڈول ہو جاتی تھی۔ سمندر کی باڑھ میں بھاٹے کو کاٹ کر الگ کر دینا ایک نہایت مشکل کام تھا۔ بدیں وجہ بندرگاہ زوال پذیر ہونے لگا تھا لیکن لارڈ ولنگڈن (موجودہ وائسرائے) نے جو اُن دنوں مدراس کے گورنر تھے، بہت کوشش کی چنانچہ اُن کے ہی نام پر . . . نام فرض مبانل بھاٹے کو کاٹنے والا لگا یا گیا ہے۔ اِس تل نے بہت جلد کوچین کی بندرگاہ کی مشکلات حل کر دیں۔ اور اسی کے سبب آج کوچین ایک نہایت اعلےٰ بندرگاہ بن چکا ہے۔

اِس وقت اِس بندرگاہ کی آمدنی کے حصہ دار۔ ریاست کوچین۔ ریاست ٹراونکور اور مدراس گورنمنٹ ہیں۔ یہ سب برابر کے حصہ دار ہیں۔ ان تینوں گورنمنٹوں نے ۱۹۴۲ء تک جتنا خرچ ہو اُس کے برابر تین حصّوں کی ذمہ داری لی ہے۔ اور بندرگاہ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی بحصّہ برابر۔ بندرگاہ کا تعلق ساؤتھ انڈین ریلوے سے ہے۔ اور اگرچہ ان دنوں بین الاقوامی تجارتی کساد بازاری ہے۔ پھر بھی اس بندرگاہ کی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جنگ عظیم سے پیشتر اِس بندرگاہ پر کل مال تین لاکھ پچاس ہزار ٹن اُترا تھا۔ لیکن ۳۰-۱۹۲۹ء میں یہ چار لاکھ پچاس ہزار ٹن ہو گیا۔ اور ۳۳-۱۹۳۲ء میں ۵ لاکھ ۹۰ ہزار ٹن ہو گیا ہے۔ اِس سال یعنی ماہ اپریل سے ماہ جولائی تک ۲ لاکھ پچاس ہزار ٹن سے بھی زیادہ مال آچکا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی ممالک غیر سے آنے والے جہازوں کی تعداد بھی بڑھنے لگی ہے۔ ۲۹-۱۹۲۸ء میں ان جہازوں کی تعداد ۲۸۲ تھی۔ ۳۳-۱۹۳۲ء میں ۶۱۵ ہو گئی۔ اِس بندرگاہ سے باہر جانے والی اشیاء میں زیادہ تر چائے۔ چٹائی۔ ناریل کا تیل۔ ربڑ۔ کاغذ۔ روئی۔ لکڑی۔ اورک اور سونٹھ ہے۔ اور برآمد زیادہ تر چاول۔ دھان مختلف قسم کے مٹی کے تیل۔ مشینیں اور کھانڈ وغیرہ ہیں۔ جیسے جیسے اِس بندرگاہ کی آمدنی بڑھتی جاتی ہے۔ ویسے ہی اِس آمدنی سے بندرگاہ کی اصلاح ہو رہی ہے۔ یہاں کوئلہ اور تیل آسانی سے مل سکتا ہے۔ بے تار برقی کا سلسلہ بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ اور روشنی کا انتظام بھی ہوتا جا رہا ہے۔ اِس بندرگاہ کی ترقی سے نہ صرف یہ کہ تجارتی ترقی ہوگی بلکہ اس کے ذریعے سمندری سفر کرنے والوں کو بھی بہت آرام ملیگا۔ سیر کرنے والے لوگوں کے لئے دُنیا کا ایک نہایت خوبصورت حصہ سیر کے لئے کھُل جائیگا۔ ۱۵۲۰ء میں واسکوڈےگاما کے کوچین پہنچنے کے وقت سے ہی مالابار کے خوبصورت نظاروں نے غیر ممالک کے لوگوں کو اپنی جانب مائل کر لیا تھا۔ اب تو یہاں بہت آسانیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہاں سے صرف تیس گھنٹوں کے سفر کے بعد سات ہزار فٹ بلند پہاڑیاں آجاتی ہیں اور صرف ایک رات سفر کرنے سے آدمی اوٹکمنڈ جا پہنچتا ہے۔ اور ... بندرگاہ کا مستقبل نہایت شاندار

ہے۔ اُمید ہے کہ جلد تر یہ بھی ہندوستان کے نہایت اعلےٰ بندرگاہوں میں شمار ہونے لگیگا۔

کراچی

کراچی سندھ کی راجدھانی اور ہندوستان سے یوروپ کو جانے کے لئے نزدیک تر بندرگاہ ہے۔ بمبئی سے عدن کا فیصلہ ۱۶۴۰ میل ہے۔ لیکن کراچی سے صرف ۱۴۵۰ میل ہے۔ بصرہ بھی بمبئی کی نسبت کراچی سے نزدیک ہے۔ اس بندرگاہ پر انگریزوں کی حکومت ۱۸۴۲ء میں قائم ہوئی اور اُسی وقت سے اس بندرگاہ کو ترقی دینے کے سامان ہونے لگے۔ اِس سے پیشتر تو اِس مقام پر کچّے مکانوں کا ایک چھوٹا سا قصبہ بنا تھا۔ اور بندر میں پانی بھی صرف ۱۰ یا ۱۲ فٹ گہرا ہوتا تھا جس میں جہاز آ جا نہیں سکتے تھے۔ انگریز بیوپاری ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ یہاں پہنچے۔ اور اُسی وقت سے یہاں کی تجارت آہستہ آہستہ ترقی کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۸ء میں یہ ایک مشہور شہر بن گیا اور آج یہ شہر بڑے بڑے شہروں اور بندرگاہوں کی تمام آسائشیں رکھتا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی بندرگاہ کے بیوپار میں بھی بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباس سے یہ امر اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ ۱۸۳۸ء میں اس بندرگاہ میں اکیس لاکھ روپیہ کی تجارت ہوئی۔ یورپین جنگ سے پہلے ۵۷ کروڑ ۸۵ لاکھ روپیہ کی تجارت۔

۱۹۲۴ء میں ۹۸ کروڑ ۸۵ لاکھ روپیہ کی تجارت۔

۱۹۲۹ء میں ۵۷ کروڑ ۲۸ لاکھ چالیس ہزار ۳۱۴ روپیہ کی تجارت۔

۱۹۳۱ء میں ۴۷ کروڑ ۹۹ لاکھ ۶۱ ہزار تیں روپے کی تجارت۔

۱۹۳۲ء میں ۴۵ کروڑ ۱۸ لاکھ ۵۳ ہزار ۵ سو ۷۴ روپیہ کی تجارت۔

۱۹۲۴ء کے بعد جو کمی واقع ہوئی ہے۔ اُس میں بندرگاہ کا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ بین الاقوامی کساد بازاری اور اشیاء کی قیمتوں میں کمی ہی ذمہ وار ہے۔ اِس وقت کراچی کی بندرگاہ کا تعلق نارتھ ویسٹرن ریلوے سے کراچی سے برآمد ہونے والی اشیاء میں زیادہ تر وہی چیزیں ہوتی ہیں۔ جو صوبہ پنجاب۔ سندھ۔ بلوچستان وغیرہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ گیہوں۔ روئی۔ اون۔ بنولے۔ چمڑا۔ ہڈیاں اور لاکھ وغیرہ ہیں۔ باہر سے آنے والی اشیاء میں اونی سوت۔ چینی۔ دھاتیں۔ مٹی کا تیل۔ پٹرول۔ کوئلہ وغیرہ ہیں۔ کراچی بہت سی صنعتوں کا گھر ہے اور وہاں کئی کارخانے چلتے ہیں۔ بمبئی اور بصرہ کے درمیان کراچی کے علاوہ کوئی اور بندرگاہ نہیں۔ اِس لئے اسے بہت ترقی ہو رہی ہے۔ اور اُمید کی جاتی ہے کہ ایک دن کراچی ہی مشرقی ایران سے لیکر مغربی صوبجات متحدہ تک کا مال اِدھر اُدھر بھیجیگا۔ عدن کے بہت نزدیک پہنچنے کے علاوہ دہلی اور شملہ

سے بھی یہ بندرگاہ نزدیک تر ہے - اس لئے اُمید واثق ہے کہ سمندری سفر کرنیوالے مسافر زیادہ تعداد میں یہاں سے آیا جایا کرینگے -

کچھ

کچھ ایک نہایت قدیم اور پُرانا گاؤں ہے - یونانی مصنفوں نے اپنی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے - تاریخی ثبوت شاہد ہیں کہ سکندر ۳۰۰ سال قبل مسیح یہاں آیا تھا - اِس بندرگاہ کے نزدیک کا علاقہ بہت سی اشیاء کا گھر ہے لیکن صد حیف کہ اسے کام میں لانے کی آسانیاں نہیں ہیں - اس لئے ملک کا بڑا حصّہ اس بندرگاہ سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا - پہلے اس علاقہ میں لوہا ڈھالنے کے کئی کارخانے تھے - رتنال کا مقام اس صنعت کا مرکز رہا ہے - لیکن آج یہ سب کچھ ایک خواب کی مانند ہے - آجکل کی فائدہ مند اشیاء نمک پھٹکڑی - مٹی کے کھولنے اور پتھر ہیں - اور ان معدودے چند اشیاء کے سبب کچھ نہ کچھ اب بھی بیوپار ہو رہا ہے - اِس کے علاوہ یہاں تانبے کی مشینیں بھی ہیں - جہاں لوگ کام کرتے ہیں - کچھ کپڑے کے کارخانے بھی ہیں - یہ کپڑے زنجبار اور جنوبی افریقہ کو بھیجے جاتے ہیں - یہاں کی نقاشی بھی بہت مشہور ہے - اور سب سے زیادہ بیوپار پھٹکڑی کا ہوتا ہے جس پر کچھ والوں کا بلاشبہ بلا شرکت غیرے اختیار ہے! ور اس سے فائدہ بھی پورا اُٹھایا جا رہا ہے یہاں کے گھوڑے بھی بہت مشہور ہوتے ہیں اور مختلف مقامات کو بھیجے جا رہے ہیں - مہاراجہ کچھ یہاں کی تجارتی ترقی کیلئے سندھ اور راجپوتانہ کو ریلوے کے ذریعہ ملا دینا چاہتے ہیں! ور ساتھ ہی یہاں ایک خوبصورت بندرگاہ بنانے کے لئے غور بھی ہو چکا ہے - لنڈن کے انجنیر سر جارج بوکنین (Sir George Buchannen) نے یہاں کی موجودہ بندرگاہ کا معائنہ کیا تھا - انہوں نے جوار بھاٹے کی زیادتی کے سبب زیادہ خرچ کرنا فضول سمجھا - اسلئے بندرگاہ کیلئے کنڈلا مقام منتخب ہوا ہے - یہاں جہازوں کے آنے اور جانے کی آسانی ہے - پانی میں بھاٹ بھی نہیں آتا - پانی کی گہرائی ۲۴ فٹ ہے - اِسلئے یہاں کا بندرگاہ بہت اچھا سمجھا جاتا ہے - اس مقام پر جہازوں کے آنے اور جانیکا دروازہ ۵۰۰ فٹ چوڑا ہے جس سے جہازوں کے آنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی - ابھی کنڈلا بندرگاہ کی تجارت ترقی پذیر نہیں ہوئی لیکن اسکے ملحقہ علاقہ جات بڑے سرسبز اور زرخیز ہیں اسلئے اُمید کی جاتی ہے - کہ مہاراجہ کچھ کی توجہ اور علاقہ کی زرخیزی کے سبب یہ بندرگاہ جلد ہی ضرور ایک بہت بڑا بندرگاہ بن جائیگا

مندرجہ بالا مضمون میں ہندوستان کی چند ایک مشہور بندرگاہوں کا ذکر کیا گیا ہے - لیکن اِس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے علاوہ اور کوئی بندرگاہ ہے ہی نہیں - چھوٹی چھوٹی بندرگاہیں اور بھی بہت سی ہیں - ان تمام بندرگاہوں کا ملک کی ترقی میں بڑا ہاتھ ہے - جتنے بندرگاہ زیادہ ہونگے اُتنی ہی ترقی ہوگی اور جس کا قبضہ اِن بندرگاہوں پر ہوگا ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور بھی اُس کے ہاتھ میں ہوگی +

(ماخوذ)

دوستی کا حق

(از پنڈت اندر جیت صاحب شرما چھرہ)

کیوں دشتِ زندگی میں پریشان ہے اے بشر کس کی ہے جستجو تجھے کس کی تلاش ہے
کس کے لئے تو ٹھوکریں کھاتا ہے دربدر فرقت میں کس کی تیرا جگر پاش پاش ہے
قربان ہوکے دوست کی تو جن صفات پر بیتاب ہوگیا ہے ملاقات کے لئے
تو اپنی ذات میں وہی پیدا صفات کر ہے دوستی کا حق ہی مساوات کے لئے

غزل

دید کے قابل تماشہ کوچۂ قاتل میں ہے تیر اُس کے ہاتھ میں ہے زخم میرے دل میں ہے
پھیر دے خنجر مرے قاتل خدا کے واسطے ایک مدت سے شہادت کی تمنا دل میں ہے
جوشِ وحشت میں جو دیکھا ساربان کو نجد میں قیس بولا کیا مری لیلیٰ اسی محمل میں ہے
ہجر میں افسوس کوئی پوچھنے والا نہیں شام ہی سے جانِ شیدائی بڑی مشکل میں ہے
کیا مقابل ہو تمہارے عارضِ پُرنور سے غور سے دیکھا تو اک دھبۂ کامل میں ہے

(سید [illegible] حسین [illegible])

جذباتِ گلچیں

کسی غریب کا جس سے کبھی بھلا نہ ہوا بھلا ہوا کہ وہ بندہ کہیں خدا نہ ہوا
ترے خیال سے دُنیائے دل رہی آباد جُدا بھی ہوکے تو ہم سے کبھی جُدا نہ ہوا
درِ کریم سے پھرتا ہے کون خالی ہاتھ مگر نصیب کہ بندہ کو کچھ عطا نہ ہوا
تمہاری راہ میں ہم مٹ گئے مگر ہم سے کبھی نیازِ محبت کا حق ادا نہ ہوا
قفس سے چھٹ کے خیالِ قفس ہے دامنگیر رہا بھی ہوکے اسیری سے میں رہا نہ ہوا
ترا کرم ہی سپر ہے ستم رسیدوں کی ترے سوا کوئی بیکس کا آسرا نہ ہوا
ترقیوں میں تو حد سے گذر گیا لیکن بشر بشر ہی رہا یہ کبھی خدا نہ ہوا
یہ رعبِ حسن کا عالم کہ تابِ دید نہ تھی
نگہ نگہ سے لڑانے کا حوصلہ نہ ہوا

([illegible] حسین [illegible])

بسلسلہ سابقہ

اِنقلاب

(از سید انور علی صاحب نقوی سکندر آبادی)

(نمبر ۳)

نوٹ:۔ اس مضمون کا حصہ نظم اس وجہ سے بجنسہ شائع کیا جاتا ہے کہ ایک تو واقعہ نگاری کے لئے تسلسل قائم رکھنا ضروری ہے۔ انتخاب کی صورت میں یہ تسلسل قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ دوسرے یہ خیال بھی مدِ نظر ہے کہ شاعر کے فکرِ سخن اور اس کی طبیعت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ (جوش ملسیانی)

کہاں لکھنؤ کا شاہی محل (قیصر باغ) کہاں کلکتہ کے فورٹ ولیم کا ایک تنگ مکان۔ کہاں شانِ امیری کہاں یہ حالتِ اسیری۔ کہاں اودھ کی تاجداری۔ کہاں اس وقت کی مجبوری و لاچاری۔ حکومت کے عوض حراست شاہی و آزادی کے بدلے بربادی جس شخص کے ہزاروں پہرہ دار ملازم ہوں۔ وہ اب خود پہرہ داروں کی نگرانی میں ہو

؎ زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے؟

غرضیکہ بگھی میں سوار ہو کر گورہ فوج کی نگرانی میں قلعہ فورٹ ولیم میں داخل ہوئے۔ اب قبل اس کے کہ اندر کے مکان سکونتی کا ذکر کیا جائے۔ لکھنا بے جا نہیں کہ یہی شاہ جمجاہ تھے کہ جب گورنر جنرل بہادر پنجاب اور روہیلکھنڈ کا دورہ کر کے فرخ آباد سے کانپور بر لبِ گنگ پہنچے۔ اور واجد علی شاہ مرحوم کو اطلاع دی گئی۔ اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا گیا۔ تو شاہ موصوف نے بہ طیبِ خاطر گورنر جنرل بہادر کے استقبال کے لئے لکھنؤ سے قصدِ روانگی کیا۔ اور لکھنؤ سے کانپور کی طرف تا لبِ گنگ اپنے علاقہ میں استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت کی روانگی اور آج قلعہ فورٹ ولیم کی روانگی میں زمانہ کے انقلاب کو دیکھئے۔ چنانچہ شیخ غلام حیدر المتخلص بہ صغیر نے اس شاہانہ سواری اور استقبال کو یوں نظم کیا ہے۔

(۱) یہ سُن کر کہا شاہ نے حکم دو　　سویرے سے کل فوج تیار ہو
(۲) مُغرق بہ زر ہوں ملازم تمام　　زر اندود ہوں جامۂ خاص و عام
(۳) کہ کل صبح کو شاہ ہونگے سوار　　کہا افسروں سے رہیں ہوشیار
(۴) وہ سامان تا نصف شب ہو گیا　　کوئی سو کے جاگا کوئی سو گیا
(۵) اُٹھے دو گھڑی شب سے جاگ کر تمام　　لئے سب نے گھوڑے چڑھا کر لگام

(۶) گجر بجتے بجتے کسے زینِ زر   کسے زینِ زر سب نے باندھی کمر

(۷) کہیں فیلباں فیل کسنے لگے   بہ سرعت بہ تعجیل کسنے لگے

(۸) ہوئی فوج میں بھی کمربندیاں   جوانوں نے پہنیں نئی وردیاں

(۹) سپیدہ سحر کا جو پیدا ہوا   تو سامانِ لشکر ہویدا ہوا

(۱۰) جمی تھیں جو میدان میں پلٹنیں   چکاچوند تھا چشمِ خورشید میں

(۱۱) چمکتے تھے رختِ تنِ خاص و عام   وہ زربفت کی وردیاں تھیں تمام

(۱۲) سوارانِ انگلش تھے سب دس ہزار   سراپا لباس اُن کا تھے زرنگار

یہ دس ہزار انگریزی سوار واجد علی شاہ کی فوج میں تھے۔

(۱۳) ہر اک کے تھی تلوار زیبِ کمر   کہ تھا غاشیہ تھامے دستِ ظفر

(۱۴) برابر تھے پہلو سے پہلوئے اسپ   دُم اسپ میں تھے نہاں روئے اسپ

(۱۵) ہزاروں زرہ پوش بھی تھے سوار   کہ دیوارِ رویں تھی وہ آشکار

(۱۶) امیروں کی اُس دن عجب شان تھی   کہ خود خوشنمائی بھی قربان تھی

(۱۷) سراپا وہ پہنے تھے ملبوسِ زر   کوئی شے تھی پُر زر کوئی پُر گہر

(۱۸) ندیموں کے کچھ اور ہی رنگ تھے   لباسِ زری جسم میں تنگ تھے

(۱۹) عنایت ہوئے تھے انہیں تاجِ زر   مع تاج سب تھے وہ زریں کمر

(۲۰) وزیر المالک تھے حضرت[لہ] کے پاس   مغرق جواہر میں تھا سب لباس

(۲۱) مثالِ مہ و مہر مندیل تھی   وہ محرابِ دولت کی قندیل تھی

(۲۲) خراساں کی تھی تیغ زیرِ کمر   لٹکتی تھی قبضے میں سلکِ گہر

(۲۳) بدلتے تھے پوشاک حضرت جہاں   ہزاروں لگی تھیں وہاں کشتیاں

(۲۴) دُر آگیں قباؤں میں بیلیں وہ تھیں   کہ تھی کہکشاں کی بنت شرمگیں

(۲۵) ٹکے تھے برابر سے دُرِ ثمیں   مع پردہ و دامن و آستیں

(۲۶) بہت عمدہ پوشاک تھی اطلسی   وہ اطلس تھی پھولوں میں اپنی بسی

(۲۷) کیا زیبِ تن بادشاہ نے لباس   کہ تھے جس میں لعل و گہر بے قیاس

(۲۸) جواہر گلے میں پڑے دل پسند   بندھے ہر جگہ نورِ تن دست بند

(۲۹) جواہر جڑے تھے عجب تاج میں   گلابی تھے الماس سب تاج میں

لہ یعنے بادشاہ

(۳۰) جام اصفہانی تھی زیب کمر — نہ تھی تیغ تھا وہ ہلالِ ظفر
(۳۱) نگینِ جواہر تھا پاپوش میں — لیے تھے قدم حشمت آغوش میں
(۳۲) جلوخانے میں سب کو تھا انتظار — نظر سوئے دروازہ تھی بار بار
(۳۳) گورنر کی جانب سے باگیں اُٹھائے — کئی ذی شرف شہ کو لینے کو آئے
(۳۴) یکایک ہُوا غل ہوادار لاؤ — پکارے مکاں دار پردہ اُٹھاؤ
(۳۵) لیا چتر بردار نے چترِ زر — بڑھے مردمِ چند لے کر چنور
(۳۶) ہوادار حاضر ہُوا قُربِ در — تجمّل سے حضرت ہوئے جلوہ گر
(۳۷) ولیعہد و جنرل ہمراہ تھے — ہوادار اُن کے پسِ شاہ تھے۔
(۳۸) ندیموں کے ہالے میں تھا بادشاہ — ستاروں میں تھا جلوہ افروز ماہ
(۳۹) برآمد ہوئے بادشاہِ جہاں — ہوئی شوکتِ شاہ جہانی عیاں
(۴۰) سب ارکانِ دولت تھے حاضر جہاں — لگا تھا وہاں ایک تختِ رواں
(۴۱) وہیں پر ہوادار لائے کہار — ہوئے شاہ چترِ رواں پر سوار
(۴۲) بڑھا اُس جگہ سے جو تختِ رواں — تو چلنے لگی توپ چھایا دھواں
(۴۳) تُرم اور طنبور بجنے لگے — بگل حسبِ دستور بجنے لگے
(۴۴) بڑھے آگے ماہی مراتب کے فیل — کہ اقبال و شوکت کی تھی وہ دلیل
(۴۵) کئی مورچے تھے لٹکتے ہوئے — جواہر تھے اُن پر چمکتے ہوئے
(۴۶) کئی اور بھی تھے برابر نشان — بلند اُن کے پرچم تھے تا آسماں
(۴۷) کئی سو نظر آئے اُشتر سوار — زری کی تھی پوشش زری کی مہار
(۴۸) رسالوں کے آگے تھے کتنے سوار — عجب لطف کی آ رہی تھی بہار
(۴۹) جڑاؤ زر اندود سکھ پال تھے — نگیں ہائے یاقوت سے لال تھے
(۵۰) چھتوں پر کلس کی جگہ تاج تھے — عوض چوب کے تختۂ عاج تھے
(۵۱) نہ تھا پالکی نالکی کا شمار — مُغرّق بہ زر تھے ہزاروں کہار
(۵۲) سنہری تھے بھالے سنہری تھے بان — سواری کے آگے بہت سے نشان
(۵۳) پُلِ کنگ پر جب گئے بادشاہ — نصاریٰ نے اپنی اُتاری کلاہ

یہ نظم بہت طویل ہے۔ اوّل بادشاہ کی گورنر جنرل بہادر سے ملاقات اور بادشاہ کا استقبال۔ پھر گورنر جنرل

کا کانپور سے لکھنؤ آنا۔ اور واجد علی شاہ مرحوم کا مہمان ہونا۔ الغرض مطلب یہ ہے کہ جو بادشاہ اس شان و شوکت کے ساتھ گورنر جنرل سے ملنے جائے۔ اور اُس کے استقبال کا یہ اہتمام ہو۔ آج وہی بادشاہ صرف گورہ پلٹن کے معمولی دستے کی حفاظت میں ایک بگھی پر قلعہ فورٹ ولیم میں علی الصباح جا رہا ہے۔ نہ کچھ رفعت و شان نہ کچھ تو زک و احتشام نہ ہاتھی نہ گھوڑے نہ نقیب نہ پھریرے نہ تبل و علم۔ ہاں طرح طرح کے غم۔ نہ چوبدار نہ سوار بلکہ جگر غم سے داغدار۔ گہر ہائے آبدار کی جگہ چشم اشکبار۔ یہی حال اس فلک کج رفتار اور دُنیائے ناپائدار کا ہے۔ بمصداق ابیاتِ ذیل۔

دوراں کہ بصد طلسم سازیست — در پردہ او ہزار بازیست
از پردۂ ایں طلسم خانہ — صد رنگ بر آورد زمانہ
ایں بادہ کہ روزگار دارد — یک مستی و صد خمار دارد

حاصل کلام آپ کے ہمراہ اگرچہ بہت سے متوسلین چلنے کو تیار ہوئے۔ مگر چند خاص مصاحبین و ملازمین اور خدمت گاران کے سوا کسی کو اجازت نہ ملی۔ اب مکانِ سکونتی کا حال سُنئیے۔ قلعہ کے دروازہ پر ایک بالاخانہ تھا۔ پہلے تو چند روز وہاں قیام ہوا۔ جب پہلے سے کوئی شاہانہ مکان موجود ہی نہ ہو۔ تو بادشاہ کہاں رہئے۔ فورٹ ولیم میں دہلی لکھنؤ ایسے شاہی مکان تو تھے ہی نہیں۔ یا گوروں کی بارکیں تھیں۔ یا گردبیشہ کے مکانات گودام اور دفتر۔ یا افسرانِ فوج کے دو چار بنگلے۔ غرض آٹھ دس دن کے بعد دروازہ کے بالاخانہ سے قلعہ کے وسط کے بنگلے میں بھیجدئے گئے۔ اور گورنر جنرل کا محبت نامہ بھی پہنچا۔ کہ آپ کو حتی الوسع کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ مگر غدر کے فرد ہونے تک آپ کا یہاں رہنا ضروری ہے۔ تاکہ مفسدہ پرداز آپ کو اپنے ساتھ ملا کر آپ کے لئے خطرہ اور ہلاکت کا باعث نہ ہوں۔ چنانچہ اس کوٹھی میں غدر کے ایام پورے کرنے پڑے۔ اکثر خاص مصاحبین بھی اس قید سے (جس میں باہر جانے کا حکم نہ تھا) تنگ آکر اور مختلف بہانے بنا بنا کر قلعے سے نکل گئے۔ اور بادشاہ کی تنہائی اور دل جوئی کا مطلق خیال نہ کیا۔ حتیٰ کہ خاص حکیم شاہی طبیب الدولہ بھی باوجود بادشاہ کے اصرار کرنے کے بادشاہ کے پاس نہ ٹھیرے۔ اور قلعہ سے نکل کر مٹیا برُج میں مقیم ہوگئے۔ ہر چند بادشاہ نے بہت کچھ بہ منت کہا سُنا۔ مگر اس قید میں وہ بھی ساتھ نہ دے سکے۔ اور کچھ عرصہ مٹیا برُج میں رہ کر اور ایک خواص کو اپنے ساتھ لیکر اپنے وطن فیض آباد کو چلے گئے۔ سچ ہے مصیبت اور تکلیف کے وقت اپنے قدیم آقا کا ساتھ دینا اور ایسی حالت میں ساتھ رہنا بڑی جوانمردی کا کام ہے چنانچہ واجد علی شاہ مرحوم نے طبیب الدولہ حکیم کے اس طرح چلے جانے پر ایک منظوم خط حکیم موصوف کو لکھا ہے۔ جو آئندہ قسط میں ہدیۂ ناظرین رہنمائے تعلیم کیا جائے گا +

عہد گذشتہ کی چہ میگوئیاں

(از خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی)

زمانہ شاہی میں اس قدر لوگ بھولے ہوتے تھے کہ اُن کی فیاضیاں دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ جو بات تھی۔ جو فعل تھا۔ بدعت حسنہ سے خالی نہ تھا ہر قصہ اور ہر کہانی میں ایک نصیحت تھی ایک سبق تھا۔ بچوں سے جو کہانیاں کہی جاتی تھیں ان میں بھی گہری اخلاقی نصیحت ہوتی تھی۔ جو کھیل تھے مفید جو کام تھا نتیجہ خیز ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو بڑا کارنامہ ہے عام فیاضیاں ایسی تھیں کہ سُننے والے کو یقین نہیں آسکتا۔

نصیر الدین حیدر بادشاہ کے زمانے میں چوپٹیون کے قریب ایک رنگریز تھا جس کا نام گاما تھا۔ اور نواب قدسیہ محل کی پوشاک رنگنے پر ملازم تھا۔ اس غریب کے ایک لڑکی تھی جس کی ماں مرچکی تھی۔ جب وہ جوان ہوئی تو اُس کی شادی کا پیام فیض آباد سے آیا۔ بات اچھی جگہ کی تھی سب نے پسند کی منگنی ہوگئی تو لڑکے والوں نے گاما سے تقاضا کیا کہ اب شادی کی تاریخ مقرر کردو۔ کب تک لڑکی کو بیٹھا رکھوگے! اس نے خیال کیا کہ گھر سے لڑکی چلی جائیگی تو گھر سُونا ہوجائیگا۔ اس لئے ابھی برس دو برس ٹالو۔ کہا میں سامان کی فکر میں ہوں۔ بندوبست ہوجائیگا۔ تو شادی کردوں گا۔ دولھا والوں نے کہا۔ ہم سامان نہیں چاہتے۔ خُدا نے ہم کو چار پیسہ دیئے ہیں۔ لڑکی کی تقدیر سے سامان بہت کچھ ہوجائے گا۔ ہم کو صرف لڑکی چاہئے تم تو شاہی ملازم ہو۔ کیا کچھ تمہارے گھر میں نہ ہوگا؟ کہنے لگا خدا کا دیا اور سرکار کی پرورش سے سب کچھ موجود ہے۔ مگر میرا اس کے سوا کون ہے میں چاہتا ہوں کہ اس شادی میں اپنا حوصلہ پورا کرلوں۔ بیٹے والوں نے نہیں مانا۔ جب زیادہ کد کی تو مولویوں سے اچھی تاریخ دریافت کرکے وعدہ کیا کہ چھ مہینے کے بعد ماہ رجب کی آخری تاریخ میں نکاح کردونگا۔ اب اس کو فکر ہوئی کہ اپنی سرکار سے بھی عرض کردوں شاید کچھ وہاں سے بھی مل جائے صبح کو جب نواب قدسیہ محل کا جوڑا رنگا ہُوا لیکر درِ دولت پر حاضر ہُوا۔ تو اُڑدا بیگنی سے کہا۔ حضُور عالی سے میری طرف سے عرض کردو۔ کہ آپ کی لونڈی کی شادی رجب کے مہینے میں ہونے والی ہے۔ پانچسو روپیہ آپ کی سرکار سے مل جائے تو اس کے فرض سے بھی ادا ہوجاؤں۔ اُڑدا بیگنی نے جب گاما کا پیام دیا تو نواب قدسیہ محل نے مارے غصّہ کے مُنہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر عرض کیا کہ۔ گاما کو کیا حکم ہوتا ہے۔ بہت دبر ہم ہوکر کہا" گاما سے کہو لڑکی کی شادی کرنا کیا ضرور ہے۔ اتنا روپیہ بچیگا تیرے کام آئیگا۔ اور ہماری بے عزتی نہ ہوگی۔ کہ

بادشاہ کا رنگریز مُوا فقیر ہے جو لڑکی کی شادی پانچسو روپیہ میں کی"۔ اب تو اژدابیگنی کے کان کھڑے ہوئے۔ جھٹ بات بناکر کہنے لگی۔ قربان جاؤں حضور یہ خطا اس لونڈی کی ہے۔ اس مونڈی کاٹے نے تو پانچ ہزار کہے تھے۔ میرے مُنہ سے بھولے سے پانچسو نکل گئے۔ نواب قدسیہ محل نے کہا نہیں گاما سے کہو۔ خوب دل کھول کر شادی کا سامان کرے اور تمام برادری کو شہر شہر سے بلوا کر کھانا کھلائے ناچ گانا خوب دھوم سے کرے۔ زیور کپڑے اور برتن جہیز میں دل کھول کر دے۔ ہماری سرکار کو بدنام نہ کرے۔ ہم دس ہزار روپیہ اس شادی میں دینگے۔ اور ہاں یہ بھی کہدو سُنا ہے اُس کے گھر کے سامنے نالہ بہتا ہے۔ برات والے آئیں گے تو نالے میں غوطے کھائیں گے پہلے نالے کا پُل۔ مکان کی مرمت اور جہاں تک ممکن ہو تمام رنگریزوں کو جمع کرے! وراژدابیگنی نے تمام قصّہ اور اپنی عقلمندی بیان کی۔ تو گاما بہت خوش ہوا۔ اور گھر جاکر تمام برادری کے نام شہر در شہر چٹھیاں لکھوا دیا کہ گاما کی لڑکی کی شادی ہے۔ سب احباب عزیز شریک ہوں۔ اس میں تامل نہ کریں۔ خرچہ کا ذمہ دار طلب کرنے والا ہے نہ آؤ گے تو ہماری تمہاری بھائی برادری ترک ہو جائے گی۔ دوسرے دن معماروں کو بلوا کر نالے کا پُل بنوانا شروع کرادیا سرکار سے دس ہزار روپیہ عطا ہوا۔ مہینہ بھر پیشتر سے تمام برادری کے لوگ۔ رتھوں اور بہلیوں پر آکر مہمان ہوئے۔ بیٹے والے کو لکھدیا۔ جہاں تک برادری کے لوگ ملیں اُن سب کو ہمراہ لے کر آؤ۔ اور جس قدر عزیز اور برادری آئے گی ہماری عزت ہوگی۔

جہیز سب نیا بنوایا۔ اور کھانا عُمدہ عُمدہ پکوا کر مہمانوں کو کھلایا۔ نہایت تزک و احتشام سے لڑکی بیاہی گئی۔ گاما کا پُل اب تک لکھنؤ میں موجود ہے۔ اگرچہ گاما کا خاندان نہیں رہا۔ یہ تھے شہزادیوں اور بیگموں کے حوصلے کہ جو اُن کے نام سے چھو جائے۔ اُس کی بھی بے عزتی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بیگم صاحبہ کو جب خبر ملی کہ گاما نے اپنی تمام دولت اس شادی میں لٹادی۔ اور ملکوں ملکوں اُس کا نام ہوگیا۔ آج تک کسی رنگریز نے ایسی شادی نہیں کی۔ کچھ قرضدار ہوگیا تو حکم دیا۔ ہمارے خزانہ سے اُسے دس ہزار اور دیا جائے تاکہ وہ اپنا قرضہ ادا کرسکے۔

نواب آصف الدولہ بہادر انتہا کے سخی اور منصف تھے۔ ہندو خوانچہ والے جب اپنا خوانچہ اُٹھاتے ہیں۔ تو کہتے تھے جس کو نہ دیں مولا اُس کو دیں آصف الدولہ اور آصف الدولہ کا نام لے کر بُہنی کرتے تھے۔ ان کے ماموں نواب قاسم علی خان بہادر فیض آباد سے ان کے ساتھ آئے تھے اور مفتی گنج میں املاک بنوا کر رہتے تھے بہت نامی رئیس تھے۔ اور مفتی گنج کے قریب شیش محل تھا۔ جس میں سہ پہر کو نواب آصف الدولہ گیند کھیلا کرتے تھے۔ مفتی گنج کے جانے والوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ کیونکہ بیچ میں ایک زبردست نالہ پڑتا تھا۔ اس تکلیف کو رفع کرنے کی غرض سے نواب قاسم علی خان نے نالہ پر ایک پُل بنوانا چاہا۔ نالہ کے کنارے پر ایک غریب بیوہ بڑھیا کا کچا مکان تھا۔ جس میں ایک چھپر پڑا ہوا تھا۔ اور وہ غریب ڈالی کاٹ کر اپنا رزق

پیدا کرتی تھی۔ نواب صاحب نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ بڑھیا کو اس زمین کی قیمت دیدی جائے۔ بڑھیا نے عذر کیا کہ اس زمین پر میرے بزرگوں کی ہڈیاں گڑی ہیں۔ میں اِسے نہیں بیچوں گی۔ نواب نے خود آکر سمجھایا لیکن اس نے منظور نہ کیا۔ آخر نواب نے حکم دیا کہ مکان کھود کر نالہ بنوایا جائے۔ ملازموں نے بڑھیا کا چھپر پھنکوا دیا اور مکان کھود کر نالے کے پُل میں ملا دیا۔ جب پُل تیار ہوگیا تو نواب قاسم علی خان نے نواب آصف الدولہ سے کہا۔ کہ آپ کسی روز آکر پُل ملاحظہ فرمائیں۔ نواب نے دن مقرر کرکے وقت کا بھی تعین کر دیا۔ مقررہ وقت پر نواب صاحب معہ خدم وحشم تزک واحتشام سے تشریف لائے اس ضعیفہ کو بھی خبر ہوئی۔ پُل کے کنارے ڈلیاں لے کر آبیٹھی۔ اور کاٹنے لگی۔ ہرچند سواروں نے منع کیا۔ کہ یہاں سے ہٹ جا۔ نواب کی سواری آتی ہے اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور اس جگہ سے نہ ہٹی۔ سوار اپنے اپنے گھوڑے ہٹا کر لے گئے۔ جب نواب کی سواری نکلی تو آواز دے کر کہنے لگی بھائی نواب! خدا تم کو رہتی دُنیا تک قائم رکھے نواب قاسم علی خان نے پُل تو بنوالیا اور ضعیفہ بیوہ لاوارث کا مکان کھدوا کر خانمان برباد کر دیا یہ لفظ سُنتے ہی نواب نے حکم دیا کہ ہماری سواری واپس جائے۔ اور نواب قاسم علی خان سے کچھ نہ کہا۔ جب نواب آصف الدولہ واپس گئے تو نواب قاسم علی خان کو بڑا رنج ہوا۔ اور اُس نے بڑھیا سے معذرت کرکے پُل کے پاس اُس کے رہنے کو عالی شان عمارت بنوادی اور کئی ہزار روپیہ اُسے دے کر اپنی سفارش کے لئے نواب آصف الدولہ کے دربار میں بھیجا۔ اس کے بعد نواب آصف الدولہ نے آکر نواب قاسم علی خان کا پُل ملاحظہ فرمایا۔

بچوں کے بہلانے کے لئے بچوں کا کھیل

تاتی تاتی پوریاں گھیا چپوریاں میں کھاؤں میرا بالا کھائے۔ دھر کان مروڑیاں۔ یہ کہکر ایک دوسرے کے کان پکڑ کر اُٹھتے رہتے اور کہتی تھی۔ کوئی چڑیا کا بندہ چھڑا دے تو چھوٹی بیگم یا ننھے نواب دونوں کو چھڑا دیتے ہیں شہزادے شہزادیوں کی پوریاں بنتے۔ وہ کلمات جو بچوں کے سلانے کی غرض سے کھلائیاں جھولے میں لٹا کر کہا کرتی ہیں کہ بچہ جلد سو جائے۔ آجاری نندیا آجا میرے بھالے بھولے کی آنکھوں میں گھل مل جا۔

پستہ بادام کی روٹی پکاتی اوپر سے انگوروں کا ساگ ننھی ننھی کلھیوں میں پتہ پکاتی لوگوں کا دیتی بگھار۔

سو جا رے میرے بھولے بھالے آجاری نندیا
جب بڑھوگے تم بچوں پالے کس پالنا کی نیند

بادشاہ کے خاصہ سے نواب ناظر کو ارہر کی دال خاص عنایت ہوئی۔ دوسرے دن مصاحبوں نے پوچھا نواب صاحب کہتے ہیں۔ دال کیسی تھی؟ کہنے لگے اے سبحان اللہ دال کا کیا کہنا۔ عمر میں ایسی دال نہیں کھائی۔ اُس کی

ادنیٰ صفت یہ ہے کہ میرے دستر خوان سے ایک دانہ چڑیا اُٹھا لے گئی دوسرے دن اُسی نے بیٹ کی دانہ اُٹھا کر سونگھا گیا۔ تو دال کے بگھار کی خوشبو اُسی طرح آرہی تھی۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ صاحب ہو تو ایسا ہو۔

بادشاہ کے مشاعرہ میں میر اوسط علی رشک نے ایک شعر پڑھا ؎

نیک و بد سب سے جُھک کے ملتے ہیں دونوں کانوں پہ تیغ کستی ہے

بادشاہ نے بہت پسند کیا۔ رُفقائے عالیشان نے بہت مدح کی۔ نواب فتح الدولہ محمد رضا خان نے بھی سُنا اور اس تعریف پر بہت رشک آیا دوبارہ بادشاہ کے یہاں پر مشاعرہ ہُوا تو برق نے اس کے جواب میں ایک شعر کہا ؎

اہل جوہر نہیں جُھکتے ہیں کسی کے آگے ٹوٹ جاتی ہے وہ تلوار جو فولادی ہے

سارے دربار نے اس شعر کی یک زبان ہو کر تعریف کی اور بادشاہ نے بہت پسند فرمایا۔ نواب آصف الدولہ نے مہاراجہ ٹکیٹ رائے بہادر کو جھالردار پالکی عنایت فرمائی تو دوسرے روز مہاراجہ صاحب پالکی میں سوار ہو کر نکلے چونکہ مہاراجہ صاحب منحنی آدمی تھے اور نحیف الجثہ تھے۔ پالکی خالی معلوم ہوتی تھی مولوی میر کاظم صاحب نے عطائی پالکی کی تاریخ کہی۔ مصرع مادہ کا نکلا۔

چوں ہمزہ اولئک در پالکی نشست

لوگوں نے مصرع کو جو حسب حال تھا بہت پسند کیا۔ لنترے پن کی کہانی بچوں سے ایک کہانی کہتے ہیں جس میں لنترے پن کی سخت مخالفت ہے۔ ایک راجہ بہت بڑا تھا اس کے کان بہت بڑے تھے۔ اس عیب کو چھپانے کے لئے وہ ایک صافہ باندھ لیتا تھا کہ کانوں کا عیب ظاہر نہ ہو۔ ایک دن اُس نے اپنے نائی کے روبرو جس کا نام مٹھو تھا صافہ اُتارا تاکہ حجامت بنوائے مٹھو نائی نے اُس وقت کانوں کی طرف نظر کی اور کہا مہاراجہ آپ کے کان تو بہت بڑے ہیں۔ اِن کو کٹوا لیجئے۔ مہاراجہ بہت ناخوش ہُوا اور مٹھو نائی سے کہا خبردار کسی آدمی سے نہ کہنا کہ راجہ کے کان بڑے ہیں نہیں تو زن بچہ کولھو میں پلوا دونگا۔ راجہ کے خوف کے مارے مٹھو نائی کسی سے نہ کہہ سکا۔ مگر اُس کا پیٹ پھولنے لگا۔ لیکن ڈرتا تھا کہ یہ راز کسی سے ظاہر کرونگا تو راجہ ضرور سخت سزا دیگا۔ آخر شہر کے باہر نکل گیا۔ اور جنگل میں ایک ساکھو کے درخت کے نیچے بیٹھ کر زور سے کہنے لگا۔ افوہ راجہ کے کتنے بڑے کان ہیں۔ جیسے ہاتھی کے کان۔ خدا کا کرنا ایسا ہُوا کہ اُس لکڑی سے بڑھئی نے سارنگی بنائی۔ اور سارنگی باز نے اُس پر تار چڑھا کر کوٹھی اینٹھی اور وہ سارنگی ایک مراسی نے مول لی۔ مراسی ایک طوائف کے ساتھ اسی راجہ کے یہاں مجرے میں گیا۔

تو منجیرا بولا کس نے کہا۔ طبلہ نے آواز دی مٹھو نائی نے کہا۔ سارنگی بولی راجہ کے بڑے بڑے کان ہیں۔

جب کئی مرتبہ یہ آواز آئی تو راجہ چونکا ہؤا۔ آخر اُسے معلوم ہؤا کہ سارنگی کہہ رہی ہے۔ بہت غصّہ آیا اور کہنے لگا کسی کی چوری نہیں ہے۔ ہاں ہمارے بڑے بڑے کان ہیں اور دل میں کہا۔ کل مٹھو نائی کا زن بچہ کولھو کے نیچے ہوگا۔ مٹھو نائی کو خبر ہوئی تو اپنے بال بچوں کا ہاتھ پکڑ کے کسی دوسرے گانوں میں بھاگ گیا۔ نتیجہ اس قصّہ کا یہ ہے کہ آدمی دوسرے کا راز در و دیوار سے نہ کہے نہیں تو مصیبت میں پڑیگا۔ بزرگوں کی کوئی بات مصلحت سے خالی نہ تھی +

ضروری باتیں

(۱) آنکھ جس کی عزّت کرتی ہے دل بھی اُسی کا ہوجاتا ہے۔

(۲) لاکھ جتن کرو لیکن بگڑی بات کا بننا مشکل ہے۔ جیسا بگڑے دودھ کو بلونے سے مکھن حاصل نہیں ہوتا

(۳) جس کام کو بہت سے آدمی بآسانی کر سکتے ہیں ایک آدمی کے لئے وہ کام سخت مشکل ہے۔

(۴) بڑی چیز کو حاصل کرکے چھوٹی چیز کو کھو نہیں دینا چاہئے۔

(۵) حرص و حسد سے بچو۔

(۶) ہمیشہ غریبوں پر رحم کرو۔

(۷) بڑوں کی خطا کو چھپایا کرو اور چھوٹوں کی خطا کو معاف کرو۔

(۸) ہر مشکل کام خُدا ہی آسان کر دیتا ہے۔

(۹) دُنیا فنا کا گھر ہے۔

(۱۰) ہمیشہ بدگوئی سے بچو۔

(۱۱) دل کی کیفیت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

(۱۲) نیک نیت اور صاف دِل آدمیوں کے سب کام بآسانی ہوجاتے ہیں۔

(از ایچ۔ آئی۔ مومن اُردو سکول ٹیچر شہر ہبلی ضلع دہارواڑ کرناٹکی)

ریڈکراس نمبر احباب کی نظروں میں

آپ نے سپیشل ریڈکراس نمبر مرتب کرکے جمہور کو گردیدۂ احسان کیا ہے۔ آپ کی محنت قابلِ تحسین ہے جناب نے اس رسالہ کو ترتیب دے کر خلقِ خدا کی کمال خدمت ادا کی ہے۔ اُمید ہے کہ تمام اہل ادب آپ کی محنت اور توجہ کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہوئے تہ دل سے ممنون ہونگے ہیں آپ کو اس شاندار کارنامے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ کا یہ فیض جب تک جاری رہیگا عوام الناس اپنے اپنے جذبات کے مطابق مستفید ہوتے رہینگے ب (محمد صدر الدین انچارج ورنیکلر کلاس ہشتم مڈل سکول

ہم صورتِ پرکار ہمیشہ ہیں سفر میں

(از منشی غلام حسن کسرؔی اسیدی)

رہبر کوئی اپنا ہے نہ منزل ہے نظر میں　　ہم صورتِ پرکار ہمیشہ ہیں سفر میں
دل میں کبھی ڈوبی کبھی اُتری ہے جگر میں　　کیا بات ہے اے شوخ تری ترچھی نظر میں
مہمان ہوئے شکرِ خدا وہ میرے گھر میں　　آتے تھے نہ جو چشمِ تصوّر کی نظر میں
اُٹھیں نہ کبھی جانبِ دل اُنکی نگاہیں　　یارب! یہ لگی آگ کدھر سے میرے گھر میں
پانی میں کھلے جیسے کوئی پھول کنول کا　　یوں شکل ہے اُس گُل کی روانِ دیدۂ تر میں
اندازِ تحیّر تھا یہ ہنگامِ تجلّی　　آئینے تھے پنہاں مِری مشتاق نظر میں
اے عشق مجھے یوں تو مزا آ نہیں سکتا　　ہو دِل میں اِدھر سوز اُدھر درد جگر میں
ہر وقت ہے یہ جاذبِ عکسِ رُخِ زیبا　　رہتے ہو تمہیں آٹھ پہر میری نظر میں
ہے فیض تری صحبتِ دیرینہ کا قائل!　　بل کھائی ہوئی رہتی ہے شمشیر کمر میں
کیوں چارہ گرِ عشق اِسے چھیڑ رہا ہے　　مشکل سے جگہ درد نے پائی ہے جگر میں
پیری میں جوانی کے مزے یاد ہیں کچھ کچھ　　ہے رنگِ سرِ شام بھی آغازِ سحر میں
او مستِ خرام اِسکی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے　　فتنے بھی تڑپتے ہیں تری راہِ گزر میں

جذبات کا کچھ رنگ دکھاتے رہو کسرؔی
وہ شعر ہے کیا؟ جو کہ نہ ڈوبا ہو اثر میں

ایڈیٹوریل نوٹ

امتحان میٹرکولیشن کے وظائف پنجاب یونیورسٹی کے ماتحت جہاں اس امتحان کے امیدواروں کی تعداد باقی تمام امتحانات کے امیدواروں سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں اس امتحان کے نتیجہ پر وظائف کی تعداد بھی بمقابلہ دیگر امتحانات خاص زیادہ ہے۔ مگر ہم ان کی مالیت میں یکسانیت اور یگانگت نہ دیکھ کر حیران ہیں کہ آجتک ارباب بست وکشا دیعنی معزز ممبران سکول بورڈ اس طرف کیوں متوجہ نہیں ہوئے۔ ممکن ہے کہ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زوند کے مطابق یہ منصب رہنمائے تعلیم کے ہی مقدر میں لکھا گیا ہو۔ لہذا ہم اسکے مطابق مندرجہ ذیل سطور سپرد قلم کرتے ہیں۔ اور آرزومند ہیں کہ معزز متعلقین اس خامی کو دُور کرکے امیدواران کی کثرت کی دعائیں حاصل کریں۔

وظائف کی تفصیل و تقسیم

۱۔ جو نوجوان اس امتحان میں صوبہ بھر میں اول رہتا ہے اُسے ایک سپیشل وظیفہ ملتا ہے جسے گبن سکالرشپ کہتے ہیں۔ اس کی مالیت ۱۸ روپے ماہوار ہے۔ ضرورت ہے کہ اس وظیفہ کی مالیت بڑھا کر کم از کم ۲۵ روپے کی جائے۔ تاکہ بیس بائیس ہزار امیدواران سے بازی لے جانے والا اپنے وظیفہ کی مقدار پر بجا طور پر فخر کرسکے۔ اور اسکے ہم جماعت اور تمام ہمعصر اُسے رشک کی نگاہ سے دیکھیں کیونکہ پرنس البرٹ سکالرشپس اور دو چار خاص وظائف کے سوا باقی تمام وظائف کی مالیت ۱۸ روپے ماہانہ سے کم نہیں ہے۔ بلکہ جیسا ہم آگے چل کر عرض کرینگے بعض وظائف کی مالیت ۱۸ روپے سے بھی زیادہ ہے۔ اور انکی زیادہ مالیت ہی ہماری اس تحریر کا موجب ہوئی ہے۔

۲۔ چالیس وظائف اس سپیشل وظیفہ کے بعد بالترتیب ان خوش قسمتوں کو ملتے ہیں جنہوں نے اس امتحان میں اعلےٰ نمبر حاصل کئے ہوں۔ یہ یونیورسٹی وظائف کے نام سے نامی ہیں اور ان کی مالیت بھی ۱۸ روپے ماہوار ہے۔ اور بلا تمیز مذہب و ملت ہر اس نوجوان کو ملتے ہیں۔ جو پڑھے سو پائے کا مصداق ہوا ہے۔

۳۔ بتیس وظائف متذکرہ صدر اکتالیس وظیفوں کے بعد گورنمنٹ سکالرشپ کہلاتے ہیں اور فرقہ وارانہ تمیز کے مطابق دئے جاتے ہیں۔ ان کی مالیت دس روپے ماہوار اور کالج فیس ہے۔ اس مالیت اور ۱۸ روپے وظیفہ کی مالیت میں جو فرق ہے اسے ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ یہ تمیز اُڑا دی جائے۔ کیونکہ جب تک گورنمنٹ کالجوں میں انٹرمیڈیٹ کلاسوں کی ماہوار فیس آٹھ روپے ہوتی تھی اس وقت تک وظیفوں کی مالیت میں کوئی فرق نہ تھا مگر جب سے یہ فیس دس روپے ماہوار کر دی گئی ہے یہ ۳۲ نوجوان بیس روپے ماہانہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اس طرح قابلیت میں تیسرے درجے پر ہوتے ہوئے اول درجہ کی مالیت کا وظیفہ حاصل کر رہے ہیں اور صوبہ بھر میں اول رہنے والا بھی انہیں خاص رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

عجب نہیں اس اعتراض کو ان الفاظ سے کمزور کیا جائے کہ گورنمنٹ اپنے گورنمنٹ کالجوں کے لئے بہترین طالب علم منتخب کرنے کے واسطے وظیفہ کی مالیت میں یہ تفریق روا رکھتی ہے۔ مگر ناظرین انصاف کریں کیا وہ پہلے اکتالیس طالب علم گورنمنٹ کی رعایا کے بچے نہیں کہ ان سے یہ تمیز روا رکھی جائے؟ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ پہلے وظیفہ کی مالیت جیساکہ اوپر ذکر ہوا ضرور زیادہ ہونی چاہیئے اور نمبر ۲ و ۳ یعنی یونیورسٹی وظائف اور گورنمنٹ وظائف کی صورت میں دس روپے نقد اور کالج کی فیس دی جایا کرے۔ گورنمنٹ کالج ہوں یا ایڈ ڈکالج سرکاری انسٹی ٹیوشنز ہی ہیں اور ان میں کسی قسم کی تفریق نہ سمجھی جائے تاکہ وظائف کی مقدار میں یہ دوئی نہ رہے۔ اور کسی کو اس تفریق پر ہنسی کا موقعہ نہ ملے۔　(سپدیو ۱)

امتحان ورنیکلر فائینل ۱۹۳۶ء ۔ اس امتحان کی نئی سکیم میں اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر امتحانات میں خاص تمیز کر دی گئی ہے

چنانچہ جہاں پہلے ورنیکلر زبان۔ حساب الجبرا (تحریری و تقریری) جیومیٹری اور تاریخ جغرافیہ تمام امیدواروں کیلئے یکساں لازمی تھے۔ اور انگریزی۔ فارسی۔ عربی۔ سنسکرت سے کوئی ایک زبان۔ ڈرائنگ۔ سائنس یا کسی دوسری ورنیکلر زبان میں سے کوئی دو مضمون اختیاری لئے جاتے تھے۔ وہاں اب اینگلو ورنیکلر امتحان دینے والوں کے لئے کوئی ایک ورنیکلر زبان۔ انگریزی حساب جیومیٹری اور تاریخ جغرافیہ چار لازمی مضامین اور باقی متذکرہ صدر مضامین سے بجز انگریزی کوئی ایک اختیاری مضمون ہے اور ورنیکلر امتحان دینے والوں کے لئے کوئی ایک ورنیکلر زبان۔ حساب جیومیٹری۔ تاریخ جغرافیہ اور دیہاتی سائنس لازمی مضامین ہیں یا اس آخری چوتھے مضمون کی بجائے کوئی دو اختیاری مضمون بحیثیت لازمی لئے جاتے ہیں اور باقی مضامین سے کوئی ایک اختیاری۔ اس تفریق کے ساتھ انگریزی کے دوسو نمبر ہیں۔ لازمی ورنیکلر زبان اور حساب جیومیٹری کے ڈیڑھ ڈیڑھ سو اور تاریخ جغرافیہ اور اختیاری مضمون کے سو سو نمبر ہیں۔ حساب جیومیٹری کی ذیل میں پہلا پرچہ صرف تحریری حساب ۷۵ نمبر کا ہوگا اور جیومیٹری میں پچاس نمبر جیومیٹری کی متعلقہ اشکال اور سوالات کے ہونگے اور ۲۵ نمبر کا الجبرا اس میں شامل ہو کر اس کے ۷۵ نمبر کرے گا۔ آج تک حساب اور الجبرا کو ایک ذیل میں رکھا گیا تھا مگر اب ورنیکلر فائینل امتحان نے اس ملاپ کو بالائے طاق رکھ کر الجبرا کو حساب سے علیحدہ کر کے جیومیٹری میں شامل کر دیا ہے۔ اور زبانی حساب کو جس کی ضرورت موجودہ حالت میں پہلے ایام سے بھی زیادہ تھی۔ سرے سے چھٹی دی گئی ہے۔ اینگلو ورنیکلر امیدواران کی صورت میں یہ تبدیلیاں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں نہ ہم نے اس نوٹ میں ان کی وکالت کا فرض ادا کرنا ہے۔ بلکہ ہمیں اس وقت ورنیکلر مدارس کی تکالیف کا اظہار کرنا ہے۔ کیونکہ ان کی کثرت ایسی ہے جس نے آج تک سائنس کے آلات کے درشن بھی نہیں کئے۔ ایسی صورت میں ان کی سائنس کی تعلیم پھر طرہ اس پر یہ کہ اس میں کئی دیگر شرائط کی پابندی ذمہ دار معلمین اور متعلمین کی مشکلات کو بڑھا کر اُسے بھیانک رُوپ میں پیش کرتی ہے۔ اس دیہاتی سائنس کی عدم تیاری میں جس کے دوسو نمبر ہیں اختیاری مضامین سے کوئی دو مضمون لازمی ہونگے۔ گویا انہیں اس صورت میں چار مضامین کی بجائے پانچ لازمی مضامین تیار کرنے ہونگے اور چھٹا اختیاری علاوہ بر آں۔ ورنیکلر مڈل سکولوں کی کثرت میں ڈرائنگ نام کو نہیں۔ باقی فارسی۔ سنسکرت۔ عربی سے کوئی ایک زبان یا سائنس ہی رہ جاتی ہے اور ان کی سائنس محض کتابی بغیر عملی اسباق کے کیا مقابلہ کرے گی۔ ان بچوں کو جو آلات کے مشاہدہ کے ساتھ سائنس تیار کرتے اور پڑھتے ہیں۔ ان حالات میں سررشتہ تعلیم پنجاب اور اس کے مدار المہام جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب سے یہ توقع کرنا کسی طرح بے جا نہیں کہ وہ ورنیکلر مدارس کے امیدواران اور ان کے ذمہ دار استادان کی مشکلات کا اندازہ کریں۔ اور ان سے جو جائز سہولت ممکن ہو روا رکھی جائے۔ یعنی امتحانی سوالات میں جن کی تیاری کے دن آرہے ہیں کوئی ایسی سبیل تجویز کی جائے۔ کہ لاٹھی بچ جائے اور سانپ مرجائے۔ یعنی ورنیکلر مدارس کے امیدواران کو کوئی مشکل معلوم نہ دے۔ بلکہ وہ پچھلے امتحانوں کی طرح سال ۱۹۳۶ء کے امتحان سے بھی بخیر و خوبی سبکدوش ہو سکیں ؎ (سچدیوا)

خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم۔ اے۔ آئی۔ ای۔ ایس کے والد بزرگوار کی رحلت یہ سنکر کہ خان بہادر کے سر سے سایۂ پدری ہمیشہ کے لئے اُٹھ گیا ہے اور تمام خاندان کو اپنے بزرگ کے سایۂ فیض پایہ سے محروم رہنا پڑا ہے نہایت قلق ہوا۔ والدین کا سایہ بہترین سایہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کو اس سایہ سے محرومی کا اظہار ان الفاظ میں کرنا پڑا ؎

من آنگاہ سر تاجور داشتم کہ سر در کنارِ پدر داشتم

دنیاوی ناز و نعمت سب حاصل ہوں مگر والدین سر پر نہ ہوں تو بسا اوقات انسان دنیاوی امورات کی کشمکش میں الجھا ہوا بے اختیار ان کی ضرورت محسوس کرتا ہوا دل سے ملول ہو جاتا ہے۔ اور اپنی بد قسمتی پر آنسو بہانے لگ جاتا ہے پھر خاندان کے ایسے بزرگ فرشتہ سیرت اور بہی خواہ کی رحلت خاندان بھر کے لئے مصیبت عظمیٰ کا موجب ہے۔ مگر مشیت ایزدی کے حضور میں مجبوراً سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ رہنمائے تعلیم دل سے خواہاں ہے کہ خدائے پاک مرحوم بزرگوار کو جوار رحمت میں اعلےٰ جگہ عطا کرے۔ جو اس کے مقبول حاصل کیا کرتے ہیں۔ اور خان بہادر اور ان کے برادر اصغر شیخ مہر علی صاحب اور تمام ممبران خاندان کو توفیق عطا کرے کہ وہ اس سانحہ جانکاہ کو اس کا حکم مان کر سر آنکھوں پر لیں اور صبر کو کام فرمائیں۔ آمین ؁

مسٹر اے ڈی اختر بی۔ اے بی۔ ٹی۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور کی بے وقت موت

وسط اکتوبر میں اخبارات سے یہ خبر پڑھی تھی کہ کوئی مسلمان انسپکٹر مدارس ضلع گوجرانوالہ کے مدارس کا معائنہ کرنے کے بعد شام موٹر سائیکل پر لاہور جا رہے تھے کہ لاری سے ٹکر ہو گئی سائیکل ٹوٹ گیا۔ اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ جن کو راہگیروں نے عالم بیہوشی میں کسی کار پر سوار کرا کر ہسپتال پہنچایا محکمہ کے ایک آدمی کی تکلیف سے دل دکھی ہوا۔ پتہ لگا یا مگر مسٹر اختر کا نام معلوم نہ ہو سکا بلکہ کسی سرحدی صوبہ کے افسر کا نام لے کر اس واقعہ کو فراموش کیا گیا۔ آج یہ معلوم کر کے کہ اس حادثہ کے شکار مسٹر اختر ہی ہوئے اور اس سے جانبر نہ ہو سکے نہایت دکھ ہوا۔ کیا ارمان اور کیسی حسرتیں تھیں ایک ہونہار نوجوان جو اوصاف حمیدہ کا منبع و سرچشمہ تھا اور اپنے حلقہ میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا زمانے کی چشم زخم کی دستبرد سے بچ نہ سکا افسوس صد افسوس۔ اس جوانا مرگ پر جس قدر بھی اظہار رنج و الم کیا جائے کم۔ مگر پھر مجبوری حائل ہوتی ہے اور ناچار خدا لئے برتر سے رجوع کرنا پڑا۔ کہ مسٹر اختر کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو جن سے اس سانحہ جانکاہ میں رہنمائے تعلیم کو دلی ہمدردی ہے صبر جمیل کی طاقت عطا ہو۔ افسوس صد افسوس ؁

(سیج۔ یوا)

مدارس میں اخلاقی تعلیم

پنجاب کونسل کے اجلاس منعقدہ یکم نومبر ۱۹۳۵ء میں سردار صاحب سردار گربچن سنگھ نے حسب ذیل تحریک پیش کی۔
چونکہ یہ تحریک سررشتہ تعلیم سے متعلق ہے۔ لہٰذا ہم اپنے ناظرین کرام کی خدمت میں اس کے متعلق جملہ کاروائی پیش کرتے ہیں!

"یہ کونسل گورنمنٹ سے ایک کمیٹی کے تقرر کی سفارش کرتی ہے جس میں اکثریت کونسل کے غیر سرکاری ممبروں کی ہو۔ اس کمیٹی کا یہ کام ہوگا کہ پرائمری اور سکنڈری مدارس میں باقاعدہ اخلاقی تعلیم جاری کرنے پر غور کرے نیز اُن دوسری تجاویز پر بھی غور کیا جائے۔ جن سے مدارس کی اخلاقی حالت بہتر بنائی جا سکتی ہے"۔

سردار گوربچن سنگھ صاحب نے فرمایا کہ پنجاب کے طلبا رخفیف الحرکات ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مدارس کے اساتذہ میں اغوا کا مرض بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ مقام شکر ہے کہ وزیر تعلیم نے ایسے واقعات پر فوری کارروائی کرنے کے لئے ہدایات جاری فرما دی ہیں۔ آنریبل ممبر نے حسب ذیل تجاویز پیش کیں:۔

۱۔ غیر شادی شدہ اشخاص پرائمری مدارس میں نوکر نہ رکھے جائیں۔ نہ کسی ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بنائے جائیں۔
۲۔ اسکولوں اور کالجوں میں جنسی اصول صحت کی تعلیم دی جائے۔
۳۔ اُستادوں کو طلبار کو اپنے گھر بلانے یا اوقاتِ اسکول کے بعد روکنے کی اجازت نہ ہو۔
۴۔ مجرموں کے خلاف فوری قانونی چارہ جوئی کی جائے۔
۵۔ اغوا کو چھپانے کی کوشش نہ کی جائے۔
۶۔ غنڈوں وغیرہ کے خلاف پولیس کی امداد طلب کی جائے۔
۷۔ مدارس میں قانون تمباکو نوشی کا نفاذ کیا جائے۔

درستی چال چلن سردار اجل سنگھ نے تحریک کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا کہ درستی چال چلن تعلیم کا ضروری جزو ہونا چاہئے زمانہ قدیم میں مذہبی تعلیم مقدم سمجھی جاتی تھی۔ آجکل بچے چھوٹی سی عمر میں ناتجربہ کار اور غیر شادی شدہ اُستادوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ ابتک پبلک اور گورنمنٹ کی تمامتر توجہ دنیوی تعلیم کی طرف مبذول رہی ہے۔ اور اخلاقی تعلیم کو بہت کم توجّہ دی گئی ہے۔

آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ باوجود اختلاف مذاہب اخلاقی تعلیم مدارس میں دی جا سکتی ہے۔
مسٹر نانک چند پنڈت نے فرمایا کہ پنجابی لڑکے دوسرے ممالک کے لڑکوں کی طرح بُرے بھی ہیں اور اچھے بھی۔

مدارس میں اخلاقی تعلیم خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ وُہ اُستاد جو اخلاقی صفت سے خود عاری ہوں اور زیادہ مصیبت کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اگر کمیٹی کا تقرر منظور بھی ہو جائے، تو یہ پہلو خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ آنریبل ممبر کی رائے میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم دو مختلف چیزیں ہیں۔ صفاتِ حسنہ بلا امتیازِ مذہب و ملّت اسکولوں میں سکھائی جا سکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ درسی کتب میں اصلاح کی جائے اور کھیلوں پر زیادہ زور دیا جائے۔ کیونکہ تندرست آدمی ہی صحیح الدماغ ہو سکتا ہے۔ بچّوں کی تعلیم کے لئے مناسب استاد بلکہ اُستانیاں اگر مل سکیں تو زیادہ مناسب ہونگی۔ مسٹر افضل حق نے اس بات پر زور دیا کہ غنڈوں کے اڈّوں کا جو عموماً اسکولوں کے قریب ہوتے ہیں انسداد کیا جائے۔

ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم کی تقریر مسٹر پارکنسن نے جو مسٹر سنڈرسن کی جگہ ڈائرکٹر ہُوئے ہیں، پنجابی لڑکوں کی تعریف کرتے ہُوئے فرمایا "میں پنجابی لڑکوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کا چال چلن قابلِ ذکر طور پر روبہ تنزل نہیں ہے۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ مگر پنجابی لڑکا اپنی جگہ پر اچھی طرح قائم ہے۔

مسٹر پارکنسن نے فرمایا کہ کمیٹی کے تقرر کی جیسا کہ مطالبہ کیا جا رہا ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے تحریک پیش کنندہ کو یقین دلایا کہ طلبا کی اخلاقی حالت بہتر بنانے کے لئے وُہ ان تمام تجاویز پر غور کرنے کیلئے تیار ہیں جو پیش کیگئی ہیں مسٹر پارکنسن نے اخلاقی تربیت اور اخلاقی تعلیم کا فرق بیان کرتے ہُوئے فرمایا کہ اوّل الذکر کا مطلب درسی کتب کی تعلیم اور ثانی الذکر کا منشا یہ ہے کہ تمام اِن باتوں کا خیال رکھا جائے۔ جو طالب علم کے اخلاقی ارتقاء کا جزو لاینفک ہیں۔ اخلاقی تعلیم کا مسئلہ ۱۸۸۷ء سے گورنمنٹ ہند اور صوبجاتی گورنمنٹ کے زیرِ غور ہے۔ مسٹر پارکنسن نے فرمایا کہ جس کمیٹی کے تقرر کی سفارش کی جا رہی ہے، وُہ باوجود صرف کثیر اور محنت شاقہ کے اس مواد میں معتدبہ اضافہ نہیں کر سکیگی، جو ہمارے پاس اس وقت موجود ہے۔ اخلاقی تعلیم کے واسطے گورنمنٹ نے جو کام کئے ہیں۔ اُن کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے آپ نے تحریک بوائے سکاؤٹ۔ جونیئر ریڈ کراس سوسائٹی اور تھرفٹ سوسائٹی کا ذکر فرمایا، جو تہذیب اخلاق کی بڑی حد تک معاون ہیں۔ تقریر جاری رکھتے ہُوئے فاضل ڈائرکٹر نے ان تمام باتوں کا ذمہ دار اُستاد کو ٹھیرایا۔ نظام تعلیم جب تک نہیں سدھر سکتا۔ جب تک کہ معزز اور قابلِ قدر اساتذہ بہم نہ پہنچیں۔ اسی وجہ سے اُستادوں کی تعلیم اور ٹریننگ پر زور دیا جاتا ہے۔ سررشتۂ تعلیم نے اس مطلب کے حصول کے لئے تین جگہ ٹریننگ جاری کر رکھی ہے۔ لالہ موسٰی، گکھڑ اور سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور۔ ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے کہ اچھے اُستاد پیدا کئے جائیں۔

آخر میں مسٹر پارکنسن نے تحریک پیش کنندہ سے اپیل کی کہ وُہ اس تحریک کو واپس لے لیں۔ جبکہ ان کو کافی یقین دلایا گیا ہے کہ ان کی پیش کردہ تجاویز پر کافی غور کیا جائیگا۔

وزیر تعلیم پنجاب سر فیروز خاں نون نے فرمایا کہ کسی قوم کی رفتارِ ترقی اس کے جوانوں کی سیرت پر منحصر ہے۔ کوئی بھی نظامِ تعلیم اخلاقی تغافل جائز نہیں رکھ سکتا۔ پیش کنندہ تحریک کی تجاویز کا ذکر کرتے ہُوئے آپ نے فرمایا کہ گورنمنٹ نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ غیر شادی شدہ اساتذہ پرائمری مدارس میں مقرر نہ کیے جائیں۔ ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ جہاں تک اُستانیاں دستیاب ہو سکیں، اُن کو مردوں پر ترجیح دی جائے اور غیر شادی شدہ اساتذہ پر شادی شدہ اساتذہ کو ترجیح دی جائے اس کے لئے نئے تُکلے قانون بنانا دشوار ہے۔

جنسی اصولِ صحت کا ذکر کرتے ہُوئے آپ نے فرمایا کہ ان کی تعلیم کالجوں میں تو ممکن ہے، مگر اسکولوں میں بجائے فائدہ کے نقصان کا بہت احتمال ہے۔ یہ تجویز کہ طلبا کو گھر پر نہ بلایا جاے یا اوقات مدرسہ کے بعد نہ روکا جائے بہت معقول ہے اور ڈائرکٹر صاحب اس پر کاربند ہونگے۔ محکمہ اس بات کا بھی لحاظ رکھیگا کہ بداخلاقی کے مجرم اُستاد کے خلاف فوری کارروائی کی جائے۔ جس طرح تجویز پیش کی گئی ہے کہ محض الزام پر اُستاد کو معطل کر دیا جائے۔ یہ بات مشکل ہے کچھ زمانہ سے اُستادوں کے خلاف غلط الزامات بھی لگائے جا رہے ہیں اور محکمہ کا فرض ہے کہ اُستادوں کو غلط الزامات سے بچائے۔

تقریر کو ختم کرتے ہُوئے وزیر تعلیم نے فرمایا کہ معیار اخلاق کو بلند کرنے کے لئے ہمیں عورتوں کو تعلیم دینا چاہئے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس جانب خاصی ترقی ہو رہی ہے۔ گورنمنٹ نے ایک سکیم تیار کی ہے۔ جس کی رُو سے ہر ضلع میں لڑکیوں کے لئے ہائی اسکول کھولے جائیں گے اور دیہات میں ان کے لئے مڈل اسکول جاری کئے جائیں گے۔ آپ نے کونسل کو یقین دلایا کہ محکمہ اغوا کی وارداتوں کو روکنے کی زبردست کوشش کریگا۔ جو تجاویز معزز ممبران نے پیش کی ہیں ان پر ہمدردانہ غور کیا جائیگا۔ ان تجاویز کو کونسل کی اسٹینڈنگ ایجوکیشن کمیٹی کے سامنے بھی پیش کیا جائیگا۔

آپ نے مسٹر پارکنسن کی تائید کرتے ہُوئے فرمایا کہ جس کمیٹی کے تقرر کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ وُہ سودمند نہیں ہے۔

نارنج کی چٹنی

تین بڑے بڑے نارنج کاٹ لو اور اُن کو تراش کر ان کی بالائی سفیدی اور ریشے بھی صاف کر دو۔ پھر ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دو۔ بعد ازاں دو سیب بھی چھیل لو۔ ان کے دانے اور سخت حصّہ نکال دو۔ پھر ایک پیاز کاٹ لو۔ ان سب کو ایک برتن میں ڈال کر ½ پونڈ شکر کے ساتھ ملا دو۔ نیز ۴ اونس کشمش۔ ۴ اونس ادرک۔ ½ اونس کٹی ہُوئی سُرخ مرچ۔ ایک پنٹ مالٹ سرکہ۔ ۱۰ اونس نمک اور تھوڑی سی سیاہ مرچ ملا دو۔ سب کو آہستہ آہستہ آنچ دو۔ جب آگ پر پھل نرم ہو جائیں تو پھر بوتل میں بھر لو اور گرم گرم کو ڈھانپ لو۔ پھر ٹھنڈا کر لو۔ بڑی لذیذ چٹنی بن جائیگی۔

مولانا حالی کی یادگار

میں

ایک تاریخی جشن

(از جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سکرٹری اور ٹیل پبلک لائبریری پانی پت)

شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی نے ہماری اردو شاعری کے تن مردہ میں زندگی کی جو رُوح پھونکی ہے آج اسکے اثرات ہر شخص پر ظاہر ہیں۔ مولانا حالی مرحوم اپنے مجد دانہ کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہینگے اور اُردو زبان ان کے گوناگوں احسانات کے بار سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکیگی۔ زندہ اور ترقی کن قوموں کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے مشاہیر کے ناموں اور انکے کارناموں کی یاد ہمیشہ تازہ کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان کے نقش قدم پر چلکر ترقی کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اسی خیال کے ماتحت حالی میموریل فنڈ ایسوسی ایشن پانی پت کے ارکان کو بھی مولانا حالی کی یادگار میں ایک عظیم الشان ادبی جشن منعقد کرنے کا خیال پیدا ہوا مولانا کی پیدائش ۱۲۵۳ھ میں ہوئی تھی اور اب ۱۳۵۴ھ میں اُن کو پیدا ہوئے پورے سو برس ہو چکے تھے۔ لہذا کارکنان ایسوسی ایشن نے مولانا کی صد سالہ سالگرہ منانے کا ارادہ کیا۔ مولانا حالی کو ہندوستان کا ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے (۶) لہذا ایسے جلسے کیلئے جو مولانا حالی کی یادگار میں منعقد ہو بہت بڑی تیاریوں اور خاص انتظامات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مہینوں پہلے سے انتظامات شروع ہو گئے۔ اور حالی مسلم ہائی سکول پانی پت کے قابل ہیڈ ماسٹر شیخ محمد بدر الاسلام صاحب فضلی جلسہ کی تیاریوں میں نہایت انہماک کے ساتھ مصروف ہو گئے جلسہ کی اہمیت کے پیش نظر اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال سے مولانا حالی کے فرزند رشید خواجہ سجاد حسین صاحب پنشنر انسپکٹر مدارس پنجاب نے انکی صدارت کیلئے درخواست کی جسکو اعلیٰ حضرت نے ازراہ علم پروری منظور فرمایا۔ ۲۶ اکتوبر کی تاریخ جلسہ کیلئے مقرر ہوئی۔ دعوت نامے ملک کے تمام معززز اور تعلیمیافتہ اصحاب کی خدمت میں بھیجے گئے اور زور شور کے ساتھ جلسہ کی تیاریاں ہونے لگیں ملک کے لائق ترین ادیبوں کو مولانا حالی کی مختلف حیثیتوں پر لیکچر دینے کیلئے مدعو کیا گیا۔ اور ہر طرح کوشش کی گئی کہ جلسہ مولانا حالی اور اعلیحضرت والئے بھوپال خلد اللہ ملکہ کی شان اور مرتبہ کے موافق منعقد ہو :

آخر ۲۶ اکتوبر کی تاریخ آن پہنچی۔ اعلیحضرت تاجدار بھوپال صبح کی ٹرین سے مع اپنے منتخب سٹاف کے پانی پت تشریف لائے ریل سے اترتے ہی فوراً حضرت قلندر صاحبؒ اور مولانا حالی کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ اور بعد ازاں حالی مسلم ہائی سکول میں تشریف لائے۔ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ پہلے مدرسہ کے سٹاف کو شرف ملاقات بخشا۔ پھر مدرسہ کی عمارت کو ملاحظہ فرمایا۔ اور تعلیمی و علمی نمائش دیکھی جو ہیڈ ماسٹر صاحب نے نہایت محنت اور خوبی کے ساتھ مرتب کی تھی۔ اور جس میں اکثر اشیا بہت ہی عجیب قیمتی اور اہم تھیں۔ ان تمام اشیا کی تفصیلی کیفیت جلسہ کی مکمل اور مفصل رپورٹ میں درج ہو گی جو عنقریب ہی شائع کی جائے گی :

(۶) اور ملک کا معزز ترین طبقہ انکو انتہائی تعظیم اور عقیدت کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

اسکے بعد اعلیحضرت جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ جلسہ گاہ حالی مسلم ہائی سکول کے وسیع میدان میں بنائی گئی تھی۔ ایک نہایت عظیم الشان اور بلند اور وسیع خیمہ اس میدان میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے کمال لیاقت اور احتیاط کے ساتھ سینکڑوں آدمیوں کی مدد سے نصب کرایا تھا۔ اور اُسے نہایت خوبصورتی اور خوشنمائی کے ساتھ سجایا بھی تھا۔ خیمے میں تمام نشستیں کرسیوں پر تھیں۔ ڈائس کی نہایت پُر تکلف آرائش کی گئی تھی جسکے درمیان میں اعلیحضرت نقرئی کرسی پر ایک زرین اور منقش کینوپی کے نیچے تشریف فرما ہوئے جس وقت اعلےٰ حضرت تشریف لائے تمام حاضرین تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ملک کے ہر حصہ سے بڑے بڑے معزز اور اعلیٰ مرتبہ کے لوگ اس جشن میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ چونکہ رہنمائے تعلیم نہایت خوبی کے ساتھ تیس اکتیس برس سے اردو کی خدمت کر رہا ہے۔ لہذا یہ کس طرح ممکن تھا کہ اردو کے سب سے بڑے ادیب اور نظم کے مجدد کی صد سالہ سالگرہ ہوتی اور ماسٹر جگت سنگھ صاحب پروپرائٹر رہنمائے تعلیم اس میں شرکت نہ فرماتے جنکی عمر کا بہت بڑا حصہ خاموشی کے ساتھ اردو کی خدمت میں بسر ہوا ہے! اور جنہوں نے اپنے رسالے کے جوبلی نمبر۔ فسانہ نمبر۔ ریڈ کراس نمبر اور سلور جوبلی نمبر نکالکر اردو صحافت میں الوالعزمی کی ایسی مثال پیش کی ہے جسکی دوسری نظیر ملک میں موجود نہیں اور جو مدتوں اپنی مثال آپ رہیگی۔ چنانچہ ماسٹر صاحب بھی پانی پت تشریف لائے اور جلسہ میں شرکت فرمائی۔ آپ کو ہندو پریس کے نمائندہ کی حیثیت سے ڈائس کے بالکل قریب ایک نمایاں جگہ دی گئی :۔

میں ان معززین کی فہرست یہاں لکھتا جو اطراف و اکناف ملک سے جشن حالی میں شرکت کیلئے پانی پت تشریف لائے تھے مگر عدم گنجائش مانع ہے۔ لہذا یہ مکمل فہرست مفصل رومداد میں شائع ہوگی۔ جسکو جلد تر چھاپنے کا انتظام کیا جا رہا ہے :۔

جلسہ تلاوت قرآن مجید سے شروع کیا گیا۔ اسکے بعد طلبا حالی مسلم ہائی سکول نے نہایت خوش الحانی سے مولانا حالی کے چند اشعار گا کر سنائے۔ اسکے بعد جناب خواجہ سجاد حسین صاحب نے ایڈریس پڑھا۔ جو پہلے ہی نہایت خوبصورت چھپوا کر حاضرین جلسہ کو تقسیم کر دیا گیا تھا ایڈریس کے بعد علامہ سر اقبال کے چند فارسی اشعار جو موصوف نے خاص اس جلسے کیلئے لکھے تھے ماسٹر لئیق احمد خاں صاحب نے ایسی خوش آوازی کے ساتھ پڑھے کہ سماں بندھ گیا :۔

زاں بعد مولوی عبد الحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے اپنا فاضلانہ مضمون "حالی بحیثیت شاعر، نثر نگار و نقاد" نہایت پر لطف طریقہ پر سنایا :۔

اس عالمانہ مضمون کے بعد چند مقامی شعراء نے اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا :۔

اسکے بعد خواجہ غلام السیدین صاحب ایم۔ اے۔ ڈی پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے اپنا مضمون "مولانا حالی ایک مصلح کی حیثیت سے" بڑی فصاحت اور خوبی کے ساتھ بیان فرمایا :۔

زاں بعد ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی نے اپنا نہایت ہی دلچسپ اور عجیب مضمون "مولانا حالی بحیثیت محب وطن" پڑھا۔ آپ کا مضمون ایک جدید نوعیت کا تھا اور عام طور پر نہایت پسند کیا گیا :۔

اسکے بعد خانصاحب حفیظ جالندھری نے خوش الحانی کے ساتھ اپنی نظم جو اس موقع کیلئے انہوں نے تصنیف فرمائی تھی پڑھی :۔

اسکے بعد گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے جناب صلعب ڈپٹی کمشنر بہادر کرنال نے ایک ہزار کے گرانقدر عطیہ کا اعلان فرمایا :۔

اسکے بعد اعلیحضرت نے نہایت ہی شستہ اور شائستہ طریقے سے بڑی خوبی اور روانی کے ساتھ ایک تقریر فرمائی جسکا ایک ایک لفظ پورے غور اور نہایت توجہ کیساتھ سنا گیا۔ درحقیقت یہ تقریر نہایت ہی مفید اور پُر مغز تھی اور اعلیحضرت نے اسکو بیان بھی ایسی خوش اسلوبی سے کیا کہ جملہ سامعین اور حاضرین حیران رہ گئے۔ آپ کی یہ تاریخی تقریر انشاء اللہ مفصل رپورٹ میں درج کی جائیگی۔ میں نے اسے بجنسہٖ حاصل کر لیا ہے :۔

اس شاہی تقریر کے بعد جناب سر سید راس مسعود صاحب وزیر تعلیم ریاست بھوپال نے اعلیحضرت والئے بھوپال کی جانب سے ۲۰ ہزار روپے کے نقد عطیے کا اعلان فرمایا جسے سنتے ہی تمام پنڈال خوشی و مسرت کے نعروں سے گونج اٹھا۔ راس مسعود صاحب نے ریاست کے دوسرے ارکان

اس اعلان کے بعد لنچ کیلئے جلسہ برخواست ہوا اور اعلیحضرت تشریف لے گئے ؛

سہ پہر کا جلسہ

۴ بجے سہ پہر اعلیحضرت پھر تشریف لائے اور تلاوت قرآن مجید کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے خواجہ غلام السیدین صاحب نے ملک کے معززین اور مشاہیر کے وہ پیغامات پڑھ کر سنائے جو اطراف ملک سے مخدومی خواجہ سجاد حسین صاحب کو موصول ہوئے تھے۔ یہ تمام پیغامات جن میں بھیجنے والوں نے مولانا حالی سے اپنی انتہائی عقیدت کا اظہار کیا تھا مفصل طور پر مکمل رپورٹ میں شائع ہونگے ؛

ان پیغامات کے بعد پروفیسر اے۔بی۔اے حلیم پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اساتذہ وطلبائے مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ایک ہزار کی پیشکش کی۔ اور اسکے بعد خواجہ اظہر عباس صاحب نے بہت سے مختلف عطیات کا اعلان فرمایا۔ جو اس موقع پر مختلف اصحاب نے مرحمت فرمائے۔ ماسٹر جگت سنگھ صاحب مالک رسالہ رہنمائے تعلیم نے بھی پچیس ۲۵ روپے چندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ ان تمام چندوں اور عطیات کی تفصیل بھی مفصل رپورٹ میں دی جائے گی ؛

اس کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔ اور اعلیحضرت نے دیوالی کی تقریب پر طلبائے حالی مسلم ہائی سکول کو کمال رواداری سے کام لیتے ہوئے تین روز کی چھٹی مرحمت فرمائی ؛

اعلیحضرت اسی روز شام کو واپس تشریف لے گئے ؛

شب کو ۹ بجے سے ۱ بجے تک جناب آنکر صاحب مرادآبادی کی صدارت میں مشاعرہ منعقد ہوا جسمیں مختلف شعراء نے اپنی اپنی غزلیں سنائیں ؛

جلسہ کا دوسرا دن

۲۷ اکتوبر

دوسرے دن کا جلسہ ۲۷ اکتوبر کو ۱۰ بجے صبح سے شروع ہوا۔ اس اجلاس کے صدر مخدومی جناب سید محی الدین صاحب ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا پرنسپل عثمانیہ کالج اورنگ آباد دکن تھے۔ جو سررشتہ تعلیمات حیدرآباد کی طرف سے سرکاری طور پر اس تقریب میں تشریف لائے تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ نے ایک مختصر تقریر کی اور سررشتہ تعلیمات حیدرآباد کی جانب سے اس جلسہ کیلئے ایک پیغام پڑھکر سنایا۔ اور ازاں بعد مولانا حالی کی سادہ اور قابل تقلید زندگی کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور فرمایا کہ اسے شمع راہ بنانا چاہیئے اور اسی کی یاد کو تازہ کرنیکیلئے اس تاریخی جلسہ کا انعقاد کیا گیا ہے۔ صاحب صدر کی تقریر کے بعد محمد یحییٰ صاحب تنہا بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل میرٹھ نے ایک مضمون پڑھا جس کا عنوان تھا "حالی ایک انسان کی حیثیت سے"؛

اسکے بعد چودھری خوشی محمد صاحب ناظر کی ایک نظم منشی نذیر احمد صاحب متعلم ایس۔ وی کلاس گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر نے نہایت خوبی اور خوش الحانی کے ساتھ گا کر سنائی جو چودھری صاحب نے اسی موقع کے لئے لکھ کر بھیجی تھی ؛

اسکے بعد مولوی حسن الدین صاحب خاموش (یو۔پی) نے حجاز میں مسدس حالی کی مقبولیت کے متعلق ایک تقریر فرمائی۔ مسدس سے اپنے عشق کا اظہار کیا۔ اور چند بند مسدس کے حاضرین کو سنائے ؛

اسکے بعد ظہیر الاسلام صاحب بی۔ اے۔ شاہ آبادی نے "مولانا حالی کے خصائص و اثرات" کے عنوان سے ایک مضمون پڑھ کر سنایا ؛

بعد ازاں رام چرن صاحب ہانی پتی نے ایک دلچسپ نظم حاضرین کو سنائی ؛

اسکے بعد جناب خانصاحب حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام جلد دوم میں سے کچھ اشعار سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا اور اپنی ایک پرانی نظم "یاد حالی" بھی سنائی جو انہوں نے عرصہ ہوا سر سید راس مسعود صاحب کی پانی پت تشریف آوری کے موقعہ پر پڑھی تھی ؛

بعد ازاں صاحب صدر نے مولانا حالی کی ایک مفصل اور مکمل سوانح [illegible] کی طرف جلسہ کی توجہ مبذول کرائی جسکی حفیظ اور نواب صاحب بہادر یار جنگ نے بڑے زور سے تائید کی۔ اسی دوران میں صاحب صدر نے بیگم صاحبہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے دو سو روپیہ کے عطیہ کا اعلان فرمایا۔ جو محترمہ نے مقامی مسلم گرلز سکول کو مرحمت فرمایا ہے ؛

اس کارروائی کے بعد کھانے اور نماز ظہر کیلئے جلسہ برخاست ہوا ؛

۲۷ تاریخ کا دوسرا اجلاس

۲۷ تاریخ کا دوسرا اجلاس سوا تین بجے سہ پہر شروع ہوا۔ پہلے خواجہ اظہر عباس صاحب نے اعلیحضرت والئے بھوپال کا تار پڑھ کر سنایا جس میں اعلیٰحضرت نے مہمانداری کیلئے منتظمین کا شکریہ ادا کیا تھا اور جلسہ کی کامیابی پر ان کو مبارکباد دی تھی۔ دوسرا پنڈت مالویہ کا تھا جس میں مولانا حالی کی صدسالہ سالگرہ پر منتظمین کو مبارکباد دی گئی تھی ؛

اس کے بعد ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ وزیر بلدیات پنجاب نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں لوگوں کو اتحاد اور رواداری کی تلقین کی اور حالی کی تقلید کرنے کی ترغیب دلائی ؛

زاں بعد مختلف اصحاب نے چھ ریزولیوشنز پیش کئے جو پاس ہوئے ؛

اسکے بعد خواجہ اظہر عباس صاحب نے سر شیخ عبدالقادر صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا جو آپ نے لندن سے بھیجا تھا ؛

اس کے بعد ڈاکٹر سر گوکل چند صاحب نارنگ نے منتظمین جلسہ کی طرف سے حالی سنٹنری کا ایک خوبصورت تمغہ صاحب صدر سید محی الدین صاحب کی خدمت میں پیش کیا ؛

زاں بعد صاحب صدر نے ڈاکٹر سر گوکل چند صاحب نارنگ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ از راہ کرم یہاں تشریف لائے صاحب صدر نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی طرف سے سو روپیہ کے عطیہ کا اعلان فرمایا۔ اسکے منافع سے ہر سال حالی مسلم ہائی سکول کے اس طالب علم کو انعام دیا جایا کریگا جو ہندو مسلم اتحاد پر بہترین نظم لکھے ؛

اسکے بعد جناب شیخ محمد بدر الاسلام صاحب فضلی ہیڈ ماسٹر نے مدرسہ کی رپورٹ کے نہایت اہم حصص پڑھ کر سنائے اور مکمل رپورٹ مفصل روئداد میں شائع کرنے کا وعدہ فرمایا ؛

اسکے بعد استاذی المحترم جناب مولانا خواجہ غلام الحسنین صاحب سابق انسپکٹر تعلیمات گلبرگہ و مترجم فلسفۂ تعلیم ہربرٹ سپنسر نے مولانا حالی کے متعلق ایک بڑی ہی فصیح و بلیغ اور دلچسپ و مفید تقریر فرمائی۔ جو بیحد پسند کی گئی جس وقت یہ تقریر چھپکر ناظرین کے سامنے آئیگی تو ہمارے بیان کی تصدیق ہو گی ؛

اسکے بعد شیخ محمد اقبال متعلم مسلم ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور نے ایک مضمون پڑھا جس کا عنوان تھا "حالی ایک مصلح کی حیثیت سے" ؛

زاں بعد اُن لوگوں کو جنہوں نے جلسہ میں خدمات انجام دی تھیں اور سٹاف مدرسہ کو سکول کی طرف سے صاحب صدر نے تمغے مرحمت فرمائے۔ جو بہت خوشنما تھے اور چاندی کے بنے ہوئے تھے ؛

اس کے بعد جناب خواجہ سجاد حسین صاحب نے حاضرین اور صاحب صدر کا مختصر الفاظ میں شکریہ ادا کیا اور اس طرح یہ عظیم الشان تاریخی جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا ؛

اس جلسہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس موقع پر حالی بکڈپو پانی پت کی طرف سے مولانا حالی کی ایک نہایت ہی دلچسپ اور مبسوط سوانحعمری "تذکرۂ حالی" کے نام سے شائع کی گئی تھی۔ مولانا کے انتقال کو حالانکہ آج بیس برس ہو چکے مگر اب تک کوئی اعلیٰ پایہ کی لائف آپ کی نہیں لکھی گئی۔ یہ سب سے پہلی شرح سوانحعمری ہے جو آرٹ پیپر پر جیبی خوشنما تقطیع کے ساتھ مجلد شائع کی گئی ہے۔ دوسری چیز مولانا حالی کی رباعیات کا مکمل مجموعہ ہے یہ بھی حالی بکڈپو پانی پت نے اس موقع پر شائع کیا ہے۔ ابتک عام طور پر سو کے قریب رباعیاں مولانا کی ملتی تھیں۔ مگر اس ایڈیشن میں نہایت تلاش کے بعد ایک سو اسی رباعیاں جمع کی گئی ہیں۔ اس کتاب کو بھی جیبی تقطیع پر نہایت نفاست کے ساتھ شائع کیا گیا ہے دونوں کتابوں کی قیمت چار روپے ہے۔ یہ دونوں کتابیں حالی کے عقیدتمندوں کیلئے ایک نادر تحفہ ہیں اور مولانا حالی کی صدسالہ یا سالگرہ کی

محمد اسمٰعیل پانی پتی

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

جلسہ مبارکباد جناب سردار بھگوان سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی چیف انسپکٹر آف سکولز ریاست پٹیالہ کے فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت پر مفصلہ ذیل مدارس میں مبارکباد کے اجلاس منعقد ہوئے۔ خوشی کی تمام رسمیں عمل میں آئیں۔ مثلاً بچوں میں شیرینی تقسیم کرنا۔ ان کے جسمانی میچ کرانا۔ انعامات تقسیم کرنا اور سکول میں چھٹی منانا۔ سردار صاحب ممدوح کی خدمت میں متفقہ ریزولیوشن پاس کر کے مبارکباد عرض کرنا اور مولود مسعود کی درازی عمر و ازدیادی اقبال و جاہ و جلال کے لئے قادر مطلق کے حضور میں دلی دعائیں۔ سری حضور مہاراج صاحب بہادر اور سری ٹیکا جی کیلئے تھری چیرز دینا۔

۱۔ ورنیکلر مڈل سکول گھنوری کلاں مورخہ ۲۸۔ اسوج سمت ۱۹۹۲ بکرمی

۲۔ ورنیکلر مڈل سکول کنڈہ گھاٹ " ۱۴۔ " "

انجمن معلمین کے اجلاس ۱۔ لوئر مڈل سکول شوگھی میں مدارس کوہستان ریاست پٹیالہ کے مدرسین کی کانفرنس ۳۰، ۳۱ ساون بصدارت جناب سردار بھگوان سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی چیف انسپکٹر ریاست۔ مدعا اجتماع پرائمری تعلیم کے نقائص اور ان کے دفعیہ کا علاج مدرسین پر واضح کرنا تھا۔ ہر مدرس کو اس امر پر مضمون لکھ کر لانے کا حکم تھا۔ چند نمونے کے سبق بھی ہوئے۔ مڈل سکول کنڈہ گھاٹ کے سکاؤٹ ٹروپ نے جو موقع پر حاضر تھا گراموفون ڈرل دکھائی۔ صاحب صدر نے اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے فرمایا کہ مدارس کوہستان کے مدرسین کے لئے یہ ایک نادر موقع ہے کیونکہ میدانی جلسوں میں شامل ہونے کا بوجھ بہت زیادہ تھا۔ یہ جلسہ خاص ان کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ تمام حاضرین تبادلہ خیالات سے بہت فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے تعلیمی نقائص رفع کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اگرچہ پہلا موقع تھا مگر مدرسین کو اجلاس سے بہت فائدہ پہنچا جو بیچارے اندھیرے میں پڑے تھے اس نورانی اجلاس کی روشنی سے منور ہوئے اور صاحب صدر کے حق میں دعاگو ہوئے۔

(سکرٹری ہل سکول ٹیچرز کانفرنس)

۲۔ سنٹرل پنج گرائیں کلاں۔ ریاست فرید کوٹ۔ ۲۶ اسوج۔ دعائیہ نظم کا رنگھ جماعت دوم نے پڑھی۔ بذریعہ گراموفون چند شبد سنائے گئے۔ ماسٹر اندر سنگھ صاحب ہیڈ ٹیچر سکول اولکھ نے طلبہ کو ڈرل بذریعہ پروگرام پر سبق دیا۔ طلبا نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔ ماسٹر رام پرکاش صاحب نے ہمدردی پر مضمون پڑھا۔ جو سادہ اور عام فہم عبارت میں تحریر تھا۔ آپ نے ان اصولوں کا ذکر کیا جن سے یہ نیک عادت طلبا میں پیدا کی جا سکتی ہے۔ طلبا پر واضح کیا گیا کہ وہ خدا کی ہر ایک مخلوق سے انس اور محبت کیا کریں اور ہم جماعتوں سے ہمیشہ ہمدردی سے پیش آیا کریں۔ ماسٹر جسونت سنگھ صاحب کوٹ سکھیا نے چند تازہ خبریں سنائیں۔ نرنجن سنگھ جماعت سوم نے چند لطیفے سنائے رسنت رام جماعت سوم نے ایمانداری پر موزوں کہانی سنائی۔ ماسٹر جسونت سنگھ صاحب نے شراب نوشی پر اپنی پنجابی نظم سنائی۔ ہر مدرس نے اپنی مشکلات کا اظہار کیا۔ جو انہیں اپنے سکول کی ترقی میں پیش آئیں جن کے لئے مناسب تدابیر سوچی گئیں۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر اور سری حضور کنور صاحب بہادر کی درازی عمر اور بلندی اقبال کیلئے دعا کی گئی۔

(جسونت سنگھ)

دیہات سدھار کا کام ۱۔ گورنمنٹ ہائی سکول گڑھ شنکر۔ میلہ منڈی گڑھ شنکر پر بدستور سابق طلبا اور اساتذہ نے بہت مفید کام کیا۔ جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ہوشیار پور نے فرمائی۔ سکول کے تمام طلبا نے خاکی یونیفارم میں ماس ڈرل دکھائی۔ چند لڑکوں نے دلخوش کن نظمیں سنائیں۔ ماسٹر محسن علی اور ماسٹر نرنجن ناتھ نے

تقریریں کیں صاحب صدر نے چودھری عزیز بخش صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر کی اس حسن کارکردگی کو بہت سراہا اور موزوں الفاظ میں شکریہ ادا کیا ؛
(ہیڈ ماسٹر صاحب)

۲۔ تعطیلات فصلی میں لوئر مڈل سکول نظام پورہ چک نمبر ۲ کے مدرسین کی کارکردگی :۔

ا۔ ۲۴ ستمبر جلسہ دیہات سدھار سردار ارجن سنگھ صاحب سفید پوش چک نمبر ۳ بھائی کوٹ کی صدارت میں حاضرین کی کثیر تعداد حاضر تھی۔ ایم محمد عبداللہ صاحب نائب مدرس نے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ چودھری جلال الدین صاحب ہیڈ ماسٹر نے رسوم بد کے دفعیہ پر پُر زور تقریر کی۔ "جہالت کے کرشمے" نامی ڈرامہ منشی محمد اقبال صاحب شاگرد نے سٹاف اور طلبہ کی مدد سے سٹیج کیا۔ رسوم بد کی تباہی کا نعرہ حاضرین نے بے اختیار بلند کیا۔ صاحب صدر کے ماتحت ایک کمیٹی دیہات سدھار عمل میں آئی ؛

ب۔ ۳ اکتوبر چودھری سوہن دین کی صدارت میں خاص نظام پورہ چک نمبر ۲۔ پہلے جلسہ کی یاد دہانی کرائی "ان بلائی آفت" نامی ڈرامہ کیا گیا۔ چودھری جلال الدین صاحب نے پولیس اور عدالت کے پارٹ ادا کئے۔ پبلک نے بہت سبق حاصل کئے۔ منشی محمد اقبال شاگرد نے شراب نوشی کی خرابیاں ظاہر کیں۔ چار پانچ آدمیوں نے حتمی وعدہ کیا کہ شراب نہ پئیں گے۔ ورنہ بیس بیس روپیہ جرمانہ دیہات سدھار کمیٹی کو ادا کریں گے۔ مولوی بدرالدین صاحب امام مسجد جامع مسجد نے پُر زور تقریر کی کمیٹی دیہات سدھار عمل میں آئی۔ جن کے نام تحصیلدار صاحب چونیاں اور اے۔ ڈی۔ آئی صاحب علاقہ کی خدمت میں بھیجے گئے ؛
(محمد عبداللہ)

گورنمنٹ اینگلو اُردو ہائی سکول ہبلی ضلع دھارواڑ پروفیسر مولوی ایم۔ اے کرناٹک کالج دھارواڑ کی صدارت میں جناب ڈی۔ کیو۔ باگل کوٹی بی۔ اے ایم۔ ایس۔ سی سابق طالب علم سکول ہذا کے الیکٹرک انجینئر کے سہ سالہ کورس کی تحصیل کے لئے لنڈن تشریف لے جانے کی مبارکباد عرض کرنے پر جلسہ ہوا۔ جس میں شہر کے معزز و ممتاز اصحاب موجود تھے۔ سرکاری افیسر۔ میونسپل کمشنرز اور تمام رووار شریک جلسہ ہوئے صاحب صدر کے علاوہ فخر قوم ایس۔ اے پیرزادے بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کا لیکچر قابل ذکر ہے۔ مسٹر باگل کوٹی کی تشریف بری پر احباب کا مجمع کثیر سٹیشن پر جمع تھا آپ کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ کرناٹک کے مسلمانوں میں لنڈن تشریف لے جانے والوں میں آپ کا اوّل نمبر ہے۔ اس وجہ سے آپ شہر ہبلی کے مسلمانوں سے خصوصاً اور کرناٹک والوں سے عموماً مبارکباد کے مستحق ہیں ؛
(ایچ آئی مومن)

خوشخبری ۱۸ ستمبر چہار شنبہ میونسپل ہال میں سپیشل میٹنگ ہوئی۔ جبکہ عالیجناب سردار محبوب علی خاں صاحب برادر نواب شہور ایم۔ ایل۔ سی ہبلی میونسپلٹی کے صدر منتخب ہوئے مسلمانان شہر ہبلی خصوصاً اور دیگر حضرات عموماً مبارکباد کے مستحق ہیں ؛
(ایچ آئی مومن)

جلسہ تہنیت مڈل سکول امرگڑھ۔ ریاست پٹیالہ :۔ ۲۳ اسوج سمت ۱۹۹۲ لالہ ہری داس جی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کی صدارت میں جناب سردار بھگوان سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی چیف انسپکٹر آف سکولز ریاست پٹیالہ کے گھر شکوئے دولت میں فرزند ارجمند کی ولادت کی خوشی میں جلسہ مبارکباد منعقد ہوا۔ طلبا نے مسرت انگیز نظمیں گائیں بعض نے نثر میں اپنے مضامین سے خوشی کا اظہار کیا۔ ممبران سٹاف نے بھی مناسب موقعہ تقریریں کیں۔ اور مولود مسعود کی ایزادی عمر کیلئے پرماتما سے پرارتھنا کی گئی۔ مہاراج ادھیراج بہادر کی ایزادی اقبال کی دعاؤں اور تھری چیئرز پر جلسہ انجام پذیر ہوا ؛
(جگن ناتھ شاد)

رہنمائے تعلیم اس مژدہ جانفزا سے مسرت اندوز ہو کر دلی خلوص سے جناب سردار بھگوان سنگھ صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہے اور آرزومند ہے کہ قادر مطلق نومولود صاحبزادہ کو عمر طبعی تک پہنچائیں۔ وہ علوم دینی و دنیاوی سے بہرہ ور ہو کر اپنے معزز والدین کے سایہ ہما پایہ میں اعلےٰ مراتب پر پہنچے اور اپنے اعلےٰ کیرکٹر اور حسن اخلاق سے جہان فنا میں نامی ہو وہاں اپنے خاندان اور واجب الاحترام والدین کی عزت اور شہرت کو چار چاند لگانے کا موجب ہو ۔ (ایڈیٹر)

مقابلے کا امتحان } گورنمنٹ انجینئرنگ سکول رسول کے داخلہ کا مقابلہ کا امتحان پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں ۴ لغایت ۸ نومبر ۱۹۳۵ء (بشمولیت ہر دو ایام) ہوگا ۔ (محکمہ اطلاعات پنجاب)

میر خورشید حسن صاحب بی۔ اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور

جناب میر خورشید حسن صاحب بی۔ اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لاہور محکمہ تعلیم کے ان روشن دماغ اور بیدار مغز افسران میں سے ہیں جن پر محکمہ تعلیم بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ آپ کو ضلع لاہور کی ڈسٹرکٹ انسپکٹری کی باگ ڈور ہاتھ میں لئے ہوئے تقریباً سوا سال ہو چکا ہے۔ آنجناب نے اس قلیل عرصہ میں مدرسین، ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ اور اپنے ماتحت عملہ کے دلوں میں اپنی ایک لازوال اور حقیقی محبت پیدا کر لی ہے۔ چونکہ آپ ایک عرصہ تک ہائی سکولوں کے ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں۔ لہذا معائنہ کے وقت جملہ طلبا سے پدرانہ اور مشفقانہ سلوک کرنا، ہر ایک طالب علم سے ہر ایک مضمون فرداً فرداً بڑے غور و خوض سے سننا، تحریری کاپیوں کے کام کو غور سے دیکھنا، طلبا کے سامنے اپنے دست مبارک سے درست کرنا آپ ہی کا کام ہے ۔

آنجناب تعلیمی اور تحریری کاموں، کھیلوں اور دیگر نئی تحریکات کے ہر پہلو کو غور سے دیکھتے ہیں۔ اور مدرسین کو ہمیشہ یہی ہدایت فرمایا کرتے ہیں کہ وہ ایمانداری سے اپنے فرائض منصبی کو سر انجام دیتے ہوئے ٹھوس تعلیمی کام کیا کریں۔ چنانچہ میر صاحب موصوف تعلیمی کام کو ٹھوس بنانے، سکولوں کو باقاعدہ صاف ستھرا رکھنے، طلبا کو ورزش اور کھیلیں باقاعدہ کرانے کے پروگرام کی تکمیل کی غرض سے گرمی سردی کا خیال نہ کرتے ہوئے سکولوں کے متواتر معائنے فرمایا کرتے ہیں۔ تعلیمی کام کی رہنمائی کے علاوہ معائنہ کے وقت مدرسین کے ساتھ ہمدردانہ سلوک آپ کی ذاتی شرافت اور خاندانی وجاہت کا مظہر ہے ۔

انچارج اور ماتحت مدرسین کے ہر ایک معاملہ کو غور سے سننا اور متنازعہ امورات کی تہ تک پہنچ کر تصفیہ کرنا، آپ کی نیک طینتی اور بیدار مغزی میں داخل ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ کہ صاحب ممدوح ایسے کاموں میں کسی کے کہنے کہلانے میں نہیں آتے۔ بلکہ جو کچھ ان کی اپنی تحقیقات میں آتا ہے۔ اُسی کی بنا پر فیصلہ فرمایا کرتے ہیں۔ القصہ مدرسین کے لئے آپ کی ذات والاصفات ایک آیۂ رحمت ہے۔ اور آپ مدرسین کے سچے مونس و غمگسار ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ حتی الوسع مدرسین کی تبدیلیاں اُن کی درخواستوں کے مطابق ان کے حسب منشا ہی کیا کرتے ہیں۔ تنخواہیں جن پر مدرسین کی گذر اوقات ہے۔ باقاعدہ وقت پر پہنچ رہی ہیں۔ اور یہ باقاعدگی کا سلسلہ آپ ہی کے عہد میں قائم ہوا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے آپ ایسے بیدار مغز افسر کو ترقی کے اعلےٰ معراج تک پہنچائے ۔

(نیاز مند گوکل چند ایف۔ اے منشی فاضل مدرس ڈی۔ بی۔ مڈل سکول کوٹ رادھاکشن۔ لاہور)

مبارکبادی کے جلسے

ریاست پٹیالہ کے چیف انسپکٹر مدارس جناب سردار بھگوان سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کے فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت کی تقریب میں علاوہ ان مدارس کے جن کا ذکر انہیں کالموں میں ہو چکا ہے مفصلہ ذیل مدارس میں بھی خاص اجلاس منعقد کر کے مبارکباد کے ریزولیوشن پاس ہوئے۔ مولود مسعود کی درازی عمر و ایزادی جاہ و جلال کے لئے خدائے برتر کے حضور میں دعائیں کی گئیں:۔

۱۔ ورنیکلر مڈل سکول تلونڈی ملک۔ لالہ برج لعل صاحب ہیڈ ماسٹر صدر۔ ایم عبدالرحیم خاں سکرٹری۔

۲۔ " " لونگووال۔ ضلع سنام۔ پنڈت ستیہ پال صاحب ہیڈ ماسٹر صدر۔ لالہ رام جیداس سکرٹری۔

متفرقات

۱۔ **گورنمنٹ ہائی سکول پنڈی بھٹیاں**:۔ ۹ر اکتوبر جناب امین چل صاحب بہادر کمشنر ڈویژن لاہور سکول میں تشریف فرما ہوئے۔ راجہ محمد منیر صاحب ٹیچر نے خیر مقدم کی نظم پڑھی۔ طلبا جماعت پنجم و ہفتم نے انگریزی نظمیں پڑھیں اور ڈرامہ دکھایا۔ بوٹا مل جماعت دہم نے انگریزی میں سکول کی مختصر تاریخ بیان کی صاحب بہادر نے خوش ہو کر پندرہ روپے جیب خاص سے تشہیر ہی کے لئے عطا کئے۔ اور سکول وزٹ بک میں تحریر فرمایا:۔

"سکول کی عام حالت بہت اچھی ہے۔ خاص کر انگریزی تلفظ اور لب و لہجہ بہت اچھا ہے جس کے لئے انگریزی پڑھانے والے اساتذہ قابل تعریف ہیں"

سید عجائب علی شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر کے زیر سایہ سکول شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ (محمد منیر)

۲۔ **گورنمنٹ انڈسٹریل سکول سیالکوٹ**:۔ ۲۱ر اکتوبر جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر محکمہ صنعت و حرفت پنجاب نے معیت انسپکٹر صاحب بہادر انڈسٹریل سکولز اس سکول کا معائنہ فرمایا۔ عملہ سکول کی کارکردگی پر خوشنودی مزاج کا اظہار فرمایا۔ لاگ بک میں عمدہ ریمارک درج فرما کر متعلقین کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ سید عبدالواحد شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر کی سرپرستی میں سکول معراج ترقی پر پہنچ گیا ہے۔ کارگزاری اور نظم و نسق اعلیٰ پایہ پر ہیں۔ مگر یہ خبر نہایت رنجدہ ہے کہ نئی سکیم کے ماتحت سکول تھوڑے عرصہ تک بند ہو جائیگا۔ (محمد الدین)

۳۔ **گورنمنٹ ہائی سکول روپڑ**۔ ۲۳ر اکتوبر ساڑھے گیارہ بجے قبل دوپہر موضع حویلی کلاں میں جو سکول کے سامنے دکھائی دیتا ہے۔ اتفاقاً زمینداروں کے گھروں میں آگ لگ گئی اور خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ کیونکہ زمیندار لوگ اپنے اپنے کھیتوں میں تھے مستورات اور کمسن بچے شور و غل کے سوا کیا کر سکتے تھے۔ ان کے شور سے متاثر ہو کر جناب لالہ لنکومل صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے بھائی رونق سنگھ ڈرل ماسٹر کے ہمراہ ۴۵-۴۶ طالب علم ہائی کلاسوں کے موقعہ پر بھیجے۔ جنہوں نے پہنچتے ہی آگ پر قابو پا لیا اور دو گھنٹے نہایت مستعدی سے کام کرتے ہوئے اپنے ہمسائیوں کو مصیبت کے منہ سے بچا لیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہمدردی اور فوری امداد کے صدقے اہالیان دہ نقصان سے بچ گئے۔ چودھری دیا رام نمبردار نے سکول میں آکر طلبا کی بروقت امداد کا دلی شکریہ ادا کیا۔ (سالگرام شرما)

۴۔ **مڈل سکول سنگھواں بیٹ ضلع لدھیانہ**:۔ چودھری نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت تمام اساتذہ کی حاضری میں خاص اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں جناب سردار جوگندر سنگھ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لودھیانہ کو پی۔ ای۔ ایس کا گریڈ ملنے پر اظہار مسرت کیا۔ صاحب ممدوح کی خدمت میں مبارکباد عرض کرنے کی قرارداد پاس ہوئی اور محکمہ تعلیم کے ارباب بست و کشاد کا شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے حق بحقدار رسانیدن کے مقولہ کو اپنایا۔ (بچنت آور سنگھ)

مبارکباد

آج مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۳۵ء کو زیر صدارت سردار ایشر سنگھ صاحب پریذیڈنٹ مدارس سنٹر دھیٹا مارہ لور مڈل سکول جلسہ منعقد ہوا:۔ ہم جملہ مدرسین مدارس سنٹر ہذا کی طرف سے ہمارے مہربان افسر سردار جوگندر صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع لودیانہ کو پی۔ ای۔ ایس کے گریڈ ملنے کی مبارکباد دیتے ہیں۔ خداوند کریم ایسے نیک دل افسر کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

نہایت مفید و نادر کتب

مجموعہ مضامین
جوابی مضمونوں کی کتاب مڈل و نارمل ٹریننگ کالج اور انٹرنس کے طلبا کیلئے نہایت مفید اور کارآمد ذخیرۂ مضامین ہے۔ قیمت (عہ/) رعایتی ۱۲ ار

رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر قیمت ۸ر

علمی کہانیاں باتصویر
اس کتاب کی خوبیوں سے متاثر ہو کر پنجاب سرکار نے ہیں یک صد روپیہ انعام دیا ہے قیمت ۵ر

رہنمائے تعلیم کا فسانہ نمبر قیمت ۸ر

مخزن شرح
لغت کی نادر کتاب طلبائے مڈل نارمل ایس وی انٹرنس وغیرہ سبھی کے لئے مفید ہے قیمت ۸ر رعایتی ۶ر

رہنمائے فارسی
ابتدائی جماعتوں کے لئے بول چال فارسی سکھانے والی کتاب قیمت چھ آنہ رعایتی ۴ر

گلدستہ ادب
پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی سفارش سے جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سر رشتہ تعلیم پنجاب نے بموجب سرکلر نمبر B ۲۰۴۳ مورخہ ۱۱ گلدستہ ادب نامی کتاب جو اردو محاورات اور ترکیب نحوی وغیرہ کا ایک نادر مجموعہ ہے) لائبریری کے لئے منظور فرمائی ہے۔ امید ہے کہ اب کوئی سکول لائبریری اس مفید اور نادر کتاب سے خالی نہ رہے گی۔

قیمت

فی جلد بارہ آنے ۱۲ار

رہنمائے ریاضی
مڈل اور نارمل اور ایس۔ وی کے لڑکوں کے لئے مفید ہے۔ قیمت چھ آنہ (۶ر)

خلاصہ باغبانی زراعت
مڈل اور نارمل اور ایس۔ وی کے لڑکوں کے لئے مفید ہے۔ قیمت ۶ر

مجموعہ پرچہ جات امتحان ایس۔ وی کلاس
سالانہ امتحانات کے پرچوں کا مجموعہ قیمت ۸ر رعایتی ۶ر

آئینہ مسدس
مسدس حالی کی نہایت مفید اور دلچسپ شرح اور فرہنگ قیمت بارہ آنے رعایتی قیمت ۸ر

اخلاقی حقیقی امتحان کی تیاری قیمت ۲ر

گلدستہ جغرافیہ پنجاب
جغرافیہ پنجاب کا عجیب خلاصہ مع نقشہ قیمت فی جلد ۲ر

امتحان پاس کرنے کے گر قیمت ۲ر

سنہری گیت
نہایت مفید اور دلچسپ مزیدار نظموں اور گیتوں کا مجموعہ قیمت ۱۲ار

ملنے کا پتہ: گلاب چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی۔ لاہور

دورِ جدید — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ — بابت ماہ نومبر ۱۹۲۵ء

سالانہ چندہ عہ — فی پرچہ ۲/

گلدستہ اطفال
یعنی
ضمیمہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ مسٹر پریم چند سپاٹوی

جلد ۱۶	بابت ماہ نومبر ۱۹۲۵ء	نمبر ۱۱

عزیز بچّو!

تم نے گلدستہ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو۔ تو آج ہی ۸؍ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عُمدہ عُمدہ کہانیوں لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے۔

مینجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵

دلچسپ معلومات

آگ پھینکنے والا درخت یہ درخت جاپان میں پایا جاتا ہے۔ اس کی پتّیاں ہلکے نیلے رنگ کی ہوتی ہیں۔ اور بہت خوب صُورت معلوم ہوتی ہیں۔ سُورج چھُپ جانے کے بعد یہ درخت آگ پھینکنا شروع کر دیتا ہے۔ اور آدھی رات تک پھینکتا رہتا ہے۔ آدھی رات کے بعد آگ رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے۔ اور صبح تک بجھ جاتی ہے۔

گانے والا درخت یہ امریکہ کے جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔ ہوا اس کی پتیوں سے ٹکرا کر طرح طرح کے راگ پیدا کرتی ہے اور سارے جنگل میں اس کے گانے کی آواز گونجتی رہتی ہے۔

ہمیشہ ہرا رہنے والا درخت یہ صرف امریکہ میں ہوتا ہے۔ اور سال بھر پھولوں سے لدا رہتا ہے۔

آرام پہنچانے والا درخت یہ درخت سیلون میں پایا جاتا ہے۔ اس کی پتیاں بہت بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ ایک ایک پتی کے سایے میں بیس بیس آدمی نہایت آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔

فائدہ مند درخت یہ درخت چین میں پایا جاتا ہے۔ اس میں سے ایک چیز موم کی قسم کی نکلتی ہے۔ لوگ اس کو موم بتی بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔

مار ڈالنے والا درخت یہ برازیل میں پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو چھوئے تو یہ اس کا خون چوس لیتا ہے۔ اور وہ آدمی مر جاتا ہے۔

ایک عجیب درخت عرب میں ایک بہت عجیب درخت پایا جاتا ہے۔ جس شخص کو اس کا بیج پیس کر کھلا دیا جائے وہ اچھلنے کودنے اور ہنسنے لگتا ہے۔ ایک گھنٹہ تک اس کی یہی حالت رہتی ہے۔ اس کے بعد وہ سو جاتا ہے۔ اور جاگنے پر اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے۔

ایک خطرناک درخت یہ برما اور کوہ ہمالیہ پر پایا جاتا ہے۔ اس کے پچھلی طرف ایک چیز ہماری ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہوتی ہے جو بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اسے چھوئے تو وہ اس کے چبھ جاتی ہے اور ایک طرح کا زہر اس کے بدن میں چلا جاتا ہے۔ جس سے آدمی مارے درد کے تڑپنے لگتا ہے +

(ترجمہ) ضیاء الحق الہ آباد

پنڈت جی کی بہلی

(خاص بچوں کے لئے ۔ ماخوذ از کتاب اُردو کی پہلی)

کیسی ہلکی بنی ہوئی ہے یہ ۔۔۔ خُوب عُمدہ رنگی ہوئی ہے یہ
خوبصُورت ہے کیسی اچھی ہے ۔۔۔ کاریگر نے سبک بنائی ہے
خُوب اجلا بچھا بچھونا ہے ۔۔۔ سرخ پردہ بھی کھارُوے کا ہے
اِک طرف پردہ چھوڑ رکھا ہے ۔۔۔ دھوپ کا یہ بچاؤ اچھا ہے
دوسرے ہاتھ کا جو پردہ ہے ۔۔۔ واسطے یہ ہوا کے اُلٹا ہے
بیل اچھے ہیں اور موٹے ہیں ۔۔۔ نسل ناگوری جیسے ہوتے ہیں
سینگ پر ہیں سنگوٹیاں اِن کے ۔۔۔ سینگ لگتے ہیں خُوشنما کیسے
اس میں بیٹھے ہوئے ہیں پنڈت جی ۔۔۔ جن سے زینت ہوئی ہے بہلی کی
جا رہے ہیں یہ اپنے مکتب کو ۔۔۔ دینگے تعلیم جاتے ہی سب کو
بہلی نیچے ہے اُن درختوں کے ۔۔۔ جو آگے ہیں کنارے سڑکوں کے
بے دھڑک جا رہی ہے وہ کیسی ۔۔۔ کیونکہ پکی سڑک ہے اور اچھی
سایہ اچھا مگر پڑے کیسے ۔۔۔ جب نہ ہوں کچھ درخت ہی گھن کے
صاف و پختہ سڑک کے ہونے سے ۔۔۔ لگتے بالکل نہیں ہیں ہچکولے
پہلے اس دیس کے امیر تمام ۔۔۔ رتھ ہی میں ہوتے تھے سوار خدام
اور جو کم مایہ دار ہوتے تھے ۔۔۔ بہلیوں میں سوار ہوتے تھے

(باقی آئندہ)

دوسرے کے نقصان پر ہنسنا

ایک تھا مالی اور ایک تھا کمہار۔ اِن دونو نے مِل کر ایک اونٹ خریدا۔ مالی نے ایک طرف ترکاری لادی۔ کمہار نے دوسری طرف لادے برتن۔

یہ دونو چلے بیوپار کرنے۔ مالی نے کہا "بس ترکاری بیچ کر کپڑے خرید لاؤنگا"۔
کمہار نے کہا "میرے بچے چپاتی کی شکل کو ترس گئے ہیں۔ گھر میں آٹا نہیں میں تو گندم لاؤنگا۔ میری بیوی آٹا پیسے گی اور چند دن ہم آرام سے کھائیں گے۔

اس طرح وہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔ چلا چل۔ چلا چل۔ ایک جگہ پہنچے جہاں سے اُن کو وہ گاؤں دکھائی دیتا تھا۔ جہاں وہ جانا چاہتے تھے۔

مالی اونٹ کی مہار پکڑے آگے آگے جاتا تھا۔ اور کمہار پیچھے پیچھے۔ کمہار نے دیکھا۔ اونٹ بار بار منہ پیچھے کی طرف کرتا ہے اور ترکاری کو کھاتا ہے۔ کمہار یہ دیکھ کر ہنستا رہا۔ اونٹ آہستہ آہستہ ترکاری کھاتا رہا۔ آخر اونٹ نے ساری ترکاری کھالی۔

جب ایک طرف بوجھ بالکل نہ رہا تو برتن دوسری طرف کس طرح ٹھہر سکتے تھے؟ وہ دھڑام سے زمین پر آرہے برتن تھے مٹی کے۔ کمہار نے اُن کو اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ وہ زمین پر گرے تو چکنا چُور ہو گئے۔ اور اُن میں سے ایک بھی نہ بچ سکا۔

کمہار نے آہ سرد بھری اور کہا۔

کسی کے نقصان پر ہنسنا نہیں چاہئیے۔ میں مالی کے نقصان پر ہنسا۔ خدا نے میرا بھی نقصان کر دیا۔

گُلدستۂ اطفال بھائیو! دانا ہو تو اس سے مناسب سبق لو۔ (بیان) سلطان احمد وجودی)

آدمی کی پہچان

ایک اندھا فقیر سڑک کے کنارے بیٹھا ہے۔ اس کے پاس سے ایک غلام گزرتا ہے۔

غلام۔ کیوں بے اندھے! اِدھر سے کوئی ہرن بھی گیا ہے؟

فقیر۔ ہاں بابا آواز تو سُنی ہے شاید اس طرف گیا ہوگا (اس کے بعد وزیر آتا ہے)

وزیر۔ کیوں بابا اِدھر کوئی ہرن تو نہیں آیا؟

فقیر۔ صاحب یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ ہرن تھا یا کیا تھا۔ البتہ آواز ضرور سُنی ہے اور آواز اس طرف سے شروع ہوئی تھی اور اس طرف گئی تھی (اس کے بعد بادشاہ آتا ہے)

بادشاہ۔ کیوں شاہ صاحب! اِدھر سے کوئی جانور تو نہیں گزرا؟

فقیر۔ جہاں پناہ ضرور اِدھر سے ایک ہرن گیا اور اس کے پیچھے حضور کا غلام اور وزیر بھی گئے ہیں

بادشاہ۔ شاہ صاحب! یہ تو بتائیے کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میرا غلام اور وزیر اس کے پیچھے گئے ہیں۔

فقیر۔ عالیجاہ۔ زبان سے آدمی کی پہچان ہوتی ہے۔ پہلے غلام آیا چونکہ وہ کمینہ تھا اِس لئے اُس نے مجھ سے پوچھا (ابے اندھے اِدھر سے کوئی ہرن گزرا ہے) میں سمجھ گیا کہ ضرور یہ کوئی غلام یا اسی قسم کا کمینہ آدمی ہوگا پھر جناب کا وزیر آیا اس نے مجھ سے پوچھا (کیوں بابا اس طرف سے کوئی ہرن گیا ہے) اس کے طرزِ کلام سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ ضرور کوئی اوسط درجے کا آدمی ہے۔ اب حضور تشریف لائے تو جناب نے فرمایا (کیوں شاہ صاحب اِدھر سے کوئی ہرن گزرا ہے) میں نے اندازہ کیا کہ ضرور کوئی اوّل درجہ کا شریف آدمی ہے۔ اس لئے میں نے جناب سے بھی اسی طرح گفتگو کی۔

بادشاہ - شاہ صاحب آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ کی باتیں ہمیں بہت اچھی معلوم ہوئیں

فقیر - قبلہ عالم یہ تو جناب کی ذرہ نوازی ہے ورنہ میں اس قابل کہاں؟

بادشاہ - ہم اس وقت تمہاری کماحقہٗ قدر نہیں کر سکتے لاؤ ہاتھ -

(فقیر دونو ہاتھ پھیلا دیتا ہے - بادشاہ اشرفیوں کی ایک مٹھی اپنی جیب میں سے نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے) فقیر بینوا کا دلی شکریہ قبول فرمائیے - ؏

الٰہی در جہاں باشی بہ اقبال		جواں بخت و جواں دولت جواں سال

دوستو دیکھا کس طرح ایک اندھے فقیر نے صرف ایک ایک فقرہ سُن کر تینوں آدمیوں کو پہچان لیا - ہمیشہ زبان سے آدمی کی پہچان ہوتی ہے - اس لئے تمہیں چاہئیے کہ غریبوں اور بیکسوں سے ہمیشہ نرمی سے بات کیا کرو بلکہ ہمیشہ اس طرح بولو کہ کسی کا دل نہ دکھے - اللہ نے تم کو زبان دی ہے - اس کو اچھی یا بُری طرح استعمال کرنا محض تمہاری شرافت اور رذالت پر منحصر ہے اگر تم ایک غریب لاچار سے نرمی سے بات کروگے تو اس بیچارے کا دل بھی خوش ہو جائیگا اور تمہاری عزّت میں بھی فرق نہ آئیگا بلکہ اس کی نگاہوں میں تمہارا وقار اور زیادہ ہو جائیگا - اور اگر کسی غریب سے اکڑ کر یا مغرورانہ لہجے سے گفتگو کروگے تو اس طرح سے نہ تو تمہاری عزّت ہی کچھ بڑھ جائیگی اور نہ ہی اس غریب کا دل خوش ہوگا بلکہ اس کے دل سے بددعا نکلے گی - اس لئے جہاں تک ہو سکے ہاتھ سے تو کیا زبان سے بھی کبھی کسی کو دُکھ نہ دو ایسا نہ ہو کہ کسی غریب کی آہ تمہیں تمہاری عزّت اور حشمت کو - رعب اور وقار کو اور خود تمہاری ہستی کو تباہ و برباد کر دے - کیونکہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے - ؏

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن		اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

(از نذیر احمد ناظر مدرس مڈل سکول مہاکم کلاں)

جیسی کرنی ویسی بھرنی

پرانے زمانے میں سمندر میں ایک جگہ ایک چٹان تھی جس کا نام زنچکیپ تھا۔ اس سے بہت سے جہاز ٹکرا کر برباد ہو جاتے تھے۔ اِس لئے اِس کے قریب کے لوگوں نے اس خطرہ کو دُور کرنے کے لئے اس جگہ پر ایک گھنٹی لگا دی تھی۔ جب کبھی طوفان یا آندھی آتی تو وہ گھنٹی خود بخود بجنے لگ جاتی۔ اور جہاز والوں کو معلوم ہو جاتا کہ آگے خطرناک چٹان ہے۔

ایک دفعہ ایک بحری ڈاکو جس کا نام ریلف تھا اِدھر سے گذرا اور اس نے گھنٹی کو کاٹ دیا۔ اور خوش ہونے لگا کہ اب جہاز یہاں سے بچ کر نہیں جا سکیں گے۔ لیکن اتفاق سے وہ ایک دفعہ جہاز میں سکاٹ لینڈ کو جا رہا تھا کہ آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور سورج غروب ہو گیا۔ اور وہ راستہ بھول گیا۔ اتفاقاً اس کا جہاز اسی زنچکیپ کی چٹان کے قریب آ گیا۔ اور اس سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور ریلف اپنے ساتھیوں سمیت سمندر کی نذر ہو گیا۔ ڈوبتے وقت اس کو آواز آئی کہ اے ریلف تم نے دوسروں کے لئے گڑھا کھودا تھا لیکن تم خود اس میں گرے ہو۔ سو جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ایک انگریز لکھتا ہے۔ As you sow so shall you reap

(رام دتہ کھنہ جماعت ہفتم)

لطیفہ باپ:۔ امجد تو نے بلی کو کنوئیں میں گرا دیا۔
امجد:۔ نہیں ابا! میں نے تو فقط دم پکڑ کر اسے لٹکایا تھا وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر اپنے آپ کنوئیں میں گر پڑی۔

جغرافیہ کا ایک صفحہ

(از اسد حسین قدوائی)

شمالی امریکہ کا سب سے اچھا قدرتی منظر جھیلوں کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ جو کناڈا کو ممالک متحدہ سے علیحدہ کرتا ہے۔ جھیل سپیریر (SUPERIOR) جیسا کہ نام ہے ان بہنوں میں سب سے بڑی بہن ہے۔ دُنیا میں یہ جھیل سب سے بڑی صاف شفاف آب شیریں کا چشمہ ہے۔ اس کا رقبہ تخمیناً انگلینڈ (ENGLAND) کے برابر ہے بڑے بڑے دخانی جہاز اس کی سطح (سینۂ آب) پر تیرا کرتے ہیں۔ اور اکثر بڑے بڑے طوفان میں اس کی لہریں سمندر کی لہروں کی اونچائی کے برابر کنارے تک اُٹھتی ہیں۔

اس کی چار حقیقی بہنیں جھیلیں ہوران (HURON) مچیگن (MICHIGAN) ایری (ERIE) اور انٹاریو (ONTORIO) ہیں۔ دریائے سینٹ لارنس جو جھیل بہکر اپنا مخرج بحر اٹلانٹک میں بناتا ہے۔ جھیل انٹاریو (ONTORIO) اس کا منبع ہے۔ اس طریقہ سے اس دریا میں ایک نیاگرا جھیل سے سمندر تک بہا کرتا ہے۔ اِن سب جھیلوں کے سطح پر بڑے بڑے دخانی جہاز ہر ایک سمت میں کھیلتے ہوئے جب دکھلائی دیتے ہیں۔ تو دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی سبزہ زار میں ہرن آپس میں کلیلیں کر رہے ہیں۔ ہر سال نہروں ان سب جھیلوں سے نکالی جاتی ہیں۔ جنہوں نے ملک کی آبپاشی کے لئے اپنا چشمہ باشندوں کو تجارت کے لئے دے دیا ہے۔ ان سب جھیلوں کا پانی دریائے سینٹ لارنس میں ہمیشہ رواں رہتا ہے۔ اور شاید ایک دن دریائے سینٹ لارنس

تجارت کا ایک سب سے بڑا راستہ بحر الکاہل اور بحر اٹلانٹک میں ہو جائے گا۔

جھیل ایری (ERIE) اور انٹاریو (ONTORIO) دریائے نیگرا سے ملی ہوئی ہیں۔ جس کی لمبائی ۳۲ ½ میل ہے۔ اس دریا پر جھیل ایری (ERIE) سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر بڑے بڑے آبشار (FALLS) ہیں۔ جن میں آبشار نیاگرا (NIGRA FALLS) دُنیا میں اپنے نظارہ کے لئے مشہور ہے۔ ہر سال لوگ دُنیا کے تمام الطبقوں سے اس منظر کا لُطف اُٹھانے جاتے ہیں۔ اور اپنے دامن کو اس کے بھولے بھالے نظاروں سے بھر کر واپس آتے ہیں۔

جب کہ دریائے نیگرا جھیل ایری (ERIE) سے نکلتا ہے۔ تب وہ سر سبز و شاداب کھیتوں کے کنارے کنارے مستی سے نہایت آرام و فرحت کے ساتھ بہتا ہے۔ یہانتک کہ آبشار (FALLS) ایک میل کے فاصلہ پر رہ جاتے ہیں تو اس کی رفتار میں ایک تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

یہ دلکش نظارہ نہایت ہی عجیب و غریب ہوتا ہے کہ دیکھنے والے ساکت کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اب پانی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ اور پانی تیزی کے ساتھ پہاڑ سے ٹکر کھاتا ہوا غار سے گذرتا ہوا اب ۰ ۷ افٹ کی اونچائی سے گرنا شروع کرتا ہے۔

اب پڑھنے والے خود غور کر سکتے ہیں کہ جب اتنی اونچائی سے پانی گرتا ہوگا تو کس قدر آواز اور شور پیدا ہوتا ہوگا۔ یہ آواز اور یہ شور صدیوں سے ہر موسم میں سُنا جاتا ہے۔ یہ (FALL) زمین کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے جسے جزیرہ گوٹھ کہتے ہیں دو حصوں میں علیحدہ ہو جاتا ہے امریکن (جھرنا) FALL ایک طرف ۱۶۴ افٹ کی اونچائی سے گرتا ہے اور جزیرہ کوٹ کی دوسری جانب کنڈین یا (HORSESHOE FALL) جیسا کہلاتا ہے ۱۵۰ فٹ کی

بلندی سے گرتا ہے۔ سبز و شاداب خطوں میں بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے مگر ایک تبدیلی جو اسکے پانی میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اب اس کا پانی ہرے رنگ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

چاکلیٹ کا پستول

صفدر اپنے والدین کا بڑا پیارا بیٹا تھا۔ اُس کے ماں باپ اُسے بہت چاہتے تھے۔ اور ہر سال اُس کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے۔ صفدر کی عمر کا دسواں سال تھا۔ آج اُس کی سالگرہ کا دن تھا۔ صفدر کے والد صاحب نے اُسے ایک پستول خرید دیا۔ صاحبان! پستول تو آپ نے بہت دیکھے ہوں گے مگر یہ پستول چاکلیٹ کا تھا۔ اور بنانے والے نے اس خوبی سے بنایا تھا۔ کہ دیکھنے والے کو بالکل سچ مچ کا پستول نظر آتا تھا۔

صفدر ایک کھیل دیکھ کر آیا تھا۔ کہ ایک بدمعاش ایک لڑکی کو چھری مارنے کو تھا کہ ایک نوجوان نے آکر اُسے پستول دکھا کر کہا "ہینڈز اپ" (Hands up.) بس صفدر نے بھی پستول لے کر ہر ایک لڑکے کو تنگ کر رکھا تھا۔ گھر میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان کے بچوں کو اُس نے بہت تنگ کیا۔ ہر ایک سے کہتا "ہینڈز اپ" اور جب وہ ہاتھ اُٹھاتے تو بہت خوش ہوتا تھا۔ اور جب وہ چھوٹے بچوں سے ایسا کہتا تو وہ ڈر کر اپنی ماؤں کے پاس دوڑتے تھے۔ صفدر کی ماں نے اُسے کہا۔ کہ آج تو تمہاری سالگرہ کا دن ہے۔ اس لئے میں تمہیں کچھ نہیں کہتی۔ اگر کل کسی کو ڈرایا تو پستول اسی کو کھلا دونگی۔

تمام مہمان شام کو اپنے اپنے گھر چلے گئے اور رات کو کھانا کھاتے وقت صفدر کو اُس کے ابا جان نے کہا کہ پستول کو کھا لو۔ مگر اُس نے کہا کہ نہیں ابا جان میں اس سے اچھے اچھے کام کرونگا۔ اسی وقت صفدر کے ماموں جو کسی ریاست کے وزیر تھے آئے ہوئے تھے۔ چونکہ یہ پنشن لے کر آئے ہوئے تھے اس لئے ان کا تمام روپیہ اور زیورات ان کے ساتھ تھا۔ صفدر کے ابا جان نے کہیں دورے پر جانا تھا۔ چنانچہ وہ تو چلے گئے اور صفدر بھی سو گیا۔

ماموں کھانا کھا کر اپنی بہن سے باتیں کرتے رہے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو وہ سونے کے لئے سونے کے کمرے میں گئے اور پستول الماری میں سے نکال کر سرہانے کے نیچے رکھ کر مال وغیرہ کی تسلی کر کے سو گئے اور ان کی بہن بھی سو گئی۔

رات کے دو بجے ہوں گے کہ ایک چور آیا اوّل تو اُس نے صفدر کے ماموں کا پستول لے لیا اور پھر بکس اُٹھا کر جانے لگا یکایک اُسکے ہاتھ سے بکس چھوٹ کر گر پڑا اور صفدر کے ماموں کی آنکھ کھُل گئی۔ انہوں نے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا۔ مگر چور نے کہا۔ پستول تو میں پہلے ہی لے چکا ہوں۔ اور اب اگر تم نے کسی کو مدد کے لئے بلانے کی کوشش کی نوجوان سے مار ڈالونگا۔ اب وہ حیران تھے کہ تمام عمر کی کمائی ایک شخص آنکھوں کے سامنے لوٹے جا رہا ہے مگر کیا کرتے دشمن کے ہاتھ میں پستول بھرا ہوا تھا۔

ادھر صفدر کی ماں ہوشیار ہو گئی۔ نوکر چاکر تو باہر سوئے ہوئے تھے مگر صفدر ماں کے پاس تھا اُس نے اُسی کو اُٹھایا اور تمام حال کہا کہ چور آیا ہے جاؤ نوکروں کو جگا لاؤ۔ صفدر دل مضبوط کر کے اُٹھا اور ساتھ ہی اپنا چاکلیٹ والا پستول لے لیا۔

یہاں چور پلٹ کر جانے ہی والا تھا کہ صفدر پہنچا اور عادت کے مطابق "ہنڈز اپ" کہا چور نے گھبرا کر بکس اور پستول چھوڑ کر ہاتھ اوپر کر دیئے۔ تو صفدر کے ماموں نے دوڑ کر چور کو پکڑ لیا پھر نوکر چاکر آئے اور چور کو لے گئے۔ صفدر کے ماموں نے اُس کو گود میں اُٹھا کر کہا کہ تو نے مجھے برباد ہونے سے بچا لیا۔ اور صبح ہوتے ہی صفدر کو ایک بڑی خوبصورت سونے کی گھڑی انعام دی۔ صفدر کی ماں نے کہا۔ کہ رات کو بکس گرنے کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا۔ میں نے اُسے نوکروں کو بلانے کے لئے بھیجا مگر یہ تو سیدھا اُٹھ کر موقع پر ہی پہنچا۔

آج تک صفدر کا پستول ریشم کے ڈورے کے ساتھ گھر میں لٹکا ہوا ہے۔

فردوسی چڑیا

بہار کا موسم تھا نرگس کے روپہلی پھول سبزہ زار میں یوں نظر آرہے تھے۔ جیسے آسمان پر ستارے دمک رہے ہوں۔ انار کے درخت سنگریزوں سے کھیلتی۔ اٹکھیلیاں کرتی ہوئی قلقل کا ہلکا ہلکا شور کرنے والی ندی پر اپنی کلیوں کی بہار دکھا رہے تھے۔ نسیم کے ہلکے ہلکے خوشگوار جھونکے مستانہ وار چل رہے تھے۔ اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں کی ڈالیوں کا سایہ سطح آب پر رقص کر رہا تھا۔ رنگ برنگ کے خوبصورت پروں والی تیتریاں سورج کی کرنوں کو پکڑنے کے لئے بے تابانہ اڑ رہی تھیں۔ عندلیب کے مسرت بھرے نغموں سے فضا لرز رہی تھی۔ اس وقت ہر جاندار اور بے جان شے شاداں و فرماں نظر آتی تھی۔ ہاں ایک ننھی سی بھورے رنگ کی چڑیا اپنے اُجڑے ہوئے گھونسلے میں ضرور سرنگوں اور اُداس بیٹھی تھی۔ گھونسلے کے پاس ہی اُس کا رفیق اور ہمدم چڑا مرا پڑا تھا۔

ننھی چڑیا اس کی موت پر آنسو بہا رہی تھی کہ اتنے میں ایک فاختہ آئی اور مرے ہوئے چڑے کے پروں کو اپنی چونچ سے اکھیڑنے لگی۔ تاکہ اُس کے پروں سے اپنے گھونسلے کو اُستوار کرے۔

ننھی چڑیا نے دردناک آواز میں کہا "اے فاختہ بے چارے کے پروں کو نہ اُکھیڑ۔ موت بہت سرد واقع ہوتی ہے اس سے اس کے پروں کو مت چھین تجھے پر چاہیں تو میرے گھونسلے سے اُکھیڑ لے"۔

یہ سُن کر فاختہ نے ایک ایک کر کے گھونسلے کے تمام پر نوچ لئے۔ تب ایک کوا آیا اور وہ بھی مرے ہوئے چڑے کے پر نوچنے لگا۔ ننھی چڑیا نے درد و غم سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میاں کوے اس کے پر نہ اکھاڑو۔ موت بہت سرد واقع ہوتی ہے بے چارے کو پروں سے ڈھکا رہنے دو۔

یہ کہہ کر ننھی چڑیا نے اپنے سینے سے ایک پر نوچ کر کوے کو دے دیا۔ بچاری کے خون کا ایک سرخ قطرہ زمین پر ڈھلک پڑا

تب اور پرندے آئے۔ ہر بار ننھی چڑیا نے یہی الفاظ کہے۔ اور ہر ایک کو اپنے سینے سے ایک ایک پَر نوچ کر دیتی رہی۔ اور ہر مرتبہ خون کا ایک سُرخ قطرہ زمین پر ٹپک پڑا۔

جب رات ہوئی تو ننھی چڑیا نے اپنا سر اپنے زخمی سینے پر جھکا لیا۔ اور رات بھر اپنے چیڑے کے غم میں روتی رہی تب ایک فرشتہ آیا جس کے جسم سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں اس نے ننھی چڑیا کے خون کے قطروں کو زمین سے اُٹھا لیا۔ اور وہ قطرے اس کے ہاتھوں میں لعل بن گئے۔ ایسے لعل جن سے شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

پھر فرشتہ بڑی ملائمت سے چڑیا سے کہنے لگا۔

"ننھی چڑیا۔ یہ غم اور محبت کے جواہر آسمانی بادشاہ کے تاج میں زینت دیں گے۔ اور تُو چڑیا نہیں رہے گی بلکہ بادشاہ کے باغ کے پرندوں میں سب سے بڑھ کر شیریں نوا اور حسین ہو گی۔

اگلی صبح اور پرندے اپنے اپنے گھونسلوں کے لئے پَر لینے آئے۔ اب ننھی چڑیا ایسی نڈھال ہو گئی تھی کہ کسی کو روکنے تک کی تاب نہ تھی۔ پرندے اس کے زخموں سے چُور چُور اور لہولہان سینے پر سے پَر نوچنے لگے۔

دفعتہً ان میں سے ایک نہایت حسین اور درخشاں پرند چیخ مار کر نکلا۔ اور سیدھا آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ وہ پرندے جو ننھی چڑیا کے پر نوچنے آئے تھے۔ حیرت سے تکتے کے تکتے رہ گئے۔ اتنے میں وہ خوبصورت پرند نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور آسمانی بادشاہ کے خوبصورت باغ میں جا پہنچا۔

یہ پہلی فردوسی چڑیا تھی +

(غلام عباس اڈیٹر پھول)

گول گنبد بیجاپور

(از ایچ۔ آئی۔ مومن اُردو سکول ٹیچر شہر ہبلی)

جنوبی ہندوستان۔ احاطۂ بمبئی صوبۂ کرناٹک میں شہر بیجاپور بندرگاہِ بمبئی سے تقریباً ۲۵۰ میل کے فاصلے پر گوشۂ جنوب میں واقع ہے۔ دکن کی اسلامی تاریخ میں یہ شہر بہت ہی مشہور ہے۔ یہ شہر قدیم زمانے سے تخمیناً دوسَو سال سے بھی زیادہ سلاطین عادل شاہی کا دارالسلطنت رہا ہے۔ یہاں کے بادشاہ اپنی بہادری و جوانمردی اور شان و شوکت کے لئے مشہور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اِن کے نام اور اِن کی یادگاریں اب تک روئے زمین پر باقی ہیں۔ اِن بادشاہوں کو خوبصورت عالی شان اور انواع و اقسام کے عمارات بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ انہی کی تعمیر کردہ عمارتوں میں سے ایک گول گنبد نامی عمارت بیجاپور اسٹیشن کے قریب ہی فی الواقعہ قابلِ دید اور لائق شنید ہے

مذکورۂ بالا گنبد ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ تمام دُنیا میں بے نظیر اور لاثانی ہے۔ اِس کو دیکھنے کے لئے روزمرہ لوگ بہت دُور دُور سے آیا کرتے ہیں۔ اِس شاندار و عظیم الشان گنبد میں سلطان محمد عادل شاہ کا مقبرہ ہے۔ اِس گنبد کو موصُوف القدر بادشاہ نے اپنی زندگی ہی میں تیار کرا دیا تھا۔ اِس کا قبہ نصف دائرے کی شکل کا ہے۔ بلندی کلس سمیت تقریباً ۲۰۰ فٹ سے بھی کہیں زیادہ ہے قبے کے نیچے فرش کے بیچوں بیچ میں ایک اُونچے چبوترے پر سلطان محمد عادل شاہ و نیز اُن کے خاندانی لوگوں کے قبروں کے تعویذات ہیں۔ اور اصلی مدفون شدہ قبریں ٹھیک اُنہیں مصنوعی قبروں کے نیچے تہ خانے میں ہیں۔

باوجودیکہ اس عمارت میں سب سے عجیب و غریب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جیسے بولنا برآمدہ یا صدائے بازگشت کا برآمدہ کہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ رفتہ رفتہ گول گنبد کو بول

گنبد بھی کہنے لگے۔ برآمدے میں جانے کے لئے چاروں طرف چار چکر دار زینے ہیں۔ جب کوئی شخص اس چکر دار زینہ میں داخل ہوتا ہے تو پہلے اس کو اپنے پاؤں کی آواز بازگشت سنکر بہت تعجب ہوتا ہے۔ اگر کبھی قہقہہ لگائیں یا تالی بجا کر آزمائیں تو دس پندرہ مرتبہ اُس کی آواز اُسی طرح جواب دیتے سُنائی دیتی ہے۔ اور آہستہ آواز بھی ایک طرف سے دوسری طرف بآسانی چلی جاتی ہے۔ اِس میں یہ ایک عجیب وغریب خوبی بتائی گئی ہے۔

الغرض اس قدیم عمارت کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی گول گنبد تختِ زمین پر اپنا لگا نہیں رکھتا۔ اِس کے علاوہ عادل شاہی زمانے کی مختلف تعمیرات ابراہیم روضہ جامع مسجد اثار محل۔ اُپری برج وغیرہ قابلِ تحسین ولائق آفرین ہیں۔ اِن کو تیار ہوئے آج تقریباً پانچ سَو سال کا عرصہ ہوا۔ اب تک ویسے کے ویسے صحیح و سالم دکھائی دیتے ہیں۔ صوبہ کرناٹک میں علے الخصوص اور ہندوستان میں عموماً اِن عادل شاہی یادگاری تعمیرات سے مشہور و معروف دکن کی اسلامی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ اور سلاطین عادل شاہیہ کے جاہ و جلال ہمت و شجاعت۔ نیز دبدبہ و شان وشوکت کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اور اِس عمارت پر سلطان محمد شاہ کی تاریخ وفات کے کتبے لکھے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک کتبہ (عاقبت محمد محمود شد) جو سلطان محمد عادل شاہ کی ۱۰۶۷ھ ہجری تاریخ وفات کو ظاہر کرتا ہے۔

لطیفہ

باپ (بیٹے سے) ذرا سویرے اُٹھا کر فجر کی نماز کے وقت سونا اچھا نہیں۔ دیکھو صبح تڑکے اُٹھنے کا بہت فائدہ ہوتا ہے ایک شخص صبح تڑکے اُٹھا تھا تو اُسے روپوں کی ایک تھیلی سڑک پر پڑی مِل گئی تھی۔

بیٹا۔ بہت خوب! اگر جس بدنصیب آدمی کی یہ تھیلی گری تھی وہ اُس سے بھی پہلے جاگا ہوگا۔

حل طلب معمّہ برائے طلباء

میرے ایک عزیز دوست کا نام تیرہ حروف سے مرکب ہے۔ نام مع تخلص دیا گیا ہے۔ اس کو اُلٹ پلٹ کرنے سے ذیل کے معنی نکلتے ہیں۔ بتاؤ میرے دوست کا مُبارک نام کیا ہے؟

نمبر	نام	حروف	کیفیت (جوابات)
(۱)	بُرا بھلا کہنے میں استعمال ہوتا ہے	۱+۵+۸+۷	گالی
(۲)	ایک لدّو جانور کے معنی دیتا ہے	۱+۳+۴+۵	گدھا
(۳)	ایک مشہور دریا کا نام ہے	۲+۵+۱۲+۷	راوی
(۴)	ایک صوبے کا دارالخلافہ ہے۔	۸+۵+۴+۱۲+۲	[illegible]
(۵)	بمعنی نبض	۱۱+۴+۲+۱	[illegible]
(۶)	بمعنی چالاک	۴+۱۲+۱۱+۷+۵+۲	[illegible]
(۷)	بمعنی صاحبِ توفیق	۱۱+۲+۳+۴+۵+۱۰+۱۲	[illegible]
(۸)	ایک ایسا شہر جہاں دیاسلائی کا کارخانہ ہے	۱۱+۵+۴+۳+۲+۴	
(۹)	ایک صنعت گر ہے	۸+۱۲+۴+۵+۲	
(۱۰)	جائے عبادت	۱+۲+۳+۱۲+۵+۲+۴	
(۱۱)	ایک ذات ہے	۱۱+۱۲+۳+۲	
(۱۲)	چاند کی ایک حالت کو ظاہر کرتا ہے	۴+۱۰+۵+۱۰	ہلال
(۱۳)	بمعنی صدمہ	۱۱+۵+۱۳	[illegible]

شرائط:۔ جملہ جوابات ۳۰ر نومبر ۱۹۳۵ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔ (۲) پتہ صاف اور خوشخط ہو۔ جوابات پتہ ذیل پر آنے چاہئیں۔ (۳) ایک سے زائد صحیح جوابات کی صورت میں انعام بطریق قرعہ اندازی تقسیم ہوگا۔

انعام:۔ درست جوابات والے کو ایک سال کے لئے گلدستۂ اطفال مفت۔ (بھگت سنگھ گوندانوالوی ایس وی ڈرل ماسٹر خالصہ

حل طلب انعامی معمہ مندرجہ اکتوبر ۱۹۳۵ء کا فیصلہ

صحیح حل "ہنسراج سیٹھی" ہے۔

انعام۔ عزیز مرتضیٰ حسین جماعت نہم رائے کوٹ کے نام نکلا جسے کہانیوں کی کتاب حسب وعدہ بھیجدی گئی ہے (منیجر)

اطلاع ضروری جو احباب حل طلب انعامی معمہ بھیجنا چاہیں۔ وہ اپنے معمہ کا درست حل بھی ساتھ ہی الگ کاغذ پر بھیج [illegible] (منیجر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶ ۱۲ رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

بہ سرپرستی سررشتہ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶

سررشتۂ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا

اور بہترین خدمت گذار

رسالہ

رہنمائے تعلیم لاہور

مینجنگ پروپرائٹر

ماسٹر جگت سنگھ

قیمت فی پرچہ ۵

ششماہی چندہ ۳ روپے

سالانہ چندہ ۵

قواعد وضوابط

۱۔ رہنمائے تعلیم بالعموم ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ پانچ روپے (۵؍) ششماہی تین روپے (۳؍) بمد پیشگی۔ نمونہ کا پرچہ ۸ کے ٹکٹ آنے پر ارسال ہوگا۔ کوئی صاحب نمونہ مفت طلب کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔

۳۔ خریدار اصحاب خط لکھتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

۴۔ رہنمائے تعلیم میں تمام ایسے علمی، ادبی، اخلاقی، طبّی، تاریخی، تحقیقی مضامین (نثر و نظم) ہُوا کرتے ہیں جو شائستہ اور مفید ہوتے ہیں اور معیارِ ادب پر پورے اُترتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور پولیٹکل مضامین ہرگز درج رسالہ نہیں ہونگے۔

۶۔ جو مضامین درج نہ ہونگے اُن کے واپس کرنے یا نہ کرنے کا ایڈیٹر صاحبان کو پورا اختیار ہوگا۔

۷۔ مدیران مضامین کی ترمیم و تنسیخ کے مختار ہونگے۔

۸۔ جواب طلب اُمور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔

۹۔ مضامین نثر کے متعلق جملہ خط و کتابت لالہ آگیا رام صاحب سچدیو کے اور مضامین نظم کے لئے جناب پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی کے نام ہونی چاہئے اور دیگر امور و ترسیلِ زر کے متعلق منیجر کے نام ہونی چاہئے۔

۱۰۔ مشتہرین اصحاب اشتہارات بھیج کر فائدہ اُٹھائیں۔ اُجرت نہایت معمولی جو ذیل میں درج ہے۔

نرخنامہ اشتہارات

پیمانہ صفحہ	ایک بار	تین بار	چھ بار	سال بھر
پورا صفحہ	۹؍	۲۷؍	۵۰؍	۹۰؍
نصف صفحہ	۵؍	۱۵؍	۲۷؍	۵۰؍
چوتھائی صفحہ	۳؍	۹؍	۱۵؍	۲۷؍

نرخنامہ اشتہارات سرورق (مستقل پورے سال کے لئے)

صفحہ ۲ و ۳ ایک سو آٹھ (۱۰۸) روپیہ سالانہ

صفحہ ۴ ایک سو بیس (۱۲۰) روپیہ سالانہ

اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہئے

منیجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور نمبر ۵۵

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء

سررشتہ تعلیم پنجاب کا سب سے پرانا اور بہترین خدمت گذار

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جلد ۳۰ — نمبر ۱۲

علمی، ادبی، اخلاقی، طبی، تاریخی، زرعی اور صنعتی مضامین کا ماہوار مجموعہ

زیر سرپرستی تاج الشعراء فصیح العصر ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ مرحوم

ایڈیٹر اعزازی

مسٹر لچھمی چند ودیارتھی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ایم۔ او۔ جی۔ اے (لندن)

معاونین اعزازی

لالہ آگیارام سچدیو منشی فاضل — جناب جوش ملسیانی

طالب کاشمیری ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل — سردار گوربخش سنگھ جوہر ہیڈ ماسٹر

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ و پرائیویٹ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور۔ رام گلی بلڈنگ نمبر ۵۵

سالانہ چندہ پانچ روپے (صہ) — ششماہی تین روپے (سے) — فی پرچہ آٹھ آنے (۸/)

فہرست مضامین

شمع و پروانہ

اس عنوان کے ماتحت روشن صاحب کے خیالات اعجوبہ سے کم نہ تھے اور اعجوبہ ہی کی حیثیت میں وہ قابلِ اشاعت قرار دئے گئے تھے۔ مضمون زیر بحث کے شروع میں ایک مختصر نوٹ بھی لکھا گیا تھا جس میں مولانا حالی کا یہ قول کہ فلسفہ شاعری کا بدترین دشمن ہے۔ درج کر دیا گیا تھا۔ اسے پڑھ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کر لینے کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی۔ کہ مدیر حصہ نظم بھی موجودہ نظریہ کو خلاف واقعہ اور جدید نظریہ کو قابلِ رواج تسلیم کر لینے میں راقم مضمون سے متفق الرائے ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے مکرم جناب سیاہ پوش صاحب کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی۔ بہرحال اس غلط فہمی کو رفع کر دینے کے بعد ہم فاضل مضمون نگار کی اس کاوش سخن اور وسعت نظر کی داد دیتے ہیں۔ جو انہوں نے اس ادبی بحث میں نمایاں کی ہے۔ نیز جو قیمتی خیالات اس مضمون میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ وہ فی الواقع لائق صاد اور مذاقِ صحیح کے ترجمان ہیں۔

(جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم)

(۱) عنوان مندرجہ بالا کے تحت میں صفحہ ۷۰ رسالہ رہنمائے تعلیم بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء پر ایک بصیرت افروز مضمون نذرِ اشاعت ہوا ہے۔ اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے "شمع و پروانہ" کے عام مسلمات کے خلاف حسب ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے:۔

(الف) پروانہ کسی صورت میں شمع کا عاشق نہیں۔

(ب) شمع پروانے کی قاتل ہو تو ہو لیکن اُس کا محبوب ہونا سراسر خلاف قیاس و عقل ہے۔

(ج) پروانے کا عاشقِ شمع ہونے کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ زمانہ قدیم سے شعراء اُسے تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔

(۲) فاضل مضمون نگار نے اپنے قابلِ قدر خیالات کی تائید اور شعرائے ماضی کے نظریہ کی تردید میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں:۔

(الف) دن میں شمع روشن کی جائے تو پروانہ قریب نہیں آتا۔ اگر واقعی شمع کا عاشق ہوتا تو اُس وقت بھی زیارتِ محبوب کے لئے حاضر ہوتا۔

(ب) کوئی عاشق اپنے محبوب سے ملکر مرنا پسند نہیں کرتا اس لئے پروانے کا شمع پر گر کر مر جانا قانونِ محبت کے خلاف ہے۔

(ج) شمع کے روشن ہوتے ہی پروانہ اس پر ٹوٹ پڑتا ہے حالانکہ کوئی عاشق محبوب پر حملہ آور نہیں ہوتا۔

(۳) فاضل مضمون نگار نے دلائل مندرجہ بالا پیش کرنے کے بعد شمع و پروانے کے تعلق باہمی کی نسبت

اپنے ذاتی نظریہ کی طرف جس کا خلاصہ درج ذیل ہے ناظرین رہنمائے تعلیم کی توجہ مبذول فرماتے ہوئے اُن سے درخواست کی ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالیں :۔

"پروانہ فی الحقیقت تاریکی کا عاشق ہے اور چونکہ شمع تاریکی دُور کر دیتی ہے۔ اس لئے وہ اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر شمع پر پروانے کا گرنا از رہِ محبت نہیں بلکہ بربنائے عناد ہے۔"

آخر میں فاضل مضمون نگار نے اپنے پیش کردہ نظریہ کے خلاف ایک اعتراض پیدا کیا ہے اور خود ہی اس کا جواب ایک مصرع میں ادا کر دیا ہے۔ اور نتیجہ کلام میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر شمع و پروانے کا مسلمہ تعلق غیر واجب (مراد غالباً خلاف واقعہ) ہے تو ہمیں اُسے چھوڑ دینا چاہیے :۔

(۴) مضمون مندرجہ بالا پر فاضل مدیر حصہ نظم نے ایک نوٹ سپرد قلم کیا ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ فاضل مضمون نگار کا پیش کردہ نظریہ جدت کا پہلو لئے ہوئے ہے اور یہ کہ شعراء کو اس جدت آرائی پر خفا نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ بھی تو مسیحا کو قاتل اور قاتل کو مسیحا ثابت کرتے رہتے ہیں اور ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش بھی جاری رکھتے ہیں :۔

۲۔ (۱) جہاں تک مضمون زیر بحث کا تعلق ہے مجھے اپنی اس کمزوری کے اعتراف میں مطلق پس و پیش نہیں ہے کہ میں فاضل مضمون نگار اور فاضل مدیر کا اصل مدعا سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مضمون زیر بحث سے میں جو کچھ اخذ کر سکا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ فاضلانِ موصوف کی رائے عالی میں شمع و پروانے کے باہمی تعلقات کی نسبت جو نظریہ اس وقت قائم ہے خلاف واقعہ ہے۔ اور وہ نظریہ جو فاضل مضمون نگار نے بطور ایک غور طلب مسئلہ کے پیش کیا ہے زیادہ قرینِ قیاس اور مطابق عقل ہے۔ اور یہ کہ اگر فاضلانِ موصوف کی رائے مذکور صحیح قرار پا جائے تو موجودہ نظریہ کو تبدیل کر دینا چاہیے :۔

(۲) فاضلانِ موصوف کی رائے عالی کو پیش نظر رکھنے سے ثابت ہے کہ ان کی نگاہ میں یہ امر مسلّم ہے کہ مسلّماتِ شاعری کا تواریخ، منطق یا فلسفہ، کے مطابق ہونا لازمی ہے۔ اور جو نظریہ اس کے خلاف پایا جائے، اس کی اصلاح کی جانا ضروری ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی رائے ناقص کو اس کے خلاف پاتا ہوں۔ یعنی یہ کہ جو نظریے شعراء کے کلام میں پائے جاتے ہیں ان کا فلسفہ منطق یا تواریخ کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ وہ بطور تواریخی، منطقی یا فلسفیانہ مسئلہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر دنیائے شاعری کا فلسفہ منطق یا تواریخ عام فلسفہ منطق یا تواریخ کے خلاف ہونے کے باوجود بھی قابلِ ترمیم نہیں ہیں۔ اور اس لحاظ سے مسئلہ زیر بحث کی موافقت یا مخالفت میں قلم اٹھانا ایک بے نتیجہ فعل ہے :۔

۳۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ شاعری میں جس قدر نظریے پیش کئے جاتے ہیں اُن کا عقل یا واقعہ کے مطابق ہونا

لازمی ہے تو بھی فاضل مضمون نگار سے مخفی نہ ہوگا کہ :-

(۱) شمع و پروانہ کے باہمی تعلقات کے مسلمہ نظریہ کے خلاف مضمون ہذا کے پیرا نمبر ایک کی تحتی قلم (۲) میں جس قدر دلائل پیش کئے گئے ہیں ان کے خلاف کافی سے زیادہ عرض کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً :-

(الف) دن میں شمع کا روشن ہونا روشن نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے دن کے وقت پروانے کے لئے اس میں کوئی کشش پیدا نہیں ہوتی ؛

(ب) پروانے کا شمع پر گر کر جل مرنا خلاف قانون محبت نہیں ہے۔ کیونکہ ایک عاشق اپنے محبوب سے ہم آغوش ہونے کی کوشش میں انجام پر نظر نہیں رکھتا خواہ جان ہی کے جانے کا خطرہ کیوں نہ ہو ؛

(ج) شمع پر پروانے کا ٹوٹ پڑنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ شمع پر حملہ آور ہوتا ہے بلکہ وہ اس پر قربان ہو جانے اور اس سے واصل ہونے کی کوشش میں بے اختیار اس کی طرف بڑھ جاتا ہے ؛

(۲) اسی طرح جدید نظریہ کی موافقت میں جو دلائل فاضل مضمون نگار کی جانب سے پیش کئے گئے ہیں ان کی مخالفت میں کافی سے زیادہ عرض کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً

(الف) اگر پروانہ تاریکی کا عاشق ہے تو اُسے آغوش محبوب چھوڑ کر شمع کی روشنی میں بلا وجہ آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو انتظام وہ سورج کی ہمہ گیر روشنی سے محفوظ رہنے کے لئے کرتا ہے۔ وہی شمع کی محدود اور کمزور روشنی سے محفوظ رہنے کے لئے بھی کر سکتا ہے ؛

(ب) بہت سے حیوانات مثلاً بوم اور چمگادڑ کے ایسے ہیں جو مسلمہ طور پر تاریکی کے دلدادہ ہیں لیکن روشن چیز پر حملہ آور نہیں ہوتے ؛

(ج) میری محدود معلومات میں جس قدر حیوانات کسی شئے سے الفت رکھتے ہیں اُسی کے ارد گرد نظر آتے ہیں۔ مثلاً بھونرا کنول کا عاشق ہے، ہمیشہ کنول کا طواف کرتے نظر آتا ہے۔ یوں تو اُس کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ کنول کا دشمن ہے اور وہ کنول پر قربان ہونے کیلئے نہیں بلکہ اُسے اپنے زہر آلود ڈنک مارنے کی غرض سے اُس کے گرد پھرتا اور جذبۂ عناد و دشمنی میں اُسے ڈنک مار مار کر مجروح کرتا رہتا ہے۔ لیکن ایسا کہنا کسی طرح درست نہ ہوگا ؛

(د) حیوانات بالعموم جن اشیاء سے نفور ہوتے ہیں حتی الامکان ان کی قربت سے گریز کرتے ہیں مثلاً مچھر دھوئیں، شیر آگ، اور اونٹ پانی کے قریب جانا ناپسند نہیں کرتا ؛

تمثیلات مندرجہ بالا کے پیش کرنے سے میری یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ تمام حیوانات لازمی طور سے اپنے محبوب کے گرد ہی پھرتے رہتے ہیں یا کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جو ایسی چیز کے نیست و نابود کر دینے میں

کوشاں نہ ہو جس سے اُسے نفرت ہے یا جو اُسے کسی قسم کا نقصان پہنچاتا ہے۔ بلکہ مدعا صرف اس قدر ہے کہ مضمون زیر بحث میں جن امور پر حصر کیا گیا ہے وہ محبت یا نفرت کا لازمی نتیجہ نہیں ہیں ؛

(۳) میری رائے ناقص میں شمع و پروانہ کی نسبت جو نظریہ عہد قدیم سے قائم ہے جدید نظریہ کے مقابلہ میں زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ شمع میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک حسین چیز میں ہونا چاہئیں مثلاً اس کا صبیح، کافوری یا رنگین مجسمہ۔ اُس کی لطیف۔ نورانی، ضیابخش شعاعیں اور تنویری نقاب ایسے اسباب ہیں کہ ایک انتہائی ترقی یافتہ حیوان یعنی انسان بھی اپنے لئے جذب و کشش محسوس کرتا ہے تو پھر ایک پروانہ جو ڈارون کے نظریہ کے مطابق بالکل ابتدائی درجہ ارتقا کا حیوان ہے اگر اس کے (شمع کے) دام حسن میں گرفتار رہا یا جائے تو اتنی زیادہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ خواہ مخواہ بھی اُس کے خلاف تاویلات سے کام لینے کی ضرورت پیش آجائے۔ دشمنی اور منافرت کا جذبہ ایک حسین چیز کے خلاف ثابت کرنے میں کوشاں ہونا خوش ذوقی کی دلیل نہیں ہے ؛

۴۔ (۱) باوجود دلائل مندرجہ بالا میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ جدید نظریہ قابل تسلیم ہے اور آئندہ تمام ادبا کو اسکی پابندی لازم ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری زبان میں صرف ایک ہی نظریہ تو نہیں ہے جسکی اصلاح کرلی جائے۔ بلکہ ایسی بے شمار تلمیحات تشبیہات اور استعارات ہماری زبان میں موجود ہیں جنکی پوری پوری تصدیق کسی مستند تواریخ، فلسفہ یا منطق سے نہیں ہوتی جن میں سے چند درج ذیل کی جاتی ہیں۔ مثلاً۔

(الف) قیس عامری۔ لیلے۔ سگ لیلے۔ محمل۔ ساربان اور دشت نجد وغیرہ۔ یا

(ب) شیریں فرہاد خسرو۔ ولالہ۔ جوئے شیر۔ تیشہ اور کوہ بے ستون وغیرہ۔ یا

(ج) موسے۔ فرعون۔ دریائے نیل۔ کوہ طور۔ شمع طور۔ برق تجلے۔ صدائے لن ترانی۔ التجائے ارنی وغیرہ۔ یا

(د) قارون۔ اُس کا بخل۔ اور اس کا خزانہ وغیرہ۔ یا

(ہ) سکندر۔ آئینہ سکندر۔ سد سکندری۔ اور آبحیات وغیرہ۔ یا

(و) خضر۔ عمر خضر۔ رہنمائے خضر۔ اور وہ واقعات جو خضر و سکندر اور آبحیات کے متعلق مشہور ہیں۔ یا

(ز) وہ واقعات جو نل دمن یا ہیر رانجھا کے متعلق مشہور ہیں۔ یا۔

(ح) وہ تعلقات جو بلبل۔ گل۔ گلستاں۔ آشیاں۔ نشیمن۔ برق۔ باغبان۔ گلچین۔ صیاد اور قفس وغیرہ کے درمیان بیان کئے جاتے ہیں ؛

اسی طرح طوفان نوح۔ تخت سلیمانی۔ رستم و سہراب وغیرہ سینکڑوں تلمیحی واقعات اور ہزاروں تشبیہات و استعارات جو ہماری زبان میں زمانہ قدیم سے رائج ہیں۔ کیا فاضل مضمون نگار ان کی صحت و عدم صحت کی

نسبت بھی کچھ اظہار خیال فرمائینگے اور ان کی اصلاح پیش کر کے ادبی دنیا کو ممنون احسان بیکران فرمائینگے۔ اس مبحث پر جو مضامین شائع ہونگے وہ یقیناً نہایت مفید اور حد درجہ بصیرت افروز ہونگے ؛

(۴) ہمارے فاضل مضمون نگار نے جو مبحث ادبی دنیا کے سامنے رکھا ہے وہ ایک قیاسی مسئلہ ہے جس کے متعلق ہر شخص کچھ نہ کچھ خیال آرائی کر سکتا ہے اور اسلیئے اسکی صحت وعدم صحت پر بالاتفاق متحد ہو جانا غیر ممکن ہے۔ میں نے جن امور کی طرف اس پیرے کی قلم ماسبق میں اشارہ کیا ہے۔ اُن میں سے بہت ایسے بھی ہیں جس کی جانچ مادی طور پر بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً:۔

(الف) ہمارے ادباء اس امر پر متفق ہیں کہ گم کردہ راہ غریب الوطن کو راستہ بتانے اور دستگیری کرنے والی ایک ایسی ہستی موجود ہے جس کا نام خضر ہے۔ اس نظریہ کی اصلیت اور واقفیت دریافت کرنے کیلئے تمام دنیا کی مردم شماری کے رجسٹرات کا مطالعہ کر کے تصدیق کی جاسکتی ہے کہ آیا کوئی شخص خضر نامی کسی مقام پر موجود ہے جس کا پیشہ مسافروں کی رہنمائی ہے۔ یا

(ب) ہمارے شعراء کا خیال ہے کہ ایک جانور ایسا بھی ہے جس کا سایہ ایک مفلس کو فوراً ہی تختِ سلطنت پر بٹھا دیتا ہے۔ اور جو صرف ہڈیوں پر گذر اوقات کرتا ہے۔ اس کی تصدیق زندہ عجائب خانوں سے ہو سکتی ہے یا علم حیوانات کی کتابوں سے اس کا پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ وہ سال میں کس قدر انڈے دیتا ہے۔ آشیانہ کس زمانہ میں تیار کرتا ہے اور اسکی معمولی جسامت یا وزن کتنا ہوتا ہے۔ خاص کر کس ملک میں پایا جاتا ہے اسکے علاوہ تمام بادشاہوں کے شجرے بھی دیکھے جاسکتے ہیں جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک کس قدر اشخاص اُسکے سایہ کی بدولت تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ یا

(ج) ہمارے شعراء ایک نہیں سات آسمانوں کے قائل ہیں جو ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں اور اُن پر جور وستم کے پہاڑ کے پہاڑ ڈھاتے رہتے ہیں اسکی تصدیق طیاروں اور بڑی بڑی رصد گاہوں کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے؛

غرضکہ اس قسم کی صدہا باتیں ایسی ہیں جنکی تصدیق کے صحیح اور قابلِ اعتبار ذرائع ہمارے پاس موجود ہیں اگر ان میں سے کسی کا وجود نہ پایا جائے یا جواب مفقود ہیں اُسے لٹریچر سے خارج کر دینا چاہیئے ؛

۵۔ کیا میں اپنے فاضل مضمون نگار سے عرض کر سکتا ہوں کہ شمع و پروانہ کے باہمی تعلقات کی نسبت قدیم نظریہ کے خلاف بھی ایسی ہی تاویلیں عمل میں لائی جاسکتی ہیں۔ اگر ان تاویلات کا دروازہ کھول دیا گیا تو ایک ہی نظریہ کے متعلق بے شمار جداگانہ نظریئے پیش ہونے لگینگے جس سے تشبیہ، استعارے اور تلمیحات کی یک رنگی ہم آہنگی اور عمومیت تباہ ہو جائے گی اور ہم ان فوائد اور سہولتوں سے محروم ہو جائینگے جو موجودہ مسلّمہ نظریوں سے ہمیں حاصل ہیں۔ ہمارے فاضل مضمون نگار کا زیر بحث نظریہ ایک قیاسی نظریہ ہے۔ ہماری بان

اور لات سے کام لیا گیا۔ وہ نظریوں کے خلاف

میں بہت سے ایسے نظریئے بھی داخل ہیں جنکی تردید مشاہدات سے کیجا سکتی ہے۔ اور جنکو لٹریچر سے یک لخت خارج ہی کر دینا پڑیگا جس سے لٹریچر کی خوبی و وسعت زائل ہو جائے گی ؛

۶۔ نفسِ مضمون کے متعلق اب مجھے کچھ عرض کرنا باقی نہیں ہے لیکن مضمون ہٰذا ختم کرنے سے پیشتر مجھے دو امور پر اظہارِ خیال کرنا ضروری ہے۔ گو ان کا تعلق اصل مضمون سے نہیں ہے لیکن مضمون زیرِ بحث میں ضمنی طور پر وہ داخل ہو گئے۔ لہٰذا ان کے متعلق جب تک اظہارِ خیال نہ کر دیا جائے میرا مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔

(۱) فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون کے آخر میں شمع و پروانہ کے تعلق پر اظہارِ خیال کرنے کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :۔

"وہ الفاظ جو شعرا متقدمین کے عہد میں محاورات اور زبان کی جان سمجھے جاتے تھے وہ آجکل متروک الفاظ کی فہرست میں شامل ہیں"؛

الفاظ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ ہمارے فاضل مضمون نگار کی رائے میں عہدِ قدیم کے وہ تمام الفاظ جو محاورات اور زبان کی جان سمجھے جاتے تھے اب یک قلم متروک ہو چکے ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ تحریر کرنا پڑتا ہے کہ میں اپنی ناقص رائے کو اس سے متفق نہیں پاتا۔ بالخصوص اس مفہوم میں کہ تمام قدیم الفاظ اور وہ بھی ایسے الفاظ جو محاورات اور زبان کی جان تھے اب متروک الفاظ کی فہرست میں شامل ہیں واقفیت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اس کے لئے کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسے صحیح تسلیم کر لینے سے یہ نتیجہ لازمی طور سے اخذ ہوتا ہے کہ ہماری موجودہ زبان ان الفاظ سے محروم ہو چکی ہے جو محاورات اور زبان کی جان کہے جا سکتے ہیں یا کم از کم اس وقت جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو محاورات اور زبان کی جان سمجھے جا سکتے ہیں سب کے سب عہدِ حاضرہ کی پیداوار ہیں۔ جن میں ایک لفظ بھی عہدِ ماضی کا شامل نہیں ہے۔ الفاظ کے متروک یا شاملِ زبان ہونے کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل بحث ہے جس کی گنجائش اس مختصر مضمون میں نہیں ہے۔ اور نہ نظریہ زیرِ بحث سے اس کا خاص تعلق ہے۔ اس مقام پر صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ صرف اہلِ زبان ہی کسی لفظ کو متروک یا شامل کر سکتے ہیں۔ ہر شخص مجاز نہیں ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم کر سکے۔ اور یہ کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر قدیم لفظ یا محاورہ او رمحض قدیم ہونے کی وجہ سے متروک سمجھا جائے۔

(۲) اسی طرح ہمارے فاضل مدیر حصۂ نظم نے اپنے نوٹ میں کچھ الفاظ ضمنی طور پر درج فرما دیئے ہیں :۔

"وہ تو قاتل کو مسیحا اور مسیحا کو قاتل ثابت کرتے رہتے ہیں اور ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش

بھی جاری رہتی ہے" ؛

جہانتک میری محدود واقفیت میری امداد کرتی ہے میری نظر سے کوئی اچھا شعر ایسا نہیں گذرا جس میں اس قسم کی کوشش کی گئی ہو۔ بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ قتالی اور مسیحائی معشوق کے دو جداگانہ اوصاف ہیں۔ جب معشوق کی قتالی کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے تو اُسے قاتل کہتے ہیں۔ اور جب اُس کی مسیحائی کی صفت بیان کرنا ہوتی ہے تو اُسے مسیحا ظاہر کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کے متعلق یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کا دو متضاد اوصاف سے متصف ہونا خلافِ عقل ہے۔ اس کے جواب میں مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا جا سکتا ہے :-

(الف) یہ مسلمات شاعری میں داخل ہے۔ اس کا قرینِ عقل ہونا لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ شاعری میں حسیات اور جذبات کا بیان ہوتا ہے جس کا تعلق دل سے ہے دماغ سے نہیں ہے۔ عقل کہتی ہے کہ قبرستان یا مرگھٹ ایسے مقام نہیں ہیں جن سے خوف کیا جائے۔ لیکن جب رات کی بھیانک تاریکی میں کسی ایسے مقام سے گذر ہوتا ہے تو دل ایک دہشت محسوس کرتا ہے۔ کیا دل کی یہ کیفیت عقل سے ثابت کی جا سکتی ہے ؟

(ب) ایک ہی شخص میں دو متضاد اوصاف کا ہونا خلافِ عقل نہیں ہے۔ کیا غصہ اور رحم ایک شخص میں نہیں پایا جاتا ؟

(ج) شاعری میں یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ تمام الفاظ اپنے لغوی معنی میں ہمیشہ مستعمل نہیں ہوتے۔ بعض اوقات محبوب کو قاتل، ستمگر، ظالم وغیرہ پیار میں بھی کہہ دیتے ہیں ؛

یہی حال ناممکن کو ممکن ثابت کرنے کی کوشش کا ہے۔ ہم کسی امر کے ممکن یا ناممکن ہونے کا فیصلہ عقل و فلسفہ اور دلائل منطقی سے کرتے ہیں۔ لیکن شاعر صرف جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا قول عقلی اور منطقی قیود سے آزاد ہے۔ اس لئے اس کے کسی قول کو دلائل عقلی سے ممکن یا ناممکن قرار نہیں دیا جا سکتا ؛

مجھے اُمید ہے کہ فاضل مضمون نگار اپنے مضمون پر مکرر غور کرکے اپنے خیالات کا اظہار فرمائینگے ؛

(دریا۔ انصاری۔ جیوری دگوالیار)

مرسلہ:۔ رضا قریشی



شاہجہاں کی آخری تمنّا

(پنڈت اندر جیت صاحب شرما چھرہ ضلع میرٹھ)

قیدِ بسر میں ہوگئے جب سات سال اُسے
حکمِ خدا سے آگیا فرماں نجات کا
بیمار اس قدر ہوا یعنی وہ بد نصیب
لبریز جام ہوگیا اُس کی حیات کا

یہ باپ کے حضور میں بیٹے نے عرض کی
"کہہ دیجئے جناب تمنّا ہو کچھ اگر"
کہنے لگے "برائے خدا لے چلو وہاں؛
آئے جہاں سے تاج کا منظر مجھے نظر"

تعمیلِ حکم کی گئی سنتے ہی بہ شتاب
لے کر گئے حضور کو اونچے مقام پر
دیکھا جو تاج اتنی بڑھی شدتِ ملال
بس چھوڑ کر جسد کو اڑی روح بام پر

رباعیاتِ محمود

حسنِ عمل

حسنِ عمل اختیار کرنی ہے فقط
عادت یہی پائیدار کرنی ہے فقط
قلعے تو بنا چکے ہوائی ہی سہی
بنیاد وہی استوار کرنی ہے فقط

توکل علی اللہ

کب شیفتۂ حسنِ رنگ و بو کا ہوں میں
اک بھٹکا ہوا مقامِ ہو کا ہوں میں
عالم سے غرض نہ اہلِ عالم سے غرض
اللہ ترے کرم کا بھوکا ہوں میں

محمود اسرائیلی

تصوّر

(از حضرت دُعاؔ ڈبائیوی)

ذیل کی نظم ہمارے خاص عنایت فرما حضرت دعاؔ ڈبائیوی کے نتیجۂ افکار سے ہے۔ ہمارے خیال میں اس عنوان پر یہ پہلی نظم ہے۔ جو اُردو زبان کے قابلِ حفاظت سرمائے میں شامل کی گئی ہے۔ قابل مصنف نے اس نئے عنوان پر جس کا انتخاب بجائے خود قابلِ داد ہے۔ کامیاب نظم کہنے میں اوّلیت و افضلیت کا ثبوت دیا ہے۔ ہر ایک بند اس قدر مرصع ہے کہ اسے خوش گوئی کا ایمان اور حسنِ بیان کی جان کہنا چاہیئے۔ جزاک اللہ۔

(جوشؔ ملسیانی مدیر صنعت نظم)

اے تصور اے نشاطِ روحِ جانِ زندگی ۔۔۔ اے تمناؤں کی دنیا اے جہانِ زندگی
ذکر تیرا زینتِ ہر داستانِ زندگی ۔۔۔ چل رہا ہے تیرے دم سے کاروانِ زندگی
ذات سے تیری مکانِ آرزو آباد ہے
تیرے صدقے میں جہانِ آرزو آباد ہے

باعثِ تسکینِ خاطر موجبِ آرامِ جاں ۔۔۔ حسرتوں کے ساتھ قائم عشق و الفت کا نشاں
موردِ لطف و کرم دنیا میں ہر پیر و جواں ۔۔۔ اہلِ درد و غم زمیں کو جانتے ہیں آسماں
خلق میں عیش و خوشی کا لطف تیرے دم سے ہے
درحقیقت زندگی کا لطف تیرے دم سے ہے

باعثِ تسکیں ہے اربابِ بصیرت کے لئے ۔۔۔ ہے نویدِ جانفزا مایوسِ الفت کے لئے
ایک نعمت ہے ترا دم ساری خلقت کے لئے ۔۔۔ وقف تیری زندگی دنیا کی خدمت کے لئے
کام جب کوئی نہیں آتا ہے کام آتا ہے تُو
جس جگہ انسان چاہے اُسکو لیجاتا ہے تُو

مرحبا صد مرحبا تیرا بڑا دربار ہے ۔۔۔ نارسائی کی شکایت سر بسر بیکار ہے
سامنے آنکھوں کے تیرے جلوہ گاہِ یار ہے ۔۔۔ چارہ سازِ غم مسیحائے دلِ بیمار ہے
دیدِ جاناں کے مزے حاصل ہیں گھر بیٹھے ہوئے
بزم میں محبوب کی شامل ہیں گھر بیٹھے ہوئے

بیکس و محتاج کے مُنہ سے نکلتی ہے دُعا ۔۔۔ اُن کو دنیا میں امیروں کے برابر کر دیا
زر نہیں لیکن نکل جاتا ہے دل کا حوصلا ۔۔۔ بیٹھتے اُٹھتے اُڑاتے ہیں مزا صبح و مسا

تیرے دم سے ہر جگہ کی سیر ہے تقدیر میں
ہیں کبھی شملہ میں بیٹھے ہیں کبھی کشمیر میں

الغرض ہر شخص ہے گرویدۂ احساں ترا — ہو سکے کوئی مخالف کس کی ہمت ہے بھلا
فیضِ خاص آٹھوں پہر لطفِ کرامت جابجا — خاص کر اہلِ محبت دل سے کرتے ہیں دعا

تو سلامت ہے تو اندیشہ نہیں دیدار کا
لاکھ پردوں میں چھپا کب جلوہ حسنِ یار کا

کیوں دعائے کردعا تجھ پر نہ ہو جی سے فدا — رکھ لیا تو نے زمانے میں بھرم عشاق کا
خوبرو ملتے کسی سے یہ کبھی ممکن نہ تھا — آ گیا تیرے سبب سے دل لگانے کا مزا

تیرے ہوتے ہجرِ جاناں کا کسے احساس ہے
جب ذرا گردن جھکائی وہ نظر کے پاس ہے

رنگینیٔ خیال

(ارشادات حضرت حفیظ جونپوری تلمیذ خاص فدائے سخن حضرت امیر مینائی رح)

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے — ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
نہیں مرتے ہیں تو ایذا نہیں جھیلی جاتی — اور مرتے ہیں تو پیماں شکنی ہوتی ہے
دن کو اک نور برستا ہے مری تربت پر — رات کو چادرِ مہتاب تنی ہوتی ہے
رُت بدلتے ہی بدل جاتی ہے نیت میری — جب بہار آتی ہے توبہ شکنی ہوتی ہے
غیر کے بس میں تمہیں سن کے یہ کہہ اٹھتا ہوں — ایسی تقدیر بھی اللہ غنی ہوتی ہے
نہ بڑھے بات اگر کھل کے کریں وہ باتیں — باعثِ طولِ سخن کم سخنی ہوتی ہے
لُٹ گیا وہ ترے کوچے میں دھرا جس نے قدم — اس طرح کی بھی کہیں راہ زنی ہوتی ہے
ہجر میں زہر ہے ساغر کا لگانا منہ سے — مَے کی جو بوند ہے ہیرے کی کنی ہوتی ہے
میکشوں کو نہ کبھی فکرِ کم و بیش ہوئی — ایسے لوگوں کی طبیعت بھی غنی ہوتی ہے
ہوک اٹھتی ہے اگر ضبطِ فغاں کرتا ہوں — سانس رکتی ہے تو برچھی کی انی ہوتی ہے
عکس کی اُن پہ نظر آئینے پر ان کی نگاہ — دو کماں داروں میں ناوک فگنی ہوتی ہے

پی لو دو گھونٹ کہ ساقی کی رہے بات حفیظ
صاف انکار میں خاطر شکنی ہوتی ہے

دفتر تحقیق

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از خواجہ فیض محمد صاحب فیض لودیانوی منشی فاضل)

جمع الجمع عربی الفاظ ذیل میں وہ عربی الفاظ درج کئے جاتے ہیں۔ جو جمع الجمع ہیں۔ اور اردو میں بڑی کثرت کے ساتھ مستعمل ہیں:۔

۱۔ اخراجات ۔ جمع ہے اخراج کی۔ جو خود جمع ہے خرج کی۔ جس کے معنے ہیں نکلنا اور خارج ہونا۔ واضح رہے کہ فارسی لفظ خرچ اسی خرج سے مفرّس کیا گیا ہے۔ اور فضول خرچ کی ترکیب تو بہت ہی مشہور ہے ؛

۲۔ ادویات ۔ جمع ہے ادویہ کی۔ جو خود جمع ہے دوا کی جس کے معنے ہیں دارو۔ اس لفظ کے ضمن میں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ "دوائی" دوا کا مزید علیہ ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ دوائی ہندی لفظ ہے۔ جاہل "دوائی خانہ" کی ترکیب غلط ہے۔ اس کی جگہ "دوائی گھر" لکھنا چاہئے۔ یا "دواخانہ"۔ واضح رہے کہ متاخرین میں سے چند حضرات نے "دوائی" کا لفظ اپنے فارسی کلام میں استعمال بھی کیا ہے۔ مگر اس سے یہ جائز قرار نہیں دیا جاسکتا "لغاتِ کشوری" مطبوعہ ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۱۹۷ پر یہ شعر مرقوم ہے ؎

باده در خُم کہنہ چوں گردد "دوائی" مے شود
پیر شد چوں دخترِ رز مومیائی مے شود

۳۔ سادات ۔ جمع ہے سادت کی۔ جو خود جمع ہے سائد کی۔ جس کے معنے ہیں سیادت کرنے والا۔ یعنی سیّد۔ پس سادات جمع الجمع ہے سائد کی۔ جو لوگ اس لفظ کو سیّد کی جمع کہتے ہیں۔ راستی پر نہیں ہیں ؛

۴۔ فیوضات ۔ یہ جمع ہے فیوض کی۔ جو خود جمع ہے فیض ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ فائدہ۔ سخاوت اور دریادلی وغیرہ ؛

۵۔ مَسامات ۔ یہ جمع ہے مَسام کی۔ جو خود جمع ہے مَسَم کی یعنی وہ باریک سوراخ جو انسان کی تمام جلد میں ہوتے ہیں۔ اور جن کی راہ سے پسینہ خارج ہوتا ہے۔ اس لفظ کا مفرد بالکل غیر مانوس اور قلیل الاستعمال ہے۔ واضح ہو کہ اُردو اور فارسی میں میم کی تشدید حذف ہوگئی ہے۔ اور صرف "مسامات" باقی رہ گیا ہے مُسامات (میم اوّل کی پیش کے ساتھ) بولنا قطعاً غلط ہے ؛

۶۔ اَسامی۔ یہ جمع ہے اسمار کی۔ جو خود جمع ہے اسم بمعنی نام کی۔ لیکن اُردو میں آ کر اس لفظ کے معنے بالکل تبدیل ہو گئے ہیں۔ اور اسے نوکری اور عُہدہ کے معنوں میں نہایت کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً "اس دفتر میں ایک اسامی خالی ہونے والی ہے"۔

واضح ہو۔ کہ اَسامی کو الفِ ممدودہ کے ساتھ آسامی بھی کہہ دیتے ہیں۔ جو اُردو میں درست ہے۔

۷۔ رُسُومات۔ جمع ہے رُسُوم کی۔ جو خود جمع ہے رسم کی جس کے معنے ہیں رواج اور ریت وغیرہ۔

۸۔ اصحاب۔ یہ جمع ہے صحب کی۔ جو خود جمع ہے صاحب کی۔ بعض لوگ ناواقفیت کی وجہ سے اصحاب کو صاحب کی جمع کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ صاحب کی جمع الجمع ہے۔ صاحب عربی میں اسم فاعل ہے جس کے معنے ہیں صحبت رکھنے والا۔ مگر اردو میں تعظیماً کسی معزز انسان کے نام کے بعد لکھا جاتا ہے۔ مثلاً "سردار جگت سنگھ صاحب بڑے علم نواز ہیں"۔

اِس لفظ کے ضمن میں اپنی طرف سے میں ایک اَور بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ اس سے اتفاق کریں۔ بہر کیف سُننے میں ہرج نہیں ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اُن لوگوں کے نام کے بعد "صاحب" کا اضافہ نہیں کرنا چاہئے۔ جو اس دُنیا کی صحبت کو چھوڑ کر عُقبےٰ کا سفر اختیار کر جائیں۔ ایک اور مضمون نگار نے بھی رسالہ "ہمایوں" لاہور میں اس امر کا اظہار کیا تھا۔ کہئے آپ کی کیا رائے ہے؟

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ذیل میں چند ایک ایسی غلط فہمیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جن میں اکثر لوگ عدم واقفیت کی وجہ سے مبتلا رہتے ہیں:۔

۱۔ اساتذہ۔ بعض ناواقف حضرات سوچے سمجھے بغیر یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ اُستاد کی جمع ہے۔ حالانکہ اُستاد فارسی لفظ ہے۔ اور اُس کی جمع فارسی طریق پر اُستادان آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اساتذہ جمع ہے لفظ "اُستاذ" کی۔ جو معرّب ہے اُستاد کا۔ واضح ہو۔ کہ لفظ اُستاد مرکّب ہے اُستا اور آد سے۔ اُستا نام ہے ایک کتاب کا جو آتش پرستوں کے پیشوا زرتشت کی دینی کتاب ژند کی شرح ہے۔ اور آد کلمۂ نسبت ہے پس اُستاد کے معنی ہیں کتاب اُستا کا جاننے والا۔ بعد میں ہر ماہر علم کو اُستاد کہنے لگ گئے۔

۲۔ اَجِنّہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ جنّ کی جمع ہے۔ جو ایک قسم کی مخلوق ہے۔ اور آگ سے پیدا کی گئی ہے حالانکہ اَجِنّہ جمع ہے جنین کی جس کے معنے ہیں وہ بچّہ جو ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہو۔ البتہ جنّ کی جمع جِنّہ بغیر الف کے آتی ہے۔

۳۔ قُضَات۔ جمع ہے قاضی کی۔ یعنی علم قضا کا جاننے والا۔ بعض لوگ قُضَات کی ضاد پر تشدید دیتے ہوئے قاضی القضّات کہا کرتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے۔ صحیح تلفظ قاضی القُضَات بغیر تشدید کے ہے۔ یہ ترکیب

اردو میں بکثرت مستعمل ہے حالانکہ عربی ہے ؎

۴۔ نِکات ۔ جمع ہے نکتہ کی ۔جس کے معنی ہیں باریکی اور راز کی بات وغیرہ لیکن بعض لوگ اس کا تلفظ نُکات (نون کی پیش کے ساتھ) ادا کرتے ہیں ۔جو غلط ہے ۔ نِکات (نون کی زیر کے ساتھ) کہنا چاہیئے ؎

۵۔ مُبلغ ۔ اس کے لغوی معنے ہیں ۔پہنچایا گیا۔ یہ لفظ عربی ہے ۔لیکن اصطلاحاً یہ لفظ زرنقد کی تعداد ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے ۔بالکل اسی طرح جس طرح کہ راس خچروں اور گھوڑوں کے لئے ۔ زنجیر ہاتھیوں کے لئے ۔ سلک ہاروں کے لئے ۔اور ضرب لاٹھیوں اور توپوں وغیرہ کے لئے ؎

لیکن بعض لوگ روپوں کی زیادہ تعداد دیکھ کر مبلغ کی جمع مبلغات بنا لیتے ہیں ۔جو سراسر غلط ہے ۔ روپوں کی تعداد خواہ پانچ ہو اور خواہ پانچ ہزار ابتدا میں مبلغ ہی کا لفظ آئے گا ۔مثلاً مبلغ ایک روپیہ ۔ مبلغ دس ہزار روپے ۔مُبلغ کی جگہ مَبلغ رمیم کی زبر کے ساتھ) بھی زرنقد کی صفت میں واقع ہوتا ہے ۔ علےٰ ہذا القیاس موازی کی جمع موازیات بنانا اور اسے آنوں کی تعداد سے پہلے لکھنا بھی غلط ہے ۔آنوں کی تعداد ظاہر کرنے کے لئے خواہ وہ کسی قدر ہی کیوں نہ ہوں صرف موازی لکھنا چاہیئے ؎

(باقی پھر)

تاثرات

(از جناب شیخ ول محمد صاحب فضاؔ جالندھری منشی فاضل)

تری نگاہوں کے ہیں کرشمے کہ سحر کیف آفریں کی موجیں
مری نظر میں وہی ہے ساقی جو غرقِ بحرِ شراب کر دے

اگر ہو طے مرحلہ فنا کا وہی حقیقت میں زندگی ہے
رہِ محبت میں خاک ہو کر خیالِ ہستی کو خواب کر دے

نگاہ اٹھتی ہے جس طرف بھی وہ جلوہ گر ہیں یہ دیکھتا ہوں
کمالِ شوقِ نظر یہی ہے کہ حسن کو بے نقاب کر دے

سمجھ رہا ہوں تری نگہ کو حیا کے پردے میں بھی قیامت
اگر یہ اٹھ جائے بے رُخی سے تو اور برپا عذاب کر دے

ہر اک قدم پر جہاں ہو لغزش سنبھال لے کیف روح پرور
کچھ اس ادا سے فضاؔ کو ساقی پھر آج مستِ شراب کر دے

مٹّی کا چراغ

(از پنڈت اندرجیت صاحب شرما۔ ماچھرہ ضلع میرٹھ)

خانۂ یاس میں یہ کیا ترا منظر چھایا
نظر آنے لگا باطل پہ بھی حق کا سایا
طائرِ فکر نے پرواز کا رستہ پایا
چٹکیاں لینے لگا دل میں فسانہ تیرا
آج خامہ کی زباں پر ہے ترانہ تیرا

جام مٹّی کا مگر نور کا مصدر تو ہے
چاند سورج سے شبِ تار میں بڑھ کر تو ہے
قلب کا راہنما آنکھ کا رہبر تو ہے
روشنی اوروں کو خود جل کے دیا کرتا ہے
جو کسی سے نہ ہو وہ کام کیا کرتا ہے

جس جگہ چاند کا ہوتا ہے نہ سورج کا گذر
رات دن رہتا ہے جن گوشوں میں ظلمت کا اثر
روشنی رہتی ہے موقوف وہاں کی تجھ پر
بادۂ نہر میں سرشار ہے تیری ہستی
ہے جہاں خواب میں بیدار ہے تیری ہستی

دُور ہے نام تکبر کا تیری بستی سے
شانِ معراج ٹپکتی ہے ہر اک پستی سے
باخبر کرتا ہے انسان کو تو ہستی سے
یہ پتنگے ہی فدا کیا ہیں ضیا پر تیری
ہستیاں سینکڑوں قرباں ہیں وفا پر تیری

ایک صاحب حکمت باپ کی
نصیحت
اپنے دلبند کو

(جناب سیّد محمد جوّاد صاحب مہتمم تعلیمات دکن)

حضرت لقمان حکمت و دانائی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ یہ نبی نہ تھے۔ بلکہ ایسے بندے تھے جو مصنوعات الٰہی میں بہت کچھ غور فکر کیا کرتے تھے۔ اور جن کا یقین اپنے خالق کے بارہ میں بہت ہی اچھا تھا۔ چونکہ وہ خدا کو دوست رکھتے تھے۔ پروردگار عالم نے ان کو پسند کیا اور حکمت عطا فرما کر ان پر احسان کیا۔

قرآن شریف میں حضرت لقمان کے متعلق اس طرح لکھا ہوا ہے "خداوند عالم فرماتا ہے۔ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ تم خدا کا شکریہ کیا کرو اور جو بھی شکر کریگا تو وہ اپنی ذات کے نفع کے لئے شکر کریگا۔ اور جو کفران نعمت کریگا تو اللہ بے پروا اور لائق حمد و ثنا ہے! اور (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ لقمان نے اپنے بیٹے سے جس حال میں کہ وہ نصیحت کر رہے تھے۔ یہ فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے" اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ بے شک شرک بڑا ظلم اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارہ میں اس سبب سے کہ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو حمل میں رکھا اور دو برس بعد (ولادت) اس کا دودھ چھٹا یہ حکم دیا کہ تو میرا بھی شکر گذار رہ اور اپنے والدین کا بھی۔ (آخری) بازگشت میرے ہی طرف ہوگی اور اگر وہ دونوں تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرا کسی ایسی چیز کو شریک مان جس کا تجھے کوئی علم نہ ہو تو ان دونوں کی اطاعت مت کر اور دنیا میں ان دونوں کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہ۔ اور راستہ پر اس شخص کے چل جو میری طرف رجوع ہو۔ پھر تم سب کی بازگشت میرے ہی طرف ہوگی۔ پس جو جو کچھ تم کیا کرتے تھے میں اس سے تم کو آگاہ کر دوں گا۔ اے میرے پیارے بیٹے نماز پڑھ اور نیکی کا حکم دے اور بدی سے باز رکھ۔ اور جو مصیبت تجھ پر پڑے اس پر صبر کر یقیناً پختہ ارادوں کے کاموں میں سے یہ بھی ہے اور لوگوں کے دکھانے کے لئے گال نہ پھیلا۔ اور زمین پر اکڑ کر نہ چل بے شک پروردگار کسی چھچھورے اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما کر کہ سب سے زیادہ ناگوار آواز گدھوں کی ہے۔

حضرت لقمان کے نصائح ہر صاحب عقل انسان کے لیئے نہایت ہی کار آمد ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ان نصائح کو غور سے پڑھ کر ان پر عمل رہیں۔ ہر عاقل مرد و عورت ان پر عمل کرے تو اُس کی دُنیا اور عقبیٰ ہر دو اچھے ہو جائیں گے۔ دنیا میں اس کی عزّت ہوگی اور لوگ اس سے خوش رہیں گے۔ فی زمانہ قرآن شریف طاق ہی میں رکھا رہتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہر روز قرآن شریف پڑھا جاتا تھا۔ اب تو یہ حالت ہے کہ طاق پر رکھا رکھا گرد آلود ہو جاتا ہے۔ کیا تم لوگ قرآن شریف کو پڑھنے اور اس کے مطالب سے واقف ہو کر عمل کرتے ہو۔ تر و خشک اس کتاب میں موجود ہے اور طالب علم کے لئے عجیب عجیب حقائق اس میں موجود ہیں۔ کاش دنیا اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتی ؀

متذکرہ بالا نصائح کو غور سے پڑھا جائے تو انسان کی اور خصوصاً آجکل کے نوجوانوں کی بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ میں نوجوانوں سے یہ عرض کروں گا کہ ان نصائح کو غور سے پڑھ کر ان پر عمل کریں۔ تاکہ ان کی دنیا اچھی ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ دین بھی درست ہو۔ والسلام فقط ؀

ریڈکراس نمبر کے متعلق

جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس ضلع جہلم اپنے ضلع کے جملہ مدارس کے نام ذیل کا سرکلر لیٹر بھیجکر سفارش کرتے ہیں کہ یہ نمبر ضرور خرید ا جائے

بنام جملہ صدر مدرسین حضرات مدارس ضلع جہلم!

میں آپ حضرات کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ "رسالہ رہنمائے تعلیم" کا ایک خاص "ریڈکراس نمبر" لاہور سے شائع ہوا ہے جس میں ریڈکراس تحریک کے متعلق نہایت مفید اور اہم مضامین و اطلاعات اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ اسلئے اسے اگر ریڈکراس کا "انسائیکلوپیڈیا" کہا جائے تو بجا ہے۔ یہ نمبر جونیئر ریڈکراس سوسائٹیوں کے لئے خصوصیت سے مفید ہے۔ آنریبل سر فیروز خان نون وزیر تعلیم و صدر ریڈکراس سوسائٹی پنجاب اور مس نور اہل سکرٹری انڈین ریڈکراس سوسائٹی نئی دہلی نے اسے بہت پسند فرمایا ہے۔ اور اُردو زبان جاننے والے صوبوں میں تقسیم کیلئے کچھ کاپیاں بھی خرید کی ہیں ؀

یہ خاص نمبر پانصد صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ریڈکراس سوسائٹیوں کیلئے اسے خرید کرنے میں پروپرائٹر صاحب نے رعایت دینا منظور کر لیا ہے اور اس رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈیڑھ روپیہ اسکی قیمت مقرر کی ہے محصولڈاک سمیت ۱۲؍ پڑتے ہیں۔ نتیجہ جملہ صدر مدرسین اپنے مدارس کی جونیئر ریڈکراس سوسائٹیوں کیلئے اسے خریدیں۔ اور ممبران کو اسکے مفید ترین مضامین سے مستفید کرائیں۔ اس نمبر کی کاپیوں کی خرید کے آرڈرز براہ راست "مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور" کے پتہ پر بھیجیں۔ اور کاپیاں طلب کریں ؀

مجھے امید ہے کہ ضلع جہلم کی تمام ریڈکراس سوسائٹیاں مذکورہ خاص نمبر کو اپنے اپنے مدرسے میں منگائینگی اور "ریڈکراس تحریک" کو ممنون کرینگی

اے۔ محمد اے۔ کے مستفیض ؀

غزل

(از جناب نسیم نور محلی ۔ تلمیذ حضرت جوش ملسیانی)

وائے اُلفت میں منزل کا پتا ملتا نہیں
راہزن ملتے ہیں کوئی رہ نما ملتا نہیں

دِل ملا کر دِل سے کوئی دِلربا ملتا نہیں
دردمندوں کو محبّت کا صِلا ملتا نہیں

غم نہیں ملتا کہ دردِ جانگزا ملتا نہیں
جس کا دل آجائے تجھ پر اُسکو کیا ملتا نہیں

زندگی آفت ہو جس کو ۔ اُس سے پوچھا چاہیئے
کون کہتا ہے کہ مرنے میں مزا ملتا نہیں

لے گیا مجھ کو ۔ مرا شوقِ تجسّس اُس جگہ
جس جگہ بندے کو اپنا بھی پتا ملتا نہیں

کس سے پوچھے کس طرح تیرا پتا پوچھے کوئی ۔
تجھ کو پا جاتا ہے جو اس کا پتا ملتا نہیں

کِس کے آگے دل کی بیتابی کا رونا روئیے
کوئی دل والا کوئی دردآشنا ملتا نہیں

بدگمانی کا بُرا ہو لطفِ اُلفت کھو دیا ۔
اب محبّت میں وہ پہلا سا مزا ملتا نہیں

آپ کی رنجش ہے میرے واسطے سوہانِ رُوح
کوئی بھی پہلو مجھے تسکین کا ملتا نہیں

عشق ملتا ہے بقدرِ ظرفِ دل ہر ایک کو
تنگ ظرفوں کو یہ دردِ لا دوا ملتا نہیں

کِشتیٔ دل چھوڑ دوں جس کے بھروسے پر نسیم
بحرِ غم میں کوئی ایسا ناخدا ملتا نہیں

غزل

مَیں دل کے تلوّن سے کچھ ایسا پریشاں تھا
مرنے کی بھی خواہش تھی جینے کا بھی ارماں تھا

ناکامیٔ پیہم کا ہے خاص کرم مجھ پر
اس دہر میں تسکیں کا ورنہ کوئی امکاں تھا

جب ذوقِ نظر میرا اُلفت میں ہوا کامل
کعبہ تھا نہ بتخانہ، کفر اور نہ ایماں تھا

گلشن منشی فاضل

ڈرائینگ کی اہمیت پر ایک نظر

(از چودھری محمد عالم صاحب ڈرائنگ ماسٹر گورنمنٹ نورمل سکول نجف گڑھ - دھلی)

حضرات!

آج میں آپ کی سمع خراشی کے لئے ڈرائینگ کی اہمیت پر کچھ عرض کروں گا۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ کوزہ میں سے وہی ٹپکتا ہے۔ جو اس میں ہوتا ہے۔ اس لئے اگر اس مقولہ کے موافق ڈرائینگ ہی کی تائید میں چند کلمات تحریر کروں تو بے جا نہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ انسان کی پوشیدہ طاقتوں کی کماحقہٗ نشو و نما کا نام تعلیم ہے۔ اگر تعلیم کی یہ تعریف صحیح ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ ڈرائینگ تعلیم کا ایک جزو لاینفک ہے۔ اور کوئی تعلیم اس وقت تک مکمل نہیں کہی جاسکتی جبتک کہ ڈرائنگ اس میں شامل نہ ہو۔ ایک نادان بچے کے ہاتھ میں آپ کاغذ پنسل دیجئے۔ وہ اس سے بے معنی سطور کھینچکر آپ پر واضح کردیگا۔ کہ یہ مادہ بھی قدرت کی طرف سے اس کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ اور نشو و نما کا مستحق ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ قدرتی طاقت انسان کے اندر موجود نہ ہوتی۔ تو کبھی بھی سرعت کے ساتھ ترقی کے مدارج طے نہ کرسکتا۔ اور بزرگانِ سلف کے تجربات سے بخوبی استفادہ حاصل نہ کرسکتا۔ کیونکہ فنِ تحریر جس کی بدولت آج آپ کو اپنے بزرگوں کے ہزاروں صدیوں کے تجربات حاصل ہیں۔ ڈرائینگ کا ہی ایک پروان چڑھا ہوا بچہ ہے جس نے جانوروں کی شکلوں اور دیگر اشیاء کے خاکوں کی صورت میں جنم لیا تھا۔ اب جبکہ فنِ تحریر اپنے کمال کو پہنچ چکا ہے۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ صرف اس فن کے سکھانے سے ہی اس قدرتی مادہ کی نشو و نما ہو جائے گی۔ پھر ڈرائنگ کی کیا ضرورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہیں۔ فنِ تحریر اپنی اس قدر وسعت اور ترقی کے باوجود ڈرائنگ کا اسی قدر محتاج ہے۔ جس طرح ایک نوجوان فرزند اپنے عمر رسیدہ اور تجربہ کار باپ کا۔ بارہا انسان کے ذہن میں وہ تخیلات پیدا ہوتے ہیں جن کے اظہار کے لئے تحریر و تقریر عاجز نظر آتے ہیں۔ اکثر ایسے وہ دلکش مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ کہ جن کی تصویر نہ ایک اعلےٰ سے اعلےٰ مقرر کی تقریر کھینچ سکتی ہے۔ اور نہ ایک بہترین انشا پرداز کی تحریر۔ ہاں مصور کے برش کی چند جنبشیں انہیں اس لطافت و نزاکت سے آپکے سامنے پیش کردیں گی۔ کہ آپ کو اس کے مقابلے میں فنِ تحریر کی بےبسی کا احساس ہوئے بغیر نہ رہ سکیگا۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے مختلف شعبہ جات میں جہاں تحریر عاجز آجاتی ہے ڈرائینگ عقدہ کشائی کیلئے طلب کی جاتی ہے۔ انجینئرنگ والے تو قدم قدم پر اسکے محتاج ہیں۔ ان کے وہ تمام کارہائے نمایاں جو کسی نہ کسی مشینری یا فلک بوس و دلکش عمارت کی صورت میں آپکے پیش نظر ہیں۔ مادی شکل اختیار کرنے سے قبل اپنے

موجد یا بانی ثابت ہوئے کے ذہن سے کاغذ پر نقشوں کی صورت میں منتقل ہوتے ہیں۔ مدرس بہت سے مضامین مثلاً سائینس۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ جیومیٹری میں ڈرائنگ کی امداد حاصل کرتا ہے۔ نہ صرف اپنے مضامین کو دلچسپ بنانے کے لئے بلکہ اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے۔ علم طبابت میں تشریح الاعضاء وافعال الاعضاء کو سمجھنے کے لئے جو امداد ڈرائنگ سے لی جاتی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ تفریح گاہوں کی طرف نظر دوڑایئے۔ تو وہاں ہم تمن آپ کو ڈرائنگ کے کرشمے نظر آئینگے۔ علاوہ ازیں ڈرائنگ انسان میں صحیح اندازے کی طاقت۔ ترتیب و باقاعدگی کا خیال۔ صفائی کی عادت اور سلیقہ شعاری پیدا کرتی ہے۔ قدرت کی صفت کو پہچاننا اور اس کی قدر کرنا سکھاتی ہے ؛

پس ہمیں طلبا کو ڈرائنگ سیکھنے کی ترغیب دینی چاہیئے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ زندگی کے اتنے شعبہ جات میں مفید ہے۔ بلکہ اور دوسرے ضروری مضامین کی تکمیل میں امداد دیتی ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ ان کی ایک نہایت ضروری قدرتی پوشیدہ طاقت کی نشو ونما کا باعث بنتی ہے۔ اور ان کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے انہیں کئی ایک عمدہ عادات واطوار کا حامل بنا دیتی ہے ؛

خمستانِ جنوں

از

(صاحبزادہ ساغر صاحب جلیلی سابق مدیر جریدہ "کشمیر" لاہور)

بازپایم می رود ساغر! امیدانِ جنوں — باز تازہ در دلِ من شد گلستانِ جنوں

باز آمد فصلِ گل در صحنِ بستانِ جنوں — باز می بینیم وا درہائے زندانِ جنوں

خواہ عشق آزاد باشد از غمِ دیر و حرم — لیک ناممکن! برون ماند زِ زندانِ جنوں

حیف! روزِ حشر چوں کردیم عرضِ حالِ غم — داستاں بشنید و داور داد عنوانِ جنوں

ساغر! ایں آشفتگی در اختیارِ عشق نیست

می کند خود حسن پیدا، ساز و سامانِ جنوں

(غیر مطبوعہ)

دُنیائے تصوّر

(از سید عرش فرح صاحب زیدی، بدایونی)

(۱)

شوخیٔ حسن ہے بچپن بت زیرِ نقاب ایسے فتنے تو نگاہوں میں رہا کرتے ہیں (دل شاہجہانپوری)

یہی نظریہ آج سے قبل، نامرادی کا روشناس ہونے سے پیشتر، میرا بھی مطمحِ نظر تھا۔ میں نے اپنے پندار میں سمجھ رکھا تھا کہ جہانِ رنگ و بُو کا غنچۂ شاداب اپنی طالب نواز فطرت اور عشق کے جذباتِ نامہ کے ماتحت مجھے ایک نہ ایک دن دعوتِ نظارہ ضرور دیگا۔ مگر وائے برشوریدہ بختی کہ جلوۂ معصوم نے ہنوز بھول کر بھی میری طرف رُخ نہ کیا! اور میں بصد مایوسی یہ کہتا رہ گیا ؎

دل بھی مٹ جاتا تمنائیں اگر مٹنے کو تھیں رہنے والا کون ہے کس کے لئے گھر رہ گیا؟

(۲)

فراق اور صناعِ ازل کے شاہکار کا فراق . . . . الحذر، الحذر ؎

اب یہ صورت ہے دلِ زار کو بہلانے کی ذکرِ ناکامیٔ اربابِ وفا کرتے ہیں

یا پھر عارضی اطمینانِ خاطر کے لئے یہ صورت اختیار کی جاتی ہے ؎

بہلا رہے ہیں اپنی طبیعت خزاں نصیب دامن پہ کھینچ کھینچ کے نقشہ بہار کا

(۳)

بارگاہِ حسن خواہ کتنی ہی ارفع و اعلےٰ ہو مگر یہ میرا ایمان ہے کہ وہ شہبازِ تخیّل کی حدود رسائی سے پرے نہیں ہے بدیں وجہ میں اضطراب و شوق کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کو مصروفِ تصور ہو جاتا ہوں اور حسنِ حسن و صباحت میری آنکھوں میں سمٹ کر آجاتی ہے اور فراوانیٔ مسرت کے عالم میں بے اختیار پکار اُٹھتا ہوں ؎ آبرگنتوری

یہ سوچتا ہوں نہیں پاکر اپنی آنکھوں میں مری نظر کو مری کیوں نظر نہیں ہوتی؟

(غیر مطبوعہ) (عرش فرح بدایونی)

ڈرامہ ڈرامہ

لال پری

المعروف

ملکۂ +

(از جناب مرزا گوربخش سنگھ صاحب جوہر)

ڈرامہ کے افراد

لال پری۔ ملکۂ ریڈ کراس
ہمدرد علی۔ ہمدردی
ودیا ساگر۔ تعلیم
ہمت سنگھ۔ ہمت
سکاؤٹ۔ خدمت
جہالت خاں۔ جہالت

سادھو
چند دیہاتی

ستم علی۔ ظلم وستم
جلد باز
ناعاقبت اندیش
بیوقوف علی۔ بیوقوفی
بھرم سنگھ۔ توہمات

دھرم راج اور
فرشتے

پہلا سین

نظّارہ:۔ ایک باغیچہ میں علے الصباح جبکہ عروس شب نونہالانِ چمن پر اپنی رحمتوں کے بادل برسا کر واپس ہو چکی ہے۔ اور تاروں کی زندگی کے چراغ آخری دنوں پر ہیں۔ یکایک ایک حور احمر نمودار ہوتی ہے۔ چاند کو شرما دینے والی ملکۂ حسن کے چہرے پر حسرت و یاس کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ نہ معلوم کس سوچ میں اِدھر اُدھر ٹہل رہی ہے ۔

لال پری۔ (نہایت غمزدہ آواز میں) ہائے کیا یہ وہی ہندوستان ہے۔ جو علوم وفنون کا جنم استھان ہے۔ آہ اس کی حالت کس قدر تبدیل ہو چکی ہے۔ دنیا کا تہذیب داتا۔ علم وعمل کی جان۔ ہمدردی کی کان کہلانے والا [illegible] وہی ہندوستان جہاں کرشن نے گیتا کا اپدیش دیا۔ بکرماجیت اور عدل جہانگیری

کا شہرہ ہؤا۔ آجکل بالکل تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ علم کے سورج کی جگہ جہالت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ ہمدردی و خدمت کی بجائے حسد و عناد کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ یہ کیا بالکل ٹھیک نہیں ہے؟ ؎

نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری محبت اُڑ گئی ساری زمانہ کیسا آیا ہے

ایک سادھو۔ مہارانی پرنام ہو۔ اجازت ہو تو کھانے کا کچھ اہتمام ہو؟

لال پری۔ مہاتماجی۔ سب آپ کی مہربانی ہے۔ دکھی ماں باپ کی بھلا خاک زندگانی ہے۔ کہ وہ کھانے کھائیں بچے پڑے تڑپیں۔ اور وہ عیش اُڑائیں ⁂

سادھو۔ جے ہو دیوی۔ جے ہو۔ بھگوان ضرور تیری مدد کریگا۔ اور اپنی کرپا سے جلدی بامراد کریگا۔ مگر آخر مجھے بھی تو معلوم ہو۔ کہ آپ کو کونسی چنتا ستا رہی ہے۔ کہ چہرے سے گھبراہٹ نظر آ رہی ہے؟

لال پری۔ سنت جی کیا کہوں اور کیا نہ کہوں اور بن کہے کیسے رہوں۔ ذرا سُنئے گا ؎

گانا میرا پیارا بھارت تباہ ہو رہا ہے

ذرا خوابِ غفلت سے اُٹھ کر تو دیکھو خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے

کہیں ہیں تفرقے کہیں ہیں لڑائیاں کسی جا مقدمہ کھڑا ہو رہا ہے

مہاتماجی آپ میری امداد فرمائیں۔ اور کوئی ایسی راہ بتائیں کہ ہندوستان پھر سے جنت نشان بن جائے۔ ہمالیہ کی چوٹیوں پر ہمدردی کا پھریرا الہلہائے اور گنگا وجمنا میں محبت کا پانی بہتا نظر آئے ⁂

مہاتما۔ جا دیوی میں تجھے اشیرباد دیتا ہوں تیرے دُکھ کلیش جلدی ہی ناش ہو جائینگے! اور تیرے سب کام راس ہو جائینگے ⁂

لال پری۔ مہاتماجی۔ بس جب آپ ہی مجھ پر دیال ہیں۔ تو میرے لئے کونسے کام محال ہیں۔ ابھی جاؤنگی اور ہندوستان کے کونے کونے میں اُلفت کی شمع جلاؤنگی ⁂

سادھو۔ سادھو چلتے بھلے نگری لستی بھلی۔ اچھا دیوی پرنام ہے۔ ہمیں اگلے گاؤں میں بھی کچھ کام ہے ⁂

(سادھو کا چلے جانا اور لال پری کا با اُمید نظر آنا)

لال پری۔ الٰہی شکر ہے۔ کہ مجھے تیری رحمت کا اشارہ ہؤا ہے۔ اور اس کمزور انسان کو تیرا سہارا ہؤا ہے گانا

خدایا کیسی مصیبتوں میں یہ ہندوالے پڑے ہوئے ہیں قدم قدم پہ خوف و خطر ہے کہ جاں کے لالے پڑے ہوئے ہیں

پیار و اُلفت کا ان میں بالکل بھی ہائے نام و نشان نہیں ہے لڑائی جھگڑوں کی پھانسیوں پہ مگر یہ ہرم چڑھے ہوئے ہیں

اے بھارت کی پیاری مٹی۔ کیا تیری عظمت بالکل نیست و نابود ہو چکی ہے! ورنہ پینتیس ۳۵ کروڑ انسانوں کے لئے ملک ہندوستان کیا تجھ میں محبان وطن کا نام و نشان ہی نہیں رہا؟ اے ہمالیہ کے برفانی دریاؤ۔ کیا تم بالکل بے اثر ہو چکے ہو؟

اگر نہیں۔ تو آؤ اور اس رفاہ عام کے یگیہ میں اپنی اپنی شردھا کے پھول ڈالو۔ سینے میں دل اور دلوں میں درد رکھنے والے انسانو! آؤ اور غریبوں اور مظلوموں کے بازو پکڑو ابھی وقت ہے۔ ورنہ میں سمجھونگی۔ کہ یہ ہندوستان نہیں بلکہ حیوانستان ہے جن کے سینوں میں دلوں کی جگہ پتھر کے ٹکڑے بھرے ہوئے ہیں:

ودیا ساگر کا آنا اور بطور تعظیم سر جھکانا) دیوی آداب عرض ہے۔ میرا جان و مال سب کچھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ فرمایئے کیا حکم ہے؟

لال پری۔ شاباش بیٹا شاباش! مجھے تجھ سے یہی توقع تھی۔ کہ خلق خدا کی خدمت میں اپنا ساتھ دیگا۔ اور غریبوں اور یتیموں کی دعائیں لیگا:

ودیا ساگر۔ مہاراج انسان واقعی اُنس کے لیئے ہی بنایا گیا ہے۔ تبھی تو دانشمند فرماتے ہیں ؎

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا   مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

ہمدرد علی آتا ہے اور بطور تعظیم سر جھکاتا ہے) مہارانی جی نمستے عرض ہے۔ فرمائیں کہ میرے ذمہ کونسا فرض ہے۔ جو آپ کا حکم بجالاؤں اور خلق خدا کے کام آؤں:

لال پری۔ پیارے ہمدرد علی۔ تو واقعی دنیا کی جان ہے۔ اور تیرے ہی آسرے دھرم اور ایمان ہے۔ کیا ہندو کیا مسلمان سب تیرا جس گاتے ہیں۔ اور تیری روشنی میں ہی راہ نجات پاتے ہیں ؎

جس کا دل ہمدردِ انساں ہو انساں وہی انسان ہے   ورنہ وہ حیواں ہی کیوں بدتر از حیوان ہے

ہمدرد علی۔ مہاراج میری رگ رگ میں ہمدردی کا خون جوش مار رہا ہے۔ اس لئے خدا نے ہمدرد علی نام دیا ہے۔ سال کے بارہ مہینوں میں جس وقت۔ اور دن کے چوبیس گھنٹوں میں جس گھڑی میری ضرورت ہو۔ فقط اشارہ کافی ہے۔ میں اپنی کھال کی پٹیاں بناؤں گا اور مظلوموں اور مریضوں کے کام آؤنگا۔ کیا یہ خدائی حکم نہیں ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو   ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

لال پری۔ قربان بیٹا ہمدرد علی قربان۔ فرمانبردار بیٹے اسی طرح خاندان کا نام روشن کرتے ہیں۔ کیونکہ ؎

فیض ہمدردی سے مال و زر کو نسبت کچھ نہیں   اس کے آگے سونے چاندی کی حقیقت کچھ نہیں

(ہمدرد علی کا پیچھے ہو کر کھڑا ہو جانا)

ہمت سنگھ کا آنا اور سجدے کے طور پر سر جھکانا) ؎

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا   ہمّت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

ملکۂ خدمتِ خلق سلام ہے۔ فرمایئے میرے لئے کیا حکم احکام ہے۔

لال پری۔ [illegible] مجھے منزل مقصود دکھانے والے ہمت سنگھ۔ مجھے

تیری ہی انتظار تھی۔ جو میں ایک عرصہ سے اس قدر بے قرار تھی ؎

سُنا ہے مستقل عزمی بدل دیتی ہے قسمت کو ہزیمت کر نہیں سکتی ہراساں جوشِ ہمت کو

ہمت سنگھ۔ مہاراج گستاخی معاف۔ یہ شعر اس طرح ہونا چاہیئے ؎

یہ سچ ہے مستقل عزمی بدل دیتی ہے قسمت کو ہزیمت کر نہیں سکتی ہراساں جوشِ ہمت کو

بے شک اپنی تعریف آپ کرنا خلافِ تہذیب ہے۔ مگر اظہارِ حقیقت بھی مصلحت کے قریب ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

لال پری۔ پیارے ہمت سنگھ آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ کیونکہ ؎

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

(ایک سکاؤٹ کا آنا اور ہمت سنگھ کا پیچھے کھڑے ہو جانا)

سکاؤٹ۔ (ہاتھ سے سلیوٹ کر کے) آگیا ہے آپ کا خدمتگار۔ فرمائیے کیا حکم ہے سرکار!

لال پری شاباش میاں سکاؤٹ شاباش! کہئے خدمتِ خلق کی شمع پر قربان ہونے کو تیار ہو؟

سکاؤٹ۔ مہاراج! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ خدمت جیسی نیک ماں کا دُودھ پینے والا بچہ اور جرأت جیسی دایہ کی گود میں پرورش پانے والا لڑکا خدمت کی شمع پر پروانہ وار قربان نہ ہو۔ سُنئے

جب تک سورج میں دمک اور چاند میں چمک باقی ہے سکاؤٹ کبھی بھی امداد مظلوماں سے گریز نہیں کریگا

کیونکہ ؎ مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جئے جیتا ہے وہ جو مر چکا ہو قوم کے لئے

میں آپ کو وہ گانا سناتا ہوں۔ جو میری ماں نے مجھے بچپن میں سکھایا تھا ؎

مسافر ہے تو اے بازارِ امکاں کا تماشائی کہاں تک ابلہانہ خود پسندی اور خود رائی

ذرا چشمِ بصیرت کھول کر رکھتا ہے بینائی تیرے کس کام آئیں گے خیالاتِ من و مائی

معین وقت تک تجھ کو ملا ہے سیر کا فرماں غرض یہ تھی کہ جب ہو جلوہ بخشِ گلشنِ امکاں

تو ہر اک حال میں اُن کا شریکِ ہمنوائی ہو دلوں میں اُن کے جا ہو اور سینوں میں رسائی ہو

مصیبت جس کو پیش آئے تو اُس کا آشنا تو ہو کوئی ماتم زدہ پائے تو اُس کا غم ربا تو ہو

بلا کر آنکھ مجھ سے کہہ تو اس میں سے کیا کیا کیا دکھا کس زخمِ دل پر مرہمِ امداد کا پھایا

نکالا دشتِ غربت میں کسی کے پاؤں کا کانٹا کسی آفت زدہ کا بوجھ گر تو نے کیا ہلکا

بچایا ہے کسی گم کردہ راہ کو رہنما ہو کر کیا ہے پار بیڑا بھی کسی کا ناخدا ہو کر

اگر غفلت سے اب تک کچھ نہیں تو نے کیا غافل — تو اس خواب گراں سے چونک آئندہ نہ ہو کاہل

لال پری۔ شاباش! شاباش!! اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ کل سے ہم ہندوستان کے گوشے گوشے میں جائینگے اور بھارت باسیوں کو پکڑ پکڑ کر غفلت کی نیند سے جگا دینگے لیکن میرے بہادرو۔ کیا نہیں معلوم ہے۔ کہ ہمارا دشمن بڑا زبردست ہے۔ اور طاقتور ہے۔ وہ علےالاعلان کہتا ہے۔ کہ مجھے جیتنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے ؛

سکاؤٹ۔ جی ہاں میں آپ کی اس بات کو ٹھیک مانتا ہوں۔ اور غنیم کی طاقت کو بھی صحیح صحیح پہچانتا ہوں۔ اس کی فوج پوری ساٹھ ہزار ہے۔ اور جہالت خاں اس کا سپہ سالار ہے۔ اندھیر آباد اُن کا شہر ہے اور علم کا اُجالا اُن کے لئے زہر ہے ؛

ودیا ساگر۔ نہیں نہیں وہ بڑے خونخوار ہیں۔ اور ان کے پاس لاکھوں خطرناک ہتھیار ہیں۔ ایک چیز جس پر انہیں بہت ناز ہے۔ وہ توہماتِ باطلہ کا جنگی جہاز ہے ؛

سکاؤٹ۔ مہاراج بالکل فکر نہ کرو۔ اگرچہ ہم جنگ سے گریز کرتے ہیں۔ اور ظلم وستم سے پرہیز کرتے ہیں۔ مگر جو کام نرمی سے نکلتے ہیں۔ سختی سے نہیں نکلتے۔ عقل ہمیشہ طاقت پر قابو پا لیتی ہے۔ دیکھئے ایک چیونٹی کتنے بڑے ہاتھی کو گرا لیتی ہے ؛

لال پری۔ اچھا میرے پیارے سپاہیو۔ اب چلے جاؤ اور جنگی وردیاں پہنکر کل صبح آٹھ بجے سے پہلے پہلے اس جگہ حاضر آؤ۔ تاکہ جنگ کی تیاری کی جائے اور کل رات ہی قلعہ غنیم پر گولہ باری کی جائے ؛

(سب آداب عرض کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔ پردہ گرتا ہے)

دُوسرا سین

جہالت خاں کا دربار

منظر۔ ایک نہایت گندہ اور تاریک مکان در و دیوار سے حیرت برستی اور نحوست ٹپکتی ہے۔ جہالت خاں ٹوٹی سی کرسی پر بیٹھا ہے۔ اور گرد پانسات درباری شکستہ کرسیوں پر ڈٹے ہوئے ہیں چہروں سے ظلم اور آنکھوں سے قہر برستا ہے ؛

جہالت خاں۔ (کھڑے ہوکر) میرے جان نثار امیرو اور وزیرو۔ آج میں تم سے ایک قسم لینا چاہتا ہوں کہو سب کے سب تیار ہو ؛

سب کے سب (کھڑے ہوکر اور نہایت عاجزی سے سر جھکا کر) حضور قسم تو ایک طرف۔ جان و مال سب آپ کا مال

ہے۔ اس میں عذر کریں ہماری کیا مجال ہے؟

جہالت خاں ۔ نہیں ابھی جان کی ضرورت نہیں ایمان کی ضرورت ہے ؛

سب کے سب ۔ جناب کیا جان اور کیا ایمان کیا سر اور کیا دھڑ آپ کے قدموں پر حاضر ہے۔ جس کی ضرورت ہو اُٹھا لیں ؛

جہالت خاں ۔ شاباش میرے بہادرو شاباش۔ کیا آپ کو کچھ خبر ہے۔ کہ کوئی غنیم ہم پر چڑھ کر آ رہا ہے؟

ستم [illegible] ۔ (ایک خاص درباری کھڑا ہو کر) حضور کسی غنیم کا ہمارے ملک پر حملہ کرنا تو ایک طرف حملے کا خیال بھی محال ہے۔ اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو بھی جائے تو یہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے ؎

ہم مرد توانا ہیں کوئی ہیجڑے نہیں ہیں — سل بٹے سے پس جائیں وہ کشنیز نہیں ہیں

بھرم سنگھ ۔ حضور کس کی مجال۔ کہ اس طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے۔ سورج میں گرمی نہ رہے۔ ممکن! چاند کی چاندنی میں کشش پیدا ہو جائے ممکن! میدانوں سے پہاڑوں کی طرف دریا بہنے لگ جائیں۔ ممکن! مگر گنگا اور سندھ کی وادیوں میں ہز ایکسلینسی شہنشاہِ اعظم مہاراج نواب سر جہالت خاں قبلہ کے لہراتے ہوئے پرچم کی طرف کوئی آنکھ بھر کر بھی دیکھے قطعاً ناممکن بلکہ بالکل ہی ناممکن ہے۔ اور اگر کوئی نامعقول موت کا خریدار اور تباہی کا طلبگار یہ جرأت کر بھی لے تو اُسے وہ چنے چبائے جائیں گے۔ کہ اُس کی سترھویں پشت بھی یاد رکھے گی ؛

جہالت خاں ۔ قربان میرے بہادر جرنیل سردار بھرم سنگھ قربان! بہادر جرنیل اسی طرح اپنی حکومت کی وفاداری کا ثبوت دیا کرتے ہیں ؛

نروئی لال ۔ (کھڑے ہو کر) جناب خدا کی مہربانی سے مجھے عقاب کے پنجے۔ بھیڑئے کے دانت اور شیر کا حوصلہ ملا ہوا ہے۔ دشمن آئے تو سہی۔ اگر مولی گاجر کی طرح نہ چبا جاؤں تو نروئی لعل نہ سمجھنا کوئی دال کھانا پینا سمجھنا سُنئے ؎

نازک خیالیاں میری توڑیں عدو کا دل — میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

جلد باز ۔ (چھاتی پر ہاتھ مار کر) جناب دشمن سے ڈرنا۔ باپ دادا نے خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ دانشمندوں کا قول ہے۔ دتھہ بلمبھ دھرم سنگ یعنی نیکی اور دھرم کے کام کو لمبا نہ کرو۔ اس لئے میں درخواست کروں گا۔ کہ آج رات ہی کو شبخون مارا جائے اور دشمن کو اس بیخبری کی حالت میں دبوچا جائے۔ کہ ملکِ عدم میں ہی جا کر ہوش آئے ؛

بے وقوف [illegible] ۔ حضور۔ سرکار کے سچے جاں نثار اور اصلی نمک خوار خان بہادر بے وقوف علی کی بھی یہی رائے

بلکہ

ہے۔ کہ جو کام کرنا ہو فوراً کیا جائے۔ کیونکہ ؎

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا آدمی بُلبلہ ہے پانی کا

اب ہمارا ایک ایک منٹ لاکھوں روپوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ وقت گزرنے پر سوائے پچھتانے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئیگا۔ اور پھر سلطنت کا بچہ بچہ چلائیگا۔ کہ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اس لئے میں مسٹر جلد باز کمانڈنگ آفیسر کی پُرزور تائید کرونگا۔ اور وفاداری کے طور پر سب سے پہلی قطار میں مردانہ طور پر لڑوں گا ؛

نا عافیت اندیش خاں۔ حضور آپ کا خادم نا عافیت اندیش خاں بھی عین وفادار سرکار ہے۔ اور سلطنت کی آن پر مرمٹنے کے لئے تیار ہے ؛

جہالت خاں۔ کیوں مرزا ستم علی آپ کی کیا صلاح ہے ؟

ستم علی۔ اس معاملے میں تو بچہ بچہ آپ کا خیر خواہ ہے۔ حضور ارشاد تو فرمائیں۔ پھر دیکھیں ہم کس طرح دشمن کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھاتے ہیں ؛

جہالت خاں۔ شاباش میرے بہادر جرنیلو شاباش! میں بھی آپ کی رائے سے پورا پورا متفق ہوں۔ اور اعلان جنگ کرتا ہوں۔ کہ آج رات سے ہی دشمن پر حملہ کر دیا جائے۔ مرزا ستم علی!

ستم [redacted]۔ جی سرکار۔

جہالت خاں۔ آپ کو کمانڈر انچیف مقرر کیا جاتا ہے۔ نواب لوٹ مار خاں اور لالہ نردئی لعل آپ کے اسسٹنٹ ہونگے۔ اور سردار بھرم سنگھ ویر مسٹر جلد باز کمپنی کمانڈرز۔ چوہدری بے وقوف [redacted] توپ خانہ کے انچارج مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور قلعہ جہالستان المعروف ہندوستان کی ساڑھے ستائیس کروڑ جنگی فوج آپ کی کمان میں دی جاتی ہے۔ مگر دیکھنا بہادری سے وہ جوہر دکھانا۔ کہ سُن کر ملک الموت کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جائیں ؛

ستم [redacted]۔ حضور۔ جہاں آپ کا اقبال اور رعیت کا جان و مال ہوگا۔ ملک الموت تو کیا ملک الموت کے پیدا کرنیوالا بھی اس طرح دُم دبا کر بھاگے گا۔ کہ گویا کبھی دنیا میں پیدا ہی نہیں ہُوا تھا ؛

جہالت خاں۔ بس میرے بہادر جرنیل۔ مجھے آپ سے یہی توقع تھی ؛

ستم [redacted]۔ اچھا حضور اجازت دیجئے گا۔ اور نظرِ رحمت سے سرفراز کیجئے گا۔

جہالت خاں۔ ہاں اجازت کوئی کسی سے مول تھوڑا لینی ہے۔ جتنے گز چاہئے تھان سے پھاڑ لو ؛

ستم [redacted]۔ دسپاہیوں سے) میرے بہادر سپاہیو۔ آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ کہ ہمارے ملک جہالستان المعروف ہندوستان پر سات سمندر پار سے ایک نہایت خوبصورت شہزادی . . . . .

سارے ملکر۔ جناب چپا جائینگے کچی ہی کو چپا) ہاں ایک نہایت خوبصورت شہزادی آئی ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی فوج لائی ہے۔ (سارے جناب سیر کرنے آئی ہوگی ہمارے جنت نشان کی) نہیں بھائی نہیں وہ حملہ کرنے کا اعلان بھی کر چکی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں ہمارے مشہور و معروف جاسوس مسٹر افواہ شاہ صاحب نے یہ سب سُراغ لگایا ہے۔ اور آکر بتلایا ہے۔ کہ کل اُس نے ایک نہایت خفیہ مگر ہنگامہ خیز اور فتنہ انگیز اجلاس کیا ہے۔ جس میں یہ پاس کیا ہے۔ کہ ہماری راجدھانی پر قبضہ کیا جائے۔ مگر میرے جاں نثار بہادرو۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئیے کہ جس جہالستان المعروف ہندوستان پر ہم نے دو ہزار برس سے پہلے اور اتنے ہی برس بعد تک اپنا قبضہ جمایا۔ اور سکّہ چلایا ہے۔ وہ کبھی ہم جیتے جی دینے کو تیار ہو سکتے ہیں ؟ (سارے۔ بالکل نہیں۔ ہرگز نہیں) اور میں آپ کو یہ خوشخبری سُنا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہماری وفادار رعیت بھی اس مقابلے میں ہماری پوری پوری خیر خواہ ہے۔ (سارے۔ سو فیصدی۔ بالکل سچ ہے) بھلا قلم چلانے والی اور مخملوں کے نرم بچھونوں پر لیٹنے والی وہ لال پری ہمارے فیل تن سپاہیوں کا خاک مقابلہ کرے گی ؟ (سارے۔ آنے دو ملاقات ہی سہی) ہاں ہاں سکولوں میں پڑھنے والے بچے۔ دل کے بودے۔ عقل کے کچے بھلا ہماری کیا خاک تاب لائینگے ؟ (سارے۔ تاب نہ لائیں گے تو جہنم کو بھی نہ جائینگے) اچھا تم خبردار ہو جاؤ اور فوراً تیار ہو اور اُونچی آواز سے بولو

نعرہ شہنشاہ جہالت خاں کی . . . . جے

راجدھانی جہالستان کی . . . . جے

(پردہ گرتا ہے)

تیسرا سین

منظر۔ ایک بد قسمت شہر پر مرزا ستم [redacted] معہ اپنی فوج کے حملہ کرتا ہے۔ توپوں۔ بندوقوں اور گولوں کی لرزہ خیز آوازوں سے پاتال تک لرز رہے ہیں۔ تلواروں۔ لاٹھیوں اور دیگر آلاتِ حرب سے غریب معصوم اور مظلوم انسانوں کی زندگیاں پناہ مانگ رہی ہیں۔ ہر طرف آہ و بکا۔ شور و شیون نالہ و فریاد کا طوفانِ بد تمیزی مچا ہوا ہے۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ اور معصوم اور امن پسند شہریوں کے خرمنِ امن پر جہالت خاں کے قہر و ستم کی بجلیاں برقِ فنا کی طرح گر رہی ہیں جو ہزاروں انسانوں کو موت کی نیند سلانے کے بعد سینکڑوں بچوں کو یتیمی۔ ہزاروں عورتوں کو

بیوگی اور لکھو کھہا انسانوں کو محتاجی کا پیغام سنا رہی ہیں ؛

مرزا ستم ۔شاباش! میرے پیارے بہادرو شاباش! لُوٹ لو ان حرص کے بندوں کو اور تباہ کر دو۔ ان نئی روشنی کے متوالوں کو۔ دیکھنا کوئی کسر باقی نہ رہ جائے ؛

ایک سپاہی۔ جانے نہ پائے۔ وہ گیا سیٹھ کروڑی مل اور منشی لکھے شاہ ؛

دوسرا سپاہی۔ بھاگ کر کہاں جائیگا موت کے مُنہ سے (گردن سے پکڑ کر خوب پیٹتا ہے بیچارہ مظلوم سیٹھ چیخ رہا ہے۔ مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سُنتا ہے۔)

تیسرا سپاہی۔ ان بچوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا۔ شام کو سبزی پکائینگے۔

(دو چار بچّوں کو پکڑ کر پٹخ دیتا ہے)

دوسرا سپاہی۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ رات کو مزے لے لے کر کھائینگے۔ (دو تین بچّوں کو زدوکوب کرتا ہے۔)

پہلا۔ اجی کوفتہ بنا کر کھائینگے یا کباب ؟

دوسرا۔ بھائی کباب کھائینگے کباب اور ساتھ وہ ہوگی ۔ شراب ؛

(شہر کو تباہ کرنے کے بعد) **ایک سپاہی**۔ بولو مہاراج جہالت خاں کی .... جے

بولو راجدھانی جہالستان کی .... جے

ساری فوج شہر کو تباہ کرتی ہوئی باہر نکل جاتی ہے۔ میدان میں جابجا لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ خون کی ندیاں بہ رہی ہیں۔ کوّے۔ کُتّے اور چیلیں لاوارث لاشوں پر منڈلا رہی ہیں۔ ہر طرف سے ہائے ہائے کی دردناک آواز آرہی ہے۔ مسافر راستے چلنے والے مسافر دیکھ کر خون کے آنسو روتے ہیں۔ مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی کہ ان مظلوموں کی خبر لے ؛

(پردہ گرتا ہے)

چوتھا سین

منظر۔ وہی پرانا برباد شہر اور میدانِ کارزار۔ ملکۂ ریڈ کراس آئی ہے۔ اور ساتھ ریڈ کراس کے ہمدرد اور جاں نثار فوج لائی ہے۔ چند ایک کے ہاتھوں میں ریڈ کراس پرچم اور بازوؤں پر ریڈ کراس نشان اور باقیوں کے پاس لٹر بچر۔ پانی کے برتن اور دوائیاں وغیرہ ہیں ؛

لال پری۔ ہائے کیا دردناک نظارہ ہے ظالموں نے کس بے دردی سے بے گناہوں کو مارا ہے ؛

دو دیا ساگر۔ حرص و طمع کا بیڑا غرق ہو جائے۔ ہائے لالچ کے اندھوں نے کس طرح خدا کے بندوں پر ظلم کمایا ہے
ہزاروں اور لاکھوں کو موت کی نیند سُلایا ہے ؎

کانٹے سے بھی خراب ہے جس گل میں بُو نہ ہو پتھر سے بھی خراب ہے جس دل میں تُو نہ ہو

لوگو! کیا ایسے انسانوں کو انسان کہنا پرلے درجے کی حماقت نہیں؟ یہ انسان خونخوار بھیڑیوں سے بھی بدتر ہیں۔ جو سر میں دماغ اور عقل رکھتے ہوئے بھی پرلے درجے کے وحشی اور حد درجے کے ظالم ہیں۔ اوم شانتی شانتی۔

ہمارو علی ۔ او معصوموں اور بے گناہوں کے خون میں نہانے والے انسان نما حیوانو! لعنت ہے تمہاری اس سینہ زوری پر۔ ہزار لعنت ہے اس خونریزی پر۔ ان بے گناہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ جو انہیں موت کے کیچڑ میں لتاڑا ہے۔ ہائے کس قدر الم انگیز سین ہے۔ باپ کے سامنے بیٹا قتل ہو رہا ہے۔ بہن کے سامنے بھائی تہ تیغ کیا جا رہا ہے۔ مگر افسوس کوئی پیش نہیں جاتی۔ الامان الامان ؏

ہمت سنگھ ۔ بھائیو دُنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔ کہ ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ حیوانوں کو جانے دیجئے۔ بے وقوف اور جاہلوں کو نظر انداز کیجئے۔ جب تہذیب یافتہ کہلانے والی قومیں اور علم و شائستگی کے علمبردار ہی خونخوار بھیڑیئے بن رہے ہیں۔ تو دوسروں کا کیا حال؟ خدا نے انہیں عقل اس لئے نہیں بخشی ہے۔ کہ یہ اسے سامانِ حرب میں صرف کریں۔ پرماتما نے انہیں دماغ اس لئے نہیں دیا۔ کہ انہیں دوسروں کو غلام بنانے میں خرچ کریں۔ پرمیشور نے انہیں طاقت و دولت اس لئے عطا نہیں کی کہ وہ اس سے کمزوروں اور مظلوموں پر مشقِ ستم کریں۔ بلکہ یہ سب نعمتیں اس لئے عنایت فرمائی ہیں۔ کہ ان کی بدولت یہ صحیح انسان ثابت ہوں۔ دوسروں کی خدمت کریں۔ اندھوں کو رستہ دکھائیں اپاہجوں کی لاٹھی پکڑیں۔ یتیموں کا سہارا بنیں۔ حاجتمندوں اور مصیبت زدوں کے غمخوار بنیں۔ مگر یہ ساری خدائی امانتیں خلقِ خدا کا خون نچوڑنے اور اپنی شکم پروری کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ حیف صد حیف۔ افسوس صد افسوس ؏

سکاؤٹ ۔ دوستو! گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دنیا کی پیدائش سے ہی نیکی کے ساتھ بدی کا بیج پھوٹا ہے۔ جہاں گل ہے۔ وہاں خار بھی ہے۔ رحم کے مقابلہ میں ظلم۔ ہمدروی کے مقابلہ میں ستم ہونا قدرتی بات ہے۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن کی قدر کون کرتا۔ ہمیں بلا خوف و خطر اپنا کام سرانجام دینا چاہیئے۔ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ وہی ظالموں کو سزا دینے والا ہے۔ اول تو اس دنیا میں ورنہ اگلے جہان میں تو سب کو اپنے اعمال کی سزا اور کرموں کا پھل ضرور بھگتنا پڑیگا ؎

نیکوں کی صحبت میں رہ اور نیک ہی اعمال کر   زندگی ہے نخل اک اچھی طرح سنبھال کر

لال پری۔ خلق خدا کے جاں نثارو۔ اِن زخمیوں کو سٹریچروں پر ڈالو۔ اور نہایت احتیاط سے ہسپتال لیجاؤ ؛

سب ریڈ کراس سپاہی زخمیوں کو پانی پلاتے اٹھاتے اور سنبھال کرلے جارہے ہیں۔ دل میں درد اور زبان پر شکر خدا ہے ؎

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا   پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

(پردہ گرتا ہے)

پانچواں سین

ایک گندہ گاؤں۔ گلیوں میں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر۔ کنوؤں کی بدترین حالت۔ تاریک اور گندے مکان۔ لوگ ہیں کہ بیماریوں سے پڑے کراہ رہے ہیں۔ ہر سال لاکھوں انسان ہیضہ۔ ملیریا اور طاعون وغیرہ متعدی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ بستی مکمل طور پر جاہلوں کی بستی کہی جاسکتی ہے ؛

لال پری۔ میرے عزیز والنٹیرو۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس گاؤں پر بھی بے رحم جہالت کا دَور دَورہ ہو چکا ہے۔ دیکھو لوگ کس طرح متعدی امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ گویا بھیڑ چال ہے۔ کہ دیکھا دیکھی بیمار ہو رہے ہیں ؛

وبا ساگر۔ جناب آپ کا کہنا بالکل بجا ہے۔ محض جہالت کے طفیل ہی ان کا یہ حال ہؤا ہے ؛

(نمبردار اور چند دیگر معززین دبے آتے ہیں بطور تعظیم سر جھکاتے ہیں)

نمبردار۔ مہارانی آپ خدا ترس انسان معلوم ہوتے ہیں۔ خدا کے لئے ہمارے حال پر رحم کریں۔ ہماری ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگائیں اور ان بندگانِ خدا کو موت کے منہ سے بچائیں ؛

لال پری۔ جی کہو کیا حکم ہے۔ ہم سب آپ کے فرمانبردار ہیں۔ اور ہر طرح آپ کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں ؛

نمبردار۔ جناب کیا کہوں۔ کوئی سال ایسا نہیں جاتا جس سال ہمارے گاؤں سے سینکڑوں انسان لقمۂ اجل نہ ہو جاتے ہوں۔ ساون۔ بھادوں کے مہینوں میں ایک برساتی وبا اس زور سے آتی ہے۔ کہ گھروں کے گھر صاف کر جاتی ہے۔ کئی سالوں سے ماتا رانی بھی ہم سے ناراض ہے جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم میں کچھ ایسے لڑکے پیدا ہو گئے ہیں۔ جو اسے ٹیکہ دینے کے سخت خلاف ہیں۔ پلیگ کا کیا ہی کہنا۔ پنڈت اور مولوی بیچارے بہتیرا زور لگاتے ہیں۔ مگر ہماری بدقسمتی سمجھئے۔ کہ کوئی پیش نہیں جاتی۔ گرمیوں کے موسم میں ہیضہ

ہیضہ کا زور رہتا ہے۔ کلجگ ہی سمجھو کہ دنیا میں تباہی مچ رہی ہے۔ کسی کو اَور تو اَور پھل وغیرہ بھی ہضم نہیں ہوتے۔ نہ معلوم لوگوں کو پانی ہی موافق نہیں آتا۔ باپ۔ دادا سینکڑوں برس جیئے۔ ساری ساری عمر کسی کی آنکھ نہیں دُکھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جب سے ہم نے ہون اور ماتا رانی کی پُوجا چھوڑی ہے۔ یہ سب کشٹ اٹھا رہے ہیں۔ آپ ہی کرپا کریں۔ اور ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتائیں۔ کہ ہمارے روٹھے ہوئے دیوی دیوتا خوش ہو جائیں ؂

لال پری۔ ہاں پنڈت ودیا ساگر جی مہاراج انہیں کچھ جنتر منتر لکھ کر دے دیجئے جو انہیں شانتی حاصل ہو ؂

ودیا ساگر۔ سنئے۔ واقعی آپ کے دیوی دیوتا ناراض ہیں اور ناراض بھی بہت۔ مگر خبر ہے۔ کیوں ؟

اہل دیہہ۔ جی وہی بات کہ کئی سال سے جوالا مکھی نہیں گئے۔

ودیا ساگر۔ نہیں مہاراج اور وجہ ہے ؂

اہل دیہہ۔ حضور وہ کیا ؟ **ودیا ساگر۔** عمل کرو تو بتاؤں ؂

اہل دیہہ۔ ہم سچے دل سے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ ہم آپ کے کہنے پر عمل کریں گے۔ پنڈت جی جان سے بھی کوئی چیز پیاری ہے ؟

ودیا ساگر۔ اچھا سنو اور غور سے سنو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں صاف چیز اچھی لگتی ہے یا بُری ؟

اہل دیہہ۔ جناب صاف ظاہر ہے کہ صاف۔ صاف پوشاک۔ صاف مکان۔ اچھے نہ ہونگے تو گندے ہونگے

ودیا ساگر۔ بس بس اب تم ضرور بچ جاؤ گے۔ سنئے جس طرح صاف خوراک اچھی لگتی ہے۔ صاف پوشاک اور کپڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ صاف بچے پیارے لگتے ہیں۔ صاف مکانوں میں رہنے کو جی چاہتا ہے۔ اسی طرح صاف ہوا کی بھی بے حد ضرورت ہے۔ جسم کی صفائی کے ساتھ ساتھ دل کی صفائی بھی چاہیئے۔ سچا لڑکا۔ نیک آدمی۔ صاف بچے بچیاں کیسے پیارے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پرماتما اور سارے دیوی دیوتا صفائی کے دلدادہ ہیں۔ وہ تم سے اس لئے ناراض ہیں کہ تم نہ خود صاف رہتے ہو۔ نہ تمہاری خوراک صاف ہے۔ مکھیاں اسے ہر وقت گندہ کر دیتی ہیں۔ مکان تمہارے روشندانوں سے خالی اور تاریک ہوتے ہیں۔ تعلیم نہ تم خود حاصل کرتے ہو۔ نہ بچوں کو پڑھاتے ہو۔ پھر کس طرح تمہارا دل صاف ہو۔ اور کس طرح دماغ۔ تمہاری سب مذہبی کتابیں صرف پڑھا لکھا آدمی ہی پڑھ سکتا ہے۔ اس لئے جب تک تم خود اور اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دو گے۔ تم اپنے مذہبی گرنتھ نہیں پڑھ سکتے۔ کیا نماز اور کیا پاٹھ سب کے لئے پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے۔ بس اس لئے تمہارے دیوی دیوتا ناراض ہیں۔ کہ تم عبادت نہیں کرتے۔ ہمدردی اور امداد باہمی سے تم ناواقف ہو۔ لاعلمی اور جہالت سے سب بیماریاں

تمہیں نقصان پہنچاتی ہیں۔ تم خود مان چکے ہو۔ کہ گندگی تمام بیماریوں کی ماں ہے۔ پس جب تمہاری خوراک۔ پوشاک اور مکان سب گندے ہیں۔ تو بیماری کیوں نہ پھیلے۔ دیوی۔ دیوتا یا پرماتما تمہارے یگیہ کے بھوکے نہیں ہیں۔ اُن سے تم خود نعمتیں مانگتے ہو۔ اُن کو دینے والے کب سے بن گئے؟ وہ تو عبادت چاہتے ہیں یگیہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ غریبوں کو کھانا کھلاؤ۔ بھوکوں کو روٹی دو۔ اپاہجوں کی مدد کرو۔ یتیموں کی حاجت روائی کرو۔ اور مظلوموں کی نگہبانی کرو۔ تمہارا یگیہ کیا کریگا۔ جب تمہارے گھر سے ایک بھوکے سوال کرنے والے آدمی کو دو روٹیاں نہیں مل سکتیں۔ تمہارے کوچہ کے سامنے تین تین یتیم رہتے ہیں جن کی تم نے کبھی خبر تک نہیں لی۔ پس جاؤ اور جو تھوڑی سی باتیں مَیں نے عرض کی ہیں۔ ان پر عمل کرو۔ خدا تم سے خوش ہو جائیگا۔ اور بیماری کبھی نام کو نہ پھیلے گی ؛

اہل دیہہ۔ (قدموں پر گر کر) مہاراج آپ بالکل ٹھیک فرماتے ہیں۔ ہم تو آج تک بھولے ہی رہے۔ ہماری خطا بخشو ہم آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے لائق جو خدمت ہو فرماؤ ؛

ہمدرد علی۔ میاں جی! یہ ہم نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ہم تو آپ کے خدمتگار ہیں اور ہر طرح سے بہی خواہ ہیں۔ ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ کہ دوسروں کے کام آئے۔ اگر آدمی ہی عقل رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتا تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟

ہمت سنگھ۔ چوہدری جی۔ آپ اب کل سے ہی اپنی گلیوں۔ کوچوں اور مکانوں کو صاف کر دیں روشندان لگوائیں۔ کنوؤں کی مرمت کریں۔ گندے پانی کے گڑھوں کو بھر دیں۔ دیکھیں پھر کس طرح آپ کا گاؤں بہشت بن سکتا ہے ؛

اہل دیہہ۔ جناب آپ تو ہمیں فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارا تو یہی جی چاہتا ہے۔ کہ ہر وقت آپ کے پاس بیٹھے رہیں ؛

ہمت سنگھ۔ ہاں جناب بیٹھنے کو تو بڑی خوشی سے بیٹھیں۔ مگر میں یہ عرض کروں۔ کہ جو کچھ آپ ہم سے پوچھنا چاہیں پوچھیں پھر اس پر عمل کریں۔ بیکار بیٹھنے اور گپ بازی سے ہماری عمر کا ایک نہایت قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ ہمیں ابھی ہندوستان کے ایک ایک گاؤں میں جانا ہے اور پیغام عمل سنانا ہے ؛

اہل دیہہ۔ اچھا سرکار۔ یہ تو بتائیں۔ ایسی مفید باتیں کہیں سے لکھی لکھائی بھی مل سکتی ہیں جن سے ہم آپ سے جدا ہونے کے بعد فائدہ اُٹھا سکیں؟

ہمت سنگھ۔ آپ کے گاؤں میں کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں؟

اہل دیہہ۔ جی ہاں۔ چوہدری عمر الدین کا لڑکا بارہ جماعتیں پاس ہے۔ اور لالہ نندلال کا بیٹا بھی [illegible]

اور آٹھ جماعتیں تو پنڈ رہ بیس لڑکے پاس ہیں ؛

ہمت سنگھ - بس پھر تو کوئی فکر کی بات نہیں - میں آپ کو چند مفید کتابوں کے نام بتاتا ہوں - جن سے آپ اس بارے میں اپنی مدد کر سکینگے - سُنئے رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور اس بارے میں لوگوں کی زبردست رہنمائی کرتا ہے - اس کا ایک خاص حصّہ اصلاح دیہات یعنی گرام سدھار کے لئے وقف ہے - وہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو بلاناغہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرے گا - اور ہر ماہ کی تازہ اور نئی معلومات سے آپ کو مستفید کیا کریگا - اس کا ایک نہایت بہترین تحفہ جو ہر انسان کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے ریڈکراس نمبر ہے - جو اپنی نظیر آپ ہے - متعدد تصاویر - سینکڑوں صفحات اور بیسیوں قیمتی مضامین افسانوں ڈراموں اور طبّی نسخوں کے ہوتے ہوئے اس کی قیمت صرف دو روپیہ ہے - اس لئے آپ آج ہی رقم منی آرڈر کرکے رسالہ رہنمائے تعلیم جاری کروائیں - اور ساتھ ہی اس کا ریڈکراس نمبر منگوالیں یہ کام جتنی جلدی ہو سکے کریں - اس کے علاوہ آپ انڈین ریڈکراس سوسائٹی پنجاب برانچ لاہور سے پمفلٹ متعلقہ صحت و تندرستی منگوا کر پڑھیں - ریڈکراس سوسائٹی ہڈ ج گ ب ضلع لائل پور کے ٹریکٹ ڈرامہ کرشمۂ جہالت اور سنہری گیت بھی اس معاملے میں آپ کو بہت مدد دیں گے - میرا خیال ہے کہ ان کتابوں سے آپ ہمیشہ کے لئے صحت و تندرستی کا بیمہ کرکے اپنا اور اپنے گاؤں کا بھلا کرینگے ؛

اہلِ دیہہ - جناب بس ہم آج ہی رقم روانہ کرکے یہ ساری کتابیں منگوالیں گے اور کوئی خاص حکم ہو تو فرمائیگا -

سکاؤٹ - بس صاحبان - آپ ابھی انہی باتوں پر عمل کریں - ہم آج آپ کے کنوؤں میں لال دوائی (پوٹاشیم آف پرمینگنیٹ) ڈال جاتے ہیں - آئندہ یہ دوائی ہسپتال سے منگوا کر ڈال لیا کریں - اس طرح ہیضہ سے بچ جاؤ گے - اس کے علاوہ ڈاکٹر سے ہمیشہ ٹیکہ کروایا کرو - ہیضہ - طاعون - چیچک کا واحد علاج ٹیکہ ہے - برسات کے موسم میں کونین کھایا کرو - یہ ملیریا کے لئے اکسیر ہے - بس یہ بات یاد رکھو جس قدر صاف رہو گے اسی قدر زیادہ عمر حاصل کروگے ؛

لال بری - اچھا بیٹا چلو گاؤں میں چلیں اور کنوؤں میں دوائی ڈال آئیں ؛

سب درباری - چلو حضور ؛

والنٹیئر مریضوں کو ٹنکچر آئیوڈین لگاتے ہیں - کونین مکسچر پلاتے ہیں - پوسٹر تقسیم کرتے ہیں - کنوؤں میں دوائی ڈالتے ہیں اور مریضوں کی تیمارداری کرتے ہیں ؛

(پردہ گرتا ہے)

چھٹا سین

منظر۔ دھرم رائے کا دربار۔ خدائی عدالت میں ملزم پیش ہو رہے ہیں۔ اور حاکمِ عدالت فیصلے سُنا رہا ہے۔ فرشتے دُنیا سے مُردوں کو لاتے ہیں۔ اور حسب الحکم مقررہ جگہوں پر پہنچاتے ہیں +

حاکمِ عدالت۔ (فرشتوں سے) کیا یہی ناہنجار بدکردار شخص ہے؟

فرشتے۔ جی سرکار۔

حاکمِ عدالت۔ اچھا لے جاؤ اس مردار کو دوزخ کے آہنی جیلخانے میں۔ وہاں اسے ایذا پر ایذا دی جائے۔ اور اسے نارِ دوزخ کی نذر کیا جائے۔ اس بدکردار نے خدائے پاک کے مظلوم بندوں کو بہت ستایا ہے۔ نہ معلوم کتنوں کو لقمۂ اجل اور کتنوں کو بیوہ و یتیم بنایا ہے۔ لُوٹ مار کے سلسلے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ غرضیکہ بجائے اس کے کہ یہ دنیا میں خلقِ خدا کے کام آتا۔ اُلٹا اُن کے لئے باعثِ آزار ہوا۔ اچھا ایسے گنہگار کے لئے دوزخ کی آگ ہی موزوں ہے :-

(دو فرشتے اسے کھینچ کر دوزخ میں پھینک دیتے ہیں)

حاکمِ عدالت۔ (دوسرے ملزمان سے مخاطب ہو کر اور ان کو بغور دیکھکر) کیوں انسان صورتو! تم ہی وہ لوگ ہو جو دنیا میں مطلق جاہل اور بے وقوف بن کر رہے۔ رحم اور ہمدردی تمہارے نزدیک تک نہ آئی۔ تمہارے پڑوسی روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کے لئے چلاتے تھے اور تم اُن پر مذاق اُڑاتے تھے۔ اپاہجوں اور محتاجوں کو اپنے دروازوں پر سے ٹھوکریں مار مار کر نکالتے تھے۔ بتوں کو پیٹتے تھے اور خود ساغرِ عیش اچھالتے تھے ..... فرشتو!

فرشتے۔ جی حضور! (ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں)

حاکمِ عدالت۔ لے جاؤ ان نامعقول اور نامراد انسان نما حیوانوں کو۔ اور پھینک دو انہیں دوزخ کی جلتی ہوئی آگ میں۔ ایسے آدمیوں کے لئے جنہوں نے دنیا میں محض اپنی شکم پروری کے لئے زندگی گزاری اور کبھی بھول کر بھی کسی بندۂ خدا کی خبر نہیں لی پس انسانوں کا خون چوسنے والے انسان نما بھیڑیوں کے لئے سب سے پہلے یہی سزا ہونی چاہیئے۔ کہ وہ دوزخ کے آتشین جیلخانے کی سیر کریں۔ کیا انہیں پہلے ہی خدا کے بندوں نے یہ بتا نہ دیا تھا۔ کہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

پکڑ لو ان مردودوں کو ۔

(فرشتے حکم سنتے ہی اُن پر بھوکے شیر کی طرح پل پڑتے ہیں ۔ اور پکڑ کر دوزخ میں داخل کرتے ہیں)

چند فرشتے چند اور رُوحوں کو پکڑ لاتے ہیں اور بارگاہِ عالی میں پیش کرتے ہیں ۔

حاکمِ عدالت ۔ ہاں ہاں یہی انسان انسان ہیں ۔ جو خدا کے پیارے اور خدائی کی جان ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جنہوں نے ساری عمر خود بھوکا رہنا منظور کیا مگر بھوکوں کو روٹی دی ۔ یتیموں کے آنسو پونچھے ۔ بیکسوں کو سہارا دیا ۔ اپاہجوں کی لاٹھی بنے ۔ غریبوں کی مدد کی ۔ دنیا میں تعلیم کی روشنی پھیلائی اور جہالت کے اندھوں کو راستہ دکھایا ۔ بیماروں کی تیمار داری کی ۔ زخمیوں کے زخم دھوئے ۔ محتاجوں کی آہیں سنیں اور بیواؤں کی خبر لی ۔ غرض اپنا دل و دماغ خلقِ خدا کیلئے لٹایا مگر زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہیں آیا ۔ میرے پیارے فرشتو! جلدی جاؤ اور خدا کے پیاروں کو سنہری پالکیوں میں بٹھا کر بہشتِ بریں میں لے جاؤ ۔ وہاں پر عیش کے چشمے ان کی انتظار میں بے قرار ہیں اور سرور کی نہریں انہی کے لئے آپ سیمیں کی طرح ادھر اُدھر لوٹ رہی ہیں ۔ انہیں سرمدی نغمے سناؤ اور شراب طہورہ پلاؤ ۔ وہ دیکھو حوریں اور غلمان کس بے قراری سے انکا انتظار کر رہے ہیں ۔

(فرشتے ان جملہ انسانوں کو نہایت خوبصورت اور نرم و گرم سنہری پالکیوں میں بٹھا کر بہشت کی طرف لے جاتے ہیں ۔ اسی شاندار منظر میں

پردہ گرتا ہے)

ساتواں سین

دوزخ کا منظر

جلتی ہوئی آگ کی لرزہ خیزیاں ۔ ہائے ہائے کی دردناک آواز ۔ گنہگاروں کا ہر چہار سُو سے چیختے اور کراہتے ہوئے نظر آنا ۔ اور نہایت خوفناک اور سیاہ فام فرشتوں کا خونی ہتھیار اُٹھائے ادھر اُدھر گشت لگاتے دکھائی دینا ۔ گنہگاروں کو اِدھر اُدھر گھسیٹتے ہوئے لے جانا ۔ درد سے اجسام خاکی کا کراہنا ۔ خفیہ اطراف سے نہایت خوفناک اور جانسوز آوازوں کا آنا ۔ اس طرح کہ کوئی پیٹے جا رہے ہیں ۔ چھریوں کے چلنے کی آوازیں ۔ سوٹوں اور لاٹھیوں کے پڑنے کی صدائیں ۔ آواز کا یوں اُٹھنا اور بیٹھ جانا ۔ اس پر ستم یہ کہ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ۔

آٹھواں سین

بہشت کا نظارہ

ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے۔ شاندار محلات جن کے چاروں طرف باغوں کی بہار ہے۔ سدا بہار پھولوں کی وہ بھرمار ہے کہ زمین تک نظر نہیں آتی۔ ہری ہری گھاس پر پھولوں کی مجلسیں گرم ہیں۔ روشوں کی صفائی پر نظر پھسلتی ہے۔ جواہرات اور آرائش و زیبائش سے نظر چندھیائی جاتی ہے۔ حوروں کی بزم عشرت گرم ہے۔ غلمان ناز و خرام سے ٹہل رہے ہیں۔ اور اہل بہشت صوت سرمدی اور الٰہی نعمتوں سے مست ہو ہو کر جھوم رہے ہیں۔ شراب طہورہ کا دَور جاری ہے۔ اور کیف ہے جو ہر کہ و مہ پر طاری ہے۔ بغرضیکہ ہر طرف مکمل سکون خامشی اور تسکین ہے اور ایسی روح پرور فضا میں عیش و عشرت کی تھینی لطف و سرور کی بادِ نسیم سے اس طرح لہرا رہی ہے کہ جو دیکھتا ہے قربان ہو جاتا ہے ؛

(پردہ گرتا ہے)

(گوربخش سنگھ جوہر)

ڈراپ سین



کیوں عمر کو آفاق میں تم کھوتے ہو
بے شستہ مشغلے کے لئے روتے ہو
ہاں ہاں یہ جو بوؤ گے وہ کاٹو گے وہاں
تخم گناہوں کا عبث بوتے ہو

اک روز ہمیں ملک عدم جانا ہے
جو کچھ ہے کیا اس کا صلہ پانا ہے
اس ہستیٔ فانی میں ہے کیا ذکر بقا
خانہ نہیں یہ نورؔ سرا خانہ ہے



ایم نور الحسن صاحب نورؔ

گُکرے یا رُوہے

(ٹراکوما یا گرینولر لڈس)

اس مضمون کا زیادہ حصّہ رسالہ "ریڈ کراس" بابت اپریل سنہ رواں اور "بھارت ورش میں اندھے پن کا نرودھ" نامی کتاب شائع کردہ ہندوستانی جونئیر ریڈکراس سے لیا گیا ہے۔ اور اردو سلیس میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ (ورما)

یہ مرض، آنکھوں کی مزمن سوزش ہے۔ اور بچوں میں نہایت ہی خطرناک۔ اس کا زیادہ ترحملہ بالائی پپوٹے کے درمیانی حصّے پر ہوا کرتا ہے۔ دوسروں کو نظر آتا ہے کہ پپوٹے بھاری ہیں اور آنکھ کم کھلتی ہے۔ اور ابتداءً میں مریض کو آنکھوں میں جلن، خارش ہوتی ہے یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔ روشنی کا اثر آنکھوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ اور ان میں سے پانی گرا کرتا ہے۔ اس کا علاج اگر جلد کر لیا جائے تو صحت ہو جاتی ہے۔ اگر معقول علاج نہ کیا گیا تو نہایت خراب نتائج رونما ہوتے ہیں۔ مثلاً زخم قرینہ اور کمی بصارت یا نابینا پن ؎

اس مرض کا واقعی سبب تو معلوم نہیں۔ مگر یہ ہے متعدی یعنی ایک سے دوسرے کو لگ جانے والا۔ اور جہاں قوانین حفظانِ صحت کی لاپرواہی کی جاتی ہو۔ جہاں انبوہ کثیر جمع رہتا ہو۔ وہاں پر بہت جلد پھیل جاتا ہے۔ نیز غلیظ عادات اور کمی خوراک والوں میں خوب نشو ونما پاتا ہے۔ خاک، دھول (گرد وغبار) اور دھواں اس کے داخلی سبب ہیں۔ بیمار آنکھ سے تندرست آنکھ پر اس بیماری کو مکھیاں پہنچاتی ہیں۔ ہاتھوں، رومال، تولیا (انگوچھا) بستر، چھڑی، سلپچی، ٹب، وغیرہ سے بھی مرض لگ جاتا ہے ؎

اس مرض سے بچا رہنا ممکن ہے۔ اور ذیل کی ہدایات پر بہ ہوشیاری عمل کرنے سے بچ سکتے ہیں :-

۱۔ ہاتھوں اور چہرہ کو صاف رکھنے کی غرض سے، ان کو دن میں کئی بار صابون اور پانی سے دھونا ؎

۲۔ وہ رومال، تولیا، بستر وغیرہ استعمال نہ کرنا کہ جو دوسروں نے استعمال کیا ہو ؎

۳۔ مکھیوں سے اپنی اور اپنے بچّوں کی آنکھوں کو بچانا۔ کیونکہ مرض کا مواد لے جا کر بیماری پھیلانے والی سب سے بڑی چیز مکھی ہے ؎

۴۔ اگر روہے والی آنکھ کو چھوا ہو تو اپنے ہاتھوں کو صابون اور پانی سے اچھی طرح دھونا ؎

۵۔ روہے والوں کو تندرست آنکھ والوں سے علیحدہ رکھنا اور ان کا علاج کرنا۔ یہ مرض خاص کر مدرسوں

کارخانوں، فیکٹریوں اور مزدوروں، میں اور فوجی کیمپوں میں جلد پھیل جاتا ہے۔ اس لئے ان کا معائنہ کرانا چاہیئے تاکہ ان کو الگ رکھ کر ان کا علاج کیا جا سکے اور مرض نہ پھیلے ؛

۶۔ جب مریضوں کو جدا کرنا ناممکن ہو تو صفائی کا پورا لحاظ رکھنا۔ اور اس بات پر کہ رومال، تولیا وغیرہ اپنے ہی استعمال کریں ؛

۷۔ بچوں کو ابتدا ہی سے صاف رہنے کی عادت ڈالنا ؛

اگر آپ کی آنکھیں سُرخ ہیں یا اُن سے ریزش بہتی ہے تو تعلیمیافتہ ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ گکروں کا علاج ہفتوں نہیں، مہینوں تک جاری رہنا لازمی ہے۔ عطائی (ان پڑھ۔ غیر تربیت یافتہ) معالجوں اور عطائیانہ علاج سے باز رہیئے۔ ورنہ ناقابلِ علاج نقصان ہو سکتا ہے۔ معقول ڈاکٹر دستیاب نہ ہو۔ تو بورک لوشن کے چند قطرے اور بعدہٗ خالص ارنڈی کا تیل آنکھوں میں ڈالتے رہیئے۔ جن کو ایسی جگہ کام کرنا ہوتا ہو کہ جہاں گردوغبار اُڑا کرتا ہے۔ تو خاک اور چوندھ سے بچنے کے لئے "گوگلز" (چشمے) لگانا چاہیئے ؛

بورک لوشن کی جگہ ذرا سا نمک پانی میں گھولکر اور چھان کر اُس سے چار پانچ بار آنکھ دھولیا کریں اور پھر ارنڈی کا صاف تیل ٹپکا دیں۔ جن آنکھوں سے ریزش جاری ہو ان کو اس روئی سے پونچھنا چاہیئے کہ جس کو پانی میں ڈال کر ۵ منٹ تک اُبالا ہو۔ مریض بچوں کو صحتمند بچوں سے الگ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ بچوں میں یہ مرض جلد پھیل جاتا ہے کاجل یا سُرمہ، ایسی سلائی سے نہ لگایا جائے کہ جس سے اوروں نے لگایا ہے، مبادا کسی روہے والے نے لگا کر اس کو مرض کے مادہ سے خراب کر دیا ہو ؛

آنکھوں پر چشمہ (گوگل) یا چہرہ پر ایسا تیل لگایا کریں کہ جس کی بُو سے مکھیاں پاس نہ آئیں ؛

اندھے ہونے کے بڑے سبب حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ شب کوری (رتوندی) اور "کریٹو ملیشیا" نامی بیماری ؛

۲۔ آتشک اور سوزاک ؛ ۳۔ روہے یا گکرے ؛

۴۔ چیچک ؛ ۵۔ خراش دار ادویہ یا اشیا کا پڑ جانا ؛

۶۔ نوزائیدہ بچّہ کی آنکھ دُکھنا ؛ ۷۔ حادثات ؛

۸۔ بھینگا پن اور کوتاہ بینی ؛

اس لئے پہلے دو مرضوں اور آٹھویں حالت کا مناسب علاج کریں۔ چیچک والے کی آنکھیں بند ہوں تو ان میں بورک لوشن، یا "پروٹارگل لوشن" ڈالا کریں۔ خراش دار چیزوں سے آنکھوں کو بچائیں۔ پڑ جائیں تو دھولیا کریں۔ بچہ کو پیدائش کے بعد غسل دینے پر اس کی آنکھوں میں اوپر لکھے لوشن ڈال دیا کریں۔ حادثاتِ ارضی و سماوی سے بچتے رہیں۔ لاحق ہونے

پر معقول علاج کرائیں ؎

نوٹ مترجم - چونکہ یہ مرض مزمن قسم کا ہے۔ اس لئے بد بر مریض یا اس کے لواحقین معلوم کرتے ہیں کہ مرض ہے۔ اس لئے علاج تھوڑے ہی دنوں بعد ترک کر دیا جاتا ہے۔ یہ غلطی ہے۔ راقم کو افسوس ہے کہ خواندہ اور تعلیمیافتہ لوگ آنکھوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایک جگہ میرے ساتھ ایسے ایک صاحب نے کھانا کھایا کہ جن کا لڑکا (جو کہ ساتھ ہی تھا) روہوں کا مریض تھا۔ میں نے بتلایا مگر انہوں نے کچھ بھی توجہ نہ کی۔ ایک ماں اسپتال میں ایسے بچے کو لائی کہ جس کے کان پر زخم تھا اور جس کو روہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ کیا آنکھوں کے لئے دوا چاہتی ہو؟ جواب ملا کہ نہیں بلکہ کان کیلئے آنکھ کو بورک یا نمک پانی سے دھونے کیلئے ایک کانچ کا پیالہ مناسب ہوتا ہے کہ جس کو "آئی باتھ گلاس" کہتے ہیں اور جو تقریباً ۲ ر میں مل جاتا ہے۔ روہوں کی ایک "پے ٹنٹ" دوا بھی ہے "کپرمو ارجنٹک آئنٹ منٹ" جو کہ غالباً ۱۲ کو مل جاتی ہے۔ کانچ کی سلائی ساتھ آتی ہے۔ کہ جس سے دوا (کاجل کی طرح) لگائی جاتی ہے۔ صبح و شام آنکھوں کو لوشن سے دھونا اور سر شام یہ دوا لگانی چاہیئے۔ اس حالت میں کہ جب علاج کرنے والا اور علاج دستیاب نہ ہوتا ہو۔ فقط ؎

(شیاما چرن ورما)

زمانہ گزر گیا

(از جناب ابو العاصم محمد اسمٰعیل صاحب ناظم زنسر کا ہی تلمیذ عمدۃ الشعراء لسان العصر حضرت مہ مدظلہ جانشین حضرت داغ دہلوی)

یوں اپنی زندگی کا زمانہ گزر گیا
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا

تھا جس پہ ناز آپ کو وہ کیا ہوا شباب
وہ آپ کا ابھارنے والا کدھر گیا

بعدِ شباب فائدہ یادِ شباب سے
وہ دن گزر گئے وہ زمانہ گزر گیا

گہوارہ بن گیا جسے گردابِ بحرِ عشق
دریائے عاشقی سے وہی پار اتر گیا

پھر کیا ہوا آہ سے جو نہ تا نبز آہ ہو
کیا کر سکے فغاں جو فغاں سے اثر گیا

دیکھی ہے جس نے کوچۂ دلدار کی بہار
اسکی نظر سے گلشن رضواں اتر گیا

ہو گیا سخنوری کہ زمانے میں قدر اب
قدرِ سخنوری کا زمانہ گزر گیا

گندم کی کانگیاری کا انسداد

قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے اور ذرّہ ذرّہ مل کر صحرا بن جاتا ہے (سعدی)

ایک آنہ ہر روپیہ میں زمینداروں کی خدمت میں

تھوڑا تھوڑا مل کر بہت بن جاتا ہے۔ کیا آپ روپیہ میں سولہ آنے فصل حاصل کرنا چاہتے ہیں یا محض پندرہ آنے یا اس سے کم ۱۲ ار

آجکل ہر ایک روپیہ میں ایک آنہ کی بچت اہمیت رکھتی ہے اس لئے مہربانی فرما کر

کانگیاری

کے متعلق ذیل کی عبارت ملاحظہ فرمایئے

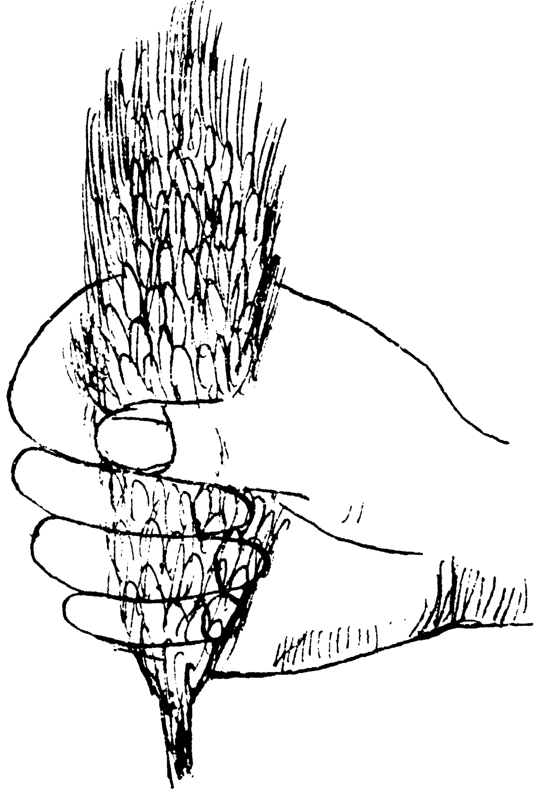
کانگیاری کا بیج گندم کے بیج کے اندر پرورش پاتا ہے۔ اور ہر سال جب آپ گندم کا مریض بیج بوئینگے تو کانگیاری پھیلتی جائے گی۔ حتےٰ کہ آپ کی پیداوار میں بہت سے آنے کم ہو جائینگے۔ اگر آپ ہل چلانے کھاد ڈالنے۔ بیج بونے۔ پانی دینے فصل کاٹنے اور دانے علیحدہ کرنے کی انتہائی محنت کے عوض میں محض نصف مقدار غلہ کی حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ اور ہر روز کی محنت کا پورا پورا منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کانگیاری کی مناسب روک تھام کریں۔ کیونکہ جب تک آپ اسے بالکل نیست و نابود نہ کرینگے۔ یہ ہر سال آپ کی فصل کو نقصان پہنچاتی رہے گی ؟

جب آپ کی فصل اُگ رہی ہو۔ اور خوشے نکل رہے ہوں تو آپ کو اُن میں چند سیاہ رنگ کے خوشے نظر آئینگے وہ سیاہ رنگ۔ کانگیاری کے باعث ہے۔ جب یہ آثار نظر آئیں تو ایک تھیلا لے کر کھیت میں چلے جائیں۔ اور ہر ایک سیاہ رنگ کے خوشے کو احتیاط سے چن کر تھیلے میں بند کرلیں؟ اور گھر جا کر یا تو اُنہیں زمین میں دفن کر دیں یا جلا دیں۔ اسی طرح ہر روز کانگیاری والے سیاہ خوشے توڑتے جائیں۔ حتےٰ کہ کوئی بھی باقی نہ بچے۔ توڑتے وقت خوشہ حفاظت سے پورے [illegible] کی

گرفت میں لیں۔ تاکہ کالی کانگیاری دوسرے پودوں پر نہ گر سکے کیونکہ اگر



یہ دوسرے پودوں پر گر جائے تو ان کو بھی اسی طرح خراب کر دے گی۔ نیچے کی تصویر ملاحظہ فرمائیں ؛



فصل کاٹ کر دانے حاصل کرنے اور ان کو بطور بیج آئندہ سال کے لئے حفاظت سے رکھنے کیلئے دیگر بہت سی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جو بعد میں بیان کی جائینگی۔ فی الحال آپ اسی بات کی احتیاط کریں۔ کہ سیاہ خوشے توڑ کر زمین میں دفن کر دیئے جائیں یا ان کو جلا دیا جائے۔ یہ نہایت سہل طریقہ ہے۔ اور اس میں ایک تو آپ کا کوئی خرچ نہ آئے گا۔ اور دوسرے آپ کے غلّہ میں کثیر اضافہ ہو جائے گا۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے۔ تو فصل کا نقصان ہو جانے پر پچھتانا فضول ہوگا ؛

(از دفتر اصلاح دیہات پنجاب لاہور)



ضروری اطلاع۔ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف (منیجر)

خلیل بیتی کا ایک ورق

(از جناب میاں سلطان احمد صاحب وجودی ایم۔ اے)

(۱)

آدھی رات ..... ہر طرف سناٹا .....

آہ! ابراہیم!! تو بے قرار ہو کر کیوں اُٹھا...؟

ہَیں یہاں تو کوئی بھی نہیں .... تو کیا وہ

اِک خواب تھا .....؟ ہاں یقیناً خواب ؟

. . . .

میں نے دیکھا ..... نہیں مَیں نے سُنا

کہ مجھے کیا کہا جا رہا ہے۔ کہ مَیں اپنی سب سے عزیز

چیز کو قربان کر دوں ۞

کیا مجھے تعمیل کرنی چاہئے...؟...؟...؟...؟؟؟

؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟

مجھے دھوکا تو نہیں دیا گیا.....؟

نہیں میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ مجھے دھوکا

نہیں دیا جا سکتا۔ میرے خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔

میں اُس کی تعمیل کروں گا۔ اور ضرور کروں گا۔ بس

میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ صبح ہوتے ہی ایک سو

اونٹ قربان کر دوں گا ۞

(۲)

اے خدا! اے خدا!! مجھے بتا مجھے کیا کرنا

چاہئے....؟

میں نے تیرے ارشاد کی تعمیل کی۔ پہلی رات

جب مجھے یہی حکم ہوا۔ کہ میں سب سے عزیز چیز کو

قربان کر دوں تو میں نے ایک سو اونٹ ذبح کئے ۞

دوسری رات۔ پھر وہی آواز۔ میں نے تعمیل کی

اور دوسرے دن دو سو اونٹ ذبح کئے ۞

تیسری رات پھر وہی آواز... تین سو

ذبح کئے ۞

آج چوتھی رات ہے۔ میں پھر وہی آواز سن رہا

ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے....؟

میرے خدا! میرے خدا!! مجھے سیدھا رستہ

دکھا۔ مجھے بتا مجھے کیا کرنا چاہئے ؟......

اس آواز کا بار بار آنا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ اونٹوں

کی قربانی تجھے منظور نہیں۔ میری سب سے عزیز چیز کیا

ہے۔ جسے قربان کرنا چاہئے ؟

....؟.....؟ ــ ....؟....؟....

جان....؟ نہیں میں نے اس کی کبھی پروا

نہیں کی ۞

اولاد ..... ہاں مَیں اسے سب سے زیادہ

عزیز رکھتا ہوں ۞

---

(۳)

بیٹے نے جس میں باپ کی فرمانبرداری۔ خدا کی محبّت اور اپنے مالک کی اُلفت کوٹ کوٹ کر بھری تھی نہایت ادب اور انکساری سے باپ کی خدمت میں عرض کی۔

قبلہ گاہ! میرا جسم۔ اس میں روح اور جو کچھ بھی ہے۔ سب خدا کا بخشا ہؤا ہے۔ مَیں اُس کا حکم بسر و چشم بجا لاؤں گا اور قربان گاہ پر قربانی کا بکرہ بن کر چڑھ جاؤنگا۔

"ابا جان! آپ کو جو حکم ہؤا ہے۔ وہ کیجئے۔ خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا......"

حضرت ابراہیم بیٹے کی تقریر سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا تجھ جیسے نیک خصلت اور نیک طینت بچّے کو اُس کا باپ کیوں محبت نہ کرے میرا خیال تھا۔ کہ تو موت کے نام سے تھرّائے گا۔ تیرا نازک دل اس ہیبت ناک منظر سے ڈر جائے گا۔ تجھے ڈھب پر لانے۔ تیری قربانی دینے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑیگا۔ مگر وہ ایک چھوٹا خیال تھا۔ جو میرے دل میں گھر کئے تھا۔ وہ ایک وہم تھا جو مجھے ڈرا رہا تھا۔ تیرے اخلاق حمیدہ۔ تیرے اوصافِ پسندیدہ اور تیرے اطوار سعیدہ ہیں ٭

آہ! کیا ہی خوش قسمت ہے۔ وہ باپ جس کی اولاد نیک کردار ہو۔ سعادت اطوار ہو۔ میں اس کو جو نیک ہے۔ میرے بڑھاپے کا عصا ہے۔ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ اور میری دیرینہ سالی میں میرا مددگار ہے۔ قربان کرتا ہوں اُس پر جو کُن کے کہنے سے دنیا و مافیہا پیدا کرتا۔ اندھیرے گھروں میں اُجالا کرتا اور جب چاہے انہیں بے چراغ کر دیتا ہے ٭

(۴)

مجھے اپنے استقلال اور جاں نثاری پر تو اعتماد تھا ہی تحقیق طلب یہ تھا۔ کہ پندرہ سالہ نوجوان اپنے گلے پر چھُری چلتے دیکھ سکتا ہے۔ یا نہیں.... سو اسمعیل کے جواب نے میرے شکوک رفع کر دئے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہاجرہ اس بات پر راضی ہو جاتی ہے یا نہیں ٭

آخر ماں ہے۔ کس طرح منظور کرے گی؟ بچے کو کس طرح چھری کے حوالے کر دے گی۔؟ خیر مجھے کون بہانہ تلاش کرنا چاہیئے ٭

لو وہ آگئی۔

حضرت ابراہیم۔ "ہاجرہ"

حضرت ہاجرہ۔ "ارشاد"

حضرت ابراہیم۔ "ہمیں آج ایک دعوت پر جانا ہے۔ اسمعیل سے کہو کپڑے تبدیل کرے"

حضرت ہاجرہ۔ "بسر و چشم"

تھوڑی دیر میں حضرت اسمٰعیل کپڑے تبدیل کر کے آجاتے ہیں حضرت ابراہیم ایک چھُری اور رسی ہاتھ میں لے کر بیٹے کے ساتھ جانے کو تیار ہیں ٭

حضرت ہاجرہ۔ "آقا! دعوت میں چھُری اور رسی کا کیا کام؟"

حضرت ابراہیم ــ "ہاں اس کی بھی ضرورت ہے۔"
وہ چلے جاتے ہیں ؛

(۵)

جس نے آدم اور حوّا کو بہکایا۔ گیہوں کھلایا۔ اور باغ عدن سے نکلوایا۔ جو ہابیل قابیل کے پاس پہنچا اور بھائی کے ہاتھوں بھائی کا قتل کرانے سے نہ رُکا ؛

اسمٰعیل! کیا تو اُس کے ہاتھ سے بچ سکتا ہے۔ ....؟ نہیں اسمٰعیل تو ابھی بچہ ہے شیطان کی چالوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ آ۔ ذرا۔ میرا کھیل تو دیکھ ؛

شیطان آدمی کی شکل میں اسمٰعیل کے پاس جاتا ہے ؛

شیطان ــ "چھوٹے صاحبزادے سلام!"
حضرت اسمٰعیل ــ "آداب بڑے میاں آداب"
شیطان ــ "آپ کہاں تشریف لے جاتے ہیں"؟
حضرت اسمٰعیل ــ "صفا و مروا پہاڑیوں کا قصد ہے"
شیطان ــ "ہیں آپ کے ساتھ یہ صاحب کون ہیں۔ جو آپ کے آگے آگے چل رہے ہیں"؟
حضرت اسمٰعیل ــ "یہ میرے والد بزرگوار ہیں"
شیطان ــ "ان کے ہاتھ میں رسی ہے اور چھری بھی۔ کیا لکڑیاں لانے کا قصد ہے"؟
مگر لکڑیوں کے لئے کلہاڑی کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھری کا کیا کام"؟
حضرت اسمٰعیل ــ "ہاں۔ وہاں قربانی دی جائیگی"
شیطان ــ "قربانی؟ کس کی"؟
حضرت اسمٰعیل ــ "میری"
شیطان ــ "چھوٹے صاحبزادے! آپ نے کیا فرمایا؟"
حضرت اسمٰعیل ــ "ہاں ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ خدا تعالےٰ کا یہی ارشاد ہے"
شیطان ــ "ہوگا۔ مگر کیا باپ یہ گوارا کرسکتا ہے۔ کہ اپنے نورِ نظر کے گلے پر چھری پھیر دے؟ کیا باپ یہ گوارا کرسکتا ہے۔ کہ اپنے لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں ذبح کردے؟ نہیں ہرگز نہیں ــ یہ بات نہیں جلاد ہے یقیناً جلاد ہے"
حضرت اسمٰعیل ــ "اُف خدایا! یہ تو شیطان ہے۔ لاحول ولا قوۃ ....."

(۶)

کہا جاتا ہے۔ کہ میں احکام خدا کے سرانجام دینے میں روکاوٹیں ڈالتا ہوں۔ روڑے اٹکاتا ہوں۔ کوئی بھی بُرا کام دنیا میں ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اُس میں میرا دخل ضرور ہوگا ؛

مگر.... مگر.... کیا اصلیت یہی ہے؟ کیا یہ سچ کہا جاتا ہے؟ کیا واقعی میں کسی کو اچھا کام کرنے نہیں دیتا؟ نہیں یہ غلط ہے ؛

ہا ہا!....!! یہ سچ ہے کہ میں ہر ایک پر غلبہ پانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر چٹان پر بنا ہوا مضبوط مکان۔ میرے فریب کی رَو۔ اس کی طرف

جاتی تو ضرور ہے۔ مگر اس سے ٹکرا کر۔ ندامت اٹھا کر واپس آجاتی ہے ؛

بھائی! مجھے بُرا کیوں کہتے ہو.....؟ اپنے آپ کو کوسو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں تم اپنا کام کئے جاؤ ؛

اے ابراہیم! اب تیری باری آئی۔ بڈھا آدمی بڑھاپے میں عقل اور مذہب دونوں کو کھو دیتا ہے ؛

آدمی کی شکل میں حضرت ابراہیم کے پاس جاتا ہے۔

شیطان۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے۔ کہ آپ کا خیال ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے دکھایا گیا ہے۔ اور اس لئے آپ اپنے بیٹے کی قربانی دینا چاہتے ہیں۔ مگر مجھے اس خواب کے سچا ہونے میں شک ہے۔ میں بھی باپ ہوں۔ میرے پہلو میں بھی اولاد سے محبت کرنے والا دل موجود ہے۔ مجھے آپ کی حالت پر ترس آتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ وہ خواب جھوٹا تھا۔ اور... ...

حضرت ابراہیم۔ اُف شیطان! لاحول ولا قوۃ ؛

(۷)

توبہ۔ توبہ۔ آج مجھے کن آدمیوں سے پالا پڑا۔ ہر طرف زک اُٹھانی پڑتی ہے۔ جدھر جاتا ہوں مُنہ کی کھاتا ہوں۔ مجھ پر الزام لگانے والوں میں سے کوئی ہو۔ تو گھبرا جاتے۔ مجھے بُرا کہنے والوں میں سے کوئی ہو۔ تو پھبتیاں اُڑاتے ؛

میرا خیال تھا۔ کہ بڑھاپا انسان کے دل میں تذبذب پیدا کر دیتا ہے۔ مگر ابراہیم نے ثابت کر دیا۔ کہ خدا پرست انسان بچہ ہو۔ بوڑھا ہو یا جوان ہو۔ اُس میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا ؛

ہاں! عورت!! یہ بے وقوف مشہور ہے۔

ہا ہا ہا! جب میں پہلے دن حوّا کے پاس گیا۔ کس طرح سٹپٹائی۔ کس طرح گھبرائی۔ جب میں نے کہا۔ یہ گیہوں تمہاری آنکھوں میں روشنی پیدا کر دے گا۔ اس نے جھٹ خود کھایا اور آدم کو بھی کھلانا شروع کر دیا ؛

ہاجرہ!.....!!۔ ابراہیم اور اسمٰعیل تو میرے جال سے بچ نکلے۔ مگر تو کہاں جاسکتی ہے.....؟

آخر تو عورت ہے....!

عورت کے لباس میں حضرت ہاجرہ کے پاس جاتا ہے۔

شیطان۔ "سہیلی سلام"

حضرت ہاجرہ۔ "آؤ بہن آؤ"

شیطان۔ "تمہارا خاوند کہاں ہے؟"

حضرت ہاجرہ۔ "دعوت پر گئے ہیں"

شیطان۔ "اور بیٹا.....؟"

حضرت ہاجرہ۔ "وہ بھی"

شیطان۔ "ہاں میں نے دیکھا۔ ایک بوڑھا اور ایک لڑکا جا رہے تھے۔ وہی ہونگے مگر میں نے دیکھا اُن کے ہاتھ میں رسی تھی اور ایک چھری بھی۔

یاد نہیں کسی سے یہ بھی سُنا کہ وہ بیٹے کو ذبح کرنے گئے ہیں"۔

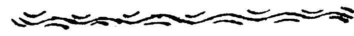
حضرت ہاجرہ ـ"نہیں بہن یہ ہو سکتا ہے .....؟

شیطان ـ نہیں بوا! یقین جانو۔ مَیں نے یہ بھی سُنا ہے۔ کہ انہیں خواب آیا ہے۔ اور وہ اُسے خدا کا حکم سمجھ رہے ہیں "۔

حضرت ہاجرہ ـ"اگر ایسا ہی ہے۔ اگر خدا کو میرے بیٹے کی قربانی منظور ہے۔ تو اس کے باپ کو ضرور کرنی چاہیئے۔ وہ آئیں تو مَیں تاکید کر دوں گی۔ کہ ضرور کریں۔ اور خدا کے ارشاد کی تعمیل میں سرِ مُو فرق نہ آنے دیں"۔

شیطان ـ"مگر خیال یہ ہے۔ کہ وہ خواب جھوٹا ہے"۔

حضرت ہاجرہ ـ"خواب جھوٹا ہے...؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میرا خاوند خدا پرست ہے۔ اسے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تو شیطان ہے مجھے بہکانے آیا ہے"۔



(وجودی)

افکارِ رنگین

اب کہاں وہ زندگانی کے مزے　　تھے جوانی تک جوانی کے مزے
وہ مئے تازہ سے کیا ہو شادکام　　جس نے چکھے ہیں پرانی کے مزے
ہے سوالِ دید کا حاصل یہی　　لو جوابِ لن ترانی کے مزے
حاصلِ الفت ہیں بزمِ ناز میں　　بدگماں کی بدگمانی کے مزے
ہم نے مقتل میں لپٹ کر تیغ سے　　خوب لُوٹے سخت جانی کے مزے
دل ہو افسردہ تو ممکن ہی نہیں　　خوش کلامی خوش بیانی کے مزے
مجمعِ اہلِ سخن میں اب کہاں　　شعر گوئی شعر خوانی کے مزے

اِس زمانے میں ہوسؔ نگیں شعر خواں
ہیں یہ پیری میں جوانی کے مزے

مولانا حالی کی صد سالہ سالگرہ

کے عظیم الشان موقع پر حالی بکڈپو نے نہایت اہتمام اور نفاست کے ساتھ مندرجہ ذیل کتابیں شائع کرائی ہیں:-

(۱) تذکرۂ حالی

مولانا حالی دورِ موجودہ کے زبردست ادیب، جدید شاعری کے موجد اور قوم کے بہت بڑے مصلح تھے، مگر آجتک اُن کی کوئی مبسوط اور جامع سوانحعمری شائع نہ ہوسکی۔ حالانکہ مولانا کے انتقال کو آج بیس برس ہو چکے ہیں شکر ہے کہ حالی بکڈپو نے "تذکرۂ حالی" شائع کر کے لٹریچر کی اس بہت بڑی کمی کو پورا کر دیا۔ "تذکرۂ حالی" نہایت تحقیق، عرصہ دراز کی تلاش اور بڑی محنت کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔ کتاب دس بابوں اور سینکڑوں عنوانات پر مشتمل ہے جن میں مولانا کا حسب نسب۔ شجرہ۔ آبا و اجداد کا تذکرہ۔ طفولیت تحصیلِ علم۔ اُستادوں کی تفصیل۔ نوکری۔ خدمتِ علم۔ دیگر سوانحی حالات اور اولاد کا حال پوری جامعیت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ کی تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ نظم و نثر تصانیف کا بیان ہے۔ آخر میں مولانا کے اخلاق عادات کے متعلق ایسے حیرت انگیز واقعات درج کئے گئے ہیں کہ انہیں پڑھ کر مولانا حالی کی قدر و منزلت اور عزت و عظمت دل میں دس گنی بڑھ جاتی ہے۔ آجتک کسی شخص نے مولانا حالی کے حالات اتنی تفصیل اور اس قدر جامعیت کے ساتھ قلمبند نہیں کئے۔ ناظرین کو کتاب کے مطالعہ سے مولانا حالی کے متعلق بہت سی نئی باتیں معلوم ہونگی جو اس سے پہلے عام طور پر معلوم نہیں تھیں۔ کتاب بے انتہا نفاست اور خوشنمائی کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ چھوٹی حمیلی تقطیع۔ کتابت نہایت دیدہ زیب۔ طباعت دلفریب۔ کاغذ اعلےٰ قسم کا چکنا۔ شروع میں مولانا کا فوٹو۔ سرورق بلاک کا۔ درجہ جاذب نظر۔ جلد نہایت خوبصورت بنی ہوئی، جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام لکھا ہوا ہے۔ غرض کتاب کو بہتر سے بہتر طور پر پیش کرنے میں حتی الامکان کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ قیمت فی جلد دو روپے .. .. عـہ

(۲) رباعیاتِ حالی

صاحبانِ ذوق واقف ہیں کہ مولانا حالی کی رباعیاں کتنی نصیحت آمیز، پر اثر اخلاق و موعظت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں۔ مولانا کی رباعیوں کے آجتک جتنے مجموعے شائع ہوئے ہیں، وہ سب بہت مختصر اور نامکمل ہیں۔ حالی بکڈپو نے مولانا کی صد سالہ سالگرہ کی یادگار کے طور پر رباعیاتِ حالی کا یہ مجموعہ شائع کیا ہے جس میں مولانا کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ ساری رباعیاں نہایت تلاش و تحقیق سے مہیا کر کے جمع کر دی گئی ہیں۔ عام طور پر مولانا کی صرف ایک سو رباعیاں ملتی ہیں۔ مگر اس مجموعہ میں ۱۸۰ رباعیاں درج کی گئی ہیں۔ ہر ایک رباعی کا ماخذ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ کتاب نہایت خوشنما چھوٹی تقطیع پر شائع کی گئی ہے۔ خط جلی اور دلفریب ہے۔ ایک صفحہ پر ایک رباعی لکھی گئی ہے۔ کتابت اور طباعت میں انتہائی طور پر نفاست اور عمدگی کا خیال رکھا گیا ہے۔ سرورق بلاک سے نہایت خوشنما تیار ہوا ہے شروع میں مولانا کا فوٹو ہے۔ کتاب مجلد ہے، جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام لکھا ہوا ہے۔ قیمت فی جلد دو روپے عـہ

ملنے کا پتہ:- حالی بک ڈپو پانی پت

سفرنامہ بمبئی

اُردو ٹریننگ اسکول کیمپ پونہ ۲۸-۱۹۲۷ء

اک ریل کے سفر کی تصویر کھینچتا ہوں
پیوست ہے جو دل میں وہ تیر کھینچتا ہوں

ہم لوگوں کا پیشتر ارادہ بیجاپور جانے کا تھا لیکن اختلاف رائے کے باعث وہاں نہ جا سکے۔ اور بمبئی جانا طے پایا اور انسپکٹر صاحب کی منظوری بھی مل گئی۔ چنانچہ ۱۴ ردسمبر ۱۹۲۷ء کی شام ہی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ لوگ اپنی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ تمام رات چہل پہل میں گذار دی۔ اور علے الصّباح اُٹھ کر حوائج ضروری سے فراغت حاصل کر کپڑے وغیرہ پہن کر بالکل تیار ہو گئے۔ اور مرزا صاحب کے حکم سے اسٹیشن پہنچ گئے۔ اور آٹھ بجے کی ٹرین سے سوار ہو کر بمبئی روانہ ہو گئے اس موقع پر یہ بات قابلِ تعریف ہے۔ کہ جناب علی محمد خان صاحب صدر مدرس اور مرزا صاحب کی کوششوں سے نصف کرایہ دینا پڑا۔ مرزا صاحب ہم لوگوں کی نگرانی کیلئے ہمراہ گئے۔ چنانچہ بھائیکلہ اسٹیشن پر ساڑھے گیارہ بجے دن کی گاڑی سے پہنچے۔ اور وہاں سے منزلِ مقصود یعنی میونسپل کھانڈ یا اسٹریٹ اُردو سکول میں گئے۔ اسباب وغیرہ رکھ کر ناشتہ کر کے آرام کیا۔ اور شام کو گھومنے گئے۔ جن لوگوں نے ٹرام نہ دیکھی تھی وہ ٹرام کو چلتی دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اور بعضوں نے یہاں تک کیا کہ جتنی دور تک ایک آنے میں جا سکتے تھے سوار ہو کر مغرب کو واپس آ گئے۔ اور راستے ہی میں سُنا کہ ہز میجسٹی امان اللہ خان شاہ افغانستان کے زیر صدارت ڈونگری کے میدان میں خلافت کمیٹی کی طرف سے جلسہ منعقد ہو گا۔ شام کے کھانے سے فارغ ہو کر جلسے میں شرکت کی غرض سے میدان گئے۔ لیکن اس دن گورنمنٹ ڈنر کے باعث وہ نہ آ سکے۔ اس تمام راستے میں جسطرف سے امیر صاحب موصوف آنیوالے تھے افغانی جھنڈیاں لگائی گئیں۔ اور خوب روشنی کی گئی۔ لیکن آپکے نہ آنے سے لوگوں کی وہ تمام خوشیاں رنج سے مبدل ہو گئیں۔ ہم لوگ بھی بصد حسرت و یاس ناکام و نامُراد واپس آ کر سو گئے +

۱۶ ردسمبر بروز جمعہ علی الصّباح اُٹھ کر غسل کیا۔ اس کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر پھر ڈونگری کے میدان میں گئے۔ تقریباً ساڑھے دس بجے پادشاہِ افغانستان تشریف لائے۔ سارا میدان جملہ اقوام کے لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ وہاں آپ کی پُر اثر تقریر نے تمام حاضرینِ جلسہ کے دلوں پر گہرا اثر کیا اور سب کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ہر خاص و عام آپ کے اخلاق حسنہ کے دل سے مداح تھے۔ بعدہ وہاں سے جامع مسجد گئے۔ اللہ کے فضل سے جگہ کافی مل گئی۔ آپ نے ... پڑھا

اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ ہم نے وہاں سے واپس آکر کھانا کھایا۔

(۱) **میوزیم** = پھر ہم لوگ مرزا صاحب کے ساتھ ٹرام پر بیٹھ کر میوزیم گئے۔ وہاں پرانے زمانے کے کتبے اور آلاتِ جنگ۔ مورتیاں۔ دستکاریاں۔ مختلف قسم کی صناعیاں۔ ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں۔ بادشاہی زمانے کے کپڑے اور پرانے زمانے کے بادشاہوں اور راجاؤں کی تصویریں وغیرہ قابلِ دید چیزیں دیکھنے میں آئیں۔ جن کے دیکھنے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اُس زمانے میں بھی دستکاری وصنّاعی میں اِس زمانے سے کسیطرح کم ترقی نہ تھی۔ پھر وہاں سے اپولو بندر گئے۔ کچھ دیر وہاں کی سیر سے لطف اُٹھاتے رہے۔ **تاج محل ہوٹل** بھی دیکھا۔ جس کی عمارت نہایت شاندار بنی ہوئی ہے۔ ٹھاٹ بھی نہایت خوبصورت بنایا گیا ہے۔ پھر ٹرام میں بیٹھ کر واپس آگئے۔ راستے میں اور مختلف عمارتیں دیکھیں مثلاً۔ وکٹوریہ ٹرمینس۔ میونسپل آفیس (کارپوریشن) انجمن اسلامیہ ہائی سکول وغیرہ

موتی مل = مورخہ ۷ دسمبر بروز سنیچر صبح کو اُٹھ کر ناشتہ کر کے بذریعہ ٹرام بیرل گئے وہاں ٹرام سے اتر کر کریم بھائی کی موتی مل جوکہ موتی مل کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھنے گئے۔ مینجر کے حکم سے ایک آدمی ہم لوگوں کے ساتھ ساتھ رہا۔ اور ہر ایک چیز اچھی طرح دکھاتا پھرا۔ مثلاً روئی کی صفائی کے مختلف طریقے روئی کا بیلن پر لپٹنا پھر اُس کے مختلف نمبر کے دھاگے بنانا۔ اور تانا بانا کی معلومات۔ پھر سانچے پر مختلف تھانوں کا بننا اور روزانہ ہر ایک کے کام کا اندازہ لگانے کا طریقہ ان تیار کردہ تھانوں کا دھلنا اور استری ہونا۔ پھر گانٹھوں کا کپڑے بھر کر باندھنا وغیرہ وغیرہ

۳- **پیرل لیبوریٹیری** = مل سے واپسی کے بعد ہم لوگ پیرل لیبوریٹیری گئے۔ وہاں اجازت ملنے پر اندر گئے۔ اور ایک پارسی ڈاکٹر نے ہمیں وہاں کے معلومات سے آگاہ کیا۔ مثلاً۔ جراثیم کی پرورش کا طریقہ۔ پھر اُن کے مارنے کا طریقہ اور اُن سے فوائد۔ اور طاعون کی بیماری کا علاج۔ دیوانے کُتّے کے کاٹنے کا علاج اور دوائیوں کے بنانے کا طریق۔ وغیرہ وغیرہ بعض ایسی معلومات سے اچھی طرح آگاہ کیا جس سے ہم پیشتر آگاہ نہ تھے پھر وہاں سے ٹرام پر بیٹھ کر واپس مکان آگئے۔ اور کھانا وغیرہ کھا کر مرزا صاحب کے حکم سے اپنے اپنے طور پر مختلف معلومات کی سیر کو گئے۔ اور شام کے وقت واپس آگئے۔

۴- **ایلیفینٹا** = مورخہ ۸ دسمبر بروز اتوار سب لوگ ناشتہ سے فراغت حاصل کر کے مرزا صاحب کے ہمراہ بذریعہ ٹرام کرناک بندر گئے۔ وہاں سے چلکر گھارا پوری میں جہاز سے اُتر کر کشتی میں سوار ہو ساحل پر پہنچے۔ پھر سب لوگ یہاں سے پاپیادہ منزلِ مقصود کو روانہ ہوئے۔ آفیس سے اجازت ملی۔ چونکہ پیشتر سے اجازت منگائی گئی تھی۔ اس لئے ٹکٹ کے پیسے نہ دینے پڑے ورنہ عام طور پر فی ٹکٹ ۴ آنہ لیا جاتا ہے۔ پرانے زمانے کی عمارتیں جو پہاڑ کے اندر بنی ہوئی ہیں اور دیواروں میں بُت تراشے ہوئے جن کے دیکھنے سے زمانۂ قدیم کی صناعی کا پتہ چلتا ہے دیکھیں۔ وہیں ایک کونے میں پانی کا چشمہ بھی تھا۔ جسکا پانی نہایت صاف وشفاف اور ٹھنڈا تھا۔

پیا۔ جب وہاں کی تمام دلکش و دلفریب چیزیں دیکھ کر فارغ ہوئے۔ تو باہر نکلکر ناشتہ کیا۔ جو اپنے ہمراہ لیگئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر ایک واقع قابل ذکر ہے۔ کہ کھانے کے بعد برادرم شبیر احمد جناب ہارون صاحب کے ساتھ چائے پینے کی تلاش میں نکلے۔ لیکن راستہ بھول گئے۔ جس کی وجہ سے دھوپ میں سخت پریشانی ہوئی۔ آخر کار چند آدمی دکھائی دینے لگے جو وہیں کام کر رہے تھے۔ اُن سے دریافت کرنے سے راستہ ملگیا۔ پھر کیا تھا تھوڑی دیر میں ہوٹل پہنچ گئے جو گھاٹ کے بالکل کنارے ہی تھا۔ وہاں جاکر چاء وغیرہ پی۔ اور کچھ دیر آرام کیا۔ اتنے میں مرزا صاحب وغیرہ بھی آ گئے۔ ان لوگوں نے بھی چاء پی۔ ٹھیک پانچ بجے جہاز آگیا۔ اس پر سوار ہوکر پھر کیپاٹاک بندر گئے اور وہاں سے بذریعہ ٹرام مکان آ گئے۔ چونکہ رات ہوگئی تھی اور تھکے ہوئے بھی تھے۔ کھانا کھاکر سو گئے۔

۵ ٹیلیفون آفس سے ۱۹ر دسمبر صبح ناشتہ کرکے سب لوگ بذریعہ ٹرام مرزا صاحب کے ہمراہ ٹیلیفون آفس گئے۔ اور جب اندر جانے کی اجازت ملگئی۔ تو آٹھ آٹھ کے گروہ میں اندر گئے۔ وہاں کے ایک کلرک نے جو مسلمان اور نہایت خلیق تھا۔ اچھی طرح سے ایک ایک چیز دکھائی۔ اور سمجھائی۔ مثلاً ایک دوسرے سے کسطرح بات چیت کرسکتے ہیں۔ یا اگر کوئی ٹیلیفون خراب ہو جائے تو کسطرح معلوم کرسکتے ہیں۔ یا کوئی کسی کو دشمنی سے گالی وغیرہ دے کر تو اس کی گرفت کیسے ہوسکتی ہے۔ بہر نوع عجیب وغریب باتیں بتلائیں۔ جو کہ وہم وگمان میں بھی نہ تھیں۔ یہاں سے فارغ ہوکر واپس مکان آئے اور کھانا کھایا۔

۱۰ جنگی جہاز سے تقریباً دو بجے پھر ہم لوگ جنگی جہاز دیکھنے گئے۔ جہاز کا کپتان نہایت حسن اخلاق سے پیش آیا اور جہاز کی معلومات سے اچھی طرح آگاہ کیا۔ لیکن اس موقع پر کوئی بڑا جنگی جہاز وہاں نہ تھا۔ البتہ خوش قسمتی سے چار ہوائی جہاز جو پانی میں اُترے ہوئے تھے دیکھے۔ ان کا اُڑنا اور پھر اُترنا بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر وہاں سے فارغ ہوکر اپنے اپنے طور پر سیر کو گئے۔

۷ ٹکسال گھر سے ۲۰ر دسمبر کو کھانا کھاکر سب لوگ تقریباً ساڑھے دس بجے بذریعہ ٹرام جناب مرزا صاحب کے ہمراہ ٹکسال گھر گئے۔ اجازت ملنے پر دس دس کے گروہ میں اندر گئے۔ جمعدار نے اچھی طرح وہاں کی معلومات سے آگاہ کیا۔ مثلاً تانبے کی اینٹیں پہلے بھٹی میں پگھلائی جاتی ہیں۔ جب مثل پانی کے ہو جاتی ہیں۔ تو ایک سانچے میں یہ پانی بھر دیا جاتا ہے۔ اسطرح تانبے کی پٹڑی تیار ہوجاتی ہے۔ پھر بیلن کے نیچے دبا کر دو پیسے برابر چوڑی اور پیسے کی موٹائی کے برابر موٹی پٹی تیار کی جاتی ہے۔ پھر بذریعہ مشین اس میں پیسے کاٹے جاتے ہیں۔ کنارہ بنتا ہے۔ اُوپر نیچے جو نشانات ہیں وہ بھی بنائے جاتے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تین خانے ہوتے ہیں۔ اُس پر پیسے رکھنے سے اگر مقررہ وزن کے برابر ہوں تو بیچ کے خانہ میں ورنہ دائیں بائیں خانے میں گر جاتے ہیں۔ پھر خراب پیسے اور کٹے ہوئے پتڑے گلاکر مذکورہ بالا عمل

سے دوبارہ پیسہ بنتا ہے۔ جب یہاں کی سیر سے فراغت پائی تو بذریعہ ٹرام کول گیس دیکھنے کیلئے گئے۔

۸ گیس کمپنی = لال باڑی پہنچکر ٹرام سے اُتر گئے۔ اور گیس کمپنی چلے گئے۔ اجازت ملنے پر جملہ متعلمین اندر داخل ہوئے۔ وہاں کے کلرک نے گیس کی معلومات سے ہم لوگوں کو اچھی طرح آگاہ کیا مثلاً گیس کے تیار کرنے کا طریقہ۔ اور ڈامبر کا بھی ساتھ ہی ساتھ تیار ہونا بتلایا گیا۔ اور جب گیس تیار ہو جاتی ہے۔ تو اس سے شہر کے مختلف حصوں میں روشنی پہنچانا۔ اور ڈامبر کو سٹرکوں وغیرہ کے کام میں استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ باتیں بتائیں یہاں سے واپس ہو کر جناب قاضی صاحب برادرم بشیر احمد کیساتھ وکٹوریہ گارڈن دیکھنے گئے۔ کچھ لوگ مکان چلے گئے۔ وکٹوریہ گارڈن سے فراغت حاصل کر کے ہم لوگ بھی بذریعہ ٹرام مکان پہنچ گئے۔ چونکہ آج ہی واپس ہونا تھا۔ اس لئے سب لوگ تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ اور رات کے ساڑھے گیارہ بجے کی ٹرین سے سوار ہو کر ۱۱ تاریخ کی صبح کو پونہ پہنچ گئے + (دیس آئی ممی اردو سکول پیچر)

"کیا ہوں میں؟"

(منشی غلام حسن کسری اسیدی راولپنڈی)

نہیں ہے کچھ مجھے اپنی خبر کہ کیا ہوں میں؟
دوائے دردِ ہوں یا دردِ لا دوا ہوں میں

تری تلاش میں دنیا سے کھو گیا ہوں میں
جو خود ہی گم ہو وہ ناکام مدّعا ہوں میں

نہ مبتدا کی خبر ہوں نہ مبتدا ہوں میں
بتا دے تو ہی دلِ مضطرب کہ کیا ہوں میں

وہ سوزِ عشق ہوں پیدا جو سازِ حسن سے ہو
اُٹھے جو دل میں وہی دردِ لا دوا ہوں میں

نیازِ عشق میں مضمر ہیں حسن کے جلوے
ہوں مشتِ خاک مگر مظہرِ خدا ہوں میں

اسی کے جوشِ فغان نے کیا تجھے رسوا
خطا یہ دل کی ہے اے جان بیخطا ہوں میں

مرا وجود ہے اے دل دلیل بربادی
کہ بحرِ عشق میں اک موجۂ فنا ہوں میں

کبھی عدم پہ کبھی ہے نگاہ ہستی پر
کبھی فنا کبھی سرچشمۂ بقا ہوں میں

یہ انتہائے تصور ہی کی ہے جلوہ گری
کہ دل کے آئینہ میں تجھ کو دیکھتا ہوں میں

نقاب اُٹھتے ہی حائل حجابِ نور ہوا
دمِ نظر بھی تو مایوسِ مدّعا ہوں میں

ہر ایک زخمِ جگر ناز سے یہ کہتا ہے
دلیلِ عشق و محبت نہیں تو کیا ہوں میں؟

نہیں یہ اشک فشانی کا شغل ہے حاصل
انہیں سے دامنِ حسرت کو بھر رہا ہوں میں

خدا نے خلق کیا شکلِ گردِ باد مجھے
ابھی بنا ہوں ابھی بن کے مٹ گیا ہوں میں

مراتبات تو اہلِ نظر پہ روشن ہے
جہانِ عشق میں کسریٰ وہ خود نما ہوں میں

کالرا (ہیضہ) سے محفوظ رہنے کی تدابیر

(از حکیم محمد نفیس سہسوانی طبیب فوج سرکار گوالیار ۔ بازار ۔ مادھو گنج لشکر گوالیار)

(ہیضہ) ایک نہایت مہلک اور وبائی مرض ہے ۔ سوء ہضمی کی وجہ سے اخلاط میں ایک قسم کا جوش اور ہیجان پیدا ہوکر قے اور دست آنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے مریض نہایت کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے ۔ موسمی تغیر و تبدل اور برساتی جراثیم جو کنوؤں تالابوں چشموں میں بکثرت پیدا ہوکر اس موذی مرض کا باعث ہوتے ہیں ۔ زیادہ تر یہ مرض موسم برسات میں پیدا ہوکر وبائی شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ کمزور ۔ لاغر ضعیف الجثہ اشخاص پر اس مرض کا حملہ زیادہ ہوتا ہے ۔ یا جن کو ہمیشہ بدہضمی کی شکایت رہتی ہو ۔ یا جو لوگ کھانے پینے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے ۔ وہ بھی اکثر اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں یا جن لوگوں کے مکانات نہایت کثیف غلیظ رہتے ہیں وہاں ہیضہ کے جراثیم پیدا ہوکر اس مرض کا موجب ہوتے ہیں ۔ یا جن مقامات اور گلی کوچوں میں صفائی کا کافی انتظام نہیں ہوتا ۔ وہاں یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے ۔ جب ہیضہ کا زہریلا مادہ جسم میں نفوذ کرتا ہے ۔ تو ایک دن سے تین دن تک اس کا کوئی نمایاں اثر محسوس نہیں ہوتا مگر مہلک اور خطرناک ہیضہ کے اثرات چند گھنٹوں کے بعد ہی شروع ہو جاتے ہیں ۔

(علامات)

حسب ذیل ہیں

(۱) مریض کو شدت کے ساتھ پیاس لگتی ہے ۔ پانی پیتے ہی قے کر دیتا ہے ۔

(۲) پیٹ پھول جاتا ہے ۔ اور سخت درد ہوتا ہے ۔

(۳) قے میں غذائے غیر منہضمہ خارج ہوتی ہے ۔

(۴) مریض کو قے اور دست بکثرت آتے ہیں ۔ کھٹی ڈکاریں آتی ہیں مریض انتہائی کمزور ہو جاتا ہے ۔

(۵) بے چینی اور اضطراب بہت زیادہ ہوتا ہے ۔

(۶) ہاتھ پاؤں میں سخت تشنج ہوتا ہے ۔

(۷) مریض کی کمزوری کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں ۔ اور حلقے پڑ جاتے ہیں ۔

(۸) پیشاب بالکل نہیں آتا

(۹) نبض نہایت کمزور اور رک رک کر چلتی ہے ۔

(۱۰) مریض کے تمام ناخن نیلے ہو جاتے ہیں۔

ہیضہ سے بچنے کی تدابیر

(۱) صفائی کا خاص طور سے انتظام رکھا جائے جسم لباس اور مکان کی ہر ممکن طریقہ سے صفائی رکھیں۔

(۲) پانی فلٹر کیا ہوا یا (جوش دے کر) استعمال کریں۔

(۳) صبح کو ناشتہ یا کوئی چیز ضرور کھا لیا کریں تاکہ معدہ خالی نہ رہے۔

(۴) غذا نہایت لطیف زود ہضم کم مقدار اور وقت مقررہ پر کھائیں۔

(۵) بادی نفاخ اور ثقیل اغذیہ سے پرہیز کریں۔

(۶) کچے گلے سڑے فروٹ سے اجتناب کریں۔

(۷) ہر قسم کی غذا کو مکھیوں سے محفوظ رکھیں چونکہ ان میں زہریلا مادہ ہوتا ہے۔

(۸) ایام وبا میں دماغی جسمانی اور ناقابل برداشت محنت نہ کریں۔

(۹) کوئی مسہل یا قے آور دوا موسم برسات میں استعمال نہ کریں۔

(۱۰) ہیضہ کے مریض کو جہاں تک ممکن ہو علیحدہ رکھیں۔

(۱۱) کھانے کے ہمراہ روزانہ سرکہ پیاز اور لیموں کا استعمال رکھیں۔

(۱۲) رات کو زیادہ نہ جاگیں کم سے کم چھ گھنٹہ ضرور سویا کریں۔

کالرے کیلئے ہم نے عرق مرکب تیار کیا ہے۔ جو اس مرض کے واسطے اکسیر اور تیر بہدف ثابت ہوا ہے۔ لاکھوں پر اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے۔ اس مسیحائی کا کام کیا ایام وبا میں اس کی ایک شیشی ہر شخص کو اپنے پاس ضرور رکھنی چاہئے۔ معدہ کے جملہ امراض کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

حفظ ماتقدم کے واسطے موسم برسات میں ہر شخص بلاقید عمر استعمال کر سکتا ہے۔

پتہ ذیل سے مفت طلب کریں۔ صرف ڈاک خرچ ادا کرنا ہو گا۔

بادام کا شربت

کابلی بادام چھلے ہوئے ۸ چھٹانک۔ گلاب کا عرق ایک سیر نسکہ ۸ چھٹانک پہلے بادام کی گری کو پانی میں بھگو دیں۔ جب پھول جائیں تو نوچ کر چھلکا اتار دیں۔ پھر پتھر کی سل پر باریک پیسیں پسی ہوئی بادام کی گری کو ۸ چھٹانک عرق گلاب میں گھول کر آگ پر رکھیں۔ اور دس منٹ تک پکنے دیں پھر اس میں بادام کا پانی نتھار کر کے پندرہ منٹ تک اور پکائیں۔ جب شربت گاڑھا ہو جائے۔ تو اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ لو بوتلوں میں بھر لیں۔ ایک تولہ شربت کو دو چھٹانک پانی میں ملا کر پئیں دماغی کمزوری کے لئے مفید ہے

ضروری ہدایات متعلقہ ورزش

۱۔ ورزش رفع حاجت کے بعد کرنی چاہئے۔

۲۔ ورزش کے وقت جسم پر کم از کم لباس ہونا چاہئے۔

۳۔ صبح کے وقت ورزش کے بعد تیل سے مالش کرنی چاہئے۔ اور تولئے سے بدن صاف کرنا چاہئے۔

۴۔ ورزش کھلی اور صاف ہوا میں کرنی چاہئے۔

۵۔ صبح کی ورزش سورج نکلنے سے پہلے ختم کر لینی چاہئے۔

۶۔ صبح کی ورزش کے بعد قدرے ناشتہ کرنا چاہئے۔

۷۔ ورزشی کو جلد سونا اور صبح سویرے بیدار ہونا چاہئے۔

۸۔ دورانِ ورزش میں جہانتک ممکن ہو سکے۔ گہرے سانس لینے چاہئے۔

۹۔ ورزش ہر اعضا کی کرنی چاہئے۔

۱۰۔ ورزشی کو ہر ہفتہ اکسرسائیزیں تبدیل کرتے رہنا چاہئے۔

۱۱۔ ورزش ہمیشہ دو چار آدمیوں کے ساتھ مل کر کرنی چاہئے۔

۱۲۔ ورزشی کو سوائے برسات کے دودھ اور گھی تازہ اور کچا استعمال کرنا چاہئے۔

۱۳۔ ورزشی کو کھانے پینے میں اعتدال سے کام لینا چاہئے۔

۱۴۔ ورزشی کو پابندئ وقت کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

(۱۵) ورزش کو متواتر لگاتار نہ کیا جائے۔ یعنی ہفتہ میں ایک دفعہ ورزش بند کر دینی چاہئے۔

(۱۶) ورزش کرتے وقت یا کودتے پھاندتے وقت لنگر کا استعمال ضروری ہے۔

جگت سنگھ ایس وی کھرڑ)

پستہ کا شربت

پستہ ۸ چھٹانک۔ گلاب کا عرق دو سیر۔ شکر ایک سیر۔ اچھی قسم کے پستوں کو پانی میں بھگو کر رکھ دیں۔ جب پھول جائیں۔ تو چھلکا اتار کر پتھر کی سل پر باریک پیس لیں۔ پھر پسے ہوئے پستوں کو ایک سیر گلاب کے عرق میں بھگو کر دس منٹ تک ہلکی آگ پر پکائیں۔ اس کے بعد ایک کپڑے میں چھان لیں۔ پھر ایک سیر شکر کو بقیہ ایک سیر گلاب کے عرق میں گھول کر پکائیں۔ جب جوش آنے لگے۔ تو پستوں کا پانی شامل کر دیں۔ پندرہ منٹ تک اور پکائیں جب شربت اور گاڑھا ہو جائے تو اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ اور بوتلوں میں بھر لیں۔ روزانہ صبح کو ایک تولہ شربت دو چھٹانک پانی میں کر پئیں۔ بہت مفرح ہے۔ لیکن ایک تولہ سے زیادہ اسے استعمال نہ کریں +

اقوالِ زرّیں

(سردار جگت سنگھ ایس وی ڈرل ماسٹر خالصہ ہائی سکول کھرڑ)

۱۔ بولنا چاہتا ہے ۔ تو کلام شیریں بول
۲۔ دینا چاہتا ہے ۔ تو محتاجوں ۔ مفلسوں اور اپاہجوں کو دان دے ۔ اور فراموش کر دے ۔
۳۔ پہننا چاہتا ہے ۔ تو سادہ اور صاف لباس پہن ۔
۴۔ آنا چاہتا ہے ۔ تو گروہِ پارسایاں میں آ
۵۔ جانا چاہتا ہے ۔ تو خدارسیدہ اور بزرگوں کی خدمت میں جا ۔
۶۔ تولنا چاہتا ہے ۔ تو نیکی اور بدی کو گیان کے ترازو میں تول ۔
۷۔ دیکھنا چاہتا ہے ۔ تو زخمی اور خستہ دلوں کی حالت دیکھ ۔
۸۔ ہنسنا چاہتا ہے ۔ تو اپنی نادانی پر ہنس
۹۔ بیٹھنا چاہتا ہے ۔ تو نیکوں ۔ بزرگوں ۔ خردمندوں ۔ پارساؤں اور فقیروں کے پاس بیٹھ ۔
۱۰۔ مست ہونا چاہتا ہے ۔ تو شرابِ معرفت میں مست ہو جا ۔
۱۱۔ پینا چاہتا ہے ۔ تو مے معرفت پی ۔
۱۲۔ کھانا چاہتا ہے ۔ تو اپنے غیظ و غضب اور غم و اندوہ کو کھا ۔
۱۳۔ دعا لینا چاہتا ہے ۔ تو زخمی و خستہ ۔ بیمار اور مفلس کی لے ۔
۱۴۔ جانا چاہتا ہے ۔ تو گوردوارہ ۔ شوالہ ۔ مسجد اور گرجا میں جا ۔
۱۵۔ سننا چاہتا ہے ۔ تو آہِ مظلوم اور ستائش ایزد تعالےٰ کی سن ۔
۱۶۔ مدد کرنا چاہتا ہے ۔ تو شکستہ دلوں ۔ اپاہجوں ۔ لنگڑوں مفلسوں اور محتاجوں کی کر ۔
۱۷۔ مارنا چاہتا ہے ۔ تو اپنے نفسِ امارہ اور خودی کو مار ۔
۱۸۔ دولت چاہتا ہے ۔ تو علم کی دولت حاصل کر ۔
۱۹۔ مکتی چاہتا ہے ۔ تو اپنی طبیعت کو نیکی کیطرف مائل کر ۔
۲۰۔ فنا ہونا چاہتا ہے ۔ تو ذاتِ حق میں محو ہو کر فنا ہو جا ۔

مختصر نوٹ اور کارروائیاں

ماتمی اجلاس ۱- ڈی-بی سکول رائے ونڈ ضلع لاہور - ۲ر نومبر سکول کھلتے ہی لالہ درگا داس صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں اساتذہ اور تلامذہ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا - صاحب صدر نے مسٹر اے - ڈی - اختر بی - اے بی - ٹی - اے - ڈی - آئی ضلع لاہور جو اپنی اعلیٰ علمی قابلیت کی وجہ سے متعدد و ممتاز سوسائٹیوں کی روح رواں تھے کی ناگہانی اور نہایت بے وقت وفات حسرت آیات کی خبر بد اثر سنا کر تمام حاضرین کو ملول کیا - سب نے دلی رنج و غم کا اظہار کیا اور اس جوانا مرگ پر بے حد اظہار افسوس کیا - دعا کی گئی کہ خداوند تعالےٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائے (کمال الدین)

رہنمائے تعلیم ایسے ہونہار اور قابل افسر کی وفات پر دلی افسوس ظاہر کرتا ہے اور پسماندگان سے دلی ہمدردی - (ایڈیٹر)

۲ - گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ: - ممبران سٹاف اور طلبا سکول نے مشترکہ اجلاس میں حسب ذیل قرارداد اتفاق رائے سے پاس کی :-

د - ممبران سٹاف اور طلبا گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب ایم اے آئی - ای - ایس اسسٹنٹ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کے واجب الاحترام والد بزرگوار صاحب کی رحلت پر دلی رنج کا اظہار کرتے ہیں اور آرزومند ہیں کہ ایزد متعال مرحوم کی روح کو ہمیشہ کی شانتی عطا کریں اور جناب خان بہادر سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے خدائے پاک سے صبر جمیل کی توفیق عطا کرنے کی دعا کرتے ہیں -

ب - قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقل خان بہادر صاحب موصوف کی خدمت میں اور پریس میں بھیجی جائے (لچھمن سنگھ سیکرٹری ٹیچرز ایسوسی ایشن)

رہنمائے تعلیم اور اسکے کارکنان جناب خان بہادر شیخ نور الٰہی صاحب سے اس سانحہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں - (ایڈیٹر)

اینگلو سنسکرت ہائی سکول نکودر ضلع جالندھر آرین ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ جالندھر ۳۱ر اکتوبر اور یکم نومبر کو ہوا - جس میں سکول ہذا نے والی بال اور ہاکی کی ٹیمیں بھیجیں - خوشی کی بات ہے کہ دونو ٹیمیں مقابلہ میں اول رہیں اور انعامی کپ حاصل کئے - (رام ناتھ)

خالصہ سکول پنڈی گھیب کا سالانہ جلسہ ۱۸ر لغایت ۲۰ر اکتوبر سکول کی نئی عمارت میں منعقد ہوا - جلوس نہایت شاندار تھا جس میں شہر کی تمام ہندو سکھ سبھائیں مثلاً شری مہابیر دل - آریہ سماج - اولڈ بوائز - گورونانک سیوک سبھا شامل تھیں اور ہندو سکھ اتحاد پورے جوبن پر دکھائی پڑتا تھا - سکول بلڈنگ کی اپیل پر سردار پریم سنگھ لوڑ مندمل سیٹھی رئیس نے ایک کمرہ بنوانے کا وعدہ کیا - سردار امیر سنگھ ارجن سنگھ بھٹیانی نے پانسو ایک روپیہ ایک کمرے کے لئے دیا علاوہ بریں ایک ہزار روپیہ نقد جمع ہوا - جس میں دو سو روپے لالہ گوپال داس سیٹھی - ایک سو ایک روپیہ بابو ہری سنگھ سبجر - اکیاون روپے ماسٹر گوروت سنگھ جی آہوجہ - اکیاون روپے سردار تخت سنگھ جی - اکیاون روپے لالہ فتح چند جی کھٹیلہ وار کی قابل ذکر رقوم شامل ہیں قبل ازیں ایک ایک ہزار روپیہ کی لاگت سے چار کمرے - لالہ بیلی رام جی میونسپل کمشنر - بھگت لکھمی چند - نرائن داس جی مدینہ سکول کے بانی سورگباشی بھائی ہر سنگھ جی کے خلف الرشیدوں نے اور چوتھائی کمرہ سکول سٹاف کی ہمت سے تیار ہو چکا ہے - ہال کی بنیادیں تیار ہو چکی ہیں - اس کے لئے گارڈر گوردوارہ کمیٹی شری پنجہ صاحب نے دیئے ہیں - دیواروں کے اٹھانے اور چھت ڈالنے کا کام باقی ہے - سکول ہمدردوں نے اگر اسی طرح اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا تو عمارت جلد مکمل ہو جائیگی - اور تمام کی پوری ہو جائے گی - سکول مینیجنگ کمیٹی دانی اصحاب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہے - (دکیہر سنگھ ہیڈ ماسٹر)

مڈل سکول سرسنگھ ضلع لاہور ۲۵ر اکتوبر دس بجے رات دفعۃً بازار میں گولے اور ہوائیوں کے یکدم چھوٹنے کا سنسنی خیز دھماکا پیدا ہؤا۔ اثنا میں چند سکاؤٹ موقعہ پر پہنچے اور خبر لائے کہ کسی دوکاندار نے دیوالی کے تہوار پر فروخت کرنے کیلئے جو سامان آتشبازی منگایا تھا۔ اس میں کسی آتش گرفتہ پٹاخہ نے گر کر خطرناک نتائج کی صورت پیدا کر دی ہے۔ سکاؤٹ ماسٹر صاحب کی سرپرستی میں سکاؤٹس موقعہ پر پہنچے۔ گو مکان دھواں دھار تھا۔ آگ کی بے پناہ دست درازیوں سے صورت رہائی محال تھی۔ مگر سب نے متفقہ کوشش سے جرأت اور جانفشانی سے دکان کی بہت اشیا کو آگ کی دستبرد سے اور محلہ کو آتشبازی کے خوفناک انجام سے بچایا۔ محلہ والے اور دوکاندار اس جانبازانہ شاندار کارگزاری پر بڑی شکرگزاری کا اظہار کرتے ہیں اور سکاؤٹس کو شاباش دیتے ہیں۔

(ایم سردار)

اجلاس سنٹر کیرون ضلع امرتسر ۱۹ر اکتوبر جناب سردار ہردیال سنگھ صاحب اے ڈی آئی سب ڈویژن ترن تارن کی صدارت میں سنٹر کیرون۔ شہباز پور۔ نوشہرہ پنواں کے مدرسین کا اجلاس ڈی بی سکول میں منعقد ہؤا۔ صاحب صدر اور مدرسین نے مدرسہ کیرون کے مدرسین کے طریق تعلیم پر نکتہ چینی کی اور مناسب ہدایات دیں۔ بعد میں آپ نے مندرجہ ذیل امور پر توجہ دلائی:۔

۱۔ اضافہ تعداد پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ ہر ایک سکول میں نرسری کلاسز کا اجرا کیا جائے جس سے بہت آسانی رہیگی اور داخلہ کے وقت مدرسین مشکلات سے محفوظ رہینگے۔

۲۔ کمی تعداد کو ماہ اپریل میں ہی پورا کیا جائے اور نرسری کلاسوں سے مدد لی جائے۔ اس طرح نہ زائد المیعاد کا سوال پیدا ہوگا اور طلبا جماعت دوم کے قابل بھی ہو سکیں گے۔

۳۔ زائد المیعاد طلبا کی طرف خاص توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے اگر چند اگلے سال دوسری جماعت میں ترقی پا جائیں تو کوئی حرج نہیں تجربہ شاہد ہے کہ بعض مدرسین محکمہ کی زد سے بچنے کیلئے یا تو ایسے طلبا کو جلد از جلد خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا اسی طرح اگلی جماعت میں ترقی دے دیتے ہیں جس سے انکی تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے اور وہ اگلی جماعت میں چل نہیں سکتے اور انہیں بہت عرصہ دوسری جماعت میں رہنا پڑتا ہے اور بایں ہمہ کمزور ہی رہتے ہیں۔

۴۔ جماعت سوم اور چہارم میں ذہنی حساب پر خاص زور دیا جائے تاکہ طلبا سکول چھوڑنے پر لین دین بخوبی کر سکیں اور مضمون نویسی۔ خطوط نویسی۔ رسیدات وغیرہ کی تحریر کی خاص مشق کرائی جائے۔

۵۔ جماعت اول کے طریق تعلیم کو دلچسپ بنانے کیلئے مختلف تمثیلات سے مدرسین کو واضح کیا کہ اس طرح سے نئے طلبا سکول میں شوق سے حصہ لینگے۔

۶۔ ورزش کی چند اکسرسائزیں سردار صاحب نے طلبا کو خود کرائیں جسمیں طلبا نے بہت دلچسپی اور خوشی سے حصہ لیا مدرسین کو ہدایت فرمائی کہ ہر مضمون کی تبدیلی کے وقت یہ اکسرسائز ہر جماعت کو کرائی جائے کہ سستی دور ہو جائے اور اگلے سبق کی تیاری ہو جائے۔

۷۔ طلبا کو صاف رہنے کی عادت ڈالی جائے۔ مدرسین خود نمونہ بنیں ہر سکول میں شیشہ کنگھا۔ سرمہ۔ صابن اور تولئے مہیا کئے جائیں۔ یہ خرچ ریڈکراس سوسائٹی ادا کرے شیشہ کے سامنے طلبا پگڑیاں دیکھکر باندھیں تاکہ دیگر دیہاتی آوارہ لڑکوں سے ممتاز معلوم ہوں۔ سکھ طلبا کو خاص ہدایت ہو کہ وہ کوئی شملہ (طرّہ) وغیرہ نہ چھوڑیں۔ سردار صورت سنگھ نمبردار نے سردار صاحب اور مدرسین کی تواضع چائے اور خیبرینی سے کی جس کے لئے ہم سب شکرگزار ہیں۔

(محمد حسین)

ٹیچرز کانفرنس کوٹ گڑھ ضلع شملہ ۲۶ر اکتوبر زیر صدارت مسٹر ایس ایف ڈین بی۔ اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس گورنمنٹ مڈل سکول کوٹ گڑھ کی بلڈنگ میں مدرسین سنٹرز کوٹ گڑھ و کوٹ کھائی کے علاوہ ممبران سٹاف گورنمنٹ مڈل سکول۔ ہمالیہ اینگلو سنسکرت ہائی سکول دھماوڈا اور تارا سکول بارہ باگ بھی شامل تھے۔ اس مشترکہ انجمن کی غرض وغائت تھا کہ چند

ہیڈ ماسٹر میلین سکول نے بیان کی۔ لالہ گوپی ناتھ گپتا ہیڈ ماسٹر پھرگ۔ پنڈت آدت رام ہیڈ ماسٹر کیاری۔ مولوی جیون خاں اول مدرس نندھراڑی۔ منشی دیوکی نند اول مدرس گلیہ۔ منشی مان سکھ اول مدرس نولہ۔ منشی پریم داس مدرس بھٹی۔ مسٹر ایل سوہن لال گورٹن سکول کوٹ گڑھ۔ بنگی اگر داس ٹیچر ایچ اے ایس ہائی سکول ڈھاڈا مختلف مضامین اونچی آواز سے پڑھے۔ مؤخر الذکر صاحب نے مقامی جغرافیہ کی اہمیت پر ایک مدلل اور مبسوط مضمون پڑھا۔ خوشخطی کو بہتر بنانے کی تجاویز منشی آدم رام نے پیش کیں۔ منشی کانشی رام مدرس کرئی اور منشی کولرام مدرس سنٹر سکول ڈھاڈا نے جماعت اول کو بطریق تہجی و بین وگو پر نمونے کے سبق پڑھا۔

مسٹر اریحتاور سنگھ وٹیرنری اسسٹنٹ صاحب اور اگریکلچرل اسسٹنٹ صاحب نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ صاحب صدر نے کانفرنس کی کامیابی پر متعلقین کو مبارکباد دی۔ رات کو ویر ابھیمنیو کا ڈرامہ دکھایا گیا۔ حاضرین کی تواضع چائے اور کھانے سے کی گئی۔

(کولرام)

گورنمنٹ نورمل سکول لالہ موسیٰ یوم زمینداران ۲۱ اکتوبر نہایت خوبی سے منایا گیا۔ دعا کے بعد مفصلہ ذیل مضامین پر سکنڈ ییئر کلاس کے سربرآوردہ متعلمین نے تقریریں کیں۔ "علاج سے پرہیز بہتر ہے" "روشندانوں کی ضرورت" "صفائی دنیا میں عجیب چیز ہے" اور "اچھے بیجوں کی ضرورت"۔

گیارہ بجے سے ایک بجے دوپہر تک علاقہ کے زمینداران کی فلاح و بہبود کیلئے طلبا نے نمونہ کا گاؤں۔ سبزیات اور اجناس کے ماڈل فارم۔ نمونہ کا باغیچہ۔ مفید و مضر کیڑے۔ ان کے پکڑنے کے طریقے۔ اچھے بیجوں کے لئے ہدایات وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ دو بجے بعد دوپہر دیہاتی ٹیموں کے مقابلے ہوئے۔ جن میں چار کبڈی۔ چار رسہ کشی اور چار والی بال کی ٹیموں نے حصہ لیا۔ دینا چک کی ٹیم کبڈی میں۔ نورمل سکول کی ٹیم والی بال میں اوّل رہی۔ لوہر و کملا کی ٹیمیں رسہ کشی میں برابر رہیں۔ دینا چک کی ٹیم کو ملک خان چند صاحب سب انسپکٹر پولیس نے پانچ روپے اور نارمل سکول کی ٹیم کو بابو ہرجس رائے صاحب پریزیڈنٹ سمال ٹاؤن کمیٹی لالہ موسےٰ نے پانچ روپے اور رسہ کشی کی دونو ٹیموں کو بھگت دونی چند صاحب نے پانچ روپے انعام دئے۔ شام نورمل سکول سکاؤٹس نے ڈرل اور دیہاتی کھیل کی نمائش کی ½ ۶ بجے سے ½ ۷ بجے تک نورمل سکول اور ڈی۔ بی پرائمری سکولوں کی پراپیگنڈا پارٹیوں نے اصلاح دیہات کے گیت گائے۔ وائرلیس ریڈیو کے ذریعے گانے سنائے۔ ½ ۷ بجے سے ½ ۸ بجے شام تک مسٹر ایف۔ ایل برین ایم۔ اے آئی۔ سی ایس کمشنر دیہات سدھار نے میجک لینٹرن سے حاضرین کو مفید ہدایات دیں۔

نارمل سکول کی ریڈ کراس سوسائٹی کو بھگت دونی چند صاحب رئیس لالہ موسیٰ اور منشی بشمبر داس صاحب ٹیچر لوکل سناتن دھرم سکول سابق طالب علم نورمل سکول ہذا نے وائرلیس ریڈیو کے لئے پچاس پچاس روپے نقد عطا کئے۔ بابو ہرجس رائے صاحب نے یک صد روپے کا وعدہ کیا۔

اس کامیابی کا سہرا قاضی اکرام حسین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر نورمل سکول لالہ موسیٰ کے سر پر ہے۔ (چودھری ہزاری لعل ایم ایس سی۔ بی۔ ٹی)

گورنمنٹ اینگلو ارود ہائی سکول ہیلی میٹریکولیشن ریزلٹ سال حال 9/14 اور اردو ورنیکلر فائینل 6/8 رہا۔ ہر دو شاندار نتائج کیلئے شیخ عبدالوہاب صاحب ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر اور متعلقین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ شیخ صاحب کی تشریف آوری سے سکول ہر شعبہ میں ترقی کر رہا ہے۔ (ایچ۔ آئی۔ مومن)

شملوی چاند کی درخشانی

ضلع شملہ آبادی کے لحاظ سے پنجاب کے دیگر میدانی اضلاع کی مانند اتنا گنجان نہیں لیکن وسعت اور طول و عرض میں اسکی بزرگی

کی شان ملک ہند کے قدرتی پاسبان ہمالیہ کو بھی بغل میں دبائے اور ہندوستان کے بہترین گوشوں تک پہنچ رہی ہے۔ قریبًا قریبًا ستائیس دیسی ریاستیں اسی مادرِ شملہ کے پیٹ میں سما گئی ہیں۔ جنگلات اس قدر گھنے ہیں کہ کہیں دن بھی رات کی طرح تاریک ہے۔ پہاڑوں کی سیاہ چوٹیاں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ موسم سرما کی شدید ہواؤں اور برفباری کا یہ حال کہ کسی درندے و پرندے کی کیا مجال کہ چار ماہ تک پر بھی مار جائے۔ چیتے اور شیر تک بھی غاروں میں دبکے پڑے رہتے ہیں۔ لہذا مندرجہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اتنے بڑے وسیع علاقے اور بھیانک پہاڑوں میں کام کرنا کس قدر دشوار ہے؟

محکمۂ تعلیم کو مادرِ شملہ کی آغوش میں جنم لئے عرصہ گذر چکا ہے لیکن یہ نوخیز بچہ ابھی تک گلوئے مادر کی زینت کا ہی ہار بنا رہا۔ خداوند باری تعالیٰ کا صد شکر کہ طفلِ تعلیم کے اس بیکس بچے کی صدائے دیرینہ کی رسائی آج درگاہِ ایزدی کے دربار تک پہنچ گئی۔ اور محکمۂ تعلیم کے اس سنسان بیابان کو ایسا بینظیر مالی نصیب ہوا جسکے تعلیمی بیلچوں اور اوزاروں نے محکمۂ تعلیم کی اس سخت اور پتھریلی زمین کو شب و روز کی محنت و جانفشانی سے ایسا کھودا اور سینچا ہے۔ کہ اس آبیاری کی داد میں صرف محکمۂ تعلیم ہی صدائے تہنیت بلند نہیں کر رہا۔ بلکہ ضلع ہذا کے تمام دیگر محاکم یعنی زراعت، دیہات سدھار، کواپریٹو سوسائیٹز اور دیہاتی شفاخانے کے افسران اعلیٰ بھی مسٹر ایس۔ ایف۔ ڈین ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز شملہ کے اتحاد اور نخلِ تعلیم کو حقیقی اثمار سے بارور ہوتے دیکھ کر صدائے حق کے یہ نعرے بلند کر رہے ہیں ؎

اللہ کا شکر ہے وہ آئے ہمارے گھر میں دل آج حد سے بڑھ کر ہے شادماں ہمارا

امسال محکمۂ تعلیم کے قریبًا قریبًا تمام اعلیٰ افسران نے اس ضلع کا معائنہ کیا۔ چنانچہ جناب صاحب ڈویژنل و ڈپٹی انسپکٹر صاحبان نے ضلع ہذا کی کامیاب تعلیمی ترقی اور پراگریس کو پسند فرماتے ہوئے۔ اسی ضلع کے کئی نئے چارٹس اور نقشہ جات وغیرہ دیگر اضلاع میں بھی جاری کرنے کے لئے سرکلر نافذ فرمائے۔ صاحب ڈائرکٹر بہادر محکمۂ تعلیم نے جب دیہاتی سکولوں کی نئی زندگی اور تعلیم کے اصلی اغراض کو جامۂ کامیابی میں ملبوس پایا تو مبارکباد کے الفاظِ تحسین آمیز سے خوشنودیٔ دل کا اظہار کیا۔

ضلع ہذا میں جگہ بجگہ انجمن معلمین کے اجلاس سہ ماہی و ششماہی منعقد ہوئے چنانچہ حال ہی میں تحصیل کوٹ گڑھ میں بڑے وسیع پیمانے پر صاحب موصوف کی زیرِ صدارت ایک خاص اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں تحصیل کوٹ کھائی سے لے کر ریاست رامپور کی حدود تک کے تمام معلمین کے علاوہ دونوں تحصیلوں کے تمام سرکاری محکموں کے اعلیٰ افسران اور نمبرداران کو بھی مدعو کیا گیا۔ چنانچہ محکمۂ زراعت کے اگریکلچرل اسسٹنٹ و انچارج مسٹر سکھ راج بی۔ ایس۔ سی۔ و محکمۂ معالجات حیوانات کے انچارج ڈاکٹر بختاور سنگھ صاحب وغیرہ نے دیہاتی فلاح و بہبودی کو ترقی پذیر بنانے کے لئے معلمین مدارس کو ہی سبیل اعظم تصور کیا۔ اور اپنے لکچروں کے دوران میں مسٹر ڈین صاحب کے اس نئے اتحادی طریقۂ تعلیم کو مبارکبادی دی۔ دیہات سدھار کے عملی طریقوں اور دیہاتیوں کی حقیقی رہنمائی اور دیہاتی لڑکے اور لڑکیوں کو محنتی اور سرکار عالیہ کی وفادار رعایا بنانے کے لئے صاحب موصوف نے تعلیم کے اصلی اغراض کو ضلع ہذا میں جو جو عملی جامہ پہنایا ہے وہ ان کی محنت۔ رات دن کی کوشش اور اپنے کام میں مسیحانہ وفاداری کا خود ثبوت ہے۔ ضلع ہذا کی سب پبلک کی دلی خواہش و دعا ہے کہ خدائے جلیل ایسے جفاکش کارکن کو تن دہی و سرتوڑ محنت کے صلہ میں جزائے خیر کا تاج مرحمت فرمائے اور فرماتا رہے۔ آمین۔

(ایک کرسی نشین)

آہ منشی کنھیا لال جی کیمبلپور یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ فخر قوم منشی کنھیا لال جی ونگ ساکن پنڈی گھیب ضلع اٹک ۸۸ برس کی عمر میں اپنے وطن میں ۲۷ نومبر ۳۵ء کو ۴½ بجے صبح بتقضائے الٰہی سرگباش ہوگئے۔ آپ کا انتقال ہزارہا ناظرین رسالہ کے لئے عمومًا اور ضلع راولپنڈی و اٹک کے لئے خصوصًا ایک ناقابل تلافی نقصان

ہے۔ ہمیں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ خداوند تعالےٰ مرحوم کی روح کو شانتی عطا فرمائے ؛

مرحوم مڈل سکول سکھو۔ ادھوال۔ پنڈی گھیپ وغیرہ میں زمانہ تک بعہدہ ہیڈ ماسٹر متمائز رہے۔ آپ کو رفاہِ عام کے کاموں میں خاص شغف تھا۔ آپ دورانِ ملازمت میں جہاں کہیں متعین رہے ہے اس علاقہ کے لوگ آپ کے گرویدہ رہے ہے۔ آپ نے اپنا وقت نہایت عزّت وشان کے ساتھ گذارا ؛

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ زمانہ تعطیلات میں دور دور سے آپ کے مداح آپ کے دیدار کو آتے تھے اور آپ کی ملاقات سے مستفیض ہوکر جاتے تھے۔ آپ مرنجاں مرنج انسان تھے۔ اپنے شاگردوں کی بہبودی وفلاح میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ قدرت نے بڑی فیاضی سے آپ کو ہمہ صفات متصف کیا تھا۔ آپ نے رفاہ عام کے لئے کئی جگہ چاہ وتالاب بنوائے ؛

آپ بہت سی مفید کتابوں کے مولف اور مصنف بھی تھے۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں :۔

مفید الحساب۔ مفید اللطائف۔ مفید اللغات۔ مخزن التشریح وغیرہ وغیرہ ؛

مرحوم کی یادگار آپ کے بڑے صاحبزادہ لالہ سکھراج جی وگ ہیں۔ خدا انہیں زندہ وسلامت رکھے۔ میں تو ان کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں اور اپنے باپ کی طرح ان کی عزت کرتا ہوں۔ لالہ جی ماشاءاللہ صاحب اولاد ہیں آپ کے عادات واخلاق اپنے والد بزرگوار کی طرح نیک ہیں ؛

آخر میں پھر دعا کرتا ہوں کہ لالہ جی مرحوم کو اللہ پاک جوار رحمت میں جگہ دے اور متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے آمین ؛

(راقم غمگین جگت سنگھ)

سکاؤٹ ماسٹرز ٹریننگ کیمپ پٹیالہ

جناب لالہ راجمیداس صاحب ملہوترہ بی۔ اے آرگنائزنگ کمشنر بوائے سکاؤٹ ایسوسی ایشن پٹیالہ تحریر فرماتے ہیں کہ

تاریخ ۲۴ نومبر ۱۹۳۵ء چار بجے شام کو سٹیٹ کے سکاؤٹ ماسٹروں کی رسم حلف دہی کا جلسہ بعد اختتام ٹریننگ بمو ہندر نگر (پٹیالہ) میں زیر سرپرستی ہز ہائینس سری یوراج صاحب بہادر سٹیٹ سکاؤٹ کمشنر منعقد ہوا۔ اور مسٹر ایچ۔ ڈبلیو ہاگ۔ او۔ بی۔ ای پروونشل سکرٹری بوائے سکاؤٹ ایسوسی ایشن پنجاب نے رسم مذکورہ کو ادا کیا۔ اور اپنی موجودگی سے اس ٹریننگ کے مدعا کو پورا کیا ؛

جلسہ ہذا میں عالیجناب صاحب وزیر تعلیم ودیگر معزز امراء وزراء اور عمائد شہر تشریف فرما تھے۔ ایک نہایت ہی دلچسپ پروگرام عمل میں لایا گیا۔ جس میں سکاؤٹ گیمز۔ گتکا۔ ڈرل بذریعہ گراموفون وغیرہ وغیرہ کرتب دکھائے گئے۔ جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ سکاؤٹ ماسٹر صاحبان مع اہلکاران ریاست کا فوٹو بھی لیا گیا ؛

جناب چیف انسپکٹر صاحب آف سکولز سردار بھگوان سنگھ ایم اے۔ ایل ایل بی اسسٹنٹ سٹیٹ سکاؤٹ کمشنر نے ایسوسی ایشن کی جانب سے جملہ معززین کا عام طور پر اور مسٹر ہاگ موصوف کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ بعدہٗ مسٹر ہاگ نے سکاؤٹ تحریک پر ایک پُراثر تقریر کی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے چند اصول اور تجاویز بیان فرمائیں ؛

رسم کا اختتام ہز ہائینس سری ۱۰۸ مہاراجہ دھراج مہندر بہادر چیف سکاؤٹ اور ہز ہائینس سری یوراج صاحب بہادر سٹیٹ کمشنر کی تھری چیئرز پر ہوا ؛

امتحان ورنیکلر فائنل کی نئی سکیم

خداوند کریم کے فضل سے محکمہ نے اپنی مرضی سے یہ نئی سکیم اس خیال سے کہ وہ منظور نظر ہوگی اور مقبول عام۔ ۵ امارات کئے

گلے ٹھونسی لیکن ذرا اِدھر توجہ فرمائیں ÷

۱۔ اس سال فائینل کے امتحان میں مضامین کی یہ صورت ہوگی۔ اردو[1]۔ حساب[2]۔ تاریخ جغرافیہ[3]۔ ابتدائی سائینس[4]۔ شہریت[5] اور حفظ صحت۔ فارسی۔ ماسوائے فارسی کے سب لازمی (نمعلوم فارسی نے کیا قصور کیا؟)

۲۔ ابتدائی سائینس جسکو عام طور پر گذشتہ سالوں میں اختیاری سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا تھا۔ کیونکہ تمام سکولوں میں سامان سائنس ندارد۔ بلکہ میں تو یقینی طور پر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ضلع میں متواتر چھ سال سے ایک پائی کا سامان سائنس بھی نہیں دیا گیا۔ بلکہ تخفیف کے زمانہ سے پہلے موازی آٹھ آنہ کنٹنجنٹ سائینس کے ملا کرتے تھے ۹۹۔ زمین۔ آلات بیل اور کنٹنجنٹ تو کجا۔ ایسے مڈل سکول بھی ہیں جن کے کمرے صرف دو ہیں۔ وہ زراعت کی تیاری کہاں سے کرینگے۔ سامان کا پہلے لکھ چکا ہوں، اور لطف یہ کہ تیاری میں صرف چند ماہ۔ یعنی ۴ سال کا کورس صرف چند ماہ میں تیار کرنا ہوگا۔ اس مدت میں تو سکیم کا پتہ بھی نہیں لگ سکتا۔ دفتر کے ساتھ خط و کتابت رہی۔ اسی ماہ میں خبر آئی کہ جو سکیم اینگلو ورنیکلر سکولوں کے لئے ہے وہی ورنیکلر سکولوں کے لئے ہے۔ ابھی تک سکیم کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے خاموشی رہی۔ اور کتاب بھی ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی ÷

۳۔ شہریت اور حفظ صحت۔ شہریت کے تین حصے۔ (۱) سکاؤٹنگ۔ (۲) سوکس۔ (۳) حفظ صحت۔ پہلا اور دوسرا حصہ ورنیکلر مدرسین کے لئے بالکل نیا ہے۔ اور عام طور پر نوجوان ایس۔ وی مدرس اس سے ناآشنا۔۔۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان عموماً اردو۔ حساب اور تاریخ جغرافیہ کے مضامین خود لیتے ہیں۔ اور لینگے۔ اگر وہ سوکس سے قدرے آشنا ہیں۔ تو توجہ نہ دینگے۔ سکاؤٹنگ سے تو ہمیشہ بے پرواہی رہا ہے۔ اور پھر چار سالہ سکیم صرف چند ماہ میں۔۔۔ یقیناً ان دو مضامین میں اس سال طلبہ امتحان فائینل کو سخت دشواری کا سامنا ہوگا ÷

۴۔ کاروباری زندگی کے لحاظ سے ایک اَن پڑھ دکاندار بہت جلدی حساب کر لیتا ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ طبقہ منہ دیکھتا رہ جاتا ہے صرف زبانی حساب کا پرچہ تھا جس سے طلبہ کو کچھ واقفیت ہوتی تھی۔ لیکن زبانی حساب کا پرچہ ہی اڑا دیا گیا ہے۔ اس لئے اس سال طلبہ کا حساب میں فیل ہونا ضروری اور یقینی ہے۔ پہلے ہی دیہات میں تعلیم کا شوق کم ہے۔ اور میں اپنے ضلع کا صحیح اندازہ لگا کر لکھ رہا ہوں کہ تمام طلبہ صرف چھ جماعتوں تک مشکل سے تعلیم پاتے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ ملازمت کا دروازہ بند ہے۔ عوام کیلئے داخلہ کا ادا کرنا بھی مشکل ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہاں اچھے سے اچھے سکولوں میں دولتمند لوگوں نے بھی داخلہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ کوئی بھی ہیڈ ماسٹر ایسا نہیں جس نے اس سال یا دو تین سال پہلے کافی مقدار میں داخلہ کی رقم اپنی جیب سے یا ماتحت مدرسین کی جیبوں سے حاصل کر کے ادا نہ کی ہو۔ جب یہ نتیجہ نظر آ رہا ہے تو آئندہ بھی یہ رَو اس حد تک پہنچیگی اور ترقی کریگی کہ داخلہ ادا کرنے کے باوجود بھی لڑکے داخل نہ ہونگے۔ کیونکہ وہ ایک سال اور بھی اپنی عمر کو ضائع کرنا خیال کرتے ہیں۔ اسلئے عرض ہے کہ محکمہ اس طرف غور کرے جبتک کتب۔ سامان سائنس اور سامانِ زراعت مہیا نہ ہو جائے۔ اس سکیم کا اجرا نہ ہو اگر اسی طرح سے یہ سکیم انگریزی سکولوں میں اَنج ہوتی تو اخبارات میں شور مچ جاتا اور سکیم کچھ سے کچھ ہو جاتی لیکن دیہاتی مدرسین اور دیہاتی لوگوں کی طرف سے بالکل بے پرواہی ہے حالانکہ آبادی کا اکثر حصہ دیہات میں ہے ÷

(پنڈت تارا چند ہیڈ ماسٹر مڈل سکول مٹھے والی ضلع ڈیرہ غازیخاں)

ریویو

ذوقیات ابن الاسد خواجہ فیض محمد صاحب فیض لودھیانوی منشی فاضل کا تازہ مجموعہ کلام ذوقیات کے نام سے حال میں شائع ہوا ہے۔ اس سے پیشتر فیض صاحب نے ایک مختصر مجموعہ کلام فیضیات کے نام سے شائع کیا تھا۔ ذوقیات کی ضخامت ۳۲ صفحہ کی ہے۔ کاغذ اور کتابت وطباعت میں حرف گیری کی گنجائش نہیں۔ قیمت صرف دو آنہ ہے۔ اس مختصر مجموعہ میں ۲۷ غزلیات ہیں۔ جو ۲۷ صفحات میں لکھوائی گئی ہیں۔ غزلیات میں زمانہ حال کا مذاقِ سخن پورے طور پر نمایاں ہے۔ رنگِ قدیم کی عریانی کہیں نظر نہیں آتی۔ فیض صاحب کی خوش بیانی اور بے تکلفانہ اندازِ بیان ہر غزل میں دادطلب ہے۔ بہت سے اشعار ایسے ہیں۔ جو معجز نگاری کی جان اور نغز گفتاری کا ایمان ہیں۔ مثلاً ؎

صبر کی انتہا دکھائی ہے۔ جبر کی ابتدا کرے کوئی
اس ستمگر نے ہاتھ کاٹ دئے کس طرح اب دعا کرے کوئی

؎

بدنامی میں نام کیا ہے۔ دیکھو میں نے کام کیا ہے
آخر اُس نے رنج سہے ہیں جس نے کچھ آرام کیا ہے
میری امیدوں کا اکثر۔ یاس نے قتلِ عام کیا ہے
صدقے تیری شانِ کرم کے فیض کو کیوں ناکام کیا ہے

ان خوبیوں کے علاوہ یہ خصوصیت بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ ہر غزل میں ایک دو شعر ایسے موجود ہیں۔ جن میں ملکی اور قومی جذبات نمایاں ہیں۔ لطف یہ ہے۔ کہ اس قسم کے اشعار میں بھی تغزل کا انداز برقرار رکھا گیا ہے۔ مثلاً ؎

ربطِ باہم پہ ہے موقوف نظامِ دُنیا
خاک کے ذرّوں سے ہوتے ہیں بیاباں پیدا

؎

سرِ شوریدہ میں سودا ہے ملت کی محبت کا
وطن کے عشق میں گھلتی ہے جانِ ناتواں میری
ہمیشہ میرے گلشن میں تباہی رہ نہیں سکتی
بدل جائیگی آخر موسمِ گل میں خزاں میری
کسی دن میرا نالہ قصرِ گیتی کو ہلا دے گا
کسی دن چیر دیگی سقفِ گردوں کو فغاں میری

؎

اگر دنیا سے استبداد کی شورش مٹانی ہے
تو بازو میں سکت افسردہ دل میں جان پیدا کر

کتابت میں اہتمام بلیغ کے باوجود بعض فروگذاشتیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً نہ بیٹھے کی جگہ نہ بھائیے چھپا ہوا ہے لیکن اس قسم کی غلطیاں دو چار سے زیادہ نہ ہونگی۔ دو تین جگہ متروکات کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ مثلاً واعظا کا الف ندا۔ کیونکر بسر کریگا کی جگہ کیسے بسر کریگا۔ لیکن ان جزوی باتوں سے اس مجموعہ کلام کی داد دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ ہم فیض صاحب کو ذوقیات کی اشاعت پر مبارکباد کہتے ہیں۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:-

خان محمد سرور خاں منیجر دی نیولائٹ بک ڈپو۔ مزنگ۔ لاہور ؛

(جوش ملسیانی مدیر حصہ نظم و شعبہ ادبیات)

اچھی باتیں

۱۔ کامیاب شخص وہی ہے۔ جو اپنے اخراجات سے زیادہ آمدنی پیدا کرتا ہے ؛
۲۔ روپیہ قرض لینا اپنے واسطے خاوند پیدا کرنا ہے ؛
۳۔ روپیہ قرض دینا اپنے واسطے ملک الموت پیدا کرنا ہے ؛

ریویوز

ہفتہ وار اخبار "گلفروش" نواب گنج دہلی "رہنمائے تعلیم" کے حلقہ میں یہ خبر نہایت مسرت سے سُنی جائے گی کہ "رہنمائے تعلیم" کے سرگرم قلمی معاون جناب سیّد محمود صاحب مورخ بی اے کی نگرانی میں دہلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "گلفروش" کے نام سے جاری ہوا ہے۔ مورخ صاحب کہنہ مشق اخبار نویس ہیں۔ اس لئے حسب توقع اخبار "گلفروش" بہترین اور نہایت دلچسپ مضامین و افسانوں سے آراستہ ہوا ہے۔ اخبار میں متعدد کارٹون اور تصاویر ہیں۔ اردو دنیا کے چوٹی کے ادیبوں کے مضامین شائع ہوتے ہیں ہمیں "گلفروش" کا مستقبل بہت شاندار معلوم ہوتا ہے۔ اگر ناظرین "رہنمائے تعلیم" ایک نہایت دلچسپ اور بلند معیار کا اخبار ارزاں قیمت پر پڑھنا چاہیں تو بلاتوقف فوراً اپنی درخواست بھیجدیں "گلفروش" کی سالانہ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے ہے جو اس کی ظاہری و معنوی خوبیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اخبار $\frac{29 \times 22}{4}$ سائز کے ۲۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔ ٹائیٹل مصوّر اور نہایت دیدہ زیب ہے ہم ناظرین "رہنمائے تعلیم" سے ضرور سفارش کرینگے کہ "اخبار گلفروش" کے خریدار بن جائیں۔

مرآۃ الصرف اردو یہ اردو صرف کا ایک مکمل چارٹ ہے۔ اور مڈل اور ہائی کلاسز کے طلبا کے لئے یکساں مفید۔ اسمیں خوبی یہ ہے کہ تمام کلمات کا باہمی تعلق شجرے کی صورت میں واضح کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک کلمہ کے ساتھ ساتھ تعریف اور مثالیں بھی درج کر دی ہیں جس سے آنِ واحد میں تمام صرف اردو آئینہ ہو جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ چارٹ اساتذہ کے کام میں بھی بہت کچھ آسانیاں پیدا کرنے والا ہے۔ اس سے اردو گرامر سکھلانے میں وہی کام لیا جا سکتا ہے جو جغرافیہ پڑھانے میں نقشہ سے کام لیا جاتا ہے۔ ایسے مفید چارٹ کا ہر ایک اردو خوان طالب علم کے پاس ہونا ضروری ہے۔ چارٹ کا کاغذ اعلےٰ۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔

جفتی دار چارٹ کی قیمت ۲؍ اور بلا جفتی چارٹ کی قیمت ۱؍ ہے۔ زیادہ تعداد میں خریدنے والوں کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ شیرازی برادرز۔ سٹیشنرز اینڈ کمیشن ایجنٹس۔ سید مٹھا بازار۔ لاہور

پیام تعلیم یہ رسالہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کیطرف سے عرصہ ۹ سال سے باقاعدہ جاری ہے آسان زبان اور دلچسپ انداز بیان میں بچوں کیلئے مفید معلومات فراہم کرتا ہے ہر ماہ بلاک کی متعدد تصاویر بھی چھاپی جاتی ہیں اور اس امر کی پوری کوشش کیجاتی ہے کہ باتوں باتوں میں بچے بہت سی معلومات حاصل کر لیں۔ حال ہی میں اس رسالہ کا سالگرہ نمبر شائع ہوا ہے جس کا حجم ۱۳۶ صفحے ہے اور متعدد بلاک کی تصویروں اور نہایت عمدہ مضامین سے اسے آراستہ کیا گیا ہے اسمیں تاریخ کی باتیں بھی ہیں اخلاقی مضامین بھی اور ایسے مضامین بھی موجود ہیں جن سے بچوں کے دل میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جوش اور ولولہ پیدا ہو علاوہ ازیں اچھی اچھی اور مزیدار کہانیاں ہیں جو بچوں کی دلچسپی کا سامان پیدا کرتی ہیں غرضیکہ عمدہ عمدہ مضامین نظموں معموں، بلاک کی رنگدار تصاویر اور رنگ بھرنے کی تصاویر نے رسالہ کی خوبیوں کو چار چاند لگا دیئے ہیں ہم ناظرین سے بزور سفارش کرتے ہیں کہ اس نادر و مفید رسالہ کو ضرور اپنے نام جاری کرائیں اور اپنے بچوں کی حقیقی طور پر رہنمائی کا موجب ہوں۔ سالانہ چندہ سالگرہ نمبر پر کہیں بھی درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: "مینیجر صاحب پیام تعلیم مکتبہ جامعہ دہلی"

جدید شہریت و حفظان صحت کتاب زیر ریویو محکمہ تعلیم کے جدید سلیبس کے مطابق امتحان ورنیکلر فائینل ۱۹۳۶ء و مابعد کے لئے لکھی گئی ہے۔ سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کتاب کی تیاری میں کافی تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے حصہ اول میں شہریت پر بحث کی گئی ہے۔ شہریت کی تاریخ اور تدریجی ترقیاں، اصناف حکومت نیز سنٹرل اور صوبجاتی حکومتوں پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے انگریزی اقتدار کے ماتحت انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء تک تمام قابل ذکر اصلاحات کا دلنشیں پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

حصہ دوم میں حفظان صحت پر بحث کی گئی ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی ہر انسان کو ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں کتاب مذکور نہ صرف طلبائے سکول کیلئے مفید ہے بلکہ ہر پڑھے لکھے گھرانے میں موجود رہنے کے قابل ہے۔ حجم ۲۴۴ صفحہ طباعت دیدہ زیب۔ قیمت ۹؍

ملنے کا پتہ: [illegible]

مڈل سکول جغرافیہ کہ ہم نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا۔ یہ کتاب ورنیکلر فائینل اور مڈل سکول امتحان کے امیدواران کی ضروریات کو نہایت عمدگی سے پورا کرتی ہے۔ اس میں محکمہ تعلیم کے منظور کردہ جدید سلیبس کے مطابق جغرافیہ کے متعلق تمام واقفیت سوال جواب کے طرز پر دی گئی ہے۔ کتاب اپنے نفس مضمون۔ طباعت اور کاغذ کی عمدگی کے لحاظ سے بہترین ہے ہم ورنیکلر فائینل اور مڈل سکول امتحان کے تمام امیدواروں سے اس کتاب کے مطالعہ کی بزور سفارش کرتے ہیں۔ قیمت ۱۰/

ملنے کا پتہ:۔ دیو یداس جانکی داس تاجران کتب موہن لال روڈ لاہور

نہایت ضروری اطلاع

مندرجہ ذیل خریدار اصحاب اپنی اپنی ذمگی رقوم دفتر ہذا میں فوراً بھیجکر ممنون فرمائیں۔ تاکہ ان کا حساب درج رجسٹر کیا جاسکے۔ ورنہ جس قدر چندے ان کے وصول ہیں ان کے مطابق جاری رکھنے کے بعد رسالہ کی ترسیل ان کے نام سے بند کی جائے گی۔ (مینیجر)

نام سکول	نمبر خریداری		رقم بقایا
باسں	۱۴۳۰۳		عہ/
بھوپال والہ	۱۴۳۰۵		عہ/
دھرم کوٹ رندھاوا	۱۴۳۰۱		عہ/
سیدوالہ	۱۳۹۳۸		عہ/
خانخاناں	۱۴۰۸۷		عہ/
دولتا نگر	۱۳۹۰۰	وصول شدہ	عہ/
گٹالہ	۱۳۸۷۸		عہ/
سرجن پور	۱۴۳۳۱		عہ/
کھنڈیاں	۱۴۳۳۰		عہ/
جموں کنٹ	۱۴۳۲۹		عہ/
کلوبہ	۱۴۳۳۲		عہ/
باغبانپورہ	۱۳۴۷۰		عہ/
بلب گڑھ	۸۱۷۷		عہ/
ہریا	۱۳۹۰۵		عاً/
نتھووال	۱۳۵۴۸		عہ/
راجوآنہ کلاں	۱۴۱۹۶		عہ

نام سکول	نمبر خریداری		رقم بقایا
مٹور	۱۴۳۲۸		عاً/
بھاگووال	۱۴۱۰۶		عہ/
لوئیاں	۱۴۱۹۱		عہ/
مراڑہ	۱۴۱۱۲		عہ/
سانگلہ ہل	۱۴۲۰۱		عاً/
جوکانویں	۱۴۲۲۳		عہ/
شیخوپورہ (کپورتھلہ)	۱۴۵۵۸		عہ/
کلانور	۱۱۴۹۵		عہ/
چک ۲۵۲ رکھ	۱۱۹۰۱		لہ/
شکوہ آباد	۱۴۱۲۹		عہ/
ریواڑی	۱۱۹۴۸		عہ/
پکا آنہ	۱۳۸۱۵	وصول شدہ	عہ/
پاتھری	۱۳۱۴۲		عہ/
جاتنگ پور	۱۳۸۲۰		عہ/
اجمیر	نمبر خریداری سے بھی مطلع کریں		عہ/

(نوٹ) علاوہ ازیں ریڈ کراس نمبر کا بقایا ایک ایک روپیہ جن جن اصحاب کے ذمہ باقی ہے۔ وہ بھی جلد بھیجکر ممنون فرماویں۔ (مینیجر)

ایک غلطی کی تصحیح:۔

رسالہ رہنمائے تعلیم بابت ماہ نومبر ۱۹۳۵ء کے صفحہ نمبر ۱۱۳ پر سردار [illegible] سنگھ صاحب [illegible] کی مبارکباد میں سردار صاحب موصوف کا نام [illegible] غلطی سے [illegible] لکھا گیا ہے۔ ناظرین [illegible] افسوس کتابت کی غلطی [illegible] سردار صاحب [illegible] معاف فرمائیں [illegible] عرض کرنا پڑتا ہے [illegible] (ایڈیٹر)

دورِ جدید　　　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۶　　　　بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء

گلدستۂ اطفال
یعنی
ضمیمہ رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

سالانہ چندہ ۱۲
فی پرچہ ۲

اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ مسٹر پریم چند سپاٹو ی

نمبر ۱۲	بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء	جلد ۱۶

عزیز بچو!

تم نے گلدستۂ اطفال کا "جوبلی نمبر" نہ دیکھا ہو تو آج ہی ۴/ کے ٹکٹ لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔ تاکہ یہ نادر اور باتصویر تحفہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ آپ اس دلچسپ اور عمدہ عمدہ کہانیوں لطیفوں اور دیگر مضامین کے مجموعہ سے بیحد خوش ہونگے ÷

مینجر رہنمائے تعلیم رام گلی لاہور ۵۵

دلچسپ معلومات

دُنیا کا سب سے بڑا گھنٹہ یہ گھنٹہ شہر ماسکو میں ہے۔ اس کا وزن ایک ہزار سات سَو چھپن من ہے۔ بلندی ۲۱ فٹ اور نیچے کا گھیر ۶۸ فٹ۔ یہ گھنٹہ اپنی حیران کن جسامت کی وجہ سے آج تک لٹکایا نہیں گیا۔ اور ایک کلیسا میں سیاحوں کے لئے باعثِ حیرت بنا ہوا ہے۔

سانپ کو کاٹ کر اپنی جان بچالی جنوبی ہند

کی اطلاع ہے۔ کہ ایک سنتھال چوکی دار کو رات کے وقت ایک کالے ناگ نے ڈس لیا۔ چوکی دار کو بہت غصہ آیا اُس نے ناگ کو پکڑ کر اس کا سر چبا ڈالا۔ سانپ مر گیا۔ مگر حیرانی کی بات ہے کہ سنتھال کے جسم سے زہر کا اثر بالکل کافور ہو گیا۔ اور زہر کی کوئی علامت باقی نہ رہی۔ بلکہ بغیر دوا کے وہ اچھا ہو گیا۔

مسٹر خدا بخش کشمیری آج کل لنڈن میں عجیب و غریب کرتب دکھا رہا ہے۔ وہ ننگے پاؤں آگ پر چلتا ہے۔ اور دانتوں سے موٹروں کو روک لیتا ہے۔

اسی طرح ایک اور کاشمیری نوجوان ہے۔ جو اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیتا ہے اور کتاب لے کر اُسے بخوبی پڑھ کر سُناتا ہے۔ اسی حالت میں وہ تاش بھی کھیلتا ہے اور جہاں چاہو وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔

ہوائی جہاز سے تصویر اس وقت تک ہوائی جہازوں سے تصویر کشی کے لئے ضروری تھا۔ کہ ایک خاص فاصلہ قائم رکھا جائے لیکن ایک ماہر نے اس مشکل کو بھی حل کر دیا ہے۔ ہر بلندی سے چھوٹے سے چھوٹے مقامات کی تصویر لی جا سکتی ہے اس کے ساتھ ہی اس کا شیشۂ تصویر پانچ ہی سیکنڈ میں بدلتا جاتا ہے۔ اور اس طرح مسلسل تصاویر بھی لی جا سکتی ہیں۔

ریشم تیار کرنے والی مچھلی بحر روم میں ایک قسم کی مچھلی کا پتہ چلا ہے جو بہترین ریشم کا سُوت تیار کرتی ہے۔ اس کا ایک سُوت تقریباً ۶ میل لمبا ہوتا ہے۔ اور اس کے وزن کا یہ حال ہے کہ اتنا لمبا سُوت ایک گرین سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس سے جو چیزیں بنائی جاتی ہیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بہت نرم خوشنما اور دیرپا ہوتی ہیں۔ یہ مچھلیاں اپنی جگہیں اکثر بدلتی رہتی ہیں۔ لیکن ہر جگہ ریشم کی ایک کافی مقدار چھوڑ جاتی ہیں۔

ٹوڈے
یعنی
آج

(ماخوذ بائی ٹامس کارلائل از پارکن سن پوئٹری میٹرک کورس)

یہ نیا دن جو دیکھتے ہو آج　　کل نہ دیکھو گے اس کو ہے جو آج
کیا اسے مفت میں گنوا دو گے　　اس سے لینا ہے کام لے لو آج
آج سے پہلے یہ نہ آیا تھا　　کل نہ دیکھو گے ہم سے سُن لو آج
پھر یہ دن لوٹ کر نہ آئیگا　　کل کی اُمید میں نہ کھو دو آج
خواب غفلت میں سوؤ گے کبتک　　چونکنا ہے تو دیکھو چونکو آج

آج کا کام کل پہ کیوں چھوڑو
جو بھی کرنا ہے تم کو کر لو آج

نوٹ:۔ "انگریزی نظم کا آزاد ترجمہ۔ ردیف قافیہ کی پابندی میں"　　(غلام محی الدین مائل انبالہ)

لطیفہ

کسی شخص نے دفتر میں چپڑاسی کی جگہ کے لئے درخواست کی۔

منیجر نے امتحاناً پوچھا اگر تمہیں دو سَو روپے دیئے جائیں تو بھاگ تو نہیں جاؤ گے؟

اُمیدوار ملازمت۔ حضور کیا میں بے وقوف ہوں؟ جو اتنی لمبی تنخواہ چھوڑ کر بھاگ جاؤنگا۔ دو سَو روپے تو میری سات پشت میں بھی کسی کو نہیں ملے تھے۔　　(ایچ آئی مومن)

انسان کام سے امیر اور شریف ہوتا ہے

(از جناب میاں سلطان احمد صاحب وجودی)

ایک دن ایک جنگل میں شام کے وقت بہت سے پروانے مل کر بیٹھے تھے کہ ایک اک کا ٹڈا بھی پھرتا پھراتا وہاں آ گیا۔ اُس نے دل میں سوچا کہ میں نیچ ذات ٹڈا ہوں۔ اگر یہ شریف پروانے مجھے اپنی قوم میں ملالیں تو بہت اچھا ہو۔ یہ سوچ کر اُس نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

دوستو! میرے بھائیو! مجھے تم سے بہت محبت ہے۔ مجھے تم اپنے ساتھ ملالو۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھو میں ہر ایک امتحان کے لئے حاضر ہوں۔

یہ سُن کر اُن میں سے ایک بڈھا پروانہ بولا "بھئی اک کے ٹڈے! ذرا شہر میں جا کر دیکھ آ کہ چراغ جل رہے ہیں یا گھُپ اندھیرا ہے"۔

اک کا ٹڈا بھاگا ہوا گیا اور تھوڑی دیر بعد آ کر کہا "شہر میں چراغ جل رہے ہیں اور ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہے"۔

بڈھے پروانے نے کہا۔

"اک کے ٹڈے! تو ہم میں ملنے کے قابل نہیں شمع کو دیکھا اور واپس آ گیا لازم تھا کہ وہیں قربان ہو جاتا"

یہ سنکر اک کا ٹڈا بہت شرمندہ ہوا۔ اور گھر کو چلا۔ ایک جگنو یہ واقع دیکھ رہا تھا اُس نے کہا۔

"ٹڈے شرمندہ نہ ہو۔ غریب کو چاہئے کہ امیروں کی صحبت میں نہ بیٹھے۔ اِنسان کام سے امیر اور شریف ہوتا ہے۔ نام سے امیر اور شریف نہیں ہو جاتا"

خدا کی مرضی

(طاہر غلام ناصر خاں طاہر بی۔ اے (فائنل) گورنمنٹ کالج لاہور)

ہاں ۔۔۔۔! یہ کیا بیوقوفی ۔۔۔۔! اِدھر ہم نے ہیں بوا عرف دادی جان کا نام لیا اور اُدھر تم نے ہنسنا شروع کیا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ کیا دادی جان کو جُوں چوں کا مربہ سمجھ لیا ہے یاد ہو از قہقہہ۔ کہ کسی نے ان کا نام لیا۔ اور تم نے ہی ہی ہی۔۔۔ ہا ہا ہا شروع کر دیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ اگر دادی جان کو معلوم ہو گیا۔ تو قبر تک بھی پیچھا نہیں چھوڑینگی۔ اور کہانیوں کا تو اس طرح بائیکاٹ ہو جائیگا جس طرح بعض ہندوستانیوں نے بدیشی مال کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ پھر خود ہی روؤ گے پچھتاؤ گے۔ دادی جان کی منتیں خوشامدیں کروگے۔ جب دادی جان کا نام لینے سے تم سے ہنسی ضبط نہیں ہو سکتی تو معلوم دادی جان کے کارنامے سُن کر تمہاری کیا حالت ہو گی بس لوٹن کبوتر بن جاؤ گے۔

پچھلی گرمیوں کی چھٹیوں میں جب میں اپنے شہر رامپور گیا تو اُس زمانے میں بارش ہو رہی تھی خیر تو اسٹیشن پر اُتر کر ہم ٹانگے میں بیٹھے۔ اور گھر کو چل دیئے۔ کوئی آدھے راستے گئے ہونگے کہ دُور سے دھم دھم کی آواز آنے لگی۔ آگے چلنے پر معلوم ہُوا کہ دادی جان بڑی تیز آ رہی ہیں۔ بس اِن کو دیکھتے ہی جان سَن سے نکل گئی دل میں کہا خدا خیر کرے آج صبح صبح دادی جان کے درشن ہوئے ہیں۔ اتنے میں دادی جان نزدیک آ گئیں اور ہم نے انہیں آواز دی لیکن دادی جان اتنی تیز جا رہی تھیں۔ جیسے پہاڑ پر سے ریل اُترتی ہو یا جیسے انجن میں چابی بھر کر چھوڑ دو۔ ہم بہتیرا چیختے رہے" اجی دادی جان۔ اجی حضت (حضرت) ذرا ہماری ایک بات تو سُن لو" مگر دادی کے کان پر جُوں تک نہیں رینگی۔ وہ اُسی رفتار سے چلی جا رہی تھیں کہ خدا جھوٹ نہ بلوائے اس وقت تو ان کی رفتار چالیس میل فی گھنٹہ سے کم نہ ہو گی بس اس وقت یہ حال تھا کہ نہ سُدھ بُدھ کی لی نہ بُدھ سُدھ کی لی۔ نکل گھر سے جنگل کی راہ لی۔ ایک مرتبہ پھر ہم نے پُکارا" اماں بھئی ۔۔۔۔ دادی جان ۔۔۔۔ اجی دادی جان ہوت ۔۔۔ واللہ ہماری ایک بات تو سُن لو" مگر دادی جان نے اپنی رفتار ہی کم نہ کی۔ ہاں ایک مرتبہ تانگے کو دیکھا تو۔ لیکن پھر مُسکرا کر نظر پھیر لی۔ اور سیدھی چلی گئیں۔ تانگے والے نے کہا" جناب آپ کس کو پکار رہے ہیں یہ تو پاگل عورت ہے۔

اُف تانگے والے کا اس قدر کہنا تھا کہ دادی جان جو بیس(۲) قدم آگے نکل گئی تھیں۔ ایک دم پلٹ پڑیں۔ اور بولیں" کیا کہا؟ کون پاگل ہے؟ کیا میں؟ اچھا ٹھہر تو جا" یہ کہہ کر تانگے والے کی طرف لپکیں۔ اِدھر تانگے والے نے گھوڑے کو چابک دیا۔ اب دادی جان کی اور تانگے کی دوڑ ہو رہی تھی۔ میں نے تانگے کو رُکوا لیا۔ دادی بھی نزدیک آ گئی تھیں۔ ڈنڈا اُٹھا کر تانگے والے پہ جھپٹیں۔ لیکن وہ تانگے سے کود کر بھاگا۔ دادی بھی اس کے پیچھے بھاگنے والی

تھیں کہ میں نے پکڑ لیا۔" اجی اب تو بات بھی نہیں کرتیں"۔ میں نے دادی سے کہا۔ دادی بجائے میری بات کا جواب دینے کے کہنے لگیں" ذری بتانا تو کیا وقت ہوگا"۔ میں نے گھڑی دیکھ کر کہا "ساڑھے دس بجے ہیں"۔ بولیں" بس مجھے جانے دو۔ آج میری دعوت ہے دیر ہو جائے گی۔ میرا بُلاوا ہے"۔ میں نے دل میں کہا" جی ہاں جیسا آپ کا بُلاوا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں"۔ (دادی جان کی دعوت کے متعلق ہم کبھی پھر لکھینگے) دادی جان سے میں نے کہا۔ "اچھا دعوت کھا کر رات کو ضرور آنا۔ کہانی سُنینگے" دادی "ضرور آؤنگی" کہہ کر پھر روانہ ہوگئیں۔

اب تانگے والا بھی واپس آگیا تھا۔ اور ہم پھر چلے۔ کچھ دُور چل کر گھوڑا اِک دم ڈر گیا۔ اور جو بدکا۔ تو بس ہم نیچے اور تانگہ اوپر۔ دل میں کہا" ہم تو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی حادثہ پیش آئیگا۔ صبح صبح دادی جان کے جو دیدار ہوگئے۔ بس صحیح سلامت گھر پہنچنا مشکل ہے"۔ خُدا خُدا کر کے گھر پہنچے۔ رات کو دادی جان آئیں "کہئے دعوت کھا آئیں؟" میں نے پوچھا" کیا کیا ملا؟"

دادی جان پیٹ پر ہاتھ پھیر کر بولیں" آج بہت ہی مزہ کی دعوت تھی۔ تنور کی روٹی تھی۔ دو رنگ کا سالن تھا۔ پلاؤ۔ زردہ اور فیرینی تھی۔ مگر آج معلوم کیوں مجھے بھوک ہی نہیں۔ اپنی خوراک سے نصف کھا سکی۔ صرف دو روٹیاں تنور کی۔ دو رکابیاں پلاؤ۔ دو رکابیاں زردہ اور تین پیالے فیرینی کے کھا سکی۔ بیگم بیچاری نے کہا بھی کہ آج تم کچھ اوپرے دل سے کھا رہی ہو۔ میں نے جواب دیا ہاں بہن صرف اس وجہ سے چلی آئی کہ تمہیں شکایت نہ ہو اور . . . . .

"اچھا اب دعوت کی باتیں ختم کرو اور کہانی کہو"۔

"بیٹا تُو تو اتنا بڑا ہو کر بچوں کی طرح پیچھے پڑتا ہے۔ اچھا لے سُن"۔ دادی بولیں اور کہانی شروع کی۔

"بیٹا یاد رکھو کہ خدا جو کچھ کرتا ہے انسان کے بھلے کے لئے ہی کرتا ہے۔ خواہ وہ ظاہر میں بُری ہی ہو۔ ایک بادشاہ کا وزیر ہر بات پر یہی کہا کرتا تھا کہ جو کچھ ہُوا اچھا ہُوا۔ ایک دن بادشاہ پھل کھا رہا تھا۔ اچانک چھُری جو پھسلی تو بادشاہ کی انگلی اُڑ گئی۔ وزیر پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے کہا۔ جو کچھ ہُوا اچھا ہُوا۔ بادشاہ کو زخم کی تکلیف بہت زیادہ تھی اُسے وزیر کا یہ کہنا بہت ناگوار گزرا۔ چنانچہ اس نے غصہ میں کہا" کمبخت میرے زخم لگا اور تُو کہتا ہے کہ یہ بہتری کے لئے ہُوا۔ جا میرے سامنے سے چلا جا اور آئندہ اپنی مکروہ صورت مجھے نہ دکھانا۔ وزیر نے صرف اتنا کہا" جو کچھ ہُوا اچھا ہُوا"۔ اور باہر چلا گیا۔

"کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے اپنے ایک دُشمن پر چڑھائی کی۔ اور فوج لے کر چلا۔ راستہ میں ایک دن پڑاؤ کیا۔ فوج کو تو وہیں چھوڑا اور خود شکار کے لئے تنہا نکل کھڑا ہُوا۔

"دوپہر کو بادشاہ کو بہت گرمی لگی۔ اور وہ آرام کرنے کے لئے ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گیا۔

اس جنگل میں حبشی رہتے تھے۔ اُس دن اِن کے ہاں بڑا جشن تھا۔ اور وہ اپنے دیوتا پر ایک آدمی کی قربانی چڑھانا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے جب بادشاہ کو سوتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اور اُس کی اک دم مُشکیں کس لیں یکایک اِن میں سے ایک کی نظر بادشاہ کی کٹی ہوئی اُنگلی پر جا پڑی۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ سب حبشی چونک پڑے۔ اور اُنہوں نے نہایت غور سے بادشاہ کی کٹی ہوئی اُنگلی کو دیکھا۔ پھر اُنہوں نے بادشاہ کو چھوڑ دیا۔ اور بُرے بُرے مُنہ بناتے ہوئے چلے گئے۔ اصل بات یہ تھی کہ حبشی اُس آدمی کو قربانی پر چڑھاتے تھے جس میں کسی قسم کا عیب نہ ہو۔ چونکہ بادشاہ کی ایک اُنگلی کٹی ہوئی تھی۔ اس لئے اُس کی بھینٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ الغرض اس کٹی ہوئی اُنگلی نے بادشاہ کی جان بچالی۔

"لڑائی سے واپس آکر بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلایا۔ اور اپنی بدسلوکی کی اس سے بہت معافی مانگی اور اُسے تمام واقعہ سُنا کر پُوچھا"جب میں نے تمہیں یہاں سے نکالا تو تم نے کیوں کہا تھا کہ جو کچھ ہوا اچھا ہوا"۔ وزیر نے جواب دیا۔ حضور اگر آپ مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں یقیناً آپ کے ہمراہ شکار کو جاتا! ور حبشیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوتا۔ چونکہ مجھ میں کوئی عیب نہیں۔ اِس لئے وہ مجھے مار ڈالتے۔ بادشاہ نے کہا"واقعی تم سچ کہا کرتے تھے۔ کہ خدا جو کچھ کرتا ہے۔ اِنسان کی بہتری کے لئے کرتا ہے"۔ اس کے بعد وہ وزیر کی بہت عزت کیا کرتا تھا

کہانی ختم کرکے دادی جان بولیں"بچوں یاد رکھو۔ ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہئے وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اپنے بندوں کے نفع کے لئے ہی کرتا ہے۔ . . . اچھا اب ہماری لاٹھی اُٹھا دو ہم جاتے ہیں"۔

طالب علم

پیارے بھائیو! اگر تم امتحان میں ہمیشہ کامیاب ہونا چاہتے ہو۔ اور سچا طالب علم بننا چاہتے ہو۔ تو ان تین باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو۔ جو طالب علم ان پر عمل کریگا۔ وہ ہمیشہ کامیاب ہوگا۔ اور سچا طالب علم کہلانے کا مستحق ہوگا۔

(۱) صحت:۔ (HEALTH IS WEALTH) یعنی تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہر ایک طالب علم کو اپنی صحت کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ جو طالب علم تندرست ہوتا ہے۔ وہ امتحان کی تیاری کے لئے بخوبی محنت کرسکتا ہے۔ کیونکہ اس کا دماغ صحیح و سالم ہوتا ہے۔ وہ اپنے مضامین آسانی سے یاد کرسکتا ہے۔ اور پاس ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو طالب علم کمزور ہوتا ہے خواہ وہ اپنے مضامین یاد کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا بھی ہو تو بھی بدقسمتی سے تمام کا تمام بھول جاتا ہے۔ اور امتحان میں ناکام ہوتا ہے۔ لہٰذا عزیز بھائیو! تم بھی اپنی صحت قائم رکھنے کے لئے ذیل کے اصولوں کی پابندی کرو۔

(۱) صبح سویرے اُٹھا کرو اور رات کو جلد سویا کرو۔

(۲) روزانہ نہایا کرو اور کپڑے بھی ہمیشہ صاف ستھرے رکھا کرو۔

(۳) روزانہ ناشتہ کھانے سے پیشتر ورزش یا کسرت کیا کرو۔

(۴) نشہ لانے والی چیزوں سے ہمیشہ بچو۔

(۵) دانتوں کو روزانہ صبح اور رات کو برش یا مسواک سے صاف کیا کرو۔

(۶) سیر و تفریح کے لئے روزانہ صبح کے وقت یا شام کے پانچ بجے جایا کرو۔

(۷) آنکھوں کو عُمدہ سرمہ لگایا کرو اور ناک کان ہمیشہ صاف رکھو۔

(۲) وقت:- (TIME IS MONEY) یعنی وقت دولت ہے۔ ہر ایک طالب علم کو ہمیشہ وقت کی قدر و منزلت پہچاننا چاہئے۔ کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے۔ وہ دوبارہ واپس نہیں آتا۔ لہٰذا میرے پیارے بھائیو! تم بھی وقت کی قدر جانو۔

(۱) وقت کی ہمیشہ پابندی کیا کرو۔

(۲) سکول میں روزانہ بلاناغہ وقت پر جایا کرو۔

(۳) روزانہ اپنا سبق یاد کر کے اگلا سبق دیکھ لیا کرو۔

(۴) اُستاد صاحب جو کچھ جماعت میں کہیں اُسے غور و خوض سے سُنا کرو۔ اور اُس پر عمل کیا کرو۔

(۵) اُستاد صاحب اگر تمہیں تحریری کام دیں تو اُسے صاف اور خوشخط لکھا کرو۔

(۶) ہمیشہ جماعت میں اوّل آنے کی کوشش کرو۔

(۷) روزانہ کچھ وقت مطالعہ کتب کے لئے صرف کرو اور امتحان میں کامیاب ہو کر اپنے والدین کا روپیہ جو وہ تمہاری تعلیم پر صرف کر رہے ہیں کارآمد اور مفید ثابت کرو۔

(۳) عادت:- (HABIT IS THE SECOND NATURE) یعنی عادت طبیعت ثانی ہے کیونکہ جو عادت بچپن میں پڑتی ہے۔ بڑھاپے تک قائم رہتی ہے۔ لہٰذا عزیز نونہال بھائیو! تم بھی اپنی عادت طالب علمی کے زمانہ میں سدھارو۔ اور ہر ایک کتاب کے مطالعہ کے بعد اچھے انجام اور بُرے نتیجہ سے عبرت حاصل کرو۔ اور ذیل کی عادتیں جو نہایت مفید ہیں۔ اختیار کرو۔ اور صحیح معنوں میں طالب علم بنو۔

(۱) ہمیشہ خدا کی عبادت و پرستش کیا کرو۔

(۲) بڑوں کا ادب اور بچوں سے محبت کیا کرو۔

(۳) ہر ایک سے عاجزی اور تواضع سے پیش آؤ۔

(۴) راستباز بنو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو۔

(۵) فضول خرچی نہ کیا کرو اور کفایت شعاری سے کام لو۔

(۶) وعدہ وفا کیا کرو اور وعدہ خلافی نہ کیا کرو۔

(۷) چال چلن نیک رکھو۔ کیونکہ یہ کامیابی کے زینہ کی پہلی سیڑھی ہے۔

(نظام الدین شرف الدین گورسے کر۔ بھیونڈی)

حل طلب انعامی معمّہ

میرے ایک دوست کا نام ۹ حرفوں سے بنتا ہے۔ جن کو اُلٹ پلٹ کر کے مندرجہ ذیل معنے نکلتے ہیں۔

(۱) ۶ + ۴ + ۳ سے پھٹا ہُوا کے معنی نکلتے ہیں۔

(۲) ۳ + ۹ + ۵ + ۷ سے ہندوؤں کا ایک اوتار۔

(۳) ۱ + ۷ + ۸ سے نصیحت کے معنی نکلتے ہیں۔

(۴) ۲ + ۴ + ۷ سے ٹانگ کا موٹا حصّہ (پنجابی پٹ) کے معنے نکلتے ہیں۔

شرائط:۔ تمام جوابات ۲۰ دسمبر ۱۹۲۵ء سے پہلے پہلے میرے پاس پہنچ جانے چاہیں۔

انعام:۔ (۱) ایک سال کے لئے گلدستہ اطفال مفت (۲) چھ ماہ کے لئے گلدستہ اطفال مفت۔

تمام جوابات مندرجہ ذیل پتہ پر آنے چاہیں۔ (اے۔ جی۔ گل جماعت دہم فریق اے۔ بی۔ آئی ہائی سکول فرید کوٹ)

ایجادیں

پہلا لوہے کا قلم ۱۸۳۰ء میں ایجاد ہُوا۔ پہلا اخباری اشتہار ۱۶۵۲ء میں جاری ہُوا۔ ڈاک خانہ ۱۵۶۴ء میں جاری ہُوا۔ دُخانی جہاز ۱۵۴۳ء میں بنا۔ گندھک کی دیاسلائی ۱۸۲۹ء میں بنائی گئی۔ سوئی ۱۵۴۵ء میں نکلی۔ چاقو ۱۶۶۳ء میں بنا۔ مٹی کا تیل جلانے کے لئے ۱۸۲۶ء میں تیار ہُوا۔ اندھوں کا پہلا مدرسہ ۱۷۸۴ء میں کھولا گیا +

(اسد حسین قدوائی)

گلستانِ حکمت

(از جناب اسد حسین قدوائی)

(۱) ہم دُنیا میں اِس لئے آئے ہیں کہ دوسروں کے کام آئیں۔

(۲) اگر تم میں کوئی خوبی ہے تو اس پر ناز کرنے سے پہلے اس بات کو یاد کر لو کہ دوسروں میں نہ جانے کتنی خوبیاں ہوں۔

(۳) کل کا کوئی اعتبار نہیں جو آج کر سکتے ہو کل پر نہ اُٹھا رکھو نہ جانے کل دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

(۴) صلح پسند آدمی بڑے سے بڑے عالم کے مقابلہ میں خلق اللہ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۵) اپنا ضمیر صاف رکھو خدا تمہاری مدد کرے گا۔

(۶) ہم اکثر غلطیاں کرتے ہیں لیکن ہماری سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ہم بہت جلد اپنے آپ کو صاف کر دیتے ہیں۔

(۷) اِنسان ہمیشہ چہرہ دیکھتا ہے مگر خدا دل دیکھتا ہے۔

(۸) بخیل کی دولت ٹھیکروں سے بدتر ہے۔

(۹) ہر شخص پر بھروسہ کر لینا نادانی ہے۔

(۱۰) موقع دیر میں آتا ہے اور جلد نکل جاتا ہے۔

(۱۱) اگر دُشمن پر حقیقی فتح پانا ہے تو ضبط سے کام لو۔

(۱۲) موت اِنسان کو ہر آلائش سے پاک کر دیتی ہے۔

(۱۳) اپنی مدد آپ کرو پھر خدا بھی تمہاری مدد کرے گا۔

(۱۴) نرمی سے جو کام نکل جاتا ہے وہ سختی سے نہیں نکلتا۔

(۱۵) جو شخص اپنا راز بتا دیتا ہے اُس پر بھروسہ نہ کرو کسی نہ کسی دن وہ تمہارا راز بھی کھول دے گا۔

(۱۶) کاہلی تمام بُرائیوں کی ماں ہے۔

(۱۷) خیرات کرنے سے کبھی دولت نہیں گھٹتی۔

(۱۸) سانپ سے سانپ ہی پیدا ہوگا۔

(۱۹) جو لوگ تھوڑے عرصہ کی ملاقات میں بلا کسی وجہ کے تم سے محبّت کرنے لگیں ان پر بھروسہ نہ کرو۔

مزے دار دعوت

رس گلّے

سامان:۔ دال ماش دھلی آدھ پاؤ۔ دال مونگ دھلی ایک چھٹانک۔ کھویا پاؤ بھر۔ ناریل کسا ہؤا ایک چھٹانک، دودھ ایک چھٹانک۔ بادام کی گری ۲ تولہ۔ انڈا ایک عدد۔ گھی آدھ سیر۔ شکر دانہ ایک سیر۔

ترکیب:۔ دونو دالیں ملاکر دھو کر صاف سل پر جو نمک مرچ کی نہ ہو باریک پیس لیں مثل میدے کے۔ پیستے وقت پانی نہ ڈالیں دودھ سے چھینٹا دے دے کر پیسیں۔ پھر بادام کی گری باریک کتر کر اور کسا ہؤا ناریل کھویا انڈا یہ سب چیزیں کسی بڑے برتن میں ڈال کر خوب پھینٹیں اس قدر کہ جھاگ اُٹھنے لگیں پھر دال بھی اسمیں ملا کر خوب پھینٹ لیں اور یہ قوام پانی میں ڈال کر دیکھیں یعنی ایک پتیلی میں پانی بھر کر مرکب مذکور کی ایک بوند ڈالیں جب تیرنے لگے تو سمجھیں کہ اب قوام تیار ہے۔ دال کے ساتھ پانچ الائچی خورد بھی پیس کر ملائیں۔ پھر کڑھائی یا بھگونے میں گھی کڑکڑا کر چمچے سے گول پھلکیاں اس میں ڈالیں اور خفیف گلابی ہو جانے پر اُتار لیں۔ یہ خیال ضروری ہے کہ رس گلّے برابر کے رہیں یعنی چھوٹے بڑے نہ ہوں اور نہ کچّے رہیں نہ جل جائیں۔ رس گلّے تلنے سے قبل شکر کا دو تار کا قوام بنالیں اور رس گلّے تل تل کر اس میں ڈالتے جائیں زیادہ ہونے پر حسب پسند گلاب یا کیوڑہ چھڑک کر نوش فرمائیں بہت مزیدار چیز ہے۔ اگر پسند کریں تو تھوڑا عرق لیموں بھی ڈال سکتے ہیں یہ رس گلّے چار دن تک خراب نہیں ہو سکتے اور بہت اعلیٰ درجہ کی مٹھائی ہے۔

(ناظمہ سلطانہ)

گوشت کی گلاب جامن

قیمہ عُمدہ گوشت کا آدھ سیر۔ دال چنا آدھ پاؤ۔ دودھ خالص آدھ سیر۔ کھویا عُمدہ تازہ ایک پاؤ۔ شکر ½ سیر حسب ضرورت کھوپرا۔ بادام۔ پستہ۔ کشمش حسب پسند۔ اوّل قیمہ کو خوب صاف دھو کر اور دال چنا ڈال کر جو دو گھنٹہ قبل دھو کر بھگو دینی چاہئے دودھ کے ساتھ اُبال لو۔ جب دال خوب گل جائے اور دودھ خشک ہو جائے تو قیمہ کو ذرا بھون کر اُتار لو اور سل پر خوب باریک پیس لو پھر کھویا بھی سل پر پیس کر قیمہ میں ملا کر ایک جان کر لو۔ جب یہ طیار ہو جائے تو میوہ جو پہلے سے باریک کٹا ہؤا طیار رہنا چاہئے۔ بھر بھر کر خوبصورت عُمدہ گلاب جامن بنالو پھر اُن کو گھی میں بالکل سُرخ تل ڈالو۔ اس کے بعد شکر کا قوام طیار کرو جب قوام طیار ہو جائے تو گلاب جامن اس میں ڈال دو (یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قوام بہت سخت نہ ہو جائے ورنہ شیرہ اندر جذب نہ ہوگا) اوپر سے زعفران کیوڑہ چھڑک دو اگر زیادہ تکلف کرنا ہو تو ہر گلاب جامن پر قوام میں ڈالنے سے قبل ورق طلائی لپیٹ دو اور پستہ بادام کی ہوائیاں بھی اور ڈال دو۔ نہایت عُمدہ بنتی ہیں +

(بیگم محمود احمد جعفری) (غنچہ)

سرگذشت تعطیلاتِ گرما (تابستان)

از قلم فقیر چند جماعت دہم مکتب اعدادیہ دولتیہ بھکر بلوک میانوالے

۱۔ بعد از گذشتن امتحان سہ ماہی ہمہ اطفال مکتب ما بجاں آمدہ بودند۔ و ہر یک بخانہ خویش رفتن مے خواست۔ در آں ایام در شہر بھکر گرما بغایت شدت بود۔ بھکر شہریست گرم ترین در بلوک میانوالے و ازیں جہت ایں شہر را "مجسمۂ سقر" مے نامند۔ القصہ بتاریخ بستم ماہ جولائی مکتب ما برائے تعطیلات گرما بند شد۔ ہنگامیکہ ایں خبر مبارک در گوش ما رسید۔ ہمہ طلاب از جامہا بیروں شدن گرفتند۔ در دار الاقامت باز آمدہ رختِ غربت بستند و بعد از خوردن طعام و ادائے رسوم مستلزمہ راہ استاسیلون گرفتند۔ حمالاں رختِ اطفال برداشتہ بر استاسیلون رسانیدند۔ بعد از نیم ساعت کالسکۂ بخار در رسید۔ و توقعات ما بر آمدند۔ ہمہ اطفال خوش و خرم بودند۔ ما بر ترن سوار شدہ شادی کناں بخانہ ہائے خویش بخیر و عافیت تمام رسیدیم۔

۲۔ غریب خانۂ من شہر دریاخان (در رحمتِ ایزدی) است و از بھکر مسافتِ دہ کروہ دارد۔ ایں شہر ہم مجسمۂ جہنم است و گرما چنیں شدت باشد کہ در گفتن و نوشتن نمی آید۔ ہوائے آنجا خیلے گرم بود۔ گرد باد ہم بکثرت مے برخاست۔ از حرارت و تمازت تمام روز مبہوت بودم۔ حبس ہوا جانم بلب رسید و خیلے عرق کردم۔ ہر چند کہ اول در خیال داشتم سہ یا چہار روز در دریاخان بمانم و لے از حدت و صولت گرما دست پاچہ شدم و دل از اقامت آنجا برکندہ شد۔

۳۔ المختصر اجازت از پدرِ بزرگوارم مدظلہ العالی یافتہ بعد از یک یوم بر ترن سوار شدہ بسوئے والدِ محترم و سلکمہ اللہ تعالیٰ رو نہادم۔

بارک اللہ! چوں ترن از مقام "چنڈ" گذشت ہوائے لطیف و خنک ز بدن گرفت و جانم بتن آمد۔ چونکہ باراں دریں علاقہ بکثرت باریدہ بود۔ بنا بریں احساسِ برودت گرفتم و لرزہ بر اندامم افتاد۔

۴۔ والحاصل بوقت شش ساعت علی الصباح بتاریخ بست و سوم ماہ جولائی بروز چہار شنبہ مع الخیر بمقام گولڑہ رسیدم و خود را بدستہائے علیۂ عالیۂ والدم بزرگوار دام ملکہا و دام اقبالہا بیع کردم۔ و زمینِ خدمت بوسیدم۔ در راہ ہیچ زحمت نکشیدم با یارانِ قدیم و دوستانِ صمیم ملاقی گشتم۔ در آنوقت فلک پیر ابر ہائے سیاہ پوشید۔ رعد و برق ... داخل شدن در اطاق باراں و تگرگ باریدن گرفت۔

[illegible] ہوائے ... حیات انسانی مفید ... [illegible]

اکثر اطبائے پدر سوختہ مے گویند کہ ایں آب وہوا ضعف مے آرد و مردم را بہ تحلیل مے برد۔ و لے با ایں ہمہ من بہ نفس نفیس یک و نیم ماہ در اینجا قیام کردم ہیچ اثرے ضعف ندیدم بلکے طبع من روز افزوں شگفتہ و شاداں مے گشت۔ ایں شہر از چہار اطراف از سلسلہ ہائے کوہ محیط است۔ بنا برین باراں دریں جا عموم دارد۔ ساکنان ایں شہر پا در کف مے دارند و از علم فلاحت چیزے دانند۔ چرا کہ باراں در اینجا بسیارے دارد۔ ازیں جہت گیاہ سبزہ بہ افراط روئیدہ است و اہالئے ایں شہر دوام خور را مے چرانید و شہر را فروختہ حوائج حیات مستعار بہ انجام مے رسانند۔ از استاسیون تا شہر یک شاہراہ پختہ ساختہ شدہ است۔ طول و عرض ایں راہ ہمہ درختان سرد رفتہ است و ہمہ جا دہات بزرگ معتبر از ہر سوئے نمایاں است دریں شہر یکے از اولیاء مسلمانان مقیم است و مسلمانان ایں علاقہ بہ ایں ولی اعتقاد تمام دارند۔
درحقیقت بنائے مسجد خیلے عالیست و ہمہ بہ فرش گرانبہا مفروش است و از در و دیوار روائح طیبہ بآسمان بلند است مؤذن و خدام متعدد دارند۔ در اوقات پنجگانہ از تمامی مساجد بانگ اذانِ محمدی بلند است۔ بازار ایں شہر خیلے کثیف و خراب است و از کثرتِ کثافت بدکانے داخل شدن ممکن نیست۔ دریں شہر از آثار جدیدہ۔ شفاخانہ۔ مدرسۂ رشدی پوستہ خانہ۔ استاسیون و گرمہ اند۔

۶۔ از ایں شہر تا راولپنڈی راہ دہ کروہ است و در یک روز از اینجا بسوئے راولپنڈی اقلاً پانزدہ ترن ہا حرکت می آیند راولپنڈی شہر یست قشنگ و بزرگ ترین۔ وے بازار گرانی بہ اوج کمال رسیدہ بازار ہائے ایں شہر ہم دیدنی اند۔ تیاتر ہائے و اوپرا ہائے ایں شہر زبان زدِ خاص و عام اند و ایں اشیا در سرور طبع من معتد بہ اضافہ کردند دریں ایام من بہ پنجہ صاحب ہم رفتم پنجہ صاحب مقامیست مقدس ترین خالصہ۔ عماراتِ چوبی برائے مسافراں تعمیر کردہ شدہ اند و ہر گونہ اسباب راحتے برائے مسافرین مہیا است۔ بنائے کنشت اینجا خیلے عظیم الشان و دلکش است در وسط یک حوض بزرگ ساختہ شدہ کہ از آبِ خنک پر است۔ در ایں حوض ماہی ہائے گوناگوں یافتہ مے شوند و مے کسے نمی تواند کہ یک ماہی را بگیرد۔ وقتیکہ بروید۔ انبوہِ مردم بنظر می آید۔ ساکنانِ دور دراز برائے زیارت ایں شہر مے آیند۔

۷۔ من دریں تعطیلات کار مکتب کہ بہ کفالت خویش آوردہ بودم۔ بپایۂ تکمیل رسانیدم و چند مقالات را بطور اعادہ ہم خواندم۔ و از سیر و سیاحت مقامات انواع و اقسام خیلے مسرور و محظوظ گشتم۔ از ظل درختان لرزاں و ذات اللذوائب کہ برین استاسیون متعدد اند۔ خیلے حظ بر داشتم۔ القصہ بہ اطمینان و دلجمعی تمام تعطیلات بسر کردم۔
تاریخ سیم اگست برزآوینہ مراجعت نمودم۔ بہ دریاخان رسیدہ رخت سفر بر داشتم و بتاریخ دوم ماہ ستمبر دریں مکتب حاضر شدم۔
والحاصل دریں تعطیلات برائے من سامان عیش و نشاط پنہاں بودند کہ انجام کار بر من عیاں شدند و من ازیں عیش و سرور متمتع گشتم۔
بدرگاہ خالق ایں دو جہاں دست بدعا ہستم کہ آیندہ مرا ہم بہمیں طور خرم و شاداں و بہ صحت و تندرستی دارد و بہ مہام و عزائم من کامیاب گرداند۔

بچوں کا دل بہلاوا

دسّو کون ؟

میرے اِک وَڈے مہربان بزرگ ہَن جیہڑے بزاز محلہ لاہور چھاؤنی وِچ رہندے ہَن۔ وَڈے سیانے تے ہس مُکھ نیں۔ سُورج تے چن وانگوں سب نوں اِکو جیہا جاندے نیں۔ بزاز محلہ دے جے اَٹھ حصے کریئے۔ تے پہلے چار حصے چھڈ کے اونہاں دا مکان اے۔ جیہڑا اَلبتہ تھوڑا جیہا اِی ہو گیا اے۔ بہت سارا روپیہ کھرچ کے وڈا سوہنا تے صلاحن جوگا بنوایا اے۔ اونہاں صلاح کیتی۔ پئی ایہدی کتھے سیل سپاٹے چلئے۔ پھر اِکلیاں جان دا تاں کوئی سُواد نہیں۔ دو چار سنگی ساتھی ہوُن تاں چنگا سُواد آوندا اے۔ اونہاں دا اِک جمانتی چنگا گوڑھا بیلی لاہور رہندا سی۔ گھروں تیار ہو کے پہلوں اوہدے وَل گئے۔ لاہور دے ٹیشنوں اُتر دیاں چڑھدے پاسیوں دو بازار چھڈ کے اوہدا گھر سی۔ جس ویلے اوہدے گھر پُجے۔ اوہ روٹی پیا کھاندا سی دیکھدیاں سار اِی اُٹھ کے جپھی پا کے ملیا۔ سُکھ ساند پُچھی۔ پانی دھانی پلایا۔ تے کہن لگا۔ اَج تُہانوں بھُل کے ساڈے گھر دا راہ کِس طراں لبھ پیا۔ ساڈے وڈے بھاگ نیں۔ جو تُساں درشن دِتے۔ دونویں جنے دُکھ سُکھ پھولدے رہے گلاں کتھاں وِچ سَیر نوں جاندی گل وِی چھڑ گئی دوہاں دی صلاح اگلے دن سویر دی گڈی امرتسر نوں جاندی پکّی ہو گئی کیوں جو اوتھے وِی اِنہاں دے اِک دو یار بیلی سَن۔ جِنہاں نوں نال لے جانا سی۔ دن چڑھے دونویں جنے گڈی چڑھ امرتسر چلے گئے۔ ٹانگہ کر کے اپنے بیلی دے گھر وَل جیہڑا امرتسر دے دو محلے چھڈ کے سی۔ گئے۔ تاں اونھوں پتا لگا۔ بھئی اوہ ہُنے اِی اپنے دُوجے مکان وَل جیہڑا امرتسر دے اَخیرلے سرے تے سی۔ گئے نیں۔ اِہ وِی اوہدے اِی ترُ پئے۔ جا لبھیا۔ دیکھیا کی۔ بھئی اوہ اپنے یاراں بیلیاں نال شطرنج پیا کھیڈدا اے۔ جا رام رام کیتی۔ اوہ دیکھدیاں سار اِی کھیڈ چھڈ کے وڈے چاہ نال مِلیا۔ چنگی طراں آن پانی نال سیوا کیتی۔ اِنہاں وِی اپنے آؤن دا مطلب دسیا۔ اوہ وَڈا خوش ہو گیا۔ کہن لگا۔ گل تاں چنگی اے۔ پر میرے اِک رشتہ دار نے جیہڑا جہلم پنڈ وِچ رہندا اے۔ تے سیل سپاٹے دا وڈا شوقین اے۔ پنڈ وِچ وڈیاں ہوئیاں ساریاں نالوں پہلاں اِی اوہدا مکان اے۔ اوہنے اَج شام نوں آؤن واسطے لکھیا اے۔ ہُنے آیا کہ آیا۔ نال اِی لئی چلاں گے۔ ابھے اِہ گلاں کر دے اِی پئے سَن۔ چودھری ہُنیں وِی آ گئے۔ ساریاں آکھیا۔ آؤ چودھری جی۔ تُہاڈی وڈی عمر اے۔ تُہاڈیاں اِی گلاں کر دے سی۔ اساں تُہاڈے نِیں ہردوار وَل جان دی صلاح کیتی اے۔ تے تُہانوں وِی نال

اِی لجانا اے۔ چودھری ہُناں آکھیا۔ تُہاڈا کہنا سر متھے تے۔ بیں تُہاڈا آکھیا تے نہیں ناں موڑ سکدا۔ رات چالے گپّاں شپّاں ماردے رہے۔ چودھری ہُناں نیں "وڈّے ڈھڈّ والی" تے "چاندنی چوک تے شیہ گھڑھی" والی کہانی کُجھ ایس طراں سُنائی۔ بھئی ہسدیاں ہسدیاں ڈھڈّیں پیڑاں پے گیّاں۔ اگلے دن سویرے پہلی گڈّی چڑھ بیٹھے۔ جیہڑی ہردوار ول جاندی سی۔ جد گڈّی جالندھر دے ٹیشن تے اپڑی۔ اوتھے اِنہاں دا اِک پُورانا لنگوٹیا یار جنہوں وِچھڑیاں ہوئیاں کئی وَرہے ہو گئے سَن۔ مِل پیا۔ وڈا تگڑا جوان ہو گیا ہوئیا سی تے پچھانیاں نہیں سی جاندا۔ جالندھر دے عین وچکار اوہدا مکان سی۔ تے اوتھے اِی اوہدی وڈّی ڈاکٹری دی دُوکان سی۔ اوہ سبب نال اِی ہردوار جان لئی آئیا سی۔ اِنہاں نے اوہنوں وی نال اِی رلا لیا۔ ہُن اِہ پنج جنے ہو گئے۔ سُورج چڑھدے نال اِی گڈّی ہردوار پہنچ گئی۔ پنجے جنے گڈّیوں اُترا اسباب ٹکانے رکھ کے سیر کرن لئی ہر کی پوڑی چلے گئے۔ اوتھے اِنہاں نے اِک ٹھانیدار نُوں دیکھیا۔ جیہڑا اِنہاں ول اِی ٹُریا آؤندا سی۔ پہلاں تاں پچھانیاں ناں۔ پر جدوں گوہ نال دیکھیا۔ تاں پتہ لگا۔ اوہ اِنہاں دا اِی اِک پُورانا چیلہ بالکا سی۔ ہُن اوہ دو تِن سال دا ہردوار وِچ ٹھانیدار لگا ہوئیا سی۔ ہردوار وِچ چڑھدے پاسے تیسرے محلے وِچ اوہدا مکان سی۔ اوہ اِنہاں نُوں اپنے گھر لے گیا۔ رَج کے سیوا کیتی۔ اِنہاں پنجاں جنیاں وی اپنے آؤن دا حال تے رِشی کیش جان دی صلاح دسی۔ اوہ وی تیار ہو پیا۔ چھیتی نال اپنے افسراں نُوں مِل مِلا کے مہینے دی چھُٹّی دا بندوبست وی کر لیا۔ اگلے دِن اِہ چھیّے جنے رِشی کیش ول چلے گئے۔ اوہدروں ڈیہرہ دُون ول تُر گئے۔ پندراں وِیہہ دِن چنگی سیر کیتی۔ مُڑدے ہوئے راہ وِچ وڈیاں وڈیاں شہراں دی سیر کردے ہوئے لاہور چھاؤنی پہنچ گئے۔

اِہ کہانی پڑھ کے بھلا تُسیں دَس سکدے او میرے مہربان بزرگ کون سَن اوہناں دا شُبھ ناں کی اے۔ جیہڑے لاہور چھاؤنیوں تُرے سَن۔

جیہڑے سجن اوہناں دا ناں دس دین گے۔ اوہناں نُوں **گلدستہ اطفال** اِک سال لئی مفت جاری کرا دتا جاویگا۔

جواب بہتے ٹھیک ہون تے پرچی پا کے فیصلہ کیتا جاویگا۔

اِنعام فروری دی دو تاریخ نُوں چودھری ہنس راج صاحب ہیڈ ماسٹر کنٹونمنٹ بورڈ سکول ع‍ا صدر بازار لاہور چھاؤنی کڈھن گے۔

(منوہر لعل شرما سکول ماسٹر کنٹونمنٹ بورڈ سکول نمبر (۱) لاہور چھاؤنی)

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشور داس پرنٹر چھپا اور ماسٹر جگت سنگھ پروپرائٹر و پبلشر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور نے رام گلی سے شائع کیا۔

ادبی عجائبات کے حیرت انگیز نمونے

"رہنمائے تعلیم" کے عجیب و غریب خاص نمبر

ہندوستان کی ادبی دنیا میں رسالہ "رہنمائے تعلیم" نے نہایت اولوالعزمی اور کمال لیاقت و قابلیت کے ساتھ پے درپے تین ضخیم عجیب اور مفید خاص نمبر شائع کرکے ایک تہلکہ ڈال دیا ہے۔ اردو کا کوئی بڑے سے بڑا پرچہ اس قدر عظیم الشان، اتنے ضخیم اور ایسے خاص نمبر آج تک شائع نہیں کر سکا۔ اور نہ مستقبل قریب میں امید ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

قیمت عہ　گل صد رنگ (جوبلی نمبر)　قیمت عہ

ساڑھے سات سو صفحے کا ضخیم، بے انتہا لاجواب اور عدیم النظیر پرچہ ہے۔ اس کی خاص خوبی یہ ہے۔ کہ اس میں ہر شخص اور ہر مشرب کے انسان کے لئے دلچسپی اور دلکشی کا کافی سامان موجود ہے۔

قیمت عہ　مرقع ادب (فسانہ نمبر)　قیمت عہ

انتہائی دلچسپ اور بیحد دلکش، عجیب و غریب حیرت انگیز، نادر و نوبنور، نصیحت آمیز اور سلیس فسانوں کا مجموعہ۔ نہ ایسی دلچسپ چیز آپ نے آجتک پڑھی ہوگی۔ نہ سنی ہوگی۔ مختصر یہ کہ اس میں دلچسپی کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔

قیمت عہ　ریڈکراس سائیکلوپیڈیا (ریڈکراس نمبر)　قیمت عہ

تحریک ریڈکراس کے متعلق اس سے زیادہ مکمل، جامع اور تفصیلی واقفیت آپ کو کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ حفظان صحت کے اصولوں اور بیماریوں کے انسداد کے لئے ایک بہترین معلم اور لائق رہبر کا کام دیتا ہے۔ حفظان صحت کے متعلق دلفریب فسانے، دلکش اشعار اور دلچسپ ڈرامے اس کی زینت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ نہایت نفاست، صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

بچوں کے لئے دلچسپی اور معلومات کے خزانے

جہاں بڑے لوگوں کے لئے جواہرات کا انبار لگایا گیا ہے۔ وہاں بچوں کو بھی فیض سے محروم نہیں رکھا گیا۔ اور ان کے لئے بھی خوبصورت کہانیوں کی شکل میں حسب ذیل نہایت دلچسپ پرچے تیار کئے گئے ہیں۔

(۱) جوبلی نمبر ۴ر　(۲) فسانہ نمبر ۴ر　(۳) ریڈکراس نمبر ۴ر

ملنے کا پتہ

ماسٹر جگت سنگھ مینیجنگ پروپرائٹر رسالہ "رہنمائے تعلیم" رام گلی۔ لاہور